دفاع اہل السنۃ والجماعۃ

تصنیف

مولانا ساجد خان نقشبندی

پسند فرمودہ

حضرت مولانا قاری مفتی نعیم محمودی حفظہ اللہ

ناشر

مکتبہ ختم نبوت

0312-9850001

اہل السنۃ والجماعۃ کی عبارات پر تین سو (۳۰۰) سے زائد اعتراضات کے جوابات پر مشتمل

پہلا مکمل انسائیکلوپیڈیا

دفاع
اہل السنۃ والجماعۃ

مؤلف

مناظر اہل سنت

حضرت مولانا ساجد خان نقشبندی حفظہ اللہ

تصحیح ونظر ثانی:

خطیب اہل السنۃ

حضرت مولانا عبداللہ صاحب قاسمی حفظہ اللہ

باہتمام: مناظر اسلام غازی اسلام حضرت مفتی ندیم صاحب محمودی حفظہ اللہ

شعبہ نشر و اشاعت

مکتبہ ختم نبوت پشاور

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب:۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔دفاع اہل السنۃ والجماعۃ (اول)

مؤلف:۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مناظر اہل سنت حضرت مولانا ساجد خان نقشبندی حفظہ اللہ

تصحیح ونظر ثانی:۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حضرت مولانا عبداللہ صاحب قاسمی حفظہ اللہ

باہتمام:۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مفتی ندیم صاحب

کتابت:۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مولانا عبداللہ رحمانی اورنگ آباد (الہند)

تزئین:۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ایم،ایس،اسلام گرافکس ممبئی

تعداد صفحات:۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۹۹۴

شعبہ نشرواشاعت:۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مکتبہ ختم نبوت قصہ خوانی بازار پشاور

فہرست

عناوین	صفحہ
تقاریظ	
مولانا عبد الخالق سنبھلی صاحب مدظلہ العالی	۹
مولانا راشد اعظمی صاحب مدظلہ العالی	۱۱
مولانا طاہر حسین گیاوی صاحب مدظلہ العالی	۱۳
مولانا عبد الاحد قاسمی صاحب مدظلہ العالی	۱۵
مولانا الیاس گھمن صاحب مدظلہ العالی	۱۶
مفتی غازی ندیم محمودی صاحب مدظلہ العالی	۱۷
مولانا ابو ایوب قادری صاحب مدظلہ العالی	۱۸
عرض مولف	۲۲
{باب اول} (چند تاریخی حقائق)	۲۹
”دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف“ پر ایک نظر	۳۰
مقرظین کا جھوٹ	۳۰
ترجمان رضاخانیت کے نام پر بریلوی فتویٰ	۳۱
اہل السنة والجماعة پر الزام تراشی کا سبب	۳۲
مسئلہ کا آسان حل	۳۳
اکابر اہلسنت کا مقام اہل بدعت کی نظر میں	۳۴
حجۃ الاسلام مولانا نانوتویؒ	۳۵
امام رشید احمد گنگوہیؒ	۴۶
حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ	۴۸
دار العلوم دیوبند میں چار نوری وجود	۵۲

عناوین	صفحہ
کاشف اقبال علماء یہود کے نقش قدم پر	۵۳
شفیع اوکاڑوی کے حوالہ جات پر ایک نظر	۵۴
خان کی توثیق پر حضرت تھانویؒ کا حوالہ	۵۵
کوثر نیازی کی حقیقت	۵۸
سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب حوالہ	۵۹
شبلی نعمانی کی طرف منسوب حوالہ	۶۰
محدث کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب حوالہ	۶۲
مولانا اعزاز علیؒ کی طرف منسوب حوالہ	۶۳
علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی طرف منسوب حوالہ	۶۴
علامہ بنوریؒ کے والد کی طرف منسوب حوالہ	۶۴
شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنیؒ پر جھوٹے حوالہ جات کا الزام اور اس کا جواب	۶۶
اہل السنة کا رضاخانیوں کے ساتھ اختلاف اصولی ہے	۶۸
ترجمان رضاخانیت کا دجل وتلبیس	۷۶
ہم سے دفاع کا حق بھی چھینا جا رہا ہے	۷۹
سات کے مقابلے میں ایک کی قربانی	۷۹
دھواں دار تقریریں	۸۱
فیصلہ عوام پر کیوں نہیں چھوڑتے	۸۳
اصولی اختلاف صرف ایک مسئلہ	۸۴
فروعی مسائل میں سلف وصالحین سے جدا۔۔	۸۵

عناوین	صفحہ
مولانا احمد رضا خان اکابر کا باغی	۸۶
احمد رضا صحابہ رضی اللہ عنہم وائمہ مجتہدین کا باغی	۸۶
جاہل وخبیث کون؟	۸۷
ہندوستان میں وہابیت کی بنیاد کس نے ڈالی	۸۹
شاہ ولی اللہؒ وہابی تھا بریلوی ہرزہ سرائی	۸۹
مولانا احمد رضا خان بھی وہابی تھا	۹۴
مولانا احمد رضا کی سند حدیث منقطع	۹۵
مولوی غلام مہر علی کی الف لیلوی کہانی	۹۶
غلام مہر علی کے الزامات کا تحقیقی جائزہ	۹۹
دہلی مناظرے کی حقیقت	۱۰۳
خاندان ولی اللہی اور شاہ اسمٰعیل شہیدؒ	۱۲۹
دہلی مناظرہ نے رضاخانیوں ہی کا منہ کالا کیا	۱۳۱
جن مسائل کو اختلافی بتایا گیا اس پر ہند کے علماء پہلے ہی اپنی رائے دے چکے ہیں	۱۳۳
تقویۃ الایمان سے شورش ہوگی	۱۴۱
سارے فساد کی جڑ رضاخانی ہیں	۱۴۷
تقویۃ الایمان اور امداد الفتاویٰ	۱۴۹
امداد الفتاویٰ کے جواب میں فیصلہ کن حوالہ	۱۵۳
تقویۃ الایمان کے رد کی رام کہانی	۱۵۵
باادب بے ایمان بے ادب باایمان	۱۵۷
اسمٰعیل دہلوی کا مزید فتنہ (اعتراض)	۱۵۹
شاہ شہیدؒ آخری دم تک حنفی رہے	۱۶۰

عناوین	صفحہ
ترجمان رضاخانیت کا ایک اور الزام	۱۶۳
شاہ صاحبان کے نام پر دھوکا	۱۶۵
دیوبندی مذہب اسلام سے جدا (الزام)	۱۶۶
نواب احمد رضا بریلوی فتوے کی زد میں	۱۶۷
سعید قادری کا مسلک اور بریلوی کذب	۱۶۷
دیوبندیت خالص ولی اللہی بھی نہیں انظر	
شاہ کشمیریؒ کے حوالے سے اعتراض	۱۷۰
مسلک شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ	۱۷۲
اپنے گھر کی خبر لو	۱۸۱
بریلوی وہابی کس کو کہتے ہیں	۱۸۲
رضاخان کا قول وہابی اپنے ہیں	۱۸۳
وہابی مذہب صوفیا کا مذہب	۱۸۳
علماء حق پر وہابیت کی تہمت کس نے لگائی؟	۱۸۳
وہابیت کا ایک خوفناک تصور	۱۸۵
بریلوی علماء کا اقرار دیوبند وہابیت کے مخالف	۱۸۶
علمائے دیوبند پر وہابیت کا الزام اور جواب	۱۸۷
دیوبندیوں کے نزدیک چار مصلے برے ہیں	۱۹۸
احمد رضا کا حنفی کے پیچھے نماز پڑھنے سے انکار	۲۰۲
علمائے حرم پر رضاخانی فتوے	۲۰۳
پاکستانی فوج، حکومت فتووں کی زد میں	۲۰۴
کانپور میں تھانویؒ کا تقیہ کر کے سنی بننا	۲۱۱

عناوین	صفحہ
نام نہاد دعوت اسلامی کا منشور	۲۱۵
قصیدۃ النعمان کے نام پر جھوٹ	۲۱۸
خدام الدین کا حوالہ امام ابوحنیفہ سے بڑا عالم	۲۲۰
اعتراض امام صاحب کا قول قرآن و حدیث کے خلاف ہوسکتا ہے	۲۲۵
اعتراض: حنفیت کے دفاع کو عمر کا ضیاع	۲۲۶
فتاویٰ شامی میں محمد بن عبد الوہاب نجدی کے متعلق عبارت کی توجیہ	۲۲۹
علامہ شامیؒ رضاخانیوں کی نظر میں	۲۳۰
آئینہ صداقت ہماری معتبر کتاب نہیں	۲۳۵
اعتراض: دیوبند نام کی کہانی	۲۳۶
بریلی نام کی کہانی	۲۳۷
مولوی عامر عثمانی اور دیوبند پر اشعار	۲۳۸
حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے ماموں پر اعتراض کا منہ توڑ جواب	۲۴۲
{باب دوم} اللہ تعالیٰ کی توہین کے متعلق علمائے دیوبند پر اعتراضات اور ان کے جوابات	۲۵۳
علمائے دیوبند اور توحید خداوندی	۲۵۴
بریلویوں کی توحید دشمنی	۲۵۶
اعترض ۱] عقیدہ خلف وعید وامکان نظیر	۲۵۶

عناوین	صفحہ
اعتراض ۳] اللہ جہت سے پاک نہیں	۳۷۶
اعتراض ۴] اللہ مکار ہے	۳۸۰
اعتراض ۵] اللہ کو ہمیشہ علم غیب نہیں	۳۸۰
اعتراض ۶] برے وقت میں پہنچنا اللہ کا کام	۳۸۳
اعتراض ۷] اللہ کی قبر	۳۸۶
اعتراض ۸] الجہد المقل پر اعتراض	۳۹۳
اعتراض ۹] اللہ تعالیٰ چوری وشراب خوری	۳۹۹
اعتراض ۱۰] اللہ کی خطرناک بے ادبی	۴۰۵
اعتراض ۱۱] بندوں کے کاموں کی خبر نہیں	۴۰۸
اعتراض ۱۲] طارق جمیل کے عظمت خداوندی کے خلاف عقائد	۴۱۳
اعتراض ۱۳] طارق جمیل کا اللہ پر بہتان	۴۱۴
اعتراض ۱۴] غیر اللہ کو سجدہ کے متعلق دیوبندی نظریات	۴۱۵
اعتراض ۱۵] کعبہ معظمہ کے متعلق دیوبندی عقائد	۴۲۶
اعتراض ۱۶] سجدہ کرنے کے لیے کعبہ کی طرف منہ کرنے کی ضرورت نہیں	۴۳۰
اعتراض ۱۷] قرآن مجید کو ہذیان وبکواس سے تشبیہ	۴۳۳
اعتراض ۱۸] قرآن مجید کے متعلق تحریف کا دیوبندی عقیدہ	۴۳۸

عناوین	صفحہ
اعتراض ۱۹] دیوبندی شیخ الہند کی خود ساختہ آیت	۴۴۳
اعتراض ۲۰] سپاہ صحابہ کے کرتوت	۴۵۲
رضاخانیوں کا نظریہ توحید	۴۵۶
اللہ تعالی کو ننگی گالیاں (معاذاللہ)	۴۵۶
اللہ تعالی سے ظلم، جہل، کمینہ پن کا صدور	۴۵۹
شرکیہ عقاید کی جھلک	۴۶۱
نبی کو اللہ کی مثل نہ سمجھنا پلید عقیدہ معاذاللہ	۴۶۲
لفظ اللہ حضور ﷺ کا نام ہے (معاذاللہ)	۴۶۲
بہت سی جگہ حضور سے مراد اللہ (معاذاللہ)	۴۶۲
اللہ کو حاضر وناظر ماننا بے ادبی (معاذاللہ)	۴۶۳
اللہ نے جھوٹ بولا (معاذاللہ)	۴۶۳
نبی کا خیال خدا کا دیدار (معاذاللہ)	۴۶۴
اللہ کے نام میں گدھے جیسی تاثیر معاذاللہ	۴۶۵
{باب سوم} انبیاء علیہم السلام کی گستاخی کا الزام	۴۶۵
علمائے دیوبند پر گستاخی کا الزام اور حقیقی گستاخوں کی نقاب کشائی	۴۶۶
اعتراض ۲۱] نماز میں نبی ﷺ کا خیال آجانا	۵۰۲
اعتراض ۲۲] چمار و ذرہ ناچیز سے کمتر	۵۳۶
اعتراض ۲۳] بڑے بھائی کا الزام	۵۶۰
اعتراض ۲۴] گنوار جیسی حیثیت	۵۶۹
اعتراض ۲۵] سفارشی ماننے والا ابوجہل	۵۷۲
اعتراض ۲۶] رسول کے چاہنے سے کچھ	۵۷۴
اعتراض ۲۷] اللہ کے سوا کسی کو نہ مان	۵۷۸
اعتراض ۲۸] آخرت کا حال معلوم نہیں	۵۸۲
اعتراض ۲۹] کروڑوں محمد جیسے	۵۸۴
اعتراض ۳۰] گاؤں کے چودھری جیسے	۵۸۸
اعتراض ۳۱] عام بشر کی سی تعریف کرو	۵۹۱
اعتراض ۳۲] حضور کسی چیز کے مختار نہیں	۵۹۳
اعتراض ۳۳] زمین کے خزانے	۶۰۶
اعتراض ۳۴] حضور کفار جیسے	۶۰۹
اعتراض ۳۵] حفظ الایمان	۶۱۰
اعتراض ۳۶] براہین قاطعہ	۶۳۰
اعتراض ۳۷] تحذیر الناس	۶۶۷
اعتراض ۳۸] آخری معنی سمجھنا جاہل	۷۴۸
اعتراض ۳۹] انبیاء سے امتی بڑھ جاتے	۷۴۸
اعتراض ۴۰] حیات دجال سے تشبیہ	۷۵۳
اعتراض ۴۱] انبیاء کرام معصوم نہیں	۷۵۵
اعتراض ۴۲] مکروہ تنزیہی کا صدور انبیاء	۷۵۸
اعتراض ۴۳] واقعہ کی تحقیق کی غلطی	۷۵۹
اعتراض ۴۴] رحمۃ للعالمین صفت خاصہ نہیں	۷۶۰
اعتراض ۴۵] بشریت میں مماثلت	۷۶۸

عناوین	صفحہ
اعتراض ۴۶] بھائی کہنا نص کے موافق	۷۶۸
اعتراض ۴۷] مر کر مٹی میں مل گئے	۷۶۹
اعتراض ۴۸] حضور پر بہتان	۷۷۲
اعتراض ۴۹] حضور نے بلا عدت نکاح	۷۷۴
اعتراض ۵۰] حضور ﷺ بہرو پیئے	۷۷۴
اعتراض ۵۱] میلاد منانا کرشن جیسا	۷۷۶
اعتراض ۵۲] دیوبندی مولوی بانی اسلام	۷۷۹
اعتراض ۵۳] حضور ﷺ کا روضہ حرام	۷۷۹
اعتراض ۵۴] حضور کو طاغوت کہنا	۷۸۱
اعتراض ۵۵] حضور کے برابر	۷۸۳
اعتراض ۵۶] لوگ علم میں بڑھ سکتے ہیں	۷۸۳
اعتراض ۵۷] گنبد خضرا گرانا واجب	۷۸۵
اعتراض ۵۸] دیوار کے پیچھے کا علم نہیں	۷۸۶
اعتراض ۵۹] نفع ونقصان کے مالک نہیں	۷۹۳
اعتراض ۶۰] تہذیب واخلاق سے بے خبر	۷۹۶
اعتراض ۶۱] میدان میں شکست	۷۹۶
اعتراض ۶۲] حضور پر غیر نبی کی برتری	۷۹۷
اعتراض ۶۳] جادوگر زیادہ طاقت رکھتے	۷۹۹
اعتراض ۶۴] تاویل سے توہین والا کافر	۸۰۱
اعتراض ۶۵] مثل انبیاء ہونے کا دعوی	۸۰۳
اعتراض ۶۶] انبیاء پر برتری کا دعوی	۸۰۶

عناوین	
اعتراض ۶۷] جنازے پر آیت	۸۰۹
اعتراض ۶۸] عذاب سے بچ جانا غنیمت	۸۱۱
اعتراض ۶۹] انبیاء سے محبت ضروری نہیں	۸۱۲
اعتراض ۷۰] یوسف ثانی	
اعتراض ۷۱] عیسیٰ سے بڑھ کر	۸۱۵
اعتراض ۷۲] عیسیٰ کے نبی ہونے کا انکار	۸۱۵
اعتراض ۷۳] انبیاء کرام کی بے بسی	۸۱۹
اعتراض ۷۴] سب سے بڑا فقیر ثابت کرنا	۸۲۱
اعتراض ۷۵] احکام کی حقیقت سے بے خبر	۸۲۳
خوابوں پر اعتراضات کا جائزہ	
خوابوں کے متعلق شریعت کے اصول	۸۲۷
خواب پر کوئی فتوی نہیں	۸۲۸
اعتراض ۷۶] اللہ کی گود میں	۸۳۱
اعتراض ۷۷] قرآن مجید پر پیشاب	۸۳۲
اعتراض ۷۸] اردو دیوبندی علماء سے سیکھی	۸۳۳
اعتراض ۷۹] تھانوی کی شکل میں	۸۳۴
اعتراض ۸۰] پھریں تھے کعبہ میں	
اعتراض ۸۱] دیوبندی علماء کے باورچی	۸۳۵
اعتراض ۸۲] شیطان ابوبکرؓ وعمرؓ کی شکل میں	۸۳۷

عناوین	صفحہ
اعتراض ۸۳] ام المومنین کی بیوی سے تعبیر	۸۴۲
اعتراض ۸۴] دیوبندی کلمہ و درود	۸۴۴
رضاخانیوں کے بیان کردہ چند خواب	۹۱۷
قرآنی تراجم پر اعتراضات کا جائزہ	
اعتراض ۸۵] اللہ کی طرف ہنسی کی نسبت	۹۲۳
اعتراض ۸۶] اللہ کو بھی معلوم نہیں	۹۲۳
اعتراض ۸۷] اللہ بھول جاتا ہے	۹۲۴
اعتراض ۸۸] ووجدک ضالا	۹۲۴
اعتراض ۸۹] ولقد همت به	۹۳۴
اعتراض ۹۰] حتی اذا استیئس الرسل	۹۳۶
اعتراض ۹۱] مغفرت ذنب	۹۳۹
اعتراض ۹۲] ومکروا ومکر اللہ	۹۵۱
مرثیہ گنگوہیؒ پر اعتراضات کا جائزہ	
اعتراض ۹۳] خدا ان کا مربی	۹۵۹
اعتراض ۹۴] کعبہ میں پوچھتے گنگوہ کا رستہ	۹۶۱
اعتراض ۹۵] مردوں کو زندہ کیا	۹۶۳
اعتراض ۹۶] یوسف ثانی	۹۶۵
اعتراض ۹۷] صدیق تھے فاروق تھے	۹۶۶
اعتراض ۹۸] بانی اسلام کا ثانی	۹۶۷
اعتراض ۹۹] طور سے تشبیہ	۹۶۹
اعتراض ۱۰۰] طلب استعانت	۹۷۰

عناوین	صفحہ
اعتراض ۱۰۱] اس پر علماء کے فتوے	۹۷۰
اعتراض ۱۰۲] حضرت گنگوہیؒ نے مرثیہ کو جلانے کا حکم دیا	۹۷۳
بریلوی حضرات کی نبی کریم ﷺ کی شان میں چند لرزہ خیز گستاخیاں	۹۷۵
انبیاء کی نبوت کا انکار	۹۷۵
انبیاء شیطانی گروہ میں داخل معاذ اللہ	۹۷۹
انبیاء علیہم السلام کو ذلیل کہنا معاذ اللہ	۹۷۹
شیطان حضور ﷺ سے زیادہ علم رکھتا ہے	۹۸۰
عیسیٰ علیہ السلام فیل ہو گئے معاذ اللہ	۹۸۱
نبی کریم ﷺ کے لیے رضا خانیوں کا انتہائی گندہ و کفریہ عقیدہ۔ العیاذ باللہ	۹۸۲
رضاخانی تاویل اور اس کا منہ توڑ جواب	۹۸۳
حضرت یوسف علیہ السلام کی سخت توہین	۹۹۰
حضرت آدم علیہ السلام کی توہین معاذ اللہ	۹۹۱
حضور ﷺ بتوں کے نام کا ذبیحہ کھاتے معاذ اللہ	۹۹۲
ازواج مطہرات قبور میں پیش کی جاتی ہیں	۹۹۲
اس پر رضاخانی تاویل کا منہ توڑ جواب	۹۹۳

تقریظ

جامع المعقول والمنقول، نمونہ اسلاف، استاذ العلماء، رئیس الاتقیاء، مخدوم الصلحاء استاذ الحدیث

حضرت مولانا عبدالخالق سنبھلی صاحب مدظلہ العالی

نائب مہتمم دارالعلوم دیوبند

باسمہ تعالی حامدا و مصلیا و مسلما ! اما بعد

بندہ کے سامنے کتاب ''دفاع اہل السنۃ والجماعۃ'' کا مسودہ ہے جس کو عالم جلیل جناب مولانا محمد ساجد خان صاحب نقشبندی حفظہ اللہ نے مرتب کیا ہے جو عرصہ دراز سے احقاق حق اور ابطال باطل میں مصروف ہیں۔ یہ کتاب دراصل ایک رضاخانی ترجمان ''مولوی کاشف اقبال رضاخانی'' کی کتاب ''دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف'' کے رد میں لکھی گئی ہے۔ اس کتاب میں کاشف اقبال صاحب نے اپنے جگادریوں کے نقش قدم پر چل کر اسی طرح دجل وفریب سے کام لیا ہے بلکہ اس گھناؤنی حرکت میں ان سے ایک قدم آگے معلوم ہوتے ہیں کہ اہل حق کی کتابوں کی عبارات سے کتر و بیونت کرنے میں اچھی صفائی دکھائی ہے اور سیاق وسباق اور ماقبل و مابعد کی عبارت کو چھوڑ کر درمیان کے ایسے تراشے نقل کیے ہیں جن سے علماء دین واہل حق کی تکفیر و تضلیل ظاہر ہو رہی ہے جس پر نام نہاد اہل سنت بغلیں بجا رہے ہیں لگتا ہے کہ کاشف اقبال صاحب کے ہاتھ اکابر کی صحیح عبارات کترنے کے لیے تیز قینچی آ گئی ہے جس سے وہ مقصد برآوری (اپنی قوم کو گمراہ کرنے اور اہل حق کی تکفیری مہم) میں کامیاب معلوم ہوتے ہیں مگر ان کو مسلم شریف کی اس روایت کا مصداق قرار دیا جا سکتا ہے:

قال رسول اللہ ﷺ یکون بعدی أئمة لا یھتدون بھدای ولا یستنون بسنتی وسیقوم فیھم رجال قلوبھم قلوب الشیاطین فی جثمان انس۔

(مشکوۃ شریف: ص ۴۶۲)

''حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میرے بعد کچھ ایسے قائد ہوں گے جو راہ راست سے ہٹے ہوئے اور میری سنت سے دور ہوں گے پھر ان میں کچھ ایسے لوگ بھی ہوں گے کہ جسم ان کا انسانی لیکن

دل ان کے شیاطین جیسے ہوں گے''۔

دور حاضر میں اس طرح کے گمراہ قائدین کی ایک لمبی فہرست ہے، جو سادہ لوح مسلمانوں کو بہکانے میں لگے ہیں۔ بہر حال محترم مولانا محمد ساجد خان صاحب زید مجدہ نے اہل حق کی طرف سے دفاع کا حق ادا کر دیا۔ (فجز اہ اللہ خیرا)

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ملت اسلامیہ کو اس کتاب سے زیادہ سے زیادہ مستفید ہونے کا موقع عنایت فرمائے اور زیغ وضلال سے محفوظ فرما کر راہ مستقیم پر جمے رہنے کی توفیق نصیب فرمائے۔

اللھم ارنا الحق حقا و ارزقنا اتباعہ و ارنا الباطل باطلا و ارزقنا اجتنابہ آمین یارب العالمین۔ بجاہ سید المرسلین (ﷺ)

خیر خواہ۔ ۶/۵/۳۸

تقریظ

جامع المعقول والمنقول، عمدۃ المفسرین، استاذ العلماء

حضرت مولانا محمد راشد اعظمی صاحب مدظلہ العالی

استاذ الحدیث والفقہ دارالعلوم دیوبند وناظم اعلیٰ شعبہ تحفظ سنت دارالعلوم دیوبند

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم۔

ایک انسان کی یہ سب سے بڑی محرومی ہے کہ اسے بارگاہ خداوندی سے جو خیر کی صلاحیت ودیعت کی گئی ہے اس سے اپنے آپ کو محروم کر کے اپنی پوری زندگی شر وفساد کی راہوں پر لگادے اور قابل اعتراض اور منفی چیزوں پر اپنی حیات مستعار کا ایک ایک لمحہ صرف کردے۔

تہمت چند اپنے ذمہ دھر چلے
کس لیے آئے تھے ہم کیا کر چلے

بڑے افسوس کی بات ہے کہ اعلیٰ حضرت سے لیکر اب تک ایک پورا طبقہ انہی منفی کاموں میں لگا ہوا ہے کسی بھی بڑے خادم کتاب وسنت عامل ربانی کی طویل تصنیف جو کتاب وسنت کے دلائل سے بھرپور ہوتی ہے اور دین حنیف کی انتہائی مخلصانہ خدمت کے جذبات کے تحت لکھی گئی ہوتی ہیں اور امت کے لیے صد فیصد مفید ہوتی ہیں، یہ حضرات ان میں مغز ماری کر کے جملوں میں قطع وبرید کر کے سیاق وسباق سے الگ کر کے ''لاتقربوا الصلوٰۃ'' کی طرح ایک کفریہ جملہ بنادیتے ہیں اور پھر بڑی جسارت کے ساتھ ان پر کفر کا فتویٰ لگادیتے ہیں، حالانکہ کفر وبطلان ان کتابوں سے نہیں نکلتا بلکہ نکالنے والے کے اندر سے نکلتا ہے اور نکالنے ہی پر اکتفاء نہ کر کے اپنی تحریر وتصنیف میں ان کا اعادہ کرتے کرتے اپنی زندگی ختم کرلیتے ہیں پھر دوسرا اور تیسرا آتا ہے اور اب تک مسلسل آتے ہی رہے ہیں، اور انہی باتوں کو دہراتے رہتے ہیں، ارے اللہ کے بندے اگر زندگی کا مقصد منفیات ہی کو سمجھ رکھا ہے تو اب دوسری کتابوں اور عبارتوں سے کچھ اور نکالو پہلے ہی کی محنت کو اپنے نام کیوں کرتے چلے جارہے ہو، اسی ہی سلسلہ اور روش کی ایک اور کتاب معرض وجود میں آئی ہے یعنی: ''دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف'' حالانکہ اس میں اعلیٰ حضرت وغیرہ کے

انکشافات سے مصنف ایک قدم بھی آگے نہیں بڑھے ہیں، شاید مصنف کے نزدیک جو چیز بہت پرانی ہوتی ہے وہ نئی ہو جاتی ہے۔۔۔۔ع

جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

گویا اس شخص نے اپنے بڑوں کے کارناموں کو اپنا بنا کر ان کی محنتوں پر پانی پھیر دیا ہے، خیر جو شخص کتاب وسنت کا نہیں ہوسکا وہ اپنے بڑوں کا کیا ہوگا۔ اس کتاب کا نہایت معتدل ومحققانہ جواب حضرت مولانا محمد ساجد خان صاحب مدظلہ العالی نے دیا ہے، جواب نہایت عادلانہ، فاضلانہ، ناصحانہ ہے۔۔۔۔ع

شاید کہ تیرے دل میں اتر جائے میری بات

اللہ تعالیٰ مصنف کی گراں قدر کتاب کو مقبول عام اور مفید انام بنائے، آمین۔

تقریظ

سلطان المناظرین فاتح رضاخانیت خطیب اسلام شیر بیشہ اہل سنت استاذ العلماء

حضرت مولانا سید محمد طاہر حسین گیاوی مدظلہ العالی

موسس ورئیس دار العلوم حسینیہ جھارکھنڈ انڈیا

بسم اللہ الرحمن الرحیم حامدا و مصلیا اما بعد!

قارئین کرام! زیر نظر کتاب ''دفاع اہل السنۃ والجماعۃ'' کی پہلی جلد آپ کے ہاتھوں میں ہے اور آپ اس کے مطالعہ کے بعد خود فیصلہ فرمائیں گے کہ کتاب کس پائے کی ہے۔میں نے بھی جستہ جستہ بعض مقامات سے پڑھا ہے اور مصنف کی جان کاری اور محنت کا اندازہ لگایا، یہ کتاب بریلویت کی تاریخ کا بڑی حد تک تعارف کرادیتی ہے، اور خانصاحب بریلی کی تاریخی حیثیت سے متعارف کردیتی ہے، نیز خان صاحب نے جن مسائل پر محنت کی ہے اور امت میں جس افتراق و تکفیر کے لیے پوری زندگی محنت کی ہے اور اپنے مخصوص حلقہ کی تربیت اور پرورش فرما کر اس کو پروان چڑھایا ہے یہ کتاب اس کے لیے ایک آئینہ کا کام دیتی ہے۔

مصنف کتاب حضرت مولانا ساجد خان صاحب نے نہ صرف بریلوی جماعت کے نظریات وعقائد کا تعارف کرایا ہے بلکہ ان پر جگہ جگہ تفصیل اور اختصار کے ساتھ تبصرہ بھی کردیا ہے تاکہ قارئین کتاب خود بریلویت کو بھی سمجھیں اور اس کے افکار ونظریات اور اس کے مسائل ودلائل سے بھی قدرے واقفیت حاصل کریں اور بڑی حد تک ان کی کمزوریوں اور قرآن وحدیث وسلف سے ان کی دوریوں کو بھی واضح طور پر محسوس کرسکیں نیز رضاخانی جماعت کے علماء کی کذب بیانیوں اور ان کے پروپیگنڈوں سے بھی اچھی طرح واقفیت حاصل کرلیں۔

اس لیے مؤلف موصوف نے اہل علم اور اہل اللہ کے خلاف جو بریلوی خانصاحب نے ایک ماحول تیار کیا تھا اس کا مکمل تعارف کرانے کی ایک کامیاب کوشش کی ہے، یہ کام جس گہرے، وسیع اور سنجیدہ مطالعہ کا طالب تھا مولانا ساجد خان صاحب نقشبندی نے اس کو پورے طریقے سے کامیاب بنایا ہے۔اس لیے کہا جاسکتا ہے کہ یہ کتاب ''دریا بکوزہ'' کا مصداق ہے، جگہ جگہ حوالوں اور

کمیاب بلکہ نایاب کتابوں کی اصل عبارتیں بھی نقل فرما کر قارئین کرام کو مطمئن اور اپنی بات کو مدلل کردیا ہے، تاکہ ضدی اور ہٹ دھرم مزاج لوگوں کے لیے انکار کرنے اور فریب دینے کا کوئی موقع نہ رہ جائے۔ مزید یہ کہ مولانا محمد ساجد خانصاحب نے بیشتر اختلافی مسائل میں صرف قرآن و حدیث اور اقوال سلف ہی سے رضاخانیوں کے خلاف حجت قائم نہیں کی ہے بلکہ خود گھر سے انہی کے آباء وعلماء کی کتابوں سے واضح عبارتیں وعقائد دیوبند کی تائید میں پیش فرما کر رضاخانیوں کی منہ زوری پر لگام کسنے کی نہایت کامیاب کوشش کی ہے۔

ان شاء اللہ ''دفاع اہل السنۃ والجماعۃ'' ایک بہترین اور کامیاب قابل مطالعہ کتاب ثابت ہوگی۔ اللہ تعالیٰ مصنف کو ہم سب کی طرف سے جزائے خیر عطا فرمائے اور کتاب کو نافع ومقبول بنائے۔ آمین ثم آمین

والسلام

سید طاہر حسین گیاوی

۲۴ شوال المکرم ۱۴۳۷ھ مطابق ۳۰ جولائی ۲۰۱۶

تقریظ

مناظر اسلام، فاتح فرقہ باطلہ، محقق عصر

حضرت مولانا عبد الاحد قاسمی صاحب مدظلہ العالی

خطیب مرکزی مسجد سجان گڑھ راجستھان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم۔

محقق العصر مناظر اسلام علامہ ساجد خان نقشبندی حفظہ اللہ کی اسم بامسمی تالیف لطیف "دفاع اہل السنۃ والجماعۃ" سے استفادہ کا موقع ملا۔یہ کتاب کسی کاشف اقبال نامی رضاخانی کی سرقہ شدہ کتاب کے جواب میں لکھی گئی ہے۔رضاخانی مذکور نے اپنے آباء واجداد کی پھیلائی ہوئی غلاظت جمع کر کے سمجھا کہ بہت بڑا تیر مار لیا لیکن علامہ ساجد خان حفظہ اللہ نے دفاع اہلسنت لکھ کر دنیائے رضاخانیت کی ایسی مٹی پلید کی کہ ان میں ذرہ برابر بھی شرم وحیاء ہوگی تو اپنے باطل مذہب کو فوراً طلاق مغلظہ دے دیں گے۔لیکن اگر شرم وحیاء ہوتی تو یہ لوگ بریلوی کیوں ہوتے؟

کاشف اقبال نے علمائے دیوبند کی جتنی بھی عبارات پر اعتراض کرنے کی کوشش کی علامہ صاحب نے اولاً ان کے تحقیقی جوابات دیئے اس کے بعد الزامی طور پر بریلویوں کے گھر سے بالکل اسی جیسی بلکہ اس سے بھی شدید قسم کی عبارات پیش کر کے بریلویت کا ایسا منہ کالا کیا کہ ماضی میں شاید اس کی مثال نہ مل سکے۔

عبارات اکابر کے دفاع میں لکھی گئی بہت سی قدیم وجدید کتابوں کا ناچیز نے مطالعہ کیا ہے لیکن بلا مبالغہ کہہ سکتا ہوں کہ دفاع اہل السنۃ جیسی پر مغز اور کثیر المواد کتاب تاحال نظر سے نہیں گزری۔ بالخصوص الزامی حوالہ جات میں تو کتاب لاثانی ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ علامہ ساجد خان صاحب کو مزید زور قلم عطا فرمائے اور ان کے علم سے امت کو مستفید ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین۔ والسلام

ابو حنظلہ عبد الاحد قاسمی ۲ رکیم رمضان المبارک ۱۴۳۸ھ بعد العصر

تقریظ

متکلم اسلام، ترجمان احناف، مخدوم العلماء، استاذ العلماء، حجۃ اللہ فی الارض

حضرت مولانا محمد الیاس گھمن صاحب مدظلہ العالی

امیر عالمی اتحاد اہل السنۃ والجماعۃ

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم اما بعد!

عزیزم مولانا ساجد خان نقشبندی سلمہ اللہ جید عالم دین ہیں۔ اہل السنۃ والجماعۃ احناف دیوبند کے عقائد ونظریات کی اشاعت اور دفاع کے میدان میں کام کر رہے ہیں خصوصاً اہل بدعت کے حوالے سے موصوف کا کام قابل قدر ہے۔ اس میدان میں ایسے سنجیدہ اور صاحب قلم ولسان افراد کی ضرورت ہوتی ہے جو صحیح عقائد ونظریات کی ترجمانی کرنے کے ساتھ ساتھ اپنے اکابر واسلاف پر لگائے جانے والے اعتراضات کے جوابات دینے کی صلاحیت سے بھی بہرہ ور ہوں۔ بحمد اللہ ایسے افراد موجود ہیں اور ان میں ایک مولانا ساجد خان نقشبندی سلمہ اللہ بھی ہیں۔

زیر نظر کتاب ''دفاع اہل السنۃ والجماعۃ'' مولانا کی نئی تصنیف ہے جس میں موصوف نے علماء اہل السنۃ والجماعۃ احناف دیوبند پر ہونے والے اعتراضات کے جوابات موثر انداز میں دلائل کے ساتھ دیے ہیں۔

دعا ہے کہ اللہ رب العزت اس کتاب کا نفع عام فرمائے، مولانا موصوف کی محنت کو شرف قبولیت سے نواز دے اور اس تصنیف کو اہل بدعت کی طرف سے عوام الناس میں پھیلائے گئے وساوس کو ختم کرنے کا ذریعہ بنا دے۔ آمین بجاہ النبی الکریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

محتاج دعا

(حضرت مولانا) محمد الیاس گھمن (صاحب مدظلہ العالی)

۲ مئی ۲۰۱۷

تقریظ

فاتح لامذہبیت، مناظر اسلام، خطیب شیریں بیاں، متکلم اسلام، استاذ العلماء محبوب الصلحاء

حضرت مولانا غازی مفتی محمد ندیم محمودی صاحب مدظلہ العالی

امیر نوجوانان احناف پشاور وافغانستان

الحمد للہ و کفی والصلوۃ والسلام علی عبادہ الذین اصطفی اما بعد!

مناظر اسلام، محقق العصر، لذیذ البیان، فاتح بریلویت، برادر مکرم حضرت مولانا ساجد خان نقشبندی حفظہ اللہ ہمارے ان مخلص ساتھیوں میں سے ہیں جن کی زندگی اہل باطل خصوصا فرقہ رضاخانیہ کے تعاقب اور دین اسلام کی صحیح نظریاتی سرحدات کے دفاع میں گزر رہی ہے۔ میں خود بعض مسائل میں مولانا موصوف ہی کی طرف رجوع کرتا ہوں۔ اس وقت اہل باطل علماء دیوبند کی بعض عبارات کا غلط مطلب لیکر عوام کو گمراہ کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ برادر مکرم مولانا موصوف کو جزائے خیر عطا فرمائے کہ انہوں نے ان تمام عبارات اور اعتراضات کو لیکر اہل حق کی طرف سے فرض ادا کرتے ہوئے سب اعتراضات کے محققانہ اور مناظرانہ جواب لکھ کر مسلمانوں پر عظیم احسان کیا۔ مجھے خود اس موضوع پر مولانا موصوف کی کتاب کو بار بار دیکھنے کا بہت زیادہ اشتیاق ہے لیکن مسلسل مسلکی و تبلیغی مصروفیات اور اسفار کی وجہ سے اب تک پوری کتاب کما حقہ دیکھنے سے قاصر ہوں۔

ان شاء اللہ بغرض استفادہ مکمل کتاب کا مطالعہ اشاعت کے بعد کروں گا فی الحال مسودے سے بعض مقامات کا مطالعہ کیا جتنا مطالعہ کیا بہت زیادہ مفید پایا، نیز مولانا موصوف کی تحقیق پر مجھے کلی اعتماد ہے۔

اللہ تعالیٰ اس کتاب کو مؤلف موصوف ان کے والدین اور اساتذہ کرام کے لیے ذخیرہ دارین اور قافلہ اہل السنۃ والجماعۃ سے کٹنے والے بدقسمت دوستوں کے لیے ہدایت کا ذریعہ بنادے۔

کتبہ العبد الفقیر

محمد ندیم محمودی الحنفی رضا کپائے علماء دیوبند یکے از نوجوانان احناف

تقریظ

سلطان المناظرین ،فاتح رضاخانیت ،ترجمان مسلک دیوبند ،شیر اہلسنت

حضرت مولانا ابوایوب قادری صاحب زید مجدہ

مبسملا ،مصلیا و مسلما اما بعد!

برادر مکرم محقق العصر علامہ ساجد خان نقشبندی زید مجدہم نے حکم فرمایا اپنی کتاب ''دفاع اہل السنۃ والجماعۃ'' پر تقریظ لکھنے کا۔موصوف خود اس میدان کے شاہسوار ہیں اور بڑے عمدہ مناظر ہیں۔یہ یقیناً ان کی نوازش ہے کہ ہمیں انہوں نے فرمایا کہ اس پر کچھ لکھو اللہ جل مجدہ ان کو اور ان کی کتاب کو شرف قبولیت عطا فرمائے اور اس کتاب کو مخالفین کی ہدایت کا ذریعہ بنائے۔آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وعلی الہ واصحابہ واتباعہ اجمعین الی یوم الدین۔

جہاں تک دفاع کی بات ہے تو اس سلسلے میں ہم نے موجودہ دور میں اپنا طرز تھوڑا سا تبدیل کیا ہے اور وہ یہ کہ ہم نے عبارات کے موضوع پر ان بریلویوں کو یہ نسخہ دیا ہے کہ وہ آپ خود ہی ایک دوسرے کو کافر کافر کہہ کر پورے فرقہ کو برباد کر چکے ہیں لہٰذا جب تک اس باہمی تکفیر کی جنگ میں لگے رہیں گے اور جب تک اس سے جان نہیں چھڑاتے ہماری عبارتوں کو ہاتھ لگانے کی اجازت نہ ہوگی۔بہرحال یہ تو ایک مناظرانہ طرز ہے مگر عوام الناس کو ضرورت تھی کہ کوئی ایسی کتاب ہوتی جو کہ تقریباً تمام عبارات کا وافی شافی جواب ہوتی تو اس ضرورت کو ہمارے ''خان اعظم'' نے پورا کر دیا۔باقی رہی بات کہ دفاع کی ضرورت کیوں پیش آئی تو عرض خدمت یہ ہے کہ ہم اپنے اکابر کو بصارت سے نہیں بلکہ بصیرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں کہ وہ اولیاء کاملین تھے جس کی شہادت مخالفین کے گھروں سے بھی دی جاسکتی ہے (چند نمونے اس کتاب میں موجود ہیں)۔تو نیک لوگوں سے محبت رکھنا اور ان پر بے دینوں کے وارد کردہ اعتراضات کے جوابات دینا یہ شروع اسلام ہی سے علماء اسلام کا طرز چلا آرہا ہے جیسا کہ کسی عاقل پر مخفی نہیں۔جس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نیک لوگوں پر اعتراضات کا سلسلہ اسلام کے دور اول ہی سے شروع ہو گیا تھا۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ ہمارے اکابر اس دین کے چوکیدار اور اس کی سرحدوں کے محافظ تھے وہ دین

جو کہ رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم لائے تھے چوروں کو خزانہ لوٹنے کے لیے چوکیداروں ومحافظوں کو راستے سے ہٹانا پڑتا ہے تو اس دور میں دین کے چور ''بدعتی''

(بدعتی کو دین کا چور خواجہ محمد معصوم نقشبندی ؒ نے اپنے مکتوبات میں کہا ہے) ان اکابر کے مخالف اس لیے ہوئے کہ یہ لوگ انہیں چوری کا راستی نہیں دیتے لہٰذا ناکامی پر طرح طرح کے اعتراضات شروع کردئے لہٰذا ہم اپنے ان کابر کا دفاع ضروری سمجھتے ہیں کہ دراصل ان کا دفاع خود اس دین کی چوکیداری کے مترادف ہے۔

حکیم الامت مجدد دین وملت الشاہ مولانا اشرف علی تھانوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ ان بدعتیوں کی ایک مثال اپنی کتاب اضافات یومیہ میں ارشاد فرماتے ہیں کہ:

''کہیں ناک کٹے آدمی کو حرامی کہتے وہاں ایک ناک کٹا آگیا اس نے سوچا کہ یہ لوگ تو مجھے حرامی کہنا شروع کردیں گے اس لیے خود ہی ابتداء کردی کہ جو ناک والا ملتا اسے کہنے لگتا: ''او میاں حرامی! کیا حال ہے؟'' لوگ شرماتے ہوئے گزر جاتے کہ ''جواب جاہلاں باشد خاموشی''۔ مگر ایک آدمی نے اسے روک کر پوچھ لیا کہ میاں صحیح سالم ناک والے آدمی کو حرامی نہیں کہتے بلکہ ناک کٹے ہوئے کو حرامی کہتے ہیں حرامی تو خود ہے کہتا ہمیں ہے اس کی کیا وجہ ہے؟ تو اس نے کہا کہ میاں سچ پوچھو تو بات یہ ہے کہ میں تو اس عرف کے مطابق حرامی تھا مگر میں نے بچنے کے لیے یہ ڈھونگ اور مکر اختیار کیا اس سے کئی جگہ جان بچ گئی''۔

تو بریلی کے خان صاحب نے بھی یہی طرز اختیار کیا اپنے آپ کو بدعتی ومشرک کے فتووں سے بچانے کے لیے دوسروں کو وہابی، گلابی ترابی اور کئی دوسرے القابات دینے شروع کردئیے حالانکہ ان سارے القابات کے مستحق وہ خود تھے۔

ابن شیر خدا ناظم تعلیمات دار العلوم دیوبند حضرت مولانا مرتضٰی حسن چاند پوری رحمۃ اللہ علیہ ایک دفعہ فاضل بریلی سے ملنے گئے اور اسے کہا کہ ہمارے بزرگوں کی کونسی بات پر تمہیں اعتراض ہے بول میں جواب دیتا ہوں تو اس نے کہا کہ کسی پر بھی نہیں تو فرمایا پھر یہ ڈھونگ کیوں رچایا تو بولا کہ یہ سب پیٹ کا مسئلہ ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھیے ملفوظات فقیہ الامت۔

بہر حال میں یہ عرض کررہا تھا کہ دفاع کیوں ضروری ہے؟ تو یہ دفاع اسلاف اور اکابر امت کا ہے

کیونکہ ہماری جن عبارتوں پر یہ اہل بدعت اعتراض کرتے ہیں وہ قریباً چودہ سو سال کے اکابر علماء سے بھی منقول ہیں۔مثلاً خاتم کے دو معنی افضل اور آخری نبی ماننا یہ صرف حضرت نانوتوی ؒ سے ہی ثابت نہیں بلکہ علامہ خفاجی سمیت کئی اکابر اس حوالے سے پیش کیے جاسکتے ہیں (جس کی تفصیل آپ اس کتاب میں ملاحظہ فرمالیں گے) حفظ الایمان سے ملتی جلتی عبارت شرح مواقف وغیرہ میں موجود ہے۔اس طرح کی کئی مثالیں پیش کی جاسکتی ہیں جس کو مولانا نے اس کتاب میں تفصیل سے پیش کردیا ہے تو دراصل یہ دفاع صرف اکابر علمائے دیوبند کا دفاع نہیں بلکہ صدیوں کے اکابرو اسلاف کا دفاع ہے۔

آخر میں رضاخانی اعتراضات کی نوعیت وکیفیت بتاکر بات ختم کرتا ہوں۔رضاخانی اعتراضات کا منشادوطرح سے ہے: (۱) جہالت۔۔۔(۲) دجل۔۔۔

جہالت سے اعتراض وہ رضاخانی کرتے ہیں جو کہ اپنے پیروؤں کوسچا سمجھ کر یا ازخود کسی کتاب سے ناواقفیت کی بنیاد پر کر جاتے ہیں۔اور دجل سے اعتراض کرنا رضاخانی اکابرو عام علماء ومناظرین کا طریقہ واردات ہے جو کہ جانتے بوجھتے ہیں کہ یہ اعتراض نہیں بنتا مگر پھر بھی اعتراض کرتے ہیں۔۔۔دونوں کی کئی مثالیں دی جاسکتی ہیں مگر میں ایک ایک مثال دیتا ہوں رمضان کا چاند نکلا تو عورتیں دیکھنے کے لیے چھت پر جمع تھیں ایک عورت اپنے بچے کا پاخانہ صاف کرارہی تھی کہ شور مچ گیا کہ چاند نظر آگیا وہ بھی جلدی جلدی دوڑی کہ کہیں میں نہ رہ جاؤں اوپر جاکر پوچھا کہ کدھر ہے تو انہوں نے بتایا کہ وہ ہے وہ اپنے گندے ہاتھوں سے آئی تھی تو اپنی عادت کے مطابق ناک پر انگلی رکھ کر دیکھنے لگی اور تھوڑی دیر بعد بولی کہ چاند تو نظر آگیا مگر اس دفعہ بدبودار نکلا ہے تو یہ اعتراض چاند پر بوجہ جہالت کے ہے نہ کہ دجل۔اب دجل کی بات ملاحظہ فرمائیں ایک جگہ ایک سنی عالم تشریف لائے لوگوں کو احادیث سنانی شروع کی تو چند رضا کے لونڈوں نے پروگرام بنایا کہ اس کو علاقہ سے بھگاؤ ورنہ حلوہ، کھیر خیرات بند ہوجائے گی تو مشورے کے مطابق پہنچ گئے کہ حضرت ہم حدیث پاک سننا چاہتے ہیں ساتھ لوگوں کو بھی لیکر گئے تھے تو اس بزرگ نے کہا کہ تشریف رکھیں وضو کیا اور کتاب مشکوۃ شریف اٹھا کر بیٹھ گئے اور پڑھنے لگے:

"عن ابی هریرة رضی اللہ عنہ قال: قال رسول الله ﷺ"

تو اسی وقت رضا کے لونڈوں نے شور مچادیا: ''گستاخ......وہابی ہے......بے ادب ہے......بے ایمان ہے......وغیرہ ہم نہیں سنتے تم سے حدیث، پہلے ہم سنتے تھے کہ وہابی گستاخ ہوتے ہیں آج ملاحظہ کرلیا''۔ انہوں نے پوچھا بھائی کیا ہوا؟ تو جواب میں کہنے لگے تم نے ہمارے نبی ﷺ کو معاذ اللہ کالا کالا کہہ دیا حالانکہ وہ تو سب سے زیادہ حسین وجمیل تھے۔ اب ملاحظہ فرمائیں اس بزرگ کے جملے کا یہ معنی، نہ یہ مطلب، نہ یہ سیاق وسباق نہ ہی ان کا ذہن اس طرف گیا نہ ہی ان کا یہ پروگرام تھا، ذہن تو درکنار حاشیہ خیال میں بھی یہ خیال نہیں آیا ہوگا مگر یہ سب ان لونڈوں کی سازش تھی اسے ہی دجل کہتے ہیں۔

رضاخانی علماء کے اعتراضات بھی اسی قسم کے دجل وفریب کا نمونہ ہیں حقائق کی دنیا میں ایسا کچھ نہیں۔ بات نبی پاک ﷺ کی تعریف وتوصیف کی ہوگی مگر ان

عقل کے اندھوں کو الٹا نظر آتا ہے
مجنون نظر آتی ہے لیلی نظر آتا ہے

وبهذا القدر نكتفي ولله الحمد اولا وآخرا وصلى الله عليه وسلم وبارك على سيدنا وحبيبنا محمد وعلى آله واصحابه اجمعين.

محمد ایوب قادری

۶ رمضان المبارک ۱۴۳۸ھ

بوقت صبح ۱۱:۰۰ بجے

عرض مولف

قارئین کرام! ۱۹۵۶ میں چشتیاں کے مولوی غلام مہر علی گولڑوی کی طرف سے ایک شرانگیز کتاب "دیوبندی مذہب" شائع کی گئی۔ فقیر کے پاس اس کتاب کا پہلا ایڈیشن موجود ہے، کتاب پڑھ کر یقین نہیں آیا کہ خود کو عالم دین کہلانے والے ایک ہی کتاب کے ہر صفحہ پر مکر و فریب، جھوٹ، کتر بیونت، دجل وتلبیس کے اتنے شرمناک مظاہرے کرسکتا ہے۔

قارئین کرام! ہم ہر ایک کو اختلاف رائے کا حق دیتے ہیں، ہوسکتا ہے کہ کچھ لوگوں کو ہم سے یا ہمارے اکابر کی رائے سے اتفاق نہ ہو، مگر اختلاف رائے کا یہ اصول کہاں مرقوم ہے کہ اپنے مخالف کو بدنام کرنے کے لیے، اسے بے دین کافر معاذ اللہ ثابت کرنے کے لیے ان کی ہر عبارت میں تحریف کردی جائے؟ ان کی عبارتوں کا، ان کے عقائد کا خود ساختہ مفہوم لیکر اس پر الزام تراشی کی ایک عمارت کھڑی کردی جائے؟ جن عقائد سے وہ خود بیزاری کا اعلان کر رہے ہیں انہیں بار بار ان کے سر تھوپا جائے؟ مخالفت کی تاریک راہوں میں بھٹک کر اسلام کے لیے ان کی روشن وتابندہ کارناموں سے بھی چمگادڑ کی طرح آنکھیں بند کرلی جائیں۔

ہنر بچشم عداوت بزرگ تر عیب است
گل است سعدی و در چشم دشمناں خار است

قصہ مختصر اس شرانگیز وسرتاپا کذب وفریب کتاب کا جواب اسی وقت چشتیاں ہی کے ایک عالم دین کی طرف سے دے دیا گیا تھا اور قصہ زمین برسر زمین کے مصداق اس فتنے کا سدباب کردیا گیا تھا۔ مگر افسوس کہ آج جب کہ ہر طرف سے مسلمانوں پر کفار کی یلغار ہے، افغانستان، چیچنیا، فلسطین، برما، شام، بوسنیا، کشمیر کے مظلوم مسلمان اپنی مدد کے لیے امت مسلمہ کو پکار رہے ہیں، صلیبی افواج ہر طرف سے الکفر ملۃ واحدۃ کے مصداق مسلمانوں پر ٹوٹ پڑے ہیں بجائے یہ کہ ہم اتحاد واتفاق کا مظاہرہ کرتے، اپنے اختلافات کو ایک طرف رکھ کر امت مسلمہ کے اجتماعی کاز (Cause) کے لیے ایک چھت تلے غور وفکر کرتے،

زندگی تو یوں بھی فانی ہے جناب آدمی کو ایک ہونا چاہیے
کہہ رہا ہے اہل کفر کا ستم امت کو اب ایک ہونا چاہیے

مگر تنظیم اہلسنت کراچی نے ایک بار پھر دیو بندی مذہب نامی پر فریب کتاب کو شائع کر کے پاکستان کے اندر مذہبی منافرت وفرقہ واریت کی سلگتی ہوئی چنگاری کو ایک بار پھر سلگانے کی کوشش کی۔ یہ کہاں کا انصاف ہے کہ جن اعتراضات والزامات کے جوابات سالوں سے دیئے جارہے ہیں ان کو پھر دوبارہ وقتاً فوقتاً موقع بموقع دہرایا جائے؟ بریلوی مسعود ملت پروفیسر مسعود احمد صاحب لکھتے ہیں:

''نکتہ چینیوں اور خردہ گیریوں کا سلسلہ ایک صدی سے زائد عرصہ سے جاری ہے علمائے حق کی طرف سے اعتراضات اورالزامات کے برابر جوابات دیئے جارہے ہیں مگر اعتراضات کرنے والے اورالزامات لگانے والے اعتراضات والزامات برابر دہرائے جارہے ہیں دلائل وشواہد پیش کیے جائیں تو قائل ہوجانا چاہیے ضد بحث سے ہماری توجہ دشمنان اسلام ہنود دیہود اور نصاری سے ہٹ کر دوسری طرف لگ جاتی ہے اوران (دشمنان اسلام کے خلاف) تبلیغ دین متین کا کام رک جاتا ہے اب وقت آگیا ہے کہ ہم علمائے حق کی باتوں کو تسلیم کر کے متحد ہوجائیں ماضی کی غلطیوں کا اعادہ نہ کریں جن حضرات نے غلطیاں کی ہیں ان کو ان کے حال پر چھوڑ کر دست کش ہوجائیں اور یکسو ہو کر ایمان کی حفاظت کریں''۔ (سفید وسیاہ: ص ۱۵ ارضیاء القرآن پبلی کیشنز)

قارئین کرام! ان الفاظ سے دھوکا نہ کھانا یہ صرف دکھانے کے دانت ہیں جب بلی کی اپنی دم پر پاؤں پڑا تو اب اسے اتحاد یاد آگیا بہر حال ''دیر آید درست آید'' اگر بریلوی واقعی اپنی اس بات میں سچے ہیں تو آؤ ماضی کی غلطیوں کو دہرانے کے بجائے مستقبل میں امت کے وسیع مفاد کی فکر کریں اور اتحاد امت کا مظاہرہ کریں لیکن ایسا کبھی بھی نہیں ہوگا۔ ہمیں اس قسم کے لوگوں سے کوئی گلہ شکوہ نہیں اس لیے کہ انتشار وافتراق کی اس مہم کی قیادت کرنا ان جیسے لوگوں کی پیشہ ورانہ مجبوری ہے اسی قسم کی مذموم حرکتوں سے ان کی روزی روٹی وابستہ ہے مگر الحمدللہ امت مسلمہ کی اجتماعی سوچ یکسر اس شرذمۃ قلیلۃ سے مختلف ہے۔ آج پوری دنیا میں علمائے اہل

سنت دیوبند کے لاکھوں مدارس، مساجد، دینی مراکز واجتماعات، نشرواشاعت کا وسیع نیٹ ورک اس بات کا منہ بولتا ثبوت ہے کہ انگریز کے اشارے پر بریلی سے امت مسلمہ میں پھوٹ ڈالنے والی سازش مکمل طور پر ناکام ہوچکی ہے۔ جس کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ موجودہ دور کے فیصل آباد کے مایہ ناز بریلوی مناظر سعید اسد صاحب اتحاد کے لیے حضرت مولانا طارق جمیل صاحب، مولانا زاہد الراشدی صاحب، جامعہ امدادیہ فیصل آباد کے چکر لگا رہے ہیں۔

ہم پچھلے کئی برس سے اپنے مخالفین کے سامنے یہ چبھتا ہوا سوال رکھ رہے ہیں کہ الحمدللہ علمائے دیوبند نے جن کو ختم نبوت کا منکر سمجھا ۱۹۵۳ء، ۱۹۷۴ء، میں ان کے خلاف بھرپور تحاریک چلائیں، دس ہزار نوجوانوں کا خون اس مقدس مشن کے لیے پیش کیا، بہاولپور (متحدہ ہندوستان) پھر پاکستان کی پارلیمنٹ، ساؤتھ افریقہ کی کورٹ پھر رابطہ عالم اسلامی کے پلیٹ فارم سے ان کو کافر قرار دلوایا۔ آج کسی قادیانی کی یہ جرأت نہیں کہ علمائے دیوبند کے ہوتے ہوئے اپنا لٹریچر آزادانہ طور پر شائع کرسکے، اپنے اجتماعات کراسکے، کسی قادیانی کو کسی مسلمانوں کے قبرستان میں دفنایا جاسکے، یہی حال روافض کا بھی ہے ان کے خلاف بھی بھرپور تحریک چلائی گئی۔ اب بقول رضاخانیوں کے اگر معاذ اللہ علمائے دیوبند قادیانیوں سے بھی بڑھ کر گستاخ ہیں تو آخر کیا وجہ ہے کہ آج تک آپ نے ہمارے خلاف ۱۹۳۵, ۱۹۵۳, ۱۹۷۴, ۱۹۸۴ یا انجمن سپاہ صحابہ کے طرز پر کوئی تحریک نہیں چلائی؟ کیا وجہ ہے کہ آج بھی ہمارے تبلیغی اجتماعات پوری آب وتاب کے ساتھ منعقد ہو رہے ہیں، ہمارا لٹریچر کھلے عام مارکیٹ میں فروخت ہو رہا ہے، ملک میں کوئی مذہبی قانون ہم سے صلاح مشورے کے بغیر نہیں لایا جاسکتا۔ آپ کوئی ایک مثال پیش کرسکتے ہیں کہ کسی دیوبندی کی قبر معاذ اللہ اس بنیاد پر اکھاڑی گئی ہو کہ یہ اکابر علمائے دیوبند سے عقیدت رکھتا تھا، کوئی ایک عوامی احتجاجی تحریک کی مثال دے سکتے ہیں جو علمائے دیوبند کے عقائد کے خلاف چلائی گئی ہو، کسی ایک عدالتی مقدمے کی مثال پیش کرسکتے ہیں جو اس بنیاد پر دائر کیا گیا ہو کہ زوجین میں سے کوئی ایک دیوبندی ہے اس لیے معاذ اللہ نکاح فسخ کیا جائے؟

کیا یہ سب اس بات کا کھلا ثبوت نہیں کہ عوام کے سامنے آپ کے اس وہابی ڈرامے کا ڈراپ سین ہو چکا ہے، عوام نے آپ کی الزام تراشیوں کو یکسر مسترد کر دیا ہے۔

اگر آج سابق گورنر پنجاب سلمان تاثیر بقول آپ کے ناموس رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قانون کو معاذ اللہ کالا قانون کہہ دے تو اسے قتل کر دیا جاتا ہے اور آپ قاتل کو کندھوں پر بٹھا دیتے ہیں کہ دیکھو مارنے والا عاشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے مگر یہ دیوبندی جو آپ کے ہاں معاذ اللہ سب سے بڑے گستاخان رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں آپ کے سامنے دندناتے پھرتے ہیں ان کے بارے میں آپ کی غیرت کہاں چلی گئی؟ خدا کی قسم ہمارا عقیدہ تو یہ ہے کہ ہمارے سامنے کوئی گستاخ رسول آجائے تو اس کے جسم کے پہلے ۲۹۵ ٹکڑے کریں گے اس کے بعد سوچیں گے کہ ۲۹۵ بھی ایک قانون ہے اس کے لیے، جو چاہے آزما کر دیکھ لے،

جو جان چاہو تو جان دیں گے
جو مال چاہو تو مال دیں گے
لیکن یہ نہیں ہوسکتا کہ
نبی کا جاہ و جلال دے دیں

حیرت ہے کہ آج اگر یوٹیوب پر معاذ اللہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں کوئی گستاخانہ فلم شائع ہوتی ہے تو اسے بند کروانے کے لیے ٹرین مارچ کا ڈرامہ شروع ہو جاتا ہے مگر علمائے دیوبند کے بارے میں یہ خاموشی درپردہ اس بات کا اقرار ہے کہ آپ بھی خوب جانتے ہیں کہ علمائے دیوبند معاذ اللہ گستاخان رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہیں۔ لیکن کیا کریں اگر اس باسی کڑے کو وقتاً فوقتاً ابال نہ دیں تو ہمیں مسجد میں خطیب کون رکھے گا، مدرسہ میں مدرس کون رکھے گا، آخر گیارہویں کی کھیر کس کے گھر جائے گی؟ مردے کا تیجہ، جوڑا، مصلی کس کے حصے میں آئے گا؟

ہم اب بھی ببانگ دہل کہتے ہیں کہ آپ کو اصل اعتراض حفظ الایمان، تحذیر الناس، براہین قاطعہ، نامی کتابوں اور مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب ایک جعلی فتوے پر ہے تو سن لیجیے ہم

ان کتابوں کو اپنے لیے سرمایہ آخرت سمجھتے ہیں ہم چیخ چیخ کر کہتے ہیں کہ ہم ان کتابوں کے مندرجات سے متفق ہیں ان کتابوں میں قرآن وحدیث کی ترجمانی کی گئی ہے، ان کتابوں میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ناموس کا تحفظ کیا گیا ہے، آپ علیہ السلام کی شان بیان کی گئی ہے ہمارے مخالفین میں ہے ایسا کوئی مرد مجاہد جو اس بنیاد پر ہمارے خلاف کوئی قانونی کارروائی کرے؟

فھل من مبارز

بنتے ہو وفادار تو وفا کر کے دکھاؤ
کہنے کی وفا اور ہے کرنے کی وفا اور ہے

بہرحال تنظیم اہلسنت کی طرف سے شائع کردہ اس کتاب کو مفتی نجیب اللہ عمر صاحب زید مجدہ نے میرے حوالے کرتے ہوئے کہا کہ اس کا جواب ایک نئے طرز سے لکھا جائے بندے نے حامی بھرلی۔ جب اس ارادے کا علم بھائی سفیان کو ہوا تو انہوں نے کہا کہ آج کل رضاخانی حضرات کسی کاشف اقبال کی ''دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف'' کو لیے پھر رہے ہیں لہٰذا اس کا جواب دیا جائے فقیر نے یہ کتاب منگوائی تو معلوم ہوا کہ سارا کا سارا دیوبندی مذہب ہی کا چربہ ہے بہرحال کتاب پڑھ کر اللہ کی طرف سے دل میں القا ہوا کہ کیوں نہ علمائے دیوبند پر آج تک اہل بدعت کی طرف سے لگائے جانے والے تمام ہی چھوٹے بڑے اعتراضات کے جوابات اس مجموعے میں دے دیے جائیں لہٰذا کتاب کی تیاری میں مندرجہ ذیل کتب کو بھی سامنے رکھ لیا گیا:

''(۱) الکوکبۃ الشھابیہ، (۲) سبحان السبوح، (۳) باطل اپنے آئینہ میں (۴) الحق المبین (۵) شمشیر حسینی (۶) دیوبند سے بریلی (۷) دعوت فکر (۸) محاسبہ دیوبندیت''

لیکن چونکہ کاشف اقبال صاحب نے تمام ہی اہم اعتراضات کو ابواب کی شکل میں اپنی کتاب میں جمع کرلیا تھا اس لیے اسی کتاب کو حوالہ جات کے لیے بنیادی ماخذ بنایا گیا ہے۔ البتہ کاشف صاحب نے جہاں جہاں سے اعتراض سرقہ کیا اس کا حوالہ مندرجہ بالا کتب سے دے

دیا گیا ہے۔میں اس موقع پر مناظر اسلام سرمایہ اہلسنت حضرت مولانا ابوایوب قادری صاحب زید مجدہ کا خصوصی شکریہ ادا کرنا چاہوں گا جو وقتاً فوقتاً اس کام میں میری رہنمائی کرتے رہے۔ ساتھ ہی استاذ العلماء محبوب الصلحا مناظر اسلام قاطع شرک و بدعت حضرت غازی مفتی ندیم محمودی صاحب زید مجدہ کا خصوصی شکریہ ادا کرنا چاہوں گا جن کی خصوصی شفقت وتوجہ سے یہ کتاب منظر عام پر آرہی ہے ساتھ ساتھ مکتبہ ختم نبوت پشاور کا بھی جن کی علم دوستی کے بدولت یہ کتاب ان کے عظیم مکتبے سے شائع ہورہی ہے اللہ پاک اس کا صلہ انہیں دونوں جہاں میں اپنی شان کے مطابق عطا فرمائے۔آمین۔میں نے یہ کتاب صرف اسی نیت سے لکھی ہے کہ کل قیامت والے دن اس بندہ ناچیز کا نام بھی اللہ کے ان سچے اولیاء کا دفاع کرنے والوں میں شامل ہو۔اللہ پاک سے دعا ہے کہ بندہ کی اس کاوش کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور عوام کی رہنمائی کا ذریعہ بنائے۔اور بروز قیامت اکابر علماء دیوبند کے ساتھ اس بندے کا حشر کرے۔آمین۔

ساجد خان نقشبندی

ناظم شعبہ نشر واشاعت جمعیۃ اہل السنۃ والجماعۃ

یکے از خادم نوجوانان احناف پشار

نگراں ونائب مدیر دوماہی ترجمان احناف پشاور

خادم الطلباء دار العلوم مدنیہ (کراچی)

۷ رمضان المبارک ۱۴۳۸ھ/۶جون ۲۰۱۷ شب جمعہ

باب اول

کاشف اقبال کی کتاب کے مقدمہ کا جواب اور چند تاریخی حقائق

دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف پر ایک نظر:

ترجمان رضاخانیت نے اپنی کتاب کا نام ''دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف'' رکھا جو مؤلف کی تہذیب وشائستگی کا منہ بولتا ثبوت ہے، ہمارے ہاں عرف میں ''انکشاف'' کسی ایسی بات کو ظاہر کرنے پر بولا جاتا ہے جو اس سے پہلے کسی کے علم میں نہ ہو اور وہ بات چونکا دینی والی ہو تو عرض ہے کہ پچھلے سو سال سے ترجمان رضاخانیت کے اکابر بھی یہی الزامات اہل السنت والجماعت پر لگاتے رہے تو آخر اس صورت میں مولوی مذکور نے آخر کس بات کا ''انکشاف'' کر دیا؟ معلوم ہوتا ہے کہ کتاب کی فروخت کے لیے کسی صحیح تاجرانہ ذہن کے آدمی نے کتاب کا نام تجویز کیا ہے تاکہ ہر کوئی چونک کر خرید لے کہ دیکھو تو سہی آخر کیا کیا انکشافات کیے ہیں۔

مقرظین کا جھوٹ:

کتاب پر تقریظ لکھنے والے مولوی ضیاء اللہ قادری نے لکھا ہے کہ:

''مولانا نے بڑی محنت سے اس کو تالیف فرمایا دیوبندی اکابر کی مستند کتب کے حوالہ جات سے ان کا بطلان پیش کر کے ان کو دعوت غور وفکر پیش کی ہے مولانا نے حوالہ جات درج کرنے میں بڑی احتیاط سے کام لیا ہے''۔ (دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف: ص ۲۱)

اسی طرح مولوی انوار رضا رضاخانی لکھتا ہے:

''آپ کی کتاب دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف ایک ایسی عظیم کتاب ہے کہ اس موضوع پر اگرچہ اب تک بے شمار کتابیں لکھی جا چکی ہیں لیکن یہ کتاب اپنے موضوع پر ایک عظیم علمی شاہکار بلکہ اپنے موضوع پر ایک مکمل انسائیکلو پیڈیا ہے''۔ (دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف: ص ۲۳)

حالانکہ یہ کتاب ماسوائے چند حوالہ جات کے سب کی سب مولوی غلام مہر علی چشتیاں کی

کتاب ''دیوبندی مذہب'' سے سرقہ کر کے لکھی گئی ہے حتی کہ جس طرح دیوبندی مذہب نامی کتاب میں حوالوں میں کتر و بیونت ہے اسی طرح کاشف اقبال رضا خانی نے بھی اپنی کتاب میں بعینہ نقل کر دیئے۔تو بھلا اس سرقہ شدہ مواد کو ''ایک عظیم شاہکار'' کہنا اسے مستقل کتاب کے طور پر پیش کرنا کیا کھلا ہوا جھوٹ و دجل نہیں؟ حیرت ہے کہ اگر متکلم اسلام مولانا الیاس گھمن صاحب مدظلہ العالی مطالعہ بریلویت سے حوالہ جات نقل کر دیں تو یہ لوگ اس پر آسمان سر پر اٹھالیں کہ سرقہ کر کے کتاب لکھی ہے اور یہاں اس بین الاقوامی سارق کو اس حرکت پر خراج تحسین پیش کیا جا رہا ہے:

ایں چہ بوالعجبی است

پھر اسے عظیم شاہکار کہنا بھی جھوٹ ہے ہمیں تو اس میں سوائے الزام تراشی ،مکر و فریب، کتر و بیونت، کے عظیم شاہکاروں و شاہ پاروں کے علاوہ کچھ بھی نظر نہ آیا۔یہ کہنا کہ حوالہ جات درج کرنے میں بڑی احتیاط سے کام لیا ہے ایک اور مستقل جھوٹ ہے ان شاء اللہ آگے اپنے مقام پر آئے گا کہ علماء دیوبند کی عبارات میں کس طرح ہاتھ کا کرتب دکھا کر احتیاط کا منہ کالا کیا گیا ہے۔

ترجمان رضا خانیت کے نام پر بریلوی فتوی:

کتاب پر مؤلف کا نام ''مناظر اسلام ترجمان مسلک رضا مبلغ اہل سنت حضرت علامہ ابو حذیفہ محمد کاشف اقبال مدنی رضوی'' لکھا ہوا ہے جبکہ دوسری طرف بریلوی مولوی عبدالوہاب خان قادری خلیفہ مجاز مصطفیٰ رضا خان ابن احمد رضا خان بریلوی لکھتا ہے:

''تمام ملت اسلامیہ مدینے والے کو حضور اکرم سید عالم ﷺ ہی سمجھتی ہے لیکن دیوبندی عقیدت نے حسین احمد ٹانڈوی کو ''مدنی'' بنا کر مدینے والے کا شریک ٹھہرایا''۔

(پانچ مسائل کا جواب:ص ۱۲۶ ار بزم اعلیحضرت کراچی)

بریلوی خطیب اہل سنت مولانا محمد صدیق نقشبندی لکھتے ہیں:

''جب عاشق رسول حضرت بلالؓ مدت دراز تک مدینہ میں رہنے کے باوجود بھی ''بہشتی'' ہی رہے مدنی نہ کہلائے حضرت سلیمان اور صہیب بھی کافی عرصہ مدینہ میں رہے لیکن یہ بھی علی الترتیب ''فارسی'' اور ''رومی'' کہلائے ''مدنی'' نہ کہلائے تو حسین احمد ٹانڈوی کو مدنی کیوں کہا جاتا ہے۔؟

(باطل اپنے آئینہ میں: ص ۲۷، ۳۷ رمدینہ پبلشنگ کراچی)

تو جناب کاشف اقبال فیصل آبادی صاحب آپ کی جماعت آپ کے نام کے ساتھ ''مدنی'' لگا کر آپ کو صحابہ کرام پر فوقیت دیتے ہوئے نبی علیہ السلام کا شریک بنا کر نبی مان رہی ہے معاذ اللہ آپ بھی اس خود ساختہ نبوت پر خوشی سے پھولے نہیں سما رہے ہیں تو اپنے ہی مسلک کے ان مولویوں کے فتوے کی رو سے جس بد بخت کا نام ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین و بے ادبی پر مشتمل ہو اُسے دوسروں کو گستاخ کہتے ہوئے حیاء نہیں آتی؟

ابتدائے عشق ہے روتا ہے کیا ۔۔۔ آگے آگے دیکھیے ہوتا ہے کیا

اہل السنۃ والجماعۃ پر الزام تراشی کا سبب:

کتاب کی تقدیم میں ترجمان رضاخانیت نے یہ باور کرانے کی کوشش کی ہے کہ چونکہ معاذ اللہ اہل السنۃ والجماعۃ گستاخ ہیں لہٰذا عوام کو ان کی حقیقت سے آگاہ کرنے کے لیے یہ کتاب لکھ رہے ہیں چنانچہ مولوی صاحب لکھتے ہیں:

''اہل علم پر یہ بات مخفی نہیں کہ دیوبندیت کی بنیاد ہی اللہ تعالیٰ اور سرور کائنات امام الانبیاء حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم سمیت دیگر انبیاء کرام، صحابہ کرام، ازواج مطہرات، اولیاء کرام کی توہین و تنقیص کرنا ہے (لعنۃ اللہ علی الکاذبین: از ناقل) اکابرین دیوبند کی گستاخانہ اور کفریہ عبارات کی بناء پر اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مجدد دین وملت امام الشاہ احمد رضا خان فاضل بریلوی ...... سمیت عرب و عجم کے سینکڑوں علماء و مشائخ نے ان پر کفر کا فتویٰ دیا...... الخ''۔

ایک صفحہ آگے لکھتے ہیں:

''ضرورت اس امر کی ہے کہ اصل اختلاف کو عوام الناس کے سامنے پیش کیا جائے تا کہ عامۃ

الناس حقیقت حال سے واقف ہو جائیں"۔ (دیو بندیت کے بطلان کا انکشاف: ص ۲۴،۲۶)

مولوی غلام مہر علی صاحب چشتیاں بھی یہی لکھتے ہیں:

"چونکہ دیوبندیوں نے اپنے رسالوں میں حضرات اولیائے کرام وعلمائے عظام پر نہایت فحش قسم کے حملے کر کے اہل سنت کے دلوں کو مجروح کیا ہے اس لیے مجبوراً بندہ کو حقیقت کا اصل رخ بے نقاب کرنے کے لیے کچھ لکھنا پڑا ہے"۔

(دیو بندی مذہب: ص ۲ رکتب خانہ مہریہ چشتیاں طبع اول وص ۶۵ رمطبوعہ تنظیم اہل سنت کراچی ۲۰۱۲)

حالانکہ اصل اختلاف کا فیصلہ کرنے اور اس نزاع کو ختم کرنے کے لیے خواہ مخواہ میں اتنی دماغ سوزی، جھوٹ، بہتان، الزام تراشی کرنے کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں بلکہ یہ مسئلہ بہت آسانی سے حل ہو سکتا ہے اور یہ حل بھی خود کاشف اقبال صاحب نے پیش کیا ہے، ملاحظہ فرمائیں

مسئلہ کا آسان حل:

"جہاں تک سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی...... کے ایمان کی بات ہے تو وہ تمہیں ہم سے الجھنا نہیں چاہیے بلکہ تمہیں اپنے اکابر مثلاً اشرف علی تھانوی وغیرہ سے مناظرہ مجادلہ کرنا چاہیے جو سیدی اعلیٰ حضرت بریلوی کو ایمان واسلام اور عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سند دیئے ہوئے ہیں...... تمہارا کفر کا فتویٰ تمہارے اکابر دیو بند پر لگتا ہے اس لیے کہ اگر اعلیٰ حضرت بریلوی مسلمان نہیں تھے تو ان کو مسلمان اور عاشق رسول اور ان کو اپنا امام بنانے کی خواہش مند سب دیو بندی اکابر کافر ہوئے اس لیے کہ "من شك في كفره وعذابه فقد كفر" کتب فقہ میں مرقوم ہے"۔

(کلمہ حق: ص ۸۵،۸۶ رشمارہ نمبر ۴)

تو لیجئے جناب ترجمان رضا خانیت صاحب! اب ہم آپ ہی کے مقرر کردہ اصول کے تحت اپنے اکابر کا مسلمان عاشق رسول اور اکابر اہل سنت میں سے ہونا ثابت کر دیتے ہیں اور آپ اب ہم سے الجھنے اور ہمارے خلاف کتاب لکھنے کے بجائے اپنے ان اکابر کی قبروں پر جا کر ماتم کریں اور اپنے ہی فتووں کے خون ہو جانے کا مرثیہ پڑھیں۔

اکابر اہل السنۃ والجماعۃ کا مقام اہل بدعت کے اکابر کی نظر میں

مولانا نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ احمد رضا خان صاحب کی نظر میں:

مولوی احمد رضا خان اپنی بدنام زمانہ کتاب ''حسام الحرمین'' میں دیگر اکابر اہلسنت کے ساتھ ساتھ مولانا نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں یہ فتویٰ صادر کرتے ہیں:

''خلاصہ کلام یہ کہ یہ طائفے سب کے سب کافر و مرتد ہیں اجماع امت اسلام سے خارج ہیں اور بے شک بزازیہ اور درر وغرر اور فتاویٰ خیریہ اور مجمع الانہر اور درمختار وغیرہا معتمد کتابوں میں ایسے کافروں کے حق میں فرمایا کہ جو ان کے کفر و عذاب میں شک کرے خود کافر ہے''۔

(حسام الحرمین: ص ۷۵، ۷۶)

اسی طرح ایک اور جگہ لکھتے ہیں کہ:

''جب علماء حرمین طیبین زادھما اللہ شرفاً وتکریماً نانوتوی وگنگوہی وتھانوی کی نسبت نام بنام تصریح فرما چکے ہیں کہ یہ سب کفار و مرتدین ہیں اور یہ کہ ''من شك فی کفرہ و عذابہ فقد کفر'' جو ان کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر نہ کہ انھیں پیشوا اور سرتاج اہلسنت جاننا بلاشبہ جو ایسا جانے ہرگز ہرگز صرف بدعتی وبدمذہب ہی نہیں قطعاً کافر و مرتد ہے''۔

(عرفان شریعت: ص ۶۱، ۶۲)

اسی طرح ایک اور ظالمانہ فتویٰ بھی ملاحظہ فرمائیں:

''قاسم نانوتوی ـــــ رشید احمد گنگوہی واشرف علی تھانوی اور ان سب کے مقلدین ومتبعین وپیران و مدح خواں باتفاق علمائے اعلام کافر ہوئے اور جو ان کو کافر نہ جانے ان کے کفر میں شک کرے وہ بھی بلاشبہ کافر ہے''۔ (فتاویٰ رضویہ: ج ۱۴ ص ۵۸۹ / رضا فاؤنڈیشن لاہور)

مشتے نمونہ از خروارے ہم نے یہاں صرف تین فتوے ذکر کر دیئے ہیں ورنہ احمد رضا خان کی قریباً ہر کتاب میں مسلمانوں کے لیے یہی فتویٰ ہوتا ہے کہ معاذ اللہ یہ مرتد ہیں، ان کا ذبیحہ مردار ہیں، ان کا نکاح کسی جانور سے بھی نہیں ہوتا، ان سے جسم چھو جائے تو وضو کا اعادہ مستحب ہے، ان

کو بیٹیاں دینا ایسا ہے جیسے کسی کتے تلے بیٹی بچھادی ہو۔ معاذ اللہ۔ اور ان سب مغلظات کا واحد سبب یہی ہے کہ ان سب اکابر دیوبند نے جن میں بالخصوص حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ بھی شامل ہیں توہین مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مرتکب ہوئے ہیں۔ حالانکہ یہ سراسر بہتان طرازی اور احمد رضا خان صاحب کی شقاوت قلبی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ مولانا قاسم نانوتوی اور اکابر دیوبند کامل درجے کے مسلمان بلکہ ولی اللہ تھے یہ میں نہیں کہہ رہا بلکہ خود بریلویوں کو بھی یہ بات مسلم ہے۔ چند حوالہ جات ملاحظہ ہوں۔

حجۃ الاسلام مولانا نانوتوی بریلوی اکابرین کی نظر میں

حضرت نانوتوی ولایت محمدیہ پر فائز ہیں:

مولوی نور بخش توکلی کا شمار بریلویوں کے جید اکابر میں ہوتا ہے اور تذکرہ اکابر اہلسنت میں مولوی عبدالحکیم شرف قادری نے ان کو اپنے اکابر میں شمار کیا ہے۔ انہوں نے مشائخ نقشبندیہ کے حالات پر ایک کتاب لکھی ہے اسی کتاب میں اپنے شیخ سائیں توکل شاہ انبالوی کا ایک خواب نقل کرتے ہیں ملاحظہ ہو:

”حضرت مخدومنا توکل شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بر سبیل تذکرہ عاجز سے فرمایا کہ ایک مرتبہ خواب میں دیکھا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لے جارہے ہیں۔ میں اور مولانا محمد قاسم دیوبندی دونوں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے دوڑے کہ جلد حضور تک پہنچیں۔ مولانا محمد قاسم صاحب تو وہاں اپنا قدم رکھتے تھے جہاں حضور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قدم مبارک کا نشان ہوتا تھا“۔

(تذکرہ مشائخ نقشبندیہ: ص ۵۴۷ ، مشتاق بک کارنر لاہور)

الحمد للہ قارئین کرام!!! اس مبارک خواب سے آپ اندازہ لگالیں کہ حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کس قدر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنتوں اور پیروی کے پابند تھے کہ آپ کا کوئی بھی قدم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نقش قدم مبارک کے خلاف نہ پڑتا۔ ہم یہاں اس قسم کے واقعہ کی تشریح بریلوی شیخ الحدیث و التفسیر مولوی فیض احمد اویسی کے الفاظ میں کرتے ہیں ملاحظہ ہو:

''ہر ولی کے قدم نبی کے قدم پر ہوتے ہیں اور میرا قدم میرے جد مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں پر ہے حضور کا قدم اٹھتے ہی میں نے اپنا قدم آپ کے نشان پر رکھا۔ میرا یہ قدم اقدام نبوت پر ہوتا ہے اس مقام کو نبی کے بغیر کوئی نہیں پا سکتا اور یہ بات جناب غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے لیے خاص تھی''۔

(تحقیق الاکابر فی قدم الشیخ عبد القادر: ص ۲۱ ر مکتبہ اویسیہ بہاولپور)

ہم سمجھتے ہیں کہ سائیں توکل شاہ صاحب کے اس خواب پر اس سے بہتر تبصرہ نہیں کیا جا سکتا مولوی فیض اویسی نے حضرت پیران پیر رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے اس بات کو نقل کیا ہے کہ ہر ولی کا قدم نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم پر ہوتا ہے اور آپ ملاحظہ فرما چکے ہیں کہ حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کا قدم بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم پر ہی تھا مگر یہاں بریلویوں کو ایک عقدہ حل کرنا ہوگا کہ جب اس مقام کو سوائے پیران پیر رحمۃ اللہ علیہ کے کوئی اور حاصل نہ کر سکا تو حضرت نانوتوی نے اس مقام کو کیسے پا لیا؟؟؟۔ بینوا و توجروا

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اپنے مکتوبات میں ''ولایت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم'' کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

''اس طرح کہ ولایت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیہ کے اولیاء کے اجسام طاہرہ کو بھی اس ولایت کے درجات کمالات سے حصہ ملتا ہے''۔

اب وہ اولیاء اللہ کون ہیں جنہیں یہ مقام حاصل ہوتا ہے؟ آگے خود اس کی وضاحت کرتے ہیں کہ:

''اور وہ اولیاء جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کمال متابعت سے موصوف ہیں اور آپ کے قدم مبارک کے نیچے چلتے ہیں انہیں بھی اسی مرتبہ مخصوصہ سے حصہ ملتا ہے''۔

(مکتوبات: دفتر اول ر حصہ سوم ر مکتوب نمبر ۱۳۵ ر مترجم مولوی سعید احمد بریلوی)

اس حوالے کو تذکرہ مشائخ نقشبندیہ میں حضرت مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے واقعہ سے ملائیں تو نتیجہ خود ظاہر ہو جائے گا کہ حضرت حجۃ الاسلام ''ولایت محمدیہ'' سے متصف تھے۔ فللہ

الحمد۔

حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کا ایمان اللہ اور اس کی بارگاہ میں مقبول ہے:

مولوی نور بخش توکلی صاحب نے ایک کتاب لکھی جس کے متعلق بریلوی حضرات کا یہ کہنا کہ یہ کتاب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں پیش ہوئی اور وہاں سے اُسے شرف قبولیت بخشا گیا اس کتاب میں توکلی صاحب لکھتے ہیں:

''مولانا مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ''

(سیرت رسول عربی: ص ۵۶۳ رمکتبہ اسلامیہ لاہور)

ہم بریلوی حضرات سے سوال کرنا چاہتے ہیں کہ کیا منکر ختم نبوت کو ''رحمۃ اللہ علیہ'' کہنا جائز ہے؟

خواجہ قمر الدین سیالوی صاحب:

بریلویوں کے قمر الاسلام خواجہ قمر الدین سیالوی صاحب لکھتے ہیں کہ:

''میں نے تحذیر الناس کو دیکھا میں مولانا محمد قاسم صاحب کو مسلمان سمجھتا ہوں مجھے فخر ہے کہ میری حدیث کی سند میں ان کا نام موجود ہے خاتم النبیین کا معنی بیان کرتے ہوئے جہاں مولانا کا دماغ پہنچا وہاں تک معترضین کی سمجھ نہیں گئی قضیہ فرضیہ کو قضیہ واقعہ حقیقیہ سمجھ لیا گیا''۔

(ڈھول کی آواز: ص ۱۱۶ رشنائی پریس سرگودھا)

غور فرمائیں!! بقول قمر الدین صاحب کے؛ اعتراض کرنے والوں میں اتنی عقل اور سمجھ بوجھ ہی نہیں کہ وہ ''تحذیر الناس'' کو سمجھ سکیں۔ خیال رہے کہ قمر الدین سیالوی صاحب کے اس موقف کی تصدیق بریلویوں نے بھی کی چنانچہ حاجی محمد مرید احمد چشتی صاحب لکھتے ہیں کہ:

''حضور شیخ الاسلام سیالوی نے ایک مرتبہ کسی دیوبندی مولوی کے سامنے مولوی محمد قاسم نانوتوی کی کتاب تحذیر الناس کے بارے میں چند الفاظ فرمائے، اُسے خانوادہ دیوبند نے بڑے پیمانے پر شائع کیا''۔ (فوز المقال: ج ۳ ص ۵۵۳ رانجمن قمر الاسلام سلیمانیہ)

خواجہ غلام فرید چاچڑاں:

''مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی بھی حاجی صاحب کے مرید اور خلیفہ اکبر ہیں۔ان کے اور خلفاء بھی بہت ہیں چنانچہ مولوی محمد قاسم صاحبؒ اور مولوی محمد یعقوب صاحب وغیرہم۔۔۔اگرچہ دارالعلوم دیوبند کے بانی مبانی مولانا محمد قاسم نانوتویؒ مشہور ہیں لیکن دراصل یہ دارالعلوم حضرت حاجی امداداللہ قدس سرہ کے حکم پر جاری ہوا۔(مقابیس المجالس :ص ۳۵۲)

اس ملفوظ پر مندرجہ ذیل حاشیہ لکھا گیا ہے:

''حضرت خواجہ صاحب کے اس ملفوظ سے ثابت ہوا کہ مولانا رشید احمد گنگوہی اور مولانا محمد قاسم نانوتوی وغیرہم علمائے دیوبند صحیح معنوں میں حاجی امداداللہ مہاجر مکی کے خلیفہ اور اہل طریقت تھے حالانکہ بعض صوفی حضرات غلط فہمی سے ان کو وہابی کہتے ہیں''۔

مولانا فقیر محمد جہلمی رحمۃ اللہ علیہ:

مولانا فقیر محمد جہلمی رحمۃ اللہ علیہ کو بریلوی مورخ ملت عبدالحکیم شرف قادری صاحب نے اپنے اکابر میں تسلیم کیا ہے۔اور اپنی کتاب ''تذکرہ اکابر اہلسنت'' کے صفحہ ۳۹۱،۳۹۲ پر ان کا تفصیلی ذکر کیا ہے ان کی ایک معروف کتاب ''حدائق الحنفیہ'' کے متعلق قادری صاحب لکھتے ہیں کہ ''حدائق الحنفیہ (حنفی علماء کا تذکرہ) وغیرہ وغیرہ اس کتاب کو سب سے زیادہ شہرت ملی''۔

(تذکرہ اکابر اہلسنت :ص ۳۹۲،نوری کتب خانہ)

آیئے دیکھتے ہیں کہ اس ''حدائق الحنفیہ'' میں مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کا تذکرہ کن الفاظ میں ملتا ہے:

''مولانا محمد قاسم بن شیخ اسد علی بن غلام بن محمد بخش بن علاء الدین بن محمد فتح بن محمد مفتی بن عبدالسمیع بن مولوی ہاشم نانوتوی ۱۲۴۸ھ میں پیدا ہوئے نام تاریخی آپ کا خورشید حسین ہے۔علامہ عصر،فہامہ دہر،فاضل متبحر،مناظر،مباحث،حسن التقریر،ذہین،معقولات کے گویا پتلے تھے۔ آپ لڑکپن سے ہی ذہین،طباع،بلند ہمت،تیز و وسیع حوصلہ،جفاکش جری تھے۔مکتب میں اپنے ساتھیوں سے ہمیشہ اول رہتے تھے۔قرآن شریف بہت جلد ختم کرلیا۔خط اس وقت بھی سب لڑکوں سے اچھا تھا۔نظم کا شوق اور حوصلہ تھا اپنے کھیل اور بعض قصے نظم فرماتے اور لکھ لیتے تھے

چھوٹے چھوٹے رسالے اکثر نقل کیے عربی آپ کو شیخ نہال احمد نے شروع کروائی، پھر آپ سہار نپور میں اپنے نانا کے پاس چلے گئے اور وہاں مولوی محمد نواز سے کچھ فارسی اور عربی کتابیں پڑھیں۔ ۱۲۶۰ میں مولوی مملوک علی کے پاس دہلی میں تحصیل علوم میں مشغول ہوئے اور حدیث کو شاہ عبدالغنی محدث سے پڑھا جب تحصیل سے فارغ ہوئے تو چندے مدرسہ عربی سرکاری واقع دہلی میں مدرس رہے پھر مطبع احمدی میں تصحیح کتب پر مقرر ہو گئے اور تحشیہ و تصحیح بخاری شریف کا کام انجام دیا۔ آپ کا قول ہے کہ بایام طالب علمی میں خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ میں خانہ کعبہ کی چھت پر کھڑا ہوں اور مجھ سے ہزاروں نہریں نکل کر جاری ہو رہی ہیں جناب والد صاحب سے ذکر کیا تو فرمایا کہ تم سے علم دین کا فیض بہ کثرت جاری ہوگا۔ ۱۲۷۷ھ میں حج کیا اور دیو بند کے عربی مدرسے کے سرپرست مقرر ہوئے۔ ۱۲۸۵ھ میں پھر حج کو چلے گئے اور مراجعت کے بعد دہلی میں واپس آکر تدریس و تنشیر علوم میں مشغول ہوئے۔ سب کتابیں بے تکلف پڑھاتے اور اس طرح کے مضامین بیان فرماتے کہ نہ کسی نے سنے نہ کسی نے سمجھے، اور عجائب وغرائب تحقیقات ہر فن میں کرتے جس سے تطبیق اختلاف اور تحقیق ہر مسئلہ کی بیخ و بن تک ہو جاتی تھی۔ پادری تارا چند کو آپ نے مباحثہ میں ساکت کیا۔ ۱۲۹۳ھ میں چاند پور ضلع شاہجہانپور میں جو تحقیق مذہبی کا ایک میلہ قائم ہوا تھا اور ہر مذہب کے عالم وہاں جمع ہوئے تھے اس میں آپ نے ابطال تثلیث و شرک اور اثبات توحید کو ایسا بیان کیا کہ حاضرین جلسہ مخالف و موافق مان گئے۔ ۱۲۹۴ھ میں پھر اس میلہ میں پنڈت دیانند سرسوتی کے ساتھ گفتگو کی اور بحث وجود اور توحید کا ایسا بیان کیا کہ حاضرین کو سوائے سکوت اور استماع کے اور کچھ کام نہ تھا پھر عیسائیوں سے تحریف میں گفتگو ہوئی اور عیسائی ایسے بے سر و پا بھاگے کہ ٹھکانہ نہ معلوم ہوا حتی کہ اپنی بعض کتابیں بھی بھول گئے۔ ان مباحثوں کا حال آپ نے ایک رسالے میں مرتب کیا اور اس کا نام حجۃ الاسلام رکھا اسی سال آپ پھر حج کو تشریف لے گئے اور جب واپس آئے تو تپ میں مبتلا ہو کر کسی قدر عرصہ تک بیمار رہے۔ اسی عرصہ میں دیانند سرسوتی نے پھر مسلمانوں کے مذہب استقبال قبلہ پر اعتراض کرنا شروع کیا جس کے جواب میں آپ نے ایک رسالہ قبلہ نما تصنیف کیا۔ یوم پنجشنبہ ظہر کے وقت ۴ رجمادی الاولی ۱۲۹۷ھ میں ذات الجنب اور تپ کے عارضہ سے وفات پائی اور قصبہ نانوتہ میں دفن کیے

گئے۔مباحث روشن نفس آپ کی تاریخ وفات ہے۔آپ سے مولوی محمد حسن دیوبندی اور مولوی فخر الحسن گنگوہی اور مولوی احمد حسن امروہی وغیرہ وغیرہ نے پڑھا''۔

(حدائق الحنفیہ :ص ۴۹۱ تا ۴۹۳ ،نولکشور پریس لکھنؤ ،ماہ اکتوبر ۱۹۰۶ء مطابق شعبان ۱۳۲۴ھ)

اس کتاب کے مقدمے میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ وجہ تالیف لکھتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

''میں مفتقر الی الصمد فقیر محمد جہلمی بن حافظ محمد سفارش مرحوم مدت سے اس زمانہ کے اکثر غیر مقلدین کو جو اپنے آپ کو ہمچو دیگرے نیست سمجھتے ہیں اپنی جہالت سے علمائے کرام خصوصاً فقہاء عظام حنفیہ رحمہم اللہ کی تحقیر و توہین کرتے دیکھتا اور ان کے حق میں طرح طرح کے طعن علمی کرتے سنتا تھا اور تعجب سے کہتا تھا کہ الٰہی ان لوگوں کی عقل وسمجھ پر کیا پتھر پڑ گئے ہیں کہ جن لوگوں نے اپنی عمدہ تصانیف و توالیف کے ذریعہ سے علم شریعت کو اطراف و اکناف عالم میں پھیلایا اور محض جن کے طفیل سے علم رسالت پناہی ان تک پہنچا انہیں پھر یہ عقل کے پتلے اپنی سوء فہمی سے بے علمی و بے بضاعتی علوم قرآن وحدیث کا دھبہ لگاتے ہیں۔

اور چاہتا تھا کہ فقہاء عظام وعلمائے کرام حنفیہ کے تراجم وحالات میں ایک مفصل کتاب لکھوں اور ان کے مدح ومراتب علوم حدیث وفقہ وغیرہ کو جو اس وقت کے علماء وفضلاء کو ان کا عشر عشیر بھی حاصل نہیں ہوا مع سلسلہ سند تلمذ وروایت وتاریخ ولادت ووفات وغیرہ حالات کے ایسی خوبی و خوش اسلوبی سے معرض تحریر میں لاؤں کہ جس کو دیکھ کر یہ بے ادب وگستاخ خود بخود منفعل و شرمسار ہو جائیں''۔ (حدائق الحنفیہ :ص ۲، ۳،رقم المادہ:۲۵۹، ۱۱)

مندرجہ بالا عبارت سے چند باتیں معلوم ہوئیں:

(۱) مولانا نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کا شمار اکابر علماء وفقہاء احناف میں ہوتا ہے۔

(۲) قرآن وحدیث میں علماء کی جتنی فضیلتیں آئیں ہیں مولانا ان سب کے حقدار ہیں۔

(۳) ان علماء کی تصانیف و توالیف (جن میں مولانا نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی تحذیر الناس بھی شامل ہے) دنیا کے کونے کونے تک علم رسالت کو پہنچانے کا ذریعہ بن رہی ہے۔

(۴) ان پر اعتراض کرنے والے غیر مقلدین نظریہ رکھنے والے ہیں۔

(۵) موجودہ زمانے کے علماء (جن میں مولوی احمد رضا خان بھی شامل ہے) ان علماء کے عشر عشیر کو بھی نہیں پہنچ سکتے۔

(۶) ان کی تصانیف پر اعتراض کرنے والے ان کو طعن و تشنیع کا نشانہ بنانے والے جاہل ہیں اور ان کی عقل و سمجھ پر پتھر پڑ چکے ہیں۔

(۷) آج بریلوی جن علوم رسالت کا دعویٰ کر رہے ہیں وہ بھی انہی اکابرین امت کے طفیل سے ان تک پہنچا۔

(۸) فقیر محمد جہلمی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ کتاب اسی لیے لکھی کہ شاید ان اکابرین امت کے حالات پڑھ کر ان پر اعتراض کرنے والے خدا کا خوف کریں اور یہ بے ادب و گستاخ شرمسار ہوں۔

ہم امید کرتے ہیں کہ بریلوی حضرات نے جہلمی صاحب کی کتاب جن کو یہ اپنے اکابر میں شمار کرتے ہیں میں حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات پڑھ کر یقیناً اپنے کرتوتوں پر شرمسار ہو رہے ہوں گے۔ اور آئندہ حضرت کی شان میں گستاخیوں اور بے ادبیوں سے سچی توبہ کریں گے۔

حضرت فضل الرحمن صاحب گنج مرادآبادی مرحوم:

حضرت مولانا شاہ فضل الرحمٰن صاحب گنج مرادآبادی جنہیں بریلوی بھی اپنے اکابر میں سے مانتے ہیں بلکہ احمد رضا خان صاحب کے دوستوں میں ان کا شمار کرتے ہیں ان کے خلیفہ شاہ تجمل حسین صاحب بہاری اپنی کتاب ''کمالات رحمانی'' میں لکھتے ہیں کہ:

''اب جو بیعت کا عزم ہوا کہ مجھ کو عقیدت اور غلامی مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ تھی۔ آپ (یعنی حضرت مولانا شاہ فضل الرحمٰن صاحب) کو کشف سے معلوم ہوا آپ نے حضرت مولانا (یعنی مولانا محمد قاسم صاحب) کی تعریف کی کہ اس کم سنی میں ان کو ولایت ہوگئی۔

(فیصلہ خصومات از محکمہ دار القضات: ص ۳۶/ مکتبہ امداد الغرباء سہارنپور، بار دوم۔ کمالات رحمانی: ص ۱۳۶ دار الاشاعت رحمانی خانقاہ مونگیر)

مولوی نذیر احمد صاحب رامپوری بریلوی:

''مجھ کو خوف اس کا ہے کہ مولوی محمد قاسم صاحب مرحوم نے جو دیو بند کے مدرسہ کی تعمیر فرمائی اہل اسلام کو علم دین کی راہ بتلائی''۔ (البوارق اللامہ: ص ۲۴، در مطبع پر سادات واقع بمبئی)

مولانا نذیر احمد صاحب کا تعلق اہل بدعت کے طبقے سے ہے انہوں نے براہین قاطعہ کا رد بوارق لامعہ کے نام سے لکھا انوار ساطعہ پر ان کی تقریظ بھی موجود ہے۔ آپ ملاحظہ فرمائیں کہ یہ صاحب حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کو مرحوم اور علوم دین کا ناشر مان رہے ہیں۔

مولوی دیدار علی شاہ:

مولوی ابوالحسنات قادری کے والد مولوی دیدار علی شاہ صاحب مولانا نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق لکھتے ہیں کہ:

''اور مولانا واستاذ نا رئیس المحدثین مولانا محمد قاسم صاحب مغفور حضرت مولانا احمد علی صاحب مرحوم و مغفور محدث سہار نپوری کے فتوے اجوبہ سوالات خمسہ کی نقل زمان طالب علمی میں کی ہوئی احقر کے پاس موجود ہے''۔ (رسالہ تحقیق المسائل: ص ۱۳، مطبوعہ لاہور پرنٹنگ پریس طبع ثانی)

پیر کرم شاہ بریلوی ازہری:

پیر کرم شاہ بریلوی جن کا شمار بریلوی اکابر میں ہوتا ہے اپنے ایک خط میں لکھتے ہیں کہ:

''حضرت قاسم العلومؒ کی تصنیف لطیف مسمی بہ تحذیر الناس کو متعدد بار غور و تامل سے پڑھا اور ہر بار نیا لطف و سرور حاصل ہوا علماء حق کے نزدیک حقیقت محمدیہ علی صاحبہا الف الف صلاۃ وسلاما متشابہات سے ہے اور اس کی صحیح معرفت انسانی حیطہ امکان سے خارج ہے لیکن جہاں تک فکر انسانی کا تعلق ہے حضرت مولانا قدس سرہ کی یہ نادر تحقیق کئی شپرہ چشموں کے لیے سرمہ بصیرت کا کام دے سکتی ہے''۔ (خط پیر کرم شاہ)

مگر افسوس کہ اس ''سرمہ بصیرت'' سے احمد رضا خان صاحب کام نہ لے سکے۔ پیر صاحب مزید لکھتے ہیں کہ:

”یہ کہنا درست نہیں سمجھتا کہ مولانا نانوتوی عقیدہ ختم نبوت کے منکر تھے کیونکہ یہ اقتباسات بطور عبارۃ النص اور اشارۃ النص اس امر پر بلاشبہ دلالت کرتے ہیں کہ مولانا نانوتوی ختم نبوت زمانی کو ضروریات دین سے یقین کرتے تھے“۔

(تحذیر الناس میری نظر میں: ص ۵۸ رضیاء القرآن پبلیشرز)

اس حوالے سے صراحتاً ثابت ہوا کہ اگر کوئی تعصب کی عینک اتار کر تحذیر الناس کو پڑھے تو اسے اس میں ختم نبوت کا انکار نہیں بلکہ حقیقت محمدیہ کی معرفت اور ہر بار پڑھنے پر ایک نیا سرور حاصل ہوگا۔

مولانا نانوتوی اور علمائے فرنگی محل:

مولوی احمد رضا خان کے دیرینہ دوست مولانا عبدالباری فرنگی محلی جنہیں بریلوی اپنے اکابر میں سے شمار کرتے ہیں خاص کر ہندوستان میں خوشتر نورانی بریلوی کا رسالہ ”جام نور“ تو انہیں اپنے قائدین میں سے شمار کرتا ہے۔ یہ مولانا عبدالباری صاحب علمائے دیوبند کے بارے میں اپنے اور اپنے اکابر اور علمائے فرنگی محل کا موقف ان الفاظ میں پیش کرتے ہیں:

”ہمارے اکابر نے اعیان علمائے دیوبند کی تکفیر نہیں کی ہے اس واسطے جو حقوق اہل اسلام کے ہیں ان کو ان سے کبھی محروم نہیں رکھا مولوی قاسم صاحب کے نام کے خط و کتابیں ہمارے پاس موجود ہیں“۔ (الطاری الداری: حصہ دوم: ص ۱۶ رحسنی پریس بریلی)

اس حوالے سے معلوم ہوا کہ مولانا عبدالباری اور ان کا خاندان علمائے دیوبند کو مسلمان سمجھتے تھے اور اس کی وجہ بھی لکھ دی کہ مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے خاندان کے دیرینہ تعلقات تھے اور خط و کتابت بھی ہوتی تھی انہیں خطوط کو پڑھ کر مولانا عبدالباری صاحب نے یہ اصولی موقف اپنایا۔

مولوی خلیل خان برکاتی بریلوی:

”فقیر کا موقف بفضلہٖ تعالیٰ بعد تحقیق صحیح کے اکابر علماء دیوبند یعنی مولوی اشرف علی صاحب مرحوم،

مولوی محمد قاسم صاحب مرحوم وغیرہ کے بارے میں یہ ہے کہ فقیر ان کو کافر و مرتد کہنے کے سخت خلاف ہے کیونکہ امر محقق یہی ہے پھر یوم قیامت کے ہولناک حالات کا اندیشہ اور اپنے دین و ایمان کا تحفظ اور حساب کے دن کی سہولت اسی میں ہے احادیث صحیحہ میں فرمایا گیا ہے کہ اس نشان کی زد میں دو میں سے ضرور آئے گا یا وہ جس کو کہا گیا یا جس نے کہا"۔ (انکشاف حق: ص ۳۷، ۳۸)

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ اور اکابر دیوبند کی تکفیر کرنے والوں کو نہ تو یوم حساب کا کوئی اندیشہ ہے نہ اپنے دین و ایمان کے تحفظ کی کوئی پرواہ۔

اسی طرح حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی عبارات کی توضیح میں لکھتے ہیں کہ:

"ان تصریحات کے بعد کون مسلمان باانصاف یہ کہے گا کہ مولوی محمد قاسم صاحب مرحوم کا یہ عقیدہ ہے کہ معاذ اللہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آخری نبی نہیں اس کو تو وہ خود صاف صاف تصریح فرما رہے ہیں کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جو آخری نبی نہ مانے وہ کافر ہے بلکہ اس میں تأمل کرے وہ بھی کافر ہے"۔

(انکشاف حق: ص ۱۱۴، ۱۱۵)

حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ:

قطب الاقطاب حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق لکھتے ہیں کہ:

"جو شخص مجھ سے محبت و عقیدت رکھے وہ مولوی رشید احمد صاحب سلمہ اور مولوی محمد قاسم صاحب سلمہ (جو کمالات ظاہری و باطنی کے جامع ہیں) میری جگہ بلکہ مجھ سے بلند مرتبہ سمجھے اگرچہ ظاہر میں معاملہ برعکس ہے کہ میں ان کی جگہ پر اور وہ میری جگہ پر ہیں۔ اور ان کی صحبت کو غنیمت سمجھے کہ ان کے ایسے لوگ زمانے میں نہیں پائے جاتے ہیں اور ان کی بابرکت خدمت سے فیض حاصل کرے اور سلوک کے طریقے (جو اس کتاب میں ہیں) ان کے سامنے حاصل کرے ان شاء اللہ بے بہرہ نہ رہے گا خدا ان کی عمر میں برکت دے اور معرفت کی تمام نعمتوں اور اپنی قربت کے کمالات سے مشرف فرمائے اور بلند مرتبوں تک پہنچائے اور ان کے نور ہدایت سے دنیا کو روشن کرے اور حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدقے میں قیامت تک ان کا فیض جاری رکھے"۔

(ضیاء القلوب: ص ۷۲، ۷۳)

حاجی امداداللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا مقام ومرتبہ خود بریلوی حضرات کے ہاں کیا ہے اس کے لیے بندہ صرف ایک حوالہ دینے پر اکتفاء کرے گا مشہور بدعتی عالم مولوی عبدالسمیع رامپوری صاحب حاجی صاحب کو ان القابات سے نوازتے ہیں:

''اختتام کلمات بکلمات طیبات مرشد زماں ہادی دوراں حضور مرشدی مولائی ثقتی ورجائی المشتہر بالالسنۃ والافواہ الحافظ الحاج المہاجر مولانا شاہ امداداللہ متع اللہ المسلمین بامدادہ وارشادہ وتقواہ''۔

(انوار ساطعہ: ص ۵۵۵ ضیاء القرآن پبلیکیشنز)

یاد رہے کہ ''ضیاء القلوب'' کو مولوی حنیف قریشی نے اپنی کتاب ''نداء الاخیار'' میں حاجی صاحب کی کتاب تسلیم کیا ہے اور یہ بھی تسلیم کیا ہے کہ مولانا نانوتوی صاحب سمیت جید اکابر دیوبند کے پیر ومرشد حاجی امداداللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ۔

یہاں اس بات کا ذکر بھی دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ حضرت حاجی صاحب نے ان دو حضرات کے لیے دعا کی کہ ان کا فیض تا قیامت جاری رہے الحمدللہ یہ اسی دعا کی برکت ہے کہ اعلیٰ حضرت سمیت ہر چھوٹے بڑے اعلیٰ حضرتی بریلوی نے ان علماء کو بدنام کرنے اور عوام میں ان کا اثر ورسوخ کم کرنے کی ہر ممکن اور سرتوڑ کوشش کی مگر الحمدللہ یہ اسی دعا کا اثر ہے کہ ان کا فیض ایسا جاری ہوا اور مسلک دیوبند کے اثر ورسوخ اور فیض رسانی کا اندازہ اس سے لگالیں کہ حال ہی میں ''تحفظ ناموس رسالت'' کے متعلق خود صاحبزادہ ابوالخیر یہ تسلیم کر چکے ہیں کہ اگر دیوبند اور دیگر جماعتیں ساتھ نہ دیتی تو ہم بریلوی اکیلے کبھی ناموس رسالت کے قانون کا تحفظ نہیں کر سکتے تھے، مگر کتنے افسوس کی بات ہے اور کس قدر ڈھٹائی اور سینہ زوری کا مظاہرہ ہے کہ جن کے دم خم سے اس ملک میں پیارے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تحفظ کا قانون موجود ہے آج انہیں کو گستاخان رسول کہا جاتا ہے۔

شرم تم کو مگر نہیں آتی

خلاصہ کلام: قارئین کرام غور فرمائیں!! کہ احمد رضا خان صاحب نے علمائے دیوبند کے لیے بالعموم اور مولانا نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے لیے بالخصوص یہ فتویٰ دیا کہ:

"یہ گستاخان رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں کافر مرتد ہیں ان کو مسلمان سمجھنے والا بلکہ ان کے کفر میں توقف کرنے والا بھی انہی کی طرف کافر و مرتد ہے ان کا ذبیحہ حلال نہیں ان کا نکاح کسی جانور سے بھی نہیں ہوتا ان کی توہین فرض ہے ان سے سلام کلام دعا جلوس سب حرام ہے معاذ اللہ"۔

مگر دوسری طرف نور بخش توکلی صاحب، خواجہ غلام فرید صاحب، فقیر محمد جہلمی صاحب، پیر کرم شاہ ازہری، مولوی دیدار علی، نذیر احمد دہلوی، علمائے فرنگی محل، مولانا فضل الرحمن گنج مرادآبادی، خواجہ قمر الدین سیالوی، خلیل الرحمن برکاتی جو حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کو کامل درجے کا مسلمان، ولی اللہ سمجھتے ہیں کیا یہ سب حضرات احمد رضا خان کے فتووں کی زد میں نہیں آتے؟ اور جو بریلوی ان حضرات کو اپنے اکابر میں تسلیم کرتے ہیں کیا وہ بھی احمد رضا خان صاحب کے فتووں سے کسی طرح بچ سکتے ہیں؟

محدث العصر حضرت امام رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سخت متبع شریعت تھے:

از خواجہ غلام فرید:

"تمام اکابر دیوبند میں سے مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ زیادہ سخت متبع تھے آپ رحمۃ اللہ علیہ کا درجہ اس قدر بلند ہے کہ حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کی ہجرت کے بعد ان کے تمام مریدین اور خلفاء کے ہندوستان میں سرپرست اور سربراہ مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ مانے جاتے ہیں۔ آپ پر اگرچہ شریعت کے معاملہ میں سخت احتیاط کا پہلو غالب تھا۔۔۔الخ"۔ (بحوالہ مقابیس المجالس: ص ۱۷۳)

نوٹ: خط کشیدہ جملہ کو بار بار پڑھیں اور صاحب حسام الحرمین کا نظریہ اور خواجہ صاحب کے نظریہ کا موازنہ کر کے فیصلہ کریں۔

فقیہ العصر مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا قلم عرش کے پرے چلتا ہے:

رضاخانی مفتی اعظم ہند مصطفیٰ رضاخان کا خلیفہ اجل مولوی عبدالوہاب قادری لکھتا ہے کہ:

''جس زمانے میں مسئلہ امکان کذب پر آپ (رشید احمد گنگوہی) کے مخالفین نے شور مچایا اور تکفیر کا فتویٰ شائع کیا سائیں توکل شاہ انبالوی کی مجلس میں کسی مولوی نے امام ربانی (رشید احمد گنگوہی) کا ذکر کیا اور کہا کہ امکان کذب باری کے قائل ہیں یہ سن کر سائیں توکل شاہ نے گردن جھکالی اور تھوڑی دیر مراقب رہ کر منہ اوپر اٹھا کر اپنی پنجابی زبان میں یہ الفاظ فرمائے:

''لوگو تم کیا کہتے ہو میں مولانا رشید احمد صاحب کا قلم عرش کے پرے چلتا ہوا دیکھ رہا ہوں''۔

(تذکرۃ الرشید: ج ۲ ص ۳۲۲)

نمبرا۔ سائیں توکل شاہ انبالوی ان پڑھ بے علم علمائے دیوبند کے پرستار فضلہ خوار ہیں''۔

(صاعقۃ الرضا علی اعداء المصطفیٰ المعروف مطالعہ بریلویت کی جھلکیاں ڈاکٹر خالد محمود اپنے علم دحواس کے آئینے میں: ص ۱۷۲، ۱۷۳ ربزم اعلیحضرت امام احمد رضا برانچ یوپی موڑ نارتھ کراچی)

نوٹ: الحمدللہ رضاخانی مولوی نے سائیں توکل شاہ انبالوی کی اس روایت کو درست تسلیم کرتے ہوئے اس بات کا اقرار کیا کہ سائیں توکل شاہ انبالوی علمائے دیوبند کے فضلہ خوار و پرستار تھے۔ اب آیئے ہم آپ کو بتاتے ہیں کہ یہ سائیں توکل شاہ انبالوی کون تھا؟۔ انبالوی صاحب بریلوی مولوی نور بخش [بخش] توکلی کا پیر و مرشد تھا نور بخش توکلی نے اپنے اس پیر کا تذکرہ تفصیل کے ساتھ اپنی کتاب: ''تذکرہ مشائخ نقشبند صفحہ ۴۸۱ تا ۶۹۲ مطبوعہ مشتاق بک کارنر لاہور'' پر کیا ہے۔ اقبال زید فاروقی نور بخش توکلی کے تذکرے میں لکھتے ہیں کہ:

''انبالہ میں ان دنوں حضرت سائیں توکل شاہ انبالوی رحمۃ اللہ علیہ روحانیت کی تعلیم کا مرکز تھے مولانا نے حضرت شاہ صاحب کے دست حق پرست پر بیعت کی اور اس نسبت سے آپ توکلی کہلائے''۔

(تذکرہ علمائے اہلسنت و جماعت لاہور: ص ۲۹۶ رمکتبہ نبویہ گنج بخش روڈ لاہور)

مورخ بریلویت عبدالحکیم شرف قادری نے نور بخش توکلی کو اپنے اکابر میں ذکر کر کے لکھا کہ:

''جن دنوں آپ محمڈن سکول انبالہ کے ہیڈ ماسٹر تھے حضرت خواجہ توکل شاہ رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۱۵ھ/۱۸۹۷ء) کے دست اقدس پر بیعت ہوئے اور خلافت واجازت سے سرفراز ہوئے''۔

(تذکرہ اکابر اہلسنت: ص ۵۵۹ نوری کتب خانہ لاہور)

بریلوی مسعود ملت پروفیسر مسعود لکھتا ہے:

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی جیسا متبحر عالم۔ (فتاویٰ مظہریہ: ص ۳۴۹)

مولانا گنگوہیؒ۔ (فتاویٰ مظہریہ: ص ۳۵۶)

پروفیسر صاحب نے حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کو نہ صرف متبحر عالم مانا بلکہ ان کے لیے رحمۃ اللہ علیہ کی دعا بھی کی۔

بریلوی شیخ الاسلام مولانا ابوالحسن زید فاروقی اپنے والد کے حوالے سے مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی دفات پر ان کے تاثرات یوں نقل کیے:

''مرگ مولوی رشید احمد زخمے است کہ مرہم ندارد، عالم صالح دیندار دریں وقت حکم عنقا دارد انا للہ وانا الیہ راجعون مردن ایں چنیں یک شخص از مردن یک ہزار بر دیندار سخت تر است''۔

(بزم خیر از زید: ص ۹۴، ۹۵ رشاہ ابوالخیر اکاڈمی دہلی)

مولانا رشید احمد گنگوہی کی وفات ایسا زخم ہے جس کا مرہم نہیں ایسا عالم صالح دیندار اس وقت عنقا کے حکم میں ہے انا للہ وانا الیہ راجعون اس جیسا ایک آدمی ایک ہزار دینداروں پر بھاری ہے۔

حکیم الامت مجدد دین وملت الشاہ مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

منظر الاسلام بریلی کے طالب علم کا اعتراف حق؛ حضرت مولانا اشرف علی تھانوی کی کرامت:

کرامت تو یہ تھی کہ جب میں بریلی میں منظر الاسلام اعلیٰ حضرت کے مدرسہ میں طالب علم تھا حضرت تھانوی صاحب مرحوم بریلی میں ایک جلسہ میں تقریر کے لیے تشریف لائے رضاخانی پارٹی ان کی آمد پر بہت خوش ہوئی اور مولوی حشمت علی صاحب نے مولانا صاحب سے مناظرہ کی خواہش کی تو آپ نے فرمایا فقیر کسی سے مناظرہ کرنے نہیں آیا۔ مولوی حشمت علی صاحب نے

حضرت مولانا امجد علی صاحب سے کہا اب کیا ہو؟ تو طلبا اور مولوی صاحب کی رائے یہ ہوئی کہ منور حسین (مجھ فقیر) کو ان کے جلسہ میں لے جاؤ۔ منور حسین بہت بے خوف اور حق گو ہے وہ ان کی تقریر میں موقع پا کر اعتراض کر دے گا میں حضرت مولانا صاحب کی بڑی تعریف سن چکا تھا اور یہ بھی جانتا تھا کہ انہوں نے ہندوستان کے ہندومت دوست مسلمانوں کو شرک و بدعت سے بچانے کی قابل قدر جدوجہد فرمائی ہے میں تو بڑا ہی خوش ہوا کہ آج ملاقات بھی ہوئی اور اگر موقع ملا تو کچھ نوک جھونک بھی، بہت سے طلبا میرے ساتھ ہو گئے۔ ہم دن دناتے جلسے میں پہنچ گئے جلسہ کرنے والے بڑے خلیق اور متواضع تھے انہوں نے یہ جانتے ہوئے کہ فلاں مدرسہ کے ہیں۔ ہمیں فراخدلی سے بٹھا دیا مگر خدائے تعالیٰ کی شان کہ مولانا موصوف دیکھنے میں تو بڑے سادھے معلوم ہوتے تھے گرمیوں کا زمانہ تھا موٹی ململ کا کرتا شاید شرع پاجامہ کپڑے کی دو پلی ٹوپی سر پر تھی گورے چٹے بھاری بھر کم سفید داڑھی، اللہ یحول بین المرء وقلبہ غالباً موضوع تھا۔ بھائی بندہ پرانا صوفی منش

کیا حقیقت دو جہان کی وسعتِ دل کے حضور	لا مکان اک مختصر گوشہ ہے اس تعمیر کا

یہ امیر مینائی کا شعر تو ویسے ہی گنگناتا ہی رہتا تھا میں تو دل کی دلپذیر تقریر سے بالکل بے خود ہو گیا۔ مولانا صاحب نہایت پر مغز اور مؤثر تقریر فرماتے رہے اور بندہ جھومتا رہا جب میرے شوق ھل من مزیں کے طبع تقاضوں کے باوجود تقریر ختم ہوئی تو مجھ سے رہا نہ گیا اور دوڑ کر سب سے پہلے خدمت میں جا کر سلام عرض کیا اور ہاتھ چومنے کی خواہش کی تو آپ نے مصافحہ سے شرف بخشا مگر کام دھن کو ترستا چھوڑا۔ میں اتنا تو پھر بھی عرض کر ہی دیا کہ جزاک اللہ خیر الجزاء۔ بہت مدت سے دل کے دریائے حقیقت کا دل متمنی تھا آپ نے خوش کر دیا۔ دل مردہ میں جان ڈال دی یہ سارا منظر منظر الاسلام کے طلباء بڑی حیرت سے دیکھتے رہے۔ جب میں اپنے ساتھیوں سے ہنستا ہوا ملا تو کہنے لگے میاں تم تو پکے دیوبندی بلکہ اشرفی نکلے میں نے کہا کہ حضرت پیر علی حسین شاہ صاحب کچھوچھے والوں سے تعلق کی وجہ سے اشرفی تو پہلے ہی تھا مگر اب تم نے مجھ کو دیوبندی اور ڈبل اشرفی بنا دیا پہلے تو پندرہ روپیہ کا تھا اور اب ۳۰ کا ہو گیا۔ خیر مجھے لعن ملامت کرنے لگے۔ میں نے بھی آیت کریمہ لا یخافون لومۃ لائم یعنی [ ] والے لعنت ملامت کی پرواہ نہیں کرتے اب پہنچے

ہم اعلیٰ حضرت کے پاس اور یہ وہاں لوگ بڑی شدومد سے انتظار کر رہے تھے۔ پوچھا پالا مار آئے۔ میں نے کہا میں مار آیا مگر دل کا موتی ہار آیا۔ مولوی حشمت علی صاحب دانت پیس کر بولے میاں یہ صوفی صاحب تو خود ان کی تقریر پر لٹو ہو گئے اور ہاتھ تک چومنے لگے۔ لوگوں نے کہا خاص کر حامد میاں صاحب جو ایسی باتیں پسند نہیں فرماتے تھے فرمانے لگے بھلا تم صوفی مست قلندر کو لے ہی کیوں گئے؟ یہ کسی فرقہ ورقہ میں قید ہونے والا بشر نہیں نہ ان کو عزت وذلت کا خیال ہے ان کو تو روحی چاٹ چاہیے۔ روحی چاٹ، میں نے کہا اگر آپ بھی ان کی تقریر دل سے سنتے تو ان کو کم از کم ہدیہ دل ضرور پیش کر آتے ہنس کر خاموش ہو گئے۔

(تقویۃ الایمان از منور حسین سیف السلام دہلوی: ص ۷۲، ۷۳)

مولانا عبد الباری فرنگی کا عقیدہ کہ مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف ''حفظ الایمان'' گستاخانہ عبارات سے پاک ہے:

''مولوی اشرف علی تھانویؒ کی حفظ الایمان کی گستاخانہ عبارت اعلیٰ حضرت امام رضا خان بریلوی علیہ الرحمۃ نے جب اپنے دوست مولانا عبد الباری فرنگی کو دکھائی تو انہوں نے فرمایا کہ مجھے اس میں کفر نظر نہیں آتا اعلیٰ حضرت نے ایک مثال دی پھر بھی انہوں نے نہ مانا اعلیٰ حضرت خاموش ہو گئے''۔ (سیرت انوار مظہریہ: ص ۲۹۲)

بہشتی زیور (مصنف حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ) کی توہین کرنے والوں پر مفتی مظہر اللہ کا فتویٰ:

''**الجواب:** بہشتی زیور کے متعلق ایسے ناپاک لفظ استعمال کرنا نہایت درجہ اس کی توہین ہے قائل پر توبہ لازم ہے۔ گو بعض مسائل اس میں اہل سنت والجماعت کے خلاف ہیں لیکن اکثر مسائل اہل سنت کے موافق ہیں جس کی وجہ سے ایسی توہین جائز نہیں''۔ (بحوالہ فتاویٰ مظہریہ: ج ۲ ص ۴۰۹)

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ ہر مسئلہ کو شرعی نقطہ نظر سے دیکھتے:

بریلوی استاذ العلماء فیض احمد گولڑوی لکھتے ہیں:

''حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ جو ہر مسئلہ کو خالص شرعی نقطہ نظر سے دیکھنے کے عادی تھے''۔

(حوالہ مہر منیر: ص ۲۶۸)

جو آدمی ہر مسئلہ کو شرعی نقطہ نظر سے دیکھے اس کے بارے میں یہ کہنا کہ وہ معاذ اللہ نبی کریم ﷺ کی توہین کرتا ہے کس قدر ظلم وافتراء عظیم ہے۔

آستانہ کرمانوالے کے تاثرات:

میاں شیر محمد شرقپوری نے ایک وفد دارالعلوم دیوبند بھیجا:

''حکیم محمد اسحاق مزنگ والے فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت سید نورالحسن شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ حکیم صاحب اور ایک ساتھی کے ہمراہ حضرت میاں صاحبؒ کے حکم کے مطابق دیوبند گئے۔ اور شیخ الحدیث حضرت مولانا انور شاہ کشمیریؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے جب حضرت مولاناؒ کو معلوم ہوا کہ یہ حضرات شرق پور سے تشریف لائے ہیں تو بے ساختہ فرمایا وہ جہاں اللہ کا شیر رہتا ہے۔ تمنا ہے کہ ان کی خدمت میں حاضر ہو کر شرف نیاز حاصل کروں۔ چنانچہ وہ حضرت قبلہؒ کی حاضری کے لیے شرق پور تشریف لائے اور بوقت روانگی حضرت قبلہؒ سے پیٹھ پر بغرض حصول فیوض و برکات ہاتھ پھیرنے کی خواہش فرمائی اور خوشی خوشی رخصت ہوئے''۔ (بحوالہ معدن کرم مشتمل براحوال وآثار کرمانوالے: ص ۱۳۷ رمؤلف: محمد اکرام عبدالعلیم قریشی رنیا ایڈیشن ۱۴ ذوالحجہ ۱۴۱۹ھ)

نوٹ: حضرت مولانا سید انور شاہ رحمۃ اللہ علیہ کو دو مرتبہ رحمۃ اللہ علیہ لکھنا اور وفد بھیجنا دارالعلوم دیوبند میں، اور حضرت کی خواہش کی تکمیل آپ رحمۃ اللہ علیہ کی پیٹھ پر ہاتھ پھیرنا اور حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا شرق پور جانا اور خوش خوش واپس شرق پور سے بھیجنا اس بات کی واضح دلیل ہے کہ دارالعلوم دیوبند کے علماء سے ان حضرات کو قلبی محبت تھی۔ علماء دیوبند کے خلاف بعض مکفرین کے فتاویٰ جات کو کوئی اہمیت نہ دیتے تھے۔

پیر طریقت شیر ربانی جناب شیر محمد شرق پوری کے تاثرات:

دربار شرق پور دیوبند میں چار نوری وجود کا اعتراف:

''مولانا مولوی انور علی شاہ صاحبؒ صدر مدرس دیوبند ہمراہ مولوی احمد علی صاحب مہاجر لاہوری شرقپور شریف حاضر ہوئے اور حضرت میاں صاحب کو بڑی ارادت کے ساتھ ملے آپ ان سے کچھ باتیں کرتے رہے اور شاہ صاحبؒ خاموش رہے پھر آپ نے مولانا انور شاہؒ کو بڑی عزت سے رخصت کیا۔ موٹر کے اڈے تک حضرت میاں صاحبؒ خود سوار کرانے کے لیے ساتھ تشریف لائے۔ شاہ صاحبؒ نے میاں صاحبؒ سے کہا آپ میری کمر پر ہاتھ پھیر دیں آپ نے ایسا ہی کیا اور رخصت کر کے واپس مکان پر تشریف لے آئے۔ بعد ازاں آپ نے بندہ سے فرمایا۔ حضرت شاہ صاحبؒ بڑے عالم ہو کر اور پھر میرے جیسے خاکسار سے فرما رہے تھے کہ میری کمر پر ہاتھ پھیر دیں اور حضرت میاں صاحبؒ نے فرمایا:

''کہ دیوبند میں چار نوری وجود ہیں ان میں سے ایک شاہ صاحبؒ ہیں''۔

(بحوالہ خزینہ معرفت: ص ۳۸۴، باب ۱۳، مرتب صوفی محمد ابراہیم صاحب۔ معدن کرم: ص ۱۳۷، ناشر کرمانوالہ بک شاہ)

نوٹ: اس کو بنظر غائر بار بار پڑھیں۔ ہم اس کو بلا تبصرہ ہی چھوڑتے ہیں قارئین ہی انصاف کریں۔

آمد برسر مطلب:

صفحات کی تنگی کی وجہ سے یہ چند حوالے نقل کر دیئے ہیں جو حضرات اس موضوع کو تفصیل سے پڑھنا چاہتے ہیں وہ استاذ العلماء سلطان المناظرین سیدی وسندی واستاذی حضرت مولانا منیر احمد اختر صاحب مدظلہ العالی کی مایہ ناز ولاجواب کتاب ''اکابرین دیوبند کیا تھے؟ مطبوعہ دار النعیم لاہور'' کا مطالعہ کریں۔ اب ہم مولوی کاشف اقبال رضاخانی صاحب اور ان تمام بریلوی مناظرین کہ جن کے سامنے جب یہ کہا جاتا ہے کہ نواب احمد رضا خان صاحب کے کفر و ایمان پر بات کریں تو فوراً اچھل پڑتے ہیں کہ آپ کے فلاں فلاں مولانا صاحب نے تو خان

صاحب کو مسلمان کہا پھر ان کے کفر وایمان پر کیسے بات کی جا سکتی ہے اب ببانگ دہل اعلان کریں کہ اکابر علمائے اہل السنت دیوبند مسلمان ہیں کیونکہ ہمارے فلاں فلاں مولانا صاحب نے ان کو مسلمان تسلیم کیا ہے۔ اگر کاشف اقبال صاحب نے یہ اصول واقعی ہی انصاف ودیانت کے تقاضوں کو مدنظر رکھتے ہوئے لکھا تھا تو اب اقرار کرے کہ میں علمائے دیوبند کی تکفیر وتضلیل سے توبہ کرتا ہوں کیونکہ میرے اکابر نے تو ان کو مسلمان کہا اور لکھا اور اکابر علمائے دیوبند کے خلاف لکھی جانے والی اپنی کتابوں کو دریا برد کرتا ہوں مگر ترجمان رضاخانیت کاشف اقبال صاحب ایسا کبھی نہیں کریں گے کیونکہ اگر یہ اختلاف ختم ہو گیا تو اس اختلاف کے نام پر جو عوام سے روٹیاں مانگی جاتی ہیں وہ کون دے گا؟

کاشف اقبال رضاخانی علماء یہود کے نقش قدم پر:

قارئین کرام! کاشف اقبال فیصل آبادی کا یہی اصول راقم نے ''سیف حق'' نامی ایک رسالہ میں پیش کیا تھا جو اس کے کلمہ حق کے جواب میں تھا اب بجائے یہ کہ یہ مولوی اس اصول کو تسلیم کرتا اس نے جب اس مضمون (جس میں یہ اصول نقل کیا تھا) کو الگ سے ''سبز عمامے کا جواز'' کے نام سے شائع کیا تو اس پوری عبارت کو ہی غائب کر دیا۔ ملاحظہ ہو سبز عمامے کا جواز صفحہ ۳۶ رمیلاد پبلیکیشنز لاہور جون ۲۰۱۱۔ بریلویوں کی اس قسم کی تحریفات کی تفصیل کے لیے راقم الحروف کا قسط وار مضمون ''رضاخانی علماء یہود کے نقش قدم پر'' مجلہ نور سنت میں ملاحظہ فرمائیں۔ آخر میں مولوی عبدالوہاب قادری سے بھی ہماری گزارش ہے جو لکھتا ہے:

''یہ آسمان علم وعرفان کے روشن ستارے ان کے علم وفہم کے مقابل ڈاکٹر خالد محمود اینڈ پارٹی کی حیثیت کا اندازہ لگائیے پھر معاذ اللہ خالد محمود کی تصدیق کیجیے تو علمائے اعلام اساطین اسلام کی تکذیب وانکار کیجیے لاجرم کہنا پڑے گا کہ ڈاکٹر کذاب ومفتری علم وعقل سے عاری ہے''۔

(صاعقۃ الرضا: ص ۱۳)

تو آسمان علم وعرفان کے ان چمکتے دمکتے ستاروں کے سامنے موجودہ بریلوی خفاشوں کی کیا

حیثیت واوقات بریلوی حضرات یاتو اپنے ان موجودہ ننھے منے نام نہاد محققین ومناظرین کی تصدیق کریں یا اپنے اکابر کی تکذیب جو علمائے دیوبند کی تعریف ومدح سرائی میں رطب اللسان ہیں لا جرم ماننا پڑے گا کہ کاشف اقبال، غلام مہر علی، اوکاڑوی اوران جیسے کذاب ومفتری علم وعقل سے عاری ہیں۔

ابن ماسٹر شفیع اوکاڑوی علامہ کوکب نورانی اوکاڑوی کے حوالہ جات پر ایک نظر:

مولانا محمد شفیع اوکاڑوی کچھ عرصہ ستلج کاٹن ملز سے ملحقہ ہائی اسکول میں معلم اسلامیات کی حیثیت سے کام کرتے رہے...... مولوی صاحب آپ کو کیا تنخواہ ملتی ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ نوے روپے آپ نے فرمایا صرف نوے روپے؟ آپ کی تنخواہ چارسو روپیہ ہونی چاہیے مولانا یہ سن کر خوش تو ہوئے لیکن گہری سوچ میں ڈوب گئے کہ یہ تو بڑی بات ہے تھوڑی دیر کے بعد حضرت صاحبؒ نے دریافت کیا کہ کبھی کراچی بھی گئے؟ انہوں نے جواب دیا کہ نہیں حضور کراچی جانے کا کبھی اتفاق نہیں ہوا آپ نے فرمایا کہ برخوردار کراچی جانا چاہیے کچھ دنوں کے بعد بعض دوستوں کی دعوت پر بعزم کراچی روانہ ہو گئے وہاں پر ان کو ایک ماہ تک رکنا پڑا اور کئی تقریبات میں شمولیت کی بالآخر میمن مسجد کے خطیب منتخب ہو گئے اوران کی ماہوار تنخواہ حضرت صاحبؒ کے ارشاد عالیہ کے مطابق چارسو روپیہ مقرر ہوئی''۔

(معدن کرم:ص ۲۴۷ غیر تحریف شدہ ایڈیشن کرمانوالہ بک شاپ)

اگر رضاخانی حضرات ماسٹر امین اوکاڑوی کہہ سکتے ہیں تو اس حوالے کی رو سے ہمارا ماسٹر شفیع اوکاڑوی کہنے پر بھی ان کو ناراض نہیں ہونا چاہیے ویسے غور فرمائیں جب تک ماسٹر شفیع صاحب معمولی نعت خواں تھے تو نوے روپے ماہوار اور جیسے ہی علمائے اہل سنت کے خلاف خطیب و مصنف بن کر محاذ کھولا تو چارسو روپے ماہوار اس صورت حال میں کسی پیٹ پرست مولوی کا دماغ خراب ہے جو اس اختلاف کو ختم کرنے کا تصور بھی دل میں لائے۔ ان شفیع اوکاڑوی صاحب کو

آج کل ان کے فرزند مولانا کوکب نورانی صاحب پریس ومیڈیا کے زور پر ''مجدد مسلک اہل سنت'' ثابت کرنے کی کوشش میں لگے ہوئے ہیں بیٹے کی طرف سے باپ کو دیئے گئے اس لقب کا جو آپریشن بریلوی مفتی اعظم مفتی اقتدار خان نعیمی ابن مفتی احمد یار گجراتی نے ''حرمت سیاہ خضاب صفحہ ۶، ۷ / مطبوعہ نعیمی کتب خانہ گجرات'' پر کیا ہے وہ دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے۔

بہر حال مولانا کوکب نورانی نے عنوان دیا:

اعلیٰ حضرت بریلوی کے بارے میں علمائے دیوبند کے تاثرات (فہرست):

اعلیٰ حضرت...... کی دینی استقامت، عشق رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) فقہی مرتبہ اور علمی عظمت وکمال کے لیے ذرا علمائے دیوبند ہی کی رائے ملاحظہ کیجیے''۔ (سفید وسیاہ: ص ۱۱۲ / ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور)

پھر اس عنوان کے بعد دوسرے نمبر پر حوالہ ابو الاعلی مودودی صاحب کا دیا اور انہیں علمائے دیوبند کے کھاتے میں ڈال دیا اگر یہی حرکت کوئی سنی مسلمان عالم دین کرتا تو رضاخانیوں کی طرف سے لعن طعن کی صرف صغیر صرف کبیر شروع ہو جاتی مگر یہاں چونکہ معاملہ اپنا ہے اس لیے لکڑ ہضم پتھر ہضم۔

خان صاحب کی توثیق پر حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا حوالہ:

مولانا کوکب نورانی صاحب نے جناب نواب احمد رضا خان صاحب کے بارے میں حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا قول پیش کیا کہ:

''احمد رضا خان صاحب عاشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے اس نے اگر ہماری تکفیر کی تو عشق رسالت کی بناء پر کی کسی اور غرض سے نہیں کی''۔ (سفید وسیاہ ملخصاً: ص ۱۱۴)

اس کے ثبوت کے لیے حوالہ مولوی اوکاڑوی نے مولانا کوثر نیازی مودودی آف پیپلز پارٹی اور چٹان لاہور ۲۳ / اپریل ۱۹۶۲ کا دیا چٹان کا یہ حوالہ عبد الحکیم اختر شاہ جہاں پوری نے اعلیٰ حضرت کا فقہی مقام صفحہ ۱۱۰ پر بھی نقل کیا۔

اس قسم کے بناوٹی حکایات پر علامہ خالد محمود صاحب مدظلہ العالی تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے

ہیں:

''اب آپ غور فرمائیں مولانا کوثر نیازی کے اس بیان میں کیا ذرہ صداقت ہوسکتی ہے؟ مولانا تھانوی کو اچھی طرح معلوم تھا کہ مولانا احمد رضا خان نے حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی کی تحذیر الناس کے تین مختلف مقامات سے عبارت لے کر ایک کفریہ عبارت بنائی اور اس پر کفر کے فتوے حاصل کیے کیا یہ بد دیانتی بھی مولانا احمد رضا خان صاحب نے عشق رسول کے جذبے میں کی تھی؟ پھر حضرت مولانا خلیل احمد محدث سہارنپوری نے جب المہند میں بات کھول دی اور اس پر حضرت مولانا تھانوی نے بھی دستخط فرما دیئے تو اب کون کہہ سکتا ہے کہ مولانا تھانوی کی مولانا احمد رضا خان کے اس دجل وفریب پر نظر نہ تھی۔ سو ایسی حکایات جو ان حضرات کے نام سے لوگوں نے بنا رکھی ہیں ہرگز لائق اعتبار نہیں جو حضرت مفتی محمد شفیع صاحب کے نام سے وضع کی گئی ہوں یا شیخ الحدیث والتفسیر مولانا محمد ادریس کاندھلوی کے نام سے، ان میں ذرا بھی صداقت نہیں ہے مولانا احمد رضا خان نے علمائے دیوبند کے بارے میں جو حرکت شنیعہ کی وہ بد دیانتی پر مبنی تھی اور علمائے دیوبند بھی اس میں کسی خوش فہمی میں نہ تھے''۔ (مطالعہ بریلویت: ج ۵ ص ۸۴)

احمد رضا خان صاحب کے عقائد باطل تھے مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ:

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''پچھلے دنوں ایک خط احمد رضا خان صاحب کے مرید کا آیا تھا جس میں لکھا تھا کہ میں پچیس سال سے مولوی احمد رضا خان صاحب سے مرید تھا اب ان عقائد باطلہ سے توبہ کرتا ہوں اور حضرت سے بیعت کی درخواست کرتا ہوں میں نے جواب لکھ دیا کہ تعجیل مناسب نہیں''۔

(ملفوظات حکیم الامت: ج ۷ ص ۱۳)

اس ارشاد میں حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے تسلیم فرمایا کہ مولانا احمد رضا خان صاحب کے عقائد باطلہ تھے عقائد حقہ نہ تھے ورنہ آپ اس شخص کو لکھ بھیجتے کہ خدا کا خوف کرو احمد رضا خان جیسے عاشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عقائد کو باطل کہتے ہو آپ کا اس پر نکیر نہ کرنا اس حقیقت کو تسلیم کرنا ہے کہ احمد رضا خان باطل عقائد کا حامل تھا۔ باقی یہ جو کہا کہ تعجیل مناسب نہیں یہ اس لیے تھا کہ کوئی یہ

نہ سمجھے کہ حضرت کو مریدوں ہی کی طلب اور پیاس رہتی ہے گویا آپ اسی انتظار میں بیٹھے ہیں ۔اس لیے کہا کہ پہلے استقامت دکھاؤ اس کے بعد بیعت کرلوں گا۔

بریلوی اور حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ:

حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے ایک دفعہ فرمایا کہ:

"یہ اہل بدعت اکثر بدفہم ہوتے ہیں بوجہ ظلمت بدعت کے..... علوم وحقائق سے کورے ہوتے ہیں ..... ویسے ہی لغویات ہانکتے رہتے ہیں جس کے سر نہ پیر..... مثلاً حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو علم غیب محیط ہے اور یہ کہ حضور کا مماثل پیدا کرنے کی اللہ تعالیٰ کو قدرت نہیں ..... اس قسم کے ان کے عقائد ہیں اور اب تو اکثر بدعتی شریر بلکہ فاسق فاجر ہیں"۔ (ملفوظات: ج ۷ ص ۲۳)

اور یہ عقائد مولانا احمد رضا خان بریلوی کے بھی ہیں تو حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ تو مولانا احمد رضا خان بریلوی کو علم سے کورا لغویات ہانکنے والا، فاسق وفاجر شخص قرار دے رہے ہے۔

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے خان صاحب کے اشعار پر فتویٰ:

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے خان صاحب کے یہ اشعار پیش ہوئے:

میں تو مالک ہی کہوں گا کہ ہو مالک کے حبیب	کیونکہ محبوب ومحب میں نہیں میرا تیرا

(حدائق بخشش: ج ۱ ص ۱ ر مدینہ پبلشنگ کراچی)

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے ان اشعار پر یہ فتویٰ دیا:

"اس صورت میں اس شعر کا بنانے والا مشرک اور خارج از اسلام سمجھے جانے کے قابل ہے۔ دوسرے شعر میں لفظ مالک خدا کے معنوں میں استعمال ہوا ہے اور اس صورت میں شعر کا مطلب صاف لفظوں میں یہ ہوا کہ حضرت شیخ محبوب الٰہی ہیں اور محبوب ومحب میں کوئی فرق نہیں ہوتا لہٰذا حضرت شیخ بھی معاذ اللہ خدا ہوئے اور میں تو خواہ کچھ ہی خدا ہی کہوں گا اس اصرار علی الشرک کی وجہ سے بھی اسی فتوے کے مستوجب ہیں جو شعر اول کے متعلق دیا جاچکا ہے اور کسی تاویل سے یہ حکم بدل نہیں سکتا اس لیے کہ یہ الفاظ بالکل صاف ہیں"۔

(امداد الفتاویٰ: ج ٦ ص ٧٦، ٧٧ مطبوعہ دار العلوم کراچی)

کیا اس واضح فتوے کے بعد بھی کوئی کہہ سکتا ہے کہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے احمد رضا خان کو عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم تسلیم کیا؟ حیرت ہے کہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے تیس جلدوں پر مشتمل ملفوظات بتیس جلدوں پر خطبات ہزار سے زائد تصنیفات میں تو کہیں بھی ایسی کوئی بات نہیں ملتی مگر ان کی وفات کے بعد نا معلوم مریدوں کے خطوط بریلویوں کو موصول ہونا شروع ہو جاتے ہیں کہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ مولانا احمد رضا خان صاحب کو معاذ اللہ عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم مانتے ہیں۔

مولانا کوثر نیازی آف پیپلز پارٹی کی حقیقت:

یہ جعلی حکایات بنانے والے مولانا کوثر نیازی بریلوی کے بارے میں راقم الحروف سے حضرت مفتی نجیب اللہ صاحب عمر مدظلہ العالی نے بیان فرمایا کہ حکیم محمود احمد برکاتی صاحب مرحوم سے جب ایک نشست میں کوثر نیازی صاحب کا تذکرہ چل پڑا تو واللہ تاللہ باللہ حکیم صاحب (جن کا تعلق خیر آبادی سلسلے سے ہے) نے مجھ سے بیان فرمایا کہ وزارت کے دوران کوثر نیازی نے کراچی میں ایک کمرے کا مکان کرایہ پر لیا ہوا تھا جہاں شراب کباب اور مجرے کا دور چلتا اور زنا ہوتا۔ العیاذ باللہ۔

مولانا کوثر نیازی کٹر بریلوی رضاخانی تھے:

اس قسم کے حوالوں کی بنیاد پر رضاخانی عوام کو یہ دھوکا دیتے ہیں کہ مولوی کوثر نیازی دیوبندی تھا حالانکہ اس اصول کے تحت نیازی کا کٹر رضاخانی اور بریلوی ہونا ثابت ہوتا ہے اور حقیقت بھی یہی تھی رضاخانی نیازی کو اپنے مجلسوں میں بطور مہمان خصوصی بلایا کرتے تھے ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کے ایک اجلاس میں وہ یوں خطاب کرتے ہیں:

''مولانا کوثر نیازی نے مہمان خصوصی کی حیثیت سے اپنی تقریر کا آغاز اس جملے سے کیا کہ عاشق رسول وہی شخص ہو سکتا ہے جو ناموس رسالت پر مر مٹنا جانتا ہو۔ انہوں نے کہا کہ امام احمد رضا ایک

سچے عاشق رسول تھے۔ان کا سرمایہ حیات عشق رسول تھا اور وہ زندگی بھر لوگوں کو حب رسول کا سبق دیتے رہے۔مولانا کوثر نیازی نے کہا کہ امام خمینی کا فتوئی شاتم رسول رشدی پر کل کی بات ہے لیکن امام احمد رضا نے اب سے ۷۰،۸۰ سال قبل گستاخان رسول پر جو فتوی دیا تھا وہ ہم سب کے لیے قابل مطالعہ ہے۔مولانا کوثر نیازی نے برملا اس حقیقت کا اعتراف کیا کہ اعلیٰ حضرت شاہ احمد رضا خاں کی تصانیف جوں جوں میرے مطالعہ میں آرہی ہیں توں توں ان کی عظمت و بزرگی ،جلالت علمی، بحر ذکاوت، دانائی تقوی کا احسان بڑھتا جارہا ہے۔انہوں نے کہا کہ دوقومی نظریہ کے سلسلہ میں امام احمد رضا مقتداء ہیں اور علامہ اقبال اور قائداعظم محمد علی جناح مقتدی ہیں ۔انہوں نے اعلیٰ حضرت کے مشہور زمانہ سلام ''مصطفیٰ جان رحمت پر لاکھوں سلام'' کو اردو زبان کا قصیدہ بردہ شریف قرار دیا ہے اور کہا کہ یہ سلام آفاقی ہے۔جس کی نظیر نہیں ملتی۔مولانا نے مزید کہا کہ امام احمد رضا پر جو شدت کا بہتان لگایا جاتا ہے اور جس کی دہائی دی جاتی ہے وہ ان کا عشق رسول ہے''۔

(تاریخ وکارکردگی ادارہ تحقیقات امام احمد رضا: ص ۷۰،۷۱ ،از ڈاکٹر مجید اللہ قادری بریلوی ،مطبوعہ ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی ۲۰۰۵)

سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب حوالہ:

مولانا کوکب اوکاڑوی سید سلیمان ندوی کی طرف منسوب کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''اس احقر نے جناب مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی مرحوم کی چند کتابیں دیکھیں تو میری آنکھیں خیرہ ہوکر رہ گئیں حیران تھا کہ یہ واقعی مولانا بریلوی صاحب مرحوم کی ہیں جن کے متعلق کل تک یہ سنا تھا کہ وہ صرف اہل بدعت کے ترجمان ہیں اور صرف چند فروعی مسائل تک محدود ہیں مگر آج پتہ چلا کہ نہیں ہرگز نہیں یہ اہل بدعت کے نقیب نہیں بلکہ یہ تو عالم اسلام کے اسکالر اور شاہ کار نظر آتے ہیں جس قدر مولانا (احمد رضا) مرحوم کی تحریروں میں گہرائی پائی جاتی ہے اس قدر گہرائی تو میرے استاد مکرم جناب مولانا شبلی نعمانی صاحب اور حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی اور مولانا محمد الحسن صاحب دیوبندی اور حضرت مولانا شیخ التفسیر علامہ شبیر احمد عثمانی کی

کتابوں کے اندر بھی نہیں جس قدر مولانا بریلوی کی تحریروں میں ہے“۔

(ماہنامہ ندوہ اگست: ص ۱۷/اگست ۱۹۱۳ بحوالہ سفید و سیاہ: ص ۱۱۲، ۱۱۳)

یہی حوالہ معارف رضا میں بحوالہ طمانچہ صفحہ ۳۵ میں بھی دیا گیا اور وہاں حوالہ میں حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ۔ (معارف رضا: ص ۲۵۳ شمارہ یازدہم ۱۹۹۱ء)

مگر اوکاڑوی نے اپنے ہاتھ کا کرتب دکھا کر ”علیہ الرحمۃ“ کو ایسے غائب کیا کہ اب دوربین لگانے پر بھی آپ کو نظر نہیں آئے گا۔ اس تحریف کی ضرورت اس لیے پیش آئی کہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات ۱۹۴۳ء میں ہوئی ۱۹۱۳ کے ندوہ رسالہ میں ان کی وفات سے ۳۰ سال قبل ہی رسالے میں ان کے ساتھ ”علیہ الرحمۃ“ لکھنا ہی اس کے جھوٹ کا پول کھولنے کے لیے کافی ہے۔ پھر اس ندوہ رسالے میں احمد رضا خان صاحب کو ”مرحوم“ لکھا گیا ہے حالانکہ خان صاحب کا انتقال ۱۹۲۱ء میں ہوا وفات سے ۸ سال قبل ہی ان کو مرحوم لکھ دینا اس حوالے کا میڈ ان بریلوی ہونے کی چغلی کھا رہا ہے۔ پھر اگر خان صاحب کی کتب اتنی ہی اعلیٰ پائے کی تھیں کہ ندوی مرحوم ان جلیل القدر علمائے دیوبند (علامہ تھانوی، شیخ الہند و علامہ عثمانی رحمۃ اللہ علیہم اجمعین) پر ترجیح دے رہے ہیں تو ندوی مرحوم کی کسی ایک کتاب کا حوالہ دیں جس میں ندوی رحمۃ اللہ علیہ نے خان صاحب کی ان تحقیقات کا حوالہ دیا ہو یا ان سے استفادے کا کہا ہے۔ جھوٹ بولنے کے لیے بھی سلیقہ چاہیے یہ حوالہ بالکل جعلی اور من گھڑت ہے۔

یہ جعلی حوالہ عبدالوہاب قادری کی صاعقۃ الرضا صفحہ ۱۵۸ پر بھی دیا گیا ہے۔

شبلی نعمانی صاحب کی طرف منسوب جعلی حوالہ:

کوکب نورانی صاحب لکھتے ہیں:

”سیرۃ النبی نام کی مشہور کتاب لکھنے والے جناب شبلی نعمانی فرماتے ہیں:

مولوی احمد رضا خان صاحب بریلوی جو اپنے عقائد میں سخت متشدد ہیں مگر اس کے باوجود مولانا صاحب کا علمی شجرہ اس قدر بلند درجہ کا ہے کہ اس دور کے تمام عالم دین اس (مولانا احمد رضا خان

صاحب) کے سامنے پرکاہ کی بھی حیثیت نہیں رکھتے اس احقر نے بھی آپ (فاضل بریلوی) کی متعدد کتابیں جس میں احکام شریعت اور دیگر کتابیں بھی شامل ہیں اور نیز یہ کہ مولانا کے زیر سرپرستی ایک ماہوار رسالہ الرضا بریلوی سے نکلتا ہے جس کی چند قسطیں بغور وخوض دیکھی ہیں جس میں بلند پایا مضامین ہوتے ہیں''۔ (رسالہ ندوہ: اکتوبر ۱۹٦۴ء ص ۱۷، بحوالہ سفید وسیاہ: ص ۱۱۳)

معارف رضا صفحہ ۲۵۴ پر ندوہ کا سن اشاعت ۱۹٦۴ کی جگہ ۱۹۱۴ ہے اور یہی صحیح ہے یہی حوالہ طمانچہ صفحہ ۳۴/۳۴ اور صاعقۃ الرضا صفحہ ۱۵۹ پر بھی دیا گیا ہے۔

شبلی نعمانی صاحب کی طرف منسوب اس جعلی روایت کے من گھڑت ہونے کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ اس میں جس کتاب ''احکام شریعت'' کا تذکرہ ہے اس میں ۱۳۳۷ھ، ۱۳۳۸ھ، ۱۳۳۹ھ تک کے سوالات موجود ہیں بلکہ اس کتاب میں موجود ایک رسالہ کا تاریخی نام الرمز المرصف علی سوال مولانا السید آصف ۱۳۳۹ھ ہے (احکام شریعت: ص ۲۱۰) یعنی احمد رضا خان کی وفات ۱۹۲۰ء سے ایک سال قبل ۱۹۱۹ء کے سوالات بھی موجود ہیں تو جو کتاب ۱۹۱۹ء تک چھپی ہی نہیں اسے شبلی نعمانی نے ۱۹۱۴ میں کیسے پڑھ لیا؟ خدا کے بندوں جھوٹ بولنے کا بھی کوئی سلیقہ ہوتا ہے۔ پھر اگر شبلی نعمانی واقعی ہی احمد رضا خان صاحب کو اتنا بڑا طرم خان سمجھتے تو اپنے شاگردوں سے ضرور ان کا تذکرہ کرتے مگر ماقبل میں بریلویوں ہی کا حوالہ گزر چکا ہے کہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ احمد رضا خان کو نہیں جانتے تھے۔ پھر شبلی صاحب کی طرف منسوب اس جملے: ''مولانا صاحب کا علمی شجرہ اس قدر بلند درجہ کا ہے کہ اس دور کے تمام عالم دین اس (مولانا احمد رضا خان صاحب) کے سامنے پرکاہ کی بھی حیثیت نہیں رکھتے'' اس کے جھوٹا ہونے کے لیے کافی ہے کیونکہ احمد رضا خان نے جس نقی علی خان صاحب سے علم حاصل کیا اس کا ہندوستان کی علمی دنیا میں کوئی تعارف نہیں۔ مگر بریلوی حضرات کی ذہنیت کا اندازہ لگائیں کہ ان جھوٹے اقوال پر کس طرح رائی کا پہاڑ کھڑا کر دیا چنانچہ عبدالوہاب خان قادری خلیفہ مجاز مصطفیٰ رضا خان لکھتا ہے:

ڈاکٹر صاحب! بار بار اس عبارت کو غور سے پڑھیں شاید ''پرکاہ'' کا مطلب آپ نہ سمجھ سکیں

پرکاہ تنکے کو کہتے ہیں یہ آپ کے مسلمہ سند یافتہ شمس العلماء شبلی نعمانی میں جو متعدد کتب کے مصنف ہیں (مگر کسی ایک کتاب میں احمد رضا جیسے نام نہاد محقق سے اس اعتراف کے باوجود استفادہ نہیں کیا۔ از ناقل) سیرۃ النبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) بھی ان کی لکھی ہوئی ہے یہ فرمار ہے ہیں اس دور کے تمام عالم دین اس مولوی احمد رضا خان صاحب کے سامنے پرکاہ کی بھی حیثیت نہیں رکھتے اس دور کے عالم دین کہلانے والوں میں آپ کے اکابر واصاغر سب داخل ہیں“۔

(صاعقۃ الرضا علی اعداء المصطفیٰ: ص ۱۵۹، ۱۶۰)

اندازہ لگائیں جو حضرات آج اس جدید میڈیا دور میں بھی ایسے جھوٹے بناوٹی حوالے تیار کر کے اس پراتنی بڑی عمارت پروپیگنڈے کی تعمیر کر سکتے ہیں وہ اگر حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف جعلی فتویٰ یا علمائے دیوبند پر جعلی الزامات منسوب کردیں تو کیا بعید ہے؟

علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب جعلی حوالہ:

مولانا کوکب نورانی صاحب لکھتے ہیں:

”جناب محمد انور شاہ کشمیری (صدر مدرس دارالعلوم دیوبند) فرماتے ہیں جب بندہ ترمذی شریف اور دیگر کتب احادیث کی شروح لکھ رہا تھا تو حسب ضرورت احادیث کی جزئیات دیکھنے کی ضرورت پیش آئی تو میں نے شیعہ حضرات واہل حدیث و دیوبندی حضرات کی کتابیں دیکھیں مگر ذہن مطمئن نہ ہوا بالآخر ایک دوست کے مشورے سے مولانا احمد رضا خان بریلوی کی کتابیں دیکھیں تو میرا دل مطمئن ہوگیا کہ میں اب بخوبی احادیث کی شرح بلا جھجک لکھ سکتا ہوں واقعی بریلوی حضرات کے سرکردہ عالم مولانا احمد رضا خان صاحب کی تحریریں شستہ اور مضبوط ہیں جسے دیکھ کر یہ اندازہ ہوتا ہے کہ یہ مولوی احمد رضا خان صاحب ایک زبردست عالم دین اور فقیہ ہیں“۔ (ماہنامہ ہادی دیوبند: جمادی الاولیٰ ۱۳۳۰ھ/ص ۲۱ بحوالہ سفید وسیاہ: ص ۱۱۴۔ معارف رضا: ص ۲۵۲، ۲۵۳۔ طمانچہ: ص ۳۹۔ صاعقۃ الرضا: ص ۱۶۲، ۱۶۳)

حضرت علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ جیسے جلیل القدر محدث کا حدیث کی جزئیات کے لیے

شیعہ وغیر مقلدین کی شروحات کی طرف مراجعت کرنا ہی اس روایت کے جھوٹے وجعلی ہونے کی دلیل ہے۔اس روایت کو گھڑنے والا اتنا جاہل ہے کہ وہ شروحات لکھنے کی نسبت بار بار حضرت کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کی طرف کررہا ہے حالانکہ حضرت کشمیری رحمۃ اللہ علیہ نے کبھی کوئی حدیث کی شرح نہیں لکھی بلکہ ان کے شاگردوں نے ان کی تقاریر کو جمع کر کے شائع کیا یعنی حضرت کشمیری کی تصانیف نہیں بلکہ امالی ہیں۔نیز ہم پوری رضا خانیت کو چیلنج کرتے ہیں کہ احمد رضا خان نے جو شروحات احادیث لکھی ہیں جن کی طرف علامہ کشمیری جیسا آدمی مراجعت کرتا تھا وہ کہاں ہیں کس نے طبع کی ہیں کہاں سے دستیاب ہوں گی؟ علامہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ نے ترمذی کی شرح لکھنے کی بات کی ہے کہ اس کے لیے احمد رضا خان کی طرف مراجعت کرنا پڑی حالانکہ احمد رضا خان کی ترمذی کی نام نہاد شرح تو ان کے بیٹوں سے لیکر آج تک کے رضا خانیوں نے حقیقت میں کیا خواب میں بھی نہیں دیکھی ہوگی تو علامہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ نے کہاں سے دیکھ لی؟ سچ کہا ۔

دروغ گورا حافظہ نہ باشد

ویسے ان جعلی حوالوں سے علمائے دیوبند کا صاحب کشف ہونا تو کم سے کم ثابت ہورہا ہے کہ جن کتابوں کو دنیا پر وجود ہی نہیں اور جو آگے چل کر کئی سال بعد طبع ہو کر معرض وجود میں آنی تھیں انہیں یہ اکابر پہلے ہی سے دیکھ لیتے تھے۔

مولانا اعزاز علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب جھوٹا حوالہ:

"دارالعلوم دیوبند کے شیخ الادب جناب اعزاز علی فرماتے ہیں کہ احقر یہ بات تسلیم کرکرنے پر مجبور ہے کہ اس دور کے اندر اگر کوئی محقق اور عالم دین ہے تو وہ احمد رضا خان بریلوی ہے کیونکہ میں نے مولانا احمد رضا خان کو جسے ہم آج تک کافر بدعتی مشرک کہتے رہے ہیں بہت وسیع النظر اور بلند خیال علو ہمت عالم دین صاحب فکر ونظر پایا آپ (فاضل بریلوی) کے دلائل قرآن وسنت سے متصادم نہیں بلکہ ہم آہنگ ہیں لہٰذا میں آپ کو مشورہ دوں گا اگر آپ کو کسی مشکل مسئلہ میں کسی قسم کی الجھن درپیش ہو تو آپ بریلی میں جا کر مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی سے تحقیق کریں"۔(

رسالہ النور تھانہ بھون: شوال المکرم ۱۳۴۲ھ رص ۴۰ ربحوالہ سفید و سیاہ: ص ۱۱۴۔ معارف رضا: ص ۲۵۲۔ طمانچہ: ص ۴۰۔ صاعقۃ الرضا: ص ۱۶۳، ۱۶۴)

یہ رسالہ النور کس کا ہے؟ کس نے لکھا؟ اس کی کیا حیثیت ہے؟ ان رضا خانیوں نے کبھی خود بھی یہ حوالہ دیکھا ہے؟ اس جعلی روایت کو گھڑنے والے کو اتنا بھی علم نہیں کہ ان کا امام احمد رضا ۱۳۴۰ میں وفات پا گیا تھا تو دو سال بعد ۱۳۴۲ میں کیا مولانا اعزاز علی احمد رضا خان صاحب کی قبر میں بوسیدہ ہڈیوں سے علمی استفادہ کرنے کا مشورہ دے رہے ہیں؟ ؂ شرم تم کو مگر نہیں آتی

اس کے جھوٹا ہونے کا ایک اور ثبوت یہ ہے کہ مولانا اعزاز علی کی طرف منسوب یہ قول: ''آپ (فاضل بریلوی) کے دلائل قرآن وسنت سے متصادم نہیں بلکہ ہم آہنگ ہیں'' حالانکہ مولانا اعزاز علی نے فتاویٰ دار العلوم دیوبند میں جگہ جگہ علم غیب، حاضر ناظر، مختار کل اور بدعات پر احمد رضا خان کے دلائل کا رد کیا ہے۔

علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب جعلی حوالہ:

''جناب شبیر احمد عثمانی فرماتے ہیں مولانا احمد رضا خان کو تکفیر کے جرم میں برا کہنا بہت ہی برا ہے کیونکہ وہ بہت بڑے عالم دین اور بلند پایہ محقق تھے مولانا احمد رضا خان کی رحلت عالم اسلام کا بہت بڑا سانحہ ہے جسے نظر انداز نہیں کیا جاسکتا''۔

(ماہنامہ ہادی دیوبند: ذوالحجہ ۱۳۶۹ھ رص ۲۱ ربحوالہ سفید و سیاہ: ص ۱۱۶۔ صاعقۃ الرضا: ص ۱۶۴)

مولانا احمد رضا خان کی وفات ۱۳۴۰ھ میں ہوئی تو وفات کے ۲۹ سال بعد ۱۳۶۹ھ میں ان کے سانحہ ارتحال پر افسوس کرنا پکار پکار کہہ رہا ہے کہ میں کسی بریلوی کذاب کے دماغ کا شاخسانہ ہوں۔

علامہ بنوری رحمۃ اللہ علیہ کے والد کی طرف منسوب حوالہ:

کوکب اوکاڑوی لکھتا ہے:

''جناب محمد یوسف بنوری کے والد جناب زکریا شاہ بنوری فرماتے ہیں اگر اللہ تعالیٰ ہندوستان میں

(مولانا) احمد رضا بریلوی کو پیدا نہ فرماتا تو ہندوستان میں حنفیت ختم ہو جاتی''۔

(سفید وسیاہ: ص ١١٦)

مولانا اوکاڑوی نے اس جھوٹ کا کوئی حوالہ نہیں دیا ایسے موقع پر حسن علی رضوی یوں گوہر افشانی کرتے ہیں:

''اس الزام بدانجام کے ساتھ کوئی حوالہ نہیں نہ دارالعلوم منظر الاسلام بریلی شریف کی روئیداد کا حوالہ ہے نہ بریلی شریف کے کسی روزنامہ اخبار یا ماہنامہ رسالہ کا حوالہ نہ کسی عام اخبارات میں ہندو پاکستان کے کسی اخبار کا سن اور تاریخ تعین کے ساتھ حوالہ لہٰذا یہ حوالہ حرامی ہے کسی دیو بندی ملاں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہے اور جنم لیا ہے پھر اس مضمون کی ترتیب بھی بتا رہی ہے کہ یہ حوالہ ولد الحرام ہے''۔ (محاسبہ دیو بندیت: ج ٢ ص ٤٤ / انجمن انوار القادریہ کراچی)

خلاصہ کلام کہ یہ تمام حوالہ جات منگھڑت اور وضع کردہ ہیں یہ اصل حوالے خود ان لوگوں نے بھی کبھی نہ دیکھے ہوں گے ہم ان پر کوئی تبصرہ اپنی طرف سے کریں تو شاید اوکاڑوی صاحب کہیں کہ تمہیں تہذیب وشائستگی سے کوئی سروکار نہیں اس لیے ہم انہیں کے فرقے کے اجمل العلماء کی کوثر وتسنیم سے دھلی ہوئی، تہذیب وشائستگی سے بھرپور، متانت وسنجیدگی سے مرقوم عبارت ان کی بارگاہ میں بطور تبصرہ پیش کرتے ہیں:

''انہوں نے ہی بہتان طرازی کا بازار گرم کیا کتب دینیہ میں تحریفیں کرنا ان کی مخصوص عادت ہے عبارات میں کتر و بیونت کرنا ان کی مشہور خصلت ہے یہ فرقہ جب اپنی مکاری پر اتر آئے اپنے خصم (مخالف) کا قول اپنے دل سے بنا کر لے آئے یہ جماعت جب اپنی افتراء پردازی پر اتر آجائے تو خصم (مخالف) کے آباء واجداد اور مشائخ کی طرف سے جو عبارات چاہے گھڑ لے آئے ان تصانیف کے نام تراش لے پھر ان کے مطبع تک بنا ڈالے...... مسلمانو! ذرا انصاف سے کہنا کیا ایسا جیتا افترا و بہتان کیا ایسی گندی اور گھنونی تحریر تم نے کوئی اور بھی دیکھی؟ کیا ایسا صریح کذب اور جھوٹ کیا ایسی بے حیائیوں اور ڈھٹائیوں کی نظیر تم نے کوئی اور بھی سنی؟ کیا ایسی بے شرمی کا مظاہرہ تم نے کہیں اور بھی کیا؟ کیا ایسی بے ایمانی اور مکر و کید کا مجموعہ تم نے کبھی اور بھی دیکھا؟ قابل توجہ یہ

چیز ہے کہ یہ سارا افترا و بہتان دجل و فریب مکر و کید تحریف و کذب محض اس لیے عمل میں کہ۔۔۔۔۔(اے دیوبندیو! از ناقل) تم یہ کہتے ہو۔۔۔۔۔اور تمہارے مشائخ کرام فلاں فلاں کتاب میں یوں فرماتے ہیں''۔(رد شہاب ثاقب: ص ۱۲ تا ۱۴/ ادارہ غوثیہ رضویہ لاہور)

انہی کی مطلب کی کہہ رہا ہوں زبان میری بات ان کی
انہی کی محفل سنوار رہا ہوں چراغ میرا ہے رات ان کی

شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ پر جھوٹے حوالہ جات کا الزام:

ہوسکتا ہے کہ کوئی رضاخانی کہے کہ آپ کے شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی تو شہاب ثاقب میں مولانا نقی علی خان کی طرف غلط حوالے منسوب کیے ہیں۔

سبحانك هذا بهتان عظيم

عرض ہے کہ حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے وہ حوالہ جات مولانا محمد نقی خان صاحب کی کتاب ''سیف النقی'' سے نقل کیے تھے اور مورخ بریلویت مولانا عبدالحکیم شرف قادری صاحب لکھتے ہیں:

''علم مناظرہ کا قاعدہ ہے کہ نقل کرنے والا کسی بات کا ذمہ دار نہیں ہوتا اس سے صرف اتنا مطالبہ کیا جاسکتا ہے کہ اس کا حوالہ اور ثبوت کیا ہے''۔(مقالات رضویہ: ص ۸۰/ المتاز پبلی کیشنز لاہور)

تو آپ بھی حضرت مدنی علیہ الرحمۃ سے صرف اتنا مطالبہ کرسکتے ہیں کہ یہ حوالے کہاں سے نقل کیے ہیں آگے وہ درست ہیں یا نہیں حقیقت میں ان کا کوئی ثبوت ہے یا نہیں حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ اس بات کے ذمہ دار نہیں۔ سیف النقی راقم کے پاس موجود ہے۔

دوسری بات ان کتابوں و حوالہ جات کو جھوٹا کہنا بھی مولانا احمد رضا خان اور ان کے متبعین کا بدترین دجل و سیاہ ترین جھوٹ ہے اس لیے کہ مولانا احمد رضا خان صاحب نے ان کتابوں کے متعلق لکھا ہے:

''فرضی مطبع لاہور کی خیالی ہدایۃ البریہ''۔

(ابحاث اخیرہ مندرجہ رسائل رضویہ: ج ۲ ص ۴۹۳ رحامد اینڈ کمپنی لاہور)

اسی طرح صفحہ ۴۹۲ پر ''مطبع صبح صادق سیتا پور'' کو تراشیدہ اور فرضی کہا۔ حالانکہ وہی ہدایۃ البریہ جس کے حوالے مولانا مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے دیئے اور جس کو خان صاحب فاضل بریلوی فرضی کہہ رہے ہیں راقم کے سامنے ہے جس کے سرورق پر یہ تحریر ہے:

''اصلاح عقائد و اعمال کے موضوع پر اپنی نوعیت کی منفرد کتاب ہدایۃ البریہ الی الشریعۃ الاحمدیہ امام المتکلمین حضرت علامہ مفتی نقی علی خان صاحب...... والد ماجد امام احمد رضا...... ادارہ معارف نعمانیہ لاہور''۔

کتاب پر ''حرف اول'' محمد حنیف خان رضوی پرنسپل جامعہ نوریہ رضویہ باقر گنج بریلی شریف کا لکھا ہوا ہے۔ تقدیم لکھنے والے عبدالسلام رضوی مہوا کھیڑوی خادم تدریس جامعہ نوریہ رضویہ بریلی شریف ہے۔ جس مطبع لاہور اور جس ہدایۃ البریہ کو خان صاحب اور ان کے ماننے والے فرضی اور خیالی کہہ رہے ہیں اسے خود اسی مطبع سے چھاپ کر اس پر تقدیم لکھ رہے ہیں بلکہ خود خان صاحب اپنے والد کی تصانیف کا ذکر کرتے ہوئے ایک تصنیف کا ذکر یوں کرتے ہیں:

''ہدیۃ البریہ الی الشریعۃ الاحمدیہ کہ دس فرقوں کا رد ہے یہ کتاب مطبع صبح صادق سیتا پور میں طبع ہوئیں''۔ (فضائل دعا: ص ۳۸] مکتبۃ المدینہ کراچی)

اب بریلوی جواب دیں کہ معاذ اللہ مولانا مدنی رحمۃ اللہ علیہ جھوٹے ثابت ہوئے یا تمہارا اپنا امام جس نے حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی گرفت سے بوکھلا کر اپنے ہی والد کی کتب کا انکار کر دیا۔ اور ہر کوئی مکھی پر مکھی مارتے ہوئے ان کتب کا انکار کر رہا ہے اور یہ نہیں سوچتا کہ اگر ان کتب و مطابع کا کوئی وجود ہی نہ تھا تو آخر یہ کتب ان مطابع سے چھپ کیسے گئی ہیں؟ یہ ہے!!! کہ رضا خانیت جھوٹ بولنے پر آئے تو النور، الندوہ، ہادی دیوبند کے فرضی حوالے بنا کر علمائے دیوبند کی طرف منسوب کر دے اور ہٹ دھرمی پر آئے تو اپنی ہی چھپی ہوئی کتب کا انکار کر دے۔ اب وہ تمام گالیاں جو اجمل سنبھلی نے حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کو دیں جن کا ذکر ماقبل میں گزر چکا ہے ایک چادر پر

لکھ کر مولانا احمد رضا خان صاحب کی قبر پر چڑھا دیا جائے اس سے زائد ہم کچھ نہیں کہتے۔

اہل السنۃ والجماعۃ کا رضاخانیوں کے ساتھ اختلاف اصولی ہے

قارئین کرام! مسلمانوں کا رضاخانیوں کے ساتھ اختلاف اصولی اختلاف ہے بعض حضرات صرف اسے جاہلوں کا گروہ یا صلوٰۃ وسلام ومیلاد کا اختلاف کہہ کر نظر انداز کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ بریلوی حضرات نے جو علم غیب، حاضر وناظر، مختار کل نور و بشر وغیرہا پر جو عقائد اپنائے ہیں پھر ان کی گستاخانہ عبارات وہ کفریہ وشرکیہ ہیں انہیں کسی بھی طرح فروعی اختلاف نہیں کہا جاسکتا یہ ضرور ہے کہ فروع میں بھی اس مذہب والوں کے ساتھ ہمارا اختلاف ہے لیکن اصولی اختلاف ان کے عقائد کی بناء پر ہے۔

مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ:

"**سوال**: حضور فرماتے ہیں کہ جو شخص علم غیب کا قائل ہو وہ کافر ہے حضرت جی آج کل تو بہت آدمی ہیں کہ نماز پڑھتے ہیں وظائف بکثرت پڑھتے ہیں مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا میلاد میں حاضر رہنا و حضرت علی کا ہر جگہ موجود ہونا دور کی آواز کا سننا مثل مولوی احمد رضا بریلوی کے جنہوں نے رسالہ علم غیب لکھا ہے کہ نمازی اور عالم بھی ہیں کیا ایسے شخص کافر ہیں ایسوں کے پیچھے نماز پڑھنی اور محبت و دوستی رکھنی کیسی ہے؟

جواب: جو شخص اللہ جل شانہ کے سوا علم غیب کسی دوسرے کو ثابت کرے اور اللہ کے برابر کسی دوسرے کا علم جانے وہ بیشک کافر ہے اس کی امامت اور اس سے میل جول محبت و مودت سب حرام ہے۔ فقط۔ واللہ تعالیٰ اعلم"۔ (فتاویٰ رشیدیہ: ص ۴۷)

اس جگہ حضرت گنگوہی نے واضح فتویٰ دیا ہے کہ ایسا شخص کافر ہے اور ظاہر ہے اور احمد رضا کی کئی کتب سے علم غیب کا عقیدہ ثابت ہے تو مندرجہ بالا فتوے میں واضح طور پر ایسے آدمی کی تکفیر کی گئی ہے اور استفتاء میں خاص طور پر احمد رضا خان کا حوالہ بھی دیا گیا ہے مگر حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے کسی قسم کی رعایت نہیں کی اور حکم شرعی واضح کیا۔

دارالعلوم دیوبند کے فتاوے:

”کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں ہمارے یہاں تقریباً دوتین سال سے یہ اختلاف روز افزوں ہوتا جارہا ہے اور ہمارے اکابر دیوبند کے منتسبین فریقین میں منقسم ہوتے جارہے ہیں لہٰذا مندرجہ ذیل امور کا مفصل ومدلل جواب باصواب تحریر فرما کر ہماری رہنمائی فرمائیں۔

بریلوی، دیوبندی اختلاف فروعی ہے یا اصولی اور اعتقادی؟

ایک جماعت کہتی ہے کہ فریقین کے درمیان یہ اختلاف فروعی ہے اور ہمارے علمائے دیوبند اور اکابر دیوبند نے جو سختی اختیار کی تھی عارضی اور وقتی تھی کیونکہ دونوں فریقین اہل السنت والجماعت میں سے ہیں اور مسلک حنفی پر قائم ہیں اشاعرہ ماتریدیہ کے بیان کردہ عقائد پر قائم ہیں، بیعت و ارشاد میں بھی دونوں فریق صحیح طریقہ پر موجود ہیں۔

اب چونکہ اسلام دشمن عناصر قوت سے ابھر رہے ہیں لہٰذا دیوبندیوں بریلویوں کو متحد ہوکر ان کا مقابلہ کرنا چاہیے، ماضی کے تجربات کی روشنی میں بتلائیں کہ کیا ایسا اتحاد عملاً کامیاب ہوگا؟ کیا اس مقصد کے لیے دیوبندیوں کو اپنے اصولی موقف اور مسائل سے ہٹنا اور عرس ومیلاد اور فاتحہ وغیرہ میں شریک ہونا جائز ہے؟

دوسری جماعت یہ کہتی ہے کہ اکابر دیوبند کا اختلاف بریلویوں سے فروعی ہی نہیں بلکہ اصولی اور اعتقادی بھی تھا اور ہے مثلاً نور وبشر کا اختلاف علم غیب کلی کا اختلاف مختار کل ہونے کا اختلاف حاضر وناظر، قبروں پر سجود کا اختلاف وغیرہ وغیرہ اہم اور عظیم ہیں، نیز اکابر دیوبند کے بارے میں تکفیری فتاویٰ ان کی کتابوں میں ہیں لہٰذا ان سے اتحاد کے لیے ضروری ہے کہ پہلے وہ اپنی کتابوں سے تکفیری فتاویٰ نکال دیں اور ان سے برأت ظاہر کریں اور اپنے عقائد درست کریں۔

اول الذکر حضرات میلاد شریف، اور عرس وغیرہ کے جواز اور استحباب پر اکابر دیوبند کے بعض اقوال سے استدلال کرتے ہیں مثلاً رسالہ ہفت مسئلہ مصنفہ حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نیز حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بعض اقوال سے:

اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ:

کیا بریلویوں کی مجالس میلاد وعرس وغیرہ میں مصلحتاً شریک ہونا جائز ہے؟

کیا ان اعمال کو مصلحتاً برداشت کر کے متحد ہونے کی دعوت دینا جائز ہے؟

کیا یہ اختلاف اصولی واعتقادی ہے یا فروعی؟

کیا بریلویوں کی بدعات فی نفسہ ہمارے حضرات دیوبند کے یہاں بھی جائز ہیں اور مباح؟

نقش نعلین شریفین کی کیا حقیقت ہے؟ کیا اس سے استبراک، چومنا اور سر پر رکھنا وغیرہ جائز ہے؟

یہ مسائل پاکستان میں بہت عام ہوتے جارہے ہیں، ابھی تک علمائے دیوبند کے فتاویٰ کو یہ لوگ اہمیت دیتے ہیں، امید ہے کہ یہ لوگ خلاف شرع امور سے باز آجائیں۔ بینوا وتوجروا۔

فقط......والسلام...... المستفتی: اسماعیل بدات......از مدینہ منورہ......۱۸/۱۰/۱۴۱۷

الجواب من اللہ التوفیق

حامداً ومصلیاً ومعلماً۔ اما بعد!

دوسری جماعت کا خیال صحیح ہے کہ:

"دیوبندیوں کا بریلویوں سے اختلاف فروعی نہیں بلکہ اصولی اور اعتقادی بھی ہے"

اور پہلی جماعت کا خیال صحیح نہیں ہے کہ:

فریقین کے درمیان یہ اختلاف فروعی ہے اور دونوں فریق اہل السنت والجماعت میں سے ہیں اور مسلک حنفی پر قائم ہیں نیز اشاعرہ ماتریدیہ کے بیان کردہ عقائد پر قائم ہیں، بیعت وارشاد میں بھی دونوں فریق صحیح طریقہ پر موجود ہیں۔

کیونکہ بریلویوں (رضاخانیوں) نے اہل السنت والجماعت کے عقائد میں بھی اضافہ کیا ہے اور ایسے فروعی مسائل کو بھی دین کا جزو بنایا ہے جن کی فقہ حنفی میں واقعی کوئی اصل نہیں ہے، مثلاً عقائد میں چار اصولی اور بنیادی عقائد بڑھائے ہیں: ۱......نور وبشر کا مسئلہ۔ ۲......علم غیب کلی کا مسئلہ۔ ۳......حاضر وناظر کا مسئلہ۔ ۴......مختار کل ہونے کا مسئلہ۔ اور فروعی مسائل میں غیر اللہ کو پکارنا، قبروں پر سجدہ کرنا، قبروں کا طواف کرنا، غیر اللہ کی منتیں ماننا، قبروں پر چڑھاوے چڑھانا، میلاد مروجہ اور تعزیہ وغیرہ سینکڑوں باتیں ان کی ایجاد ہیں، جو صریح بدعات ہیں۔ اور بیعت وارشاد میں

بھی ان لوگوں نے بہت سی غیر شرعی چیزوں کی آمیزش کر لی ہے مثلاً: قوالی اور وجد وسماع وغیرہ۔
نیز فریق اول کا یہ موقف خلاف واقعہ ہے کہ:
"ہمارے علمائے دیوبند اور اکابر دیوبند نے جو سختی اختیار کی تھی وہ عارضی اور وقتی تھی"۔
بلکہ صحیح بات یہ ہے کہ دیوبندیت نام ہی تمسک بالسنۃ اور تنفیر عن البدعۃ کا ہے اکابر دیوبند کا عمل ہمیشہ "فاصدع بما تؤمر" پر رہا ہے، انہوں نے کبھی دین کے معاملے میں مداہنت نہیں فرمائی، البتہ انہوں نے مقابلہ آرائی اور محاذ آرائی اور تکفیر بازی سے بھی گریز کیا ہے اور ہمیشہ نرمی اور حکمت سے اصلاح حال کی کوشش کی ہے، پس آج بھی ان کے اخلاف کو یہی طریقہ اختیار کرنا چاہیے۔
رسالہ "فیصلہ ہفت مسئلہ"، "مسلک منقح" سے پہلے کی تصنیف ہے، اس سے استدلال صحیح نہیں ہے، اور حضرت شیخ سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ کے ایسے اقوال ہمارے علم میں نہیں۔
اور بریلویوں کی مجالس میلاد اور عرس وغیرہ میں مصلحتاً شریک ہونا بھی جائز نہیں ہے، اور اس کی ممانعت ودوا لو تدھن فیدھنون میں مذکور ہے اور لکم دینکم ولی دین میں اشارہ بھی اسی طرف ہے اور حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے امداد الفتاوی جلد ۵ صفحہ ۳۰۲ میں تحریر فرمایا کہ:
"رسوم بدعات کے مفاسد قابل تسامح نہیں!" اور جلد ۴ صفحہ ۳۸۰ کے سوال وجواب کا خلاصہ یہ ہے کہ عرس وغیرہ بدعات میں جو لوگ شریک ہوتے ہیں، ان کی بے ضرورت تعظیم وتکریم کرنے والے بھی "من وقر صاحب بدعة فقد اعان علی ھدم الاسلام" کا مصداق ہیں۔
اور بعض اہل بدعات کے فی نفسہ جائز ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ امور فی نفسہ تو جائز ہوتے ہیں جیسے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت مبارکہ کا تذکرہ کرو، مگر التزام اور شرائط وقیود کی پابندی کی وجہ سے وہ چیزیں بدعت کے زمرہ میں داخل ہو جاتی ہیں، اور وہ ناجائز ہو جاتی ہیں۔
اور نقشہ نعل مبارک کی کوئی اصل نہیں ہے، اور اسی طرح اس کا چومنا اور سر پر رکھنا بے اصل ہے اور حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے امداد الفتاوی جلد ۴ صفحہ ۳۷۸ میں اپنے رسالہ "نیل الشفاء بنعل المصطفیٰ" سے رجوع فرمالیا ہے۔ واللہ اعلم وعلمہ اتکم واحکم۔

حررہ: سعید احمد پالن پوری عفا اللہ عنہ...... خادم: دار العلوم دیوبند: ۲۳ ذو القعدہ ۱۴۱۷ھ
محمد ظفیر الدین...... مفتی دار العلوم دیوبند: ۲۵ ذو القعدہ ۱۴۱۷ھ

الجواب الصحیح ...... العبد نظام الدین ...... مفتی دار العلوم دیوبند: ذوالقعدہ ۱۴۱۷ھ

(یہ فتویٰ آپ کے مسائل اور ان کا حل میں موجود ہے حوالہ آخر میں آرہا ہے)

"**سوال:** سنیت میں دو ٹکڑے۔ دیوبندیت اور بریلویت کیسے جائز ہے؟

جواب: بریلوی فرقہ کا اہل السنت والجماعت سے اختلاف صرف فروعی نہیں اصولی ہے، اس لیے یہ لوگ اہل السنۃ والجماعۃ ہی سے خارج ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم" ...... دارالافتاء دارالعلوم دیوبند ۔

یہ مذکورہ فتویٰ دارالعلوم دیوبند کی ویب سائٹ سے لیا گیا ہے:

فتویٰ نمبر ۱۲=N / ۱۴۳۳ / ۱۰۵۹-۱۰۷۶ سوال نمبر ۴۲۱۷۰

مظاہر العلوم سہارنپور کا فتویٰ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین (دیوبند) اس بارے میں کہ

حضرات اکابرین دیوبند کا جماعت بریلویہ سے جواب تک اختلاف رہا ہے، یہ اختلاف فروعی ہے یا اصولی وعقائد کا اختلاف ہے؟

اور جو بدعات بریلویوں نے اختیار کر رکھی ہیں مثلاً تیجہ، بیسواں، چالیسواں، برسی، قبروں پر سالانہ عرس، میلاد کا قیام، اجتماعی سلام، وغیرہ ان امور کی اکابر دیوبند خصوصاً حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی اور حضرت مولانا شیخ الاسلام سید حسین احمد مدنی اور ان کے خلفاء وتلامذہ نے جو شدت سے ان کی تردید کی تھی کیا موجودہ علمائے دیوبند اس پر قائم ہیں؟ یا اس میں کچھ خفت آگئی ہے؟

اور کیا جماعت بریلویہ کو کسی بھی اعتبار سے اہل السنت والجماعت میں شمار کیا جا سکتا ہے؟

کیا ان لوگوں کا مذہب حضرات اشاعرہ اور حضرات ماتریدیہ کے موافق ہے؟

بعض ایسے لوگ ہیں جو حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ سے انتساب کے مدعی ہیں، انہوں نے یوں کہنا شروع کیا کہ: اکابر دیوبند جو بدعات سے منع فرماتے تھے وہ سداً للباب تھا اور عارضی طور پر ان سے بچنے کی تاکید فرماتے تھے، اور یہ کہ مصلحتوں کی بنا پر ان بدعات کو اختیار کر لینا چاہیے۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ:

کیا واقعی موجودہ حضرات علمائے دیوبند نے بریلویوں کی بدعات کی مخالفت میں کچھ ہلکا پن اختیار کرلیا ہے؟

اور کیا مصلحتاً ہلکا ہو جانا مناسب ہے؟

اور کیا حضرت شیخ الحدیث صاحب قدس سرہ کچے دیوبندی تھے؟

ان کے اکابر نے جو سوچ سمجھ کر بدعات بریلویہ کا سختی سے مقابلہ کیا تھا، کیا یہ شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ کو گوارا نہیں تھا؟

ان سے انتساب رکھنے والے جو بعض لوگ بریلویوں کی بدعات (جیسا کہ حال ہی میں ایک پاکستانی صاحب نے ''اکابر کا مسلک ومشرب'' کے نام سے ایک کتابچہ شائع کیا ہے) والے اعمال کو مصلحت کے نام سے اختیار کرنا مناسب سمجھتے ہیں، ان لوگوں کی رائے کا کیا وزن ہے؟

کیا ان لوگوں کے انتساب سے حضرت شیخ الحدیث صاحب قدس سرہ کی شخصیت پر حرف نہیں آرہا ہے؟

بینوا توجروا!۔ السائل۔۔۔۔۔اسماعیل بدات، مدینہ منورہ

الجواب

حضرات علمائے دیوبند جن کے اسمائے گرامی سوال میں مذکور ہیں، اور ان کے تلامذہ وخلفاء سب پکے متبع سنت تھے، اور ہر ایسی چیز کے شدت سے مخالف ہے جو شرعی اصول کے مطابق بدعت کے دائرہ میں آتی ہو، چونکہ حسب فرمان نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر بدعت گمراہی ہے، اس لیے اس گمراہی سے امت کو محفوظ رکھنے کا اہتمام فرماتے تھے، اس سلسلے میں ان کی چھوٹی بڑی کتابیں معروف و مشہور ہیں، اور ان کی تردیدی مضامین اور فتاویٰ ''البراہین القاطعہ''، ''المہند علی المفند''، اور ''الشہاب الثاقب''، ''امداد الفتاویٰ'' اور ''اصلاح الرسوم'' میں موجود ہیں۔ انہوں نے سوچ سمجھ کر اپنی عالمانہ ذمہ داری کو سامنے رکھ کر خوب کھل کر نہ صرف بریلویوں کی بدعات بلکہ ہر اس بدعت کی (جو اعتقادی ہو یا عملی) جس کا کسی بھی علاقہ میں علم ہوا، سختی سے تردید فرمائی، ان کی یہ تردید عارضی نہیں تھی۔

بدعت کبھی سنت نہیں ہو سکتی، لہٰذا اس کی تردید بھی عارضی نہیں ہو سکتی، اور اس کی تردید میں ہلکا پن اختیار کرنے کی شرعاً کوئی اجازت نہیں۔

حضرات اکابر دیوبند نے جو بدعات کی تردید کی اور اس بارے میں جو مضبوطی کے ساتھ اہل بدعت کے ساتھ جم کر مقابلہ کیا، ان کی محنت اور کوشش سے کروڑوں افراد نے بدعتوں سے توبہ کی اور سنتوں کے گرویدہ ہوئے۔ آج اگر کوئی شخص یوں کہتا ہے کہ اب بدعتوں کی تردید میں سختی نہ کرنی چاہیے یا مصلحتاً ان کو کسی تاویل سے اپنا لینا چاہیے، ایسا شخص دیوبندی نہیں ہے، اگرچہ اکابر دیوبند سے متعلق ہونے کا مدعی ہے۔ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلوی قدس سرہ بہت ہی پکے دیوبندی تھے۔ اپنے اکابر رحمۃ اللہ علیہم کے مسلک سے سرمو انحراف کرنا انہیں گوارا نہ تھا، ان کی ساری زندگی اور ان کی کتابیں اسی پر گواہ ہیں، جو کوئی شخص ان کی طرف بدعت کے بارے میں ڈھیلا پن منسوب کرتا ہے، وہ اپنی بات میں سچا نہیں ہے۔

لفظ ''اہل السنت والجماعت'' کا اطلاق حضرات اشاعرہ ماتریدیہ پر ہوتا ہے، احمد رضا خان بریلوی اور ان کی جماعت کا ان دو جماعتوں سے کوئی تعلق نہیں، احمد رضا خان جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے علم غیب کلی مانتے ہیں، یا یوں کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سارے اختیارات سپرد کر دیئے گئے تھے، یہ دونوں باتیں اشاعرہ اور ماتریدیہ کے یہاں کہیں نہیں، نہ کتب عقائد میں کسی نے نقل کی ہیں۔ اور نہ ان کی کتابوں میں ان کا کوئی ذکر ہے اور یہ دونوں باتیں قرآن وحدیث کے صریح خلاف ہیں، یہ سب بریلویوں کی اپنی ایجاد ہیں، اگر کوئی شخص بریلوی فرقہ کو اہل السنت والجماعت میں شمار کرتا ہے تو یہ اس کی صریح گمراہی ہے۔

ہم سب دستخط کنندگان کی طرف سے تمام مسلمانوں پر واضح ہونا چاہیے کہ اب بھی ہم اسی دیوبندی مسلک پر شدت کے ساتھ قائم ہیں، جو ہمارے عہد اول کے اکابر سے ہم تک پہنچا ہے، ہمیں کسی قسم کی خفت گوارا نہیں ہے۔ وباللہ التوفیق۔

محمد عاقل عفا اللہ عنہ......صدر المدرسین
محمد سلمان......قائم مقام ناظم
مقصود علی......مفتی مدرسہ
عبد الرحمن عفی عنہ......مفتی مدرسہ

(مہر دار الافتاء مظاہر العلوم سہارنپور)

(بحوالہ آپ کے مسائل اور ان کا حل از شہید اسلام مولانا یوسف لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ: ج ۱۰ ص ۲۰۷ تا ۲۱۳)

امام اہل السنۃ مولانا سرفراز خان صفدر صاحب رحمۃ اللہ علیہ:

امام اہل السنۃ کے تلمیذ حضرت مولانا محمد رشید صاحب مدظلہ العالی (استاذ الحدیث مدنیہ بہاولپور) فرماتے ہیں:

میں نے ایک بار حضرت امام اہل السنۃ سے پوچھا کہ بریلویوں کا کیا حکم ہے؟ ہمیں ان کے بارے میں کیا نظریہ رکھنا چاہیے؟ تو فرمایا: ان کے مولوی اور پیر قسم کے لوگ تو کفریہ عقائد کی وجہ سے پکے کافر اور مشرک ہیں، ان کے پیچھے نماز باطل بلاشک ہے البتہ عوام کی ہم تکفیر نہیں کرتے، کیونکہ وہ محض جاہل ہیں، ان کو سمجھانا چاہیے اگر وہ سمجھانے کے باوجود جانتے بوجھتے ہوئے کفریہ وشرکیہ نظریات پر ڈٹے رہیں تو پھر ان کی بھی تکفیر کی جائے۔ ورنہ نہیں۔

حضرت کے فرزند ارجمند مولانا عبدالقدوس قارن صاحب مدظلہ العالی نے اس بیان کی تصدیق فرمائی۔ (ماہنامہ صفدر: شمارہ نمبر ۳۰ اگست ۲۰۱۳ء ص ۴)

مزید تفصیل کے لیے مولانا حمزہ احسانی صاحب کا مضمون "دیوبندی بریلوی اختلاف...... اور...... حضرت امام اہل السنۃ رحمۃ اللہ علیہ" مندرجہ "ماہنامہ صفدر: شمارہ نمبر ۳۰ اگست ۲۰۱۳" کا مطالعہ فرمائیں۔

ان فتاوی کو نقل کرنے کا مقصد:

یہ ہے کہ اگر اکابر علماء دیوبند مثلاً حضرت تھانوی، مولانا اعزاز علی اور علامہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہم کا احمد رضا خان یا بریلوی مسلک کے متعلق وہی موقف ہوتا جو کوکب اوکاڑوی یا مجید نظامی یا دیگر رضا خانیوں نے جھوٹے حوالے گھڑ کر ثابت کرنے کی کوشش کی تو ان کے علوم وعقائد کے امین ان کے اصاغر وتلامذہ خلفاء ہرگز یہ موقف نہ اپناتے جن کا ذکر ماقبل کے فتاوی میں موجود ہے۔

اس موضوع پر مزید تفصیل کے لیے حضرت مفتی نجیب اللہ عمر صاحب کا مضمون "اکابر اہل

سنت دیوبند اور تکفیر احمد رضا" مجلہ نور سنت کے کنز الایمان نمبر میں ملاحظہ فرمائیں۔ نیز مناظر اسلام مولانا ابو ایوب قادری صاحب نے بھی قریباً اکابر دیوبند کے ۱۵۰ کے قریب فتاویٰ جات اور حوالہ جات کو جمع کیا ہے جن میں عقائد بریلویہ پر کفر کا فتویٰ دیا گیا ہے اور وہ انہیں شائع کرنے کا بھی ارادہ رکھتے ہیں۔

ترجمان رضاخانیت کا دجل وتلبیس:

کاشف اقبال رضاخانی لکھتا ہے:

"اہل سنت و جماعت کے دیوبندیوں سے بنیادی اختلافات بھی یہی ہیں جن کو آج دیوبندی عامۃ الناس سے چھپاتے پھرتے ہیں حالانکہ ان سے اصولی اختلاف اہل سنت کا یہ ہے اور اس کا اقرار خود دیوبندی علماء کو بھی ہے چنانچہ لکھتے ہیں کہ

شاید بہت سے لوگ ناواقفی سے یہ سمجھتے ہوں کہ میلاد، قیام، عرس، قوالی، فاتحہ، تیجہ، دسواں، چالیسواں، برسی وغیرہ رسوم کا جائز وناجائز اور بدعت وغیر بدعت ہونے کے بارے میں مسلمانوں کے مختلف طبقوں میں جو نظریاتی اختلاف ہے یہی دراصل دیوبندی بریلوی اختلاف ہے مگر یہ سمجھنا صحیح نہیں ہے کیونکہ مسلمانوں کے درمیان ان مسائل میں اختلاف تو اس وقت سے ہے جب دیوبند کا مدرسہ قائم بھی نہ ہوا تھا اور مولوی احمد رضا خان صاحب پیدا بھی نہیں ہوئے تھے اس لیے ان مسائل کے اختلاف کو دیوبندی بریلوی اختلاف نہیں کہا جاسکتا علاوہ ازیں ان مسائل کی حیثیت کسی فریق کے نزدیک بھی ایسی نہیں ہے کہ ان کے ماننے اور نہ ماننے کی وجہ سے کسی کو اہل سنت سے خارج کیا جاسکے"۔ (فیصلہ کن مناظرہ: ص ۵، ۶۔ فتوحات نعمانیہ: ص ۳۰۰ طبع لاہور)

(دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف: ص ۲۴، ۲۵)

یہی عبارت مولانا منشا تابش قصوری نے یہ کہہ کر نقل کی:

"اس سلسلے میں علمائے دیوبند کے ایک ممتاز فرد مولانا منظور احمد نعمانی فرماتے ہیں...... الخ"

(دعوت فکر صفحہ ۱۲ مکتبہ اشرفیہ مرید کے ۱۹۸۳) کم وبیش یہی بات دیوبندی مذہب صفحہ ۶۹ پر ہے۔

قارئین! غور فرمائیں مولوی کاشف اقبال رضا خانی لکھتا ہے: ''دیو بندی علماء'' اور منشا تابش قصوری لکھتا ہے: ''علمائے دیو بند کے ایک ممتاز فرد''، یعنی اول الذکر کے نزدیک یہ عبارت بہت سے دیو بندی علماء کی ہے اور ثانی الذکر کے نزدیک فرد واحد یعنی مولانا منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ کی ہے۔ دونوں میں سے ہم کس کو سچا تسلیم کریں۔ پھر ان دونوں کا فراڈ دیکھیں کہ یہ عبارت ''عرض ناشر'' کی ہے اور اس پر جلی قلم سے لکھا ہوا بھی ہے مگر ایک اسے علمائے دیو بند کے پینل کی طرف منسوب کرتا ہے اور دوسرا مولانا منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف۔ اس دھوکا دہی پر تو قصوری صاحب کو خود ''غور وفکر'' کرنی چاہیے چہ جائیکہ وہ دوسروں کو ''دعوت فکر'' دیں۔ بہر حال ہمارا اصل اختلاف رضا خانیوں کے ساتھ ان کے کفریہ شرکیہ عقائد کی بنیاد پر ہے جس کی تفصیل ماقبل میں گزر چکی ہے جس سے پہلو تہی کرنے کے لیے ہی رضا خانیوں نے ہمارے اکابر کی چند عبارات کو آڑ بنایا ہوا ہے۔ جو عبارت کاشف اقبال صاحب یا قصوری صاحب نے پیش کی ہے وہ کسی عرض ناشر کی ہے یہ صاحب کون ہیں عالم یا جاہل ان کا مسلک میں کیا مقام و مرتبہ ہے اس کا کچھ پتہ نہیں لہٰذا ان کی تحقیق یا عبارت کے ہم ذمہ دار نہیں ان کے مقابلے میں ہم ماقبل اکابر علمائے دیو بند اور ان کے دینی مراکز کا موقف پیش کر چکے ہیں کہ رضا خانیوں کے ساتھ اصولی اختلاف ان کے عقائد کی بنیاد پر ہے۔ پھر خود کاشف اقبال صاحب لکھتے ہیں:

''آج کل دیو بندی عوام الناس کو یہ تاثر دیتے ہیں کہ اہل سنت و جماعت (بریلوی) مشرک اور بدعتی ہیں نعوذ باللہ اور ہم حق پر ہیں''۔ (دیو بندیت کے بطلان کا انکشاف: ص ۲۴)

جب مانتے ہو کہ دیو بندیوں کا تم سے اصولی اختلاف ہے اور وہ تمہیں مشرک سمجھتے ہیں تو اس بحث میں پڑنے کی کیا ضرورت تھی کہ دیو بندیوں سے فروعی نہیں اصولی اختلاف ہے۔

پھر مولوی کاشف اقبال صاحب رضا خانی لکھتے ہیں:

''علمائے دیو بند عوام کو مغالطہ دینے کے لیے نور و بشر، استمداد، میلاد شریف، ختم و عرس وغیرہم مسائل پر دھواں دار تقریریں کر کے یہ یقین دلانے کی کوشش کرتے ہیں کہ اصلی اختلاف ان

مسائل میں ہے"۔(دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف:ص۲۶)

اصل میں کاشف اقبال صاحب قارئین کو یہ مغالطہ دے رہے ہیں کہ علمائے اہل السنۃ والجماعۃ اپنے اکابر کی عبارات پر گفتگو سے پہلوتہی کرتے ہیں اور دوسرے مسائل میں الجھا دیتے ہیں حالانکہ یہ مولوی صاحب کا سفید جھوٹ ہے علمائے اہل السنۃ والجماعۃ نے ہر مقام پر ہر پلیٹ فارم پر اپنے اکابر کی عبارات اور ان پر الزام تراشیوں کا نہ صرف جواب دیا بلکہ ان کا بھرپور دفاع کیا ہے۔ہم مولوی صاحب سے پوچھنا چاہتے ہیں کہ کوئی ایسی مثال پیش کرو جس میں علمائے دیوبند نے اپنے اکابر کی عبارات کا دفاع کرنے سے انکار کیا ہو، فاتح بریلویت حضرت مولانا منظور احمد نعمانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"میرا یہ عام اعلان تھا کہ ان (بریلویوں:ناقل) کا کوئی مولوی جہاں پہنچ کر فتنہ پردازی کرے مجھے اطلاع دی جائے میں ان شاء اللہ اپنے خرچ پر وہاں پہنچوں گا"۔

(بریلوی فتنے کا نیا روپ:ص۲۷ / الفرقان بکڈپو لکھنؤ)

مولانا منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ نے منظر الاسلام بریلوی میں تمہارے شیخ الحدیث مولانا سردار احمد گورداسپوری کو ان عبارات پر چاروں شانے چت کیا اور ذلت آمیز شکست سے دوچار کیا جس کے بعد انہیں بریلی چھوڑ کر پاکستان آنا پڑا تفصیل کے لیے "فتح بریلی کا دلکش نظارہ" یا "فتوحات نعمانیہ" ملاحظہ ہو۔مولانا احمد رضا خان کے واویلے پر حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے خود احمد رضا خان کا مقابلہ کرنے کے لیے حسام الحرمین میں دی گئی عبارات پر مناظرہ کرنے کا اعلان کیا مگر خان صاحب کو آنے کی جرأت نہ ہوئی، مولانا حسین احمد مدنی، مولانا خلیل احمد سہارنپوری جیسے اکابر نے کہا کہ خان صاحب کو لے آؤ ہم مناظرے کے لیے تیار ہیں مگر ان کو جرأت نہ ہوئی مولانا مرتضیٰ حسن چاندپوری رحمۃ اللہ علیہ ساری زندگی مناظرے کے لیے احمد رضا خان صاحب کو للکارتے رہے مگر خان صاحب اپنے بل میں دبکے بیٹھے رہے۔امیر عزیمت مولانا حق نواز جھنگوی صاحب شہید رحمۃ اللہ علیہ نے جھنگ کی سرزمین پر مولانا اشرف سیالوی کو ان عبارات پر

ذلت آمیز شکست دی۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: ''قاصمۃ الظہر''، ''فتوحات نعمانیہ، رسائل چاندپوری''، ''نور سنت کا مناظرہ جھنگ نمبر''۔

جبکہ اس کے مقابلے میں ہم نے جب بھی تمہارے اکابر کی عبارات پر مناظرے کی دعوت دی تم فوراً اچھل پڑے کہ یہ کیسے گستاخ ہو سکتے ہیں؟ جب ہم نے تمہارے عقائد پر مناظرہ کرنے کے لیے کہا تو فوراً اچھل پڑے کہ اجی یہ تو اصولی اختلاف ہی نہیں۔

ہم سے دفاع کا حق بھی چھینا جارہا ہے:

ایک طرف تو الزام دیا جارہا ہے کہ تم اصل اختلاف کی طرف نہیں آرہے ہو مگر جب دوسری طرف رضاخانیوں کے ان الزامات کا منہ توڑ جواب دیا جاتا ہے تو فوراً یہ لوگ مظلوم بن جاتے ہیں کہ تاویلیں کیوں کرتے ہو بس سیدھا سیدھا کافر کہہ دو معاذ اللہ۔ آخر یہ دنیا کا کونسا قانون ہے کہ تم کسی پر بے جا الزام بھی لگاؤ اور پھر اس سے دفاع کا حق بھی نہ دو؟ منشا تابش قصوری صاحب لکھتے ہیں:

''سیدھی اور معقول بات تھی کہ ان عبارات کو مناسب الفاظ میں تبدیل کرلیا جاتا یا ان سے رجوع کرلیا جاتا''۔ (دعوت فکر: ص ۱۵)

قصوری صاحب ایمان سے جواب دینا کیا حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی عبارت کو تبدیل نہ کردیا؟ تو پھر کیا تم چپ ہوگئے؟ کیا تکفیر کا مشغلہ ترک کردیا گیا؟ جب کسی صورت ماننا ہی نہیں تو اس طرح کے لایعنی مطالبات کا کیا فائدہ؟ نیز کیا آپ اس بات کی ذمہ داری لیتے ہیں کہ اگر ان عبارات کو مناسب الفاظ میں تبدیل کردیا گیا تو آپ حسام الحرمین کو دریا برد کرنے کے لیے تیار ہیں؟

سات کے مقابلے میں ایک کی قربانی آسان ہے:

مولوی حسن علی رضوی میلسی لکھتا ہے:

''آج بھی اگر دیوبندی مکتبہ فکر کے علماء سنجیدگی اور متانت اور حقیقت پسندی اور وسیع النظری سے

کام لیں اور انتشار کے خاتمے اور امت کے اتحاد قومی یک جہتی کے لیے گنتی کے صرف پانچ سات مولویوں کی قربانی دے دیں اور جن حضرات پر ان کی کفریہ گستاخانہ عبارات کے باعث حسام الحرمین شریفین اور الصوارم الہندیہ میں فتویٰ کفر وارتداد لگا ہے اور عرب وعجم شرق وغرب پاک وہند کے اکابر ومشاہیر علماء وفقہاء نے اس کی تائید وتصدیق فرمائی ہے (لعنۃ اللہ علی الکاذبین اس جھوٹ کی حقیقت اپنے مقام پر طشت ازبام ہوگی ان شاء اللہ: از ناقل) صرف ان گنتی کے چند مولویوں سے قطع تعلق کرتے ہوئے توہین کو توہین تسلیم کرلیں کفر کو کفر مان لیں اور سچے دل سے توبہ کرکے ان کی وکالت اور دلالی چھوڑ دیں جھوٹی تاویلات کا سلسلہ بند کردیں اور حسام الحرمین پر تصدیق کردیں تو امید ہے کہ امت کا وسیع تر اتحاد یکجہتی قائم ہوسکتی ہے''۔

(محاسبہ دیوبندیت: ج ا ص ۳۶، ۳۷ر تنظیم اہلسنت کراچی)

یہی مطالبہ اسی کتاب کے صفحہ ۲۱۴، ۲۳۲، ۲۷۸ پر بھی دہرایا ہے۔

لیکن ہم حسن علی رضوی اور دیگر رضاخانیوں سے عرض کرنا چاہتے ہیں کہ ہمارے نزدیک تو سارے فساد کی جڑ مولانا احمد رضا خان بریلوی ہیں۔ آج ہمیں تو اتحاد یکجہتی امت کا وسیع مفاد کا لحاظ کرنے کی دعوت تو دی جارہی ہے اور ۷ر مولویوں کی قربانی مانگی جارہی ہے، لیکن اگر رضاخانی واقعی اپنی اس مصالحت کی دعوت میں سچے ہیں تو کیا سات کے مقابلے میں صرف اور صرف ''ایک احمد رضا خان'' کی قربانی نہیں دے سکتے؟ سات علماء کو قربان کرنے کا سودا سستا ہے یا ایک کو؟ آخر حسام الحرمین سے پہلے بھی تو یہ لوگ مسلمان تھے حسام الحرمین سے قبل ان مولویوں کی تکفیر کرنا اسلام لانے کے لیے لازمی جز نہ تھا حسام الحرمین کے بعد بھی کئی بریلوی اکابر نے ان کو مسلمان کہا اور حسام الحرمین کی تصدیق سے صاف انکار کیا تو اب بھی اگر بریلوی علماء دانش مندی، وسیع ظرفی، وسعت قلبی کا مظاہرہ کرتے ہوئے ایک اور صرف ایک احمد رضا خان کی قربانی دے دیں تو کوئی آسمان نہیں گر پڑے گا۔ حیرت ہے کہ اگر ہماری طرف سے احمد رضا خان پر اعتراضات ہوں تو فوراً: ''سیاہ وسفید''، ''محاسبہ دیوبندیت''، ''آئینہ اہلسنت''،

''مقالات رضویہ'' وغیرہا لکھ کر اکابر بریلویہ کی ''دلالی'' کرتے ہوئے صفحات کے صفحات سیاہ کردئے جاتے ہیں مگر ہم سے مطالبہ کیا جاتا ہے کہ دلالی نہ کرو مولویوں کی قربانی دے دو۔ آخر یہ کس جنگل کا قانون ہے؟

پھر صرف ان سات مولویوں کی قربانی دینے کا مطالبہ بھی عجیب ہے اس لیے کہ معاذ اللہ بالفرض علی سبیل التنزل ایسا کر بھی دیا جائے تو اب تک جو سینکڑوں علماء مشائخ فقہاء اولیاء اللہ اکابرامت جو ان مولویوں کو اپنا امام تسلیم کرتے ہوئے اس دنیا سے رخصت ہو گئے ان کا کیا بنے گا؟ اگر ان کی قربانی بھی دینی ہے تو صرف سات کی قید کیوں لگائی اور اگر ان سینکڑوں کی قربانی دینے کی ضرورت نہیں تو صرف سات کی کیوں مانگی جارہی ہے؟

دھواں دار تقریریں:

جہاں تک کاشف اقبال صاحب نے یہ کہا کہ ان موضوعات پر دھواں دار تقریریں کرتے ہیں تو آخر آپ کو ان تقاریر سے کیا تکلیف ہے؟ ہم نے کب کہا ہے کہ ان موضوعات پر ہمارا آپ سے کوئی اختلاف نہیں؟ جو ہم ان پر لب کشائی نہ کریں۔ اگر کسی نے دھواں دار تقریر کی ہے تو یقیناً وہاں انہی موضوعات پر پہلے کسی رضاخانی نے شرارت کی ہوگی جس کے جواب میں یہ تقریر کرنی پڑی۔ آپ کے اشرف آصف جلالی آج کل دھواں دار ''توحید وسنت سیمینار'' منعقد کررہے ہیں کبھی ان کو بھی مشورہ دیا کہ حضرت ان فروعی اختلافات میں کیوں وقت برباد کررہے ہو۔ آپ کے علامہ ارشد القادری نے ''زلزلہ'' انہی موضوعات پر لکھ کر شہرت کمائی، آپ کے مفتی احمد یار گجراتی نے انہی موضوعات پر ''جاء الحق'' لکھ کر حکیم الامت کا تمغہ حاصل کیا آپ کے صدر الافاضل نعیم الدین مرادآبادی صاحب نے سب سے پہلے جس موضوع پر قلم اٹھایا اور ''الکلمۃ العلیا'' لکھی وہ علم غیب کے مسئلہ پر ہے تو یہ مرثیہ ان کی قبور پر جاکر پڑھیں کہ حضرت جی ہمارا ان دیوبندیوں سے ان موضوعات پر اصل اختلاف نہیں پھر کیوں ان پر کتب لکھ کر اور

سیمینار منعقد کر کے عوام کو مغالطہ دیتے ہو۔ پھر کاشف صاحب آپ نے اپنی یہ کتاب دیوبندیوں کے ساتھ رضا خانیوں کے اصولی اختلاف کو سامنے لانے کے لیے لکھی مگر اسی کتاب میں یہ عنوانات بھی ہیں: ''دیوبندی اکابر کی انگریز نوازی''، ''دیوبندی علماء کی تحریک پاکستان سے دشمنی''، ''دیوبندی اکابر کی تضاد بیانی کے ثبوت''، ''دیوبندی اکابر کی تہذیب وتصوف''، ''دیوبندی فقہ کے چند مسائل''، ''دیوبندی علماء کی پیر پرستی''، جواب دیں اصولی اختلاف میں یہ بے اصولیاں کیوں؟

آپ کے علامہ کوکب نورانی اوکاڑوی لکھتے ہیں:

''دیوبندی وہابی تبلیغی گروہ سے ہمارا اختلاف محض فروعی اور خواہ مخواہ کا نہیں ہے بلکہ اصولی اور بنیادی ہے یقیناً آپ جاننا چاہیں گے کہ اختلاف کن باتوں پر ہے ملاحظہ فرمایئے''۔

(دیوبند سے بریلی: ص ۳۲ رضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور)

اور پھر آگے صفحہ ۳۴ پر ''اصولی اختلافات'' کا یوں ذکر کرتے ہیں:

''میلاد شریف، عرس شریف، ختم شریف، سوم، چہلم، فاتحہ خوانی، اور ایصال ثواب سب ناجائز وغلط بدعت اور کافروں ہندؤوں کا طریقہ ہے''۔ (دیوبند سے بریلی: ص ۳۵)

''نماز جنازہ کے بعد دعا مانگنا ناجائز''۔ (دیوبند سے بریلی: ص ۳۷)

کاشف اقبال صاحب! آپ تو مندرجہ بالا میں سے کسی بھی مسئلہ کو اصولی اختلاف نہیں مانتے اور ان مسائل پر بحث کو مغالطہ دہی سمجھتے ہیں مگر آپ کے علامہ صاحب ان کو اصولی اختلاف میں شمار کر رہے ہیں اب جواب دیں کہ ہم آپ کو سچا مانیں یا آپ کے علامہ کو؟ مولوی غلام مہر علی چشتیاں جس کی کتاب سے آپ نے سرقہ کیا ہے وہ لکھتے ہیں:

''عقیدہ حاضر وناظر تمام امت محمدیہ کا متفقہ اور اجماعی مسئلہ ہے اور اس پر ایمان لانا دین کی ضروریات سے ہے اور جس طرح عقیدہ ختم نبوت اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے کا منکر جماعت اہل اسلام سے خارج ہے اسی طرح عقیدہ حاضر وناظر کا منکر اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

کے مطلق خداداد علم غیب کا منکر بھی اسلام سے خارج ہے"۔

(دیوبندی مذہب: ص۲۴۱ رتنظیم اہل سنت کراچی)

جس مذہب کے مناظرین اور علامہ ہی اپنے مذہب کے اصول و بنیادی عقائد پر متفق نہ ہوں انہیں دوسروں کو اصولی اختلاف کا درس دیتے ہوئے کچھ تو شرم وحیا کے پانی سے وضو کرنا چاہیے۔

فیصلہ عوام پر کیوں نہیں چھوڑتے:

مولوی کاشف اقبال صاحب لکھتے ہیں:

"دیوبندی بریلوی اختلافات کچھ ایسے ہیں کہ کوئی بھی مسلمان خالی الذہن ہو کر دیوبندیوں کی ان کفریہ و گستاخانہ عبارات کو پڑھے تو وہ دیوبندیوں کے حق میں فیصلہ نہیں دے سکتا"۔

(دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف: ص۲۵،۲۶)

اور منشا تابش قصوری صاحب لکھتے ہیں:

"ہمارا دعویٰ ہے کہ یہ عبارات اپنی اصل زبان میں ہوں یا دنیا کی کسی بھی زبان میں ان کا ترجمہ کر دیا جائے دنیا کا کوئی بھی بااخلاق اور مہذب آدمی کسی صورت میں بھی ان کی تحسین و تصویب نہیں کر سکتا چہ جائیکہ ایک مسلمان"۔ (دعوت فکر: ص۲۹)

جواباً عرض ہے کہ اگر معاذ اللہ اہل حق اہل السنت والجماعت کی یہ عبارات اتنی ہی صریح طور پر گستاخانہ ہیں تو فیصلہ عوام پر کیوں نہیں چھوڑتے؟ کیا وجہ ہے کہ رضاخانیوں کو ان عبارات پر حواشی چڑھانے پڑتے ہیں، ان عبارات کو بلا تبصرہ بلا عنوان بلا حاشیہ عوام کے سامنے کیوں پیش نہیں کیا جاتا؟ کوئی ایک کتاب کوئی ایک تقریر ایسی دکھلاؤ جس میں ان عبارات کو بیان کرنے سے پہلے اس پر مکروہ عنوان یا اس کا مکروہ خلاصہ بیان کر کے عوام کی مخصوص ذہن سازی نہ کی گئی ہو۔ اگر تم لوگ واقعی اپنی اس بات میں سچے ہو تو پھر ہم بھی دعوت دیتے ہیں کہ پاکستان سے کوئی ایسے تین اشخاص منتخب کر لو جو صاحب زبان ہوں دیوبندی بریلوی اختلافات کا کچھ علم نہ رکھتے

ہوں اور نہ ہی ان کتب کا کبھی مطالعہ کیا ہو نہ کبھی ان کے بارے میں کچھ سنا ہو ایسے لوگوں کو یہ کتابیں پکڑا دی جائیں اور ان سے کہا جائے کہ ان کا مکمل بالاستیعاب مطالعہ کرو اور جہاں کوئی بات قرآن و سنت کے خلاف دیکھو نشان زد کر دو اگر انہوں نے ان عبارات پر ایسا ہی اعتراض کیا جیسا کہ آپ لوگ کرتے ہو تو سر آنکھوں پر۔

پھر آپ کے جن اکابر نے ان عبارات کو ٹھیک سمجھا کیا وہ بد اخلاق، بد تہذیب، کافر لوگ تھے جو ان عبارات کی تائید و تحسین کر رہے ہیں؟ دلچسپ بات یہ ہے کہ مولانا عبد السمیع رامپوری نے براہین قاطعہ کی گیارہ عبارات نقل کی ہیں جن کے متعلق کہا:

"مولف براہین قاطعہ نے بہت مضامین ایسے لکھ دیئے جس سے اکثر اہل اسلام متوحش و نفور ہو گئے"۔ (انوار ساطعہ: ص ۳۲ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور)

مگر ان "متوحش عبارات" میں براہین قاطعہ کی وہ عبارت پیش نہ کی جس پر خان صاحب بریلی نے حسام الحرمین پر کفر کا فتویٰ دیا جس عبارت پر قصوری صاحب عوام کو دعوت فکر دے رہے ہیں نیز حسام الحرمین سے پہلے ہندوستان کے کسی مستند عالم دین نے ان عبارات کا وہ معنی و مفہوم مراد نہیں لیا جو احمد رضا خان صاحب کے ایمان سوز دماغ میں آیا جو اس بات کا کھلا ثبوت ہے کہ احمد رضا خان اور اس کی حسام الحرمین فساد کی اصل جڑ ہے ورنہ دیگر کو ان عبارات میں ایسی کوئی قباحت نظر نہ آئی۔

اصولی اختلاف صرف ایک مسئلہ پر:

ترجمان رضا خانیت کاشف اقبال صاحب آج اپنی عوام کو یہ تاثر دے رہے ہیں کہ دیوبندیوں کے ساتھ ہمارا اختلاف یہ ہے کہ انہوں نے اللہ و رسول، انبیاء علیہم السلام، صحابہ کرام اور اولیاء امت کی گستاخیاں کی ہیں معاذ اللہ۔ جبکہ بریلوی اجمل العلماء مولانا اجمل سنبھلی صاحب لکھتے ہیں:

"مصنف صاحب اگر تمہارے اکابر قائل امکان کذب اور قائل وقوع کذب الٰہی کو کافر زندیق

جانتے تو تمہارا جدید مذہب ہی کیوں بنتا اور ہم اہل سنت سے تمہارا اختلاف ہی کیا ہوتا''۔

(ردشہاب ثاقب: ص ۲۹۲ / ادارہ غوثیہ رضویہ لاہور)

تو مولوی صاحب تمہارے اکابر کے نزدیک تو مابہ النزاع مسئلہ صرف ایک ہے اور وہ ہے ''امکان کذب'' تو خواہ مخواہ دوسری باتوں پر وقت کیوں صرف کرتے ہو یہ وہ کتاب ہے جس کے پڑھنے کی تلقین آپ اپنے قاری کو بھی کر رہے ہیں۔ تو پہلے خود تو اس کتاب کے مندرجات سے متفق ہو جاؤ۔

فروعی مسائل میں سلف وصالحین سے جدا ہونے کا الزام:

مولوی کاشف اقبال رضا خانی صاحب لکھتے ہیں:

''دیوبندی مذہب فروعی مسائل میں بھی سلف وصالحین سے جدا ہے اس کا اقرار بھی دیوبندی علماء نے خود کیا ہے کہ اس سلسلے میں حضرات علمائے فرنگی محل لکھنؤ حضرت مولانا عین القضاء صاحب علیہ الرحمۃ، مولانا معین الدین اجمیری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا محمد سجاد صاحب بہاری مرحوم جیسے بہت سے علمائے کرام اور علمی سلسلوں اور خاندانوں کا نام لیا جا سکتا ہے ان حضرات کا مسلک حضرات علمائے دیوبند کے مسلک سے مختلف تھا''۔

(فیصلہ کن مناظرہ: ص ۶۔ فتوحات نعمانیہ: ص ۳۰۰)

دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف صفحہ ۲۵ پر یہی بات مولانا منظور نعمانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے مولوی غلام مہر علی نے اپنی کتاب ''دیوبندی مذہب صفحہ ۶۹ و صفحہ ۶ / بار اول میں بھی لکھی۔

اس سلسلے میں گذارش ہے کہ اول تو یہ عبارت کسی ناشر کی ہے جس کے ہم ذمہ دار نہیں پھر خود تکفیر کے مسئلہ میں علمائے فرنگی محل بریلویوں کے ساتھ نہیں اسی طرح مولانا معین الدین اجمیری نے بھی علمائے دیوبند کی تکفیر نہیں کی بلکہ ایک پوری کتاب احمد رضا خان صاحب کے خلاف بنام ''تجلیات انوار المعین'' لکھی جس میں مولانا احمد رضا کی وہ گت بنائی ہے جو پڑھنے کے لائق

ہے۔تو اس معاملے میں سلف وصالحین کے باغی تو تم بھی ہوئے۔پھر کیا ان چار مولویوں کا نام سلف وصالحین ہے؟ آؤ ہم تمہیں دکھاتے ہیں کہ سلف وصالحین کا باغی کون تھا؟

مولانا احمد رضا خان صاحب اکابر کا باغی:

مولوی محمد اسمٰعیل بریلوی لکھتا ہے:

فاضل بریلوی کا اکابر سے اختلاف اور مفتی سید شجاعت علی قادری علیہ الرحمۃ کی تصریح مفتی سید شجاعت علی قادری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

''حقیقت یہ ہے کہ مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے علمی ذخائر میں یہ تلاش کرنا کچھ مشکل نہیں کہ آپ نے کس کس سے اختلاف نہ کیا بلکہ اصل وقت طلب کام یہ ہے کہ وہ کونسا فقیہ ہے جس سے مولانا نے بالکل اختلاف نہ کیا ہو اگر ایسا کوئی شخص نکل آئے تو یہ ایک بڑی تحقیق ہوگی''۔

(حقائق شرح مسلم ودقائق تبیان القرآن: ص ۱۷۰ فرید بک اسٹال لاہور)

بریلویو! آنکھیں کھول کر اس حوالے کو پڑھو، ۱۴۰۰ سال میں سینکڑوں فقیہ گزرے ہیں لیکن احمد رضا خان کی ایسی طبیعت تھی کہ کسی کی تحقیق پر اعتماد نہیں کیونکہ مذہب جو جدید بنانا تھا اس لیے پوری امت سے اختلاف کر کے ایک نیا دین بنایا۔چار مولویوں سے دیوبندی اختلاف کرے تو سلف کا باغی اور جو آدمی ساری دنیا کے علماء سے اختلاف کرے یہ اس کی عظمت کی دلیل بن جائے یار کچھ تو خدا کا خوف کرو۔

مولانا احمد رضا خان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم وائمہ مجتہدن کا باغی:

''مجدد برحق امام احمد رضا نے اکابر صحابہ اور ائمہ مجتہدین (امام اعظم، امام مالک، اور امام احمد بن حنبل) رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے موقف سے اختلاف فرمایا ہے''۔

(حقائق شرح مسلم ودقائق تبیان القرآن: ص ۱۷۳ فرید بک اسٹال لاہور)

اس کتاب پر مولانا شاہ احمد نورانی، مفتی منیب الرحمان، علامہ حسن حقانی، علامہ جمیل احمد نعیمی جیسے جید بریلوی اکابر کی تقاریظ ہیں۔

بریلوی عوام کو دھوکا دیتے ہیں کہ ہم توحنفی ہیں سلف صالحین کے پیرو ہیں مگر دیکھا کہ اس نے امام ابوحنیفہ سے لیکر تمام حنفی فقہاء بلکہ صحابہ وہ بھی اکابر صحابہ سے اختلاف کیا ان کی جگہ اپنی تحقیق پیش کی ان کی تحقیق پر اعتماد نہ کیا۔ سلف وصالحین کی پیروی کا نعرہ ان کا دھوکا ہے ان کا مقصد صرف اور صرف احمد رضا خان صاحب کی اندھی تقلید کروانا ہے۔

جاہل وخبیث کون؟

ترجمان رضاخانیت صاحب نہایت تہذیب وشائستگی کا مظاہرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"جو شخص دیوبندیوں کو ضروریات دین میں اہل سنت کے ساتھ متفق بتلا کر اس کو فروعی اختلاف بتلانا چاہتا ہے یہ اس کی جہالت وخباثت پر دال ہے"۔ (دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف: ص ۲۵)

آیئے!!! ہم آپ کو بتلاتے ہیں کہ یہ جاہل وخبیث حضرات کون ہیں جن کی طرف موصوف اشارہ کررہے ہیں۔

بریلوی استاذ العلماء فیض احمد گولڑوی:

"جہاں آپ بریلوی مکتبہ فکر کے علماء کرام میں ایک عارف محقق اور عالم مدقق تسلیم کیے گئے ہیں وہاں دیوبندی طبقہ کے اکابر علماء بھی آنجناب کے علم وعرفان کے ثناء خواں نظر آتے ہیں ان دو بڑے اسلامی فرقوں کے علاوہ دیگر اسلامی اور غیر اسلامی فرقوں میں بھی آپ ایک بلند مقام رکھتے ہیں"۔ (اعلاء کلمۃ اللہ: ص الف، مطبوعہ گولڑہ جنوری ۱۹۸۵)

اس اقتباس میں فیض گولڑوی صاحب خلیفہ مجاز پیر گولڑوی نے بریلویوں کی طرح دیوبندیوں کو بھی اسلامی فرقہ تسلیم کیا گویا وہ دیوبندیوں کو ضروریات دین کا منکر نہیں سمجھتے۔

مولانا پیر کرم شاہ ازہری بھیروی:

پیر صاحب دیوبندی بریلوی اختلافات کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"اس باہمی وداخلی انتشار کا سب سے المناک پہلو اہل السنۃ والجماعۃ کا آپس میں اختلاف ہے جس نے انہیں دو گروہوں میں بانٹ دیا ہے دین کے اصولی مسائل میں دونوں متفق ہیں اللہ تعالیٰ کی

توحید ذاتی اور صفاتی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت اور ختم نبوت قرآن کریم قیامت اور دیگر ضروریات دین میں کلی موافقت ہے"۔ (تفسیر ضیاء القرآن: ج ا ص ۵)

غور فرمائیں! انہوں نے تو واضح طور پر دونوں گروہوں کو ضروریات دین میں کلی طور پر متفق مانا ہے۔

مولوی محمد امین خادم خاص شاہ احمد نورانی و ناظم انوار القرآن کراچی:

"تاریخ اسلام اس بات پر شاہد ہے کہ مسلمانوں نے ہمیشہ سے تعلیمات نبویہ کی پیروی کی اور اسی کو اپنا مشعل راہ بنایا اور باہمی اتحاد و اتفاق کا عملی مظاہرہ کیا مگر کچھ فتنہ پسند افراد نے مسلمانوں میں اختلافات کو ہوا دی اور مسلمانوں کے اتحاد کو پارہ پارہ کردیا اور جو ملت ایک فرد واحد کی طرح قائم تھی اس کو بھی فروعی اور کبھی اصولی اختلافات کے ذریعے تقسیم کردیا مگر ہر دور میں اللہ تعالیٰ کے کچھ بندے مسلمانوں کے درمیان اتحاد و اتفاق کی فضاء پیدا کرنے کی کوشش کرتے رہے آپس کے اختلافات کی خلیج کو کم کرنے کی مشقت اٹھاتے رہے اختلافی مسائل کو درمیان سے ہٹا کر متفقہ مسائل پر اشتراک کرکے ایک مشترکہ مقصد کے لیے جدوجہد کے لیے تیار کرتے رہے، چنانچہ برصغیر میں جب تحریک پاکستان شروع ہوئی تو اس وقت مسلمانوں کے تمام مکاتب فکر کے علماء نے اس تحریک کی حمایت کی اس کے لیے جدوجہد کرنے والوں میں اہل سنت و جماعت کے علماء تھے تو کچھ دیوبند کے علماء بھی تھے، شیعہ تھے تو اہلحدیث بھی تھے"۔

(عہد رواں کی ایک عبقری شخصیت، ص ۱۰۸، ۱۰۹، بزم انوار القرآن کراچی)

آپ کا مولوی دیوبندیوں کو مسلمان کہہ رہا ہے اور ان میں تفریق ڈالنے والے آپ جیسے مولویوں کو فتنہ پرور کہہ رہا ہے۔

جمعیت علماء پاکستان نورانی گروپ:

جمعیت علماء پاکستان نورانی گروپ کے ترجمان رسالے "افق" میں ڈاکٹر مظہر حسین بریلوی لکھتا ہے:

""قوم شیعہ، دیوبندی، سنی، حنفی، وہابی، بریلوی، غیر بریلوی، مقلد اور غیر مقلد کے بے معنی اور بلا جواز تفریق میں پھنسی ہوئی تھی''۔ (ماہنامہ افق کراچی: ۱۶ اگست ۲۰۱۳)

یہ جمعیت والے تو کہتے ہیں کہ یہ سب اختلاف ڈرامہ بازی ہے لفظی اختلاف ہے مولوی کاشف صاحب آپ کی جماعت و مذہب کے ان علماء کے مقابلے میں آپ کی بھلا کیا حیثیت ہے؟ کچھ تو شرم کریں پہلے اپنی چارپائی کے نیچے جھاڑو پھیرو۔

ہندوستان میں وہابیت کی بنیاد اول کس نے ڈالی؟

ترجمان رضاخانیت نے دیوبند کے بطلان کے انکشاف صفحہ ۲۸ پر یہ عنوان قائم کیا ''ہندوستان میں وہابیت و دیوبندیت کے فتنہ کی بنیاد اول'' اور پھر یہ تاثر دینے کی کوشش کی کہ ''سب مسلمان متفق تھے حضرت شاہ اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ نے آکر اختلاف برپا کیا اور اسی نے سب سے پہلے ہندوستان میں وہابیت کی بنیاد ڈالی''۔ یہی رام کہانی مولوی غلام مہر علی نے دیوبندی مذہب، ارشد القادری نے سوانح امام احمد رضا کے مقدمہ میں، لدھیانوی نے انوار آفتاب صداقت میں، ابوالحسن زید فاروقی نے مولانا اسمٰعیل دہلوی اور تقویۃ الایمان میں غرض اس موضوع پر لکھی جانے والی ہر کتاب میں اس الزام کو دہرایا گیا۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ جید بریلوی اکابر نے ہندوستان میں ''وہابیت'' کا سہرا ''شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ'' کے سر باندھا ہے اور اس کے لیے جو مکروہ تاریخ نویسی کا ثبوت اس پیٹ پرست مذہب کے مولویوں نے دیا ہے اس کو دل پر ہاتھ رکھ کر پڑھیں۔

شاہ ولی اللہ وہابی تھا رضاخانی اکابر کی ہرزہ سرائی:

مولوی محمد رمضان قادری بریلوی رضاخانی لکھتا ہے:

''شاہ ولی اللہ کے سنی حنفی یا غیر مقلد وہابی ہونے کی تحقیق۔۔۔

واضح رہے کہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اپنی زندگی کے پہلے دور میں پکے حنفی اور عقائد اہل سنت و جماعت کے نہ صرف حامل بلکہ مبلغ و داعی تھے مگر افسوس کہ زندگی کے دوسرے دور میں یعنی نجدو

حجاز میں ابن عبدالوہاب نجدی سے ملنے کے بعد وہابیت سے متاثر ہو گئے......شاہ ولی اللہ صاحب کا نام احمد ہے آپ کے والد ماجد شاہ عبدالرحیم صاحب مقلد حنفی اور مشہور اولیاء اللہ میں سے ہیں شاہ ولی اللہ صاحب نے تمام علوم اپنے والد سے حاصل کیے اور جیسے کہ آپ ابھی پڑھ چکے ہیں آپ بھی مقلد حنفی اور علوم شریعت وطریقت کے عالم باعمل تھے اپنے والد کی وفات کے بعد آپ ان کے جانشین بنے آپ کو اس قدر شہرت اور مقبولیت حاصل ہوئی کہ آپ کو شاہ ولی اللہ قطب الدین جیسے معزز القاب سے نوازا جانے لگا۔ واضح رہے کہ شاہ صاحب موصوف ابن عبدالوہاب نجدی کے ہمعصر ہیں جس زمانے میں آپ ہندوستان میں دینی خدمات سرانجام دے رہے تھے اسی زمانے میں شیخ نجدی نجد وحجاز میں وہابیت کے فروغ قتل وغارت اور لوٹ مار میں مصروف تھا جب شاہ ولی اللہ صاحب فریضہ حج ادا کرنے حجاز مقدس پہنچے تو وہاں آپ کی ملاقات ابن عبدالوہاب نجدی سے ہوگئی (یہ سفید جھوٹ ہے تاریخ میں ان دونوں حضرات کی ملاقات کا کوئی تذکرہ نہیں ملتا: از ناقل) شیخ نجدی یہ جان کر کہ آپ عالم شہیر اور مسلمانان ہند کے ذی اثر علماء میں سے ہیں آپ سے بڑی گرم جوشی کے ساتھ پیش آیا اور میل جول بڑھتے بڑھاتے ان دونوں میں بے تکلفی کی حد تک دوستانہ تعلقات قائم ہو گئے۔ شاہ صاحب تحریک وہابیت کی سیاسی سرگرمیوں کو دیکھ کر بڑے متاثر ہوئے اور معاً ہندوستان میں سلطنت مغلیہ کے تنزل اور انحطاط کا نقشہ تصور گھوم گیا مسلمانوں کی اس ڈگمگاتی حکومت کے خلاف انگریزوں کی ایسٹ انڈیا کمپنی کی سازشوں (جس میں فضل حق خیر آبادی جیسے لوگ ملازم تھے: از ناقل) اور ریشہ دوانیوں کو یاد کر کے بیقرار ہو گئے چنانچہ آپ نے پختہ فیصلہ کرلیا کہ آپ ہندوستان پہنچ کر ابن عبدالوہاب نجدی کے طریقے اور اصولوں پر مسلمانوں کی تنظیم اور تحریک اقامت دین چلا کر پورے ہندوستان میں ایک مضبوط اسلامی حکومت قائم کرنے کی جدوجہد میں لگ جائیں گے۔ آپ نے شیخ نجدی کے طریقہ کار اور اصولوں کو اسلامیان ہند کی زبوں حالی کا مکمل علاج قرار دے کر ابن عبدالوہاب نجدی کی ہدایات اور مشورے سے ایک منصوبہ بنایا اور اس پر غور وخوض کرنے کے بعد لائحہ عمل مرتب کر کے مراجعت کی......مگر چونکہ شیخ نجدی کی تحریک وہابیت کی بنیاد اصول وہابیت پر قائم تھی اس لیے شاہ صاحب موصوف نے جب مسلمانان ہند کی تنظیم واصلاح کے پیش نظر اس کے اصولوں کو اپنایا تو

گویا اصول وہابیت ہی کو اپنایا اور اس طرح آپ پر بایں ہمہ علم و فضل وہابیت کا رنگ چڑھ گیا۔ اپنے والد ماجد کی تعلیم و تربیت سے آپ ...... تو ابوالوہابیہ ابن عبدالوہاب نجدی کی صحبت کے اثر سے غیر ارادی طور پر ان مقامات سے آپ کی نظر اٹھ گئی اور انہوں نے مسلمانان ہند کو سیاسی کامیابی حکومت اسلامیہ کے استحکام اور ایسٹ انڈیا کمپنی کو شکست دینے کے جوش و جذبے میں مغلوب اور ابن عبدالوہاب نجدی کی کامیابیوں سے مرعوب ہو کر اصول وہابیت کو قبول اور اختیار کرتے ہوئے اس امر پر غور نہ فرمایا کہ وہابیت کے اصول و عقائد جمہور اہل سنت و جماعت کے اصول و عقائد سے یکسر مختلف اور حقیقتاً اصل اسلام ہی کے خلاف ہیں اور در حقیقت ایک عظیم فتنہ کی حیثیت رکھتے ہیں اور اس پر بھی توجہ نہ کی کہ ہندوستان میں اصول وہابیت کے تحت تحریک اقامت دین کو مسلمانان ہند قبول و برداشت نہیں کریں گے۔ اور ان کی شخصیت پر بھی برا اثر پڑے گا۔ پس ان پر جو دھن سوار ہو گئی تھی اسی دھن میں ترویج وہابیت کا پختہ فیصلہ کر بیٹھے۔

ہندوستان واپس پہنچنے پر آپ کی حالت ہی بدلی، نہ وہ عالمانہ رنگ تھا اور نہ ہی طریقت کے اطوار باقی تھے۔ حضرت شاہ عبدالعزیز فرماتے ہیں حجاز سے واپس آنے کے بعد والد ماجد کی نسبت باطنی اور علم و تقریر کی حالت کچھ اور ہی ہو گئی تھی ...... پس جب آپ کے شاگردوں اور آپ کے والد محترم کے تربیت یافتہ اور سلجھے ہوئے عقیدت مندوں نے خلاف توقع آپ کے منہ سے نامانوس باتیں اور عقائد اہل سنت کے خلاف آپ کی گفتگو سنی (لعنۃ اللہ علی الکاذبین: از ناقل) تو حیران و ششدر رہ گئے اور رفتہ رفتہ آپ سے بے تعلق ہوتے چلے گئے۔ تاہم شاہ صاحب اپنے طے کردہ پروگرام کے مطابق اصول و عقائد وہابیت کی ترویج میں کوشاں رہے نیز اس سلسلے میں بھی چند کتابیں بلاغ المبین (تاریخ نویسی کے زور سے موصوف صفت میں مطابقت کا خیال نہ رہا) اور تحفۃ الموحدین وغیرہ تصنیف کیں۔ (انہی کتابوں کو وہابی صاحبان بکثرت شائع کرتے ہیں اور مفت تقسیم کرتے ہیں) مسلمانوں نے شاہ صاحب کو ان کے انوکھے وہابیانہ خیالات و عقائد کو قبول نہ کیا۔ دہلی اور اطراف و جوانب میں شور بپا ہو گیا کہ ولی اللہ وہابی ہو گیا علمائے اہل سنت شاہ صاحب کی اس غلط روی کے خلاف کمر بستہ ہو گئے اور انہوں نے وہابیانہ عقائد کی نہایت فرض شناسی کے ساتھ برمحل تردید کی شاہ صاحب نے خود کو بجائے اہل سنت کے محمدی کہلانا شروع کیا اور دوسرے وہابی

بھی ان کی پیروی میں محمدی کہلانے لگے۔اس طرح شاہ ولی اللہ صاحب کے ذریعہ اس ملک میں بھی دہابیت کی داغ بیل پڑگئی اور مسلمان قوم سنی وہابی کے جھگڑے میں پھنس کر باہم دست و گریبان ہوگئی اور یہ سلسلہ آج تک جاری ہے''۔

(مکمل تاریخ وہابیہ:ص ۲۷ تا۲۹ ،رشرکت قادریہ بجھور سندھ ۱۹۸۴)

یہ کتاب شاہ تراب الحق قادری کے اہتمام سے شائع ہوئی ،اس پر بریلوی مناظر مولوی عبد الرحیم سکندری نے مقدمہ لکھا،منشا تابش قصوری نے نشان منزل کے عنوان سے کتاب کی تحسین و تعریف کے قلابے ملائے جبکہ بریلوی معین الملت مولوی معین بریلوی نے کتاب پر تقریظ لکھی۔

کم وبیش یہی مکروہ تاریخ بریلوی غزالی جنید ورازی دوراں مولوی عمر اچھروی صاحب نے اپنی بدنام زمانہ کتاب ''مقیاس حنفیت صفحہ ۵۷۵ تا ۵۷۸ ،روار المقیاس اچھرہ ۱۹۶۶'' پر بیان کی ہے۔

قارئین کرام! آپ نے بریلوی جید اکابر کی طرف سے تاریخ کے نام پر اس جھوٹ مکر و فریب کے سیاہ پلندے کو ملاحظہ کیا یہ جھوٹی تاریخ گھڑنے کی وجہ بھی خود اس مولوی کے قلم سے ملاحظہ فرمائیں:

''اس امر کی تحقیق میں یہ رسالہ تالیف کرنے کی ضرورت اس لیے پیش آئی کہ موجودہ زمانے کے وہابی صاحبان بدلے ہوئے حالات کے تحت تاریخ کو مسخ کرنے کی منظم جدوجہد میں مصروف ہیں''۔(مکمل تاریخ وہابیہ:ص ۱۵)

چھلنیکو اپنے چھید نظر نہیں آرہے ہیں اور لوٹے کو طعنہ دے رہا ہے کہ تجھ میں دو سوراخ ہیں۔ مولوی غلام مہر علی چشتیاں جس کی دیو بندی مذہب سے مواد سرقہ کر کے کاشف صاحب نے کتاب تیار کی وہ لکھتا ہے:

''سارے فساد کی جڑ مولوی شیخ احمد معروف بہ شاہ ولی اللہ دہلوی اور وہی سارنگی بجانے والے ان کے بیٹے رفیع الدین وعبد القادر ہیں جہالت عامہ کے دور میں دہلی میں سقہ بچہ کی طرح ان کی علمی

شاہی کا چمڑے کا سکہ چلتا تھا۔ یہ مولوی احمد الضدان مجتمعان کا حیرت انگیز ہیولی تھے اول سنی پھر نجدی...... خواجہ اللہ بخش تونسوی علیہ الرحمۃ فرمایا کرتے تھے کہ شاہ ولی اللہ نے ہگا، شاہ عبدالعزیز نے اس پر مٹی ڈالی مگر اسماعیل نے اسے ننگا کر کے سارے ملک کو متعفن کر دیا"۔

(عصمۃ النبی المصطفیٰ: ص ۷، ۸)

بریلوی رئیس القلم سید عبدالکریم علی ہاشمی لکھتا ہے:

"اس مذہب کے آخری امام ابن عبدالوہاب جس نے یہ طریقہ اپنے شیخ طریقت شیخ محمد حیات سندھی سے لیا ہے اور اس نے مدینے کے ۲۷ / استادوں سے لیا ہے شیخ احمد شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے بھی ان ہی محدثین میں سے پانچ اصحاب حدیث سے حدیث کی سند حاصل کی ہے چنانچہ سب سے پہلے آپ نے مدینہ سے وہابی مذہب ہندوستان میں لے آئے"۔

(المیزان کا امام احمد رضا نمبر: ص ۶۱۰)

بہرحال رضاخانیوں کی بیان کردہ اس مسخ شدہ تاریخ سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوئے:

- شاہ ولی اللہ اپنے پہلے دور میں اہل السنۃ والجماعۃ مسلمان تھے۔
- شاہ صاحب جب حجاز مقدس پہنچے تو وہاں محمد بن عبدالوہاب نجدی مرحوم سے ملاقات ہوئی۔
- آپ اس کی قتل وغارت گری اور لوٹ مار سے بہت متاثر ہوئے۔ معاذ اللہ۔
- چنانچہ آپ نے اس سے دوستی کی اور میل جول کے تعلقات بڑھ کر بے تکلف دوستی میں بدل گئی۔
- آپ نے نجدی اصولوں پر تحریک اقامت دین قائم کرنے کا منصوبہ بنایا۔
- اس سلسلے میں محمد بن عبدالوہاب نجدی سے صلاح مشورہ کیا۔
- جب اصول وہابیت کو اپنایا تو وہابی رنگ چڑھ گیا۔
- شیخ نجدی کی صحبت کی وجہ سے بلند مقام و رفیع درجات سے یکسر محروم ہو گئے۔
- ایسی دھن سوار ہوئی کہ تمام تر مخالفت کے باوجود وہابی دین قائم کرنے پر کمربستہ ہو گئے۔

- ہندوستان واپس آکر اپنے وہابیانہ کفریہ عقائد کی تبلیغ واشاعت شروع کردی۔ معاذ اللہ۔
- اسی سلسلے میں البلاغ المبین اور تحفۃ الموحدین نامی کتب تصنیف کی۔
- ہندوستان کے مسلمانوں نے اسے قبول نہ کیا اور ایک شور برپا ہوگیا کہ شاہ ولی اللہ وہابی ہوگیا۔
- وقت کے تمام بڑے علماء نے آپ کی تردید شروع کردی۔
- آپ نے اہل سنت کے نام سے بیزاری ظاہر کرتے ہوئے خود کو محمدی کہلانا شروع کردیا۔
- سب سے پہلے مدینہ سے ہندوستان میں وہابیت کو شاہ ولی اللہ لائے انہوں ہی نے اس خطہ میں وہابیت کی داغ بیل ڈال کرسنی قوم کو سنی وہابی کے نام سے باہم دست وگریبان کردیا۔

مجھ سمیت حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے محبت رکھنے والوں کو رضا خانیوں کی ذکر کردہ ان کے دلوں سے زیادہ اس سیاہ تاریخ کو پڑھتے ہوئے جس کوفت اور ذہنی اذیت کا سامنا کرنا پڑا بندہ اس پر معذرت خواہ ہے لیکن کیا کریں جب تک ان امور کو سامنے نہ لایا جائے عوام اس زہریلے اہل سنت دشمن فتنے کو کس طرح پہچان پائیں گے۔ بہرحال وہ رضا خانی جو حضرت شاہ اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ پر یہ بے بنیاد الزام لگاتے ہیں کہ وہابیت کی داغ بیل ڈالنے والے شاہ اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ ہیں وہ اپنے اکابر کی اس تحقیق کو پڑھیں اور اپنا قبلہ درست کریں۔

مولانا احمد رضا خان بھی وہابی تھے:

ترجمان رضا خانیت لکھتا ہے:

"گویا حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور شاہ عبد العزیز محدث دہلوی علیہ الرحمۃ وغیرہم کے نظریات وہی تھے جو کہ آج اہل سنت وجماعت (بریلوی) کے ہیں جن کی ترجمانی امام اہلسنت ......احمد رضا خان......بریلوی......نے فرمائی ہے"۔ (دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف: ص ۳۵)

جب رضا خانی بریلویوں کے عقائد وہی ہیں جو شاہ ولی اللہ کے تھے تو شاہ صاحب علیہ الرحمۃ

تو تمہارے نزدیک پکا وہابی تھا اسی وہابیت پر ان کی وفات ہوئی تو مانو کے تم سب بھی وہابی ہو اور مولانا احمد رضا خان بریلوی اسی وہابیت کی ترجمانی کرتا تھا تو مورد الزام صرف شاہ اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کیوں؟ پھر یہ کہنا بھی کھلا جھوٹ ہے کہ ہم حضرت شاہ صاحب کے عقائد پر ہیں یہ حضرات علم غیب کو خاصہ خداوندی مانتے، اولیاء اللہ کو حاجت روا ماننے کو شرک سمجھتے، مزارات ہر کیے جانے والے منکرات کو مشرکین مکہ کا شرک کہتے، عبدالنبی نام رکھنے کو منع کرتے، اولیاء اللہ کے نام پر ذبیحہ کو حرام جانتے وغیرہا ان میں سے ایک سے بھی بریلوی اور اس مذہب کا بانی مولانا احمد رضا خان صاحب متفق نہ تھے بلکہ کھلم کھلا انہیں وہابیت کہتے۔

مولانا احمد رضا خان صاحب کی سند حدیث منقطع ہے:

مولانا احمد رضا خان صاحب لکھتے ہیں:

"اور سب سے بڑھ کر بھاری مشرک کٹر کافر عیاذ باللہ شاہ ولی اللہ ہوں جو مشرکوں کو اولیا اللہ جانتے اپنا شیخ و مرشد و مرجع سلسلہ مانتے احادیث نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سندیں ان سے لیتے مدتوں ان کی خدمتگاری و کفش برداری کی داد دیتے انہیں شیخ ثقہ عادل بناتے ان کی ملاقات کو بلفظ دست بوس تعبیر فرماتے ہیں محدثی کا تمغہ حدیث کی سندیں یوں برباد ہوئیں کہ اتنے مشرکین ان میں داخل پھر شاہ عبدالعزیز صاحب کو شاہ ولی اللہ صاحب سے یہی نسبت خدمت و ارادت و تلمذ و بیعت و مدح و عقیدت حاصل اور ان کی سب سندیں تمہارے طور پر مشرک اعظم و کافر اکبر شامل کہاں کی شاہی کیسی محدثی اصل ایمان کی سلامتی مشکل"۔ (حیات الموات: ص ۱۶۳ / حامد اینڈ کمپنی)

مولانا احمد رضا خان صاحب نے جس قسم کے الفاظ حضرت شاہ صاحب محدث دہلوی کی طرف منسوب کر کے جس تہذیب و شائستگی کا ثبوت دیا ہے وہ قارئین خود ملاحظہ فرمالیں۔ سردست ہم یہ کہنا چاہ رہے ہیں کہ اگر سند حدیث میں کوئی کافر مشرک آ جائے تو سند حدیث برباد اور محدثی و شاہی ضائع ہوئی تو مولانا احمد رضا خان صاحب کو اپنے پیر مارہروی سے جو اعزازی سند حدیث ملی ہے اس میں تیسرے نمبر پر حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا نام

ہے (رسائل رضویہ: ج ۲ ص ۲۶۹،۳۰۵) تو گویا مولانا احمد رضا خان صاحب کی سند حدیث منقطع ہے کیونکہ اس میں شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی ہیں جن کو معاذ اللہ تم نے وہابی گستاخ بے ایمان لکھا۔ یاد رہے کہ مولانا احمد رضا خان صاحب کی جتنی سندات حدیث کی رضاخانیوں نے پیش کی ہیں وہ سب کی سب اعزازی ہیں جو مختلف علماء سے ملنے کا دعویٰ کیا ہے مولانا احمد رضا خان صاحب نے حدیث کی متداول کتب کسی مکتب میں بیٹھ کر کسی محدث سے نہیں پڑھیں۔

مولوی غلام مہر علی چشتیاں کی الف لیلوی کہانی:

''موصوف نے شاہ اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کو بدنام کرنے کے لیے جو کچھ گھڑا اس کا خلاصہ یہ ہے کہ ۱۸۲۳ء میں سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ و شاہ اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ ایک دوسرے سے ملے، پیری مریدی ہوئی، شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی منقولہ وغیر منقولہ جائیداد جو کافی تعداد میں تھی اپنی اہلیہ اور نواسوں کو ہبہ کی تو مولوی اسمٰعیل نے اس پر قبضہ کر لیا۔ پھر سوچا کہ سارے مسلمان مشرک ہو چکے ہیں ان کا اسلام درست کرنا چاہیے اور ہندوستانی چونکہ پیروں کو مانتے ہیں اس لیے سید صاحب کے پاس پہنچ کر اس کے مرید ہو گئے اور لوگوں کو ان کی تعریف سنانا شروع کر دی، ۱۸۲۳ میں جب یہ دونوں سید صاحبان ملے اور پیری مریدی کا سلسلہ نکلا تو سید احمد شہید مختلف علاقوں میں سیر و سیاحت میں گھوم رہے تھے تو اسی دوران انگریز کے اشاروں پر سکھوں کی طرف متوجہ ہو گئے شاہ اسمٰعیل نے نیا نیا علم پڑھا تھا، دہلی میں وعظ کرتا تھا اسی دوران ہندوستان میں ابن عبدالوہاب نجدی کی کتاب التوحید آئی کسی نے شاہ اسمٰعیل شہید کو بھی بھیجی تو شاہ صاحب کی طبیعت اس کی طرف مائل ہو گئی مولوی اسمٰعیل نے مولوی عبدالحئی کی مدد سے اس کتاب سے نجدیانہ خارجیانہ عقائد کا انتخاب کر کے اردو زبان میں ''تقویۃ الایمان'' لکھی۔ اس پر لوگوں نے شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی سے شکایت کی کہ آپ کا بھتیجا یہ حرکتیں کر رہا ہے تو اس پر شاہ صاحب نے سخت ناراضگی کا اظہار فرمایا مگر شاہ اسمٰعیل نہ مانا، اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے

شاگردوں کو مناظرے کی دعوت دے دی آخر تنگ آ کر تمام علماء احناف دہلی میں جمع ہو گئے شاہ عبدالعزیز دہلوی اور مولوی اسمٰعیل اور شاہ عبدالغنی کو بلوایا گیا اور مندرجہ ذیل مسائل ان کے سامنے دلائل قاہرہ سے ثابت کیے گئے:

۞ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وجود مسعود صرف بشری نہیں جیسا کہ مولوی اسمٰعیل نے شور مچا رکھا ہے بلکہ وہ گوہر نورانی نور اصلی خدا تعالیٰ کے ہیں اور آپ کا نور مخلوق اور خاص فیض ہے نور الٰہی کا۔

۞ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا میلاد شریف منانا اور اس میں قیام کرنا اور صلوٰۃ وسلام پڑھنا مورد ثواب و مراحم الٰہی ہے۔

۞ مطلق علم غیب عطائی انبیائے عظام کو اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا ہے اس کا منکر کافر و بے دین ہے۔

۞ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے علم غیب کل عطا فرمایا ہے کہ آپ تمام دنیا و مافیہا کے ذرے ذرے سے باخبر ہیں اور آپ کو حاضر و ناظر ماننا کتاب و سنت و عقائد جمہور اہل اسلام سلف وخلاف سے ثابت ہے۔

۞ اذان میں آپ کے نام پاک کو سن کر ناخن کو بوسہ دے کر آنکھوں پر لگانا امر باعث برکت ہے اور سنت اکابرین اسلام ہے آنکھوں کو ہر بیماری سے محفوظ رکھتا ہے۔

۞ انبیاء کرام اور اولیاء عظام کا وسیلہ پکڑنا اور ان سے غائبانہ مدد مانگنا بایں طور کہ وہ عون الٰہی کے مظہر ہیں قبل از ممات و بعد از ممات ہر طرح جائز ہے۔

۞ مزارات اولیاء اللہ پر قرآن خوانی کرنا اور ان کے نام کی فاتحہ دلا کر ایصال ثواب کرنا طعام پر قرآن پڑھنا بزرگوں کے وفات کے بعد عرس کرنا قبروں پر روشنی کرنا بضرورت آرام دہی زائرین کے یہ امور بے شک جائز ہیں۔

۞ وظیفہ یا رسول اللہ یا صدیق یا عمر یا عثمان یا علی یا حسن یا حسین یا شیخ عبدالقادر جیلانی یا خواجہ معین الدین چشتی یہ ورد و وظائف بے شک جائز ہیں۔

اس مناظرے میں شاہ اسمٰعیل شہید اسٹیج چھوڑ کر بھاگ گئے اور مولوی عبدالحیٔ نے لوگوں کے مجبور کرنے پر اعلانیہ توبہ کی اور اسے شائع کردیا گیا۔اس شکست کے بعد شاہ اسمٰعیل شہید نے ایک اور جماعت یعنی غیر مقلدین کی بنیاد رکھی اور رفع یدین وغیرہ شروع کر دیا۔

(دیوبندی مذہب:ص ۹۳ تا ۱۰۱ ر مطبوعہ تنظیم اہل سنت کراچی وص ۲۵ تا ۳۲ رمطبوعہ چشتیاں ۱۹۵۶)

یہ وہ تاریخ ہے جسے مولوی غلام مہر علی صاحب نے آخرت کی جوابدہی سے بالکل بے نیاز ہوکر گھڑی ،حقیقت یہ ہے کہ جھوٹ مکروفریب ،تحریف وعیاری ، بے جاالزام تراشی کے جتنے گر اس آدمی نے اپنے اساتذہ سے سیکھے تھے ان سب کا خوب خوب مظاہرہ یہاں اس شخص نے کیا ۔مجھے یہ سمجھ نہیں آتی کہ کل کو اگر کوئی غیر جانبداری سے بریلوی مولوی کے ان الزامات کا جائزہ لے گا تو آخر اس کے سامنے ان بریلوی مذہبی لٹیروں کی دیانت کا کیا تصور قائم ہوگا؟ان رضاخانیوں کو یہ حیاوشرم بھی نہیں آتی کہ تعصب کی پٹی باندھ کر اندھوں کی طرح حاطب اللیل کے موافق جو کچھ ہم بک رہے ہیں کل کو اگر کسی نے اس کا جواب دے دیا اور ہماری اس مکروہ د خانہ ساز تاریخ کے تارپود بکھیر دیئے تو آخر ہم اپنا منہ کہاں چھپائے پھرتے رہیں گے؟

المیزان بمبئی کا مدیر لکھتا ہے:

’’محاسبہ آخرت سے بے نیاز ہوکر بے بنیاد الزامات کسی پر بھی لگائے جاسکتے ہیں چودہ سوسال کی تاریخ کے اوراق شاہد ہیں کہ اسلام کا کوئی ایسا محقق ورہنما نہیں ہے جسے الزامات کی وادیوں سے نہیں گزرنا پڑا لیکن عدل پسندوں کا یہ شیوہ ہے کہ وہ الزامات کو ثبوت کی روشنی میں جانچتے ہیں ثابت ہونے پر ملزم کو مجرم سمجھا عدم ثبوت پر مظلوم گردانا‘‘ ۔(المیزان کا امام احمد رضا نمبر:ص ۳۰)

ہم رضاخانیوں سے سوال کرنا چاہتے ہیں کہ آخر اس انصاف پسندی کا ثبوت ہمارے اکابر کے بارے میں کب دیا جائے گا؟ مولانا ابوالحسن زید فاروقی صاحب دہلوی جن کا تعلق رضاخانی مسلک ہی سے ہے وہ غلام مہر علی صاحب جیسوں کے متعلق کیا خوب تبصرہ کرتے ہیں:

’’ایک عرصہ سے دیکھنے میں آرہا ہے کہ تاریخی واقعات پر بحث کرنے والے بعض افراد اپنے

خیالات فاسدہ، اوہام باطلہ کو تاریخ کے نام پر ظاہر کر کے فضلا اور اکابر پر بلا وجہ الزامات عائد کرتے ہیں اور پھر ان کو بدنام کرنے کی کوشش کرتے ہیں''۔

(مولانا اسمٰعیل اور تقویۃ الایمان: ص ۷۔۳۲ مطبوعہ صفہ پبلی کیشنز لاہور)

غلام مہر علی کے ان الزامات کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ:

پہلا الزام: ۱۸۲۳ میں سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات ہوئی اور پیری مریدی چل نکلی۔

جواب: یہ بات کرنا یا تو تاریخ سے جہالت ہے یا مولوی صاحب کے ضد وتعصب کا نتیجہ ہے حقیقت یہ ہے کہ حضرت شاہ اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا عبدالحیٔ بڈھانوی رحمۃ اللہ علیہ دونوں نے حضرت سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کے دست اقدس پر بیعت ۱۸۱۸ء ۱۲۳۳ھ میں سید صاحب کے دوبارہ دہلی مراجعت کرنے کے بعد کی۔

(سیرت سید احمد: ج ۱ ص ۱۱۱ از مولانا غلام مہر علی مرحوم۔ سیرت سید احمد شہید از مولانا ابوالحسن علی ندوی: ج ۱ ص ۱۴۹)

حضرت شاہ اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کی بیعت کا واقعہ بھی بڑا دلچسپ ہے۔

دوسرا الزام: مولانا شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی اخیر عمر میں جائیداد ہبہ کر دی تھی شاہ صاحب نے اس پر قبضہ کر لیا۔

جواب: یہ بھی مولوی غلام مہر علی چشتیاں کا سفید جھوٹ ہے اگر کسی بریلوی میں ہمت ہے تو کسی مستند تاریخی شہادت سے اس کا ثبوت دے کہ ایسا واقعہ ہوا ہے یہ جھوٹ سب سے پہلے مولوی فضل رسول بدایونی نے سیف الجبار میں لکھا اور بریلوی بنا کسی تحقیق اسی کو نقل در نقل کرتے چلے آرہے ہیں۔ یہ الزام لگانے والوں کو اتنی بھی حیا نہیں کہ شاہ اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ تو وہ ہستی ہیں اور وہ مرد مجاہد تھا جو گھر بار اس کا عیش وآرام سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر میلوں دشوار گزار راستوں پر سفر کرتے ہوئے بالاکوٹ کی پہاڑیوں میں اس دین کی سربلندی کے لیے اپنی جان جان آفرین کے سپرد کر گیا۔ ظالمو!!! اس کو جائیداد کی حرص ہوتی تو سر کٹانے کے بجائے پیر اور چاچا کی قبر پر

مزار بنا کر عیاشی کرتا پھرتا۔ حیرت ہے کہ ایک طرف تو خود لکھتے ہو کہ سارا دہلی شاہ صاحب کا مخالف ہو گیا تھا تو اس مخالفت میں فرد واحد کو یہ جرأت کیسے ہو سکتی ہے کہ وہ اپنے چچا کی جائیداد پر قبضہ کر لے اور نواسوں سمیت سارا دہلی ایک آہ بھی نہ کرے۔

تیسرا الزام: شاہ صاحب نے سوچا کہ چونکہ سارے مسلمان مشرک ہو چکے ہیں اس لیے ان کے عقائد درست کرنے چاہئیں اور ہندوستانی چونکہ پیروں کو مانتے تھے اس لیے سید صاحب سے بیعت ہو گئے۔

جواب: یہ بھی محض افتراء ہے کہ حضرت شاہ صاحب علیہ الرحمۃ نے ہندوستان کے سارے لوگوں کو معاذ اللہ مشرک کہا یا سمجھا ہاں یہ ضرور ہے کہ حضرت شاہ صاحب ہندوستان میں پھیلنے والی رسوم جاہلیت و بدعات اور عقائد شرکیہ کے سخت مخالف تھے اور بلا لومۃ لائم اس کا خوب رد کیا اور یہی وہ چیز ہے جنہوں نے ان مشرک پیٹ پرست مولویوں کو شاہ صاحب کا دشمن بنا دیا ہے۔ شاہ صاحب کا حضرت سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت کو کسی سازش کا پیش خیمہ قرار دینا بھی رضا خانی تعصب ہے بیعت کا واقعہ تفصیل کے ساتھ کتب تاریخ میں موجود ہے رضا خانیوں کو بھی عرسوں سے فرصت ملے تو پڑھ لیں ہم مختصراً عرض کر دیتے ہیں کہ ایک روز حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے داماد مولانا عبد الحی رحمۃ اللہ علیہ شاہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اسرار صلوٰۃ اور حضور قلب پر گفتگو چل پڑی شاہ صاحب نے فرمایا کہ نماز میں اگر حضور قلب چاہتے ہو تو سید صاحب سے رجوع کرو عبد الحی رحمۃ اللہ علیہ وہاں سے اٹھ کر سیدھا حضرت سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ نے پاس پہنچے سید صاحب نے نماز کی حقیقت اور اس کے اسرار و معارف بیان کرنے کے بعد فرمایا کہ میری زبانی تعلیم سے یہ نعمت حاصل نہیں ہو سکتی، آیئے! ہم دو رکعات نماز پڑھیں نماز پڑھنے کے بعد جب مولانا عبد الحی رحمۃ اللہ علیہ نے دل کی کیفیت خشوع خضوع دیکھا تو اسی وقت سید صاحب سے بیعت ہو گئے اور زندگی بھر اسی نماز کا لطف اٹھاتے رہے مولانا عبد الحی رحمۃ اللہ علیہ نے جب اس واقعہ اور نماز میں اس دلی کیفیت کا ذکر حضرت شاہ اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ

سے کیا تو آپ بھی سید صاحب کی خدمات بابرکت میں حاضر ہوئے اور وہی دولت پائی اور نماز کے بعد بیعت سے مشرف ہوئے۔

چوتھا اعتراض: انہی دنوں ابن عبدالوہاب نجدی کی کتاب التوحید ہندوستان میں آئی جسے شاہ صاحب نے پڑھا اور مولوی عبدالحئی کی مدد سے اس سے مسائل خارجیہ کا انتخاب کر کے تقویۃ الایمان لکھی۔

جواب: یہاں بھی مولوی غلام مہر علی نے کئی جھوٹ بولے:

- کتاب التوحید کسی نے شاہ اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کو بھیجی آپ نے اس کو سامنے رکھ کر تقویۃ الایمان لکھی۔
- تقویۃ الایمان مولانا عبدالحئی رحمۃ اللہ علیہ کی مدد سے لکھی۔

جہاں تک یہ الزام کہ تقویۃ الایمان التوحید سے سرقہ کر کے لکھی گئی ہے تو اس کا تفصیلی جواب ہمارے علماء متعدد مقامات پر دے چکے ہیں تفصیل کے لیے حضرت مولانا منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "محمد بن عبدالوہاب اور ہندوستانی علماء" کا مطالعہ کریں البتہ یہاں ہم ایک اور گزارش کرنا چاہتے ہیں کہ شرک و بدعت کے خلاف حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی سب سے پہلی کتاب "ردالاشراک" ہے جو کہ عربی تالیف ہے۔ ردالاشراک اگرچہ دیکھنے میں ایک مختصر سی کتاب ہے مگر اس میں ایک جہاں معنیٰ آباد ہے۔ قرآن پاک کی آیات سے حق تعالیٰ شانہ کے بے مثل و بے مثال ہونے کو دلائل اور خوبصورتی سے واضح کیا اور مختلف حدیثوں سے اتباع سنت کے ضروری اور بدعات سے دوری اور حفاظت کے واجب ہونے کو بیان کیا۔ اس کا سن تالیف صحیح قول کے مطابق ۱۲۱۳ھ ہے بعد میں اسے عام عوام کے فائدے کے لیے اسی ردالاشراک کو مکمل تشریح و مختلف فوائد سے مزین کر کے "تقویۃ الایمان" کی صورت میں مرتب کیا گیا۔ یہ بات بریلوی شیخ الاسلام مولانا ابوالحسن زید فاروقی صاحب کو بھی تسلیم ہے چنانچہ انہوں نے اپنی کتاب "مولانا اسمٰعیل اور تقویۃ الایمان صفحہ ۵۶ تا ۶۰" دونوں کتابوں کا تقابل پیش کیا ہے

۔جس سے رضا خانیوں کے اس افتراء (کہ تقویۃ الایمان محمد بن عبدالوہاب نجدی کی کتاب ''التوحید'' سے لے کر لکھی گئی ہے) کا جھوٹ ہونا خود ان کے گھر سے ثابت ہو گیا ہے۔

پانچواں اعتراض: لوگوں نے شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ سے شکایت کی کہ شاہ صاحب کو سمجھا جائیے جس پر شاہ اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کو تنبیہ کی گئی۔

جواب: یہ بھی محض الزام وافتراء ہے جس کا بدلہ فضل رسول بدایونی اور صاحب انوار آفتاب صداقت مع غلام مہر علی اپنی قبور میں خوب پا رہے ہوں گے۔ حقیقت یہ ہے کہ حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے اس ہونہار بھتیجے پر مکمل اعتماد تھا۔شاہ صاحب کی یہ تحریک توحید حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی زیر سرپرستی ہو رہی تھی تو وہ اس پر تنبیہ کیوں کرتے؟

حضرت شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے اس بھتیجے سے کتنی محبت تھی اور وہ ان پر کتنا اعتماد کرتے تھے اس کے لیے بریلویوں کے گھر کی ایک شہادت ملاحظہ ہو۔

بریلوی نباض قوم مفتی اعظم بریلویہ مولوی ابوداؤد صادق کے رسالے میں ہے:

''شیخ الاسلام ابوالحسن زید فاروقی مجددی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ''۔

(رضائے مصطفیٰ: ص ۱۳/ بابت رمضان وشوال ۱۴۱۴ھ)

خلیل رانا جہانیاں منڈی مولانا ابوالحسن زید فاروقی صاحب کے متعلق لکھتے ہیں:

''ان کی شخصیت میں جانبداری شمہ برابر نہ تھی اور ان کی کتب کا جنہوں نے مطالعہ کیا ہے وہ بالضرور اس بات کی تائید کریں گے کہ ان کی تحریروں میں جانبداری اور تحقیق وانصاف جیسے اصولوں کی پیروی جگہ جگہ ملے گی اس لیے آپ پر کسی طرف جھکاؤ کا الزام نہیں دیا جاسکتا''۔

(معارف رضا کراچی: سالنامہ ۲۰۰۶ء/ص ۱۵۷)

یہ شیخ الاسلام صاحب لکھتے ہیں:

''میں نے خوردسالی میں کہن سال افراد سے سنا ہے کہ شاہ عبدالعزیز مولانا اسحٰق اور مولانا اسماعیل کے سر پر ہاتھ رکھ کر پڑھتے تھے الحمد للہ الذی وھب لی علی الکبر اسماعیل و اسحق

""شکر ہے اللہ کو [کا] جس نے بخشا مجھ کو بڑی عمر میں اسماعیل اور اسحق"۔

(مولانا اسماعیل اور تقویۃ الایمان: ص ۴۵)

کسی نے حضرت شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا کہ آپ شاہ محمد اسمٰعیل کے بارے میں کیا فرماتے ہیں تو جواب دیا:

""اورا در ہیچ وکدامی علم خاص نمی کنم، کسے کہ علم عالم شباب من دیدہ باشد، البتہ داند کہ در ہر علم نمونہ آں مولوی اسماعیل اند"۔ (منظورۃ السعداء فی احوال الغزاۃ والشہداء: ج ۱ ص ۶۲/از مولوی سید محمد جعفر بستوی نسخہ خطی مخزونہ دارالعلوم ندوۃ العلماء)

[ترجمہ] ان کو میں کسی ایک علم میں مہارت کے لیے خاص نہیں کرتا بلکہ جس شخص نے میری جوانی اور عالم شباب کے علم کا مشاہدہ کیا ہے وہ یقیناً جانتا ہے کہ مولوی محمد اسمٰعیل میرے اس وقت کے تمام علوم میں مہارت وکمال کا نمونہ ہیں۔

دہلی مناظرے کی حقیقت:

ترجمان رضاخانیت اس حوالے سے لکھتا ہے:

""پھر دہلی میں علمائے اہل سنت سے مناظرہ کی صورت بن گئی مگر مناظرے میں لاجواب ہو کر مفرور ہو گئے یہ ہندوستان میں سنی اور وہابی کا پہلا مناظرہ تھا۔ صمصام قادری: ص ۹/طبع دہلی"۔

(دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف: ص ۳۰)

مولوی غلام مہر علی نے اس حوالے سے جو جھوٹ لکھا وہ ماقبل میں گزر چکا ہے مزید لکھتا ہے:

""شاگردان حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب اور حضرت شاہ رفیع الدین صاحب اور حضرت شاہ عبدالقادر صاحب کے افہام وتفہیم پر بھی جب مولوی اسمٰعیل صاحب اور مولوی عبدالحئی اپنی حرکات سے باز نہ آئے تو بالآخر ۱۲۴۰ھ میں باتفاق جمیع علمائے احناف دہلی مولوی اسمٰعیل صاحب سے مناظرہ کی صورت پیدا ہو گئی اور مولوی رشید الدین صاحب بالاتفاق مولوی مخصوص اللہ مولوی موسیٰ خلف الرشید شاہ رفیع الدین صاحب مرحوم اور دیگر علمائے کرام کے ایک مجمع عام منعقد کیا جس میں شہر دہلی کے تمام اعیان موجود تھے اور یہ تاریخی اجتماع شاہی جامع مسجد دہلی میں منعقد ہوا (انوار

آفتاب صداقت: ص ۵۱۴) مولوی اسمٰعیل ومولوی عبدالحئی اور مولوی عبدالغنی اور ان کے چند رفقاء کو مجمع عام میں بلوایا گیا اور احناف کی طرف سے شاگردان شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ ودوسرے جید علمائے کرام احناف نے اسماعیل کے سامنے کتاب وسنت واقوال امت سے مبحث عنہ مندرجہ ذیل مسائل دلائل قاہرہ وبراہین ساطعہ سے ثابت کئے"۔ (دیوبندی مذہب: ص ۹۶،۹۷)

ان مسائل کا ذکر ماقبل میں اسی مولوی کے حوالے سے گزر چکا ہے۔ بہرحال اس سے معلوم ہوا کہ بقول جماعت رضائیہ:

☆ دہلی میں شاہ اسمٰعیل شہید کے ساتھ ایک عظیم مناظرہ ہوا۔

☆ شاہ صاحب مناظرے میں لاجواب ہوکر مفرور ہوگئے۔

☆ اس مناظرے میں ایک طرف شاہ اسمٰعیل شہید مولانا عبدالحئی تھے تو دوسری طرف سارا خاندان ولی الٰہی وجمیع علمائے دہلی موجود تھے۔

☆ شاہ صاحب اور ان کے رفقاء کو باقاعدہ بلوایا گیا۔

☆ شاہ صاحب کے مخالفین کی طرف سے باقاعدہ مناظرانہ رنگ میں اپنے موقف پر دلائل دے کر شاہ اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کو لاجواب کیا گیا۔

درحقیقت ان میں سے ایک بات بھی سچ نہیں ان کا حقیقت سے اتنا ہی دور کا تعلق ہے جتنا رضاخانی مولویوں کا انصاف، دیانت وخدا خوفی سے۔ ان سارے جھوٹ کا کریڈٹ مولانا فضل رسول بدایونی ملازم سرکار انگریز کو جاتا ہے اسی نے سب سے پہلے اس نام نہاد دہلی مناظرے کے حقائق کو مسخ کرنے کے لیے اپنی کتاب سیف الجبار میں بیان کیا۔ اور بعد کے رضاخانیوں نے مزید مرچ مصالحہ لگا کر اسے پڑھنے والوں کے لیے چٹخارے دار بنادیا۔

حقیقت یہ ہے کہ نہ تو اس موقع پر باقاعدہ کوئی مناظرہ ہوا تھا نہ اس میں فریقین نے باقاعدہ اپنے موقف پر دلائل دیئے تھے نہ ہی گفتگو حضرت شاہ اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ سے ہوئی تھی۔ بلکہ چند سوالات تھے جو مولانا مخصوص اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے پیش کیے گئے تھے اور مولانا عبدالحئی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ان کے جوابات دیئے جس کے بعد یہ معاملہ خوش اسلوبی سے ختم

ہو گیا۔ ہم یہاں اس دن کی حقیقت حال خود حضرت مولانا عبدالحیٔ بڈھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی زبانی پیش کر دیتے ہیں حضرت مولانا نسیم احمد فریدی صاحب، مولانا ابوالحسن زید فاروقی صاحب کو جواب دیتے ہوئے ارقام فرماتے ہیں:

"میرا مقصود حضرت شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کا اجمالی دفاع کر کے مناظرہ جامع مسجد دہلی ۱۲۴۰ھ میں مابین مولانا رشید الدین خان دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا عبدالحیٔ صاحب بڈھانوی رحمۃ اللہ علیہ ہوا اس کی صحیح روئیداد پیش کرنا ہے۔ مولانا زید نے اس مناظرے میں شاہ محمد اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کو مولانا رشید الدین خان رحمۃ اللہ علیہ کا مقابل ٹھہرایا ہے اور مناظرہ میں ان ہی کو ایک فریق کی طرف سے مناظر و متکلم قرار دیا ہے۔ اور چودہ سوالات جو مناظرے میں مولانا رشید الدین خان کی جانب سے پیش کیے گئے تھے، ان چودہ سوالات کا جواب بھی جو کچھ دیا گیا اس کو شاہ محمد اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب کیا ہے۔ مولانا زید نے ان چودہ سوالات کے جوابات کو مولانا شہید کی مستقل تالیف بتایا ہے، چنانچہ اپنے دوسرے مکتوب میں احقر کو تحریر فرماتے ہیں:

"آپ نے (یعنی حضرت شاہ احمد سعید رحمۃ اللہ علیہ نے) صرف چودہ سوالات جو مولانا رشید الدین خان صاحب نے کیے تھے اور ان کے جوابات کو مولانا اسماعیل نے لکھے تھے چہاردہ مسائل کے نام سے رسالہ کی شکل میں لکھے ہیں اور یہ نسخہ حضرت شاہ احمد سعید کے وقت کا قلمی میرے پاس ہے......" ۱۴ ستمبر ۱۹۸۴ء

حقیقت یہ ہے کہ ان چودہ سوالات کے جوابات مولانا عبدالحیٔ بڈھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے دیئے گئے ہیں۔ معلوم نہیں کس وجہ سے یہ جوابات حضرت شاہ اسماعیل کی طرف منسوب ہو گئے۔ مجھے خانقاہ قلندریہ لاہر پور کے کتب خانہ میں ایک قلمی نسخہ ملا جس میں خود مولانا عبدالحیٔ بڈھانوی کی تحریر فرمائی ہوئی روداد موجود ہے۔ اس روداد میں مولانا بڈھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے مناظرہ کے واقعات کو صحیح طریق پر خود تحریر فرمایا ہے۔ میں نے مناسب سمجھا کہ اس کتاب میں جو روئیداد درج ہے (جو فارسی میں ہے) اس کا اردو ترجمہ کر کے ناظرین الفرقان کے سامنے پیش کر دوں۔ اس میں جو روئیداد لکھی گئی ہے اس سے یہ حقیقت اچھی طرح واضح ہو جائے گی کہ مناظرہ دوسرے فریق سے

مولانا عبدالحئی بڈھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا ہے۔ مناظرہ میں اگرچہ ہزارہا باشندگان دہلی موجود تھے لیکن جو حضرات نمایاں اور ممتاز تھے ان کے اسماء خاص طور پر اس روئیداد میں درج کر دیئے گئے ہیں۔

حضرت شاہ احمد سعید مجددی کا نام نامی باوجودیکہ ممتاز دینی شخصیت رکھتے تھے، اس روئیداد میں موجود نہیں ہے، لہٰذا ان کے نسخہ مکتوبہ میں جو جوابات مولانا اسماعیل شہید کی طرف منسوب کیے گئے ہیں غالباً وہ انہوں نے کسی سے سن کر منسوب کیے ہوں گے معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت عوام میں کسی وجہ سے یہی غلط شہرت ہوگئی تھی کہ یہ مناظرہ مولانا رشیدالدین خان صاحب اور مولانا اسماعیل صاحب کے مابین ہوا (اس وقت کے جاہل مسلمانوں میں پھیلی ہوئی مشرکانہ رسوم و بدعات کے خلاف اصلاحی جدوجہد میں چونکہ اصل قائد کی حیثیت شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کی تھی اس لیے عوام میں اس طرح کی غلط شہرت ہو جانا کچھ مستبعد نہیں ہے)۔

خانقاہ قلندریہ لاہرپور کے نسخہ خطیہ میں مولانا عبدالحئی صاحب بڈھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی لکھی ہوئی روئیداد کے علاوہ دو رسالے اور ہیں جن میں اسی مناظرہ جامع مسجد دہلی کی تفصیلی اور اجمالی روئیداد درج ہے۔ ان میں بھی چودہ سوالات کے جواب دہندہ مولانا عبدالحئی صاحب بڈھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو لکھا ہے اور دستخط کنندگان میں بھی حضرت شاہ محمد اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کا نام نہیں ہے۔ یہ واضح رہے کہ ان دونوں رسالوں کا مرتب کوئی ایسا شخص ہے جو بین بین ہے اور کم از کم اس کو مولانا رشیدالدین خان صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے جذبات سے اختلاف نہیں ہے اس روئیداد میں صاف طور پر لکھا گیا ہے کہ مولانا محمد اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ سوال و جواب کے وقت آ گئے تھے۔ مولانا عبدالحئی بڈھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو گھر جانے کے لیے کہا۔ اس روئیداد کے الفاظ یہ ہیں: ”مولوی عبدالحئی بمولوی اسماعیل صاحب؟ فرمودند ”برادر شما بمکان خود بروید، ہرچہ شدنی است برسر من خواہد گذشت۔ شما چرا تکلیف می کشید“۔ (ترجمہ: مولانا عبدالحئی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مولانا اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا کہ آپ مکان تشریف لے جائیں جو کچھ گذرنا ہے، میرے سر گزرے گا آپ کیوں تکلیف اٹھائیں) جب مولانا اسماعیل شہید اس مجمع سے واپس جانے لگے تو ایک مخالف نے ان سے کہا کہ تھوڑی دیر تشریف رکھیے۔ آپ کے بھی دستخط اس تحریر پر ضروری ہیں تو یہ کہہ کر وہ چلے گئے ”میں کسی کا پابند نہیں ہوں کہ یہاں بیٹھوں“۔

مولانا نور الحسن راشد کاندھلوی صاحب کے کتب خانہ میں بھی دوسری قلمی روئیداد موجود ہے اس کا مرتب مولانا برہان الدین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کو بتایا گیا ہے، اس میں بھی مولانا عبدالحئ کو جواب دینے والا بتایا گیا ہے۔ غرضیکہ کسی معتبر روئیداد سے یہ بات ثابت نہیں ہوئی کہ حضرت مولانا محمد اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ نے ان چودہ سوالات کے جوابات دیئے ہیں۔ جو مولانا زید کے رسالہ میں مولانا شہید رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے درج کیے گئے ہیں۔ (اس سلسلہ میں آخری اور قطعی فیصلہ کن بات یہ ہے کہ مولانا فضل رسول بدایونی نے جو شاہ محمد اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کے شدید ترین دشمن ہیں اپنی کتاب ''سیف الجبار'' میں تقریباً ۳، ۴ صفحوں میں جامع مسجد دہلی کے اس مناظرہ کا ذکر کیا ہے، انہوں نے بھی مولانا رشید الدین صاحب کے سوالات کا جواب دینے والا مولانا عبدالحئ صاحب کو لکھا ہے، اور مولانا اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق صراحتاً لکھا ہے کہ جب وہ جانے لگے تو ان کے کسی مخالف نے ان سے کہا کہ آپ بھی بیٹھیے آپ کے بھی دستخط کرانے ہیں تو انہوں نے کہا: ''میں کسی کے باپ کا نوکر نہیں ہوں''، اور چلے گئے، الغرض وہ مناظرہ میں شریک ہی نہیں ہوئے۔ (سیف الجبار: ص ۵۰ تا ۵۴) شاہ محمد اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کے جواب میں یہ نامناسب الفاظ کہ: ''میں کسی کے باپ کا نوکر نہیں ہوں''، مولوی فضل رسول بدایونی صاحب کے لکھے ہوئے ہیں جو ان کے مزاج اور شاہ صاحب کے خلاف ان کے جذبہ عناد کو ظاہر کرتے ہیں ہم گمان نہیں کرتے کہ شاہ شہید رحمۃ اللہ علیہ جو شاہ عبدالعزیز صاحب کے تربیت یافتہ بھی ہیں اس موقعہ پر ان کی زبان سے بے تمیزی کا یہ جملہ نکلا ہو۔ واللہ اعلم)

اب حضرت مولانا عبدالحئ رحمۃ اللہ علیہ کی تحریر فرمائی ہوئی روئیداد نذر ناظرین کرام کی جاتی ہے

حضرت مولانا عبدالحئ رحمۃ اللہ علیہ کی تحریر فرمائی ہوئی روئیداد:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بعد حمد وصلوٰۃ بندہ عبدالحئ عفی عنہ (ابن ہبۃ اللہ ابن شاہ نور اللہ رحمۃ اللہ علیہم) کہتا ہے کہ بروز شنبہ آخر ماہ ربیع الثانی ۱۲۴۰ھ شہر شاہجہاں آباد (دہلی) کی جامع مسجد کے اندر اس بندہ ضعیف اور دہلی کے بعض بڑے علماء کے درمیان چند مسائل کا مذاکرہ ہوا، اس تاریخ سے اس وقت تک کہ آخر ماہ

رجب ۱۲۴۰ھ ہے (یعنی ۳ ماہ ہو گئے ہیں) ان مسائل مذکورہ کا تقریراً و تحریراً اہتمام کرنے کا خیال نہیں تھا۔ بروز پنجشنبہ ۱۹ ر رجب المرجب ۱۲۴۰ھ مذکور کو مولوی غلام مصطفیٰ صاحب موضع پھلت پرگنہ کھتولی علاقہ میرٹھ میں مظفر نگر سے پہنچے۔ تین رات موضع مذکور (پھلت) میں انہوں نے قیام کیا۔ انہوں نے دوران ملاقات میں بیان کیا کہ ”ایک شخص نے مناظرہ جامع مسجد دہلی کی روئیداد رسالے کی شکل میں لکھی ہے اور وہ رسالہ رائج ہو گیا، چنانچہ اس کا ایک نسخہ میرے پاس بھی پہنچا“۔

مولوی غلام مصطفیٰ صاحب نے اپنی یادداشت کے مطابق اس رسالہ سے جو کچھ بھی مضمون بیان کیا، اس سے گمان ہوا کہ صاحب رسالہ کے ہاتھ سے (صحیح طور سے) اظہار واقعہ کا دامن چھوٹ گیا۔ اگرچہ وہ واقعہ مفصل اور مرتب طور پر مرے دل میں بھی بعینہ محفوظ نہیں ہے، مگر ہر شخص اپنی سرگذشت کو دوسروں کے مقابلہ میں بہتر جانتا ہے بسا اوقات ایک لفظ کے فرق سے اصل مطلب میں فرق آجاتا ہے۔ اور ناواقف آدمی اس پر آگاہ نہیں ہوتا، پس معلوم ہوا کہ اس تفاوت لفظی کی وجہ سے بعض مسلمانوں کو نقصان پہنچ رہا ہے، میرے ناقص حافظے میں جو کچھ بھی اس وقت موجود ہے اس کو تحریر کرنا مناسب سمجھتے ہوئے اس مباحثہ کی روئیداد کو چند تمہیدوں ایک مقصد اور ایک خاتمہ کے ساتھ میں نے مرتب کیا۔

تمہید اول:۔ اس ملک ہند کے رہنے والوں پر یہ بات پوشیدہ نہیں ہے کہ مسلمانوں کی حالت پہلے کے مقابلہ میں نیکی وصلاح سے بدل گئی ہے۔ جو لوگ اپنے زعم باطل میں رسوم زائد کا اہتمام شادی وغمی، عرسوں، مجلسوں کے اندر پیروں اور پیغمبروں کے نام سے کرتے تھے اور ایام محرم میں گریہ و ماتم کا اظہار دین متین کے ارکان کے برابر جانتے تھے اور انتہائی جد و جہد کے ساتھ اموال واوقاف کو صرف کر کے ان رسوم کو انجام دیتے تھے، اور حقیقی ارکان دین یعنی اپنے روزہ نماز حج زکوٰۃ کو اس طرح معطل مانتے تھے گویا وہ تمام ارکان دین ان کے خیال باطل میں پرانی جنتری کی طرح سے ہیں۔ کسی جگہ ایک دو اور کسی جگہ سینکڑوں آدمی اپنی سابقہ غفلت سے باز آگئے اور اپنے اندر ایمانی فرق محسوس کر کے احکام دین اسلام کی پیروی کی جانب راغب ہوئے ہیں، یہ تفاوت ہر شخص اور ہر شہر میں ہونا ہماری مراد نہیں ہے، بلکہ بہیئت مجموعی یہ تفاوت ہے۔ اس کی مثال یہ ہے

مثلاً ایک شخص کے اعضاء میں گھٹیا کا مرض لاحق ہو جائے اور پھر کسی ایک عضو میں درد کے اندر سکون محسوس کرے تو وہ شخص کہے گا مجھ کو پہلے کے مقابلہ میں افاقہ ہے، اس موقع پر تفاوت حال سابق سے ہماری جو مراد ہے وہ اس مثال سے واضح ہے۔

تمہید دوم:۔ دنیا میں جو واقعات پیش آتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے مربوط و متعلق ہوتے ہیں اللہ جل شانہ اپنے تصرفات میں کسی کا محتاج نہیں ہے، لیکن اس کی حکمت جو سلسلہ اسباب کے انتظام کا تقاضہ کرتی ہے، ہر کام کے لیے کچھ اسباب ظاہر کرتی ہے اس سعادت مند شخص کا کیا کہنا کہ عنایت الٰہیہ اس کو صلاح وخیر کا سبب بنادے۔ بنابریں تمہید اول میں جو بیان گذرا اس سلسلہ میں کچھ اشخاص کو لوگ ملت کے مسائل کا بیان کنندہ سمجھتے ہیں، اور وہ اشخاص اپنی وسعت وطاقت کے مطابق (حسب توفیق وحسب طاقت) مسائل کا اظہار کردیتے ہیں چنانچہ بعض مسلمانوں نے احقر کو اپنے گمان میں اسی درجہ کا پایا، لہٰذا بہت سے استفسارات مجھ سے کرتے ہیں ۔جو کچھ میں جانتا ہوں بیان کردیتا ہوں۔

تمہید سوم:۔ چونکہ لوگوں کے حال میں تغیر وفرق آگیا ہے اور ان کے حالات روبہ اصلاح ہو گئے ہیں، اس لیے گویوں، شراب فروشوں، ہنگامہ اور خانہ جنگی کرنے والوں کے کاموں میں خلل واقع ہو گیا ہے، کبھی رشوت خوروں کو بھی (رشوت کا بازار سرد ہو جانے کی وجہ سے) تہی دستی پیش آجاتی ہے، اور جرائم پیشہ لوگوں کو مختلف میلوں اور عرسوں کے جھگڑوں کے مواقع میسر نہیں آتے ہیں اور اپنی تہی دستی رفع کرنے کا اور کوئی ذریعہ نہیں پاتے۔ کبھی کبھی ان غلط کار گروہوں کو ایسا شبہ ہونے لگتا ہے کہ ہماری تہی دستی ومفلسی اور کساد بازاری کا سبب یہ ہے کہ لوگوں کے اندر جرائم کی کمی واقع ہو گئی ہے اور چونکہ اللہ جل شانہ کے تصرفات سے ان کو ناواقفیت ہے اس لیے وہ جرائم میں کمی کا باعث ان اشخاص کو سمجھتے ہیں (جو مسلک اہل حق پر ہیں) اور وہ ان اہل حق سے مخالفت کرتے ہیں اور انہیں ایذاء پہنچاتے ہیں۔

تمہید چہارم:۔ اہل باطل کی کم سے کم درجہ کی مخالفت اور ایذاء رسانی یہ ہے کہ اہل حق کا ذکر برے القاب والفاظ سے کرتے ہیں اور وہ عنوان جو اس علاقے میں بد سے بدتر ہوتا ہے، اس عنوان سے ان اہل حق کو منسوب کرتے ہیں، مثلاً میں نے اپنے کانوں سے سنا ہے کہ اہل شریعت

کے شارحین کو وہ "وہابی" کہتے ہیں اور غالباً رسالہ مذکورہ میں جو کچھ درج کیا گیا ہے وہ عوام کی زبان سے سن کر ہی درج کیا گیا ہے لیکن مشہور مثل ہے "مخالفاں را ہوئے بس است" مخالفین اتنی سی بات کو بھی غنیمت سمجھتے ہیں (کہ عوام سے نقل کر کے رسالہ تیار کیا جائے اور مخالفت کی بات چلائی جائے) میں نے خود اہل باطل کو استاذ جہانیاں حضرت شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ پر رفض کی تہمت لگاتے ہوئے سنا ہے اور لکھنؤ میں جامع العلوم مولوی محمد حسن علی صاحب سے جو حال معلوم ہوا، اس کو یہاں نقل کرتا ہوں مولوی صاحب موصوف کے شہر لکھنؤ کے اہل علم اور وہاں کے معزز و مقتدر حضرات بخوبی جانتے اور پہچانتے ہیں ایک مکتوب شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کا مولوی موصوف کے قلم سے نقل کیا ہوا، احقر کے پاس اس وقت موجود ہے۔ اس تحریر کا عنوان یہ ہے:

نقل مکتوب جناب افادات مآب حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب مدظلہ بفدوی خاص محمد حسن علی الہاشمی (یہ مکتوب گرامی مولانا محمد حسن علی محدث لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک عریضہ کے جواب میں ۱۲۳۴ھ میں صادر ہوا تھا انہوں نے اپنے عریضہ میں مخالفین کے شبہات کو حضرت شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پیش کر کے ان شبہات کا ازالہ ورد چاہا تھا۔ ماہ ذی الحجہ ۱۲۴۰ھ میں اس کی نقل مولانا عبدالحئی صاحب بڈھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو بھیجی گئی)

ترجمہ مکتوب عزیزی۔۔۔

مولوی صاحب عالی مراتب مجمع فضائل و مناقب سلمہ اللہ تعالیٰ و افاض علیہ برکات متوالی، بعد سلام و دعا...... واضح ہو کہ رقیمہ کریمہ بہجت ضمیمہ وصول ہوا، جس سے مسرت حاصل ہوئی اور خیریت معلوم کر کے دل منتظر کو تسلی ملی لیکن اس فقیر کی نسبت تہمت رفض کی اشاعت سے جو کہ معاندین اور یگانہ و بیگانہ کی طرف سے ہوئی ہے پہلے پہل بے انتہا ملال ہوا، اس کے بعد اس بات پر نظر کر کے (صبر آ گیا) کہ زمانہ قدیم سے یہ ہوتا آیا ہے کہ تہمت ہائے باطلہ نصیب مشائخ کرام و اولیاء عظام ہوتی ہیں چنانچہ ایک عربی شاعر نے کہا ہے

قیل ان اللہ ذو ولد و ان الرسول قد کھنا
ما نجی اللہ والرسول معا من لسان الوری فکیف انا

[ترجمہ] کہا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ صاحب اولاد ہے (جیسا کہ عیسائی حضرت عیسیٰ کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا

بتاتے ہیں) اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کاہن ہیں (جیسا کہ کفار مکہ نے کہا) جبکہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم معاندین ومخالفین کی زبان درازیوں سے نہ بچے تو میں کس شمار میں ہوں۔

پس اگر یہ فقیر بھی ان عظیم الشان ہستیوں کے اتباع میں اس بلا میں مبتلا ہو جائے تو کیا تعجب ہے؟ مشکل تو یہ ہے کہ یہ حقیر آغاز ماہ شعبان سے خطرناک امراض میں مبتلا ہو گیا ہے رات و دن میں اکثر بے حواسی و بے قراری طاری ہو جاتی ہے، دوستوں اور محبوں کے مکتوبات گرامی کے سننے کا بھی موقع میسر نہیں آتا، چہ جائیکہ مفصل جوابات دیئے جائیں اور طویل سوالات کو حل کیا جائے۔ مختصر یہ کہ ۱۲ گھڑی کے فاصلہ سے بہت تھوڑی غذا استعمال کی جاتی ہے اس کے بعد بوجھ اور جی متلاتا رہتا ہے، جب ہضم اخیر کی نوبت آتی ہے تو تکلیف پہنچانے والے ریاح اس طرح اٹھتے ہیں کہ انتہائی بے قراری و بے تابی ہو جاتی ہے اور قوی بہت زیادہ گر جاتے ہیں، اس ضعف کے باوجود دن رات میں دو آدمی تقریباً دو میل کشاں کشاں گھماتے ہیں۔ اس حالت میں طویل خطوط کا مطالعہ کس طرح ممکن ہے؟ اور مفصل جوابات لکھنا تو ممتنعات سے ہے۔

اسی بناء پر آپ کے سابقہ مکتوب کا جواب لکھنے میں بھی تاخیر واقع ہوئی۔ میر ہاشم کے مکتوب کا جواب بھی نہ دے سکا۔ ان کو بھی بعد سلام میرا یہی عذر پہنچا دینا چاہیے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ اس کے بعد مخلصین کے طعنوں کا جواب اس جواب کے ساتھ جس کو مولوی رشید الدین دہلوی نے تحریر کیا ہے نقل کرا کے بھیج دیا جائے گا۔ اس وقت مسلسل بارش اور معتبر قاصد کے نہ ملنے کی وجہ سے احتیاطاً اس کا بھیجنا مناسب نہ سمجھا۔ علاوہ ازیں اس خبیث عقیدہ (رفض) کی نسبت اس فقیر کے ساتھ کرنا جو کہ خاندان محدثین سے تعلق رکھتا ہے اور چشتیہ نقشبندیہ، قادریہ کے پاک درختوں کا خوشہ چین ہے ہرگز کسی عاقل کا کام نہیں ہو سکتا۔ ہاں ایسی بات وہ کہہ سکتا ہے جس کی طرف عناد نے چشم ادراک کو نابینا کر دیا ہو اور گوش حق نیوش کو بہرا کر دیا ہو فقیر کا سنی ہونا اس حد تک مشہور آفاق ہے کہ شیعیت کی تہمت مجھ فقیر پر رکھنا کھلا ہوا بطلان ہے۔

بود گمان ترفض بایں فقیر چناں
کہ کس بدیدہ بینا خود برد انگشت

[ترجمہ شعر] اس فقیر کی جانب رفض کا گمان کرنا ایسا ہے جیسا کسی بینا کی آنکھوں میں انگلی ڈالنا۔
اس وقت اتنی طاقت نہیں رہی کہ مزید املا کرایا جائے۔ والسلام علیکم وعلی جمیع المحبین خصوصا سید ابوعبیداللہ محمد رقائی وسید محمد ہاشم کو سلام۔ تحریر بروز جمعہ ۲۶ ذی قعدہ ۱۳۳۴ھ
(مولانا عبدالحئی بڈھانوی اس مکتوب گرامی کو اپنے رسالہ میں درج کر کے تحریر فرماتے ہیں)
حضرت شاہ صاحب مرحوم کے اس مکتوب ہدایت آگیں کا اس قسم کے واقعات میں محفوظ رکھنا ارباب عقل وانصاف کے لیے بہت ہی کارآمد ہوگا۔

تمھید پنجم:۔ جب موجودہ وگذشتہ اکابر کے بارے میں تہمت تراشیاں اور دروغ بافیاں میرے ذہن میں نہیں بیٹھیں، تو میرے لیے کسی کی تحریر وتقریر سے بغیر تحقیق احوال کے فریفتہ ہوجانا (دھوکا میں آنا ہے) راہ صواب سے بعید ہے۔ خصوصاً ایسے واقعہ میں جو بالکل قریب زمانہ میں ہوا ہو اور جو لوگ اس واقعہ سے تعلق رکھتے تھے وہ زندہ اور موجود ہیں۔ ان تک جانے میں کوئی روک ٹوک بھی نہیں ہے کہ ان تک کوئی نہ پہنچ سکے۔ اور اگر بالفرض والتقدیر اس کے بعد اہل واقعہ اہل معاملہ کی طرف سے خلاف بیانی ظاہر ہو تو مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ کے اس عطیہ کبریٰ کا شکر ادا کرنا چاہیے کہ اس نے قرآن مجید کو نازل فرمادیا جو ان کے دین کا مدار ہے اور کسی انسان کا کلام اس سے مشابہ نہیں ہے اس کے بعد حدیث پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درجات ہیں جو اہل علم کو تفصیلاً اور غیر اہل علم کو اجمالاً معلوم ہیں، حفاظ، کاتبین قرآن مجید، محدثین، محافظین دین اور فقہاء ناقدین کے حق میں ہمیں دل وجان سے دعا ہائے فراواں کرنی چاہئیں۔

تمھید ششم:۔ یہ بندہ ضعیف مسلمانوں کو اپنی تقلید واتباع کی ہرگز دعوت نہیں دیتا ہے کہ میرے کہنے کو خواہ مخواہ قبول ہی کرلیں۔ بلکہ فہم حق کے بارے میں غرض اس مقام میں دو طریقہ پر ہے اور اس بات کو ایک تمثیل سے بیان کرتا ہوں۔

۱۔ ایک شخص نے ۲۹ شعبان کو ہلال رمضان دیکھا اور وہ لوگوں کو روزہ کا حکم کرے۔

۲۔ دوسرا وہ شخص ہے کہ جس وقت چاند دیکھا جاتا ہے اولاً اس کی نگاہ چاند پر پہنچ گئی وہ دوسروں کو چاند دکھائے اس کے بعد لوگ اس پہلے شخص کو دیکھے ہوئے کو اپنے دیکھے ہوئے کے مطابق پاکر عمل میں لائیں۔ میرا ہر وہ بیان جو دوسرے طریقہ پر ہو (اس کے سلسلہ میں) کمال

ایمان کا تقاضہ یہ ہے کہ اس کے مطابق عمل کیا جائے اس لیے کہ انہوں نے سمجھ لیا کہ یہی حق ہے اگر چہ کسی کی نشاندہی کرنا ان کے فہم کو سبب ہوا ہو، بطریق اول کسی کو ہم جنسوں کی طرف سے تکلیف نہیں دی جاسکتی اور یہ بندہ ضعیف بھی مومنین طالبین حق کے ابناء جنس میں سے ہے۔

تمہید ہفتم:۔ واقعہ مذکورہ میں مجمع اس قدر تھا کہ ہزاروں سے تعبیر کیا جا سکتا ہے (خانقاہ قلندریہ لاہرپور کی مناظرہ جامع مسجد دہلی کی تیسری روئیداد میں سب سے آخر میں درج ہے کہ اس مناظرہ میں اکابر علماء اور طلباء پانچ ہزار کا مجمع تھا، اور پانچ ہزار کے مجمع میں دستخط صرف مولانا عبدالحئی نے کیے) میں نے خود (انکل سے) اس کا شمار نہیں کیا اور نہ اپنے اندازے پر اعتماد رکھتا ہوں لیکن یہ واقعہ میرے اور خان صاحب (مولانا رشید الدین) کے درمیان پیش آیا، مولانا موصوف جو کہ اہل علم و دانش ہیں، سامنے آئے اور صاحبزدگان گرامی قدر حضرت مولوی مخصوص اللہ صاحب اور (مولوی محمد موسیٰ صاحب) نیز مولوی رحمت اللہ خان صاحب و مولوی محمد شریف صاحب وغیرہ حضرات بھی تھے، میرے گمان میں اس وقت کے آپس کے کلام کو اس مجمع کثیر میں سے اکثر لوگوں نے نہیں سنا ہے اور بظاہر ہر شخص کی آواز اس جم غفیر میں نہیں پہنچتی تھی۔ (وجہ یہ ہے کہ) لوگ دوسری باتوں میں مشغول تھے۔ (ہر شخص اپنی باتیں کر رہا تھا کوئی نظم نہیں تھا) گڑبڑ کی وجہ سے جب سننے ہی میں اشتباہ واقع ہو جائے تو سمجھنا اور حقیقت تک پہنچنا کہاں میسر آسکتا ہے۔

تمہید ہشتم:۔ بے تصنع و تکلف اس بات کا اظہار کیا جاتا ہے کہ مولانا رشید الدین خان صاحب ممدوح میری دانست میں فنون فضیلت و دانشمندی اور تبحر علمی میں اس بندہ سے بدرجہا افضل و اعلیٰ ہیں، فنون مذکورہ، تحصیل کتب، تحریر و مطالعہ، مناظرہ اور تصنیف کتب میں خان صاحب موصوف کے درجہ کو نہیں پہنچتا۔ بلکہ جب میں اپنے حال پر غور کرتا ہوں اور راہ انصاف پر چلتا ہوں تو اپنے دل میں کہتا ہوں کہ میں ان مدارج تک پہنچنے سے جو خان صاحب ممدوح کو اس وقت حاصل ہیں قاصر و مایوس ہوں۔ لیکن الفضل بید اللہ تعالیٰ (فضل و کمال اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے) اور انما امرہ اذا اراد شیئا ان یقول له کن فیکون (اللہ تعالیٰ شانہ کا معاملہ یہ ہے کہ جس چیز کا ارادہ فرماتا ہے وہ اس کے صرف حکم سے وجود میں آجاتی ہے) پر تمام مسلمانوں کا ایمان ہے۔

تمہید نہم:۔ ہم کو اپنے دین کی فکر کرنی چاہیے نہ کہ خود اپنی فکر، لہٰذا یہ بات کہ میں فلاں مجمع میں گفتگو میں عاجز ولا جواب ہو گیا گو فرضی اور غیر واقعی طور پر ہی کہا جا رہا ہو میرے لیے ہرگز باعث گرانی نہیں ہے۔ اور نہ مومنین طالبین حق کو اس کے پیچھے پڑنا چاہیے۔ لیکن کرنے اور نہ کرنے والے کام جو درپیش ہیں ان کی تحقیق ضروری ہے اور تحریر میں اپنے حافظہ کی بنیاد پر بیان واقعی مطلوب ہے۔ اور بس، پس جس وقت میں نے اس رسالہ کو حافظ غلام مصطفیٰ (مظفر نگری) سے سنا ہے، اگر اس کو کوئی شخص تفریحاً گھڑے ہوئے افسانوں کی طرح سنے جو بیکاروں کی عادت ہے تو اس کو کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ لیکن اگر کسی صحیح مقصد سے دریافت واقعہ منظور ہوتا تو ان حضرات سے جو اس واقعہ میں متکلم یا مخاطب کی حیثیت سے موجود تھے، استفسار کیے بغیر رسالہ کے مضمون کو پایہ اعتبار سے گرا ہوا جانے۔

تمہید دہم:۔ اس واقعہ کے پیش آنے سے پہلے مجھے بالکل کوئی خبر نہیں تھی۔ اکثر ایک پاس دو گھڑی، دوپہر میں تقریباً چار پانچ گھڑی باقی رہنے تک (جامع مسجد کے اندر) میری مجلس درس و وعظ چلتی تھی، اس روز جبکہ درس سے فراغت ہوگئی ایک شخص نے ایک کاغذ پیش کیا کہ آپ کی اور مولوی محمد اسمٰعیل کی مہر اس کاغذ پر مطلوب ہے۔ اس کاغذ کو دیکھا تو معلوم ہوا کہ چند سوالات مع جوابات چند مہروں سے موثق ہیں، میں نے مہروں کو گنا نہیں اور نہ میں نے کسی کو پڑھا، تقریباً دہ مہریں پندرہ ہوں گی۔ ان سوالات و جوابات کا میں نے یکسوئی کے ساتھ مطالعہ کر کے کہا: ’’میں بعض امور مرقومہ کی تحقیق و تفصیل کے بغیر مہر نہیں لگا سکتا رہے مولوی محمد اسمٰعیل صاحب وہ خود مختار ہیں‘‘۔ پھر میں نے کہا: ’’اس شہر میں سفر کا ارادہ رکھتا ہوں اور اتنی فرصت بھی نہیں ہے کہ آپ حضرات سے اس حال میں اطمینان سے گفتگو کی جائے‘‘ ایک شخص نے کہا کہ ’’اس میں کوئی حرج نہیں کہ یہ کاغذ سفر میں آپ کے ساتھ رہے جب بھی فرصت حاصل ہو تو اس تفصیل کے بعد جو منظور ہو، مہر لگا دی جائے‘‘ بعض لوگوں نے کہا کہ ’’اس وقت اس کاغذ کو اپنے مکان پر لیے جائیے، اور (سفر سے پہلے پہلے) جب بھی فرصت ملے اس کام کو انجام دے دیں‘‘ (اس بات چیت میں تقریباً ایک گھنٹہ لگ گیا ہوگا لوگوں کی نرم و گرم گفتگو کانوں میں آنے لگی اور طاقت کے بقدر مناسب جوابات دیا جاتا رہا۔ آخر کار میں لوگوں کے ہجوم کی وجہ سے وہاں سے اٹھ کر آہستہ آہستہ مسجد کے

صحن میں پہنچ گیا، مولوی کرم اللہ صاحب محدث دہلوی کو میں نے دیکھا کہ ان کے چہرہ پر اضطراب کے آثار نمایاں ہیں میں نے کہا ''کیا بات ہے آپ مضطرب نظر آتے ہیں؟'' اور مجھے اندیشہ ہوا کہ ان کا اضطراب وخوف تکلیف دہ ہوجائے۔ انہوں نے جواب دیا ''ہجوم وازدہام کی وجہ سے اضطراب ہے''۔

لوگوں کو سمجھا بجھا کر ایک طرف کر دیا گیا اور ان کو میں نے اپنے قریب کر لیا اور کہا ''کہ میں تو یہاں بیٹھتا ہوں اور آپ اطمینان سے اپنے گھر جائیں'' انہوں نے اس بات کو قبول نہیں کیا۔ مولانا کرم اللہ صاحب کی فرمائش پر میں مسجد کی حوض اور جنوبی دروازہ کے درمیان بیٹھ گیا تاکہ انہیں تسکین ہوجائے۔ وہیں مشارالیہم اشخاص یعنی خان صاحب ممدوح اور صاحبزدگان وغیرہ سے ملاقات ہوئی۔ غالباً ۳، ۴ گھڑی اس نشست میں گذرے۔ جو کچھ بھی اس نشست میں مذکور ہوا اس تحریر کا مقصود وہی ہے چنانچہ میں اپنے مقصد پر آتا ہوں (آمد برسر مطلب)

مقصد: جو چھ مضامین پر مشتمل ہے:

[۱] اس مجلس مذاکرہ میں جہاں ہم بیٹھے ہوئے تھے اولاً گفتگو اس بارے میں ہوئی کہ مطلوب مرقومہ (سوالات کے جوابات کو) دوسرے وقت کے لیے چھوڑا جائے یا فی الفور جوابات دیئے جائیں۔ اسی اثناء میں مولوی کرم اللہ صاحب موصوف نے کاغذ مذکور میرے ہاتھ سے لے لیا اور انہوں نے وقت فرصت، تاخیر کے ساتھ جوابات لکھنے پر انتہائی اصرار کیا۔ چند اور آدمی بھی اس مضمون کو اپنی زبان پر لائے۔ میں نے کہا ''مجھے فی الحال جوابات دینے میں بھی ان شاء اللہ تعالیٰ کوئی دقت وتکلیف نہیں ہوگی'' یہ بات بھی گفتگو میں آئی کہ جوبات بھی میں کہوں وہ لکھی جائے یا فقط زبانی گفتگو پر ہی اکتفاء کیا جائے۔ مولانا رشید الدین خان صاحب دہلوی ممدوح نے فرمایا کہ جتنے مسائل مرقومہ ہیں وہ ایسے ہیں کہ ان کا ذکر برابر ہوتا رہتا ہے لہٰذا تاخیر نہیں ہونی چاہیے۔ میں مولوی کرم اللہ صاحب سے اصرار کے ساتھ وہ کاغذ لے لیا (جس پر مسائل جواب طلب مرقوم تھے) جب میں نے اس کاغذ کو پڑھنا چاہا تو خان صاحب ممدوح نے اس کو اپنے ہاتھ میں لے کر فرمایا کہ آسان طریقہ یہ ہے کہ اس کاغذ سے ایک ایک سوال کو میں پیش کروں اور ہر ایک کا جواب بھی سنتا جاؤں اور گفتگو تحریری وتقریری دونوں طرح سے ہو اس کے بعد وہ تحریر اسی (موثقہ)

کاغذ پر ہوجائے یا کسی دوسرے کاغذ پر۔

آخر کار چند جوابات دوسرے کاغذ پر میں نے لکھے اور باقی جوابات کا زبانی بیان پر اکتفا کیا۔

[۲] میں نے دوستوں سے شکایت کی کہ اس طرح کے سوال وجواب سے جو اس وقت کیے جارہے ہیں کیا نفع ہے؟ مناسب یہ تھا کہ جس وقت مہر کنندگان جمع ہوئے تھے اسی وقت ہم کو بھی بلالیا جاتا میں نے اول صاحبزدگان مولانا مخصوص اللہ وغیرہ سے کہا۔ "آپ لوگ میرے صاحب زادے ہیں اور میں آپ سے برادری اور رشتہ داری کی نسبت بھی رکھتا ہوں جس وقت بھی آپ یاد فرماتے تو آپ کو اختیار تھا (میں حاضر ہوجاتا) اور اگر خود آپ غریب خانہ پر آدھی رات کو بھی تشریف لاتے تب بھی ٹھیک تھا۔ آپ سے یگانگت کی وجہ سے یہ شکایت کررہا ہوں"۔

(یہ کہہ کر) میں نے پھر خان صاحب (مولانا رشید الدین خان صاحب) سے اسی بات کی شکایت کی اور عرض کیا "کہ میں جناب سے دوستی، اخلاص اور شناسائی کا تعلق رکھتا ہوں آپ مہر کنندگان کے اجتماع کے وقت مجھے بھی طلب فرمالیتے" خان صاحب نے فرمایا "اس موجودہ اجتماع سے غرض یہ ہے کہ عوام وخواص بھی آپ کا کلام سن سکیں"۔ میں نے کہا کہ یہی بہتر تھا کہ میں خود اس وقت (اس سے پہلے کسی وقت) حاضر ہوجاتا اور میرے مہر زدہ نوشتہ کو اس وقت اس مجمع میں پیش کردیا جاتا اور یہ کہا جاتا کہ جس کسی کو اس مہر زدہ نوشتہ میں شک وشبہ ہو، عبدالحئی حاضر ہے اس سے تحقیق کرلی جاوے خان صاحب مولانا رشید الدین صاحب نے فرمایا: "یہ بات منظور ومطلوب ہے کہ عمومی طور سے سب لوگ سنیں" جب اس سلسلہ میں بحث وتکرار بڑھی تو بعض اکابر ومعززین شہر نے فرمایا کہ مولوی صاحب یعنی اس بندہ ضعیف کا خان صاحب سے شکایت کرنا درست نہیں ہے اور عذر بھی معقول نہیں بات بڑھانے سے کیا فائدہ؟۔

[۳] اس تیسرے مضمون کی ترتیب یاد نہیں رہی کہ کس وقت مذکور ہوا البتہ اتنی بات یاد ہے کہ اس دوسرے مضمون کے بعد ہوا سوالات کے جوابات کے درمیان میں یا اس سے پہلے ہوا۔ یہ بھی یاد نہیں (وہ تیسرا مضمون) یہ ہے کہ خان صاحب نے باآواز بلند فرمایا کہ لوگ تمہاری طرف بہت سی غلط باتوں کی نسبت کرتے ہیں اور ہمیں ان لوگوں کی باتیں ناگوار گزرتی ہیں لوگ آپ کا مقولہ بیان کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حضرت شاہ عبدالعزیزؒ کی راہ (نعوذ باللہ) جہنم کی راہ تھی۔

میں نے کہا کہ میں نے یہ بات ہرگز نہیں کہی (اور اگر کہی ہو) تو اس بات پر ایک گواہ ہونا چاہیے جس کسی نے یہ بات کہی ہو وہی اس کا مواخذہ دار ہوگا۔ خان صاحب نے فرمایا وہی لوگ کہتے ہیں جو آپ کے فدائی و مخلص بنے رہتے ہیں۔ خان صاحب کا لفظ ''فدائی'' فرمانا مجھے خوب یاد ہے۔ میں نے کہا کہ تعجب ہے کہ جو لوگ سالہا سال سے میرے ہم قوم، ہم وطن، ہم مسکن ہیں اور نزدیک سفر و حضر رہتے ہیں وہ تو میرے فدائی و مخلص نہیں ہیں اور بعض اشخاص جو چند دن سے جامع مسجد دہلی کی میری مجلس درس میں منجملہ اور شرکاء کے شریک ہو جاتے ہیں وہ میرے فدائی اور مخلص بن جائیں۔ خان صاحب نے ایک شخص کا نام لے کر پکارا کہ وہ کہاں ہے؟ اسے لاؤ وہی کہتا ہے، اور شاید خان صاحب نے سخت غصہ آمیز الفاظ بھی اس کے متعلق فرمائے میں خاموش رہا۔ اسی اثناء میں میں نے کہا کہ میں مولانا شاہ عبدالعزیزؒ کو امام ابو حنیفہؒ امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کے مثل تو نہیں سمجھتا البتہ طحاویؒ و کرخیؒ کے مثل ضرور سمجھتا ہوں میری زبان اس قول کے شاہد کا ذکر کر ہی رہی تھی کہ خان صاحب نے فرمایا کہ میں آپ کے کلام کو سچ سمجھتا ہوں، گواہ کی ضرورت نہیں ہے۔ میں نے حضرت شاہ عبدالعزیزؒ کے بارے میں جو بات کہی تھی کہ وہ مثل طحاویؒ و کرخیؒ ہیں مجھے یاد نہیں پڑتا کہ از خود کہی تھی یا خان صاحب کے (کسی سوال کے) جواب میں کہی تھی۔

[۴] چند حاضرین کی درخواست پر علیحدہ کاغذ پر میں نے چند جوابات لکھے تھے مگر مجھے خبر نہیں کہ اس کاغذ کو کس نے لے لیا تھا اتنا تو ضرور یاد ہے کہ خان صاحبؒ جس جگہ بیٹھے ہوئے تھے اسی جانب وہ کاغذ گیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

خان صاحب بلند آواز سے سوال کرتے تھے میں جواب لکھ کر دیتا تھا اس جواب کو بھی خان صاحب بلند آواز سے پڑھ کر سناتے تھے۔ ایک سوال و جواب میں اسی طرح عمل ہوا۔ پھر میں اپنے لکھے ہوئے جواب کو خود ہی بلند آواز سے پڑھتا تھا خان صاحب پھر اسی جواب کو دوبارہ بلند آواز سے پڑھتے تھے، یہ عمل بھی ایک دو جواب میں ہوا ہوگا پھر مجھے یاد پڑتا ہے کہ میرے بلند آواز سے پڑھنے ہی پر اکتفا کیا گیا۔

سوال ۱: قبر کو بوسہ دینے والا مشرک ہے یا نہیں؟

جواب: اس اشراک کا مشرک نہیں ہے جس سے حبط اعمال لازم آتا ہے۔

سوال ۲: قبر کو بوسہ دینا مکروہ ہے یا نہیں؟

جواب: مکروہ ہے جیسا کہ کتاب عین العلم میں لکھا ہوا ہے اور صاحب عین العلم کا اتباع اس باب (بوسہ قبر کے سلسلہ) میں کرنا چاہیے۔

سوال اول کے جواب کے الفاظ تو مجھے خوب یاد ہیں اور باقی جوابات کے الفاظ مجھے پوری طرح یاد نہیں لیکن مضمون جواب میں کوئی شبہ نہیں ہے، وہی مضمون ہے جو میں نے پہلے لکھا ہے۔

سوال ۳: ترجمہ الفاظ قرآن وحدیث کے علاوہ قرآن وحدیث میں عقل کا دخل ہے یا نہیں؟

جواب: فلسفیات کے مطالعہ سے جو فہم انسان کے اندر پیدا ہوتا ہے اس کا دخل قرآن وحدیث میں ہرگز نہیں ہونا چاہیے اس کے علاوہ عقل کے دخل کی بہت سی صورتیں ہیں۔ پہلی صورت یہ کہ عرب کے محاورہ کو پہچاننا چاہیے اور اس محاورہ کے مطابق قرآن وحدیث کو سمجھنا چاہیے عقل کا یہ دخل تو ہونا ہی چاہیے مثلاً اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: والیخفض جناحك... الخ [ترجمہ آیت] وہ مومنین جنہوں نے آپ کی اتباع کیا ہے ان کے ساتھ تواضع کے ساتھ پیش آئے) محاورہ عرب کا خیال نہ رکھ کر اگر اس آیت کریمہ کے لفظی ترجمہ پر اکتفا کیا جائے تو اللہ کے اس حکم کی بجا آوری حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں۔ اور اگر محاورہ عرب کو دخل دیں کہ اس سے مراد تواضع ہے تو حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی بجا آوری اس طرح ہوئی کہ کسی سے ممکن نہیں۔

دوسری صورت یہ ہے کہ آیات متشابہات اور صفات میں عقل کو دخل دیں (یہ صحیح نہیں ہے) جیسے آیت الرحمن علی العرش استوی کے مفہوم میں۔

میرا عقیدہ یہ ہے کہ ایسی صورت میں عقل کو دخل نہیں دینا چاہیے اور یہ بات معلوم و مسلم ہے کہ ائمہ سلف کا بھی یہی اعتقاد تھا الاستواء معلوم والکیف مجھول (استواء تو معلوم ہے اور اس کی کیفیت مجہول ہے) اس باب میں استواء میں یہی ثابت ہے۔ شرح عقائد نسفی میں مجھے یاد پڑتا ہے کہ متاخرین نے آیات متشابہات کی تاویل جاہلین اور فرق ضالہ باطلہ کے مطاعن کو رد کرنے کے لیے کی ہے۔

تیسری صورت یہ ہے کہ احکام فقہیہ توفیقیہ مثلاً عدد رکعات نماز اور وضو میں عقل کو دخل دیں اور

جب تک اپنی عقل سے معلوم نہ کرلیں، قبول نہ کریں یہ عقل کا دخل نہایت قبیح اور کفر تک پہنچانے والا ہے۔

اس کے بعد قیاس کے بارے میں (چوتھا) سوال ہوا میں نے جواب دیا کہ میں قیاس کو مانتا ہوں اور قیاس میں مسلک حنفی کا مقلد ہوں۔ یہ چار جواب میں نے لکھے ہیں، جو کوئی ان میں کمی بیشی یا تبدیلی اور فرق کرے تو وہ میرے اسی کاغذ کو سامنے لائے۔ بعدازاں جلدی کی وجہ سے لکھنے کا سلسلہ موقوف ہوگیا اور صرف زبانی بات چیت پر اکتفاء ہوا۔ اور چونکہ لکھے ہوئے جوابات محفوظ ہوتے ہیں لہٰذا ان کو بعد کو علیحدہ لکھا گیا۔

سوال ۵: ایک سوال یہ ہوا کہ کل بدعۃ ضلالۃ (ہر بدعت گمراہی ہے) عام ہے یا خاص؟

جواب دیا گیا کہ خاص ہے۔ پھر سوال ہوا کہ اس کا مخصص (تخصیص کنندہ) کیا ہے؟ جواب دیا گیا۔ اس کا مخصص حضرت عمرؓ [رضی اللہ عنہ] کا تراویح کے مسئلہ میں یہ قول گرامی ہے نعمۃ البدعۃ خان صاحب نے فرمایا کہ اس کا مخصص یہ حدیث بھی ہوگی من سن سنۃ حسنۃ فلہ اجرھا و اجر من عمل بھا (جس شخص نے اچھا طریقہ ایجاد کیا اس کو اس اچھے طریقے کی ایجاد کا اجر اور عمل کرنے والے اشخاص کا اجر ملے گا) میں نے کہا یہ حدیث بھی مخصص ہوسکتی ہے۔

پھر خان صاحب نے کہا کہ ایک حدیث ان الفاظ میں ہے "من ابتدع بدعۃ ضلالۃ (باضافت بدعت بسوئے ضلالت) (ترجمہ: جس نے بدعت ضلالہ کی ایجاد کی ہو) خان صاحب نے یہ بھی فرمایا کہ بدعت فرض، واجب، اور مستحب بھی ہوتی ہے۔ میں نے کہا ٹھیک ہے لیکن بدعت کی اصل بری ہے۔ میں اصل بدعت کو سیئہ کہتا ہوں تاکہ کل بدعۃ ضلالۃ کا کلیہ باقی رہے۔ اس معنی کو حضرت امام نوویؒ نے بیان فرمایا ہے۔ اور بدعت سیئہ کی اصل یہ ہے کہ اس میں کوئی حسن اور قبح ظاہر نہ ہو۔ خان صاحب نے فرمایا بدعت مباحہ اور بدعت سیئہ میں کیا فرق ہے؟ یہی سوال حضرت مولوی مخصوص اللہ صاحب نے بھی کیا۔

میں نے کہا بدعت مباحہ کو میں نہیں جانتا ہوں خان صاحب نے ایک شخص کے ہاتھ سے ایک کتاب لی اس کتاب کا نام بھی صحیح یاد نہیں خان صاحب نے مجھ کو مخاطب کرکے فرمایا یہ حضرت امام

نووی کے استاذ محترم کا قول ہے اور امام نوویؒ وہ ہیں کہ جن کے قول سے مولوی صاحب (عبدالحئی بڈھانوی) نے بدعت کے معنی بیان کئے ہیں، امام نوویؒ کے استاذ محترم کے حوالہ سے جو بات پیش کی گئی تھی اس میں مجھے اتنا یاد ہے کہ من البدع المباحۃ (بدعت کی ایک قسم بدعت مباحہ بھی ہے)

بدعت مباحہ کے ضمن میں مولود شریف کے اندر کھانوں کا پکانا، فقراء ومساکین کو کھلانا، اظہار بشاشت کرنا اور مسلمانوں میں خوشی کا ہونا اور مولود شریف پڑھنا، ان سب باتوں کا بھی تذکرہ ہوا، جس وقت خان صاحب اس عبارت کو پڑھ رہے تھے، اس وقت مولوی مخصوص اللہ صاحب آہستہ سے فرمایا کہ یہی بدعت مباحہ عرسوں کی اصل ہے۔ میں نے مولوی صاحب موصوف کی یہ بات اچھی طرح سنی اور شاید دوسروں نے بھی سنی ہو۔ اس کے بعد ان دونوں حضرات نے یہ سوال کیا کہ مولود شریف کے بارے میں آپ کیا کہتے ہیں؟ میں نے کہا بلا تعیین تاریخ ویوم بدعت نہیں ہے اور تعین کے ساتھ بدعت سیئہ ہے۔ اگر یہ سمجھے کہ آگے پیچھے دوسرے دنوں میں بھی ثواب یا تو ہوگا ہی نہیں اور اگر ہوگا تو کم ہوگا اگرچہ ان مقررہ دنوں میں کھانوں کی زیادتی کی وجہ سے مساکین طعام سے مستغنی ہوتے ہیں (اور کھانے کی ضرورت ورغبت نہیں ہوتی) اور دیگر ایام میں کھانے کے محتاج رہتے ہیں، باجود اس کے ان مقرر دنوں میں یہی کھانے کا انتظام کرے، یہ بدعت سیئہ ہے۔ اور اگر نص شرعی سے کوئی بدعت مزاحم ومقابل ہو جیسا کہ ماہ رمضان ثواب ستر گنا بڑھ جاتا ہے اور مولود کرنے والا یہ سمجھے کہ مولود کے زمانہ میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ثواب زیادہ پہنچتا ہے اور رمضان کی خصوصیت بھی جانتا ہو تو ایسے شخص کے متعلق شاید میں نے کہا کہ یہ باعث خوف کفر ہے۔ اور میرا گمان غالب یہ ہے کہ اسی سوال پر روزہ کی گفتگو ہوئی اور بیان بدعت کے درمیان یہ حدیث بھی ذکر کی گئی من احدث فی امرنا ھذا ما لیس منہ فھو رد (جو ہمارے دین میں ایسی باتیں پیدا کرے جو اس میں نہیں ہیں تو وہ باتیں مردود ہیں)۔ اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ بدعت امور دین میں ہوا کرتی ہے۔ غالباً یہ سوال بھی مذکور ہوا کہ حدیث ما راہ المسلمون حسنا فھو عند اللہ حسن (جس بات کو مسلمان اچھا سمجھیں وہ بات اللہ کے نزدیک بھی اچھی ہے) اس کا کیا جواب ہے؟ (میں نے کہا کہ) اس کا اجمالی جواب یہ ہے کہ جو عادات مسلمین کے

ماوراء کے ساتھ متعلق ہے اور اثناء بیان بدعت میں یہ بات بھی میں نے کہی ہے کہ حضرت مجددؒ کے نزدیک کل بدعۃ ضلالۃ عام ہے۔

خان صاحب نے ایک دوسرے شخص کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ حضرت مجددؒ بدعت حسنہ کو داخل سیئہ کرتے ہیں اور بدعت سیئہ کو بھی بدعت قرار دیتے ہیں اس لحاظ سے مآل میں کوئی فرق نہیں۔

سوال ہوا کہ مردہ کو دفن کرنے کے بعد قبر پر اذان پڑھنا کیسا ہے؟

جواب دیا گیا کہ بدعت ہے۔خان صاحب نے فرمایا کہ تلقین مردہ کی طرح یہ اذان بھی جائز ہے۔میں نے کہا کہ حنفیہ کے نزدیک تلقین مردہ کا کوئی جواز نہیں ہے اگر اس کا جواز ہے تو مسلک امام شافعیؒ میں ہے۔خان صاحب نے فرمایا بعض کتب حنفیہ میں تلقین کا جواز موجود ہے اور اذان علی القبر کو اسی پر قیاس کرلیا ہے۔میں نے کہا وہ کتاب جس میں (حنفیہ کے نزدیک) تلقین کی اجازت ہے اس کو میں نہیں جانتا۔خان صاحب نے فرمایا اس کا نام ونشان بتلاؤں گا لیکن خان صاحب نے کتاب کا نام نہیں بتلایا۔

پھر سوال ہوا کہ عبادت کا ثواب مردہ کو پہنچتا ہے یا نہیں؟

میں نے جواب دیا عبادت مالیہ کے ثواب کا پہنچنا سب ائمہ کے نزدیک ثابت ہے عبادت بدنیہ کا ثواب مردہ کو زندہ کی طرف سے امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک تو پہنچتا ہے امام شافعیؒ کے نزدیک نہیں پہنچتا۔خان صاحب نے فرمایا کہ کتاب ''شرح الصدور'' میں سب ائمہ کا اس بارہ میں اتفاق لکھا ہے۔مجھے اپنا جواب دینا یاد نہیں کہ اس کا کیا جواب دیا۔

پھر سوال ہوا اجماع حجت ہے یا نہیں؟

میں نے جواب دیا کہ حجت ہے۔خان صاحب نے فرمایا کہ اگر ناقل اجماع ثقہ ہے تب اجماع حجت ہے۔خان صاحب نے اول تو یہ بات فرمائی پھر میرے استفسار کے بعد مثال میں شیخ جلال الدین سیوطیؒ جیسے علماء کے نام پیش کیے۔اس کے جواب میں میں نے اس کی تصدیق و توثیق کی۔اس سے زیادہ یاد نہیں۔

پھر سوال ہوا مردہ کو ادراک ہوتا ہے یا نہیں؟

میں نے جواب دیا ہاں مردہ کو عالم (برزخ) کا ادراک خوب ہوتا ہے۔

پھر سوال ہوا کہ کیا اس دنیا کا بھی ادراک ہوتا ہے؟

میں نے جواباً کہا کبھی کبھی ہو جاتا ہے۔

پھر سوال ہوا کہ کیا مردہ اس شخص کے کلام کو برابر سنتا ہے جو اس کی قبر پر پہنچ کر کچھ کہتا ہے؟ یا کبھی سنتا ہے؟ یا کبھی نہیں سنتا؟ میں نے جواب میں صرف ہاں واللہ اعلم کہا۔

الغرض مضمون چہارم میں جو امور مذکور ہوئے ان کی تحریر کے بعد بدعت اور اذان علی القبر کا مسئلہ مکرر پیش ہوا اور باقی گفتگو جلدی کی وجہ سے مختصر ہوئی تھی۔ پھر خان صاحب نے ایک ایسی بات فرمائی جس سے تمام سوالات کے جوابات سے فراغت معلوم ومفہوم ہوگئی۔ پھر خان صاحب اور تمام حاضرین مجلس سے اٹھ گئے۔

سوال مجلس سے اٹھنے کے بعد ایک شخص نے تیجہ کے بارے میں سوال کیا میں نے کہا مردہ کو ایصال ثواب درست اور جائز ہے لیکن تیسرے روز کی قید بدعت سیئہ ہے۔ مضمون پنجم میں جو کچھ کلام مذکور ہوا اسی کے مطابق کہا گیا۔ اس کے بعد پھر اذان علی القبر کے بارے میں ایک شخص نے سوال کیا۔ میں نے کہا یہ بدعت سیئہ ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے زمانہ میں نہیں تھی اور اب تک مکہ معظمہ میں نہیں ہے اور یہ سلسلہ (عدم اذان علی القبر) اس زمانے سے لے کر اس وقت تک تواتر وتوارث کے ساتھ ہے۔ اور ہم اسی کو دیکھتے آئے ہیں میں اذان علی القبر کو حسن نہیں کہوں گا۔ ایک شخص کی آواز پر اولاً تیجہ کا جواب باآواز بلند پڑھا گیا اور اس سے متصل جو اذان علی القبر کے سوال کا جواب تھا وہ بھی زور سے پڑھا گیا۔ اور تمہید ہفتم میں جن اکابر مولوی مخصوص اللہ وغیرہ علماء کا تذکرہ کیا گیا ان کا ان جوابات کو سننا یا نہ سننا معلوم نہیں۔

خاتمہ: میں تین مضامین ہیں:

اول یہ کہ لوگوں کے رنگ برنگ کے اغراض ہوں تو اسی کے مطابق مختلف باتیں اور مختلف حالات ہوتے ہیں۔ گلستان سعدی رحمۃ اللہ علیہ پڑھنے والے کو اپنے مطلب کے مطابق مختلف حکایات وابیات یاد رہ جاتی ہیں کسی کو تو باب پنجم کی حکایت عشق وجوانی اور کسی کو باب ششم کی ضعف وناتوانی کی حکایتیں یاد رہ جاتی ہیں۔ (توحید پرست کو یہ حکایت یاد رہتی ہے)

یکے پرسید زاں گم کردہ فرزند

کہ اے روشن گہر پیر خردمند

(ترجمہ شعر: کسی نے حضرت یعقوب علیہ السلام سے پوچھا کہ اے روشن خاندان والے اور اے عقلمند بزرگ)

(معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مولانا عبدالحیٔ رحمۃ اللہ علیہ نے یہ روداد لکھتے وقت علامت واشارہ کے طور پر صرف یہ ایک شعر ہی لکھنا کافی سمجھا، آگے اس سلسلہ کے یہ اشعار اور ہیں:

زمصرش بوئے پیراہن شمیدی	چرا در چاہ کنعانش ندیدی
بگفت احوال ما برق جہاں است	دمے پیدا و دیگر دم نہان است
گہے بر طارم اعلیٰ نشستم	گہے بر پشت پائے خود نہ بینم

مطلب یہ کہ کسی نے یعقوب علیہ السلام سے پوچھا کہ یہ کیا ماجرا ہے کہ دور دراز کے ملک مصر سے آپ کے فرزند یوسف علیہ السلام کا کرتہ لے کر جب قافلہ روانہ ہوا تو آپ نے اس کی خوشبو یہاں محسوس کرلی لیکن جب وہی یوسف آپ کی بستی کنعان کے قریب ایک کنویں میں ڈال دیے گئے تو آپ ان کو نہ دیکھ سکے۔ تو انہوں نے جواب دیا ہمارے حالات بجلی کی طرح ہیں کہ بجلی روشن ہوتی ہے تو سب کچھ دیکھ لیا جاتا ہے، اور جب بجلی غائب ہوجاتی ہے تو کچھ نظر نہیں آتا، کبھی ہم بلند ترین عمارت کے اوپر ہوتے ہیں اور بہت نیچے دیکھ لیتے ہیں اور کبھی ہمارا حال یہ ہوتا ہے کہ اپنے پاؤں کی پشت بھی نہیں دیکھ پاتے۔ حاصل یہ کہ ہمارے اپنے اختیار میں کچھ نہیں، اللہ تعالیٰ جب چاہتا ہے ہزاروں میل دور کی چیز معلوم اور محسوس کرادیتا ہے۔ جب نہیں چاہتا تو ہمیں قریب ترین چیز کا بھی علم نہیں ہوتا اور نظر نہیں آتا۔)

اصحاب خوارق وکرامات کے احوال سے معلوم ہوتا ہے کہ جو مقبولان بارگاہِ الٰہی ہیں وہ اپنی عاجزی اور بندگی کا اعتراف واقرار کرتے ہیں کسی وقت تو ان مقبولان بارگاہ الٰہی سے اللہ کی مشیت وقدرت کے ذریعہ ایک امر عجیب صادر ہوتا ہے اور کبھی ان کی عاجزی ولاچاری صاف ظاہر ہوتی ہے۔ پس ہمیشہ توحید پرست مقبولان بارگاہ الٰہی کا معتقد رہتا ہے، اور کسی کو گلستاں کی یہ حکایت یاد رہتی ہے:

پیر مردے لطیف در بغداد

دخترک را بکفش دوزے داد

(ترجمہ: بغداد میں ایک خوش مزاج بوڑھے نے اپنی لڑکی ایک کفش دوز (موچی) کے نکاح میں دے دی (اس طرح کا مزاج رکھنے والے) ہمیشہ اوہام اور شہوت کے وساوس میں بے خوف ہو کر مبتلا رہتے ہیں۔)

یہ سب اختلافات احوال کی مثالیں تھیں۔ جامع مسجد کے واقعہ مذکورہ میں بھی یہ بات بعید نہیں کہ وہاں کی باتوں کو سننا اور یاد رکھنا اغراض وحالات کے اعتبار سے مختلف ومتفاوت ہوا ہوگا۔

دوسرا مضمون یہ کہ متکلم کے کلام کا لہجہ سامعین کی عقلوں کے تفاوت وفرق کی وجہ سے بدل جاتا ہے۔ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ ایک مفہوم ایک شخص کی عقل کے مطابق ایک دو بات میں پورا ہو جاتا ہے اور دوسرے شخص کی فہم کے مطابق ایک طویل کلام کرنا پڑتا ہے، تاکہ وہ بات سمجھ جائے۔ یہ بات بلاشک وشبہ ہے کہ روز مذکور میں ہونے والا کلام اتنا مختصر تھا کہ ہر شخص کی سمجھ میں نہیں آسکتا تھا، مگر چند امور ظاہرہ ایسے تھے جو سمجھ میں آسکتے تھے۔ چنانچہ چار جوابات جو تحریر کیے گئے ہیں، امور ظاہرہ میں سے تھے اور ان مضمونوں پر مقصد بالکل ظاہر ہے۔ کلام کے کچھ حصہ کا سمجھنا اور کچھ کا نہ سمجھنا ایسی بلائے عظیم ہے کہ کلام کرنے والے عالم کے حال کو بدل دیتی ہے۔

تیسرا مضمون یہ ہے کہ اس طرح کے واقعات پیش آنے کے وقت ایسا حال رونما ہوتا ہے کہ جس کو فکر آخرت ہوتی ہے تو وہ اہم مقصود کو پیش نظر رکھتا ہے اور اس مقصود سے ہرگز غافل نہیں ہوتا اور اپنے عقیدہ وعمل کو شرع شریف کے مطابق صحیح ودرست رکھتا ہے، مناظرہ میں غالب ومغلوب کی پرواہ نہیں کرتا۔ اور اگر کوئی شخص یہ جانے کہ عقیدہ وعمل غالب ومغلوب کی دانست پر موقوف ہے تاکہ غالب کا اتباع کیا جائے اور مغلوب کا اتباع نہ کیا جائے تو ایسے شخص کو جان لینا چاہیے کہ دین متین کے ارکان مناظروں پر موقوف نہیں رہتے۔ یہ بحث کہ تیجہ چالیسواں اور اس طرح کی دوسری رسمیں کرنی چاہئیں یا نہیں کرنی چاہئیں اور قبر کو پختہ بنانا جائز ہے یا نہیں ہرگز ہرگز یہ باتیں ارکان دین میں داخل نہیں ہیں۔ اگر سینکڑوں عاقل وبالغ مسلمان مردہ کو دفن کر کے اپنے اپنے گھر واپس آجائیں اور پھر اس مردہ کا کوئی ذکر نہ کریں تو یہ ہرگز ہرگز ارکان دین سے کوئی رکن متروک نہیں ہوا، برخلاف نماز جیسے رکن کے؛ کہ قیامت میں سب سے پہلے نماز کے بارہ میں سوال ہوگا اور نماز

کو چھوڑنے والا فرعون وہامان کے ساتھ محشور ہونے کے قابل ہے۔

ہزاروں بلکہ لاکھوں مسلمان ایسے اہم ارکان چھوڑتے ہیں اور دو آدمیوں کو بھی اس پر قلق نہیں ہوتا، جیسا کہ رسوم زائدہ کے چھوڑنے پر ہوتا ہے (جبکہ) بدعت کے چھوڑنے پر بہت کچھ سوچ بچار کرتے ہیں۔ سبحان اللہ! یہ تو ایک عظیم انقلاب ہے۔ واللہ غالب علی امرہ ولکن اکثر الناس لا یعلمون۔

غلام محمد علی عفی عنہ

(یہ صاحب حضرت مولانا عبدالحئی رحمۃ اللہ علیہ کی تحریر فرمائی ہوئی روداد کے ناقل وکاتب ہیں)

(الفرقان کا حضرت مفتی نسیم احمد فریدی نمبر: ص ۱۹۶ تا ۲۱۶)

حاصل مطالعہ:

اس ساری روئیداد سے پہلی بات تو یہ معلوم ہوئی کہ الحمد للہ اس وقت تک جامع مسجد دہلی میں حضرت علامہ عبدالحئی بڈھانوی وشاہ اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہما کا درس ووعظ برابر جاری تھا اور وہ بھی چند ساعت کے لیے نہیں بلکہ ظہر سے عصر تک یہ درس جاری رہتا۔ اگر یہ حضرات معاذ اللہ اتنے بڑے گستاخ تھے یا پورا دہلی یا خاندان ولی اللّٰہی ان کا مخالف تھا تو دہلی کی شاہ مسجد میں ہرگز ہرگز ان کو درس کی اجازت نہ دی جاتی۔

ثانیاً اس دن کوئی مناظرہ نہیں ہوا تھا نہ کسی مناظرے کا انعقاد کیا گیا تھا بلکہ یہ حضرات جب درس سے فارغ ہوئے تو ایک شخص نے (ان کا نام مولانا عبداللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ بتایا ہے واللہ اعلم: سیف الجبار) ایک پرچہ پیش کیا جن میں چند سوالات تھے اور ساتھ ہی ان کے جوابات بھی مرقوم تھے جن پر چند علماء کی مہریں بھی ثبت تھیں۔ ان حضرات سے بھی ان سوالوں کے جوابات طلب کیے گئے مولانا عبدالحئی رحمۃ اللہ علیہ نے جوابات تفصیل سے دینے کے لیے وقت مانگا جو بخوشی منظور بھی کر لی گئی۔ کیا مناظرے اس طرح ہوتے ہیں؟ درس کے اختتام تک پرچہ موقوف رکھنا اس بات کی بین شہادت ہے کہ باوجود مخالفت کے ان حضرات کے دلوں میں شاہ صاحب وا۔

مولانا عبدالحئی کا ادب واحترام تھا۔

اس روئیداد سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ماضی کے اکابر اہل اللہ کی طرح مخالفین نے مولانا عبدالحئی وشاہ صاحب کے خلاف مکروہ پروپیگنڈا کیا ہوا تھا چنانچہ مولانا رشید الدین صاحب کا یہ استفسار کہ لوگ کہتے ہیں کہ آپ معاذ اللہ شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے راستے کو جہنم کا راستہ کہتے ہیں مولانا عبدالحئی رحمۃ اللہ علیہ کے بقول یہ لوگ وہ تھے جن کی عرس کی؛ شراب کی؛ جوئے اور بدعات کی دکانیں ان کی وعظ ونصیحت سے بند ہوگئی تھیں۔یعنی اس دور کے رضا حسانی تھے اور وہی رضاخانی جنہوں نے شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ پر بھی اسی طرح وہابیت کا الزام لگایا۔

جب مولانا عبدالحئی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی پرزور تردید کی تو مولانا رشید الدین صاحب مرحوم نے ان کی بات پر کلی اعتماد کیا جو ان حضرات کی باہمی محبت وخلوص کا آئینہ دار ہے۔

غرض حضرت شاہ اسمٰعیل شہید ومولانا عبدالحئی ومولانا رشید الدین خان صاحب مرحوم کا چند باتوں میں اختلاف تھا پھر مولانا رشید الدین خان دہلوی صاحب تک شاہ صاحبان کے مخالفین ان کے بارے میں منفی خبریں لا رہے تھے مولانا رشید الدین خان صاحب نے خود ان حضرات سے ان کا موقف معلوم کرنے کے لیے ان کے پاس تشریف لے گئے ساتھ میں عوام کو بھی لے گئے تاکہ سب حضرات ان کا موقف سن لیں اور ان الزامات کی حقیقت واضح ہوجائے مولانا نے وسعت قلبی کا مظاہرہ کرتے ہوئے مولانا عبدالحئی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے دیئے گئے جوابات کو خود باآواز بلند پڑھ کر لوگوں کو سنایا۔اس مجمع کثیر نے انتہائی تحمل کے ساتھ ان جوابات کو سنا کسی قسم کا کوئی ہنگامہ شور شرابا نہ ہوا اور خیر وعافیت کے ساتھ یہ مجلس ختم ہوئی۔غور فرمائیں کیا یہی وہ منظر ہے جسے رضاخانیوں نے ڈرامائی انداز میں پیش کرنے کی کوشش کی ہے کہ گویا پورا دہلی شاہ صاحب ومولانا عبدالحئی رحمۃ اللہ علیہما کے قتل کے درپے ہے۔

اس مجلس نے قبر پرستوں کی ساری امیدوں پر پانی پھیر دیا انہوں نے مولانا رشید الدین صاحب کے جو کان بھرے تھے وہ ساری مذموم کوششیں دھری کی دھری رہ گئیں لہٰذا اب بیشتر

بدلا اور یہ مشتہر کر دیا کہ اس دن عظیم الشان مناظرہ ہوا تھا اور مولانا عبدالحئی کو بدترین شکست کا سامنا کرنا پڑا تھا اور اپنے وہابیانہ عقائد سے توبہ کرنی پڑی۔ العیاذ باللہ۔

دہلی کے اس واقعہ کے بعد ان حضرات میں کسی قسم کی کوئی رنجش و اختلاف باقی نہ رہا تھا جتنی منفی باتیں ہیں سب مخالفین کی اڑائی ہوئی ہیں۔ یہاں ہم ایک عینی شاہد کی گواہی مولانا اخلاق حسین قاسمی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے پیش کرنا چاہیں گے:

”بندہ کے سامنے تقویۃ الایمان کا وہ نسخہ ہے جو ۱۲۶۷ھ میں حافظ محمد پیر خان کے اہتمام میں چھتہ موم گران شاہ جہاں آباد مطبع محمدی وحیدۃ الاخبار میں چھپا ہے اور اس کے (۷۴) صفحات ہیں۔ مولانا زید صاحب کے سامنے جو نسخہ ہے وہ ۱۲۷۰ھ میں مطبع صدیقی دہلی میں چھپا۔ یعنی پہلے نسخے کے تین سال بعد۔ پیش نظر نسخہ میں مولانا میر محبوب علی صاحب محشی کتاب کا ایک مقدمہ بھی شامل ہے۔ مولانا زید صاحب اگر اس مقدمہ پر غور کر لیتے تو جو میل کا بیل اور بات کا پتنگڑ انہوں نے بنایا ہے وہ ظہور میں نہ آتا سید محبوب علی صاحب مولانا شہید رحمۃ اللہ علیہ کے ہم سبق تھے، خود عالم تھے اور اس صورتحال کے عینی مشاہد بھی تھے، وہ لکھتے ہیں:

”گور پرست مولانا محمد اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کو کہتے ہیں کہ مولوی رشید الدین خان صاحب سے خوب بحثیں رہیں، شہید مرحوم کو دست آنے لگے، جواب میں تھکے سو یہ سراسر غلط اور بہتان ہے شہید مغفور اور خان صاحب مرحوم کی گاہے کسی بات میں تکرار نہیں ہوئی اور جامع مسجد میں جب مولوی عبدالحئی سے استفسار پر مہر طلب کی تو مولوی صاحب مرحوم نے شکل بلوی سے خلاف برادرانہ عالمانہ کی شکایت کی خان صاحب مرحوم نے عذر کی صورت ظاہر کی، وہاں شہید مرحوم نے کسی سے بات بھی نہیں کی اور جب مولوی عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کو دفن کیا مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب کے مقبرہ میں لوگ خان صاحب سے اور مولوی عبدالحئی صاحب سے مسائل مرجہ پوچھتے وہاں بھی کچھ خلاف و تکرار علماء میں نہ ہوئی۔ احوال ان بزرگوں کے جو آپس میں ظاہر تھے بچشم خود دیکھے ہوئے یاد ہیں پیر پرست خبط میں برباد ہیں اور جواز و مکروہ کا آپس میں کہیں لفظاً خلاف ہے وہ مفسدوں

کے فتنہ کی بنیاد ہے"۔

(بحوالہ مولانا محمد اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے ناقد: ص ۲۲،۲۳)

مولانا رشید الدین صاحب مرحوم کے صاحبزادے مولانا سدید الدین صاحب کا عظیم علمی کتب خانہ جب ۱۸۵۷ کے حادثہ میں ضائع ہو گیا تو انہوں نے ایک خط میں کہا:

"ہم کو اپنے کتب خانے کے لٹ جانے کا اتنا افسوس نہیں جس قدر ان حواشی کے ضائع ہو جانے کا ہے جو مولانا شہید رحمۃ اللہ علیہ نے علمی کتابوں پر لکھے تھے کیونکہ وہ کتابیں تو پھر بھی مل سکتی ہیں مگر ان حاشیوں کا اب ملنا محال ہے"۔ (اکمل البیان: ص ۸۰۲)

یہ تھی ان بھائیوں کی آپس میں محبت جس میں فتنہ پرور رضا خانی آگ لگا کر دشمنی میں بدلنے کی ناکام کوشش کر رہے ہیں۔

فتح کس کی ہوئی:

رضا خانی حضرات ایک طرف تو کہتے ہیں کہ اس مناظرے میں شاہ محمد اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کو بڑی ہزیمت کا سامنا کرنا پڑا مگر دوسری طرف مولانا فضل رسول بدایونی نے ایک جعلی خط مولانا مخصوص اللہ صاحب مرحوم کی طرف منسوب کیا ہے جس میں اس بات کا واضح اقرار کیا گیا ہے کہ دہلی مناظرہ سے پہلے سب ہمارے ساتھ تھے مگر اس مناظرے میں شاہ صاحب کی باتیں سن کر لوگ ان کی طرف مائل ہو گئے۔ فضل رسول بدایونی سوال کرتے ہیں:

"ساتواں سوال: اس وقت آپ کے خاندان کے شاگرد اور مریدان کے طور پر تھے یا آپ کے موافق؟"

مولانا مخصوص اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب جواب اس طرح بیان کیا گیا:

"ساتویں بات کا جواب یہ ہے کہ اس مجلس تک سب ہمارے طور پر تھے پھر ان کا جھوٹ سن کر کچھ کچھ آدمی آہستہ آہستہ پھرنے لگے"۔

(مولانا اسمٰعیل اور تقویۃ الایمان: ص ۱۰۳ از مولانا ابوالحسن زید فاروقی)

اس میڈان بریلی خط کے میڈان بدایونی جواب کی سب سے مزے کی بات یہ ہے کہ شاہ صاحب کا جھوٹ سن کر میرے شاگرد اور مرید (کیونکہ سوال میں انہی کے متعلق پوچھا گیا ہے) میرے مسلک سے پھر کر ان کی طرف جانے لگ گئے، حالانکہ اصول یہ ہے کہ اپنے طریقہ کا غلط اور اپنے مسلک کا جھوٹ اکثر آدمی کو سچ کی طرف لے جاتا ہے جھوٹ کی وجہ سے کوئی بھی سمجھ دار آدمی اپنے عقیدے سے نہیں پھرتا مگر یہاں گنگا الٹی بہہ رہی ہے۔ اس جعلی مکتوب میں مولانا مخصوص اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے تقویۃ الایمان کے رد میں ایک کتاب ''تقویۃ الایمان'' کا بھی ذکر ہے حالانکہ یہ بالکل جھوٹ ہے اس نام کی کوئی تصنیف مولانا مخصوص اللہ صاحب کی نہیں نہ کبھی منظر عام پر آئی آج کے رضاخانی تو دور خود مولانا فضل رسول بدایونی صاحب کو بھی اس کتاب کو دیکھنے کی توفیق نہ ہوئی ہوگی۔ غرض اس نام سے دنیا میں اس کتاب کا کبھی کوئی وجود نہیں رہا۔

خاندان ولی اللہی پوری طرح شاہ اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ تھا:

رضاخانی حضرات نے نام نہاد دہلی مناظرے کو بیان کرتے ہوئے یہ تاثر بھی دینے کی کوشش کی ہے کہ پورا خاندان ولی اللہی شاہ صاحب کا مخالف تھا اور گویا مولا رشید الدین و مولانا مخصوص اللہ و مولانا موسیٰ صاحبان جیسے حضرات مولانا شاہ عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کے جانشین تھے اور پورے خاندان کے ترجمان گویا یہی تین حضرات تھے۔ حالانکہ ایسا قطعاً نہیں ان کا ادب و احترام اپنی جگہ مگر شاہ اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کے علم، تقویٰ و مقام ارفع کے سامنے ان کی کوئی حیثیت نہ تھی۔ حضرت شاہ عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ اپنا علمی جانشین اگر کسی کو تصور کرتے تو وہ شاہ محمد اسمٰعیل شہید یا شاہ محمد اسحٰق تھے جیسا کہ ماقبل میں حوالہ گزر چکا ہے۔ یہاں ہم مزید اتمام حجت کے لیے مولانا حکیم محمود احمد برکاتی مرحوم جن کا تعلق بریلویوں کے خیر آبادی سلسلہ تلمذ سے ہے اور موصوف شاہ صاحب کے مخالفین میں سے بھی ہیں کا حوالہ پیش کرتے ہیں جو باوجود مخالفت اعتراف حق کر

گئے:

''اب رہ گئے وہ نوخیز افراد خاندان جو دلی میں متوطن اور براہ راست شاہ عبد العزیز کے زیر نگاہ تھے یعنی شاہ رفیع الدین اور شاہ عبد الغنی کے صاحبزدگان تو ان میں سے (۱) محمد عیسیٰ (۲) محمد حسین (۳) محمد حسن (۴) عبد الرحمٰن عرف مصطفیٰ کے متعلق ہمیں معلوم نہیں کہ ان میں سے کس کس کو حصول علم کی توفیق ملی تھی کس کس نے حصول علم کو منزل آخر تک پہنچایا تھا؟ کس دل و دماغ کے تھے، کردار و عمل میں کیا مقام رکھتے تھے؟ مختصر یہ کہ معلوم نہیں یہ حضرات اس قابل تھے یا نہیں کہ شاہ محدث کی نگاہ انتخاب ان پر پڑتی؟ اس لیے اب صرف پانچ حضرات رہ جاتے ہیں:

(۱) شاہ مخصوص اللہ (۲) شاہ محمد موسیٰ (۳) شاہ محمد اسمٰعیل (۴) شاہ محمد اسحٰق (۵) شاہ محمد یعقوب۔ ان میں شاہ مخصوص اللہ و شاہ محمد موسیٰ شاہ محمد یعقوب کے متعلق اگرچہ یہ معلوم ہے کہ وہ عالم تھے حسن عمل میں بھی اپنے خانوادہ گرامی کی روایات کے حامل تھے لیکن انہیں علوم میں کوئی بلند مقام اور مخصوص مرتبہ حاصل نہیں تھا دل و دماغ کی صلاحیتیں بھی غیر معمولی نہیں تھیں اور بہ حیثیت مجموعی ان شرائط کو پورا نہیں کرتے تھے جو ہم بیان کر چکے ہیں لامحالہ شاہ محدث کا رجحان اس گروہ کے باقی دو حضرات کی طرف ہونا چاہیے تھا (۱) شاہ محمد اسمٰعیل (۲) شاہ محمد اسحٰق۔ روایات و آثار سے اسی قیاس کی تائید ہوتی ہے کہ شاہ صاحب نے قبیل آخر انتخاب انھیں دونو جوانوں کا کیا تھا اور فرمایا کرتے تھے: الحمد للہ الذی وھب لی علی الکبر اسماعیل و اسحٰق۔

(حیات شاہ محمد اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ: ص ۳۷ / الرحیم اکیڈمی کراچی)

شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ہی کی زندگی میں شاہ محمد اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ مسند تدریس پر جلوہ افروز ہو گئے تھے اور جب تک دہلی میں رہے ان کا وعظ برابر جاری رہا۔ قاضی فضل احمد لدھیانوی رضا خانی جیسا متعصب بھی یہ لکھنے پر مجبور ہے:

''ہاں مولوی اسماعیل عالم محدث تھے...... مولوی اسمٰعیل کی تازہ تحصیل اور طاقت زبانی اور وعظ گوئی اور خوش بیانی میں واقعی ایک تسخیر کا عالم تھا''۔

(انوار آفتاب صداقت: ص ۲۵۵، ص ۲۵۶ طبع جدید)

حضرت شاہ محمد اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ جب جہاد پر روانہ ہوئے اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی مسند تدریس پوری طرح حضرت شاہ محمد اسحٰق صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے سنبھال لی تو اس وقت بھی محدث دہلوی کے جانشین شاہ اسحٰق صاحب رحمۃ اللہ علیہ پوری طرح حضرت شاہ محمد اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ تھے اور مجاہدین کے لیے دہلی میں جو چندہ جمع ہوتا اس کی نگرانی شاہ اسحٰق صاحب ہی کرتے اور انہی کی نگرانی میں وہ چندہ مجاہدین کے پاس پہنچایا جاتا۔ حتی کہ جب بعض حضرات نے سید احمد شہید و شاہ محمد اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہما کی تحریک جہاد کی مخالفت شروع کر دی تو شاہ اسحٰق صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے شاہ محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ مل کر ان الزامات کی بھرپور تردید کی اور مجاہدین کے اس قافلے کی ہر طرح سے مدد و نصرت کی۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمائیں:

(اعانت مجاہدین مندرجہ کتاب حیات شاہ محمد اسحٰق صاحب: ص ۵۹ تا ۷۰)

قاضی فضل احمد رضا خانی کو بھی اس بات کا اقرار ہے کہ مولانا محمد اسحٰق، شاہ صاحب کے ساتھ مل گئے تھے:

"مولوی محمد اسحٰق صاحب بھی آخر کو اس طرف جھک گئے تھے اگرچہ ان کی کتابوں میں مولوی اسمٰعیل صاحب کا ساز و روشور نہیں ہے"۔ (انوار آفتاب صداقت: ص ۴۶۳، طبع جدید)

رضا خانیوں کی منافقت دیکھیں کہ خود شاہ ولی اللہ کو وہابی لکھا اور بیٹے شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کو ان سے اختلاف کی وجہ سے حق گو کہا کسی نے ان پر الزام نہیں لگایا کہ باپ کا مخالف ہو گیا لیکن جب شاہ محمد اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ نے مولانا رشید الدین خان صاحب سے اختلاف کیا تو آسمان سر پر اٹھا لیا۔

دہلی مناظرے نے رضا خانیوں ہی کا منہ کالا کیا:

ترجمان رضا خانیت مولوی کاشف اقبال رضا خانی صاحب نے پورے تین صفحات ۲۴ تا ۲۶ اسی پر سیاہ کیے کہ دیوبندیوں سے ہمارا اصل اختلاف ان کی گستاخانہ عبارات پر ہے معاذ اللہ نور و بشر میلاد علم غیب وغیرہ پر اختلاف بتانا یا تقریریں کرنا عوام کو مغالطہ دینا ہے۔ اسی طرح

مولانا احمد سعید کاظمی صاحب لکھتے ہیں:

"ان لوگوں کے ساتھ ہمارا اصولی اختلاف صرف ان عبارات کی وجہ سے ہے جن میں ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ومحبوبان حق سبحانہ وتعالیٰ کی شان میں صریح گستاخیاں کی ہیں باقی مسائل میں محض فروعی اختلاف ہے جس کی بناء پر جانبین میں سے کسی کی تکفیر وتضلیل نہیں کی جاسکتی"۔ (الحق المبین: ص ۲۳ رناشر بزم سعید جامعہ انوار العلوم ملتان)

مگر دوسری طرف دہلی کے اس مناظرے میں مولانا رشید الدین صاحب نے تقویۃ الایمان یا شاہ صاحب کے عقائد کو چھوا تک نہیں بلکہ بوسہ قبر، اذان علی القبر، میلاد بدعت بقول مولوی غلام مہر علی نور وبشر حاضر وناظر جیسے فروعی مسائل پر گفتگو کی۔ گویا بقول مولوی کاشف اقبال عوام کو مغالطہ دیا۔ اور ان مسائل کو چھیڑا جس پر بقول کاظمی کسی کی تکفیر تو دور تضلیل بھی نہیں کی جاسکتی۔

مولانا رشید الدین مرحوم صاحب کا یہ عمل اس بات کی کھلی شہادت ہے کہ جن عبارات پر آج رضا خانی اعتراض کر رہے ہیں اور جس انداز سے اس اختلاف کو آج پیش کیا جارہا ہے یہ سب مولانا احمد رضا خان بریلوی کی کارستانی ہے اس نے اپنا نیا مذہب ایجاد کرنے کے لیے انگریز و شیعہ کے اشارہ پر یہ شیطانی حرکات کی تھیں۔ ورنہ خود شاہ صاحب کے زمانہ میں ان اعتراضات کا کوئی تصور نہ تھا۔ مولانا فضل حق خیر آبادی صاحب نے بھی صرف شفاعت اور امتناع النظیر کے مسئلہ پر شاہ صاحب سے اختلاف کیا۔ تعجب کا مقام ہے ایک طرف تو بریلوی کہہ رہے ہیں کہ ساری شورش سارا فساد تقویۃ الایمان کی وجہ سے ہوا، سارے علماء تقویۃ الایمان کی وجہ سے مخالف ہوئے، مگر جب اس شورش کو ختم کرنے کا وقت آیا تو تقویۃ الایمان کا نام بھی نہ لیا اور محض فروعی اختلاف پر مجمع جمع کر کے قوم کا وقت برباد کیا گیا۔ جن مسائل کی بنیاد پر سارے دہلی کو شاہ صاحب کا مخالف بتایا جارہا ہے آج کے ابنائے رضا خانی تو سرے سے ان کو اختلاف ہی تسلیم نہیں کرتے اس اختلاف کی بنیاد پر کسی کو اہل السنۃ والجماعۃ سے خارج کرنا تو دور فاسق بھی نہیں

تسلیم کرتے۔

خود ڈاکٹر الطاف حسین سعیدی صاحب اس بات کا اقرار کرتے ہیں:

"۱۲۴۰ھ میں مناظرہ دہلی میں اسماعیل دہلوی نے کفریہ عبارات سے توبہ نہیں کی۔ جناب اس مناظرہ میں کفریہ عبارات کو زیر بحث ہی کب لایا گیا تھا، وہاں تو چند دیگر اختلافی مسائل کو زیر بحث لایا گیا تھا"۔ (روئیداد مناظرہ گستاخ کون: ص ۱۲۵ / اسلامک بک کارپوریشن راولپنڈی)

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مولانا رشید الدین و مولانا مخصوص اللہ اور مولانا محمد موسیٰ وغیرہم و مجاہد فی سبیل اللہ شاہ محمد اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کے درمیان کوئی حقیقی و اصولی اختلاف نہ تھا اور بقول بریلوی حضرات دونوں ہی اپنے موقف پر حق پر تھے۔ اس اختلاف کا جو منظر بریلوی حضرات نے پیش کیا اگر اسے درست تسلیم کرلیا جائے تو اس کا مطلب تو یہ ہوگا کہ مولانا رشید الدین و دیگر علماء نے محض معمولی فروعی اختلاف پر اتنا بڑا ہنگامہ کھڑا کردیا جو کہ ہرگز اہل علم کی شان نہیں۔ بہرحال بات طویل ہوتی جارہی ہے دہلی کی اس مجلس کے متعلق دیگر کئی اہل معلومات بھی راقم کے پاس موجود ہیں جو پھر کسی اور موقع پر ان شاء اللہ بیان کردیئے جائیں گے اس وقت چونکہ ہم نے پوری رضاخانی کتاب کا جواب دینا ہے لہٰذا اس تاریخی بحث کو یہی ختم کیا جاتا ہے۔

جن مسائل کو اختلافی بتایا گیا اس پر ہندوستان کے اکابر علماء اپنی رائے پہلے سے دے چکے تھے:

یہاں ایک بات کی وضاحت ضروری سمجھتا ہوں کہ رضاخانیوں نے دہلی مناظرے کے متعلق جن مسائل کو ذکر کیا شاہ صاحب سے پہلے ہندوستان کے اکابر علماء ان پر اپنی رائے وہی دے چکے تھے جس کو شاہ صاحب نے اپنایا تو آخر مطعون صرف شاہ صاحب کو کیوں کیا جارہا ہے؟ ہم یہاں اس بات کو واضح کرنا چاہتے ہیں کہ ان مسائل میں اکابر سے بغاوت شاہ محمد اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے رفقاء نے نہیں کی بلکہ ان کے مخالفین نے کی ہے۔

مسئلہ علم غیب:

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

الوجدان الصريح يحكم بان العبد عبد و ان ترقى و ان الرب رب و ان تنزل و ان العبد قط لا يتصف بالوجوب و بالصفات اللازمة للوجوب ولا يعلم الغيب الا ان ينطبع شيئ فى لوح صدره و ليس ذالك علما بالغيب انما ذالك الذى يكون من ذاته والا فالانبياء والاولياء يعلمون لا محالة بعض ما يغيب عن العامة۔ (تفہیمات الٰہیہ: ج ۱ ص ۲۴۵)

[ترجمہ] وجدان صریح بتلاتا ہے کہ بندہ کتنی ہی روحانی ترقی کیوں نہ کرلے بندہ ہی رہتا ہے اور رب اپنے بندوں کے کتنا قریب کیوں نہ ہو جائے وہ رب ہی رہے گا بندہ واجب الوجود کی صفات یا وجوب کی صفات لازمہ سے کبھی متصف نہیں ہوتا علم غیب وہ جانتا ہے جو از خود ہو (کسی دوسرے کے بتلانے سے نہ ہو) ورنہ انبیاء و اولیاء یقیناً ایسی بہت سی باتیں جانتے ہیں جو دوسرے عام لوگوں کی رسائی میں نہ ہو۔

اسی واسطے علم غیب کو خاصہ خداوندی کہا گیا ہے چنانچہ شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

"ثم ليعلم انه يجب ان ينفى عنهم صفات الواجب جل مجده من العلم بالغيب والقدرة على خلق العالم الى غير ذالك وليس ذالك بنقص"۔

(تفہیمات الٰہیہ: ج ۱ ص ۲۴)

[ترجمہ] پھر جان لیجیے کہ لازم ہے کہ انبیاء علیہم السلام سے واجب الوجود جل مجدہ کی صفات کی نفی کی جائے جیسے علم غیب اور عالم کی تخلیق وغیرہ اور ان امور کی نفی ہرگز ان کی شان میں کمی نہیں کرتی۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے بیٹے اور جانشین حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ بھی فرماتے ہیں:

"یا رتبہ آئمہ واولیاء برابر رتبہ انبیاء ومرسلین گردانند وانبیاء ومرسلین را لوازم الوہیت از علم غیب

شنیدن فریاد ہر کس و ہر جا و قدرت بر جمیع مقدورات ثابت کنند"۔ (تفسیر عزیزی: ج ا ص ۵۲)

[ترجمہ] شرک و کفر کی باتوں میں سے ہے کہ ائمہ واولیاء کا رتبہ انبیاء علیہم السلام کے برابر جاننا اور انبیاء علیہم السلام کے لیے لوازم الوہیت جیسے علم غیب کا عقیدہ رکھنا یا ہر ایک کی پکار ہر ایک جگہ سے سن لینا یا تمام مقدورات پر ان کی قدرت (مختار کل) ماننا۔

استمداد از اولیاء و مزارات وعرس کی خرافات:

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے بیماریوں اور دیگر پریشانیوں میں مسلمانوں کی طرف سے رسوم جاہلیت اور مخلوق کو حاجت روا بنانے کی سختی سے مذمت کی ہے اور اس کا تفصیلی رد کیا ہے۔

ملاحظہ ہو: مکتوبات فارسی: مکتوب نمبر ۴۱ دفتر سوم ۳۶۳ تا ۳۶۵، ایچ ایم سعید کراچی۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

"کل من ذھب الی بلدۃ اجمیر او الی قبر سالار مسعود او ما ضاھاھا لاجل حاجۃ یطلبھا فانہ اثم اثم اکبر من القتل والزنا لیس مثلہ الا مثل من کان یعبد المصنوعات او مثل من کان یدعوا اللات والعزی"۔

(تفہیمات الٰہیہ: ج ۲ ص ۴۵ مدینہ برقی پریس یوپی)

[ترجمہ] ہر وہ شخص جو خواجہ اجمیر یا سالار مسعود کے مزارات پر اپنی حاجت روائی کے لیے جاتا ہے اور ان سے اپنی حاجتیں طلب کرتا ہے تو اس کا یہ عمل قتل وزنا سے بھی بڑا گناہ ہے صاحب مزار کو مشکل کشا مختار کل سمجھتے ہوئے مشکلات میں پکارنے والے کی مثال لات وعزیٰ کو پکارنے والوں کی طرح ہے۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتی جنہیں شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ بیہقی وقت کہتے تھے لکھتے ہیں:

"مسئلہ: اگر کسے گوید کہ خدا و رسول بریں عمل گواہ اند کافر شود اولیاء قادر نیستند بر ایجاد معدوم یا اعدام موجود پس نسبت کردن ایجاد و اعدام و اعطاء رزق یا اولاد و دفع بلا و مرض وغیر آں بسوئے شان کفر است قل لا املك لنفسی نفعا ولا ضرا الا ما شاء اللہ یعنی بگوائے محمد صلی اللہ علیہ وسلم

مالک نیستم من برائے خویشتن نفع راو نہ ضرر را مگر آنچہ خدا خواہد و اگر نسبت بطریق بسببیت بود مضائقہ ندارد"

[ترجمہ] مسئلہ: اگر کوئی کہے کہ خدا اور رسول اس عمل پر گواہ ہیں تو وہ کافر ہو جاتا ہے، اولیاء کرام معدوم کو موجود کرنے یا موجود کو معدوم کرنے کی قدرت نہیں رکھتے اس لیے پیدا کرنے رزق دینے بلا دور کرنے اور مرض سے شفاء دینے وغیرہ کی نسبت ان سے مدد طلب کرنا کفر ہے فرمان خداوندی ہے قل لا املك لنفسی نفعا ولا ضرا الا ما شاء الله یعنی اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہہ دیجیے میں اپنے آپ کے لیے نفع اور نقصان کا مالک نہیں ہوں مگر وہ جو کچھ اللہ چاہے اور اگر سبب کے لحاظ سے نسبت ہو تو کوئی حرج نہیں"۔ (بستان السالکین ترجمہ ارشاد الطالبین: ص ۴۷، ۴۸)

قاضی صاحب ولایت کے متعلق غلط مشرکانہ بریلویانہ عقیدہ کا بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"بعضے در اولیاء اللہ عصمت خیال می کنند و می دانند کہ اولیاء ہر چہ خواہند ہمان شود و ہر چہ نخواہند معدوم گردد و از قبور اولیاء باین خیال مرادات خود طلب می کنند و چون در اولیاء اللہ و مقربان درگاہ کہ زندہ ایں صفت نمی یابند از ولایت آنہا منکری شوند و از فیوض آنہا محروم می مانند"

[ترجمہ] بعض اولیاء کے معصوم ہونے کا اعتقاد رکھتے ہیں اور جانتے ہیں کہ اولیاء جو کچھ چاہتے ہیں وہی ہوتا ہے اور جو نہیں چاہتے وہ نہیں ہوتا اور اسی خیال سے اولیاء اللہ کی قبروں سے اپنی مرادیں طلب کرتے ہیں اور جو وہ زندہ اولیاء اللہ اور مقربان خداوندی میں یہ صفت نہ پاتے تو ان کی ولایت کا انکار کر کے ان کے فیوض سے محروم رہتے ہیں"۔

(بستان السالکین ترجمہ ارشاد الطالبین: ص ۱۰۲)

"لا یجوز ما یفعله الجهال بقبور الاولیاء والشهداء من السجود والطواف حولها واتخاذ السرج والمساجد علیها ومن الاجتماع بعد الحول كالاعیاد و یسمونه عرسا عن عائشة وعن ابن عباس قالا لما نزل برسول الله ﷺ مرض طفق یطرح خمیصة له علی وجهه فاذا اغتم كشفها عن وجهه ویقول هو كذالك لعنة الله علی الیهود والنصاری اتخذوا قبور انبیاءهم مساجد

علم غیب اور حاضر ناظر:

''اگر کسے گوید کہ خدا و رسول بریں عمل گواہ اند کافر شود''

''مسئلہ: اگر کوئی کہے کہ خدا اور رسول اس عمل پر گواہ ہیں تو وہ کافر ہو جاتا ہے''۔

(بستان السالکین ترجمہ ارشاد الطالبین: ص ۴۷، ۴۸)

اور اپنی دوسری کتاب میں لکھتے ہیں:

''مسئلہ اگر کسے بدون شہود نکاح کرد و گفت کہ خدا و رسول خدا را گواہ کردم یا فرشتہ را گواہ کردم کافر شود''۔ (مالابد منہ: ص ۱۴۶ / میر محمد کتب خانہ کراچی)

[ترجمہ] اگر کوئی شخص بغیر گواہ کے نکاح کرے اور کہے کہ میں نے خدا اور اس کے رسول کو یا فرشتہ کو گواہ کیا تو کافر ہو جائے گا۔

کیونکہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور ملائکہ کو عالم الغیب سمجھنا کفر ہے کہ یہ صفت خاصہ رب باری تعالیٰ ہے۔

ایک اور مقام پر لکھتے ہیں:

''بندگان خاص الٰہی را در صفات واجبی شریک داشتن یا آنہا را در عبادت شریک ساختن کفر است چنانچہ دیگر کفار بہ انکار انبیاء کافر شدند ہمچناں نصاریٰ عیسیٰ را پسر خدا و مشرکان عرب ملائکہ را دختران خدا گفتند و علم غیب بآنہا مسلم داشتند کافر شدند''۔ (مالابد منہ: ص ۱۱، ۱۲ / مطبوعہ میر محمد کتب خانہ کراچی)

حق تعالیٰ کے خاص بندوں کو اس کی صفات واجبی میں شریک ٹھہرانا یا ان کو بندگی میں شریک بنانا کفر ہے جس طرح دوسرے کفار نبیوں کے انکار سے کافر ہوئے اسی طرح نصاریٰ عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا اور عرب کے مشرک فرشتوں کو خدا کی بیٹی کہہ کر اور فرشتوں کے لیے علم غیب کا عقیدہ مان کر کافر ہو گئے (یہی عقیدہ مشرکین پاک و ہند کا بھی ہے) نبیوں اور فرشتوں کو خدا تعالیٰ کی صفات میں شریک بنانا جائز نہیں۔

قبروں پر مزار بنانا:

یہی قاضی صاحب لکھتے ہیں:

"مسئلہ آنچہ برقبور اولیاء عمارتہائے رفیع بنا میکنند و چراغاں روشن میکنند و ازیں قبیل ہرچہ میکنند حرام است یا مکروہ"۔ (مالابدمنہ: ص ۸۴)

[ترجمہ] اولیاء کی قبور پر جو اونچی عمارتیں بناتے ہیں اور چراغاں کرتے ہیں اور اس قسم کے جتنے کام کرتے ہیں (مثلاً غلاف عرس وغیرہما) سب حرام یا مکروہ (تحریمی) ہیں۔

قبر پر اذان:

شاہ محمد اسحٰق ابن شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہما لکھتے ہیں:

"میت کے دفن کرنے کے بعد قبر پر اذان دینا مکروہ ہے اس لیے کہ احادیث سے اس کا ہونا معلوم نہیں ہوتا"۔ (مائۃ مسائل: ص ۶۴)

بدعت حسنہ:

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

"سنت و بدعت دونوں پورے طور پر ایک دوسرے کی ضد ہیں ایک کا وجود دوسرے کے نقص و نفی کو مستلزم ہے پس ایک کا زندہ کرنا دوسرے کو مارنے کو مستلزم ہے یعنی سنت کا زندہ کرنا بدعت کے مارنے کا موجب ہے اور بالعکس۔ پس بدعت خواہ اس کو حسنہ کہیں یا سیئہ رفع سنت کو مستلزم ہے۔ شاید حسن نسبی یعنی اضافی کا کیا اعتبار ہوگا کیونکہ حسن مطلق وہاں گنجائش نہیں رکھتا کیونکہ تمام سنتیں حق تعالیٰ کے نزدیک مقبول و پسندیدہ ہیں اور ان کے اضداد یعنی بدعتیں شیطان کی پسندیدہ ہیں۔ آج یہ بات بدعت کے پھیل جانے کے باعث اکثر لوگوں کو ناگوار معلوم ہوتی ہے لیکن ان کو معلوم ہو جائے گا کہ ہم ہدایت پر ہیں یا یہ لوگ۔ منقول ہے کہ حضرت مہدی رضی اللہ عنہ اپنی سلطنت کے زمانہ میں جب دین کو رواج دیں گے اور سنت کو زندہ فرمائیں گے تو مدینہ کا عالم جس نے بدعت پر عمل کرنے کو اپنی عادت بنائی ہوگی اور اس کو "حسن" (بدعت حسنہ) خیال کر کے دین کے ساتھ ملا لیا ہوگا تعجب سے کہے گا اس شخص نے ہمارے دین کو دور کر دیا ہے اور ہمارے مذاہب و ملت کو مار دیا ہے اور خراب کر دیا ہے حضرت مہدی رضی اللہ عنہ اس عالم کے قتل کا حکم فرمائیں گے اور حسنہ کو سیئہ

خیال کریں گے"۔(مکتوبات: مکتوب نمبر ۲۵۵،دفتر اول: ج۲ ص ۵۸۷ مترجم سعید احمد نقشبندی بریلوی)

قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"حضرت خواجہ عالی شان خواجہ بہاء الدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ وامثال شان حکم کردہ اند بدانکہ ہر عبادت کہ موافق سنت است آن عبادت مفید تر است برائے ازالہ رزائل نفس وتصفیہ عناصر وحصول قرب الٰہی لہٰذا از بدعت حسنہ مثل بدعت قبیحہ اجتناب می کنند کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمودہ کل محدثۃ بدعۃ و کل بدعۃ ضلالۃ پس نتیجہ این حدیث آنست کہ کل محدث ضلالۃ وبدیہی است کہ لا شیئ من الضلالۃ بھدایۃ فلا شیئ من المحدث بھدایۃ"۔

[ترجمہ] حضرت خواجہ عالی شان خواجہ بہاء الدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ اور آپ جیسے دیگر بزرگان نے ارشاد فرمایا ہے کہ وہ عبادت جو سنت کے موافق ہے وہ رذائل نفس تصفیہ عناصر اور قرب الٰہی کے حصول کے لیے زیادہ مفید ہے۔اس لیے بدعت حسنہ سے بھی بدعت قبیحہ کی طرح بچتے ہیں کیونکہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کل محدثۃ بدعۃ و کل بدعۃ ضلالۃ ہر نئی بات بدعت ہے اور تمام بدعتیں گمراہی ہیں پس اس حدیث کا نتیجہ یہ ہے کہ کل محدثۃ بدعۃ اور ظاہر ہے کہ لا شیئ من الضلالۃ بھدایۃ فلا شیئ من المحدث بھدایۃ گمراہی کی کوئی چیز ہدایت نہیں ہے پس ہر نئی بات بھی ہدایت نہیں ہے۔(بستان السالکین ترجمہ ارشاد الطالبین: ص ۶۹ تا ۷۲)

تیجہ، چالیسواں، برسی:

قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنی وصیت میں لکھتے ہیں:

"بعد مردن من رسوم دنیوی مثل دہم وبستم وچہلم وششماہی وبرسی ہیچ نکنند"۔(مالا بدمنہ: ص ۱۶۱)

[ترجمہ] میرے مرنے کے بعد دنیوی (بریلوی) رسمیں مثلاً دسواں اور بیسواں اور چالیسواں اور ششماہی اور سالانہ برسی عرس کچھ بھی نہ کریں۔

مناظرہ دہلی کرنے والے جواب دیں:

انہی باتوں کو جب شاہ صاحب اور ان کے ساتھیوں نے دہرایا تو تم مناظرے کرتے ہو اگر مناظرہ کرنا ہے تو پہلے ہندوستان کے ان اکابر سے مناظرہ کرو۔

تقویۃ الایمان سے شورش ہوگی:

ترجمان رضا خانیت لکھتا ہے:

''ہندوستان میں سب سے پہلے مولوی اسمٰعیل دہلوی نے تقویۃ الایمان نامی کتاب لکھ کر اس فتنہ کی بنیاد رکھی جس کا ذکر دیوبندی حکیم الامت مولوی اشرف علی تھانوی نے ان الفاظ میں کیا کہ ''مولوی اسمٰعیل صاحب نے تقویۃ الایمان......کو اردو میں لکھا، اور لکھنے کے بعد اپنے خاص خاص لوگوں کو جمع کیا جن میں سید صاحب مولوی عبدالحیٔ صاحب شاہ محمد اسحٰق صاحب مولانا محمد یعقوب صاحب مولوی فرید الدین صاحب مرادآبادی مومن خان عبداللہ خان استاد امام بخش صہبائی و مملوک علی صاحب بھی تھے اور ان کے سامنے تقویۃ الایمان پیش کی اور فرمایا کہ میں نے یہ کتاب لکھی اور میں جانتا ہوں کہ اس میں بعض جگہ ذرا تیز لفظ بھی آ گئے ہیں اور بعض جگہ تشدد بھی ہو گیا ہے مثلاً ان امور کو جو شرک خفی تھے شرک جلی لکھ دیا گیا ہے ان وجوہ سے مجھے اندیشہ ہے کہ اس کتاب کی اشاعت سے شورش ضرور ہوگی اگر میں یہاں رہتا تو ان مضامین کو میں آٹھ دس برس میں بتدریج بیان کرتا لیکن اس وقت میرا ارادہ حج کا ہے اور وہاں سے واپسی کے بعد عزم جہاد ہے اس لیے اس کام سے معذور ہوں اور میں دیکھتا ہوں کہ دوسرا اس بار کو اٹھائے گا نہیں اس لیے میں نے یہ کتاب لکھ دی ہے گو اس شورش ہوگی مگر توقع ہے کہ لڑ بھڑ کر خود ہی ٹھیک ہو جائیں گے''۔ (ارواح ثلاثہ: ص ۹۸ طبع لاہور)

''دیوبندی حکیم الامت اشرف علی تھانوی کی اس عبارت سے معلوم ہوا کہ برصغیر پاک و ہند میں اس فتنہ کی بنیاد مولوی اسمٰعیل دہلوی نے رکھی اور یوں ہندوستان میں وہابیت کے فروغ کا کام انگریز منحوس کے بل بوتے پر شروع ہو گیا''۔ (دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف: ص ۲۹)

مندرجہ بالا حکایت میں سے مولوی کاشف اقبال رضا خانی نے مندرجہ ذیل عبارت نقل نہیں کی:

’’خان صاحب نے فرمایا کہ مولوی اسمٰعیل صاحب نے تقویۃ الایمان اول عربی میں لکھی تھی چنانچہ اس کا ایک نسخہ میرے پاس اور ایک نسخہ مولانا گنگوہی کے پاس اور ایک نسخہ مولوی نصر اللہ خورجوی کے کتب خانہ میں بھی تھا اس کے بعد مولانا نے اس کو اردو میں لکھا‘‘۔

(ارواح ثلاثہ: ص ۷۳ حکایت نمبر ۵۹)

اس سے معلوم ہوا کہ تقویۃ الایمان رد الاشراک کی شرح ہے نہ کہ کتاب التوحید لابن عبد الوہاب نجدی سے سرقہ کر کے لکھی گئی ہے۔ نیز رضا خانی مولوی نے اس حکایت کا آخری حصہ بھی نقل نہیں کیا جو کچھ یوں ہے:

’’یہ میرا خیال ہے اگر آپ حضرات کی رائے اشاعت کی ہو تو اشاعت کی جاوے ورنہ اسے چاک کر دیا جائے اس پر ایک شخص نے کہا کہ اشاعت تو ضرور ہونی چاہیے مگر فلاں فلاں مقام پر ترمیم ہونی چاہیے اس پر مولوی عبد الحیٔ صاحب شاہ اسحٰق صاحب اور عبد اللہ خان علوی اور مومن خان نے مخالفت کی اور کہا کہ ترمیم کی ضرورت نہیں اس پر آپس میں گفتگو ہوئی اور گفتگو کے بعد بالاتفاق یہ طے پایا کہ ترمیم کی ضرورت نہیں اور اسی طرح شائع ہونی چاہیے چنانچہ اسی طرح اس کی اشاعت ہو گئی اس کے بعد مولانا شہید حج کو تشریف لے گئے اور حج سے واپسی کے بعد چھ مہینے دہلی میں قیام رہا اس زمانہ میں مولانا اسمٰعیل گلی کوچوں میں وعظ فرماتے تھے اور مولوی عبد الحیٔ صاحب مساجد میں، چھ مہینے کے بعد جہاد کے لیے تشریف لے گئے یہ قصہ میں نے مولوی عبد القیوم صاحب اور اپنے استاد میانجی محمدی صاحب وغیرہ سے سنا ہے‘‘۔ (ارواح ثلاثہ: ص ۷۴)

اس حکایت میں اس عبارت کو بار بار غور سے پڑھیں:

’’اگر آپ حضرات کی رائے اشاعت کی ہو تو اشاعت کی جاوے ورنہ اسے چاک کر دیا جائے‘‘ انصاف پسند قارئین اپنے ضمیر سے پوچھیں کہ اگر معاذ اللہ شاہ شہید رحمۃ اللہ علیہ نے یہ کتاب شورش برپا کرنے، فتنہ فساد کے لیے لکھی تھی اپنا فرقہ و جماعت بنانے انگریز کو خوش کرنا مقصود تھا تو اپنے ساتھیوں کے سامنے شوریٰ میں اس کتاب کو کیوں رکھ رہے ہیں اور کیوں کہہ رہے ہیں کہ اگر آپ کی مرضی نہ ہو تو اسے جلا دیا جائے؟ غرض یہ جملہ حضرت شہید کے خلوص للّٰہیت، بزرگی

سلامت طبع، افہام و تفہیم اور کسر نفسی پر دال ہے۔ چونکہ یہ عبارت صراحتاً بریلوی مدعا کی نفی کر رہی تھی اس لیے رضا خانیوں نے اسے پیش نہ کیا۔

ثانیاً: ارواح ثلاثہ کو حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف و تحریر کہنا بھی درست نہیں کیونکہ عام طور پر مشہور ہے کہ ''ارواح ثلاثہ'' حضرت حکیم الامت مجدد دین وملت الشاہ مولانا اشرف علی تھانوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف ہے آج کل جو مارکیٹ میں ارواح ثلاثہ دستیاب ہے اس پر بھی مصنف کا نام مولانا اشرف علی تھانوی بطور مصنف و مرتب درج ہے۔ مگر یہ درست نہیں دراصل ارواح ثلاثہ تین مختلف رسائل کا مجموعہ ہے:

(۱) امیر الروایات: از امیر باز خان مرحوم۔

(۲) روایات الطیب: از حکیم الاسلام قاری طیب صاحب مرحوم اس مجموعہ میں امیر باز خان صاحب کی بیان کردہ روایات کو جمع کیا گیا ہے۔

(۳) اشرف التنبیہ: یہ رسالہ دراصل حضرت مولانا نبیہ صاحب مرحوم کا ہے جس میں انہوں نے ملفوظات حکیم الامت سے بزرگان ولی اللہی کی حکایات کو جمع کیا ہے۔

بعد میں ظہور الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ان تینوں رسائل کو یکجا کر کے حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کی تجویز پر اس کا نام ''ارواح ثلاثہ'' رکھ کر شائع کر دیا۔ (ارواح ثلاثہ: ص ۱۳/ دار الاشاعت کراچی)

غالباً اسی سے ناشرین کو مغالطہ لگا اور انہوں نے اسے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی مستقل کتاب سمجھتے ہوئے حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب کر دیا آج بھی انڈیا سے جو ارواح ثلاثہ شائع ہو رہی ہے اس پر مرتب کا نام مولانا ظہور الحسن صاحب کسولوی رحمۃ اللہ علیہ لکھا ہوا ہے:

(ارواح ثلاثہ مطبوعہ مکتبہ تھانوی یوپی)

مصطفیٰ رضا خان کے خلیفہ عبد الستار ہمداری بھی جب اس کا حوالہ دیتا ہے تو یوں لکھتا ہے:

''ارواح ثلاثہ مرتب ظہور الحسن کسولوی ناشر کتب خانہ امداد الغرباء سہارنپور (یوپی)''

(امام احمد رضا ایک مظلوم مفکر: ص ۳۸/ مکتبہ اعلیٰ حضرت مزنگ لاہور)

بہر حال ارواح ثلاثہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف نہیں بلکہ تین الگ الگ رسائل کا مجموعہ ہے۔رضا خانی کی پیش کردہ حکایت کے راوی بھی مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نہیں بلکہ امیر شاہ خان خورجوی ہیں۔

ثالثاً: اس روایت میں یہ کہا گیا ہے ''ان امور کو جو شرک خفی تھے شرک جلی لکھ دیا گیا ہے'' یہ الفاظ شاہ شہید رحمۃ اللہ علیہ کے تو یقیناً نہیں ہو سکتے اور اغلب گمان یہ ہے کہ خان صاحب کے بھی نہ ہوں گے کیونکہ پوری تقویۃ الایمان میں ایک جگہ بھی شرک خفی کو شرک جلی نہیں کہا گیا تقویۃ الایمان کے متعلق امیر شاہ خان صاحب کی طرف منسوب اس جملہ کا تذکرہ کرتے ہوئے مولانا منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

''میں بہت صفائی کے ساتھ عرض کرتا ہوں کہ مجھے تقویۃ الایمان میں بہت تلاش کے باوجود ایک جگہ بھی ایسی نہیں مل سکی جس میں شرک اصغر کو شرک اکبر یا شرک خفی کو شرک جلی قرار دینا کوئی معمولی بات نہیں یہ بہت بڑی جسارت ہے اور اگر دانستہ طور پر ہو تو بہت سنگین غلطی ہے لیکن جیسا کہ عرض کیا گیا ہے شاہ شہید کی تقویۃ الایمان میں تلاش کے باوجود کسی مقام پر بھی ایسی عبارت نہیں ملی جس میں شرک خفی کو شرک جلی لکھا گیا ہو''۔(الفرقان:ص ۲۲۹ / بابت ۱۹۷۹)

رابعاً: حضرت سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کی موجودگی میں یہ کہنا: ''اگر میں یہاں رہتا تو ان مضامین کو آٹھ دس برس میں بتدریج بیان کرتا، لیکن اس وقت تو میرا ارادہ حج کا ہے اور وہاں سے واپسی کے بعد عزم جہاد ہے اس لیے میں اس کام سے معذور ہو گیا'' شاہ محمد اسحٰق و سید احمد شہید کی موجودگی میں شاہ صاحب نے مندرجہ بالا الفاظ کہے ہوں کسی طرح بھی قابل تسلیم نہیں کیونکہ اول تو ان الفاظ سے یہ تاثر ملتا ہے کہ تحریک حج، جہاد و تربیت کے اصل اصول اور ذمہ دار شاہ محمد اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ تھے اور وہی اس کے تمام نظام اور تربیت کے بانی مبانی تھے حالانکہ یہ بات قطعاً غلط ہے۔اس میں شک نہیں کہ سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کی تحریک اصلاح و تبلیغ جدوجہد کے شاہ صاحب رکن رکین اور دست راست تھے اور کوئی معاملہ بھی ان کی شرکت اور مشورے کے بغیر

سرانجام نہیں دیا جاتا مگر اس غیر معمولی حقیقت و امتیاز کے باوجود یہ بھی نا قابل تردید حقیقت ہے کہ شاہ شہید نے حضرت سید احمد شہید کے سامنے اپنی ذات کو اس درجہ فنا اور قربان کر دیا تھا کہ اس کی مثال نہیں ملتی کبھی ایسا نہیں ہوا کہ شاہ شہید نے اپنی رائے کو سید احمد کی رائے سے ممتاز کرنے کی کوشش کی، یا کسی قرینہ سے بھی اس کا اظہار فرمایا ہو، تحریک اور عمل جدوجہد کے متعلق جو کچھ طے ہوتا سید صاحب طے فرماتے، جو فیصلہ ہوتا سید صاحب کی منظوری سے ہوتا اس فنائیت و بےنفسی کے چشم دید واقعات راویوں نے بیان کیے ہیں، مثال کے طور پر دو واقعہ درج ہیں: مولانا عبدالحئی حسنی، مولانا محمد حسین (متوسل سید احمد شہید) کے حوالے سے نقل کرتے ہیں:

''مولانا محمد اسماعیل صاحب نے جب سنا تو وہ حاضر ہوئے اور شکار بند جو اس وقت سے تھاما ہے تو مرتے مرتے نہیں چھوڑا، راستہ میں حضرت فرماتے، مولانا خدا نے سواری دی ہے سوار ہو لو، بس جا کر سوار ہو جاتے، بیس قدم چل کر پھر اتر پڑتے اور شکار بند آ کر پکڑ لیتے، پھر کہتے حضرت اسماعیل کو اتنی بھی مفارقت گوارا نہیں میاں صاحب (محمد حسین بگھروی) کہنے لگے، ایک شخص نے کہا حضرت آپ کی عمر اور سید صاحب کی ایک ہے؟ فرمایا کہ عمر سید صاحب کی ہے، میری کہاں عمر، میں ان کا غلام ہوں، اس لفظ کو مکرر کہتے رہے''۔

(ارمغان احباب: سفرنامہ مولانا عبدالحئی حسنی: ص ۱۶۱ طبع اول دہلی ۱۹۵۸)

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی فرماتے ہیں:

''تکیہ (رائے بریلی) کے قیام میں یہ فاضل بے بدل (شاہ اسمٰعیل شہید) سید صاحب کے فرمائے ہوئے مضمون کو تختی پر لکھتا، اور سید صاحب کو سناتا، سید صاحب کبھی کبھی پانچ پانچ مرتبہ دھلواتے اور لکھواتے اور آپ کی پیشانی پر شکن نہ آتا، صراط مستقیم میں تین تین چار چار سطروں کے القاب میں سید صاحب کا نام لیتے ہیں''۔ (کاروان ایمان وعزیمت: ص ۳۵ طبع اول لاہور ۱۴۰۰)

اس لیے یہ ممکن ہی نہیں تھا کہ شاہ محمد اسمٰعیل، سید صاحب کی موجودگی میں یا غیر موجودگی میں ایسی گفتگو تو کجا کوئی ایسا فقرہ یا لفظ بھی منہ سے نکالتے جس سے حضرت سید صاحب کے مرتبہ و مقام کی معمولی سے معمولی بے احترامی کا تاثر ملتا۔ سید صاحب کے سامنے اس قسم کی ایسی گفتگو

بالکل ہی ناممکن اور قیاس سے بعید ہے کہ شاہ شہید یوں فرمائے کہ "اگر میں یہاں رہتا تو آٹھ دس برس میں بتدریج بیان کرتا، لیکن اس وقت میرا ارادہ حج کا ہے اور وہاں سے واپسی کے بعد عزم جہاد ہے"

خامساً: یہ انتساب اس وجہ سے بھی درست معلوم نہیں ہوتا کہ جب تک سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ دہلی اور نواح دہلی میں قیام فرما تھے اس وقت تک صرف متوقع سفر جہاد کا تذکرہ تھا اسی کی دعوت دی جارہی تھی اسی کی تیاری ہورہی تھی اور جابجا اسی محنت کے لیے نمائندہ اور مرکز قائم کیے گئے تھے حج کا دور دور تک کوئی تذکرہ وذکر نہیں تھا۔ تذکرہ نگاروں کی اطلاع کے مطابق سفر حج کے ارادے کا سب سے پہلا اظہار سید صاحب نے دہلی سے آخری واپسی کے بعد رائے بریلی کے زمانہ قیام میں فرمایا تھا اس سے پہلے سفر حج کا دور دور تک کوئی ذکر و تذکرہ نہ تھا تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: سید احمد شہید جلد اول صفحہ ۱۷۸،۱۷۹ از غلام رسول مہر مرحوم۔

(ماخوذ از سہ ماہی احوال وآثار کاندھلہ از نور الحسن راشد کاندھلوی۔ مزید تفصیل کے لیے سہ ماہی احوال وآثار شمارہ ۲۰،۲۱ اشاعت خاص شاہ محمد اسمٰعیل شہید اور تقویۃ الایمان کے خلاف برپا شورش تاریخ وحقیقت کے آئینہ میں۔ مرتب حضرت مولانا نور الحسن راشد کاندھلوی مدظلہ العالی مطبوعہ مفتی الٰہی بخش اکیڈمی کاندھلہ یوپی انڈیا کا مطالعہ کریں)

خلاصہ بحث:

رضا خانیوں کو بھی تسلیم ہے کہ بزرگان دین کے ملفوظات میں اکثر رطب و یابس مل جاتا ہے لہٰذا ہمارے نزدیک یہ روایت درست نہیں اور اس کی استنادی حیثیت مخدوش ہے۔ بالفرض تسلیم بھی کرلیا جائے پھر بھی حضرت شاہ اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کی مراد واضح ہے کہ ہندوستان کے طول و عرض میں جاہل مسلمانوں کے اندر شرک وبدعت کے جراثیم پیدا ہوچکے ہیں انہیں توحید وسنت قرآن وحدیث سنانا گویا ان کے اعتقاد کی بیخ کنی کرنا ہے اور ظاہر ہے کہ ہمیشہ کی طرح وہ اہل حق کے خلاف طوفان بدتمیزی پیدا کردیں گے مگر فتح حق کی ہوتی ہے لہٰذا لڑ بھڑ کر خود ہی یہ فتنہ ختم

ہو جائے گا۔کیا رضا خانی تاریخ میں کسی ایک مصلح کی مثال پیش کر سکتے ہیں جس نے باطل، شرک و بدعت کے خلاف آواز اٹھائی ہو اور اس کے خلاف شورش نہ ہوئی ہو؟

سارے فتنہ وفساد کی جڑ رضا خانی ہیں:

حقیقت یہ ہے کہ ہندوستان میں سارے فتنے فساد کی جڑ مولانا احمد رضا خان بریلوی اور ان کے ماننے والے ہیں کبھی یہ کہتے ہیں کہ مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے حالت سکر میں مکتوبات لکھ دیئے، کبھی کہتے ہیں کہ شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ وہابی ہو گیا تھا، پھر کہتے ہیں کہ شاہ اسحٰق اور شاہ اسمٰعیل شہید بھی اسی نظریہ پر تھا، پھر کہتے ہیں کہ شاہ عبد العزیز میں بھی کچھ وہابیت کا رنگ تھا، فضل حق خیر آبادی کے نظریات کو بھی ان لوگوں نے کفر لکھا (تفصیل کے لیے ہدیہ بریلویت، از مفتی مجاہد ملاحظہ ہو) علمائے دیوبند کو بھی ان لوگوں نے کافر کہا، اپنے ہی ہم مسلک بدایونی اور فرنگی محلی علماء سے ان کو خدا واسطے کا بیر اور کئی کئی ہزار کفر کے فتوے ان پر لگائے، تحریک پاکستان والوں کے یہ دشمن، مسٹر محمد علی جناح کو یہ کافر بتائیں، علامہ اقبال کو یہ گستاخ مانیں، تحریک خلافت کے خلاف یہ لکھیں، حتی کہ ان کے نزدیک سارے ہندوستان میں سوائے جماعت بریلویہ کے سب کافر و مرتد گستاخ بے ایمان ہیں معاذ اللہ۔

مولانا عبد الستار خان نیازی لکھتے ہیں:

”پاکستان کی تمام جماعتیں شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ، شیخ محقق عبد الحق محدث دہلوی، اور شاہ عبد العزیز محدث دہلویؒ کے افکار و نظریات پر اصولاً متفق ہے لہٰذا ہم اپنے تمام متنازعہ فیہ امور ان کے عقائد و نظریات کی روشنی میں حل کریں“۔ (اتحاد بین المسلمین: ص ۱۱۳ / والضحیٰ پبلی کیشنز لاہور)

مگر شاہ ولی اللہ کے بارے میں تم نے خود لکھا کہ وہ پکا وہابی ہے تو جس پر پورے پاکستان کے مکاتب فکر کا اتفاق ہوا سے اپنے اکابر میں سے ماننے والا فسادی ہے یا اسے وہابی مان کر کافر بنانے والا ”کار ملاں فساد فی سبیل اللہ“ ہے؟ دیوبندی مذہب کا مؤلف جس کی کتاب کا چربہ کاشف اقبال صاحب نے سرقہ کر کے جمع کیا ہے اس کا حوالہ نقل کیا جا چکا ہے کہ سارے فساد کی

جڑ شاہ ولی اللہ اور اس کے بیٹے ہیں۔ بریلوی حکیم الامت کا جانشین مفتی اقتدار خان نعیمی لکھتا ہے:

''لایعنی لغو اور کذب باتوں نے شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی اور خواجہ حسن نظامی دہلوی کو معاشرہ علمیہ میں مشکوک بنا دیا کہ پتہ نہیں لگتا کہ یہ لوگ سنی ہیں یا شیعہ یا وہابی ان لوگوں نے اپنی کتب میں کوئی بات شیعہ نوازی میں کہہ کر شیعہ فرقہ کو خوش کر دیا کوئی بات وہابیوں کی تائید میں کر دی اس کج روی کی بنیاد پر یہ مشکوک لوگ اہل سنت کے لیے قابل سند نہیں رہے''۔

(تنقیدات علی مطبوعات: ص۱۴۸)

ان حوالوں کے بعد بھی اگر کوئی کہے کہ فتنہ وفساد کی جڑ شاہ محمد اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ ہیں معاذ اللہ تو ایسے ڈھیٹ و بے شرم کا علاج صرف جوتی ہے۔ مولانا عبدالستار خان نیازی دیوبندی بریلوی اتحاد کے لیے چوتھا نکتہ لکھتا ہے:

''بہرحال پلیٹ فارم پر بحث ومناظرہ کا بازار گرم نہ کیا جائے اور تکفیر وتفسیق اور طعن وتشنیع سے کلی احتراز کیا جائے''۔ (اتحاد بین المسلمین: ص۱۱۶)

شاہ ولی اللہ کو تم نے کافر کہا، ان کے بیٹوں کو تم نے شیعہ وہابی کہا شاہ اسمٰعیل پر فتوے تم نے لگائے علمائے دیوبند کو گستاخ تم نے کہا اہل سنت و جماعت کے خلاف دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف، دیوبندی مذہب، دیوبند سے بریلی، حسام الحرمین وغیرہا جیسی شرانگیز کتابیں جو طعن و تشنیع بے جا تکفیر وتفسیق سے پر ہیں تم نے لکھی اب بتاؤ ''جہاد ملا فادفی سبیل الشیطان'' پر عمل پیرا تم ہوئے یا معاذ اللہ شہید فی سبیل اللہ حضرت شاہ محمد اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ جو ساری زندگی شرک و بدعت کے خلاف اور کافروں کے خلاف لڑتے ہوئے اللہ کی راہ میں لوجہ اللہ شہید ہوئے۔ حضرت شاہ محمد اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ نے ''تقویۃ الایمان'' لکھ کر معاذ اللہ فتنہ وفساد کی بنیاد نہیں ڈالی بلکہ شرک و بدعت اور رسومات جاہلیہ کی بنیاد اور اس فتنہ وفساد کو ختم کیا اس کتاب میں انہوں نے

انہی باتوں کا ذکر کیا ہے جو ان سے پہلے ان کے اسلاف کر چکے تھے۔ تفصیل کے لیے مولانا عزیز الدین رحمۃ اللہ علیہ کی لاجواب کتاب ''اکمل البیان فی تائید تقویۃ الایمان ورد اطیب البیان'' کا مطالعہ کریں۔

تقویۃ الایمان اور امداد الفتاویٰ:

اس کے بعد ترجمان رضا خانیت اعتراض کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''تقویۃ الایمان کے انداز و لہجہ گستاخانہ ہونے کا خود مولوی اشرف علی تھانوی کو بھی اقرار ہے سوال وجواب دونوں پیش خدمت ہیں۔

سوال: وہابی کی کتاب تقویۃ الایمان میں لکھا ہے کہ کل مومن اخوۃ یعنی آپس میں سب مسلمان بھائی بھائی ہیں اور یہ بھی لکھا ہے کہ خدا کے آگے پیغمبر ایسے ہیں جیسے چمار چوڑھے تو آپ اس میں کیا فرماتے ہیں کہ (انبیاء کو) بھائی کہنا درست ہے کہ نہیں؟ اور چمار چوڑھے کے بارے میں بھی لکھنا ضرور بالضرور تاکیداً لکھا جاتا ہے کیونکہ یہاں سب مسلمان مومن بھائی ہیں نفاق پڑا ہے۔ کیونکہ وہابی لوگ کہتے ہیں کہ کہنا درست ہے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بڑا بھائی کہتے ہیں اور سب جماعت کہتی ہیں کہ کہنا درست نہیں لہٰذا براہ مہربانی اس خط کا جواب بہت جلد لکھیے۔

الجواب: تقویۃ الایمان میں بعض الفاظ جو سخت واقع ہو گئے ہیں تو اس زمانے کی جہالت کا علاج تھا......لیکن اب جو بعضوں کی عادت ہے کہ ان الفاظ کو بلا ضرورت بھی استعمال کرتے ہیں یہ بے شک بے ادبی و گستاخی ہے......تقویۃ الایمان والوں کو بھی برا نہ کہا جائے اور تقویۃ الایمان کے ان الفاظ کا استعمال بھی نہ کیا جاوے گا''۔ (امداد الفتاویٰ: ج ۵ ص ۴۰۵ طبع کراچی)

قارئین غور کیجیے کہ تھانوی صاحب کی تقویۃ الایمان کے انداز کے گستاخانہ ہونے کا اقرار ہے مگر پھر اسے اس دور کی جہالت کا علاج قرار دے کر اپنے گرو اسمٰعیل کو بچانے کی فکر میں ہیں ذرا انصاف کیجیے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں تو راعنا کرنا بھی منع قرار دے دیا گیا مگر دیوبندی مذہب میں جہالت کا علاج گستاخی رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے کیا جاتا ہے فیا

للعجب بحمداللہ علمائے اہل سنت نے تقویۃ الایمان کے رد میں بقول سید محمد فاروق القادری اڑھائی سو کتب تحریر فرمائیں بلکہ خود حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے خاندان سے ہی متعدد کتب اس کے رد میں لکھی گئیں جن میں مولانا مخصوص اللہ بن شاہ رفیع الدین کی معید الایمان‘‘۔

(دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف: ص۴۱،۴۲)

جواب: کاشف اقبال رضاخانی نے اپنے موروثی فن کتر و بیونت کا مظاہرہ کرتے ہوئے امدادالفتاویٰ کی عبارت کاٹ پیٹ کر پیش کی۔ مکمل عبارت ملاحظہ ہو اس کے بعد ہم اس عبارت سے رضاخانیوں کے استدلال کا جائزہ لیں گے۔

’’الجواب: تقویۃ الایمان میں بعض الفاظ جو سخت واقع ہو گئے تو اس زمانے کی جہالت کا علاج تھا، جس طرح قرآن مجید میں عیسیٰ علیہ السلام کو الٰہ ماننے والوں کے مقابلے میں قل فمن یملك من اللہ شیئا ان اراد ان یھلك المسیح بن مریم الخ فرمایا ہے لیکن مطلب ان الفاظ کا برا نہیں ہے جو غور سے یا سمجھانے سے سمجھ میں آسکتا ہے لیکن اب جو بعضوں کی عادت ہے کہ ان الفاظ کو بلاضرورت بھی استعمال کرتے ہیں یہ بے شک بے ادبی اور گستاخی ہے اگر متنازعین میں انصاف ہوگا تو ان سطروں سے باہم فیصلہ کر لیں گے جس کا خلاصہ یہ ہوگا کہ تقویۃ الایمان والوں کو برا بھی نہ کہا جائے اور تقویۃ الایمان کے ان الفاظ کا استعمال بھی نہ کیا جاوے گا‘‘۔

(امدادالفتاویٰ: ج۵ ص۳۸۹، کتاب العقائد والکلام)

اول بات تو یہ ہے کہ اس فتوے میں کہیں بھی تقویۃ الایمان کی عبارات کو ’’گستاخانہ‘‘ نہیں کہا گیا، ہاں بعض الفاظ کو سخت کہا اور سخت و گستاخی میں زمین آسمان کا فرق ہے اور وہ سخت بھی انبیاء علیہم السلام کے لیے نہیں فرمایا جیسا کہ رضاخانیوں نے دھوکا دیا۔ اور ساتھ ہی اس کی توجیہ بھی فرما دی کہ بعض اوقات مرض کے سخت ہونے کی وجہ سے علاج بھی سخت کرنا پڑتا ہے۔ بعض دفعہ سد اللباب بعض معاملات میں سختی کرنی پڑتی ہے مگر عام حالات میں اس کی اجازت نہیں دی جاسکتی ہے۔ دیکھیں حدیث میں آتا ہے:

عن جابر بن عبد اللہ قال قال رسول اللہ ﷺ بین الرجل و بین الکفر ترك الصلوۃ رواہ احمد و مسلم و قال بین الرجل و بین الشرك والکفر ترك الصلوۃ۔الحدیث

[ترجمہ] حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ نماز چھوڑنا آدمی کو کفر سے ملا دیتا ہے ایک جگہ ارشاد ہے کہ ایمان وشرک کے درمیان نماز چھوڑنے کا فرق ہے۔

اب دیکھیں اس حدیث میں نماز چھوڑنے کو کفر وشرک کہا مگر ہم کہتے ہیں کہ یہ صرف زجرو توبیخ کے طور پر کہا گیا ہے اس سے یہ مراد ہرگز نہیں کہ معاذ اللہ نماز چھوڑنے سے آدمی کافر و مشرک ہو جاتا ہے تو تحدیداً تو اس حدیث کو بیان کرنا درست ہے مگر کوئی اس کو بلاضرورت جواز بنا کر ہر تارک نماز پر کفر کے فتوے لگاتے پھرے تو یقیناً یہ غیر مناسب رویہ ہے۔

غلام نصیر الدین سیالوی بریلوی ابن اشرف سیالوی بریلوی لکھتا ہے:

"شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں کیا ارشاد فرمائیں گے جب ان سے کسی پادری نے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے میدان کربلا میں تمہارے نبی علیہ السلام نے ان کے لیے دعا کیوں نہ کی اور دعا کر کے ان کو بچا کیوں نہ لیا؟ اس کے جواب میں حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی نے فرمایا کہ پیغمبر علیہ السلام جب فریاد کے واسطے گئے تو پردہ غیب سے آواز آئی کہ ہمیں اپنے بیٹے کا سولی چڑھنا یاد آیا ہوا ہے ہم اس کے غم میں مصروف ہیں تمہارے نواسے کا کیا کریں"۔(کمالات عزیزی:ص ۵)

(بحوالہ عبارات اکابر کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ: ج ا ص ۶۳ ۳ رمکتبہ غوثیہ کراچی)

ملاحظہ فرمائیں شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ایک خاص ماحول میں اور خاص پیرائے میں جواب دیا لیکن اب کوئی دریدہ دہن اس کو لے کر بلاضرورت یہ کہنا شروع کردے کہ دیکھو اللہ کا بیٹا تھا سولی چڑھ گیا اللہ اس کو نہ بچا سکا تو ہمیں کیا بچائے گا معاذ اللہ تو جواب دیں یہ انداز بیان گستاخی پر محمول ہوگا یا نہیں؟ اور جواب دیں کہ اس گستاخی کا سبب شاہ صاحب دہلوی ہیں یا اس دریدہ

ذہن کی اپنی الٹی سوچ؟

دیکھیں قرآن پاک میں حضرت آدم علیہ السلام کی خطا ولغزش کا ذکر ہے اسے کوئی عقیدے کے بیان میں اور موقع کی مناسبت سے بیان کرے تو بالکل ٹھیک ہے مگر اسے بنیاد بنا کر یہ واویلا کرنا کہ جب انبیاء سے غلطیاں ہوسکتی ہیں تو ان کی اطاعت کیوں کی جائے؟ تو ظاہر ہے کہ یہ بے ادبی میں شمار ہوگا۔

یہی حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرمانا چاہ رہے ہیں کہ تقویۃ الایمان میں بعض باتیں عقائد کے باب میں موقع کی مناسبت سے بیان ہوئی ہیں بعض جگہ کچھ سخت باتیں سد اللباب کے طور پر بیان کردی گئی ہیں مگر ان باتوں کو ان کے مقام وضرورت تک محدود رکھا جائے اور عند الضرورت بلاشبہ ان کو بیان کیا جاوے لیکن ہر وقت ہر ایک کے سامنے موقع بموقع اس کو بیان کرنا مناسب نہیں۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت:

”لیکن اب جو بعض کی عادت ہے کہ ان الفاظ کو بلا ضرورت بھی استعمال کرتے ہیں یہ بے شک بے ادبی اور گستاخی ہے“۔

عبارت میں ”ان“ کا مشار الیہ تقویۃ الایمان نہیں بلکہ سوال میں پوچھی گئی باتیں ہیں کہ ایک ہے عقیدے کے بیان میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اخوت کا بیان (جس کی تفصیل اپنے مقام پر آرہی ہے) اور ایک ہے ہر جگہ یہ رٹ لگانا کہ نبی تو ہمارے بڑے بھائی ہیں تو نبی کو اپنا بڑا بھائی ہی کہیں گے یقیناً غیر مناسب ہے۔ اسی طرح اللہ رب العزت کی قدرت وطاقت کو اپنے موقع پر بیان کرنا بالکل بجا ہے لیکن اب کوئی اس کا مطلب یہ لے کہ چونکہ اللہ کی قدرت کے بیان میں بعض جگہ علماء نے سخت پیرایہ اپنایا ہے لیکن ہم اللہ کی قدرت کو اس طرح بیان کریں گے کہ یہاں تک بول دیں گے کہ العیاذ باللہ نقل کفر کفر نہ باشد اللہ تعالیٰ کے سامنے پیغمبر چوڑے چمار ہیں یقیناً بے ادبی وگستاخی ہے۔ اللہ پاک جزائے خیر دے حکیم الامت حضرت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کتنی منصفانہ اور پیاری بات فرمائی ہے مگر الٹی عقل والے کو ہر چیز الٹی ہی نظر آتی ہے۔

امداد الفتاویٰ کے جواب میں دو فیصلہ کن بریلوی عبارات:

بریلوی حکیم الامت مولانا منظور اوجھیانوی المعروف مفتی احمد یار گجراتی صاحب پر اعتراض ہوا:

''اعتراض (۶) شمائل ترمذی میں حضرت صدیقہ کی روایت ہے کہ فرماتی ہیں کہ کان بشرا من البشر حضور علیہ السلام بشروں میں سے ایک بشر تھے اسی طرح جب حضور علیہ السلام نے عائشہ صدیقہ کو اپنی زوجیت سے مشرف فرمانا چاہا تو صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا میں آپ کا بھائی ہوں کیا میری دختر آپ کو حلال ہے دیکھو حضرت عائشہ نے حضور علیہ السلام کو بشر کہا اور صدیق نے اپنے کو حضور کا بھائی بتایا۔

تو مفتی احمد یار گجراتی صاحب جواب دیتے ہیں:

''جواب:۔ بشر یا بھائی کہہ کر پکارنا یا محاورہ میں نبی علیہ السلام کو یہ کہنا حرام ہے عقیدہ کے بیان یا دریافت مسائل کے اور احکام ہیں۔ حضرت صدیقہ یا صدیق رضی اللہ عنہما عام گفتگو میں حضور علیہ السلام کو بھائی یا بشر نہ کہتے تھے یہاں ضرورۃً اس کلمہ کو استعمال فرمایا''۔

(جاء الحق: ص ۱۶۱ رشوکت بک ڈپو گجرات)

یہی مقصود حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے ایک ہے عقیدہ اور احکام میں ضرورۃً کسی بات کو بیان کرنا اور ایک ہے محاورہ اور عام بول چال میں بیان کرنا دونوں میں بون بعید ہے۔ یاد رہے کہ ہماری کتابوں میں جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھائی یا بشر کے الفاظ ہیں وہ بھی اسی عقیدے کے بیان میں ہیں نہ یہ کہ عام بول چال میں بھی ہم نبی کو بھائی یا بشر کہہ کر پکارتے ہیں اگر کسی رضا خانی میں غیرت ہے تو اس امر کا ثبوت دے کہ ہم عام بول چال میں بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو صرف بشر کہتے ہیں یا بشر کہہ کر پکارتے ہیں۔ الحمد للہ اس حوالے سے ان تمام اعتراضات کا جواب بھی ہو گیا جو بشر یا بھائی کے الفاظ سے ہم پر کیے جاتے ہیں۔

دوسرا حوالہ: نواب احمد رضا خان صاحب بریلوی فرماتے ہیں:

''ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جو الفاظ شان اجلال میں ارشاد کر گئی ہیں دوسرا کہے تو گردن

ماردی جائے اندھوں نے صرف شان عبدیت دیکھی ہے شان محبوبیت سے آنکھیں پھوٹ گئی ہیں''۔ (ملفوظات حصہ سوم: ص ۲۵۳ رفرید بک اسٹال لاہور)

ایک طرف بریلوی کہتے ہیں کہ گستاخی کوئی بھی کرے ہمارے والدین اساتذہ ہی کیوں نہ ہو ہم انہیں معاف نہیں کریں گے تو کیا اماں عائشہ رضی اللہ عنہا کا معاذ اللہ جلال میں آکر گستاخانہ الفاظ کہنا جو بقول احمد رضا قابل گردن زدنی ہیں تو جائز ہو اگر کوئی اور کہے تو گردن ماردی جائے۔ کیوں؟ کس قاعدے کس اصول کے تحت یہ فرق کیا جارہا ہے؟ جو اصول رضاخانی حضرات یہاں ذکر کریں وہی اصول امداد الفتاوی میں موجود ''بلا ضرورت'' کے لفظ پر حاشیہ لگا کر رقم کردیں۔ یاد رہے کہ جو بھی اصول نقل کریں گے اس سے زیادہ امداد الفتاوی ہی کا دفاع ہوگا اس عبارت میں اماں عائشہ کی طرف جو گستاخی منسوب کی گئی ہے معاذ اللہ اس کا ہرگز دفاع نہ ہو سکے گا۔

دل تو کررہا ہے کہ رضاخانی معترض کی مزید بھی خاطر تواضع کی جائے اور سرقہ شدہ عرق ریزی و تحقیق کا سارا برکس نکال دیا جائے الحمد للہ اس رضاخانی کے ہر اعتراض کے جواب میں راقم کے پاس بیسیوں دلائل موجود ہیں مگر صفحات کی تنگی اور اعتراضات کی کثرت کی وجہ سے سب کا احاطہ ممکن نہیں لہٰذا اب ہم آگے چلتے ہیں۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو راعنا کہنا:

مولوی کاشف اقبال رضاخانی لکھتا ہے:

''حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں تو راعنا کرنا بھی منع قرار دے دیا گیا ہے''۔

مگر ترجمان رضاخانیت کے گرو نواب احمد رضا خان صاحب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو معاذ اللہ راعی (چرواہا) لکھتے ہیں:

''اللہ کا محبوب امت کا راعی کس پیار کی نظر سے اپنی پالی ہوئی بکریوں کو دیکھتا اور محبت بھرے دل سے انہیں حافظ حقیقی کے سپرد کررہا ہے''۔ (ختم نبوۃ: ص ۷۱ رمکتبہ نبویہ گنج بخش روڈ لاہور)

ترجمان رضاخانیت تو کہتے ہیں کہ "راعنا کرنا بھی منع ہے" (ویسے یہ راعنا کرنا اردو معلی کی کونسی قسم ہے؟) مگر تمہارا امام اس حکم کا انکار کرتے ہوئے نبی کو معاذ اللہ چرواہا اور امت کو بکریاں کہہ رہا ہے۔ کیا یہ گستاخی نہیں؟ اگر یہ دانت دکھانے کے نہیں تو تاویلات فاسدہ کرنے کے بجائے اپنے امام پر حکم شرعی لگاؤ۔ مولوی یوسف عطاری لکھتا ہے:

"حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بہرا ہونے کی دعا کرنا یا تکبر والا کہنا یا بکریاں چرانے والا کہنا اگرچہ کفر ہے لیکن یہ الفاظ ان گستاخوں کی گستاخانہ کلمات سے بہت ہلکے ہیں"۔

(ایمان کی پہچان حاشیہ تمہید ایمان: ص ۱۰۱ مکتبۃ المدینہ کراچی)

تقویۃ الایمان کے رد کی رام کہانی:

ترجمان رضاخانیت نے لکھا کہ تقویۃ الایمان کے رد میں ۲۵۰ کتب لکھی گئی ہیں حالانکہ یہ بالکل جھوٹ ہے۔ اگر یہ سچ ہے تو بتایا جائے کہ وہ اڑھائی سو کتب کہاں ہیں؟ کدھر سے ملیں گی؟ ان کے لکھنے والوں کا علمی مقام ومرتبہ کیا ہے؟

اس کا بھی کوئی مستند ثبوت نہیں کہ مولانا مخصوص اللہ مرحوم صاحب نے تقویۃ الایمان کے رد میں "معید الایمان" نامی کوئی کتاب لکھی ہو اگر لکھی تھی تو کہاں ہے؟ کب چھپی؟ کس نے چھاپی؟ اگر نہیں چھپی تو اس کا قلمی نسخہ کہاں کس لائبریری میں ہے؟ کیا ترجمان رضاخانیت یا اس کے اساتذہ یا اس کی کتاب کے مقرظین نے بھی کبھی معید الایمان دیکھی ہے؟ مولانا نعیم الدین مراد آبادی لکھتے ہیں:

"علمائے اسلام نے اس کتاب کے متعدد رد لکھے تحریر وتقریر سے اس کے مفاسد کا اظہار فرمایا اور یہ ان کا فرض تھا لیکن نہ معلوم کس وجہ سے وہ رد چھپ نہ سکے اور قلمی کتاب کی اشاعت ہی کیا ہو سکتی ہے زمانہ گذرنے سے وہ نایاب ہو گئے بعض چھپے مگر بہت مختصر تھے اور اب میسر بھی نہیں آتے"۔

(اطیب البیان: ص ۶ مدینہ پبلشنگ کراچی)

لوجی قصہ ختم رد لکھے تھے مگر شیعوں کے بارہویں امام کی طرح رد لکھ کر غار میں چھپا دیئے گئے

اور جس طرح امام صاحب اب مفقود اور روافض کو میسر نہیں اسی طرح تقویۃ الایمان کا رد بھی اب میسر نہیں۔ اسی سے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ تقویۃ الایمان کے مخالفین کی مسلمانوں میں مقبولیت بالکل صفر تھی۔ دوسری طرف تقویۃ الایمان کو رب تعالیٰ نے کیسی مقبولیت عطا فرمائی سخت ترین مخالف مولانا نعیم الدین مرادآبادی صاحب کی زبانی ملاحظہ ہو:

''تقویۃ الایمان بہت زیادہ مشہور ہے اور اس کی بکثرت اشاعت کی گئی ہے لاکھوں کی تعداد میں چھپ کر ملک کے گوشہ گوشہ میں پہنچ چکی ہے''۔ (اطیب البیان، ص ۵)

الحمدللہ تقویۃ الایمان اب تک کروڑوں کی تعداد میں کئی بار چھپ چکی ہے: عربی، انگریزی، فارسی، گجراتی، پشتو، سندھی، ہندی زبانوں میں چھپ کر قبول عام حاصل کر چکی ہے۔ تقویۃ الایمان کی تاریخ، مختلف نسخ، حواشی و شروحات کی تفصیل کے لیے ''سہ ماہی مجلہ احوال و آثار اکتوبر تا دسمبر، جنوری تا مارچ ۲۰۰۸، ۲۰۰۹ کا مطالعہ فرمائیں۔

اب تک صرف ایک جامع رد مولوی نعیم الدین مرادآبادی صاحب کا اطیب البیان کی صورت میں مطبوعہ آیا ہے جس کا جواب الحمدللہ اسی وقت اکمل البیان کے نام سے ۸۸۵ صفحات پر دے دیا گیا تھا جواب تک لاجواب ہے اور ابھی حال ہی میں پوری آب و تاب کے ساتھ دوبارہ لاہور سے شائع ہو گیا ہے۔

پھر ہماری سمجھ میں یہ نہیں آ رہا ہے کہ تقویۃ الایمان کے رد میں ان موہوم کتب کی فہرست دینے کا آخر مقصد کیا ہے؟ کیا کسی کتاب کا رد لکھ دینے سے حق باطل اور باطل حق بن جاتا ہے؟ اگر یہی اصول ہے تو آج تک خود احمد رضا خان بریلوی کے رد میں سینکڑوں کتب منظر عام پر آ چکی ہیں مفتی مجاہد صاحب نے اپنی لاجواب کتاب ''ہدیہ بریلویت'' کے آخر میں ان میں سے کئی مطبوعہ کتب کی فہرست دی ہے علمائے دیوبند میں سے صرف مولانا مرتضیٰ حسن چاندپوری رحمۃ اللہ علیہ نے احمد رضا خان صاحب کی زندگی ہی میں ان کے رد میں ۳۰ رسائل لکھ کر شائع کیے جو آج تک لاجواب ہیں تو جو کچھ بریلوی ان کتب کی فہرست دے کر ثابت کرنا چاہ رہے

ہیں وہی کچھ اگر ہم مولانا احمد رضا خان صاحب کے خلاف ان کے رد میں لکھی گئی کتب کی فہرست دے کر ثابت کرنا چاہیں تو کیا رضا خانیوں کو تسلیم ہوگا؟ جواب کا منتظر۔

اعتراض۔۔۔دیوبندی دھرم میں باادب بے ایمان اور بے ادب باایمان:

یہ عنوان قائم کر کے کاشف اقبال رضا خانی صاحب لکھتے ہیں:

''دیوبندی حکیم الامت مولوی اشرف علی تھانوی کہتے ہیں کہ وہابی کا مطلب ومعنی ہے بے ادب باایمان اور بدعتی کا معنی باادب بے ایمان''۔(اضافات الیومیہ: ج ۴ ص ۸۹۔الکلام الحسن: ج ا ص ۵۷۔اشرف اللطائف: ص ۳۸)

(بحوالہ دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف: ص ۳۲)

یہ اعتراض کاشف اقبال صاحب نے دیوبندی مذہب صفحہ ۲۷ سے سرقہ کیا ہے۔غلام مہر علی ''دیوبندی مذہب'' والا اس پر عنوان قائم کرتا ہے:''جو شخص آپ کا ادب کرے وہ پکا بے ایمان ہے جو شخص آپ کی بے ادبی و بے عزتی کرے وہ پکا مومن مسلمان ہے''۔

(دیوبندی مذہب: ص ۲۷و۸ ۲طبع اول)

رضا خانیوں نے اپنی عادت بد کے مطابق عبارت نامکمل سیاق وسباق سے کاٹ کر پیش کی۔ مکمل عبارت ملاحظہ فرمائیں:

''ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ کتنے غضب اور ظلم کی بات ہے کہ ہمارے بزرگوں کو بدنام کرتے ہیں اور وہابی کے لقب سے یاد کرتے ہیں ہمارے قریب میں ایک قصبہ ہے جلال آباد وہاں پر ایک جبہ شریف ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف منسوب ہے اس کی زیارت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا شیخ محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کیا کرتے تھے حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے متعلق میرے خط کے جواب میں تحریر فرمایا تھا کہ اگر منکرات سے خالی وقت میں زیارت میسر آنا ممکن ہو تو ہرگز دریغ نہ کریں بتلایئے! یہ باتیں وہابیت کی ہیں ان بدعتیوں میں دین تو ہوتا نہیں جس طرح جی میں آتا ہے جس کو چاہتے ہیں بدنام کرنا شروع کر دیتے ہیں خود تو بددین ہیں دوسروں کو بددین بتلاتے ہیں، میں تو مولانا فیض الحسن کا قول نقل کیا کرتا ہوں کہ بدعتی کے معنی

ہیں باادب بے ایمان اور وہابی کے معنی ہیں بے ادب باایمان مولانا بڑے ظریف تھے کیا لطف کی تفسیر کی''۔

(الاضافات الیومیہ: ج ۴ ص ۳۲۲،۳۲۳ ملفوظ نمبر ۵۵ طبع قدیم تالیفات اشرفیہ کراچی)

الکلام الحسن سے اگر پورا ملفوظ نقل کر دیتے تو ہمیں جواب کی بھی ضرورت نہ پڑتی:

''فرمایا: مولانا فیض الحسن صاحب سے کسی نے وہابی، بدعتی کے معنی پوچھے انہوں نے عجیب ترجمہ فرمایا یعنی وہابی کا ترجمہ تو بے ادب باایمان اور بدعتی باادب بے ایمان اور فرمایا ایک بار ایسے ہی سوال کے جواب میں کہا کہ کہاں کے وہابی کے معنی پوچھتے ہو کیونکہ حیدر آباد کے وہابی کے معنی اور ہیں اور ہندوستان کے وہابی کے معنی اور ہیں اور علی ہذا القیاس بدعتی۔ وجہ یہ کہ عوام کی اصطلاح میں وہابی کا اصل مفہوم ہے رسوم کا مخالف اور رسوم ہر جگہ کی علیحدہ علیحدہ ہر جگہ کی رسوم کا مخالف وہاں کا وہابی''۔ (الکلام الحسن: ج ا ص ۷۸ طبع جدید ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان)

ترجمان رضا خانیت ہاتھ کا کرتب دکھاتے ہوئے پوری عبارت نقل نہیں کرتا۔ بات بالکل واضح ہے حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ، حضرت فیض الحسن صاحب جو مولانا نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے ہم عصر تھے کا ایک ظریفانہ قول بطور لطیفہ نقل کر رہے ہیں کہ لوگوں کے نزدیک رسومات و بدعات کا نام ''ادب'' ہے اور اس ادب کی مخالفت کا نام وہابیت رکھ دیا گیا ہے تو اگر اولیاء اللہ کی قبروں کو چومنا، ان کو سجدے کرنا، ان کی قبور کا طواف کرنا، ان کو مشکل کشا حاجت روا ماننا، ان کے نام پر جانور ذبح کرنا، ان کی نذر و نیاز کرنا، ان کی قبروں پر میلے لگانا، قوالیاں کرنا ''ادب'' ہے تو ہم ایسے ادب سے بے زار ہیں تمہارے نزدیک ہم بے ادب وہابی ہی صحیح لیکن الحمدللہ ایمان تو ہے۔ تم لاکھ ادب کا دعویٰ کرو مگر اسی نام نہاد ادب نے تمہیں بے ایمان بنا دیا۔ دیکھیں عیسائی و یہودی رافضی حضرت عیسیٰ علیہ السلام و عزیر علیہ السلام و علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے ادب و تعظیم ہی کی وجہ سے تو انہیں ''الوہیت'' کے درجے پر فائز کرتے ہیں مگر اس ادب نے ان کو ایمان سے محروم کر دیا۔ اور جو ان کے اس ادب کو نہ مانے اس کو ان مقدس ہستیوں کا بے

ادب منکر اور توہین کرنے والا بتاتے ہیں۔ مگر اسی بے ادبی میں ایمان ہے۔ حضرت کا معاذ اللہ یہ مقصد ہرگز نہیں کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بے ادبی و بے عزتی کرنے والے کو پکا مومن بتا رہے ہیں جیسا کہ مولوی غلام مہر علی نے اپنی بے ایمانی وخباثت قلبی کی وجہ سے یہ الزام حضرت تھانوی علیہ السلام پر لگایا۔ اس کا تصور تو ایک ادنیٰ مسلمان بھی نہیں کر سکتا چہ جائے کہ حکیم الامت!!!

حضرت خواجہ ابو طالب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کتنا ادب کرتے حد درجہ محبت و تعظیم کا اظہار کرتے مگر اس کے باوجود ایمان سے محروم رہے تو ضروری نہیں کہ جس کے پاس ادب ہو اس کے پاس ایمان بھی ہو۔ بریلوی شیخ الحدیث مولانا فیض احمد اویسی صاحب نے ایک رسالہ لکھا ''باادب کتے بے ادب انسان'' غور فرمائیں کتے جو ایمان کے مکلف نہیں ہیں وہ تو ادب والے اور انسان بے ادب!!! علم غیب کے مسئلہ پر بریلوی ''علم الانسان'' سے استدلال کرتے ہوئے انسان سے مراد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات لیتے ہیں تو بتایئے! فیض احمد اویسی کی کتاب کو سامنے رکھ کر اگر بریلوی تفسیر کی جائے تو بات کہاں تک جاتی ہے؟

اعتراض۔۔۔اسماعیل دہلوی کا مزید فتنہ وشورش برپا کرنا:

یہ عنوان قائم کر کے ترجمان رضا خانیت نے الاضافات الیومیہ اور ارواح ثلاثہ سے ۳ عدد واقعات نقل کیے جن میں صرف اتنا ہے کہ حضرت شاہ محمد اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ نے آمین بالجہر ورفع الیدین شروع کر دیا تھا حضرت شاہ عبد القادر رحمۃ اللہ علیہ کو جب پتہ چلا تو آپ نے اس سے ان کو منع کیا۔ کاشف اقبال صاحب کی الٹی عقل پر رضا خانیوں کو ماتم کرنا چاہیے کہ اس میں فتنہ اور شورش برپا کرنے والی کونسی بات ہے؟ ترجمان رضا خانیت نے جو پہلا واقعہ نقل کیا وہ اس طرح ہے:

''مولانا شاہ عبد القادر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے خوب جواب دیا تھا مولانا شہید رحمۃ اللہ علیہ کو انہوں نے جہر بالتامین کے متعلق کہا تھا کہ حضرت آمین بالجہر سنت ہے اور یہ سنت مردہ ہو چکی ہے اس لیے اس کے زندہ کرنے کی ضرورت ہے شاہ عبد القادر صاحب نے فرمایا کہ یہ حدیث اس سنت کے باب میں ہے جس کے مقابل بدعت ہو اور جہاں سنت کے مقابل سنت ہو وہاں یہ نہیں اور آمین بالسر

بھی سنت ہے تو اس کا وجود بھی سنت کی حیات ہے مولانا شہید نے کچھ جواب نہیں دیا"۔

(الافاضات الیومیہ: ج ۲ ص ۳۰۲، ۳۰۴ ملفوظ نمبر ۴۹۶ /ادارہ تالیفات اشرفیہ کراچی)

خط کشیدہ عبارت کا بار بار مطالعہ فرمائیں اگر حضرت مولانا شاہ شہید رحمۃ اللہ علیہ کا اس عمل سے مقصود فتنہ وفساد ہوتا تو اشکال کا جواب ملنے کے بعد بھی بجائے خاموشی کے جواب دیتے یہی تو وقت تھا شور شرابا کرنے کا مگر شاہ شہید چونکہ نواب احمد رضا خان صاحب کی طرح فتنہ پرور منہ پھٹ اور متکبر نہ تھے ان کا یہ عمل ایک علمی اشکال اور محض للّٰہیت کے لیے تھا جب اس کا جواب مل گیا اور اشکال دور ہو گیا تو خاموشی اختیار کرلی۔ بات صرف اتنی ہے کہ حضرت شاہ اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ نے جب دیکھا کہ بعض حضرات رفع الیدین کرنے کو یا آمین بالجہر کو تحقیر کی نظر سے دیکھ رہے ہیں اور ایسا کرنے پر لڑنے بھڑنے کے لیے تیار ہو جاتے ہیں تو ان سے سنت متروکہ کی یہ توہین وتحقیر برداشت نہ ہوئی اور انہوں نے اس پر عمل کرنا شروع کر دیا تا کہ جاہل عوام جان لیں کہ یہ بھی سنت ہے۔

شاہ محمد اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ آخر دم تک حنفی مقلد رہے:

سید احمد شہید اور شاہ محمد اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہما کے رفقاء جہاد کے بارے میں جب بعض لوگوں نے یہ افتراء کیا کہ:

"ایں جماعت مسافرین ہیچ مذہب ندارند وہیچ مسلک مقید نیستند"

[ترجمہ] یہ مسافر کوئی فقہی مسلک نہیں رکھتے اور کسی طریق کے پابند نہیں۔

تو جواباً مولانا اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کے شیخ سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ اپنی شہادت سے ایک سال پہلے ۱۲۴۵ھ میں ایک خط علماء پشاور کے نام لکھا آپ کی تصریح تمام زمرہ مجاہدین کو بھی شامل ہے کیونکہ اعتراض سب کے بارے میں تھا اس سے حضرت مولانا شہید کے مسلک کی پوری وضاحت ہو جاتی ہے:

"ایں فقیر وخاندان ایں فقیر در بلاد ہندوستان گمنام نیست الوف الوف انام از خواص وعوام ایں فقیر

در بلاد ہندوستان ایں فقیر راے دانند کہ مذہب ایں فقیر ابا عن جد حنفی است و بالفعل ہم جمیع اقوال و افعال ایں ضعیف بر قوانین اصول حنفیہ و آئین ایشاں منطبق است''۔

(مکاتیب سید احمد شہید: ص ۱۱۶)

[ترجمہ] یہ فقیر اور اس کا خاندان ہندوستان میں غیر معروف نہیں عام و خواص لاکھوں آدمی مجھے اور میرے اسلاف کو جانتے ہیں کہ اس فقیر کا مسلک باپ دادے سے حنفی چلا آرہا ہے اور عملاً بھی اس عاجز کے تمام افعال و اقوال حنفی قوانین اور ان کے طریقے کے مطابق ہیں''۔

حضرت سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات جس کے مرتب شاہ محمد اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ ہیں اس میں ہے:

''اعمال میں ان چاروں مذاہب کی متابعت جو اہل اسلام میں رائج ہیں بہت عمدہ ہے''۔

(صراط مستقیم: ص ۹۷)

مزید تفصیل کے لیے علامہ ڈاکٹر خالد محمود صاحب کی کتاب ''شاہ اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ'' کے صفحہ ۱۱۶ تا ۱۲۲ مطبوعہ دارالمعارف لاہور کا مطالعہ کریں۔ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''شاہ عبدالعزیز کا خاندان ماشاء اللہ ان اوصاف کا جامع ہے جن میں مولانا اسمٰعیل صاحب بھی ہیں بعض لوگ مولانا کو غیر مقلد سمجھتے ہیں حالانکہ یہ بالکل غلط ہے میرے استاد بیان فرماتے تھے کہ وہ سید صاحب کے قافلے کے ایک شخص سے ملے ہیں ان سے پوچھا تھا کہ مولانا غیر مقلد تھے؟ انہوں نے کہا کہ یہ تو معلوم نہیں لیکن سید صاحب کے تمام قافلہ میں یہ مشہور تھا کہ غیر مقلد چھوٹے رافضی ہوتے ہیں باقی اس سے سمجھ لو کہ اس قافلہ میں کوئی غیر مقلد ہو سکتا ہے؟

(ملفوظات حکیم الامت: ج ۲۰ ص ۲۹۷)

حضرت مولانا کرامت علی جونپوری رحمۃ اللہ علیہ کا شمار سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاء میں ہوتا ہے ان کے مختلف رسائل دو جلدوں میں ''ذخیرہ کرامات'' کے نام سے کانپور سے شائع ہوئے اس کی دوسری جلد میں ایک رسالہ بنام ''مقامع المبتدعین'' ہے جس میں ایک بدعتی مولوی مخلص الرحمن

کے سوالوں کا جواب ہے اس میں حضرت جونپوری رحمۃ اللہ علیہ واضح الفاظ میں لکھتے ہیں:

''اس مقام میں ہمارا اس قدر اقرار کرنا کفایت ہے کہ حضرت سید احمد قدس سرہ کے طریقے کا نام طریقہ محمدیہ ہے اور ان کا مذہب حنفی ہے لاکھوں علماء اس طریقے میں داخل ہو کر فائدہ پاتے ہیں حضرت مولانا عبد الحیٔ اور مولانا محمد اسمٰعیل رحمۃ اللہ علیہما بھی اس طریقہ کے خوشہ چینوں میں سے ہیں جو شخص کہتا ہے کہ یہ طریقہ نکالنے میں یہ دونوں بھی شریک تھے وہ شخص بڑا جھوٹا اور علم التصوف سے جاہل ہے اور یہ دونوں بزرگ حنفی مذہب (رکھتے) تھے''۔ (ذخیرہ کرامات: ج ۲ ص ۲۲۱)

مزید لکھتے ہیں:

''کتب مصنفہ مولوی اسمٰعیل واشیاع وی از تقویۃ الایمان وتنویر العینین وصراط المستقیم ومسائل اربعین ومائۃ مسائل کہ در ابطال کلام وفقہ وتصوف اہل سنت وجماعت تصنیف شدہ است حق است یا باطل بر تقدیر اول لاریب است محمدی از ابتدائے بعثت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تا خروج ایں فرقہ کافر خواہند بود وزیرا کہ کافر اہل سنت وجماعت اعتقاد علم غیب وتصرف نسبت بحضرات انبیاء واولیاء داشتہ اند دریں باب بمذہب ایشاں بکتب جدیدہ تصنیف شدہ است وآن کتب در ایادی ایشان متعاول وآن در مذہب جدید شرک است وبر تقدیر ثانی پس اتباع مسلمانان مرا این فرقہ را در عقائد واعمال ایشان خروج از دائرہ اسلام خواہد بود یا نہ

[ترجمہ] پانچویں سوال کا: مولوی اسمٰعیل اور ان کے گروہ کی تمام تصنیفی کتابیں مثلاً تقویۃ الایمان و تنویر العینین وصراط المستقیم ومسائل اربعین وماۃ مسائل جو کہ اہل سنت وجماعت کے علم کلام وفقہ و تصوف کے باطل کرنے کو تصنیف ہوئی ہیں وہ سب حق ہیں یا باطل درصورتیکہ وہ سب حق ہیں تو امت محمدی زمانہ.....

جواب: پانچویں سوال کا جواب یہ ہے کہ تنویر العینین جو کتاب ہے سو اس میں مولانا محمد اسمٰعیل مرحوم کے لکھے ہوئے چند ورق رفع یدین کی ترجیح میں ہیں اور بعد اس کے مولانا مرحوم نے اپنے مرشد حضرت سید احمد قدس سرہ کے سمجھانے سے اپنے قول سے رجوع کیا یعنی رفع یدین کرنے کو چھوڑ دیا اور لامذہب لوگوں نے تنویر العینین میں اپنی طرف سے بہت سی باتیں زیادہ کر کے لکھیں

اور حضرت سید احمد صاحب کے خلیفہ لوگوں کا عمل تنویر العینین پر نہیں بلکہ ان لوگوں نے اس کا رد لکھا ہے"۔ (ذخیرہ کرامت: ج ۲ ص ۲۲۳، ۲۲۴ رمطبوعہ کانپور طبع اول)

ترجمان رضاخانیت کا ایک اور الزام:

اس کے بعد مولوی کاشف اقبال صاحب عنوان دے کر لکھتے ہیں:

"اسماعیل دہلوی اپنے اکابر کا سخت مخالف تھا" خود دیوبندی اکابر نے بھی اس بات کا اقرار کیا ہے کہ مولوی اسمٰعیل دہلوی مذہبی طور پر اکابر اپنے جدامجد سمیت سب کا مخالف تھا چنانچہ دیوبندی حکیم الامت اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں کہ مولوی اسمٰعیل...... چونکہ محقق تھے چند مسائل میں اختلاف کیا اور مسلک پیران خود مثل شیخ ولی اللہ وغیرہ پر انکار فرمایا"۔ (شائم امدادیہ: ص ۶۲ رطبع ملتان۔ امداد المشتاق: ص ۷۹ رطبع لاہور)

(بحوالہ دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف: ص ۳۴، ۳۵)

یہ اعتراض بھی رضاخانی معترض کی جہالت کا شاخسانہ ہے اس میں تو صرف اتنا لکھا ہوا ہے کہ حضرت شاہ محمد اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ و دیگر بعض حضرات سے چند مسائل میں اختلاف کیا چنانچہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ خود حاشیہ میں اس کی وضاحت کرتے ہیں:

"قولہ مسلک پیران خود مثل شیخ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ پر انکار فرمایا اقول یعنی بعض مسائل پر"۔

(امداد المشتاق: ص ۸۲ راسلامی کتب خانہ لاہور)

بعض مسائل میں تحقیق کی بنیاد پر اختلاف کرنے کو اس جاہل رضاخانی نے "اکابر کا سخت مخالف" کا عنوان دے دیا کسی رضاخانی میں جرأت ہے تو بتائے کہ حوالہ بالا میں "سخت مخالف تھا" کے الفاظ کہاں ہیں؟ اس عبارت پر اعتراض کرنے کے بجائے اپنے امام کی خبر لو۔ مولوی نصیر اللہ بریلوی شاگرد مولوی غلام رسول سعیدی لکھتا ہے:

"اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی نے اکثر اکابر فقہاء بلکہ ائمہ اور مجتہدین پر بھی رد کیا ہے فتاویٰ

رضویہ کی مجلات میں بہت تطفلات ہیں ملا علی قاری اپنی شرح مشکوۃ میں جب ابن حجر پر رد کیا تو لوگوں نے ان پر ایسے ہی اعتراض کیے ملا علی قاری لکھتے ہیں علامہ ابن حجر کی اس عبارت میں ہمارے زمانے کے بعض شافعی علماء کے خلاف صحیح نقل اور صریح دلیل ہے کہ تقلید کی پستی سے نہیں نکلے اور تقیید کی قید سے آزاد نہیں ہوئے اور میدان تحقیق میں وارد نہیں ہوئے کیونکہ ہم جہاں علامہ ابن حجر کی کسی بات کا رد کرتے ہیں تو ہم پر اعتراض کرتے ہیں کہ "تمہارے جیسا شیخ الاسلام مفتی الانام ابن حجر پر اعتراض کر رہا ہے جو ائمہ اعلام کے نزدیک علم کے پہاڑوں میں سے ایک بہت بڑے پہاڑ ہیں" حالانکہ علامہ ابن حجر خود ہماری تائید میں یہ کہہ رہے ہیں کہ دلائل کے ساتھ اکابر سے اختلاف کرنا اور ان کی رائے کو غلط قرار دینا جائز ہے"۔ (مرقات: ج ۴ ص ۱۰۰، ۱۰۱)

مفتی ڈاکٹر سید شجاعت علی قادری ...... اعلیٰ حضرت کے متعلق لکھتے ہیں:

"مولانا ...... نہایت روشن دماغ تھے وہ محققین سے اختلاف کرتے بلکہ ائمہ مذہب سے بھی اختلاف زمانہ کے باعث اختلاف کو جائز قرار دیتے ہیں۔ اس طرح آپ نے بعد والے اہل علم کے لیے گنجائش باقی رکھی ہے کہ اگر اختلاف زمانہ سے ان کے بیان کردہ کسی مسئلہ پر مزید بحث کی جاسکتی ہو تو اس میں کچھ مضائقہ نہیں۔ یعنی اگر کسی مسئلہ پر مولانا ...... نے بحث کی ہو اور اس کے بارے میں اپنی تحقیق پیش کی ہو تو بعد والے محققین کے لیے راہیں مسدود نہیں ہو جاتیں بلکہ روشن ہو جاتی ہیں اور حقیقت یہی ہے کہ ایک محقق کا کام انسانی ذہنوں میں گرہیں لگانا نہیں بلکہ ان گرہوں کو کھولنا ہے"۔ (فتاویٰ رضویہ: ج ۵ ص ۲۴، ۲۵ مطبوعہ مکتبہ نبویہ لاہور ۱۳۹۲ھ)

(بحوالہ مقالات ابن عزیز: ص ۲، ۷۳ بزم سعید کراچی)

اس کتاب پر مولانا اطہر نعیمی، مفتی جمیل نعیمی، مفتی ناصر علی، مفتی علی عمران کی تقاریظ ثبت ہیں۔ تو ترجمان رضاخانیت صاحب! اگر اختلاف نواب احمد رضا خان صاحب بریلوی کریں اور وہ بھی ائمہ مجتہدین سے تو وہ محقق بن جاتے ہیں اور اگر شاہ اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ بعض مسائل میں شاہ ولی اللہ صاحب جو مجتہد بھی نہیں اختلاف کرلیں تو آپ ان پر اسلاف کی مخالفت و بغاوت کا الزام لگادو کچھ تو شرم کرو۔

مولوی اسمٰعیل قادری نورانی لکھتا ہے:

”مجدد برحق امام احمد رضا قادری حنفی...... نے اکابر صحابہ کرام اور ائمہ مجتہدین (امام اعظم امام ابوحنیفہ، امام مالک، اور امام احمد بن حنبل) رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے موقف سے اختلاف فرمایا ہے“۔ (حقائق شرح مسلم ودقائق تبیان القرآن :ص ۱۷۲، ۱۷۳ ازفرید بک اسٹال لاہور)

اب لگاؤ فتویٰ کاشف اقبال صاحب! نواب احمد رضا خان صاحب تو اتنا بڑا بدبخت، اکابر واسلاف بلکہ صحابہ کرام کا کھلم کھلا باغی بقول تمہارے ایسے آدمی سے بڑا فسادی بھی کوئی اور ہوسکتا ہے؟

رضاخانیوں کا شاہ صاحبان کے نام پر دھوکا:

مولوی کاشف اقبال صاحب لکھتے ہیں:

”شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمۃ وغیرہم (تثنیہ کی طرف واحد اور پھر جمع کی ضمیر کا لوٹانا حضرت کے تفوق علمی کا پتہ دے رہی ہے: از ناقل) کے نظریات وہی تھے جو آج کے اہل سنت وجماعت (بریلوی) کے ہیں جن کی ترجمانی امام...... احمد رضا خان بریلوی...... نے فرمائی“۔ (دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف :ص ۳۵)

حالانکہ یہ بالکل جھوٹ ہے کاشف اقبال صاحب محض عوام کو دھوکا دے کر شاہ صاحبان کے نام پر چندہ بٹورنے کے لیے ان کا نام لے رہے ہیں۔ اس لیے کہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ تو ان کے نزدیک پکا وہابی تھا اور ہندوستان میں وہابیت کا پودا اسی نے لگایا تھا ماقبل میں شاہ صاحبان کے عقائد اجمالاً گزر چکے ہیں جن کو رضاخانی تسلیم نہیں کرتے۔ مزید یہ حوالہ جات بھی ملاحظہ ہو:

بریلوی حکیم الامت کا جانشین مفتی اقتدار خان نعیمی لکھتا ہے:

”اہل علم حضرات فرماتے ہیں چار حضرات کی باتیں قابل تحقیق ہیں اکثر غلط ثابت ہوتی ہیں نمبر ۱ شاہ ولی اللہ صاحب نمبر ۲ شاہ عبدالعزیز صاحب نمبر ۳ خواجہ حسن نظامی نمبر ۴ تفسیر روح البیان یہ

کبھی وہابیوں کی تائید میں کبھی شیعوں کی تائید میں کبھی اہل سنت کے ساتھ"۔

(تنقیدات علی مطبوعات :ص ۲۷ ر نعیمی کتب خانہ گجرات)

تمہارا مفتی اعظم تو لکھتا ہے کہ شاہ صاحبان کا تو معاذ اللہ کوئی دین وایمان ہی نہیں کبھی کس کے ساتھ کبھی کس کے ساتھ تو تم کس منہ سے ان کا نام لیتے ہو۔ بریلوی حکیم الامت مفتی احمد یار گجراتی لکھتا ہے:

"یہ اعتراض شاہ عبدالعزیز صاحب قدس سرہ کا ہے وہ اس مسئلہ میں سخت غلطی فرما گئے"۔

(جاء الحق :ص ۱۹ ۳ رشوکت بک ڈپو گجرات)

ترجمان رضاخانیت کے نزدیک تو کسی سے اختلاف کرنا بھی اسلاف واکابر کی بغاوت و شورش پر محمول ہوتا ہے یہاں تو اکابر کو سخت غلطی کرنے والا کہا جارہا ہے تو تم لوگوں سے بڑا شاہ صاحبان کا باغی کون ہوگا؟

اعتراض۔۔۔دیوبندی مذہب دین اسلام سے جدا ہے:

مولوی کاشف اقبال صاحب فیصل آبادی پے درپے الزام تراشی، دجل وفریب اور جہالت کے سلسلے کو جاری رکھتے ہوئے مندرجہ بالا عنوان قائم کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

"دیوبندی دھرم کے محدث تبلیغی جماعت کے شیخ الحدیث مولوی محمد زکریا صاحب فرماتے ہیں کہ ہمارے اکابر حضرت گنگوہی اور حضرت نانوتوی نے جو دین قائم کیا تھا اس کو مضبوطی سے تھام لو اب قاسم ورشید پیدا ہونے سے رہے بس ان کی اتباع میں لگ جاؤ۔ (صحبتے اولیاء :ص ۱۲۵ رطبع کراچی) معلوم ہوا کہ دیوبندی مذہب کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہے بلکہ دیوبندی مذہب کے بانی مولوی قاسم نانوتوی اور مولوی رشید احمد گنگوہی ہیں...... ایک اور حوالہ دیکھیں (جن کو) مولانا خلیل احمد نے تحریر فرمایا...... واقعی اس قابل ہیں کہ ان پر اعتماد کیا جاوے ان سب کو مذہب قرار دیا جاوے۔ (المہند علی المفند :ص ۹۶ رطبع لاہور) اس عبارت میں اسلامی شریعت کو مذہب قرار دینے کا نہیں کہا گیا بلکہ واضح اقرار ہے کہ مولوی خلیل احمد انبیٹھوی کی تحریر کو مذہب قرار دیا جاوے اور ہدایت ونجات رشید احمد گنگوہی کی اتباع پر موقوف قرار دی گئی ہے...... ان دلائل

قاہرہ سے ثابت ہو گیا کہ دیوبندی مذہب اسلام سے جدا مذہب ہے جس کا وجود انگریز منحوس کا مرہون منت ہے"۔

(دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف: ص ۳۶، ۳۷)

نواب احمد رضا خان صاحب بریلوی رضاخانی فتوے کی زد میں:

کاشف اقبال صاحب کا مندرجہ بالا اعتراض ذہن میں رکھتے ہوئے اب ذرا ایک نظر ادھر بھی متوجہ ہوں مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی اپنی بدنام زمانہ وصایا میں اپنے متعلقین کو وصیت کرتے ہیں:

"میرا دین ومذہب جو میری کتب سے ظاہر ہے اس پر مضبوطی سے قائم رہنا ہر فرض سے اہم فرض ہے"۔(وصایا: ص ۱۰/ ابو العلائی پریس آگرہ)

اب مولوی کاشف اقبال صاحب رضاخانی کے اصول کے تحت احمد رضا خان صاحب بریلوی نے قرآن وحدیث دین اسلام یا مذہب حنفیت پر مضبوطی سے قائم رہنے کے بجائے اپنے دین ومذہب پر اور وہ بھی وہ جو قرآن وحدیث میں نہیں بلکہ نواب صاحب کی کتب میں ہے پر قائم رہنے کو فرض سے بھی اہم فرض کے درجے میں وصیت کی، معلوم ہوا کہ مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی کا دین، اسلام سے جدا ہے جس کا وجود انگریز وروافض کا مرہون منت ہے۔کاشف اقبال صاحب نے یہ اعتراض دراصل مولوی غلام مہر چشتیاں کی کتاب "دیوبندی مذہب صفحہ ۸۳ طبع جدید کراچی" سے سرقہ کیا ہے۔سابق بریلوی عالم مولانا سعید احمد قادری چشتیاں مولوی غلام مہر علی چشتیاں کو اس اعتراض کا تفصیلی منہ توڑ جواب دیا ہے ملاحظہ ہو "بریلوی مذہب کا علمی محاسبہ جلد ۲ صفحہ ۱۶۵ تا ۱۹۲"۔

مولانا احمد سعید قادری سابق بریلوی کا مسلک اور بریلوی کذب بیانی:

بعض بریلوی آج بھی اور ماضی قریب میں خصوصا رضائے مصطفیٰ نے یہ پروپیگنڈا کیا کہ سابق بریلوی عالم سعید احمد قادری نے دوبارہ رضاخانی بریلوی مذہب قبول کرلیا ہے۔اور وہ کہتے

ہیں کہ جو میری کتب شائع کرے وہ معاذ اللہ حرامی ہے۔ پہلی بات تو یہ کہ مسلک اہل السنت والجماعت دیوبند کسی شخصیت کا نام نہیں اگر سعیدی قادری جیسے ہزار بریلوی اس مسلک میں داخل ہو جائیں اور دس ہزار اس مسلک سے نکل جائیں تو واللہ مسلک دیوبند کی حقانیت پر قطعا کوئی فرق نہیں آئے گا۔ رہی بات سعیدی قادری کے بریلوی یا دیوبندی ہونے کی تو ان کے والد مولانا بشیر احمد صاحب مرحوم جن کا کل ہی انتقال ہوا ہے سہارنپور کے فاضل تھے علمائے دیوبند کا بہت زیادہ ادب واحترام کرتے تھے اور بقول ان کے انہوں نے دورہ شیخ العرب والعجم حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے کیا مگر ساری زندگی بریلوی مسلک کے ساتھ جڑے رہے۔ چشتیاں میں مولانا نور محمد مہاروی رحمۃ اللہ علیہ کا مدرسہ جو اس وقت مسلک بریلویت کا ترجمان ہے "فخر المدارس" وہاں کے شیخ الحدیث رہے آج سے آٹھ نو سال قبل علاقے کے رضاخانی جمعراتی مولویوں کو جب پتہ لگا کہ مولانا علمائے دیوبند کی تکفیر نہیں کرتے تو ان کے گھر جمع ہوئے اور حسام الحرمین پر دستخط کرنے کا مطالبہ کیا جس پر انہوں نے انکار کر دیا کہ میرے اساتذہ ہیں میں ان کی تکفیر نہیں کرتا جس کے بعد انہیں فخر المدارس سے فارغ کر دیا گیا، موصوف نے پیرانی سالی میں پھر کسی دوسرے مدرسے میں تدریس نہیں کی۔ چشتیاں کی معروف شخصیت مولانا عباس صاحب مدظلہ العالی نے مجھ سے بیان کیا کہ ۲۰۱۴ میں جب میں دار العلوم دیوبند کا دورہ کر کے آیا اور انہیں پتہ چلا تو انہوں نے مجھے فخر المدارس بلایا اس وقت مرحوم مسلم شریف کا سبق پڑھا رہے تھے ملتے ہی مجھ سے پوچھا کہ دار العلوم دیوبند شریف سے آیا ہے؟ میں نے کہا ہاں دار العلوم دیوبند سے آیا ہوں تو بے ساختہ کہا دار العلوم دیوبند مت کہو دار العلوم دیوبند شریف کہو میری آنکھوں اور ماتھے کو بوسہ دیا اور کلاس ہی میں سب بریلوی طلبا کے سامنے دیوبند اور اکابر دیوبند کے واقعات سنانے لگے اور رونے لگے۔ انہوں نے اپنے بیٹے علامہ سعیدی قادری کو بھی دیوبندیوں کے مدرسے میں پڑھایا اور پوتے مولانا غلام مرتضیٰ کو دار العلوم کراچی میں پڑھایا موصوف آج کل بریلوی مسلک سے منسلک ہیں۔

اب آیئے علامہ سعیدی قادری صاحب کی طرف ان کی وجہ شہرت بنی ان کی دو کتب رضا خانی مذہب اور بریلوی مذہب کا علمی محاسبہ چونکہ چشتیاں ہی کے بریلوی مایہ ناز عالم دین غلام مہر علی نے ایک سرتاپا کذب کتاب لکھی اس کتاب ہی کی نحوست تھی کہ بعد میں غلام مہر علی کا جھگڑا اپنے ہی ہم مسلک علماء احمد سعید کاظمی کے گروپ سے ہو گیا دونوں طرف سے ایک دوسرے کی کھل کر تکفیر کی گئی پگڑیاں اچھالی گئیں صرف ایک مثال دیتا ہوں احمد سعیدی کاظمی کے گروپ نے غلام مہر علی کے بیٹوں کے خلاف ایک کتاب لکھی جس کا نام ''نطفہ حرام ابن حرام ابن حرام'' ہے یہ سارا ریکارڈ ان شاء اللہ دست و گریبان کی آنے والی جلدوں میں آجائے گا۔ چونکہ اس کی سرتاپا کذب کتاب کا بروقت سد باب رضا خانی مذہب اور بریلوی مذہب کا علمی محاسبہ نے کیا اور افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ اس وقت یہ صورتحال نہ تھی رد بریلویت پر میدان تقریباً خالی تھا تو علامہ سعید قادری کو بھرپور پذیرائی ملی چند امور پر راقم نے کسی زمانے میں علامہ سعیدی قادری سے تبادلہ خیال کیا تھا مگر افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ ان کی علمی سطح وہی تھی جو کسی سابقہ بریلوی عالم دین کی ہونی چاہیے۔ پچھلے سال راقم جماعتی کام سے حضرت مفتی زرولی صاحب مدظلہ العالی کے مدرسے احسن العلوم گیا ہوا تھا وہاں میزبان نے کہا کہ علامہ سعید قادری آئے ہوئے ہیں اگر ملنا چاہیں، میں نے کہا ضرور وہ مجھے ملوانے لے گئے موصوف نے اس وقت ڈاڑھی اور سر کے بالوں پر سیاہ خضاب لگایا ہوا تھا عجیب سی ہیئت میں تھے جو حلیہ راقم کے ذہن میں تھا اس سے یکسر مختلف دیکھ کر اور کچھ دیر بیٹھ کر دل بہت ہی زیادہ منقبض ہو گیا اس لیے مختصر نشست کر کے چل دیا کہنے کا مقصد یہ ہے کہ موصوف اس وقت دیوبند مسلک سے منسلک ہیں حیات ہیں کوئی بھی شخص چشتیاں جا کر ان سے ان کا مسلک پوچھ سکتا ہے۔ جہاں تک ان کی کتاب چھاپنے والوں پر حرامی ہونے کا فتویٰ لگانا ہے تو پرسوں ہی میری بات ان سے ایک ساتھی نے کانفرنس کال پر کروائی تھی جس میں ان کو بتایا گیا کہ آپ کی رضا خانی مذہب کتاب پر پھر پابندی لگ گئی ہے جس پر انہوں نے افسوس کا اظہار کیا کہ ہمارے لوگوں کو غلام مہر علی کی

کتاب پر بھی پابندی لگانی چاہیے اور بتایا کہ بریلوی مذہب کا علمی محاسبہ کی باقی دو جلدوں کا مسودہ چھاپنے کے لیے مفتی زرولی صاحب کو دینے آیا ہوں تو اگر رضا خانیوں کی یہ بات درست ہے تو وہ خود اپنی کتابوں کا مسودہ دیوبندیوں کو چھاپنے کے لیے کیوں دے رہے ہیں؟

کل ان کے والد مولانا بشیر صاحب کا انتقال ہوا تو مولانا عباس صاحب نے ان کو فون کیا کہ تم جلدی پہنچو کیونکہ آپ کے والد صاحب نے وصیت کی تھی کہ میں مسلکاً دیوبندی ہوں اور میری دعا ہے کہ میرا انجام علمائے دیوبند کے ساتھ ہو تمہارا سارا خاندان بریلوی ہے کہیں ان کا جنازہ بریلوی نہ پڑھا دیں اس لیے آپ جلد سے جلد چشتیاں پہنچو۔ موصوف اپنے والد صاحب کے جنازے میں پہنچ سکے یا نہیں اس کا تو مجھے علم نہیں البتہ ان کے مسلک کے متعلق جو معلوم ہے دیانتداری سے بتا دیا مزید اگر کسی کو تسلی کرنی ہو تو چشتیاں جا کر خود ان سے مل سکتا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

دیوبندیت خاص ولی الٰہی فکر بھی نہیں مولانا انظر شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت کی توجیہ:

اس کے بعد کاشف اقبال صاحب ماہنامہ "البلاغ" کے حوالے سے لکھتا ہے کہ: "انظر شاہ کشمیری نے لکھا ہے کہ دیوبندیت خالص ولی اللٰہی فکر بھی نہیں" اور آگے شاہ صاحب ہی کے حوالے سے لکھا "حضرت شاہ عبدالحق کا فکر کلیۃً دیوبندیت سے جوڑ بھی نہیں کھاتا"۔ (ملخصا) اور پھر آخر میں تبصرہ کرتے ہوئے لکھتا ہے:

"دیوبندی مسلک چودہویں صدی کی پیداوار ہے نانوتوی گنگوہی سے قبل کسی مسلمہ شخصیت سے اس کا کوئی تعلق نہیں ان دلائل قاہرہ سے ثابت ہوگیا کہ دیوبندی مذہب اسلام سے جدا مذہب ہے جس کا وجود انگریز منحوس کا مرہون منت ہے"۔ (دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف: ص ۳۷)

جواب: پہلی بات تو یہ ہے کہ مولانا انظر شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اسی مضمون کے شروع میں یہ لکھا ہوا ہے:

''ادارہ البلاغ کا مضمون کے ہر ہر جز سے مکمل اتفاق ضروری نہیں'' (ماہنامہ البلاغ: ص ۷ ۴ ر ذوالحجہ ۱۳۸۸ھ)

لہٰذا ہمارا ابھی نہ تو اس مضمون سے اتفاق ضروری ہے اور نہ بالفعل ہے۔علی سبیل التسلیم شاہ صاحب کی بات کا مقصد صرف اتنا ہے کہ فقہ حنفی کی ترویج واشاعت جو دیو بند کا خاصہ ہے وہ جس وقت کے ساتھ شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں پایا جاتا ہے شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں وہ قوت ہمیں نظر نہیں آتی اس اعتبار سے خالص ولی اللّٰہی فکر نہیں کہا جا سکتا ان کا یہ مطلب ومقصد نہیں کہ دیو بند کے نظریات وسوچ عقائد وافکار سرے سے شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ سے کوئی تعلق نہیں رکھتے۔اگر انظر شاہ صاحب دیو بند کو چودہویں صدی کی پیداوار سمجھتے تو اسی مضمون میں یہ کیوں لکھتے:

''دیو بند کی اصابت اور مکمل حدیث وقرآن یا سنت ودین سے موافقت پر شرح صدر کی دولت مجھے میسر ہے ہر تعصب سے بالاتر ہو کر جس قدر غور میں نے کیا یا فکر ونظر کی جتنی راہیں مجھ پر کھل سکیں دیو بندیت کو اسی دین کی ایک مکمل تصویر میں نے پائی جو مکہ اور مدینہ زادھما اللہ شرفا وتعظیما سے اپنی ابتدائی اور انتہائی بلکہ ارتقائی شکل میں چلا تھا''۔(البلاغ: ص ۴۸)

مزید لکھتے ہیں:

''میرا خیال یہ ہے کہ ما انا علیہ واصحابی جو سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان اطہر سے اسی سوال کے جواب میں تراوش ہوا تھا کہ نجات پھر کس فرقہ کی ہوگی یہی دیو بندیت کی مختصر اور مفصل جو جیز اور مبسوط تعریف وتعارف ہے''۔(البلاغ: ص ۴۸)

شاہ صاحب تو دیو بند کو مکہ ومدینہ سے جوڑ رہے ہیں اور یہ جھوٹ بولتا ہے کہ چودہویں صدی سے جوڑ رہا ہے اسی مضمون میں وہ لکھتے ہیں:

''اس میں شک نہیں کہ ہماری حدیث کا سلسلہ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر ہی منتہی ہوتا ہے اور آج ہندوپاک میں حدیث وقرآن کے جو مزے سنے جاتے ہیں ان میں خانوادہ ولی اللّٰہی کا براہ راست دخل ہے اس لیے ان کی خدمات جلیلہ کا انکار نہیں ہوسکتا''۔(البلاغ: ص ۴۸، ۴۹)

رہی بات شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی تو بریلوی ذرا اپنا گھر دیکھیں۔

مسلک شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

از: مناظر اسلام مولانا ابوایوب قادری زید مجدہ

نوٹ: بریلوی حضرات کی اکثر جامع مساجد کے باہر لکھا ہوتا کہ یہ مسجد شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے مسلک پر ہے، حالانکہ بریلوی مسلک اور محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے مسلک میں زمین و آسمان کا فرق ہے مثلاً:

☆ بریلوی حضرات آیت ''لیغفر لك الله'' کا ترجمہ کرنے میں گناہ کی نسبت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کرنے کو حرام کہتے ہیں جب کہ شیخ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے ترجمہ میں گناہ کی نسبت نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کی ہے۔(اشعۃ اللمعات: ج۱ص ۱۳۷)

☆ بریلوی حضرات بدعات پر حسنہ کا لیبل لگا کر قبول کر لیتے ہیں جب کہ شیخ دہلوی فرماتے ہیں ''ہر بدعت ضلالت ہے یا ضلالت کا سبب''۔(اشعۃ اللمعات: ج۱ص ۱۵۰)

مزید لکھتے ہیں: ''سنت کو مضبوطی سے تھامنا اگر چہ وہ چھوٹی ہو بہتر ہے بدعت کو پیدا کرنے سے اگر چہ وہ حسنہ ہی کیوں نہ ہو کیونکہ سنت کا اتباع سے نور آتا ہے اور بدعت میں گرفتار ہونے سے ظلمت۔

(اشعۃ اللمعات: ج۱ص ۱۵۸)

☆ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ سواد اعظم کی پیروی کرو۔ بریلوی حضرات سواد اعظم سے مراد عوام کی اکثریت لیتے ہیں جب کہ شیخ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''لوگوں کو اس بات کی ترغیب دی گئی ہے کہ اس کی اتباع کرو جس طرف اکثر علماء ہوں''۔ بریلوی زہر کا پیالہ پی سکتے ہیں اپنے علماء کی کثرت نہیں دکھا سکتے نہ ان کے مدارس زیادہ ہیں نہ علماء''۔(اشعۃ اللمعات: ج۱ ص ۱۵۴)

☆ بریلوی حضرات نماز کے بعد مصافحہ کے قائل اور اس پر عمل پیرا ہیں جب کہ شیخ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ''بعض لوگ نماز کے بعد یا جمعہ کے بعد مصافحہ کرتے ہیں یہ کوئی چیز نہیں۔ یہ بدعت ہے وقت کو خاص کرنے کی وجہ ہے بہر حال مطلقاً مصافحہ کا سنت ہونا وہ باقی ہے پس یہ ایک

وجہ سے سنت ہے اور دوسری وجہ سے بدعت''۔ (اشعۃ اللمعات: ج ۴ ص ۲۲)

''اصول یہ ہے کہ جب معاملہ سنت و بدعت میں متردد ہو جائے تو اس کا ترک بہتر ہے''۔

(شامی: ج ۱ ص ۶۰۰)

☆ بریلوی غراب ابقع سے شہری کوا مراد لیتے ہیں اور عقعق سے جنگلی کوا مراد لیتے ہیں جب کہ شیخ دہلوی نے غراب ابقع کو جنگلی کوا کہا ہے۔ (اشعۃ اللمعات: ج ۲ ص ۳۹۹)

(یعنی شیخ دہلوی کے نزدیک جو حرام ہے وہ بریلوی کے ہاں حلال ہے)

☆ بریلوی حضرات بڑی شدومد سے قبروں پر قبوں کے جواز کے قائل ہیں جب کہ شیخ دہلوی فرماتے ہیں۔ ''قبر کے اوپر عمارت اور قبے نہ بناؤ کیونکہ یہ ساری بدعات ہیں اور مکروہ و مخالف طریقہ رسول اللہ ہیں''۔ (شرح سفر السعادہ: ص ۳۴۹)

☆ بریلوی حضرات تیسرے دن کی قل خوانی کے بڑی شدت سے قائل و فاعل اور اس پر عمل کرنے والے ہیں لیکن شیخ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: یہ تیسرے دن کا مخصوص اجتماع اور دوسرے تکلفات کرنا (جیسے آج کل دیگیں پکائی جاتی ہیں یا بقول اعلیٰ حضرت چنے تقسیم کیے جاتے ہیں) اور یتیموں کا مال بغیر وصیت استعمال کرنا بدعت و حرام ہے۔ (شرح سفر السعادہ: ص ۳۵۲)

☆ بریلوی حضرات تعزیت کے لیے دروازوں اور گلیوں میں دریاں بچھا کر بیٹھ جاتے ہیں جب کہ شیخ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''تعزیت کے لیے دروازے پر یا راستے پر بیٹھنا بہت سخت مکروہ ہے کیونکہ یہ جاہلیت کا کام ہے''۔ (شرح سفر السعادہ: ص ۳۵۲)

☆ آج کل بریلوی میت کے ایصال ثواب کے لیے اکٹھے ہوجاتے ہیں اور بیٹھ کر ختم کرتے ہیں لیکن شیخ دہلوی فرماتے ہیں پہلے لوگوں کی عادت نہ تھی کہ وہ میت کے لیے نماز کے وقت کے علاوہ جمع ہوں اور قرآن پڑھیں اور نہ وہ قبر پر یا اس کے علاوہ ختم کرتے تھے یہ تمام بدعت ہے۔

(شرح سفر السعادہ: ص ۳۵۱، ۳۵۲)

☆ بریلوی حضرات کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام اختیارات دیئے گئے تھے۔ اسی وجہ سے آپ نے ایک اعرابی کا کفارہ معاف فرما کر اسے فرمایا کہ یہ کھجوریں خود ہی کھالو کفارہ دینے کی

ضرورت نہیں۔ جب کہ شیخ دہلوی فرماتے ہیں ''نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مقصد یہ تھا کہ ابھی تم کھالو بعد میں کفارہ ادا کر دینا''۔ (مدارج النبوۃ: ج ۲ ص ۲۳۳)

☆ ہمارے بریلوی دوست قبر کو بوسہ بھی دیتے ہیں سجدے بھی کرتے ہیں۔ جب کہ شیخ دہلوی فرماتے ہیں ''بوسہ اور سجدہ وغیرہ قبر کو حرام و ممنوع ہے۔ (مدارج النبوۃ: ج ۲ ص ۴۴۴)

☆ بریلوی حضرات نفل نماز جماعت کے ساتھ پڑھنے کے قائل ہیں جب کہ شیخ دہلوی فرماتے ہیں ''با جماعت نفل ادا کرنا مکروہ ہے''۔ (ماثبت بالسنۃ شہر رمضان)

☆ بریلوی حضرات عام طور پر کہہ دیتے ہیں کہ صحابہ کرام سے کسی چیز کا ثابت نہ ہونا یہ دلیل نہیں ہوتا کہ وہ کام غلط ہے نا جائز ہے۔ اس اصول سے اہل بدعت ساری بدعات کو سہارا دیتے ہیں جب کہ شیخ دہلوی فرماتے ہیں ''جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے نفل با جماعت ادا کرنے کی کوئی روایت نہیں ہے تو معلوم ہو گیا کہ اس میں کوئی فضیلت و برتری نہیں (معلوم ہو گیا کہ شیخ محض اس وجہ سے نفل با جماعت کا رد کر رہے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے عمل سے اس کا ثبوت نہیں''۔ (ماثبت بالسنۃ شہر رمضان)

☆ بریلوی حضرات لفظ ''مکر'' کا اللہ کے لیے استعمال کرنا الحاد و بے دینی سے تعبیر کرتے ہیں جب کہ شیخ دہلوی لکھتے ہیں خدا کے مکر کا مطلب یہ ہے کہ بندہ کو معصیت میں رکھے اور اس پر ناز و نعمت کے دروازے کھول دے تا کہ وہ مغرور و غافل ہو جائے'' مقصد یہ تھا کہ شیخ نے مکر کی نسبت عربی سے ہٹ کر فارسی میں اللہ تعالیٰ کے لیے کی ہے''۔ (تکمیل الایمان: ص ۱۸۸)

☆ بریلوی حضرات زور شور سے اس کے قائل ہیں کہ میت کے وجود یا اس کے کفن پر کچھ لکھنا چاہیے جب کہ شیخ دہلوی فرماتے ہیں ''میری نظر سے آج تک کوئی روایت اور حدیث ایسی نہیں گزری جس سے اس کا جواز ثابت ہوتا''۔ (مکتوبات شیخ: مکتوب نمبر ۶۴)

☆ بریلوی حضرات درود ابراہیمی پڑھنے کو (نماز سے باہر) ناقص مکروہ، ناجائز، گناہ، بتاتے ہیں جب کہ شیخ دہلوی لکھتے ہیں ''اگر کسی نے قسم کھائی کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر افضل درود شریف بھیجے گا اگر وہ تشہد والا درود (درود ابراہیمی) پڑھ لے تو عمداً اس قسم سے بری ہو گا۔

(تاریخ مدینہ ترجمہ جذب القلوب: ص ۲۸۴)

مزید لکھتے ہیں ”جس نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم پر درود ان صیغوں سے بھیجا جو تشہد میں پڑھا جاتا ہے بے شک اس نے اس طرح درود بھیجا جس طرح وہ مامور کیا گیا ہے“۔

(تاریخ مدینہ ترجمہ جذب القلوب: ص ۲۸۴)

☆ بریلوی حضرات کہتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے اس کے خلاف کرنے پر خدا کو قدرت ہی نہیں جب کہ شیخ دہلوی فرماتے ہیں ”اس نے خبر دی ہے کہ مطیعوں کو ثواب دیتا ہوں اور عاصیوں کو عتاب کرتا ہوں اس طرح ہوگا جو اس نے فرمادیا ہے لیکن اس کے اوپر واجب نہیں ہے اگر بالفرض اس کے خلاف کرے تو کسی کو مجال نہیں کہ کہے کہ ایسا کس واسطے کیا“۔

(تکمیل الایمان: ص ۶۰)

☆ بریلوی حضرات معجزہ کو نبی و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا فعل سمجھتے ہیں جب کہ شیخ دہلوی لکھتے ہیں: ”معجزہ خدا کا فعل ہے نہ کہ فعل رسول“۔ (تکمیل الایمان: ص ۱۱۶)

☆ بریلوی حضرات کہتے ہیں کہ نبی کو قیامت کا مقررہ وقت بتادیا گیا۔ جب کہ شیخ دہلوی لکھتے ہیں ”قیامت کا مقررہ وقت اللہ علام الغیوب کے علاوہ کوئی نہیں جانتا“۔

(اشعۃ اللمعات: ج ۴ ص ۳۲۲)

☆ حضرت جبرئیل علیہ السلام انسانی شکل میں آئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ قیامت کب آئے گی سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا ”جس سے سوال کیا گیا وہ سائل سے زیادہ نہیں جاننے والا یعنی جیسے سوال کرنے والا لاعلم ویسے جواب دینے والا لاعلم ہے مگر ہمارے بریلوی حضرات کو شاید جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ جواب پسند نہ آیا وہ لکھتے ہیں: اس کا مطلب یہ ہے کہ اے جبرئیل قیامت سے تو بھی بے خبر نہیں اور میں بھی بے خبر نہیں تو بھی جانتا ہے میں بھی جانتا ہوں (مقیاس) جب کہ شیخ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے جواب کے بارے میں لکھتے ہیں ”میں (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) اور تو (جبرئیل) دونوں اس کو (قیامت) نہ جاننے میں برابر ہیں“۔

(اشعۃ اللمعات: ج ۱ ص ۴۵)

علمائے اہل السنۃ والجماعۃ دیوبند پر وہابیت کا الزام اور اس کا جواب:

کاشف اقبال رضاخانی صاحب نے ''دیوبندی حقیقتاً وہابی ہیں'' کا عنوان قائم کر کے وہی گھسا پٹا اعتراض کیا ہے کہ دیوبندی وہابی ہیں ان کے بڑے خود کو وہابی کہتے رہے ہیں یہی اعتراض آج کل دیگر بریلوی رضاخانی مولویوں کی طرف سے بڑے شد و مد کے ساتھ کیا جارہا ہے اس لیے ہم اس اعتراض پر ذرا تفصیل سے بات کرنا چاہتے ہیں۔

دراصل ہندوستان کے اہل بدعت کی طرف سے وہابی کا لفظ اپنے مخالفین جن کو یہ لوگ بدمذہب اور بے دین سمجھتے ہیں کے لیے وضع کیا گیا ان کے نزدیک ہر متبع سنت اللہ کی توحید نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر عمل پیرا اور بدعات وخرافات و رسوم جاہلیت سے منع کرنے والا ''وہابی'' کہلاتا ہے۔ یہاں میں خود اہل بدعت کے گھر سے ایک حوالہ نقل کرتا ہوں جس سے کافی حد تک وضاحت ہو جائے گی کہ ان کے نزدیک وہابی کسے کہا جاتا ہے:

اہل بدعت کے سرخیل مولوی احمد رضا خان بریلوی سے سوال کیا گیا:

''بخدمت جناب مجدد ہند مولوی صاحب احمد رضا خان صاحب بعد تسلیم کے گزارش حال یہ ہے کہ آپ کے نام پیرڈلیہ سے فتویٰ لکھا ہے وہ شخص مولوی اشرف کا پیرو ہے اور یہاں پر چار سو مکان سنت و جماعت کے ہیں اونکو مولوی اشرف علی کے سپرد کرنا چاہتا ہے یعنی ہمارے یہاں دستور ہے کہ شادی میں نکاح کے وقت تاشہ بجایا کرتے ہیں اوس کا سبب یہ ہے کہ غیر مقلد ہماری جماعت میں نہ آنے پائیں مگر یہ شخص اشرف علی کے پیرو ہو کر تاشہ بجانا منع کرتا ہے اور جس شے میں گناہ نہ ہو اوسکو بھی منع کرتا ہے اس واسطے آپ اسحاق اللہ کے نام پر لکھنا تاکہ ہم ان شیطانوں کے پھندوں سے بچیں اگرچہ یہاں پر تاشہ بجنا بند ہو جائے تو ہم کو مذہب سے پھر جانے کا خوف ہے''۔

مولوی احمد رضا خان بریلوی نے اس کا جو جواب دیا اس کا ایک جز کافی دلچسپ ہے جو ہم یہاں نقل کرنا مناسب سمجھتے ہیں:

''ناجائز بات کو اگر کوئی بدمذہب یا کافر منع کرے تو اوسے جائز نہیں کہا جاسکتا کل کو کوئی وہابی ناچ کو منع کرے تو کیا اوسے بھی جائز کر دینا ہوگا؟''۔

(فتاویٰ رضویہ قدیم: ج ۱۰ حصہ دوم ص ۶۵ / دار العلوم امجدیہ کراچی)

اس سے اہل بدعت کی سوچ سامنے آجاتی ہے کہ چونکہ تاشہ (تغاری یا تشلہ کی شکل کا کھال منڈھا ہوا چھوٹا باجا جو گلے میں ڈال کر دو پتلی لکڑیوں سے بجایا جاتا ہے اس کی آواز ڈھول سے زیادہ تیز مگر کم گونجدار ہوتی ہے۔ اردو لغت) ناچ گانے سے منع کرنے والا ایک وہابی ہے اس لیے آپ اسے بجانے کی اجازت ہمیں دیں ورنہ ہمارا سارا محلہ وہابی ہو جائے گا معاذ اللہ۔

اب ہمارے اکابر نے جہاں اپنے لیے وہابی کا لفظ استعمال کیا تو اسے اہل بدعت کے مقابلے میں انہی معنوں میں اپنے لیے استعمال کیا کہ چونکہ رسوم ورواج سے منع کرنے والے کو یہ لوگ وہابی سمجھتے ہیں اس لیے ہم وہابی ہی صحیح۔ چنانچہ فخر المحدثین مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ اسی بات کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”ہندوستان میں لفظ وہابی کا استعمال اس شخص کے لیے تھا جو ائمہ رضی اللہ عنہم کی تقلید چھوڑ بیٹھے پھر ایسی وسعت ہوئی کہ یہ لفظ ان پر بولا جانے لگا جو سنت محمدیہ پر عمل کریں اور بدعات سیئہ ورسوم قبیحہ کو چھوڑ دیں یہاں تک ہوا کہ بمبئی اور اس کے نواح میں یہ مشہور ہے کہ جو مولوی اولیاء کی قبروں کو سجدہ اور طواف کرنے سے منع کرے وہ وہابی ہے بلکہ جو سود کی حرمت ظاہر کرے وہ بھی وہابی ہے گو کتنا ہی بڑا مسلمان کیوں نہ ہو“۔ (المہند: ص ۳۱، ۳۲)

فقیہ العصر حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی صاحب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

”اس وقت اور ان اطراف میں وہابی متبع سنت اور دیندار کو کہتے ہیں“۔

(فتاویٰ رشیدیہ: ج ۱ ص ۲۸۲)

حکیم الامت مجدد دین وملت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اہل ہواء کے نزدیک اسی لفظ ”وہابی“ کا مطلب بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”ایک صاحب نے مجھ سے بیان کیا تھا کہ ایک مرتبہ حیدر آباد دکن میں ایک شخص وہابیت کے الزام میں پکڑا گیا اور دلیل یہ بیان کی گئی کہ تم کو جب دیکھو مسجد سے نکلتے ہوئے جب دیکھو قرآن پڑھتے ہوئے جب دیکھو نماز پڑھتے ہوئے ایک اور ان کے خیر خواہ شخص نے کہا کہ نہیں یہ وہابی نہیں ہیں

میں نے ان کو فلاں رنڈی کے مجرے میں دیکھا تھا فلاں جگہ قوالی میں دیکھا فلاں قبر کو سجدہ کرتے دیکھا تب بیچارے چھوڑے گئے اور جان بچی''۔ (ملفوظات:ج ۳ص ۱۰۱ ملفوظ نمبر ۱۶۸)

ایک اور مقام پر فرماتے ہیں:

''میں کہا کرتا ہوں کہ بدعتیوں میں دین نہیں ہوتا اور دین کی باتوں کو وہابیت کہتے ہیں''۔ (ملفوظات:ج ۴ص ۱۴۳ ملفوظ نمبر ۱۷۸)

ظاہر ہے کہ اگر وہابیت اس کا نام ہے تو ہمیں اس وہابیت پر فخر ہے البتہ اگر وہابیت سے مراد محمد بن عبدالوہاب نجدی کے پیروکار مراد لیے جائیں یا غیر مقلدین جیسا کہ ہمارے ہاں اب جماعت اسلامی اور غیر مقلدین اہل حدیث کو وہابی کہا جاتا ہے بلکہ ہمارے پشاور و افغانستان کے علاقوں میں تو ان کو ان کے ان ناموں سے کوئی نہیں جانتا ہے انہیں ان دیار میں وہابی ہی کہا جاتا ہے تو اس معنی میں ہمارے اکابر نے اپنی وہابیت کا انکار پہلے بھی کیا اور اب بھی ہم کرتے ہیں۔ آج کل ہمارے دیار میں وہابی ان کو کہا جاتا ہے جو:

(۱) تصوف اور بیعت طریقت اور اس کے اشغال ذکر مراقبہ توجہ کے سخت مخالف و منکر ہیں جب کہ الحمدللہ علمائے دیوبند ان پر کاربند ہیں۔

(۲) تقلید شخصی کے مخالف ہیں مگر ہمارے اکابر اسے واجب کہتے ہیں اور خود سراج الائمہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے مقلد ہیں۔

(۳) توسل کے منکر ہیں مگر ہم قائل ہیں۔

(۴) بزرگان دین و محترم شخصیات سے تبرکات کے منکر ہیں مگر ہم قائل۔

(۵) حیات النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے منکر ہیں جب کہ ہم زور و شور سے اس کے قائل ہیں اب تک اس عقیدے کے ثبوت پر ہمارے علماء کئی مناظرے کر چکے ہیں۔

(۶) روضہ مبارک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے سفر کو ممنوع قرار دیتے ہیں جب کہ ہم اسے افضل المستحبات جانتے ہیں۔

(۷) نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضہ مبارک کے سامنے سلام و تشفع کے منکر ہیں ہم اس کے قائل ہیں۔

غرض اس معنیٰ میں ہمیں ''وہابی'' کہنا یا سمجھنا تہمت صریح وکذب بیانی ہے اور ہمارے اکابر نے بھی اس معنیٰ میں خود پر وہابیت کی تہمت کی سختی سے تردید کی ہے چنانچہ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ کتنے غضب اور ظلم کی بات ہے کہ ہمارے بزرگوں کو بدنام کرتے ہیں اور وہابی کے لقب سے یاد کرتے ہیں ہمارے قریب میں ایک قصبہ ہے جلال آباد وہاں پر ایک جبہ شریف ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف منسوب ہے اس کی زیارت حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا شیخ محمد صاحب کیا کرتے تھے اور حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے متعلق میرے خط کے جواب میں تحریر فرمایا تھا کہ اگر منکرات سے خالی وقت میں زیارت میسر آنا ممکن ہو تو ہرگز دریغ نہ کریں بتلائیے یہ باتیں وہابیت کی ہیں ان بدعتیوں میں دین تو ہوتا نہیں جس طرح جی میں آتا ہے جس کو چاہتے ہیں بدنام کرنا شروع کر دیتے ہیں خود تو بددین ہیں دوسروں کو بددین بتلاتے ہیں''۔ (ملفوظات: ج ۴ ص ۳۲ ملفوظ ۵۵)

ایک اور مقام پر فرماتے ہیں:

''ایک جماعت ہے جو ہم لوگوں کو وہابی کہتی ہے لیکن ہماری سمجھ میں آج تک یہ بات نہیں آئی کہ ہمیں کس مناسبت سے وہابی کہتے ہیں کیونکہ وہابی وہ لوگ ہیں جو ابن عبدالوہاب کی اولاد میں سے ہیں یا وہ لوگ ہیں جو اس کا اتباع کرتے ہیں ابن عبدالوہاب کے حالات کتابوں میں موجود ہیں ہر شخص ان کو دیکھ کر معلوم کر سکتا ہے کہ وہ نہ اتباع کی رو سے ہمارے بزرگوں میں ہیں نہ نسبت کی رو سے البتہ آج کل جن لوگوں نے تقلید چھوڑ کر غیر مقلدی اختیار کر لی ان کو ایک اعتبار سے وہابی کہنا درست ہو سکتا ہے کیونکہ ان کے اکثر خیالات ابن عبدالوہاب سے ملتے ہیں ہم لوگ حنفی ہیں کیونکہ یہ معلوم ہو چکا ہے کہ اصول چار ہیں کتاب اللہ حدیث رسول اجماع امت اور قیاس مجتہد سوان چار کے اور کوئی اصل نہیں اور مجتہد بہت سے ہیں لیکن اجماع امت سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ چار امام یعنی امام ابوحنیفہ امام شافعی امام احمد بن حنبل اور امام مالک رحمہم اللہ کے مذاہب سے باہر ہو جانا جائز نہیں نیز یہ بھی ثابت ہے کہ ان چاروں میں جس کا مذہب رائج ہو اس کا اتباع کرنا

چاہیے تو چونکہ ہندوستان میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب رائج ہے اس لیے ہم انہیں کا اتباع کرتے ہیں ہم کو جو لوگ وہابی کہتے ہیں قیامت میں اس بہتان کی ان سے باز پرس ضرور ہوگی"۔(اشرف الجواب)

خود رضاخانیوں کو بھی اس بات کا اقرار ہے کہ وہابی اصل اور آج کل کے عرف کے اعتبار سے غیر مقلدین کو کہا جاتا ہے چنانچہ بریلوی مناظر مفتی حنیف قریشی کہتا ہے:

"اہل حدیث جماعت پر لفظ وہابی کا عمومی اطلاق ہوتا ہے"۔(مناظرہ گستاخ کون: ص ٦٥)

بریلوی حکیم الامت مولوی منظور اوجھیانوی المعروف احمد یار گجراتی صاحب اس بات کا اقرار کرتا ہے کہ وہابی غیر مقلدین کو کہا جاتا ہے چنانچہ لکھتا ہے:

"اسمٰعیل کے معتقدین دو گروہ بنے ایک تو وہ جنہوں نے اماموں کی تقلید کا انکار کیا جو غیر مقلد یا وہابی کہلاتے ہیں"۔(جاء الحق: ص ١٣)

خود کاشف اقبال رضاخانی نے جب اہل السنۃ والجماعۃ کے خلاف کتاب لکھی تو اس کا نام "دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف" رکھا اور جب غیر مقلدین کے خلاف کتاب لکھی تو اس کا نام "وہابیت کے بطلان کا انکشاف" لکھا سوال یہ ہے کہ اگر یہ دونوں ایک ہی ہیں تو دو الگ الگ ناموں سے دو مختلف کتابیں لکھنے کی کیا ضرورت تھی؟

مفتی حنیف قریشی ایک اور مقام پر کہتا ہے:

"آپ کے سرخیل مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری کتاب فتاویٰ ثنائیہ جلد اول صفحہ ٩٩ پر لکھتے ہیں: یہ بات وہابیت کی تاریخ میں واضح طور پر موجود ہے کہ وہابی کی اصطلاح کا عموم اطلاق جماعت اہل حدیث پر ہوتا ہے"۔(مناظرہ گستاخ کون: ص ٦٤)

اگر یہ کہا جائے کہ محمد بن عبدالوہاب کے عقائد کو فتاویٰ رشیدیہ میں عمدہ کہا گیا ہے اس وجہ سے ہم آپ کو وہابی کہتے ہیں۔ عرض ہے کہ ان کے کن عقائد کو عمدہ کہا گیا ہے اس کی وضاحت وہاں نہیں، وہاں مجملاً ان کے عقائد کو اچھا کہا گیا ہے مگر کسی کے عقائد کو اچھا کہہ دینے سے اس

ذات کی طرف نسبت کیسے ہوسکتی ہے؟ کیا رضا خانیوں کے نزدیک امام مالک، امام شافعی، امام احمد حنبل رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کے عقائد عمدہ نہ تھے، مگر بایں ہمہ ان میں سے کوئی بھی رضا خانی اپنی نسبت میں حنبلی، شافعی، مالکی نہیں لگاتا۔

اپنے گھر کی خبر لو:

بریلوی جامع المعقول والمنقول غلام محمد پپلانوی لکھتے ہیں:

''وہابی دو قسم کے پائے جاتے ہیں ایک مسلمان وہابی دوم منافق وہابی''۔

(نجم الرحمان: ص ۳۶ رنوری کتب خانہ لاہور)

بریلوی شمس الاسلام مولانا معین الدین اجمیری مرحوم لکھتے ہیں:

''اعلیٰ حضرت نے ایک دنیا کو وہابی کر ڈالا ایسا بدنصیب کون ہے جس پر آپ کا خنجر وہابیت نہ چلا ہو وہ اعلیٰ حضرت جو بات بات میں وہابی بنانے کے عادی ہوں وہ اعلیٰ حضرت جن کی تصانیف کی علت غائیہ وہابیت جنہوں نے اکثر علماء اہل سنت کو وہابی بنا کر عوام کالانعام کو ان سے بدظن کرا دیا جن کے اتباع کی پہچان کہ وہ وعظ میں اہل حق سنیوں کو وہابی کہہ کر گالیوں کا مینہ برسائیں جنہوں نے وہابیت کے حیلہ سے علماء ربانیین کی جڑ کاٹنے میں وہ مساعی جمیلہ کیں کہ جن کا خطرہ حسن بن صباح جیسے مدعی امامت و نبوت کے دل میں بھی نہ گذرا ہوگا اور جن کے فتنہ و فساد کے سامنے حسن بن صباح کے خدائی بھی گرد ہوں اگر حسن بن صباح زندہ ہو کر آجاوے تو اس کو اعلیٰ حضرت کے کمالات کے بالمقابل سوائے زانوئے ادب نہ کرنے کے چارہ کار نہ ہو غرض ایسی مقتدر جماعت کا پیشوا جن کی زبانیں سوائے وہابی اور وہبڑے اور لہبڑے کے دوسرے الفاظ سے اثناء وعظ میں آشنا ہی نہیں ہوتیں اگر در پردہ وہابی ثابت ہو جاوے تو پھر تعجب کی کوئی حد نہیں رہتی خلقت کہتی ہے وہ اعلیٰ حضرت جو اپنے آپ کو وہابی کش ظاہر فرماتے ہیں بالآخر خود وہابی ثابت ہوئے اور اس طرح وہ وہابی کش کے درحقیقت خودکش ہیں خلقت اپنے اس جزمی دعوے کے ثبوت میں اعلیٰ حضرت کے چند اقوال پیش کرتی ہے''۔ (تجلیات انوار المعین: ص ۴۲)

اس سے دو باتیں معلوم ہوئیں پہلی بات تو یہ کہ احمد رضا خان نے کئی سنی علماء کو وہابی بنا ڈالا

دوسرا احمد رضا خان بریلوی خود بہت بڑا وہابی تھا اور یہ بات پوری خلقت میں مشہور تھی۔

بریلوی وہابی کس کو کہتے ہیں:

مولانا معین الدین اجمیری صاحب لکھتے ہیں:

''خلقت کہتی ہے کہ اعلیحضرت صرف وہابی ہی نہیں بلکہ ان کے سرتاج ہیں لیکن ہم کو خلقت کے اس خیال سے اتفاق نہیں اصل یہ ہے کہ وہابیت کے مفہوم سمجھنے میں خلقت نے غلطی کی وہ وہابی اس کو سمجھتی ہے جو اکابر کی شان میں گستاخی اور ائمہ کے دائرہ اتباع سے خارج ہوا اور اعلیٰ حضرت صرف اس کو وہابی کہتے ہیں جو ان کے مجددیت کا منکر ہو پھر وہ خواہ خلقت کے نزدیک کیسا ہی زبردست سنی ہو لیکن اعلیٰ حضرت کے نزدیک وہابی ہے اور جو حضرت کی تجدید کا اعتراف کرے پھر وہ وہابی ہی کیوں نہ ہو لیکن وہ اعلیٰ درجہ کا سنی ہے''۔ (تجلیات انوار المعین: ص ۴۴)

اس سے مندرجہ ذیل باتیں معلوم ہوئیں:

(۱) ہندوستان میں عام خلقت کا تاثر یہی تھا کہ احمد رضا خان نہ صرف خود وہابی ہیں بلکہ وہابیوں کے سرتاج ہیں۔

(۲) یہ تاثر اس لیے تھا کہ احمد رضا خان اکابر کی شان میں گستاخی کا ارتکاب کرنے والا اور ائمہ کے دائرہ اتباع سے خارج ہونے والا تھا۔

(۳) حضرت مولانا معین الدین صاحب کا تجزیہ یہ ہے کہ اعلیٰ حضرت اور ان کے ماننے والوں کے نزدیک جو احمد رضا خان کو مجدد نہ مانے ان کی بزرگی کا قائل نہ ہو تو وہ خواہ کتنا ہی پکا سنی ہو ان کے مذہب میں وہ وہابی ہے۔ اور ایک شخص کتنا ہی بڑا وہابی کیوں نہ ہو مگر احمد رضا خان کو مجدد مانتا ہو تو ان کے نزدیک سنی ہے۔

ہم پر رضا خانیوں کی طرف سے وہابیت کا الزام بھی صرف اسی وجہ سے ہے کہ ہم احمد رضا خاں بریلوی کی بزرگی کے قائل نہیں اور ہمارے بزرگوں نے بھی جو بعض مقامات پر اہل بدعت کے مقابلے میں خود کو وہابی کہا تو وہ اس بناء پر کہ وہ خود کو احمد رضا خان کا نہ تو متبع مانتے ہیں اور نہ اس کے دعوی مجددیت کی حمایت کرتے ہیں۔

نواب احمد رضا خان صاحب کے نزدیک وہابی ہمارے اپنے ہیں:

بریلوی محقق دوراں رئیس القلم سید عبدالکریم سید علی ہاشمی لکھتا ہے:

"اگرچہ احمد رضا خان سید احمد زینی دحلان کے شاگرد اور مرید تھے آپ نے ہندی وہابیوں کی سرکوبی کے لیے اسی شدت سے کام نہیں لیا جو علمائے حرمین کا طریقہ تھا کیوں کہ وہ لوگ وہابیوں کو غیر سمجھتے تھے اور احمد رضا یہاں کے وہابیوں کو غیر نہیں سمجھتے تھے بلکہ سنیوں کی اولاد سمجھتے تھے اور یقین رکھتے تھے کہ وعظ و پند سے وہ سدھر جائیں گے"۔ (المیز ان کا امام احمد رضا نمبر: ص ۶۱۴)

وہابیوں کا مذہب صوفیاء کا مذہب ہے:

بریلوی فرید ملت خواجہ غلام فرید کوٹ مٹھن فرماتے ہیں:

"آپ نے فرمایا کہ بے شک اسی طرح ہے وہابی نہ صحابہ کرام کو برا کہتے ہیں نہ ولایت سے انکار کرتے ہیں...... اس کے بعد فرمایا کہ توحید کے بارے میں وہابیوں کے عقائد صوفیاء کرام سے ملتے جلتے ہیں وہابی کہتے ہیں کہ انبیاء اور اولیاء سے مدد مانگنا شرک ہے بے شک غیر خدا سے امداد مانگنا شرک ہے توحید یہ ہے کہ خاص حق تعالیٰ سے مدد طلب کرے چنانچہ ایاك نعبد و ایاك نستعین (ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ سے مدد مانگتے ہیں) کا مطلب یہی ہے"۔

(مقابیس المجالس: ص ۷۹۷)

علماء حق پر وہابیت کی تہمت کس نے لگائی؟

خرم ملک فاروق ملک صاحبان لکھتے ہیں:

"پنجاب یوپی اور دوسرے تمام صوبوں سے مسلم مجاہدین تواتر سے آرہے تھے اب سکھوں نے مذہبی حربہ استعمال کیا انہوں نے سید احمد شہید کو وہابی مشہور کیا اور عام مسلمانوں کو بھڑکا دیا کہ آپ صحیح اسلامی عقائد کے حامل نہیں سرحد اور پنجاب میں سید صاحب کے مذہبی نظریات کے خلاف شدید ردعمل شروع ہوا فتوے جاری ہونے لگے اور سید صاحب کی سیاسی قوت کو شدید دھچکا لگا"۔

(مطالعہ پاکستان رائج ڈگری کلاسز صدارتی ایوارڈ اعزاز فضیلت: ص ۵۴ خرم بکس اردو بازار لاہور)

تو کاشف اقبال رضاخانی صاحب آپ بھی تو کہیں ان سکھوں کی روحانی اولاد نہیں جو آباء معنوی کی پیروی میں علمائے حق پر وہابیت کی تہمت لگا رہے ہیں؟ اہل السنۃ والجماعۃ علمائے دیوبند پر وہابیت کا الزام سب سے پہلے احمد رضا خان بریلوی نے لگایا چنانچہ شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ اس کے متعلق لکھتے ہیں:

''اسی وجہ سے اہل عرب خصوصاً اس کے اور اس کے اتباع سے دلی بغض تھا اور ہے اور اس قدر ہے کہ اتنا قوم یہود سے ہے نہ نصاریٰ سے نہ مجوس سے نہ ہنود سے غرض کہ وجوہات مذکورۃ الصدر کی وجہ سے ان کو اس کے طائفہ سے اعلیٰ درجہ کی عداوت ہے اور بے شک جب اس نے ایسی ایسی تکالیف دی ہیں تو ضرور ہونا بھی چاہیے وہ لوگ یہود و نصاریٰ سے اس قدر رنج و عداوت نہیں رکھتے جتنی کہ وہابیہ سے رکھتے ہیں چونکہ مجدد المضلین اور اس کے اتباع کو اہل عرب کی نظروں میں خصوصاً اور اہل ہند کی نگاہوں میں عموماً ان کے بہی خواہ اور دوسروں کو ان کا دشمن دین کا مخالف ظاہر کرنا مقصود ہوتا ہے اس لیے اس لقب سے بڑھ کر ان کو کوئی لقب اچھا معلوم نہیں ہوتا جہاں کسی کو متبع شریعت و تابع سنت پایا جھٹ وہابی کہہ دیا تا کہ لوگ متنفر ہو جائیں اور ان لوگوں کے مصالح اور ترلقموں میں جو طرح طرح کے مکاریوں سے حاصل ہوتی ہیں فرق نہ پڑے۔ صاحبو! شراب پیو ڈاڑھی منڈواؤ گور پرستی کرو نذر لغیر اللہ مانو زنا کاری اغلام بازی ترک جماعت وصوم وصلاۃ جو کچھ کرو یہ سب علامات اہل السنت والجماعت ہونے کی ہو اور اتباع شریعت صورۃً وعملاً جس کو حاصل ہو وہ وہابی ہو جائے گا مشہور ہے کہ کسی نواب صاحب نے کسی اپنے ہم نشین سے کہا کہ میں نے سنا ہے تم وہابی ہو انہوں نے جواب دیا حضور میں تو ڈاڑھی منڈاتا ہوں میں کیسے وہابی ہو سکتا ہوں میں تو خالص سنی ہوں دیکھیے علامت سنی کی ڈاڑھی منڈانا ہو گیا دجال المجدد دین نے اس رسالہ میں اس غرض خاص سے ان اکابر کو وہابی کہا تا کہ اہل عرب دیکھتے ہی غیظ و غضب میں آ کر تلملا جائیں اور بلا پوچھے گچھے بغیر تامل تکفیر کا فتویٰ دے دیویں اور پھر لفظ وہابیت کو متعدد جگہوں میں مختلف عنوانوں سے الفاظ خبیثہ سے یاد کیا حالانکہ عقائد وہابیہ اور ان اکابر کے معتقدات واعمال میں زمین و آسمان بلکہ اس سے زائد کا فرق ہے''۔ (الشہاب الثاقب: ص ۱۸۴، ۱۸۵)

وہابیت کا ایک خوفناک تصور:

بریلوی مجاوروں پیشہ ور واعظوں اور علماء سوء کو چونکہ علم ہے کہ ان کی عوام جب تک جاہل رہے گی ان کے نذرانے چلتے رہیں گے اسی لیے جہاں انہوں نے عوام کو یہ باور کرایا ہوا ہے کہ ہر متبع سنت اور بدعات وشرک سے منع کرنے والا وہابی ہے۔ان کے ذہنوں میں وہابیت کا ایسا خوفناک تصور بٹھایا ہوا ہے کہ کوئی شخص وہابیت کے اس تصور کے بعد ان کے قریب بھی نہیں پھٹکے گا۔مولانا ابوالکلام آزاد بھی اسی ماحول میں پلے بڑھے اپنے والد مولانا خیر الدین دہلوی جن کا شمار بریلوی اکابر میں ہوتا ہے کی تربیت کا نتیجہ بتاتے ہیں کہ انہوں نے اپنے گھر اور مریدین کے درمیان وہابیت کا کیا تصور قائم کیا ہوا تھا:

”ہمیں اس وقت یقین تھا کہ وہابی ان لوگوں کو کہتے ہیں جو اول تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فضیلت کے قائل ہی نہیں اگر قائل ہیں بھی تو صرف اتنے جیسے چھوٹے بھائی کے لیے بڑا بھائی، معجزات کے بھی منکر ہیں، ختم نبوت کے بھی قائل نہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ان کو تو ایک خاص بغض ہے۔ جہاں کوئی بات ان کی فضیلت ومنقبت کی آئی تو انہیں مرچیں لگیں مجلس میلاد کے اس لیے منکر ہیں کہ اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فضائل بیان کیے جاتے ہیں۔درود پڑھنے کو بھی برا جانتے ہیں کہتے ہیں کہ یارسول اللہ مت کہو کیونکہ رسول اللہ کی یاد انہیں کیوں پسند آنے لگی جہاں کوئی بات رسول کی فضیلت اولیاء اللہ کی منقبت بزرگان دین کی بزرگی کی کہی جائے یا کی جائے فوراً اسے شرک و بدعت کہہ دیتے ہیں اس لیے کہ انہیں ان سب سے بغض وکینہ ہے اور ان کی توہین وتذلیل ان کو خوش آتی ہے بحیثیت مجموعی وہابیوں کے بدترین خلائق ہونے کافر ہونے کافروں میں بھی بدترین قسم کے کافر ہونے میں کسی ردوکد کی ضرورت نہیں سمجھی جاتی تھی وہابیت کے متعلق یہ فضا تھی جس میں میں نے پرورش پائی“۔(آزاد کی کہانی خود آزاد کی زبانی:ص۲۷۹،۲۷۸)

ظاہر ہے کہ وہابیت کے اس مکروہ تصور کو ادنیٰ سے ادنیٰ مسلمان بھی اپنے لیے قابل قبول تصور نہیں بنا سکتا۔اہل بدعت کی اسی سوچ اور تصور کے مقابلے میں علمائے اہل السنت والجماعت

نے خود پر وہابیت کے الزام جس سے مقصود در پردہ اس قسم کے مکروہ عقائد کی نسبت تھی ہمیشہ سے سخت تردید کی اور ہم اب بھی کرتے ہیں۔

الحمدللہ یہاں تک تو ہم نے کھل کر وضاحت کر دی کہ ہماری طرف وہابیت کی نسبت محض افتراء اور غلط ہے ہم اہل السنت والجماعت اور فروع میں امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مقلد ہیں ہمارے اکابر نے اگر بعض مقامات پر خود کو وہابی کہا ہے تو وہ بھی بطور طنزاً تعریضاً ایسا کہا اس کے ہرگز یہ معنی نہ تھے نہ ہیں کہ معروف معنی میں بھی وہ وہابی ہیں، معاذ اللہ۔ دیکھیں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے منسوب ایک معروف شعر ہے:

ان كان رفضا حب آل محمد	فليشهد الثقلان انی رافضی

[ترجمہ] اگر آل محمد کی محبت رافضیت ہے تو اے جن وانس گواہ رہو میں رافضی ہوں۔

اب کوئی اس شعر کی بنیاد پر کہہ سکتا ہے کہ معاذ اللہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ رافضی تھے حالانکہ وہ اپنی رافضیت پر گواہ بھی قائم کر رہے ہیں؟ ہرگز نہیں بلکہ امام صاحب تو تعریضاً ایک بات کہہ رہے ہیں کہ اگر تم نے اہل بیت سے محبت کو رافضیت کا نام دے دیا ہے تو ٹھیک ہے مجھے رافضی سمجھو مگر میں اہل بیت کی محبت نہیں چھوڑ سکتا۔ یہی ہمارے اکابر کا مقصود تھا کہ اگر تم نے سنت کی دعوت بدعات رسومات وخرافات سے منع کرنے کو "وہابیت" سمجھ لیا ہے تو ہم وہابی ہی سہی مگر دعوت توحید وسنت نہیں چھوڑ سکتے۔

بریلوی علماء کا اقرار کے دیوبندی وہابیت کے مخالف ہیں:

مولوی غلام مہر علی لکھتا ہے:

"اگر وہابیوں کو برا کہنا ہی پیٹ پرستی ہے اور دنیا پرستی کی دلیل ہے تو پھر فیروز الدین صاحب کے سب اکابر دیوبندی مولوی بھی حرام خور ثابت ہوں گے"۔ (دیوبندی مذہب: ص ۱۳۷)

ظاہر ہے کہ یہ حرام خوری اسی صورت میں ثابت ہو سکتی ہے جب اکابر دیوبند نے وہابیوں کو برا بھلا کہا ہو۔

مولوی حسن علی رضوی آف میلسی لکھتا ہے:

"علاوہ ازیں جس طرح علماء اہلسنت کو علماء نجد کے ساتھ اعتقادی اختلافات ہیں اسی طرح علماء دیوبند کو بھی علماء نجد و محمد بن عبدالوہاب سے شدید اختلاف و نفرت ہے لہٰذا اگر علماء اہلسنت کا نجدی سعودی مکتب فکر سے اختلاف کوئی گناہ ہے تو خود اکابر علماء دیوبند بھی اس گناہ کے مرتکب ہیں...... علماء دیوبند علماء نجد کے ساتھ اپنے اکابر دیوبند کا شدید اختلاف و نفرت ملاحظہ کریں"۔

(رضائے مصطفیٰ: جمادی الاخریٰ ۱۴۰۷ھ: ص ۲، ۳)

جب پاکستان میں اپنے لوگوں سے نذرانے وصول کرنے ہوں تو دیوبندی وہابی بن جاتے ہیں اور جب سعودی عرب کو مشترکہ طور پر گالیاں دینے کا موقع تلاش کرنا ہو تو دیوبندی وہابیوں کے شدید مخالف بن جاتے ہیں عجیب منافقت ہے۔ اب آتے ہیں ان حوالوں کی طرف جس کو کاشف اقبال رضا خانی نے پیش کیا۔

نوٹ: یہ تمام حوالہ جات مولوی کاشف اقبال صاحب نے مولوی غلام مہر علی رضا خانی کی کتاب "دیوبندی مذہب صفحہ ۱۳۳ تا ۱۳۵ سے سرقہ کیے ہیں۔

پہلا حوالہ: مولوی اشرف علی تھانوی کہتے ہیں کہ میں تو کہا کرتا ہوں اگر میرے پاس دس ہزار روپیہ ہو سب کی تنخواہ کردوں پھر دیکھو خود ہی سب وہابی بن جاویں۔ افاضات الیومیہ: ج ۲ ص ۲۵۰"۔ (دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف: ص ۳۷)

جواب: حضرت حکیم الامت مجدد دین وملت رحمۃ اللہ علیہ کا پورا ملفوظ اس طرح ہے:

"ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ہمارے اکابر اہل بدعت کی مذمت میں غلو نہیں فرماتے تھے کیونکہ یہ اہل بدعت اگر اپنے علماء کے کہنے سے غلطی اور دھوکا میں ہیں تو معذور ہیں اللہ تعالیٰ معاف فرمادیں اور اگر قصداً ایسا کرتے ہیں تو مواخذہ فرمائیں گے ہم کیوں اپنی زبان کو گندہ کریں اس لیے بزرگوں کو کچھ زیادہ کہتے ہوئے یا لکھتے ہوئے نہیں دیکھا پھر فرمایا کہ میں تو کہا کرتا ہوں اگر میرے پاس دس ہزار روپیہ ہو سب کی تنخواہ کردوں پھر دیکھو خود ہی سب وہابی بن جائیں اہل باطل کے پاس روپیہ وافر ہے اس کے لالچ میں ان کی خواہش کی موافقت کرتے ہیں اہل حق بیچاروں کے

پاس روپیہ کہاں مگر اس پر بھی ان کو شب وروز وان تعدوا نعمة الله لا تحصوها کا مشاہدہ ہوتا ہے"۔

(ملفوظات حکیم الامت: ج ۲ ص ۲۰۲ ملفوظ نمبر ۳۵۹)

حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کی بات بالکل صاف اور واضح ہے کہ چونکہ اہل بدعت اہل باطل بریلویت رضاخانیت کے پاس ان کے انگریز آقا کی طرف سے روپیہ پیسہ وافر مقدار میں آتے ہیں اس لیے جاہل لوگ ان کی پیروی کرتے ہیں کہ دنیوی منفعت ہوگی اور اہل حق کو وہابی کہہ کر بدنام کرتے ہیں چونکہ نہ وہابیت کا مسئلہ ہے نہ حنفیت دیوبندیت کا مسئلہ، اصل مسئلہ پیٹ کا ہے اس لیے اگر ابھی ان نام نہاد اہلسنت کی تنخواہ باندھ دوں تو خود بخود سارے وہابی بن جائیں پھر وہابیت پر سارے فتوے بھول جائیں گے اس وقت سب سے بھلی چیز ان کو وہابیت ہی نظر آئے گی۔

دوسرا حوالہ: نجدی عقائد کے معاملہ میں اچھے ہیں۔ افاضات الیومیہ: ج ۴ ص ۳۳ یعنی تھانوی صاحب نجدی عقائد کو پختہ بتلاتے ہیں کہتے ہیں کہ خدا معلوم کیا ذہن میں آیا ہوگا جس کی بناء پر یہ کہا گیا ویسے تو عقائد میں نہایت ہی پختہ ہیں۔ افاضات الیومیہ: ج ۴ ص ۵۲۔

(دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف: ص ۳۸)

جواب: ملفوظات کی پوری عبارت اس طرح ہے:

"ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت عرفات میں اب خطبہ نہیں ہوتا تو فرمایا یہ کیوں یہ تو سنت ہے اور پھر نجدیوں کو اتباع سنت کا دعوی ہے پھر سنت کو کیوں ترک کیا عرض کیا وہ عرفات میں نجدی روتے تو بہت ہیں فرمایا رونا تو خطبہ کا قائم مقام نہیں ہوسکتا خطبہ کا ٹھیک طریقہ تو جب تھا کہ روتے بھی اور خطبہ بھی ہوتا اور بے خطبہ رونا تو ایسا ہے جیسے ایک میانجی بے محل روئے تھے، ایک میانجی متوسط الحال شخص کے ہاں بچے پڑھانے پر ملازم تھے وہ شخص کہیں باہر جا کر پانچ سو روپیہ ماہوار کے ملازم ہو گئے انہوں نے گھر اطلاعی خط بھیجا میانجی کے سوا اور کوئی خط پڑھنے والا نہ تھا گھر والوں نے میانجی کو خط پڑھنے کے لیے دیا خط پڑھ کر میانجی نے رونا شروع کر دیا گھر والوں کو

پریشانی ہوئی اور وجہ پوچھی کہا کہ وجہ تو بعد میں بتاؤں گا پہلے تم بھی رود، وہ بھی رونے لگے غل مچا محلہ والے سن کر آگئے رونے کی وجہ پوچھی، میانجی نے کہا تم بھی رود، محلہ والے بھی رونے لگے پھر لوگوں نے رونے کا سبب دریافت کیا تو میانجی نے کہا خط میں لکھا ہے میاں پانچ سو روپیہ کے ملازم ہو گئے تو لوگوں نے کہا اس میں رونے کی کیا بات ہے یہ تو خوش ہونے کی بات ہے، کہنے لگے نہیں رونے ہی کی بات ہے چنانچہ سنو! میں تو یوں رویا کہ اب وہ بچوں کو انگریزی پڑھائیں گے بجائے میرے کسی ماسٹر کو مقرر کریں گے، میرا روزگار گیا، اور گھر والوں کے رونے کی یہ بات ہے کہ بجائے ان کے اب وہ کسی میم صاحبہ کو لائیں گے ان کے روٹی کپڑے میں کھنڈت پڑے گی، اور اہل محلہ کے رونے کی یہ بات ہے کہ میاں کو موٹر کے لیے اور گھوڑوں کے لیے مکان اور اصطبل کی ضرورت ہوگی تو اہل محلہ ہی سے یہ مکانات خالی کرائے جائیں گے اس لیے سب کو رونا چاہیے، میانجی تھے بڑے دور اندیش کیا جوڑ لگایا ہے۔ تو بعض رونا بھی بے جوڑ ہوتا ہے بندۂ خدا خطبہ کیوں ترک کر دیا سنت کو تو بدعت نہیں کہہ سکتے خدا معلوم کیا ذہن میں آیا ہوگا جن کی بنیاد پر یہ کیا گیا، ویسے تو عقائد میں نہایت ہی پختہ ہیں، ہاں ایک کمی ہے جس کو میں اکثر کہا کرتا ہوں کہ نجدی ہیں تھوڑے سے وجدی بھی ہوتے تب بات ٹھیک ہوتی۔ خشک زیادہ ہیں کھرا پن ہے''۔

(ملفوظات: ج ۴ ص ۲۸ ملفوظ نمبر ۵۰)

ترجمان رضا خانیت نے کس قدر دھوکا دہی، فراڈ، اور دجل سے کام لیا ہے۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ تو ان نجدیوں کا رد کر رہے ہیں اس آدمی نے الٹا حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ پر الزام لگا دیا کہ نجدیوں کی حمایت کر رہے ہیں انہیں اچھا کہہ رہے ہیں۔ اگر حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو عقیدہ میں پختہ کہہ دیا تو یہ کہاں لکھا ہوا کہ ایسا کہنے والا حنفیت سے نکل کر نجدیت میں داخل ہو جاتا ہے؟ کیا مرزائی اپنے عقائد پر پختہ نہیں تو کیا رضا خانی اب مرزائی بن گئے؟

دوسرا اور تیسرا: اس کے بعد کاشف اقبال رضا خانی صاحب نے فتاویٰ رشیدیہ کے حوالے دیئے کہ وہابی متبع سنت کو کہتے ہیں اور محمد بن عبد الوہاب کے مقتدیوں کے عقائد اچھے تھے۔ یہ حوالہ جات ماقبل میں نقل کیے جا چکے ہیں اور ان کی وضاحت بھی ہو چکی ہے لہٰذا مکرر یہاں ان پر تبصرہ

کرنے کی ضرورت نہیں۔

چوتھا حوالہ: ''پھر مولوی رشید احمد گنگوہی نے اپنا اور وہابیہ کا عقائد میں متحد ہونا بتلایا ہے لکھتے ہیں کہ: عقائد میں سب متحد مقلد غیر مقلد ہیں البتہ اعمال میں مختلف ہوتے ہیں (فتاویٰ رشیدیہ: ص ۶۲) ایک جگہ اور لکھا ہے: عقائد سب (مقلد و غیر مقلد) کے متحد ہیں اعمال میں فرق ہے۔۔۔۔۔۔ (فتاویٰ رشیدیہ: ص ۲۶۶)''۔ (دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف: ص ۳۸)

جواب: ہم آپ کے سامنے اولاً مکمل سوال و جواب نقل کرتے ہیں اس کے بعد اپنی معروضات عرض کریں گے:

''سوال: مولانا سید نذیر حسین صاحب کو جو دہلی میں محدث ہیں جو لوگ ان کو مردود اور خارج از اہل سنت جانتے ہیں اور لا مذہب کہتے ہیں آیا یہ کہنا ان کا صحیح ہے یا نہیں باوجود صحیح نہ ہونے کے ایسے لوگ فاسق بدکار ہیں یا نہیں؟ اور مولانا صاحب کے عقائد اور اعمال موافق اہل سنت والجماعت ہیں یا نہیں اور حضرت سلمہ کے عقائد اور مولانا صاحب کے عقائد میں کچھ فرق ہے یا متفق ہیں گو بعض جزئیات میں یا اکثر میں تخالف ہو تو یہ کچھ ایسا امر نہیں ہے جس کی وجہ سے ان کو ایسا گمان کیا جائے جواب بطور بسط کے ارقام فرمائیں کیونکہ ایک عالم ان کو لعن طعن کرتا ہے اور بد تر فاسقین سے جانتا ہے۔ فقط۔

جواب: بندہ کو ان کا حال معلوم نہیں اور نہ میرے ساتھ ان کی ملاقات ہے لیکن جو لوگ ان کے حال کے بیان میں مختلف ہیں اگرچہ ان کو مردود اور خارج اہل سنت سے کہنا بھی سخت بے جا ہے عقائد میں سب متحد مقلد غیر مقلد ہیں البتہ اعمال میں مختلف ہوتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم''۔

(فتاویٰ رشیدیہ: ۶۲۔ تالیفات رشیدیہ: ص ۲۰۸)

جواب کا اول جملہ ''بندہ کو ان کا حال معلوم نہیں'' خود بتا رہا ہے کہ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے غیر مقلدین حضرات کے عقائد پوری طرح نہیں آئے تھے مولانا نذیر حسین صاحب کے متعلق اگرچہ منفی خبریں ان تک پہنچی مگر ان کے بالمقابل دیگر حضرات سے ان کی تعریف بھی پہنچی لہٰذا معلوم ایسا ہوتا ہے کہ حضرت کے سامنے پوری صورتحال واضح نہ تھی اور چونکہ اس وقت زیادہ

زور قرأت خلف الامام، بیس رکعات تراویح، اور تقلید پر تھا جیسا کہ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے ان پر مستقل کتاب بھی لکھی ہے تو حسن ظن یہی رکھا کہ چونکہ یہ حضرات خود کو مسلمان اور عامل بالحدیث کہتے ہیں اس لیے ان کے عقائد بھی اہل سنت کی طرح ہوں گے اور شوافع کی طرح صرف فروع میں احناف کے ساتھ اختلاف ہے اسی لیے عقائد میں دونوں کو متحد کہہ دیا مگر جیسے جیسے ان کی حقیقت کھلتی گئی حضرت کا موقف بھی سخت ہوتا گیا۔ چنانچہ بعد میں ان کا فتویٰ یہ تھا:

"کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین کہ زید آمین پکار کر تو نہیں پڑھتا مگر مولوی نذیر حسین دہلوی کا نہایت مداح ہے یہاں تک کہ جو اشتہار دربارہ گرفتاری ان کی مکہ معظمہ میں مشتہر ہوا تھا اس نے اس کو پھاڑ ڈالا اور حنفیوں کو اور غیر مقلدوں کو برا کہنے والے کو برا جانتا ہے پس ایسے شخص کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں؟ فقط۔

الجواب: جو مولوی نذیر حسین دہلوی کا مداح ہے بے شک غیر مقلد ہے اور اس کی امامت درست نہیں اول تو ان لوگوں کے عقائد و اعمال وہ ہیں جو جامع شواہد میں لکھے ہیں جس سے ان کا فاسق اور مبتدع ہونا معلوم ہوتا ہے دوسرے یہ فرقہ تعصب کر کے خواہ مخواہ اعمال میں مخالفت حنفیوں کی کرتے ہیں بہت سے افعال ایسے ہیں کہ اس سے نماز فاسد ہوتی ہے عند الحنفیہ تو ایسے شخص کے امام بنانے میں اپنی نماز کا خراب کرنا ہے لہٰذا ایسے شخص کے پیچھے نماز نہ پڑھے۔ واللہ تعالیٰ اعلم"۔

(باقیات فتاویٰ رشیدیہ: ص ۱۶۴)

حضرت کی سوانح تذکرۃ الرشید میں بھی غیر مقلدین حضرات کے متعلق ایک تفصیلی فتویٰ ہے جس سے صورتحال مزید واضح ہو جاتی ہے:

"زید اپنے آپ کو حنفی بتاتا ہے مگر مولوی نذیر حسین دہلوی کا مداح ہے اور آمد و رفت بھی رکھتا ہے یوں کہتا ہے کہ جامع شواہد میں جو عقائد غیر مقلدین کے درج ہیں وہ غلط ہیں صاحب جامع نے غیر مقلدین پر تہمت کی ہے زید مذکور اکثر بلکہ ہمیشہ غیر مقلدین کے ساتھ شریک ہو کر ان کی مسجد میں نماز پڑھتا ہے اب حنفیہ کی مسجد کا امام بننا چاہتا ہے اور کہتا ہے کہ غیر مقلدوں کی مداح کرنے والے شخص کی امامت میں تو کیا حرج ہو سکتا ہے میں تو حنفیہ کی کتابوں سے رافضی اور خارجی کی امامت کا

ثبوت دے دوں ایسے شخص کی امامت اور وعظ سننا جائز ہے یا ناجائز شرح قول فیصل تحریر فرما دیجیے کہ نزاع باہمی رفع ہو۔

جواب: غیب کی بات تو اللہ ہی جانتا ہے مگر اصل حال یہ ہے کہ اس زمانہ میں غیر مقلد تقیہ کر کے اکثر اپنے آپ کو حنفی کہہ دیتے ہیں اور وہ واقع میں حنفیہ کو مشرک بتلاتے ہیں خود مولوی نذیر حسین نے مکہ معظمہ میں غیر مقلد ہونے سے تبری اور حلف کیا اور حنفی اپنے آپ کو بتلایا اور ہندوستان میں وہ ہر روز سخت غیر مقلد تھے اور اب بھی وہ ویسے ہی ہیں سو جب امام کا یہ حال تو ان کے مقتدی کیسے کچھ ہوں گے اور مولوی نذیر حسین کا حنفیوں کو بدتر از ہنود کہنا معتبر لوگوں سے سنا گیا ہے اور خود مخلص شاگردان کے تقلید شخصی کو شرک بتاتے ہیں تو یہ شخص مداح ان کا کس طرح حنفی ہوسکتا ہے یہ دعویٰ اس کا قابل قبول نہیں بظاہر حال اور جامع الشواہد سے لاریب دوسرے غیر مقلدین بھی تبری کہتے ہیں مگر جس رسائل سے صاحب جامع شواہد نے نقل کیا ہے اس میں ہرگز تحریف نہیں چند موقع سے بندہ نے بھی مطالعہ کر دیکھی ہے اور یہ عقائد بعض غیر مقلدین کے بعض معتبروں کی زبانی دریافت ہوئے اور وہ خود اقرار کرتے ہیں پس یہ قول اس کا قابل طمانیت اور حال زید کا جو اس سوال میں درج ہے بظاہر اس کے غیر مقلد ہونے کی تصدیق کرتا ہے۔ اور یہ کہنا اس کا کہ حنفیہ سے صحت امامت رافضی اور خارجی کی دیتا ہوں غلط ہے یہ بھی دلیل اس کے غیر مقلد ہونے کی ہے۔ جو رافضی خارجی کفر کے درجے میں ہیں ان کی امامت کہیں نہیں لکھی اور جو فسق کے درجہ میں ہے اور کفر کے درجہ کو نہیں پہنچا اس کی امامت کراہت تحریمہ ہو جاتی ہے اور اس کے امام بنانے والا برضا گناہ گار ہوتے ہیں اور پہلے وقت کے رافضی خارجی اکثر ایسے ہوتے تھے۔ پس غیر مقلدین اس وقت کے جیسا کہ صاحب شواہد نے نقل کیا لا اقل کے فاسق ہوں گے اور جو غیر مقلد حنفیہ کو مشرک کہتے ہیں اور تقلید شخصی کو شرک بناتے ہیں بے شک فاسق ہیں سو ان کی امامت مکروہ تحریمہ ہے اور دانستہ ان کو امام بنانا حرام ہے اگرچہ نماز مقتدیوں کی بکراہت تحریمہ ادا ہو جاوے اور نماز بھی جب ادا ہو کہ کوئی مفسد نماز نہ ہووے ورنہ اس گروہ کو اس سے بھی باک نہیں ہے قے ہونے اور خون نکلنے سے یہ لوگ وضو نہیں کرتے اور ان کو ناقض وضو نہیں جانتے بھلا اگر ایسے وضو سے امام ہوں گے تو حنفیہ کی نماز کب ان کے پیچھے درست ہوسکتی ہے۔ گنگوہ میں ایک غیر مقلد نے اول فرض ظہر کو جمعہ کے دن

تنہا قبل جمعہ کے پڑھا پھر بے خبری میں جو مولوی جان کران کو لوگوں نے امام جمعہ بنادیا تو جمعہ لوگوں کو پڑھا دیا اور پھر لوگوں سے خود اقرار اس قصہ کا کیا۔اب دیکھو تقیہ اور دھوکا دہی ان کا کام ہے جو عالم ہیں اور مولوی برکت علی شاگرد نذیر حسین کا تھا حنفیہ کے قاعدہ کے موافق اس کا جمعہ بعد ظہر کے برباد گیا۔یہ حال ہے ان لوگوں کا پس بشرطیکہ کوئی مفسد صلوۃ کا بھی امام غیر مقلد نہ کرے تو بھی ایسے غیر مقلدوں کو جو حنفیہ کو مشرک بتادیں امام بنانا حرام ہے چہ جائیکہ ان پر اعتماد بھی نہ ہو۔اور وہ غیر مقلد عامل بالحدیث جو ہوائے نفسانی سے خالی اور محض لوجہ اللہ انصاف اور صدق سے عمل کریں اور کسی مقلد کو برا نہ کہیں اور سب کو حق پر جانیں ظاہر میں نظر نہیں آتے کوئی مخفی ہوگا۔اس زمانہ کے چھوٹے بڑے پڑھے اور جاہل سب زبان سے تو اپنے آپ کو حنفی بتلاتے ہیں مگر تقلید شخصی شرک ہی جانتے ہیں اور کہتے ہیں سب دعوے ان کے دروغ اور عندالتحقیق فریب معلوم ہوئے۔پس ایسے شخص کی امامت ہرگز ادا نہ کریں اور ایسے شخص کا وعظ سننا بھی عوام کو نہیں چاہیے کہ مآل اس کا اچھا نہیں اور مآل عدم التقلید بہت بد ہوتا ہے۔فقط واللہ اعلم''۔(تذکرۃ الرشید: ج۱ص ۱۷۸،۱۷۹ادارہ اسلامیات لاہور)

اس فتوے میں حضرت نے اول تو صاف اس بات کو واضح کر دیا کہ یہ لوگ تقیہ کرتے ہیں اور تقیۃً خود کو حنفی کہتے ہیں اس لیے حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے بھی اولاً انہوں نے خود کو حنفی اور اپنے عقائد موافق اہل السنۃ والجماعۃ ہی بتلائے ہوں گے اس لیے حضرت نے یہ کہہ دیا تھا کہ مقلد و غیر مقلد عقائد میں سب متحد ہیں مگر بعد میں جب تقیہ کی چادر اتری اور ان کے حقیقی عقائد سامنے آئے جیسا کہ اس فتوے اور اس سے ماقبل فتوے سے واضح ہے تو سختی سے ان کا رد کیا ان کی امامت کو مکروہ تحریمی اور وعظ سننے کو ناجائز قرار دیا۔ان کو خارج از اہل سنت قرار دے کر بدعتی شمار کیا۔ہمارے دیگر اکابر کا موقف بھی غیر مقلدین کے متعلق یہی ہے کہ ان کے ساتھ ہمارا اصولی اختلاف ہے نہ کہ فروعی چنانچہ بطور مثال صرف ایک حوالے پر اکتفا کرتا ہوں:

غیر مقلدین کے ساتھ ہمارا اصولی اختلاف ہے نہ کہ فروعی:

''نقل معاہدہ اہل حدیث وفقہ مدخولہ عدالت کمشنری دہلی سے گزرا مضمون معلوم ہوا ان جھگڑوں

میں بولنے کو لکھنے کو جی نہیں چاہا کرتا کیونکہ کچھ فائدہ نہیں نکلتا ناحق وقت ضائع ہوتا ہے مگر آپ نے دریافت فرمایا ہے ناچار عرض کیا جاتا ہے کہ اس کا مضمون بظاہر صحیح ہے مگر حقیقت میں دھوکا دیا ہے کیونکہ ہمارا نزاع غیر مقلدین سے فقط بوجہ اختلاف فروع وجزئیات کے نہیں ہے اگر یہ وجہ ہوتی تو حنفیہ وشافعیہ کی کبھی نہ بنتی لڑائی دنگا رہا کرتا حالانکہ ہمیشہ صلح واتحاد رہا بلکہ نزاع ان لوگوں سے اصول میں ہو گیا ہے کیونکہ سلف صالح کو خصوصاً امام اعظم علیہ الرحمۃ کو طعن وتشنیع کے ساتھ ذکر کرتے ہیں اور چار نکاح سے زائد کو جائز رکھتے ہیں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو در بارہ تراویح کے بدعتی بتلاتے ہیں اور مقلدوں کو مشرک سمجھ کر مقابلہ میں اپنا لقب موحد رکھتے ہیں اور تقلید ائمہ کو رسم مثل جاہلان عرب کی کہتے ہیں کہ وہ کہا کرتے تھے وجدنا علیہ آبائنا معاذ اللہ استغفر اللہ خدا تعالیٰ کو عرش پر بیٹھا ہوا مانتے ہیں فقہ کی کتابوں کو اسباب گمراہی سمجھتے ہیں اور فقہاء کو مخالف سنت ٹھہراتے ہیں اور ہمیشہ جویائے فساد وفتنہ انگیزی رہتے ہیں علی ہذا القیاس بہت سے عقائد باطلہ رکھتے ہیں کہ تفصیل وتشریح اس کی طویل ہے اور محتاج بیان نہیں بہت بندگان خدا پر ظاہر ہے خاص کر جو صاحب ان کی تصنیفات کو ملاحظہ فرماویں پر یہ امر اظہر من الشمس ہو جاوے گا پھر اس پر عادت تقیہ کی ہے موقع پر چھپ جاتے ہیں اکثر باتوں سے مکر جاتے ہیں اور منکر ہو جاتے ہیں پس بوجوہ مذکورہ ان سے احتیاط سب امور دینی ودنیاوی میں بہتر معلوم ہوتی ہے"۔ (امداد الفتاوی: ج ۴ ص ۵۶۲)

نوٹ: اس فتوے پر مندرجہ ذیل حاشیہ ہے:

"البتہ جس غیر مقلد میں یہ امور نہ ہوں اس کا حکم مثل شافعی المذہب کا ہے"۔

بریلوی اکابر کی طرف سے غیر مقلدین (اہلحدیث) علماء کی تعریف:

بریلوی محقق عصر اور بقول عبدالحکیم شرف قادری "محسن اہلسنت" حکیم محمد موسیٰ امرتسری معروف اہلحدیث علماء مولانا عبداللہ غزنوی اور مولانا عبدالجبار غزنوی کے متعلق لکھتے ہیں:

"مولانا غلام علی صاحب امرتسر کی فضا کو ایک حد تک سازگار بنا چکے تھے کہ مولانا سید عبداللہ غزنوی مرحوم امرتسر تشریف لے آئے ایک روایت کے مطابق امرت سر میں ان کا ورود مولانا قصوری ہی

کی تحریک پر ہوا تھا حضرت مولانا عبداللہ غزنوی (متوفی ۱۲۹۸ھ) اور ان کے صاحبزادے مولانا عبدالجبار غزنوی نے اپنی نیک صالحیت اور خدا پرستی کا لوگوں کے دلوں میں خوب سکہ بٹھایا ان کے مسلک سے اختلاف رکھنے والے اہل علم حضرات اور عوام سب اس بات پر متفق رہے کہ یہ لوگ نہایت نیک اور مخلص ہیں اسی طرح مولانا قصوری سے اختلاف رکھنے والے بھی ان کے اخلاص و تقویٰ کے قائل تھے مولانا قصوری اور مولانا غزنوی میں باہمی یگانگت و محبت کے باوجود دو ایک مسائل میں اختلاف بھی تھا اور وہ صرف علمی اختلاف تھا نہ کہ خلاف"۔ (تذکرہ علماء امرتسر: ص ۴۰)

ذرا اس حوالے پر بھی نظر کرم ہو:

"امرتسر کے علماء کرام سے اہلحدیث مسلک کے مبلغ اول مولانا ابوعبداللہ غلام العلی قصوری تھے ان ہی کی تحریک پر مولانا سید محمد داؤد غزنوی کے جدامجد مولانا سید عبداللہ غزنوی کا امرتسر میں ورود ہوا مولانا قصوری نہایت متقی اور زاہد و عابد انسان تھے ارشاد خداوندی لم تقولون مالا تفعلون کے پابند رہتے ہوئے وہ وعظ و نصیحت کا فریضہ سرانجام دیتے رہے یہی وجہ ہے کہ ان کو اپنے مقصد میں بہت زیادہ کامیابی و کامرانی نصیب ہوئی مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسری مرحوم مولانا قصوری کے شاگرد ارشد مولانا میر احمد اللہ کے تلمیذ رشید تھے انہوں نے اپنی تصنیف شمع توحید مطبوعہ ۱۹۳۸ء کے آخر میں امرتسر کی بالاجمال تاریخ ذکر کی"۔ (تذکرہ علماء امرتسر: ص ۳۳)

غور فرمائیں! کہ آپ کے مسلک کے مایہ ناز عالم دین اہلحدیث وہابیوں کے (ایک اہلحدیث عالم اس وقت کی اصطلاح کے مطابق وہابی۔ (علماء امرتسر: ص ۳۸) کو کس طرح خراج تحسین پیش کر رہے ہیں اور مولانا ثناء اللہ امرتسری کو "مرحوم" لکھ رہے ہیں اب تسلیم کرو کہ ہمارے علماء بھی "وہابی" اور "وہابی نواز" تھے اور تقیہ کر کے سنی بنے ہوئے تھے۔ انہی مولانا ثناء اللہ امرتسری مرحوم کے بارے میں لکھتے ہیں:

"مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ مرحوم پر کسی نے قاتلانہ حملہ کیا تھا مگر خوش قسمتی سے بچ گئے اس حملے کی یادگار کے طور پر رسالہ شمع توحید تصنیف فرمائی"۔ (تذکرہ علماء امرتسر: ص ۳۴)

مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ مرحوم۔ (تذکرہ علماء امرتسر: ص ۴۴)

جو مولانا ثناء اللہ مرحوم کے استاد۔ (تذکرہ علماء امرتسر: ص ۴۹)

مولوی کاشف اقبال رضا خانی صاحب لکھتے ہیں:

''وہابیہ کے شیخ الاسلام ثناء اللہ امرتسری''۔ (وہابیت کے بطلان کا انکشاف: ص ۲۵)

اسی شیخ الاسلام کو آپ کے علماء ''مرحوم'' لکھ رہے ہیں۔ مولانا غلام اللہ قصوری کے تذکرے میں لکھتے ہیں:

''مولانا کے زمانہ قیام امرتسر میں حنفی وہابی کا جھگڑا بہت زوروں پر تھا مولانا خود بڑے متشدد حنفی تھے مگر آپ نے ہمیشہ اس قسم کے مناظروں اور مباحثوں سے احتراز کیا وہ اس قسم کی بحثوں کو جمعیت اسلامی کے لیے سخت مہلک سمجھتے تھے''۔ (تذکرہ علماء امرتسر: ص ۷۵)

حضرت شاہ ابوالخیر دہلوی مرحوم کے مرید وخلیفہ مولانا انوار احمد صاحب کے متعلق لکھتے ہیں:

''مولانا علیہ الرحمۃ بڑے عالی ظرف اور معتدل مزاج صوفی بزرگ تھے فرقہ بندی اور پارٹی بازی وغیرہ قسم کے گھٹیا خیالات سے آپ کو دور کا تعلق بھی نہیں تھا ان کے اساتذہ کرام اور مشائخ عظام حضرت مولانا فضل الرحمٰن گنج مرادآبادی مولانا علامہ احمد حسن کانپوری حضرت رحمت اللہ کیرانوی ثم مکی حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی اور حضرت شاہ ابوالخیر دہلوی رحمہم اللہ تعالیٰ کا جیسا معتدل مسلک تھا ویسا ہی ان کا تھا بریلوی دیوبندی اور وہابی قسم کے جھگڑوں کو ہرگز پسند نہ فرماتے تھے''۔

(تذکرہ علماء امرتسر: ص ۱۰۶)

لوجی! اس آدمی نے تو کمال ہی کر دیا اور رضا خانیت کا جنازہ نکال دیا کہ یہ سارے مشائخ دیوبندی بریلوی وہابی اختلافات کو ہرگز پسند نہ فرماتے تھے۔ بریلوی مسعود ملت پروفیسر مسعود صاحب اپنے والد بریلوی مفتی اعظم مفتی مظہر اللہ دہلوی کے متعلق لکھتے ہیں:

''اعلیٰ حضرت کے اساتذہ گرامی نواب قطب الدینؒ اور مولوی نذیر حسین صاحبؒ اپنے عہد کے جید علماء میں شمار کیے جاتے تھے''۔ (تذکرہ مظہر مسعود: ص ۱۷)

پروفیسر مسعود احمد صاحب نذیر حسین دہلوی صاحب جن کے متعلق حنیف قریشی لکھتا ہے:

''بانی جماعت اہلحدیث امام غیر مقلدین نذیر حسین دہلوی''۔ (گستاخ کون: ص ۶۷)

اور کاشف اقبال رضا خانی صاحب لکھتے ہیں:

''وہابیہ کے محدث نذیر حسین دہلوی''۔(وہابیت کے بطلان کا انکشاف:ص ۱۹)

مولوی نذیر حسین دہلوی کو ''رحمۃ اللہ علیہ'' اور ''جید علماء'' میں شمار کر رہے ہیں۔اور خواجہ غلام فرید چاچڑاں جن مولوی نذیر حسین دہلوی کے متعلق فرماتے ہیں:

''قطب الموحدین حضرت خواجہ محمد بخش رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کیا کہ حضور لوگ مولوی نذیر حسین کو غیر مقلد اور وہابی کہتے ہیں وہ کیسے آدمی تھے آپ نے فرمایا کہ سبحان اللہ وہ تو ایک صحابی معلوم ہوتے ہیں آپ نے فرمایا کہ کسی شخص کی عظمت کے لیے یہی کافی دلیل ہے کہ دنیا میں اس کی مانند کوئی نہ ہو چنانچہ آج کل کے زمانے میں علم حدیث میں ان کا کوئی نظیر نہیں ہے نیز وہ اس قدر بے نفس ہیں کہ اہل اسلام کے کسی فرقے کو برا نہیں کہتے اگر چہ لوگ ان کو منہ پر برا کہتے ہیں لیکن وہ کسی کو برا نہیں کہتے یہ بات کس میں ہے اب اگر چہ وہ بہت ضعیف ہو چکے ہیں تاہم وہ اپنا کام خود کرتے ہیں حتی کہ مہمان کو کھانا بھی خود اٹھا کر دیتے ہیں وہ کسی شخص سے یہ نہیں پوچھتے کہ تم صوفی ہو یا کیا مذہب رکھتے ہو''۔(مقابیس المجالس:ص ۷۹۶)

پانچواں حوالہ: المہند کا دیا جس کی تفصیل ماقبل میں گزر چکی ہے۔

چھٹا حوالہ: وہابی ہونا تو اہل دیوبند کے لیے عظیم نعمت ہے لکھا ہے کہ چاہے فاسق یا بے غیرت کہے کہیں یا وہابی یا بے علت کہیں اپنے حق میں صیقل زرنگار ہے۔(تقویۃ الایمان وتذکرۃ الاخوان:ص ۳۵۲)۔(دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف:ص ۳۹)

جواب: کتاب کا نام تذکرۃ الاخوان نہیں تذکیر الاخوان ہے جو بعض ناشرین نے تقویۃ الایمان کے ساتھ چھاپ دی ہے۔یہ کتاب مولانا محمد سلطان شاہ صاحب مرحوم کی ہے نہ کہ شاہ اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کی ہے۔ان کا مقصود بھی تعریضاً یہ بات کرنا ہے کہ اگر رسومات سے منع کرنے کی وجہ سے تم ہمیں وہابیت کا طعنہ دو تو ہمیں یہ منظور ہے۔

ساتواں حوالہ: پھر تھانوی کے نزدیک ان کے ہاں نہ جانے کتنی قوت ہے کہتے ہیں کہ دیوبندیوں وہابیوں کو اپنی قوت معلوم نہیں ...... یہ ایسی بات ہے جیسے مشہور ہے کہ بھیڑیئے کو اپنی

قوت معلوم نہیں''۔افاضات الیومیہ: ج ۷ ص ۸۲۔(دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف: ص ۳۹)

جواب: پورا ملفوظ ملاحظہ ہو:

''ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایک صاحب بصیرت و تجربہ کہا کرتے تھے کہ ان دیوبندیوں وہابیوں کو اپنی قوت معلوم نہیں یہ اپنے آپ کو ہیچ در ہیچ ناکارہ سمجھتے ہیں مخالفین کو ان کی قوت معلوم ہے یہی وجہ ہے کہ مخالفین ان پر حسد کرتے ہیں یہ ایسی بات ہے جیسے مشہور ہے کہ بھیڑیئے کو اپنی قوت معلوم نہیں''۔(ملفوظات: ج ۷ ص ۹ ملفوظ نمبر ۱۱۲)

اب کوئی اس عقل و خرد سے عاری شخص سے پوچھے کہ آخر اس میں حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے کب اپنے آپ کو وہابیوں کا مقلد یا اپنی حنفیت کا انکار کیا ہے؟ اس میں تو صرف یہ کہا ہے کہ دیوبندیوں وہابیوں کو اپنی طاقت کا علم نہیں اور واقعی یہ بات درست ہے کہ الحمدللہ اہل السنۃ والجماعۃ دیوبند صرف تھوک دیں تو یہ رضاخانی اسی میں بہہ جائیں۔ان رضاخانیوں نے کبھی مرد میدان بن کر اہل حق کا مقابلہ و سامنا نہ کیا کبھی روافض، تو کبھی سیکولر و جمہوری لادین حکومتوں تو کبھی انگریز کی پشت پناہی اور ان کے ڈالروں کے بل بوتے پر آستین کا سانپ بن کر اہل حق کو ڈسا اور مٹانے کی ناکام کوشش کی۔

دیوبندیوں کے نزدیک چار مصلے برے ہیں:

آٹھواں حوالہ: مندرجہ بالا عنوان لگا کر رضاخانی ترجمان لکھتا ہے: دیوبندی مولوی رشید احمد گنگوہی اہل سنت کے چار مصلے برے ہیں چنانچہ لکھتے ہیں کہ البتہ چار مصلے کو مکہ معظمہ میں مکرر کیے ہیں یہ امر زبوں ہے۔(سبیل الرشاد: ص ۲۱۔تالیفات رشیدیہ: ص ۵۱۷)''۔

(دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف: ص ۳۹۔انوار شریعت: ج ۲ ص ۳۱۹)

جواب: پہلے آپ حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی پوری عبارت ملاحظہ فرمائیں اس کے بعد ہم آپ کے سامنے رضاخانیوں کا دجل ظاہر کریں گے:

''البتہ چار مصلے جو مکہ معظمہ میں مکرر کیے ہیں لاریب یہ امر زبوں ہے کہ تکرار جماعت و افتراق اس

سے لازم آگیا کہ ایک جماعت ہونے میں دوسرے مذہب کی جماعت بیٹھی رہتی ہے اور شریک جماعت نہیں ہوتی اور مرتکب حرمت ہوتے ہیں''۔ (تالیفات رشیدیہ: ص ۵۱۷)

رضاخانیوں نے یہ دھوکا دینے کی کوشش کی کہ معاذ اللہ مکہ معظمہ میں جو چار مصلے حنفی، مالکی، حنبلی، شافعی کے ہیں جن پر ہر مسلک والا اپنے ہم مسلک امام کی اقتداء میں نماز پڑھتا تھا یہ سب اہل سنت معاذ اللہ برے ہیں حالانکہ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ مقصود ہرگز نہیں اور ہو بھی کیسے سکتا ہے کہ وہ اپنی اسی کتاب ''سبیل الرشاد'' میں زور وشور سے ائمہ مجتہدین اور حنفی، حنبلی، شافعی، مالکی مسالک کا دفاع کررہے ہیں۔ ملاحظہ ہو ذرا غیر مقلدین کے ایک اعتراض کا جواب حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے قلم سے:

''پس صحابہ کا طریقہ اور ان کی اتباع راہ نجات ہے اور وہی فرقہ ناجیہ ہے لہٰذا جملہ مجتہدین اور ان کے اتباع اور جملہ محدثین فرقہ ناجیہ اہل السنۃ والجماعۃ ہو گئے بحکم حدیث صحیح۔ البتہ جو جہال کے محدثین مقبولین کو اپنی تقلید کے جوش وتعصب میں طعن وتشنیع کرتے ہیں یا جو عامل بحدیث بزعم خود ہو کر فقہاء مجتہدین راسخین پر سب وشتم کرتے ہیں اور فقہ کے مسائل مستنبط عن النصوص کو بنظر حقارت دیکھ کر زشت وزبوں جانتے ہیں وہ لوگ خارج از فرقہ ناجیہ اہلسنت اور متبع ہوائے نفسانی اور داخل گروہ اہل ہوا کے ہیں فقط...... اور حنفی اور شافعی وغیرہ القاب میں کوئی گناہ یا کراہت نہیں کیونکہ یہ سب مجتہدین محمدی ہیں کہ متبع سنت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہیں سو جو حنفی ہے مثلاً وہ موحد بھی ہے اور محمدی بھی ہے اور حنفی کے یہ معنی کہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو وہ اعلم وافضل جانتے ہیں اور دیگر ائمہ کو بھی علی الحق عقیدہ رکھتے ہیں اور علی ہذا شافعی وغیرہ اور یہ لقب برابر علمائے اہل حق میں قدیم سے شائع ہو رہا ہے بلانکیر کہ کسی نے اس پر اعتراض نہیں کیا اور خیر القرون میں بھی بایں معنی تلقب ثابت ہوا ہے کہ علوی اس شخص کو بولتے تھے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو افضل جانتا تھا عثمانی اس کو کہتے تھے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو افضل جانتا تھا چنانچہ صحیح بخاری میں یہ لقب بایں معنی موجود ہے۔ پس جب نظیر اس کی موجود ہے تو اس پر اعتراض کرنا اور اس کو بدعت جاننا کام اہل علم کا نہیں البتہ عوام اور نادان اپنے جہل کے سبب ایسے کلام کیا کرتے تھے۔ آخر لقب محمدی کرنا بھی تو خود اسی فرقہ

کا ایجاد ہے کسی حدیث سے اس کا حکم جواز استخراج کر سکتے ہیں؟اور اگر وہ اس لفظ کو بوجہ اتباع فخر عالم علیہ السلام کے بتاتے ہیں تو چونکہ صحابہ فخر عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اعمال مختلفہ سے ابو حنیفہ و شافعی وغیرہما مجتہدین رحمۃ اللہ علیہم نے اپنا مذہب خود مقرر کیا ہے تو حنفی ہونے کا لقب بھی اسی پر قیاس کر لیجیے کہ بوجہ اتباع ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ و شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے ٹھہرا ہے اور اتباع ائمہ نہیں مگر اتباع صحابہ و فخر عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا پھر اس تلقب میں کیا عجب ہو سکتا ہے''۔(سبیل الرشاد مندرجہ تالیفات رشیدیہ:ص ۵۱۵ تا ۵۱۷)

اللہ اکبر!جو شخص اتنے زور و شور سے براہین عقلی و نقلی سے حنفیت کو ثابت کر رہا ہو ان کی طرف نسبت کو بیان کر رہا ہو اس کے بارے میں یہ کہنا کہ وہ ان کو برا کہہ رہے ہیں عوام کو دھوکا دینا نہیں تو اور کیا ہے۔رضا خانی نے جو عبارت پیش کی اس میں حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا مقصود صرف اتنا ہے کہ یہ جو طریقہ چل پڑا کہ چار دفعہ ایک جماعت ہوتی ہے حنفی حنفی کے پیچھے، مالکی مالکی کے پیچھے، شافعی شافعی کے پیچھے، حنبلی حنبلی کے پیچھے نماز پڑھتے ہیں یہ طریقہ درست نہیں ایک تو اس سے امت مسلمہ کی جو عظیم اجتماعیت کا مظاہرہ عالم اسلام کے اس مرکز میں ہوتا ہے اسے گزند پہنچتی ہے دنیا کے سامنے یہ تاثر جاتا ہے کہ یہ مسلمان تو ایک دوسرے کے پیچھے نماز تک پڑھنے کے لیے تیار نہیں یہ تاثر ابھرتا ہے کہ گویا ہم ایک دوسرے کو گمراہ سمجھتے ہیں معاذ اللہ۔پھر جب دوسرے مسلک والا نماز پڑھ رہا ہو تو پہلے مسلک والے کو باوجود جماعت ہونے کے انتظار میں بیٹھے رہنا پڑتا ہے ثالثاً ایک ہی مسجد میں تکرار جماعت ہو رہی ہوتی ہے۔اب جواب دیں کہ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے کون سی قرآن و حدیث کے خلاف بات کہہ دی ہے؟

علماء احناف رضا خانی فتوے کی زد میں:

علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

"ذکر العلامۃ الشیخ رحمہ اللہ السندی تلمیذ المحقق ابن الھمام فی رسالتہ ان مایفعلہ اھل الحرمین من الصلوۃ بائمۃ متعددۃ و جماعات مترتبۃ مکروہ اتفاقا و انہ نقل عن بعض مشائخنا انکارہ صریحا حین حضر

الموسم بمكة سنة احدى و خمسين و خمس مائة منهم الشريف الغزنوى و انه افتى الامام ابو القاسم الحبان المالكى سنة خمسين و خمس مائة بمنع الصلوة بائمة متعددة و جماعات مترتبة و عدم جوازها على المذهب العلماء الاربعة و رد على من قال بخلافه و نقل انكار ذالك عن جماعة من الحنفية والشافعية والمالكية حضر و الموسم سنة احدى و خمسين و خمس مائة"۔

(فتاویٰ شامی: ج ۲ ص ۲۸۹ رومنحۃ الخلق حاشیۃ البحر الرائق: ج ا ص ۳۶۶ ردار الکتاب الاسلامی)

[ترجمہ] محقق ابن الہمام کے شاگرد علامہ سندھی نے اپنے ایک مستقل رسالے میں لکھا کہ یہ جو اہل حرمین کرتے ہیں متعدد ائمہ اور پے در پے جماعتوں کے ساتھ نماز پڑھنے کو بالاتفاق مکروہ کہا اور ہمارے بعض مشائخ (حنفیہ) میں سے جن میں سے ایک شریف غزنوی ہے اس عمل کا صریح انکار کیا جبکہ وہ ۵۵۱ھ میں حج کے موقعہ پر مکہ مکرمہ پہنچے۔اور بلاشبہ ابوالقاسم الحبان المالکی نے ۵۵۰ھ میں اس طرح متعدد (مسالک کے) امام اور پے در پے جماعتوں کے ساتھ نماز کے ناجائز اور ممنوع ہونے کا مذاہب اربعہ کی رو سے فتویٰ دیا اور ان لوگوں کی تردید کی جو اس کے خلاف کہتے ہیں۔

رضاخانی ملاحظہ فرمائیں کہ کن کن ائمہ اربعہ نے اس فعل کی مذمت بیان کی اور کتنے علماء اسلام مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے پیچھے کھڑے ہیں تمہارا فتویٰ کن کن مقدس ائمہ پر لگ رہا ہے۔

آج پوری دنیا کا عمل محدث گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے فتویٰ پر ہے:

الحمدللہ! اللہ نے اپنے اس ولی کامل کی خواہش کو پورا کیا اور آج پوری دنیا کے مسلمانوں کا عمل حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے فتوے پر ہے اور ہر مسلک والا (سوائے رضاخانی مذہب کے) مسلمان خانہ کعبہ میں ایک ہی امام کے پیچھے نماز پڑھ کر جمعیت اسلامی کا عظیم الشان مظاہرہ کرتے ہیں اور احمد رضاخان کے ہندوستانی دین و مذہب کے ماننے والے ان سے الگ ہو کر "من شذ شذ فی النار" کے مصداق ہیں۔

احمد رضا خان نے چار مصلے ہونے کے باوجود حنفی امام کے پیچھے نماز پڑھنے سے انکار کر دیا تھا:

مولانا احمد رضا خان بریلوی صاحب کہتے ہیں:

''نماز صبح کے سوا کہ ہمارے نزدیک اس میں اسفار یعنی وقت خوب روشن کر کے پڑھنا افضل ہے اور شافعہ کے نزدیک تغلیس یعنی خوب اندھیرے سے پڑھنا، تین مصلوں پر نماز پہلے ہو جاتی ہے اور مصلائے حنفی پر سب کے بعد باقی چار نمازیں سب سے پہلے مصلائے حنفی پر ہوتی ہیں۔ ہمارے امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک وقت عصر دو مثل سایہ گزر کر ہے اس کے بعد نماز حنفی ہوتی ہے اس کے بعد باقی تین مصلوں پر۔ وہ لوگ اپنے لیے اسے بہت تاخیر سمجھتے، آخر کوشش کر کے حنفیہ سے یہ کرا لیا کہ تمام عصر مطابق قول صاحبین رضی اللہ تعالیٰ عنہما مثل دوم کے شروع میں پڑھ لیں اس بار کی حاضری میں یہ جدید بات دیکھی اگرچہ کتب حنفیہ میں یہاں قول صاحبین پر بھی بعض نے فتویٰ دیا مگر اصح واحوط واقدم قول سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے اور فقیر کا معمول ہے کہ کسی مسئلہ میں بے خاص مجبوری کے قول امام سے عدول گوارا نہیں کرتا جس کی تفصیل جلیل میرے رسالے اجلی اعلام بان الفتوی مطلقاً علی قول الامام میں ہے

اذا قال الامام فصدقوہ　　فان القول ما قال الامام

ہم حنفی ہیں نہ کہ یوسفی وشیبانی میں اس بار جماعت میں بنیت نفل شریک ہو جاتا اور فرض عصر مثل دوم کے بعد میں اور حضرت مولانا شیخ صالح کمال حضرت مولانا سید اسمٰعیل ودیگر بعض محتاطین حنفیہ اپنی جماعت سے پڑھتے''۔ (ملفوظات: حصہ دوم، ص ۱۴۴)

لیجیے!!! آپ کے اعلیٰ حضرت تو وہاں حنفی مصلے پر بھی فرض نماز پڑھنے کو تیار نہیں اور وہاں بھی اپنی تجدد پسندی اور اختلافی وافتراقی مزاج کی وجہ سے ''من شذ شذ فی النار'' کے مصداق اپنی الگ جماعت کروا رہے ہیں۔

علماء وائمہ حرمین پر رضا خانیوں کے کفر کے فتوے:

بریلوی شیخ الحدیث فیض احمد اویسی لکھتا ہے:

"امام حرم (مکہ معظّمہ و مدینہ طیبہ) ہمارے دور میں وہابی عقائد سے منسلک ہے اسی لیے برے عقیدہ والے کی اقتداء میں نماز نہیں ہوتی ہمارے اسلاف...... نے کبھی گندے عقیدے والے کی اقتداء میں نماز نہیں پڑھی"۔ (امام حرم اور ہم: پیش لفظ)

مولوی ضیاء الدین رضا خانی لکھتا ہے:

"اس وقت نماز ان کے پیچھے نہیں ہوتی کیونکہ بعض عقائد کفر کی حد تک پہنچے ہوئے ہیں احتیاط اسی میں ہے کہ اپنی نماز اگر ممکن ہو سکے تو الگ جماعت کے ساتھ ادا کرے اور اگر بہتر ہو تو انفرادی طور پر ادا کرے ویسے فساد سے بچنے کے لیے اور مسلمانوں میں بدگمانی سے دور رہنے کے لیے اگر کوئی پڑھتا ہے تو ٹھیک ہے"۔ (امام حرم اور ہم: ص ۱۵)

"مسلمانوں کی بدگمانی سے بچنے کے لیے" معلوم ہوا کہ ساری دنیا کے مسلمان ائمہ حرمین کو مسلمان سمجھتے ہیں اور ان کے پیچھے نماز نہ پڑھنے والے ہندی مشرکین کو برا سمجھتے ہیں۔

مفتی غلام محمد شرقپوری رضا خانی لکھتا ہے:

"امام کعبہ اور امام مسجد نبوی عبد الوہاب نجدی اور دیگر عبارات کفریہ کے قائلین کو اپنا پیشوا مانتے ہیں اور ان کو کافر نہیں مانتے لہٰذا امام کعبہ اور امام مسجد نبوی کافر ٹھہرے مرتد ٹھہرے اور جو ان کو کافر نہ کہے وہ بھی کافر ہے اور ایسے اماموں کے پیچھے نماز پڑھی ناجائز ہے اور ان کا ذبیحہ مردار ہے"۔

(کیا ہر فرقہ کا ذبح کیا ہوا جانور حلال ہے؟ ص ۲۲)

مزید تفصیل کے لیے ترجمان مسلک دیوبند حضرت مولانا ابوایوب قادری صاحب زید مجدہ کی کتاب "دست و گریبان جلد دوم کا مسئلہ اول" پڑھیں۔ مولانا سعید قادری چشتیاں نے اپنی کتاب "تقدیس حرمین" میں پاکستان کے ۴۹ رضا خانی بریلوی مفتیوں کے فتاویٰ کو نقل کیا ہے جس میں انہوں نے لکھا ہے کہ ائمہ حرمین وہابی گستاخ ہیں لہٰذا ان کے پیچھے نماز نہیں ہوتی جماعت کے وقت بجائے جماعت میں شریک ہونے کے بیت الخلاء آباد کیا کرو۔ مفتی مختار رضا خانی اس بات کا اقرار کرتا ہے کہ وہاں لاکھوں مسلمان نماز پڑھتے ہیں ائمہ کے پیچھے صرف ہم الگ بیٹھے ہوئے

ہوتے ہیں لاکھوں کے ہجوم میں کسی ایک آدمی کا بیٹھے رہنا اور نماز میں شامل نہ ہونا کئی فتنوں کا باعث ہوگا نظریہ ضرورت کے ماتحت حل یہ ہے کہ جماعت میں عام مسلمانوں کے ساتھ شامل ہوجائے''۔

(تقدیس حرمین :ص ۱۶۰،۱۶۱)

مفتی فیض احمد اویسی لکھتا ہے:

''سوال: حرمین طیبین میں لاکھوں نماز کا ثواب ملتا ہے، جماعت سے نہ پڑھی گئی تو؟

جواب: خود امام کی نماز نہ ہو تو تمہاری نماز کہاں جائے گی لاکھوں کے لالچ میں ایک نماز بھی جائے گی جس کا قیامت میں مواخذہ ہوگا''۔ (امام حرم اور ہم: ص ۳۴)

پاکستانی حکومت ،فوج وعوام بریلوی فتوے کی زد میں:

رضاخانیوں کے نزدیک سعودی معاذ اللہ وہابی گستاخ ہیں اب ان وہابیوں کے سربراہ شاہ عبداللہ صاحب مرحوم کا انتقال کچھ عرصہ پہلے ہوا تو ان کے جنازے میں وزیر اعظم پاکستان جناب نواز شریف وزیر اعلی پنجاب شہباز شریف اور دیگر اعلی سرکاری حکام نے سعودی عرب جاکر شرکت کی ان کا نماز جنازہ پڑھا۔(روزنامہ ایکسپریس۔نوائے وقت۔دنیا۔جنگ کا مین پیج ۲۴ جنوری ۲۰۱۵) غضب خدا کا خارجیوں کے جنازے میں شرکت دہشت گرد سربراہ کے جنازے میں شرکت!!! رضاخانیو! جوش خطابت کا اظہار کریں۔۔۔!!!

آگے ملاحظہ ہو:

آرمی چیف نے سعودی سفارت خانہ جاکر شاہ عبداللہ کی وفات پر تعزیت کی اور اپنے تاثرات لکھے شاہ عبداللہ کی وفات عالمی سانحہ ہے آرمی چیف۔

(۲۹ جنوری ۲۰۱۵، ایکسپریس، جنگ، نوائے وقت)

رضاخانیو! وقت امتحان ہے ڈریئے مت، موت تو آنی ہے پھر حق کلمہ کہنے کی پاداش میں موت آجائے تو اس سے بہتر موت کیا ہوگی؟ اس لیے ہمت کریں۔ہم امید کرتے ہیں کہ رضاخانی جلد سے جلد خارجیوں کے ان حمایتیوں کے خلاف بھی ایک بیان ریکارڈ کروائیں گے

اور اگر انہوں نے ایسا نہیں کیا تو عوام سمجھ جائے کہ امریکی ڈالروں پر پلنے والے ان جمعراتی مولویوں کو پاک فوج اور پاکستان کی عوام کی نظروں میں علماء دیوبند کی عظمت ہضم نہیں ہو رہی ہے اور وطن کی محبت نہیں بلکہ دل کا بغض ایسے بیانات کرنے پر ان کو ابھارتا ہے۔

اسی طرح سعودی یمن کی جنگ میں جب امام حرم حضرت شیخ خالد الغامدی حفظہ اللہ جب پاکستان کے دورے پر آئے تو عوام وحکومت سے انہیں بھرپور پذیرائی ملی، پاکستانی پارلیمنٹ سے خطاب کیا اور یکم مئی ۲۰۱۵ بروز جمعہ فیصل مسجد میں نماز پڑھائی جس میں وزیر مذہبی امور، صدر ممنون حسین سمیت پیر کرم شاہ کے بیٹے امین الحسنات نے بھی شرکت کی۔

نواں اور دسواں حوالہ: دیوبندی تبلیغی جماعت کے مولوی محمد یوسف واضح دوٹوک کہتے ہیں کہ ہم خود اپنے بارے میں بھی صفائی سے عرض کرتے ہیں کہ ہم بڑے سخت وہابی ہیں (سوانح مولانا محمد یوسف: ص ۲۰۲ طبع کراچی) دیوبندی محدث اور تبلیغی جماعت کے شیخ مولوی محمد زکریا بھی واضح طور پر کہتے ہیں مولوی صاحب میں خود تم سے بڑا وہابی ہوں۔ (سوانح مولانا محمد یوسف: ص ۲۰۴)۔ (دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف: ص ۳۹)

جواب: پورا واقعہ اس طرح ہے:

حضرت مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مرض الموت میں سب سے بڑا مسئلہ جس نے حضرت کے متعلقین اور اکابر وقت کو فکر وتشویش میں مبتلا کر دیا تھا وہ یہ تھا کہ دعوت الی اللہ کے سلسلہ میں حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی نیابت کون کرے گا؟ اور دعوت کا وہ کام جو بڑے یقین، درد، سوز اور ذوق وشوق، انہماک کو چاہتا ہے جو اس وقت بظاہر کسی میں نہیں ہے کیسے چلے گا؟ اس وقت مرکز میں بڑے بڑے بزرگ اور مشائخ جمع تھے، حضرت مولانا عبد القادر صاحب رائے پوری، حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب، مولانا ظفر احمد صاحب عثمانی، حافظ فخر الدین صاحب خلیفہ مجاز حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری قابل ذکر ہیں ان سب کو اس معاملے میں تشویش وفکر تھی، اس سلسلہ میں جو کچھ ہوا وہ تفصیل سے مولانا محمد

منظور نعمانی نے منضبط کیا ہے درج ذیل ہے۔انہی کے الفاظ میں اس مسئلہ کے متعلق پڑھیے۔۔۔

''حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی علالت، وصال سے دو تین مہینے پہلے اگر چہ بہت نازک شکل اختیار کر چکی تھی، لیکن حضرت کے بعض خاص حالات کی وجہ سے خدام کو ان کی زندگی اور صحت کے بارے میں اچھی امیدیں تھیں۔ مگر دو ہفتے پہلے سے حالت اتنی نازک اور سقیم ہوگئی کہ بظاہر اسباب صحت کے لیے امید کی گنجائش نہ رہی۔ یہ عاجز اور رفیق محترم مولانا علی میاں بھی حضرت کے دوسرے بیسیوں خدام اور محبین کی طرح وہیں مقیم تھے ہم لوگوں کو حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت کے ساتھ ساتھ حضرت کی دینی دعوت سے بھی اچھا خاصا تعلق ہو گیا تھا، اس لیے قدرتی طور پر حضرت کی زندگی کے مسئلہ کے ساتھ ہم ان کے بعد ان کی دعوت کے انجام کے بارے میں بھی فکر مند تھے۔ ہمارا احساس یہ تھا کہ جتنے لوگ اس وقت اس دعوت کے کام سے جڑے ہوئے ہیں ان کا تعلق اور ان کی محبت دراصل حضرت کی شخصیت سے ہے۔ دعوت سے ان کا تعلق آپ کی اس ذاتی محبت کی وجہ سے ہے اس لیے یہ امید نہیں کہ حضرت کے بعد یہ کام اسی طرح چلتا رہے گا اور جس طرح لوگ حضرت کے سامنے اس کام کے لیے قربانیاں دے رہے ہیں وہ آپ کے بعد بھی اسی طرح دیتے رہیں گے۔

ایک رات کو اس ناچیز اور رفیق محترم مولانا علی میاں نے اس بارے میں دیر تک غور وفکر اور باہم مشورہ کیا اور ہم اس نتیجہ پر پہنچے کہ حضرت کے بعد اگر یہاں اس دعوتی کام کے مرکز نظام الدین میں کسی ایسی شخصیت کا قیام رہے جس کے ساتھ حضرت مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور ان کی دعوت سے تعلق و محبت رکھنے والے پورے حلقے کو محبت و عقیدت ہو تو پھر یہ کام ان شاء اللہ اسی طرح چلتا رہے گا اور اس وقت ایسی شخصیت ہماری نظر میں حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب مدظلہ (رحمۃ اللہ علیہ) کی تھی اور ممدوح کی بے انتہاء محبت و شفقت نے ہم لوگوں کو انتہائی محبت و عقیدت کے باوجود کسی قدر بے تکلف بھی کر دیا تھا اس لیے ہم نے یہ طے کیا کہ اس بارے میں حضرت موصوف سے صاف صاف بات کریں اور اصرار کریں کہ وہ ابھی یہ فیصلہ فرمالیں اور ہمیں

اس بارے میں مطمئن کردیں کہ حضرت کے وصال کے بعد ان کے جانشین کی حیثیت سے وہ نظام الدین میں مستقل قیام فرمائیں گے۔ہم نے طے کیا کہ آج صبح ہی حضرت ممدوح سے وقت لے کر تنہائی میں اس مسئلہ پر گفتگو کریں گے۔

صبح صادق ہوئی، فجر کی اذان ہوتے ہی میں حضرت شیخ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ نماز کے بعد ایک خاص معاملہ میں آپ سے کچھ عرض کرنا ہے اس کے لیے وقت مقرر فرمادیجیے۔فرمایا کہ نماز کے بعد متصلاً قاری سید رضاء حسن (مرحوم) کی درسگاہ میں بیٹھ جائیں چنانچہ نماز سے فارغ ہونے کے بعد حضرت شیخ وہاں تشریف لے آئے اور یہ عاجز بھی حاضر ہوگیا اور اس ناچیز نے مختصر تمہید کے بعد اپنی اور حضرت مولانا علی میاں کی طرف سے وہ بات عرض کی جو رات کے مشورہ میں ہم دونوں نے طے کی تھی۔میں نے عرض کیا کہ حضرت مولانا کے مرض اور ضعف کی رفتار دیکھتے ہوئے اب امید ٹوٹتی جاتی ہے اور اس کے ساتھ ساتھ دل میں یہ فکر ابھر رہی ہے کہ حضرت کے بعد اس دینی کام کا کیا ہوگا ہم لوگوں کو اندازہ ہے اور جناب والا کو بھی اس سے غالباً اتفاق ہوگا کہ اس وقت جتنے عناصر کام میں لگے ہوئے ہیں ان سب کا اصل تعلق حضرت والا کی ذات سے ہے اور اس ذاتی تعلق کی وجہ سے وہ اس کام میں جڑے ہوئے ہیں۔اس کا کافی اندیشہ ہے کہ حضرت کے بعد آہستہ آہستہ یہ شیرازہ منتشر ہوجائے گا اور یہ امت کا بہت بڑا خسارہ ہوگا۔ہمارے نزدیک اس کا صرف ایک حل ہے اور وہ یہ ہے کہ حضرت کے بعد جناب والا یہاں قیام کا فیصلہ فرمالیں اور یہ کام جناب کی رہنمائی اور سرپرستی میں ہو۔ہمارا یہ اندازہ ہے اور ہمیں اپنے اس اندازے پر پورا اعتماد ہے اگر ایسا ہوا تو یہ سب عناصر اسی طرح جڑے رہیں گے کیونکہ ان سب کو جناب کے ساتھ بھی الحمدللہ عقیدت ومحبت کا خاص تعلق ہے۔اسی کے ساتھ ہم نے یہ بھی عرض کیا کہ اگر ایسا نہ ہوا تو تھوڑے دنوں کے بعد یہ سارا مجمع منتشر ہوجائے گا۔اور ہم خود اپنے بارے میں صفائی کے ساتھ عرض کرتے ہیں کہ ہم خود بڑے سخت ''وہابی'' ہیں ہمارے لیے اس بات میں کوئی خاص کشش نہیں ہوگی کہ یہاں حضرت کی قبر مبارک ہے، یہ مسجد ہے جس میں حضرت نماز پڑھا کرتے تھے اور یہ حجرہ ہے جس میں حضرت رہا کرتے تھے۔اور اگر جناب نے یہاں قیام فرمایا تو ان شاء اللہ ہم سب کا تعلق اس کام سے اور اس جگہ سے ایسا ہی رہے گا جیسا آج

ہے۔
حضرت شیخ الحدیث نے میری پوری بات بڑی غور سے سنی اور جب میں اپنی پوری بات عرض کر چکا تو فرمایا۔ مولوی صاحب! حضرت چچا جان کی حالت دیکھ کر جو فکر آپ کو ہو رہی ہے میرا خیال یہ ہے کہ وہ یہاں سب کو ہو رہی ہے اور سب اس سوچ میں ہیں۔ لیکن یہ بات ایسی نہیں کہ ہم اور آپ اس کا کوئی انتظام کر لیں اور وہ ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ کا معاملہ اپنے خاص بندوں کے ساتھ جو اس کے لیے مرتے مٹتے ہیں یہ ہے کہ وہ ان کی چیز کو ضائع نہیں فرماتا۔ ان کے بعد بھی ان کا کام اور ان کے فیض کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔ اکثر و بیشتر تو ایسا ہوتا ہے کہ ان کی زندگی میں کچھ لوگ ان کی محنت و تربیت سے تیار ہو جاتے ہیں اور وہ لوگوں کی آنکھوں کے سامنے ہوتے ہیں اور ان سے امید ہوتی ہے کہ اس بندہ کے بعد ان شاء اللہ اس کا سلسلہ اور فیض ان کے ذریعہ جاری رہے گا، مشائخ کے ہاں خلافت و اجازت کا سلسلہ دراصل اسی کی ایک عملی اور انتظامی شکل ہے۔ خلافت و اجازت کا مطلب یہی ہوتا ہے کہ ان کو شیخ کی نسبت کچھ حاصل ہو گئی ہے۔ اور اللہ کے بندوں کو اللہ سے ملانے کا جو کام شیخ سے لیا جا رہا ہے وہ ان شاء اللہ ان سے بھی لیا جائے گا۔ اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک بندے کی عمر بھر کی محنت اور تربیت سے ایک آدمی بھی ایسا بنتا ہو نظر نہیں آتا جس سے توقع کی جا سکے کہ اس کے ذریعہ اس بندے کا جلایا ہوا چراغ روشن رہے گا، لیکن ان بندہ کا وصال ہوتے ہی اچانک اس کے لوگوں میں سے کسی ایک میں غیر معمولی تبدیلی ہوتی ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ جانے والے کی نسبت دفعۃً اس کی طرف منتقل ہو گئی ہے۔ ایسا بہت کم اور شاذ و نادر ہی ہوتا ہے لیکن جب ہوتا ہے تو نسبت کا یہ انتقال بہت غیر معمولی اور خارق عادت قسم کا ہوتا ہے۔
حضرت چچا جان کے لوگوں میں؛ میں کسی کے متعلق نہیں سمجھتا کہ وہ تیار ہو چکا ہے اور ان کے اس کام کو وہ جاری رکھ سکے گا۔ اور مجھے اللہ سے پوری امید ہے کہ وہ اس کام کو ضائع نہیں فرمائے گا۔ اس لیے مجھے توقع ہے کہ یہاں غالباً دوسری شکل واقع ہونے والی ہے، اللہ تعالیٰ چاہے گا تو کسی کو یہ دولت مل جائے گی اور پھر اس کو تم بھی دیکھ لو گے اور میں بھی دیکھ لوں گا۔ اور پھر یہ کام ان شاء اللہ اسی سے لیا جائے گا۔ اگر اللہ تعالیٰ کا فیصلہ میرے بارے میں ہوا تو مجھ سے کسی کے کہنے کی ضرورت نہیں، پھر میں خود یہاں رہوں گا بلکہ اگر تم سب مل کر مجھے نکالنا چاہو گے جب بھی میں نہ

اور اگر کسی اور کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہوا تو تم بھی اس کو دیکھ لو گے اور میں بھی رہوں گا۔ اور اگر دیکھوں گا، پھر اللہ تعالیٰ اسی سے یہ کام لے گا بس انتظار کرو۔ اللہ سے دعا کرو۔ اور اگر دیکھو ان میں سے کوئی بات بھی نہیں ہوئی تو مولوی صاحب! میں تم سے خود بڑا "وہابی" ہوں تمہیں مشورہ دوں گا کہ حضرت چچا جان کی قبر اور حضرت کے حجرہ کے در و دیوار کی وجہ سے یہاں آنے کی کوئی ضرورت نہیں"۔

(سوانح مولانا محمد یوسف: ص ۲۰۰ تا ۲۰۴)

خلاصہ کلام: دیکھا قارئین کرام! کتنی بڑی بے ایمانی کی اور تمام اقتباس کو سیاق و سباق سے کاٹ کر صرف چند لفظ لکھ دیئے۔ اس طویل گفتگو کو پڑھنے کے بعد آپ آسانی سے اندازہ لگالیں کہ ان بزرگان نے یہ بات بطور "طنز و مزاح" میں کی کہ کوئی جانشین مقرر کیجیے ورنہ اہل بدعت کی طرح پیر صاحب کے مرنے کے بعد اس کی قبر و مزار پر دھندا کرنا یہ ہم سے نہ ہوگا اس معاملے میں ہمیں وہابی سمجھ لو۔ اس میں یہ کہاں ہے کہ ہم حنفی نہیں؟۔

گیارھواں حوالہ: پھر مولوی اشرف علی تھانوی نے خود اپنے وہابی ہونے کا بھی اقرار کیا اشرف السوانح میں ہے کہ عزیز الحسن لکھتے ہیں کہ ایک بار چند عورتیں نیاز دلانے کے لیے جامع مسجد میں کہ اس وقت طلبہ بھی وہیں رہتے تھے جلیبیاں لائیں طالب علم تو آزاد ہوتے ہیں لے کر بلا نیاز دلائے سب کھالی ...... تمام عورتیں اپنے مردوں کو بلا لائیں ...... پھر حضرت والا نے ان لوگوں کو سمجھا دیا کہ بھائی یہاں وہابی رہتے ہیں یہاں فاتحہ نیاز کے لیے کچھ مت لایا کرو۔ اشرف السوانح: ج ۱ ص ۴۸۔

(دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف: ص ۴۰)

یہی اعتراض حسن علی رضوی نے رضائے مصطفیٰ: شوال ۱۳۹۸ھ کے صفحہ ۱۱ پر بھی کیا ہے۔

جواب: پورا واقعہ ملاحظہ ہو:

"اسی سلسلہ میں فرمایا کہ ایک بار چند عورتیں نیاز دلانے کے لیے جامع مسجد میں کہ اس وقت طلبہ بھی وہیں رہتے تھے جلیبیاں لائیں طالب علم تو آزاد ہوتے ہیں لے کر بلا نیاز دلائے سب

کھالی۔ کیونکہ بقول حضرت والا انہیں تو ''ناز'' تھا نیاز کیا دیتے اس پر بڑی بڑھی پھیلی تمام عورتیں اپنے مردوں کو بلا لائیں ایک طالب علم نے بڑی عقلمندی کی فوراً حضرت والا کے پاس دوڑ کر اطلاع کی کہ جلدی چلیے وہاں تو ہنگامہ برپا ہو رہا ہے۔ چنانچہ حضرت والا فوراً تشریف لے گئے اور اس وقت نہایت حسن تدبیر سے ہنگامہ کو فرو کیا اس طرح کہ دو چار طالب علموں کو تھپڑ لگائے اور خفا ہوئے کہ بلا اذن کسی کی چیز کھالینا جائز کہاں؟ جب حضرت والا طالب علموں کو مارنے لگے تو پھر محلہ والے خود ہی ان کو بچانے لگے اور حمایت کرنے لگے پھر حضرت والا نے جلیبیوں کی قیمت پوچھ کر سب کھانے والوں سے ایک ایک پیسہ لے کر تین آنے جمع کر کے جلیبیوں کی قیمت ادا کی اس سے سب خوش ہو گئے اور معاملہ وہیں کا وہیں رفع دفع ہو گیا پھر حضرت والا نے ان لوگوں کو سمجھا دیا کہ بھائی یہاں وہابی رہتے ہیں یہاں فاتحہ نیاز کے لیے کچھ مت لایا کرو۔ اس سے انہوں نے حضرت والا کو تو وہابی نہ سمجھا ان طالب علموں کو سمجھا غرض اس قسم کے برتاؤ سے محلہ والے حضرت والا کا دم بھرنے لگے تھے اور محلے والے ہی کیا سب کانپور والوں کے قلوب میں حضرت والا کی محبت اور عظمت جاگزیں ہوگئی''۔ (اشرف السوانح: ج۱ ص ۸۴)

رضا خانی مولوی صاحب نے مکمل واقعہ پیش نہیں کیا الحمد للہ حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کے تقویٰ واتباع شریعت کا اندازہ لگالیں کہ طالب علم کو نہ صرف سزا دی بلکہ حق دار کو اس کا حق بھی واپس کر دیا۔ جس کو ایک مسلمان کے حقوق کا اتنا خیال ہو اتنی رعایت کرتا ہو وہ ہستی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حقوق میں کوتاہی یا حق تلفی کیسے کر سکتی ہے؟

باقی یہاں پر بھی وہابی بطور ''تعریض'' کے کہا گیا ہے کہ یہ ساری مصیبت دنگا فساد کی نوبت تمہاری اس رسمی نیاز کی وجہ سے ہوئی لہٰذا یوں سمجھو کہ یہاں وہابی رہتے ہیں اور دوبارہ نیاز مت بھیجنا تاکہ دوبارہ اس قسم کی نوبت نہ آئے۔ الحمد للہ حضرت کی سنیت وحنفیت اس قدر واضح تھی کہ اس اقرار کے باوجود بھی اہل علاقہ کو اس پر یقین نہ تھا اور آپ کو حنفی سنی ہی سمجھ رہے تھے۔

بارھواں حوالہ: دیوبندی شیخ احمد علی لاہوری کی سنیے کہ ہماری مسجد میں ۴۰ سال سے (اہل حدیث) نماز پڑھ رہے ہیں میں ان کو حق پر سمجھتا ہوں۔ ملفوظات طیبات: ص ۱۲۶۔

(دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف ص)

جواب: ملفوظات طیبات اس وقت راقم کے پاس موجود نہیں نہ اس کا علم ہے کہ کس کے جمع کردہ ہیں۔لہٰذا سردست اتنا عرض ہے کہ آپ کے مذہب میں بزرگوں کے ملفوظات معتبر نہیں ہوتے چنانچہ نصیر الدین سیالوی ابن اشرف سیالوی لکھتا ہے:

"بزرگوں کے ملفوظات میں کچھ باتیں ان سے غلط منسوب ہو جاتی ہیں"۔

(عبارات اکابر کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ: ج۱ ص۳۹۱)

مفتی حنیف قریشی اینڈ کمپنی لکھتے ہیں:

"ملفوظات کے ذریعہ صاحب ملفوظ پر طعن نہیں کیا جا سکتا کیونکہ اکثر صوفیاء سے منسوب ملفوظات میں رطب و یابس کی بھرمار ہے اور ان کی کوئی تاریخی و یقینی حیثیت نہیں"۔(گستاخ کون: ص۵۳۰)

اعتراض۔۔۔کانپور میں اشرف تھانوی کا تقیہ کر کے سنی بن کر رہنا لمحہ فکریہ:

یہ عنوان قائم کر کے صفحہ ۴۰، ۴۱ پر تذکرۃ الرشید سے دو اقتباسات سیاق و سباق سے کاٹ کر پیش کیے اور نتیجہ یہ نکالا کہ کانپور میں حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ معاذ اللہ تقیۃً سنی بن کر رہ رہے تھے۔

جواب: بریلوی نے یہاں بدترین دجل و فریب کا مظاہرہ کیا اول دجل؛ دراصل حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ ابتداءً ایسی محفل میلاد جو منکرات سے یکسر خالی ہو میں شرکت کے صرف جواز کی حد تک قائل تھے اس میں بھی انہوں نے صاف طور پر لکھا ہے کہ وہ میلاد کو نہ تو عبادت سمجھتے ہیں نہ دین کا حصہ نہ کار خیر کو اس پر موقوف سمجھتے ہیں نہ اسے عشق رسالت کی کوئی نشانی البتہ چونکہ بعض علماء کے اقوال اس کے جواز پر ملتے ہیں تو میرے نزدیک اس کا درجہ زیادہ سے زیادہ مباح کا ہے اور چونکہ میں جس علاقے میں رہنے والا ہوں ان کی زیادہ تر تعداد میلاد منانے والوں کی ہیں اس لیے ان محافل میں شریک ہو جاتا ہوں اس سے ایک بڑا فائدہ تو یہ ہے کہ یہاں کے لوگ اتنا

مسجدوں میں نہیں آتے جتنا ان محافل میں آتے ہیں اس لیے یہاں اصلاح عقائد و اعمال کا موقع مل جاتا ہے لہٰذا جب یہ عمل مباح ہے تو اس شدت سے اس پر انکار نہیں کرنا چاہیے خاص کر میں جس جگہ پر رہ رہا ہوں وہاں انکار کی صورت میں میرا رہنا دشوار ہو جائے گا اس سے جہاں دیگر مفاسد پیدا ہوں گے وہاں کچھ مالی پریشانی کا سامنا بھی کرنا پڑے گا کہ مجھے مدرسہ چھوڑنا پڑے گا جس سے کچھ مالی منفعت ہو جاتی ہے یا تنخواہ ملتی ہے غرض حضرت تھانوی یہاں مالی منفعت کا ذکر مدرسے کے حوالے سے کر رہے ہیں نہ کہ میلاد کے حوالے سے اسی خط میں حضرت تھانوی کی چند عبارات ملاحظہ ہوں جس سے ان کا اصل موقف بالکل صاف ہو جائے گا:

''امر اول شرکت بعض مجالس کی الحمد للہ مجھ کو نہ غلو و افراط ہے نہ اس کو موجب قربت سمجھتا ہوں مگر توسع کسی قدر ضرور ہے۔اور منشاء اس توسع کا حضرت قبلہ و کعبہ کا قول و فعل ہے مگر اس کو حجت شرعیہ نہیں سمجھتا بعد ارشاد اعلیٰ حضرت کہ خود بھی میں نے جہاں تک غور کیا اپنے فہم ناقص کے موافق یوں سمجھ میں آیا کہ اصل عمل تو محل کلام نہیں''۔(تذکرۃ الرشید:ص ۱۱۶)

آگے ایک مقام پر فرماتے ہیں:

''نہ کسی دن ان اعمال کی (یعنی میلاد کی) وقعت ذہن میں آئی نہ خود رغبت ہوئی اور نہ اوروں کو ترغیب دی بلکہ اگر کبھی اس قسم کا تذکرہ آیا تو یہی کہا گیا کہ اولیٰ یہی ہے کہ خلافیات سے بالکل اجتناب کیا جائے مگر جس جگہ میرا قیام ہے وہاں ان مجالس کی کثرت تھی اور بے شک ان لوگوں کا غلو بھی تھا چنانچہ ابتدائی حالت اس انکار پر میرے ساتھ بھی لوگوں نے مخالفت کی مگر میں نے اس کی کچھ پرواہ نہ کی تین چار ماہ گزرے تھے کہ حجاز کا اول سفر ہوا تو حضرت قبلہ نے خود ہی ارشاد فرمایا کہ اس قدر تشدد مناسب نہیں جہاں ہوتا ہو انکار نہ کرو جہاں نہ ہوتا ہو ایجاد نہ کرو اور اس کے بعد جب میں ہندوستان کو واپس آیا تو طلب کرنے پر شریک ہونے لگا اور یہ عزم رکھا کہ ان لوگوں کے عقائد کی اصلاح کی جاوے چنانچہ مختلف مواقع و مجالس میں ہمیشہ اس کے متعلق گفتگو کرتا رہا اور جتنے امور اصل عمل سے زائد تھے سب کا غیر ضروری ہونا اور ان کی ضرورت کے اعتقاد کا بدعت ہونا صاف صاف بیان کرتا رہا''۔(تذکرۃ الرشید:ص ۱۱۷)

آگے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

دس فیصدی نوے موقع پر عذر کر دیا اور دس جگہ شرکت کر لی اور شرکت بھی اس نظریہ سے کہ ان لوگوں کو ہدایت ہوگی اور یوں خیال ہوتا ہے کہ اگر خود ایک مکروہ کے ارتکاب سے دوسرے مسلمانوں کے فرائض و واجبات کی حفاظت ہو تو اللہ تعالیٰ سے امید تسامح ہے بہر حال وہاں بدوں شرکت قیام کرنا قریب بمحال دیکھا اور منظور تھا وہاں رہنا کیونکہ دنیوی منفعت بھی ہے کہ مدرسے سے تنخواہ ملتی ہے اور بفضلہ تعالیٰ وعظ وغیرہ کے بعد تو لینے کی مطلقاً میری عادت نہیں''۔ (تذکرۃ الرشید: ص ۱۱۸)

معلوم ہوا کہ ان مجالس میں شرکت کی وجہ حضرت کے وعظ سے کئی سود خوروں فاسقوں کا صالح نمازی بن جانا تھا۔ اگر تقیہ ہی کرنا ہوتا تو ابتداء میں اس کی مخالفت کیوں کی جس کی وجہ سے لوگوں کی مخالفت بھی مول لینا پڑی مگر حضرت نے اس کی کچھ پروانہ کی۔ الحمد للہ حضرت جس بات کو حق سمجھتے کھلم کھلا اس کا ظہار کرتے۔ مگر جب دیکھا کہ یہاں کے لوگ نماز کے لیے اتنے حاضر نہیں ہوتے جتنے ان محافل میں لہٰذا ایسی محافل میں شرکت کے لیے چلے جاتے جہاں منکرات نہ ہوتی اور وہاں نماز روزے اور اصلاح نفس کی تلقین کرتے۔

حضرت نے صاف طور پر فرمایا کہ وعظ پر کچھ لینے دینے کی میری عادت نہیں جس کو بریلوی مناظر ہضم کر گیا اور یہ تاثر دینے کی کوشش کی کہ حضرت تھانوی میلاد پر تنخواہ لیتے تھے۔ مگر حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے طویل خط و کتابت کے بعد جب ان پر یہ صورت واضح ہوئی کہ ان مجالس میں بھی شرکت مناسب نہیں تو خود اعلان کر دیا کہ اب میں ان مجالس میں کبھی شرکت نہیں کروں گا۔ اگر تقیہ کرنا تھا تو اعلان کیوں کیا؟ حضرت کو وہاں تقیہ کرنے کی ضرورت ہی کیا تھی؟ اہل کانپور آپ سے حد درجہ عقیدت رکھتے تھے آخر وقت تک ان حضرات کا آپ سے عقیدت کا کیا معاملہ رہا اس کے لیے صرف ایک واقعہ عرض کر دیتا ہوں کہ جب حاجی امداد اللہ مہاجر کی رحمۃ اللہ علیہ کے حکم پر آپ نے رفتہ رفتہ انتہائی حسن تدبیر سے کانپور سے نکل کر تھانہ بھون میں سکونت اختیار کر کے اس کو اپنے رشد و ہدایت کا مرکز بنایا تو جب اس بات کی اطلاع اہل کانپور کو

ملی کہ اب آپ اس شہر کو چھوڑ چکے ہیں تو:

''جب کانپور والوں کے پاس حضرت والا کا اس مضمون کا خط پہنچا تو ان کے قلق واندوہ کی کوئی انتہا نہ تھی حضرت والا کی واپسی کانپور کی برابر کوشش کرتے رہے بالآخر آپس میں مشورہ کر کے بصر الحاح یہ درخواست پیش کی کہ مدرسہ کا کوئی کام آپ کے ذمہ نہ ہوگا بس کانپور میں صرف قیام رکھا جائے اور ہم لوگ بجائے پچاس روپیہ ماہوار کے سو روپیہ ماہوار کی خدمت ہمیشہ کرتے رہیں گے اس سے اندازہ کرلیا جائے کہ اہل کانپور حضرت والا کے کس درجہ گرویدہ تھے حضرت والا نے خشک جواب دینے کے بجائے لکھ کر بھیجا کہ میں نے وطن کی سکونت حضرت حاجی صاحب (قدس اللہ سرہ العزیز) کے ایما سے اختیار کی ہے حضرت ہی کو لکھا جائے''۔ (اشرف السوانح: ج۱ ص ۲۲۸)

بھلا ایسی محبت کرنے والوں کے درمیان کسی کو تقیہ کرنے کی کیا ضرورت غرض میلاد کی ان بعض مجالس میں شرکت معاذ اللہ کسی تقیہ کی وجہ سے نہیں تھی بلکہ حضرت اس کے جواز کی طرف مائل تھے جس سے بعد میں رجوع فرمالیا۔

تبلیغی جماعت پر اعتراض اور اس کا منہ توڑ جواب:

کاشف اقبال رضاخانی صاحب لکھتے ہیں:

''حضرت مولانا تھانوی (اشرف علی)...... نے بہت بڑا کام کیا پس میرا دل چاہتا ہے کہ تعلیم تو ان کی ہو اور طریقہ تبلیغ میرا ہو کہ اس طرح ان کی تعلیم عام ہو جائے گی۔ (ملفوظات شاہ محمد الیاس: ص ۵۰ طبع کراچی) مولوی محمد زکریا لکھتے ہیں کہ حضرت (الیاس) دہلوی کا مشہور ارشاد ہے جو بیسیوں جگہ شائع ہو چکا ہے کہ تعلیم حضرت تھانوی کی ہو اور طرز میرا ہو۔ (تبلیغی جماعت پر چند عمومی اعتراضات اور ان کے مفصل جوابات: ص ۱۳۶ طبع کراچی)۔

(دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف: ص ۴۱، ۴۲۔ دیوبند سے بریلی: ص ۴۸ رازکوکب نورانی)

جواب: معلوم نہیں کہ رضاخانیوں کو ان عبارات پر کیا اعتراض ہے؟ حالانکہ ان عبارات کا مطلب صاف اور واضح ہے کہ اصلاح عقائد واعمال اور دین اسلام کی تعلیمات کو پیش کرنے میں جو انداز حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا تھا اسی طریقہ کار پر عمل

کیا جائے کہ ان کا انداز وعظ وتبلیغ اصلاح کے لیے اکسیر کا درجہ رکھتا تھا۔ اب ذرا اپنے گھر کا بھی گند دیکھیں اور رضا خانی لوگوں کو دھوکا دیتے ہیں کہ ہم تو سنی حنفی ہیں سنیت کا پرچار کرتے ہیں حالانکہ انہیں نہ تو سنیت سے کوئی واسطہ نہ حنفیت سے کوئی تعلق، بلکہ ان کا کام اپنے مذہب کے بانی نواب احمد رضا خان صاحب بریلوی کے بنائے ہوئے "رضا خانی دین" کی اشاعت ہے چنانچہ خلیفہ بریلوی محدث اعظم مولوی ابوداؤد صادق گوجرانوالہ بریلوی نباض قوم لکھتے ہیں:

"ہمارے لیے مسلک اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اتباع کافی ہے"۔ (براہین صادق: ص ۲۷۰)

خود احمد رضا خان بریلوی کہتا ہے:

"حتی الامکان اتباع شریعت نہ چھوڑو اور میرا دین و مذہب جو میری کتب سے ظاہر ہے اس پر مضبوطی سے قائم رہنا ہر فرض سے اہم فرض ہے"۔ (وصایا: ص۱۶)

قارئین کرام! غور فرمائیں یہ ان کا مذہب ہے کہ شریعت مصطفیٰ پر تو صرف امکان کے درجے تک عمل کر لینا مگر شریعت احمد رضا خان پر عمل کرنا ہر فرض (نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ) سے بھی اہم فرض ہے، معاذ اللہ۔

نام نہاد دعوت اسلامی کا منشور دین رضویت کا پرچار ہے:

آج دعوت اسلامی حقیقت میں "عداوت اسلامی" لوگوں کے سامنے بڑے معصوم بنے پھرتے ہیں کہ اجی ہمیں ان اختلافات سے کیا تعلق ہم تو سب کو عاشق رسول ﷺ اور سنت کا پابند بنانا چاہتے ہیں ہر گھر میں مدنی ماحول لانا چاہتے ہیں۔ حالانکہ یہ بالکل جھوٹ ہے ان کا اولین مقصد لوگوں کو احمد رضا خان قارونی کے مذہب پر لانا ہے اور اسی کا وہ پرچار کرتے ہیں۔ چنانچہ بریلوی شیخ الحدیث والتفسیر فیض احمد اویسی لکھتا ہے:

"الیاس قادری...... نے بے شمار تبلیغیوں دیوبندیوں...... کو بعونہ تعالیٰ سنی (یعنی رضا خانی) بنایا جس نے گھر گھر میں کنز الایمان داخل کر دیا جس کا کوئی بیان اعلیٰ حضرت کے ذکر خیر سے خالی نہیں

ہوتا"۔(دعوت اسلامی کے خلاف پروپیگنڈا کا جائزہ:ص ۱۵۸)

یونس ظہور قادری بریلوی اقرار کرتا ہے کہ نام نہاد دعوت اسلامی سنیت کی عالمگیر تحریک نہیں بلکہ ایک رضاخانی تحریک ہے جس کا واحد مقصد تبلیغی جماعت کی محنتوں پر پانی پھیرنے کی ناکام کوشش کرنا ہے۔ چنانچہ لکھتا ہے:

"ہمارا مقصد تبلیغیوں کا توڑ ہے میلاد عرس کرنے سے اور وہابیوں کا رد کرنے سے غیر جانبدار طبقہ بھڑک جاتا ہے اور پھر وہ ہمارے قریب نہیں آتا اور ہم چاہتے ہیں کہ غیر جانبدار طبقہ ہی نہیں بلکہ جو دیوبندیوں سے متاثر ہیں وہ لوگ بھی ہمارے قریب آئیں ہماری باتیں سنیں ہم سے ملیں جلیں اور ہم سے مانوس ہوں جیسا کہ تبلیغی کرتے ہیں وہ اہل سنت کا رد نہیں کرتے بلکہ عوام کو شریعت کی پابندی وغیرہ کی ترغیب دے کر اپنے قریب کرتے ہیں"۔

(دعوت اسلامی کے خلاف پروپیگنڈا کا جائزہ:ص ۱۴۸)

دیکھا ان منافقوں کی منافقت کہ صبح وشام وہابیوں کو گالیاں دینے ،عرس کے نام پر غریبوں کی جیبیں ٹٹولنے والے، تبلیغی جماعت اور سادہ لوح عوام کو دھوکا دینے کے لیے تقیہ کا برقع پہن کر یہ سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر "میٹھے میٹھے مدنی بھائی" بننے کی کوشش کرتے ہیں۔لوگو! بچو ان سے یہ تمہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت، عشق اور مدینے کے نام پر احمد رضا خان کا عاشق بنا کر ہمیشہ کی گمراہی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا گستاخ بنانا چاہتی ہے۔ چنانچہ اس گمراہ جماعت کا مقصد ان الفاظ میں بیان کیا جاتا ہے:

"ہم بھی اپنے عمل و کردار سے اپنے اخلاق اور بہترین تعلیم وتلقین سے سنی بزرگوں خصوصاً اعلیٰ حضرت......کا معتقد بنائیں جس سے وہ ایک صحیح العقیدہ سنی مسلمان اگر پہلے سے نہیں تھے تو ہو جائے"۔(دعوت اسلامی کے خلاف پروپیگنڈا کا جائزہ:ص ۱۴۸،۱۴۹)

دیکھا ان کے نزدیک "سنیت" نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت پر چلنے کا نام نہیں بلکہ احمد رضا خان سے اعتقاد رکھنے کا نام ہے۔ایک آدمی کتنا بڑا ہی عاشق رسول، حنفی، سنی کیوں نہ ہو لیکن احمد

رضاخان کا معتقد نہیں تو ان لوگوں کے نزدیک نہ وہ سنی ہے نہ مسلمان۔ معاذ اللہ۔

اسی الیاس عطاری کے بارے میں لکھا:

”اپنے لوگوں کو اپنے مخصوص انداز میں مسلک اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر قائم رکھنے کی سعی کرتے ہیں“۔ (دعوت اسلامی کے خلاف پروپیگنڈا کا جائزہ: ص ۱۵۵)

مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ملفوظ کہ طریقہ تعلیم حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا ہو پر فوراً رضاخانیوں کے پیٹ میں مروڑ شروع ہوگیا اب یہاں بھی اپنے قلم کی سیاہی سے صفحات کو اپنے دل کی طرح کالا کرنے کی زحمت کریں گے یا منافقت کی چادر اوڑھے خاموشی میں اپنی عافیت جانیں گے؟ دعوت اسلامی والوں سے آج جن رضاخانیوں نے اختلاف کیا اور اس پر کفر کے فتوے لگائے وہ بھی اس بنیاد پر اختلاف نہیں کیا کہ اس نے کوئی خلاف سنت کام کر دیا ہے بلکہ ان کا سب سے بڑا اعتراض یہ ہے کہ دعوت اسلامی کا منشور مسلک اعلیٰ حضرت کو پھیلانا تھا اور اب وہ مسلک اعلیٰ حضرت سے پھر گئی ہے۔ چنانچہ مولوی سبحان رضاخان لکھتے ہیں:

”مولوی الیاس صاحب مسلک اعلیٰ حضرت کے خلاف کھل کر میدان میں آگئے ہیں اب کسی رعایت ورواداری کے مستحق نہیں“۔ (مظلوم مبلغ: ص ۴۷)

مزید لکھتے ہیں:

”مولوی الیاس کا فتنہ اب مولوی غلام رسول سعیدی سے زیادہ خطرناک ہے کئی مسائل میں مسلک سیدنا اعلیٰ حضرت...... کی تغلیط اور عملاً تردید کر رہے ہیں“۔ (مظلوم مبلغ: ص ۸۰)

مولوی ابوداؤد صادق نے ۲۴ صفحات کا ایک پورا رسالہ دعوت اسلامی کے خلاف بنام ”مکتوب ابوداؤد بنام ابوالبلال“ لکھا اس میں وہ دعوت اسلامی سے ناراضگی اور ان کو کوسنے کی واحد وجہ یہی بتاتے ہیں کہ آپ فلاں فلاں مسئلہ میں مسلک اعلیٰ حضرت کی مخالفت کر رہے ہیں۔

کاشف اقبال رضاخانی کو حضرت مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظ پر اعتراض کرنے سے پہلے درج ذیل عبارت بھی پڑھ لینی چاہیے:

''میرے والد ماجد سید العلماء مولانا مولوی حافظ قاری الحاج سید آل مصطفیٰ سید میاں قادری برکاتی ......اعلیٰ حضرت...... کے سچے عاشق تھے اکثر فرمایا کرتے تھے علماء متقدمین وفقہاء ومحدثین کا علم واجتہاد اور ان کی عظمت وفضیلت سر آنکھوں پر ہمیں تو اپنے اعلیٰ حضرت ہی کافی ہیں''۔

(المیزان کا امام احمد رضا نمبر: ص ۲۲۷)

گویا ان بدبختوں کے ہاں احمد رضا کا سچا عاشق وہ ہے جو ان تمام متقدمین علماء، فقہاء، محدثین پر احمد رضا کو ترجیح دے ورنہ احمد رضا کا جھوٹا عاشق ہے۔ نعوذ باللہ من سوء الفہم۔

اکیلے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات وطرز انداز اختیار کرنے والوں پر اعتراض کرنے والو! اپنا گھر چیک کرو کہ فقہاء ومحدثین کی حدیث وفقہ میں تفوق اپنی جگہ لیکن ان سب کے مقابلے میں ہمارے لیے حجت اور لائق اتباع احمد رضا خان کا دین ومذہب ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ بریلوی مولوی نے یہاں بھی تقیہ کیا ہے ورنہ محدثین وفقہاء تو دور یہ بدبخت لوگ تو احمد رضا خان کو امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بھی بڑھ کر مانتے ہیں۔ حوالہ ماقبل میں گزر چکا ہے۔ اب آیئے کاشف اقبال رضاخانی کے اگلے جھوٹ کی طرف۔

قصیدۃ النعمان کے نام سے امام اعظم امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی طرف جھوٹ کا انتساب:

اور ایک ہی سانس میں امام صاحب پر کئی جھوٹ:

مولوی کاشف اقبال رضاخانی لکھتا ہے:

''دیوبندی آج کل حنفیت کے بڑے ٹھیکیدار بنے پھرتے ہیں حالانکہ ان کے اکابر تو حنفیت سے بےزار رہے ہیں اس پر بھی چند دلائل پیش خدمت ہیں۔ ۱۔ حضرت سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عقائد وہی ہیں جن کی ترجمانی سیدنا امام احمد رضا بریلوی......اور دیگر اکابرین اسلام نے فرمائی ہے مثلاً حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نورانیت وحاکمیت توسل واستمداد وغیرہ کے وہ قائل تھے جو ان کے قصیدۃ النعمان سے ظاہر ہے''۔ (دیوبندیت کے بطلان کا

انکشاف: ص ۴۲،۴۳)

جواب: کاشف اقبال رضا خانی نے اپنے امام نواب احمد رضا خان صاحب کی اتباع کرتے ہوئے جھوٹ بولا ہے کہ اکابر دیو بند معاذ اللہ حنفیت سے بے زار ہیں حالانکہ اگر کسی رضا خانی میں غیرت ہے تو ہمارے اکابر کا کوئی حوالہ بتایا جائے جس میں معاذ اللہ صراحتاً یا اشارۃً حنفیت سے بے زاری کا اعلان کیا گیا ہو۔

ثانیاً: اس آدمی نے جھوٹ بولا ہے کہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی قصیدۃ النعمان کتاب ہے اور اس میں یہ لکھا ہے اور یہی عقائد امام صاحب کے تھے۔ معاذ اللہ۔ امام اہلسنت محدث اعظم پاکستان قاطع دین رضویت حضرت مولانا سرفراز صفدر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کاشف اقبال رضا خانی کے پیدا ہونے سے پہلے ملت بریلویہ کو بدیں الفاظ اس جعلی قصیدہ کے متعلق چیلنج دیا تھا کہ:

"حضرت امام ابو حنیفہ کی شخصیت کوئی ایسی گمنام شخصیت نہیں کہ ان کی طرف ہر اناپ شناپ بات کی نسبت کردی جائے اور وہ ہضم ہو جائے ان کی زندگی کا ایک ایک پہلو اور ان کی زبان مبارک سے نکلا ہوا ایک ایک جملہ رواۃً قبولاً امت محمدیہ میں مشہور ہے قصیدۃ النعمان خالص جعلی اور من گھڑت ہے حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی یہ ہرگز تصنیف نہیں ہے ان کا جتنا علم اور فقہ ہے وہ ان کے قابل قدر تلامذہ کے ذریعہ سے امت محمدیہ (علی صاحبہا الف تحیۃ) تک پہنچا ہے جعلی اور بے اصل قصائد سے حضرت امام صاحب کا عقیدہ ثابت کرنے والو! دل میں کچھ تو خدا تعالیٰ کا خوف کرتے ہوئے شرم کرو آخر ایک دن مرنا ہے...... مسلّم حضرات محدثین کرام رحمۃ اللہ علیہ و حضرات فقہاء عظام رحمۃ اللہ علیہ اور ارباب تاریخ کے کم از کم دو شہادتیں ایسی پیش کرو جنہوں نے یہ کہا ہو اور لکھا ہو کہ یہ قصیدہ حضرت امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تصنیف فرمایا ہے محض زبان سے دعویٰ کرنے کا نام ہرگز ثبوت نہیں ہوتا یہ نازک مقام ہے قدم سنبھال کر رکھنا پڑے گا۔

ابھری ہوئی چوٹ دل دردمند کی — رکھنا قدم تصور جاناں سنبھال کے

(آنکھوں کی ٹھنڈک: ص ۱۹۰،۱۹۱)

یہی چیلنج ہمارا بھی کاشف اقبال صاحب اور اس کے مقرظین اور احمد بدر رضوی (جن کی

لائبریری سے انہوں نے کتاب تیار کرنے کے لیے استفادہ کیا ہے)کو ہے۔دیدہ باید

خدام الدین کا حوالہ امام ابو حنیفہ سے بڑے عالم:

اس کے بعد موصوف حوالہ دیتے ہیں:

"میں نے شام سے لے کر ہند تک اس (انور شاہ کشمیری) کی شان کا کوئی محدث و عالم نہیں پایا ......اگر میں قسم کھاؤں کہ یہ (انور شاہ کشمیری) امام اعظم ابو حنیفہ سے بھی بڑے عالم ہیں تو میں اس دعویٰ میں کاذب نہ ہوں گا"۔(ہفت روزہ خدام الدین لاہور:۱۸ ستمبر ۱۹۶۴)

جواب: رضا خانی نے جدی پشتی دھوکا اور فراڈ سے کام لیا اور یہ تأثر دینے کی کوشش کی کہ یہ بات کسی ذمہ دار دیوبندی عالم نے کہی ہے۔آپ سیاق وسباق کے ساتھ اصل قصہ ملاحظہ فرمائیں دراصل خدام الدین میں مولانا ارشد رشیدی مرحوم کا مضمون ہے جس میں وہ نقل کرتے ہیں:

"علامہ علی مصری حنبلی حافظ حدیث تھے ہندوستان آئے اور دہلی میں مولانا عبدالوہاب کے پاس پہنچے اور بعض مسائل پر مناظرہ ہوگیا مولانا عبدالوہاب نے غضب ناک ہوکر علامہ کو مسجد سے نکلوادیا کسی نے کہا دیو بند جاؤ حنفی ہیں تو فرمانے لگے جب اہلحدیث نے میرے ساتھ یہ معاملہ کیا تو حنفی کیا نہ کریں گے بالآخر دیو بند حضرت شاہ صاحب کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کے درس بخاری میں شریک ہوئے حضرت شاہ صاحب کشمیری رحمۃ اللہ علیہ نے علامہ کی رعایت سے عربی میں درس دیا علامہ علی سوالات کرتے رہے اور شاہ صاحب جوابات دیتے رہے درس کے ختم ہونے پر علامہ علی نے مجمع میں فرمایا میں نے عرب ممالک میں سفر کیا اور علماء واکابر سے ملاقات کی خود مصر میں سالہا سال درس دے آیا ہوں میں نے شام سے لے کر ہند تک اس شان کا کوئی محدث اور عالم نہیں پایا میں نے ان کو ساکت کرنے کی ہر طرح کی کوشش کی لیکن ان کے استحضار، تیقظ، حفظ، اتقان، ذکاوت، اور ذہانت اور وسعت نظر سے میں حیران رہ گیا اور آخر میں کہا اگر میں قسم کھاؤں کہ یہ ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے بھی بڑے عالم ہیں تو میں اس دعوے میں کاذب نہ ہوں گا"۔

(ہفت روزہ خدام الدین لاہور:۱۸ ستمبر ۱۹۶۴)

قارئین کرام! ملاحظہ فرمائیں موصوف نے دعویٰ تو یہ کیا تھا کہ دیوبندی حنفیت سے بیزار ہیں مگر اس واقعہ میں کہیں بھی ایسی کوئی بات موجود ہے؟ نیز یہ بات کسی دیوبندی ترجمان کی نہیں ایک مصری حنبلی عالم کی ہے۔ جس نے محدث کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کی ذہانت، ذکاوت، حفظ، تیقظ و استحضار کو دیکھ کر اپنے جذبات کا اظہار کیا اور اسے مولانا ارشد رشیدی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کر دیا۔ علامہ مصری کی بات کی ذمہ داری ہم پر کس طرح ڈالی جا سکتی ہے؟ ہم کسی کے منہ پر تالا تو نہیں لگا سکتے۔ عبدالحکیم شرف قادری لکھتا ہے:

”علم مناظرہ کا قاعدہ ہے کہ نقل کرنے والا کسی بات کا ذمہ دار نہیں ہوتا اس سے صرف اتنا مطالبہ کیا جا سکتا ہے کہ اس کا حوالہ اور ثبوت کیا ہے؟“۔ (مقالات رضویہ: ص ۸۰)

اور سندھ کا رضاخانی مناظر مولوی عبدالرحیم سکندری لکھتا ہے:

”یاد رکھنا چاہیے کہ ناقل جب کوئی واقعہ نقل کرتا ہے تو اس کی ذمہ داری صرف اتنی ہوتی ہے کہ وہ نقل بمطابق اصل کر دے اور بس اس کے بعد ذمہ داری اصل ماخذ کی ہے ناقل کی نہیں“۔

(سیف سکندری: ص ۹۵)

تو ارشد رشیدی صاحب نے یہ بات کہاں سے لی وہ ہم نے نقل کر دی ہے اس سے آگے کے ہم ذمہ دار نہیں۔

رضاخانی ذرا ایک جھاڑو اپنی چارپائی کے نیچے بھی پھیریں۔ بریلوی نے اپنے امام احمد رضا خان کے متعلق لکھا:

”علامہ شامی اور صاحب فتح القدیر مولانا کے شاگرد ہیں یہ تو امام اعظم ثانی معلوم ہوتا ہے“۔

(المیزان: ص ۱۸۶)

مولوی غلام رسول سعیدی لکھتا ہے:

”آپ میں طبقہ اولیٰ یعنی ائمہ اربعہ کی جھلک پائی جاتی ہے“۔ (المیزان: ص ۲۰۷)

جواب دیں کہ کیا احمد رضا خان صاحب کو امام اعظم ثانی بنا دینا، اس میں امام شافعی، امام

مالک، امام احمد بن حنبل، امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کی جھلک پانا بقول آپ کے حنفیت، شافعیت، مالکیت، حنبلیت، سے اظہار بیزاری نہیں؟ کیا امام شامی اور صاحب فتح القدیر کو اس آدمی کا شاگرد بنا دینا ان علماء کی توہین نہیں؟ پروفیسر مسعود احمد لکھتا ہے:

''اعلیٰ حضرت کو میں ابن عابدین شامی پر فوقیت دیتا ہوں کیونکہ جو جامعیت اعلیٰ حضرت کے ہاں ہے وہ ابن عابدین شامی کے ہاں نہیں''۔ (اعلیٰ حضرت کا فقہی مقام: ص ۳۰)

یاد رہے کہ پروفیسر صاحب نے ساری زندگی سرکاری کالجوں کی پروفیسریاں کی ہیں عربی عبارت کا ترجمہ کرنا نہیں جانتے تھے چنانچہ اپنی کتب میں انہوں نے وضاحت کی ہے کہ عربی عبارات کے تراجم فلاں مولانا صاحب سے کروائے ہیں ایسا آدمی کہتا ہے کہ میں علامہ شامی پر احمد رضا خان کو فوقیت دیتا ہوں۔ شرم آنی چاہیے۔ یہی بریلوی مسعولمت پروفیسر لکھتا ہے:

''امام احمد رضا کو امام غزالی کا ہم پلہ قرار دیتے ہیں اور یہ دل لگتی بات فرماتے ہیں''۔

(اعلیٰ حضرت کا فقہی مقام: ص ۳۴)

جواب دیں آپ کے اصول کے تحت یہ سب امام شامی و امام غزالی رحمۃ اللہ علیہما سے بیزاری اور ان کی توہین و تنقیص نہیں؟ اگر نہیں تو کیوں؟ ساری دنیا جانتی ہے کہ امیر المومنین فی الحدیث امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا لقب ہے مگر وصی احمد سورتی کہتا ہے:

''اعلیٰ حضرت اس فن میں امیر المومنین فی الحدیث ہیں''۔ (فیضان اعلیٰ حضرت: ص ۳۳۲)

آگے چلیے شیخ اسمٰعیل بن سید خلیل مرحوم کی طرف ایک قول کی نسبت کرتے ہوئے یہ رضاخانی لکھتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں اس فتوے کو امام ابو حنیفہ نعمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ دیکھتے تو یقیناً ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوتیں اور اس مؤلف (اعلیٰ حضرت) کو اپنے اصحاب (امام ابو یوسف و امام محمد وغیرہ رحمہم اللہ) کے زمرے میں شامل فرماتے''۔ (المیزان: ص ۱۹۲)

تم احمد رضا خان کو امام ابو یوسف و امام محمد رحمۃ اللہ علیہما کے ہم پلہ قرار دو اس وقت آخر تمہیں اکابر

سے بیزاری یا حنفیت کی گستاخی نظر نہیں آتی؟

بریلوی شیخ الحدیث فیض احمد اویسی لکھتا ہے:

''فن حدیث میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو امیر المحدثین کہا جاتا ہے لیکن آج امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ ہمارے ممدوح کی حدیث دانی کی مہارت وحذاقت کو ملاحظہ فرماتے تو فرحت وسرور کے انداز میں فرماتے احمد رضا انت امام المحدثین''۔ (احادیث موضوعہ اور امام احمد رضا: ص ۲)

مولوی وارث جمال بستوی رضاخانی لکھتا ہے:

''امام احمد رضا نے اس حقیقت صادقہ کو اچھی طرح سمجھ لیا تھا اسی لیے اس میدان میں آپ کا کوئی حریف نہیں حتی کہ حسان العرب حضرت امام بوصیری صاحب قصیدہ بردہ شریف بھی سبقت نہ لے جاسکے''۔ (انوار رضا: ص ۲۶۳)

مفتی حسن قادری مفتی حزب الاحناف لکھتا ہے:

''ضمیمہ میں وہ مسائل لکھے جارہے ہیں جن سے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے رجوع فرمایا'' اور پھر آگے ۵۸ مسائل ذکر کیے جس سے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے رجوع کیا ملاحظہ ہو (دو عظیم رہنما ابو حنیفہ اور رضا: ص ۱۴۳ تا ۱۵۶)

مگر جب احمد رضا خان کے کمالات ذکر کرنے کا موقع آیا تو لکھتا ہے:

''مخالفین نے درجنوں فتاویٰ دے کر پھر رجوع کیا مگر قربان جایئے اعلیٰ حضرت کی استقامت پر جو بات کی لوہے پہ لکیر ہے ہزاروں فتوے دیئے ایک سے بھی رجوع ثابت نہیں کیونکہ وہ جوش میں ہوش سے کام لیتے ہیں اس لیے یہ پہاڑ اپنی جگہ سے تو ہلتا رہے گا مگر احمد رضا کی بات کیوں بدلے''۔ (دو عظیم رہنما ابو حنیفہ اور رضا: ص ۱۶۱)

اس کا اس کے سوا اور کیا مطلب لیا جاسکتا ہے کہ معاذ اللہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے ان اٹھاون مسائل میں جوش کے دوران ہوش سے کام نہیں لیا اس لیے غلط فتوے دے کر پھر اس سے رجوع کرلیا مگر احمد رضا خان کی تحقیق پہاڑ سے زیادہ مضبوط ہوتی ہوش سے فتوے دیتے جس کی وجہ سے رجوع کی نوبت نہ آتی۔ حالانکہ خود احمد رضا خان لکھتے ہیں:

”ہمارے علماء سلف رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو جیسا علم حدیث تھا جیسا وہ صحیح وضعیف ومنسوخ وناسخ پہچانتے تھے بعد کے لوگ ان کی برابری نہیں کر سکتے کہ نہ انہیں ویسا علم نہ اس قدر زمانہ رسالت سے قرب“۔

(الفضل الموہبی: ص ۵۱)

یہ عبارت جائے شرم ہے ان رضاخانیوں کے لیے جن کو احمد رضا خان کی مدح اس وقت تک ہضم نہیں ہوتی جب تک احمد رضا کو امام بخاری، امام ابوحنیفہ، امام شامی، امام بوصیری، امام غزالی اور چودہ سوسال کے ائمہ فقہاء پر ترجیح نہ دے دیں۔ پھر آخر الذکر کتاب کا نام ملاحظہ ہو:”دو عظیم رہنما ابوحنیفہ اور رضا“ یہ لوگ احمد رضا خان کا تقابل امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے کر رہے ہیں اس وقت ان کو گستاخی نظر نہیں آتی۔ بہرحال تم احمد رضا خان بریلوی کو امام اعظم ثانی کہو تو کوئی گستاخی نہیں مگر کوئی دوسرا امام اعظم اول ہو جائے تو گستاخی، تم احمد رضا خان کو امام غزالی کے پائے کا لکھو تو امام غزالی کی شان میں کوئی گستاخی نہ ہو مگر کوئی کسی کو امام ابوحنیفہ سے بڑا عالم کہہ دے تو حنفیت بیزاری، گستاخی وتوہین، تمہارے لوگوں نے لکھا کہ احمد رضا خان امام شامی، امام ابن الہمام سے بڑے عالم تھے یہ تو ان کی شاگردی کے لائق تھے تو علامہ شامی اور ان فقہاء سے بے زاری نہیں تو خدام الدین کا حوالہ حنفیت بیزاری کیسے؟ تم نے احمد رضا خان کو امام ابو یوسف و امام محمد کے پائے کا عالم لکھا تو اگر آج کے دور میں بھی ان کے پائے کا عالم ہو سکتا ہے ”امام المحدثین امیر المومنین فی الحدیث“ پیدا ہو سکتا ہے یہ ان کی گستاخی نہیں تو خدام الدین کا حوالہ کیوں گستاخی؟

آخری سوال کیا شوافع امام شافعی کو، حنابلہ امام احمد بن حنبل، مالکیہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہم کو امام ابوحنیفہ سے بڑے عالم نہیں مانتے؟ تو کیا یہ اہل السنۃ والجماعۃ کا اتنا بڑا طبقہ حنفیت سے بیزار اور معاذ اللہ امام ابوحنیفہ کا گستاخ ہے؟

اعتراض۔۔۔امام ابوحنیفہ کا قول قرآن وحدیث کے مخالف ہوسکتا ہے:

اگلا حوالہ دیتے ہوئے مولوی کاشف اقبال صاحب لکھتے ہیں:

''دیوبندی مناظر مولوی یوسف رحمانی نے لکھا ہے کہ ہمارا عقیدہ ہے کہ اگر امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان بھی قرآن وحدیث کے معارض ہوگا ہم اس کو بھی ٹھکرا دیں گے۔ (سیف رحمانی: ص ۱۷) یہ ہے دیوبندیوں کی حنفیت اور یہ کہ دیوبندیوں کے نزدیک حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعض اقوال قرآن وحدیث سے متصادم بھی ہیں ولاحول ولاقوۃ الا باللہ۔

(دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف: ص ۴۳)

جواب: عجیب جہالت ہے پرسے پرندہ بنانا کوئی ان رضاخانیوں سے سیکھے۔ کاشف اقبال رضاخانی کا دعویٰ تو یہ تھا کہ اکابر علماء دیوبند معاذ اللہ حنفیت سے بیزار ہیں اور پیش کیے گئے حوالے میں ایسی کوئی بات نہیں۔ پھر الزام لگایا کہ دیوبندیوں کے نزدیک امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے بعض اقوال قرآن وحدیث کے خلاف ہیں حالانکہ حوالے میں ایسی کوئی بات نہیں بلکہ عبارت میں لفظ ''اگر'' برائے شرط موجود ہے یعنی بالفرض اگر ایسا ہوتا اس ''اگر'' کا مطلب جو اس جاہل رضاخانی کو سمجھ نہیں آیا ہم مولانا احمد رضاخان صاحب ہی کی کتاب سے پیش کر دیتے ہیں:

''خدا کرنا ہوتا جو تحت مشیت   خدا ہو کے آتا یہ بندہ خدا کا

میں نے کہا ٹھیک ہے یہ شرطیہ ہے جس کے لیے مقدم اور تالی کا امکان ضروری نہیں اللہ عزوجل فرماتا ہے:

قل ان کان للرحمن ولد فانا اول العابدین۔ اے محبوب تم فرمادو کہ اگر رحمن کے لیے کوئی بچہ ہوتا تو اسے سب سے پہلے میں پوجتا''۔

(ملفوظات اعلیٰ حضرت: حصہ دوم، ص ۱۶۱)

احمد رضاخان نے قرآن کی آیت کا جو ترجمہ کیا ہے اس میں ''اگر'' کا لفظ موجود ہے جو فاتح بریلویت قاطع رضاخانیت حضرت مولانا یوسف رحمانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت میں بھی موجود

ہے اب اس رضا خانی الٹی سوچ کے مطابق اس ترجمہ کا مطلب یہ نکلے گا کہ معاذ اللہ رحمٰن کا بھی کوئی بیٹا تھا جس کو سب سے پہلے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پوجتے تھے۔استغفر اللہ۔استغفر اللہ۔

بریلوی شیخ الحدیث غلام رسول سعیدی لکھتا ہے:

''حضرت امام شافعی فن حدیث کے ایک جلیل القدر امام ہیں اور روایت پر جرح وتعدیل کے سلسلہ میں ان کی رائے یقیناً وقعت اور اہمیت کی حامل ہے لیکن حدیث رسول کے مقابلے میں جب وہ کوئی بات محض اپنی رائے سے کہیں گے تو اس کا کوئی وزن نہیں ہوگا''۔

(ذکر بالجہر: ص ۱۲۴،۱۲۵ فرید بک سٹال لاہور)

اب لگاؤ فتویٰ اپنے شیخ الحدیث پر جو کہتا ہے کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ حدیث رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقابلے میں اپنی رائے سے بات کرتے تھے۔نیز ماقبل میں جو حوالہ گزرا کہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے ۵۸ مسائل سے رجوع فرمایا تو سوال ہے کہ کیا وہ مسائل قرآن وحدیث کے خلاف تھے تبھی تو رجوع فرمایا؟ اگر نہیں تو رجوع کیوں کیا؟

اعتراض۔۔۔حنفیت کے دفاع کو عمر کا ضیاع قرار دینا:

''دیوبندی اکابر تو حنفیت کے دفاع کو عمر کا ضیاع قرار دیتے ہیں دیوبند کے مفتی محمد شفیع آف کراچی لکھتے ہیں کہ: قادیان کے جلسہ کے موقع پر نماز فجر کے وقت حاضر ہوا تو دیکھا کہ حضرت (انور شاہ) کشمیری سر پکڑے مغموم بیٹھے ہیں میں نے پوچھا کہ حضرت کیا مزاج ہے کہا ہاں ٹھیک ہی ہے میاں مزاج کیا پوچھتے ہو عمر ضائع کردی۔میں نے عرض کیا کہ حضرت آپ کی ساری عمر علم کی خدمت میں دین کی اشاعت میں گزری ہے ہزاروں آپ کے شاگرد علماء ہیں مشاہیر ہیں جو آپ سے مستفید ہوئے اور خدمت دین میں لگے ہوئے ہیں آپ کی عمر اگر ضائع ہوئی تو کس کی عمر کام میں لگی؟ فرمایا میں تمہیں صحیح کہتا ہوں عمر ضائع کردی میں نے عرض کیا حضرت بات کیا ہے فرمایا ہماری عمر کا ہماری تقریروں کا ہماری ساری کدوکاش کا یہ خلاصہ رہا کہ دوسرے مسلکوں پر حنفیت کی ترجیح قائم کردیں امام ابو حنیفہ (رضی اللہ عنہ) کے مسائل کے دلائل تلاش کریں اور دوسرے ائمہ کے مسائل پر آپ کے مسلک کی ترجیح ثابت کردیں، یہ رہا ہے محور ہماری کوششوں کا تقریروں کا اور علمی

زندگی کا اب غور کرتا ہوں تو دیکھتا ہوں کہ کس چیز میں عمر برباد کی......الخ (وحدت امت: ص ۱۸ طبع کراچی) قارئین کرام! غور کیجئے کہ جن کے اکابر کے ہاں حنفیت جو کہ قرآن وسنت کا ہی دوسرا نام ہے کا دفاع کرنا عمر کی بربادی ہے ان کا حنفیت کا ٹھیکیدار بننا کتنا بڑا فراڈ اور دھوکہ دہی ہے''۔

(دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف: ص ۴۴)

جواب: کاشف اقبال رضا خانی نے ایک بار پھر اپنی عادت بد کے مطابق پورا مضمون اور عبارت سیاق وسباق کے ساتھ پیش نہیں کی۔ پورا مضمون جہاں تک کاشف اقبال نے عبارت نقل کی اس سے متصل اگلی عبارت ملاحظہ ہو:

''ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ہماری ترجیح کے محتاج ہیں کہ ہم ان پر کوئی احسان کریں؟ ان کو اللہ تعالیٰ نے جو مقام دیا وہ مقام لوگوں سے خود اپنا لوہا منوائے گا وہ تو ہمارے محتاج نہیں۔ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اور دوسرے مسالک کے فقہاء جن کے مقابلے میں ہم یہ ترجیح قائم کرتے آئے ہیں کیا حاصل ہے اس کا؟ اس کے سوا کچھ نہیں کہ ہم زیادہ سے زیادہ اپنے مسلک کو ''صواب''، محتمل الخطاء (درست مسلک جس میں خطا کا احتمال موجود ہے) کہیں۔ اس سے آگے کوئی نتیجہ نہیں ان تمام بحثوں تدقیقات اور تحقیقات کا جن میں ہم مصروف ہیں۔ پھر فرمایا: ارے میاں! اس کا تو کہیں حشر میں بھی راز نہیں کھلے گا کہ کون سا مسلک صواب تھا اور کون سا خطا، اجتہادی مسائل صرف یہی نہیں کہ دنیا میں ان کا فیصلہ نہیں ہوسکتا دنیا میں بھی تمام تر تحقیق وکاوش کے بعد یہی کہہ سکتے ہیں کہ یہ بھی صحیح ہے یا یہ کہ یہ صحیح ہے لیکن احتمال موجود ہے کہ یہ خطا ہو اور وہ خطا ہے اس احتمال کے ساتھ کہ صواب ہو۔ دنیا میں تو یہ ہے قبر میں بھی منکر نکیر نہیں پوچھیں گے کہ رفع یدین حق تھا یا ترک رفع یدین حق تھا؟ آمین بالجہر حق تھا یا بالسر حق تھا؟ برزخ میں بھی اس کے متعلق سوال نہیں کیا جائے گا اور قبر میں بھی یہ سوال نہیں ہوگا۔ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے الفاظ یہ تھے:

اللہ تعالیٰ شافعی کو رسوا کرے گا نہ ابو حنیفہ کو نہ مالک کو نہ احمد بن حنبل کو، جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے دین

کے علم کا انعام دیا ہے جن کے ساتھ اپنی مخلوق کے بہت بڑے حصے کو لگا دیا ہے۔ جنہوں نے نور ہدایت چار سو پھیلایا ہے جن کی زندگیاں سنت کا نور پھیلانے میں گزریں۔ اللہ تعالیٰ ان میں سے کسی کو رسوا نہ کرے گا کہ وہاں میدان محشر میں کھڑا کر کے یہ معلوم کرے کہ ابو حنیفہ نے صحیح کہا تھا یا شافعی نے غلط کہا تھا؟ یا اس کے برعکس یہ نہیں ہوگا! تو جس چیز کو نہ دنیا میں کہیں نکھرنا ہے نہ برزخ میں اور نہ محشر میں، اس کے پیچھے پڑ کر ہم نے اپنی عمر ضائع کر دی اپنی قوت صرف کر دی اور جو صحیح اسلام کی دعوت تھی مجمع علیہ اور سبھی کے مابین جو مسئلے متفقہ تھے اور دین کی جو ضروریات سبھی کے نزدیک اہم تھیں جن کی دعوت انبیاء کرام علیہم السلام لے کر آئے تھے جن کی دعوت عام کرنے کا ہمیں حکم دیا گیا تھا اور وہ منکرات جن کو مٹانے کی کوشش ہم پر فرض کی گئی آج یہ دعوت تو نہیں دی جا رہی یہ ضروریات دین تو لوگوں سے اوجھل ہو رہی ہیں اور اپنے واغیار ان کے چہرے کو مسخ کر رہے ہیں اور وہ منکرات جن کو مٹانے میں ہمیں لگے ہونا چاہیے تھا وہ پھیل رہے ہیں گمراہی پھیل رہی ہے الحاد آ رہا ہے شرک و بت پرستی چلی آ رہی ہے حرام و حلال کا امتیاز اٹھ رہا ہے لیکن ہم لگے ہوئے ہیں ان فرعی و فروعی بحثوں میں! حضرت شاہ صاحب نے فرمایا یوں غمگین بیٹھا ہوں اور محسوس کر رہا ہوں کہ عمر ضائع کرا دی‘‘۔ (وحدت امت: ص ۱۳، ۱۴ ر مکتبہ خدام القرآن لاہور)

قارئین کرام! کاشف اقبال رضاخانی کا دعویٰ تو یہ تھا کہ اکابر دیو بند حنفیت سے معاذ اللہ بیزار ہیں مگر جو حوالہ دیا اس میں دور دور تک اس کا ذکر نہیں بلکہ آپ نے ملاحظہ فرمالیا کہ حضرت انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کس زور و شور سے امام ابو حنیفہ، امام مالک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہم کی حقانیت ان کی رفعت و عظمت اور عوام میں ان کی مقبولیت عند اللہ ان کا مقام بیان فرما رہے ہیں۔ بلکہ یہاں تک اپنی عقیدت کا اظہار کیا کہ کیا امام ابو حنیفہ ہماری ترجیح کے محتاج ہیں جو ہم ان پر احسان کر رہے ہیں؟ کہ ہم اگر حنفیت کی ترجیح ثابت نہ بھی کریں تو امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا علم، تفقہ، ورع، تقویٰ اور قوت استدلال خود اپنا لوہا منواتا ہے۔ خدارا قبر کو سامنے رکھ کر جواب دیں کیا ایسے لوگوں کو حنفیت سے بیزار کہنا کھلا تعصب اور دلی عداوت و بغض کا شرمناک مظاہرہ نہیں؟

حضرت کشمیری رحمۃ اللہ علیہ تو ایک عمومی انداز میں ایک بات فرما رہے ہیں کہ ضروریات دین حرام وحلال ومنکرات کی تبلیغ کو چھوڑ کر ساری زندگی صرف اسی میں عمر کھپا دینا کہ حنفی مسلک کو شافعی مسلک پر ترجیح کس طرح دی جائے یہ یقیناً عمر کو ضائع کرنا ہے۔ حضرت نے یہ کہیں نہیں کہا کہ معاذ اللہ معترضین کے مقابلے میں حنفیت کا دفاع کرنا یا عند الضرورت احناف کا دفاع کرنا معاذ اللہ عمر کو ضائع کرنا ہے۔ نیز رضا خانی ہمیں یہ جواب دیں کہ اگر حنفیت قرآن وحدیث کا نچوڑ ہے تو کیا شوافع، حنابلہ ومالکیہ معاذ اللہ اس قرآن وسنت کے نچوڑ کے مخالف ہیں جو اس نچوڑ کو نہیں مانتے؟

فتاویٰ شامی میں محمد بن عبد الوہاب نجدی کے متعلق عبارت کی توجیہ:

"(اعتراض) علامہ شامی پر دیوبندیوں کی برہمی لمحہ فکریہ"

یہ عنوان قائم کر کے رضا خانی ترجمان لکھتا ہے:

"امام ابن عابدین شامی نے محمد بن عبد الوہاب نجدی کا شدید رد کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ جیسا کہ ہمارے زمانے میں محمد بن عبد الوہاب نجدی کے پیروکار نجد سے نکلے حرمین شریفین پر زبردستی قبضہ کر لیا ان لوگوں کے گمان میں صرف وہی مسلمان ہیں جو بھی ان کے عقیدے کا مخالف ہے مشرک ہے اور انہوں نے اہل سنت عوام وعلماء کے قتل کو جائز قرار دیا ہے۔ (رد المحتار: ج ۳ ص ۳۳۹ طبع کوئٹہ) مگر دوسری طرف دیوبندی قطب عالم مولوی رشید احمد گنگوہی اس کی تعریف میں رطب اللسان ہیں لکھتے ہیں کہ محمد بن عبد الوہاب کو لوگ وہابی کہتے ہیں وہ اچھا آدمی تھا سنا ہے کہ مذہب حنبلی رکھتا تھا اور عامل بالحدیث تھا بدعت وشرک سے روکتا تھا مگر تشدید اس کے مزاج میں تھی"۔

(فتاویٰ رشیدیہ: ص ۲۶۶)

دیوبندی مولوی تو علامہ شامی کے نجدی کے رد کرنے پر سخت برہم ہوئے چنانچہ دیوبندی مولوی فیروز الدین روحی لکھتے ہیں کہ۔۔۔

"ابن عابدین شامی نے حکومت کے اثر سے ان غریبوں وہابیوں کو بدنام کیا اور ان کے خلاف ایک متحدہ محاذ قائم کر کے اپنی دنیا سنبھالی بر اہو دنیا پرستی اور سنہرے سکوں کا جس کے عوض شامی نے

نجدیوں کو دل کھول کر بدنام کیا ہے شامی نے یہ سب کچھ محمد علی پاشا کے حکم سے اور اس کی دولت کے اثر سے لکھا ہے"۔ (آئینہ صداقت: ص ۵۴ طبع لاہور)

قارئین کرام اس عبارت میں دیوبندی محرر نے جس قدر علامہ شامی کو ظلم و ستم کا نشانہ بنایا ہے وہ قابل مذمت ہے اور علامہ شامی جو علمائے احناف کے امام و مقتدر فقیہ ہیں"۔

(دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف: ص ۴۴،۴۵)

جواب:

علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ رضاخانیوں کی نظر میں:

رضاخانی بریلوی نے اپنی بھولی بھالی عوام کو محض دھوکا دیا ہے کہ علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ علمائے احناف کے امام ہیں اور علمائے احناف سے اس کی مراد بریلوی ہیں حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ لوگ علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ کے باغی ہیں اس کو امام تو کیا مانیں اسے احمد رضا خان بریلوی کا شاگرد بناتے پھرتے ہیں ملاحظہ ہو حوالہ جات:

بریلوی صدر الافاضل نعیم الدین مرادآبادی صاحب فرماتے ہیں:

"ہماری نگاہ میں سیدنا اعلیٰ حضرت۔۔۔کی تحقیقات عالیہ علامہ ابن عابدین شامی کی تحقیقات سے عالی و بلند تر ہیں"۔ (معارف رضا: سلور جوبلی سالنامہ نمبر ۲۰۰۵ء: ص ۲۶۷)

ایک اور حوالہ پڑھیں:

"علامہ شامی اور صاحب فتح القدیر مولانا کے شاگرد ہیں یہ تو امام اعظم ثانی معلوم ہوتا ہے"۔

(المیزان کا امام احمد رضا نمبر: ص ۱۸۶)

اس پر مزید حوالے ماقبل میں گزر چکے ہیں دوبارہ مراجعت فرمالیں۔ المختصر اگر کاشف اقبال رضاخانی کے پاس احمد رضا خان کی الجد الممتار ہو تو آنکھیں کھول کر اسے پڑھے جس میں جگہ جگہ احمد رضا خان نے علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ پر اعتراض کرتے ہوئے ان سے اختلاف کیا۔

نجدیوں کے متعلق علامہ شامی کی عبارت ہمارے خلاف نہیں:

کاشف اقبال رضا خانی نے محض جھوٹ بولا ہے کہ علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے محمد بن عبد الوہاب نجدی کا شدید رد کیا ہے اور پھر احمد رضا خان کی کتابوں سے سیکھے ہوئے تحریف دھوکا وفراڈ کے فن کا مظاہرہ کرتے ہوئے شامی کے ترجمہ میں اپنی طرف سے ''محمد بن عبد الوہاب نجدی'' کا نام بھی ڈال دیا حالانکہ یہ نام وہاں دکھانے والے کو منہ مانگا انعام۔ علامہ شامی کی عبارت کا جو ترجمہ کاشف اقبال رضا خانی صاحب نے نقل کیا ہے وہ ان کی جہالت کا منہ بولتا ثبوت ہے جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ان کو شامی دیکھنے ہی کی توفیق نہیں ہوئی بس کسی رسالے میں غلط ترجمہ دیکھا اور بغیر تحقیق کتاب میں نقل کر دیا ہم آپ کے سامنے شامی کی اصل عبارت اور اس کا سلیس ترجمہ کرتے ہیں:

"کما وقع فی زماننا فی اتباع عبد الوهاب الذی خرجوا من نجد و تغلوا علی الحرمین و کانوا ینتحلون مذهب الحنابلة لکنهم اعتقدوا انهم المسلمون و ان من خالف اعتقادهم مشرکون استباحوا قتل اهل السنت و قتل علمائهم". (فتاویٰ شامی: ج ۴ ص ۳۶۲)

[ترجمہ] جیسا کہ ہمارے زمانے میں واقع ہوا ہے کہ عبد الوہاب (یہ علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ کا تسامح ہے عبد الوہاب رحمۃ اللہ علیہ ان کے والد تھے ان کا نام ''محمد'' ہے: ناقل) کے پیرو نجد سے نکلے اور حرمین پر غلبہ کیا اور وہ لوگ اپنے آپ کو حنبلی مذہب کہتے تھے لیکن ان کا اعتقاد یہ تھا کہ وہی مسلمان ہیں اور جو ان کے عقیدہ کے خلاف ہیں وہ مشرک ہیں اس لیے انہوں نے اہل سنت اور ان کے علماء کے قتل کو مباح سمجھا۔

علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے کہیں بھی اس فتوے میں محمد بن عبد الوہاب نجدی کو برا نہیں کہا نہ ان کا رد کیا اور وہ بھی رد شدید۔ بلکہ ان کے اتباع یعنی پیروکاروں کی مذمت کی، اور فتاویٰ رشیدیہ میں بھی یہی کچھ لکھا گیا ہے کاشف اقبال رضا خانی نے فتاویٰ رشیدیہ کی اردو عبارت بھی صحیح طرح سے نقل نہ کی ہم آپ کے سامنے پوری عبارت نقل کرتے ہیں:

''محمد بن عبدالوہاب کے مقتدیوں کو وہابی کہتے ہیں ان کے عقائد عمدہ تھے اور مذہب ان کا حنبلی تھا البتہ ان کے مزاج میں شدت تھی مگر وہ اوران کے مقتدی اچھے ہیں مگر ہاں جوحد سے بڑھ گئے ان میں فساد آ گیا اور عقائد سب کے متحد ہیں اعمال میں فرق حنفی شافعی مالکی حنبلی کا ہے''۔

(فتاویٰ رشیدیہ: ص ۲۲۷)

(۱) شامی میں محمد بن عبدالوہاب کے خلاف کوئی فتویٰ نہیں۔فتاویٰ رشیدیہ میں بھی ان کے خلاف کوئی فتویٰ نہیں۔

(۲) شامی میں محمد بن عبدالوہاب کے پیروکاروں کو حنبلی المذہب کہا گیا۔یہی بات فتاویٰ رشیدیہ میں دہرائی گئی۔

(۳) فتاویٰ شامی میں محمد بن عبدالوہاب کی نہیں بلکہ ان کے (بعض) پیروکاروں کی مذمت کی گئی کہ وہ حد سے بڑھ گئے اور فتاویٰ رشیدیہ میں بھی یہی کہا گیا کہ ان کے پیروکار جوحد سے بڑھ گئے ان میں فساد آ گیا۔

تو علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت فتاویٰ رشیدیہ یا ہمارے موقف کے خلاف نہیں بلکہ یہ عبارت تو اس کے حق میں ہے۔بریلویوں نے اس عبارت کو فتاویٰ رشیدیہ کے خلاف ہر جگہ بڑے زور و شور سے پیش کیا حتیٰ کہ ہمارے بعض علماء کو بھی اس سلسلے میں مغالطہ لگ گیا لیکن الحمدللہ راقم نے جب ان دونوں عبارتوں پر غور کیا تو معلوم ہوا کہ یہ محض اہل بدعت کا پروپیگنڈا ہے شامی کی عبارت تو فتاویٰ رشیدیہ کے لیے ماخذ کا درجہ رکھتی ہے۔

علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ کی یہ عبارت بریلوی رضاخانیوں کے خلاف ہے:

علامہ شامی نے وہابی نجدیوں کی نشانی یہ بتائی کہ وہ اپنے سوا سب کو مشرک کہتے ہیں اور مولوی غلام مہر علی بریلوی کے بقول وہابیت خارجیت ہی کی شاخ ہے (ملخصاً: دیوبندی مذہب: ص ۱۳۲) اب ملاحظہ فرمائیں کہ اپنے سوا سب کو کافر سمجھنے کا یہی خارجیوں والا عقیدہ بریلویوں کا بھی ہے چنانچہ نعیم الدین مرادآبادی سے سوال ہوا:

''مخالفین اور وہابیہ دیوبندیہ نے جو یہ شورش اٹھائی ہے کہ اعلیٰ حضرت حکیم الامت مجدد مائۃ حاضرہ مویدملت طاہرہ شیخ الاسلام والمسلمین سیدنا مولانا شاہ مفتی محمد احمد رضا خان صاحب محدث بریلوی ۔۔۔کثرت سے علمائے امت کو کافر کہتے ہیں اس لیے اعلیٰ حضرت کو مکفر المسلمین کے لقب سے یاد کرتے ہیں تو آیا یہ کہنا ان کا حق ہے یا باطل ہدایت ہے یا ضلالت؟''۔

اس کا جواب دیتے ہیں:

''رہی یہ بات کہ جو اعلیٰ حضرت کا ہم عقیدہ نہ ہو اس کو وہ کافر جانتے ہیں یہ درست ہے''۔

(التحقیقات: ص۵ طبع جدید: ص۱۳۸)

وجاہت رسول قادری لکھتا ہے:

''ان سے محبت اہل ایمان کی پہچان اور ان سے عداوت گستاخان خدا اور رسول اور اہل بدعت کی نشانی ٹھہری''۔ (معارف رضا: ص۹، ۲۰۰۵ء)

بدرالدین احمد قادری بریلوی لکھتا ہے:

''علمائے حق کے نزدیک آپ سے محبت رکھنا سنیت کی علامت ہے اور آپ سے جلنا اور بغض رکھنا بددین ہونے کی پہچان ہے''۔ (سوانح امام احمد رضا: ص۱۲۶)

امیر اہل بدعت الیاس عطاری صاحب لکھتے ہیں:

''اعلیحضرت۔۔۔کی کسی بھی تحریر پر تنقید یا تنقید کرنے والے کی صحبت اختیار کی بلکہ اس سے محبت بھی کی تو خبردار کہیں ایمان سے ہاتھ نہ دھو بیٹھیں''۔ (تمہید ایمان مع حسام الحرمین)

حیرت ہے کہ احمد رضا خان خود ساری ملت سے اختلاف کرے اس کے ایمان پر کوئی فرق نہیں پڑتا یہ اس کے مجتہد ہونے کی دلیل بن جائے شجاعت قادری صاحب لکھتے ہیں:

''مولانا۔۔۔کا بہت اہم کارنامہ یہ ہے کہ وہ متقدمین و متاخرین فقہاء و اصولیین پر نہایت فراخدلی سے تنقید فرماتے ہیں''۔ (مقدمہ فتاویٰ رضویہ قدیم: ج۵ ص۲۴)

خود احمد رضا خان کہتا ہے:

''بخاری و مسلم بھی نبی ﷺ کے ڈھائی سو (۲۵۰) برس بعد تصنیف ہوئیں مسلمانوں کے بہت

سے فرقے انہیں مانتے ہی نہیں اور اس کے سبب وہ اسلام سے خارج نہ ہوئے"۔

(معارف رضا سالنامہ ۲۰۰۶ء: ص ۵۸)

ظاہر ہے کہ جو بخاری و مسلم کو نہیں مانے گا وہ کسی اعتراض کی وجہ سے نہیں مانے گا حیرت ہے اصح الکتب بعد کتاب اللہ کا کوئی انکار کر دے اس پر تنقید کرے خود احمد رضا خان چودہ سو سال کے علماء فقہاء پر کھل کر تنقید کریں اس کے ایمان پر تو کوئی فرق نہیں پڑتا یہ پھر بھی ہٹا کٹا مسلمان مگر اس بے ایمان بددین بدعتی کی کتابوں پر کوئی تنقید کر دے یا تنقید کرنے والوں کی صحبت میں بیٹھ جائے یا ان سے محبت ہی کرنے کا جرم کرے تو وہ ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھتا ہے یہ خارجیت نہیں تو اور کیا ہے رضا خانیوں کا بس نہیں چلتا ورنہ وہ مسلمان ہونے کے لیے شیعوں کی طرح کلمہ میں احمد رضا خان کا نام بھی ڈال دیں۔ یہ بدبخت تو امام مہدی و حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے بھی پہلے حسام الحرمین پر دستخط لیں گے اس کے بعد ان کے ساتھ دینے کا سوچیں گے۔ معاذ اللہ۔ نیز ہمیں یہ بھی جواب دیں کہ وہ کون سے اسلامی فرقے ہیں جو صحیح مسلم و بخاری کو نہیں مانتا مگر پھر بھی احمد رضا خان کے نزدیک وہ مسلمان ہیں؟

مولوی ابو الطیب دانا پوری لکھتا ہے:

"ہندوستان میں جس قدر مسلمان کہلانے والے ہیں۔۔۔ سنی (ظاہر ہے کہ یہاں سنی سے مراد بریلوی ہے: ناقل) مسلمانوں کے علاوہ یہ تمام مدعیان اسلام بحکم شریعت مطہرہ کفار و مرتدین لئام ہیں"۔ (تجانب اہل سنت: ص ۱۱۲)

تجانب اہل سنت پر مظہر اعلیٰ حضرت مولوی حشمت علی رضوی، ضیاء الدین رضا خانی، علماء پیلی بھیت، شاہ آل مصطفیٰ رضا خانی، محمد میاں آل رسول رضا خانی جیسے جید اکابر بریلویہ کی تقاریظ ثبت ہیں اس لیے اسے غیر معتبر کہہ کر جھٹلایا نہیں جا سکتا اگر یہ غیر معتبر تھی تو اپنے کسی ایک اکابر کا حوالہ دو جس نے اس کتاب کی اشاعت کے بعد اس سے براءت کا اظہار کیا ہو اور ابو الطیب کو توبہ اور تجدید ایمان کا کہا ہو چونکہ اس کتاب میں علامہ اقبال سر سید اور محمد علی جناح پر بھی کفر کے

فتوے ہیں اس لیے پاکستان آزاد ہونے کے بعد اس کتاب کا اب انکار کرتے ہیں۔ یہ بدنام زمانہ کتاب کفر کے فتووں کا دائرۃ المعارف ہے اسلام کی چودہ صدیوں میں مخالفین پر کفر سب وشتم کی ایسی گندی دستاویز آپ کو نہیں ملے گی۔

آئینہ صداقت ہماری معتبر کتاب نہیں:

رہ گئی بات پروفیسر فیروز الدین روحی صاحب کی کتاب ''آئینہ صداقت'' تو وہ ہماری معتبر کتاب نہیں کاشف اقبال نے کتاب کے سرورق پر لکھا ہوا ہے ''مستند کتب دیوبندیہ کے حوالہ جات سے مزین'' تو ثابت کرے کہ کسی کالج کے یہ پروفیسر موصوف ہمارے اکابر میں سے ہیں اور ان کی یہ کتاب ہمارے لیے استناد کا درجہ رکھتی ہے۔ بلکہ مجھے تو یہ موصوف کوئی غیر مقلد معلوم ہوتے ہیں ان کی کتاب بھی اہلحدیث کے مکتبہ ''اسلامی اکادمی اردو بازار لاہور'' نے شائع کی اور کتاب کے بیک ٹائٹل پر معروف غیر مقلد عالم وحید الزماں کا مترجم ابوداؤد کا اشتہار بھی لگا ہوا ہے۔ بہرحال جہاں تک علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق ان کی رائے ہے تو ہم اس کی پرزور مذمت کرتے ہیں علامہ شامی سے اختلاف کا حق اپنی جگہ مگر ان کے خلوص پر شبہ کرنا یا اس پر حملہ کرنا وہ بھی اس انداز میں بغیر ثبوت اور اکابر علماء کے بارے میں اس قسم کی بدگمانی کرنا قابل افسوس اور لائق مذمت ہے۔ اگر پروفیسر صاحب حیات ہوتے تو ضرور ہم انہیں اس پر تنبیہ کرتے۔

یاد رہے کہ کاشف اقبال رضاخانی نے سابقہ روایات کے بموجب یہ حوالہ جات بھی دیوبندی مذہب ص ۱۳۷ سے سرقہ کیے حتی کہ اس نے جو محاورہ نقل کیا الاناء یترشح بما فیہ وہ بھی اس نے سرقہ کیا۔

بریلوی رضاخانیوں کی منافقت:

کاشف اقبال رضاخانی آگے لکھتا ہے:

''۔۔۔اس کے بعد ان سب نے اس سے رجوع کا اعلان بھی کر دیا ہے اس کا ثبوت یہ ہے کہ مولوی منظور نعمانی مشہور دیوبندی مناظر نے نجدی مذکور کی حمایت میں ایک کتاب شائع کی ہے اور نجدی مذکور پر لگائے گئے الزامات کی صفائی دینے کی سعی مذموم کی ہے اور ساتھ ہی اپنے دیوبندی

اکابر کا نجدی مذکور کے رد کرنے سے رجوع بھی بیان کر دیا ہے یہ کتاب قدیمی کتب خانہ کراچی سے شائع ہوئی ہے''۔(دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف:ص۴۶)

جب مانتے ہو کہ محمد بن عبدالوہاب نجدی کے رد میں علماء اہل السنت والجماعت دیوبند نے جو کچھ لکھا اس سے بعد میں رجوع بھی کیا تو اب ان مرجوع اقوال کو ہر جگہ پیش کرنا خصوصاً الشہاب الثاقب کو کیا کھلی منافقت اور دھوکا دہی نہیں؟ آل قارون مولوی احمد رضا خان صاحب بریلوی لکھتے ہیں:

''قول مرجوع پر افتاء وقضاء جہل وخرق اجماع ہے نہ کہ مرجوع عنہ کے سرے سے قول ہی نہ رہا لاجرم ایسے فیصلے منسوخ کر دینے کا حکم فرمایا''۔(فتاوی رضویہ قدیم:ج۷ص۵۵۵)

تو جن اقوال سے رجوع کر لیا وہ تو سرے سے ان کا قول ہی نہ رہا اب انہیں ان کا مسلک و موقف مسلک وعقیدہ بنا کر پیش کرنا کیا کھلی جہالت اور خرق اجماع اور احمد رضا خان کی کھلی بغاوت جو مستلزم کفر ہے؛نہیں؟

اعتراض۔۔۔دیوبند نام کی کہانی:

اس کے بعد رضا خانی معترض صاحب لکھتے ہیں:

قارئین کرام!دیوبند تاریخی اعتبار سے شیطانوں اور دیواؤں کا ٹھکانہ تھا جس کا قدیم دیہی بن تھا جو بعد میں دیوبند ہو گیا جس کو دیوبندی علماء نے بسر چشم قبول کر لیا۔

(دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف:ص۴۷)

جواب: اب کوئی اس جاہل سے پوچھے کے اس میں کون سے کفر وشرک کی بات ہے؟ رضا خانیوں کا مرکز بریلی آج جس ملک میں ہے اس کا نام ''ہندوستان'' ہے وہاں رہنے والا ہر بریلوی اپنی نسبت ''ہندوستانی'' کرتا ہے یعنی ہندوؤں،گائے کے پجاریوں،بتوں کے پوجنے والوں کے رہنے کی جگہ دیوی دیوتاؤں کے ماننے والوں کی سرزمین اس نام کو تبدیل کرنے کا تو انہیں کبھی خیال نہیں آیا اسے تو انہوں نے بڑی خوشی سے قبول کیا ہوا ہے اور دیوبند کے نام پر

اعتراض کرتے ہوئے انہیں ذرا شرم نہیں آتی۔ ہر عقل مند جانتا ہے کہ شہر یا ملک کا نام محض اپنی قومی شناخت کے لیے ہوتا ہے بس۔ اگر اس رضا خانی نے کبھی توضیح تلویح پڑھی ہوتی تو اس میں پڑھتا کہ اسماء صرف مسمیٰ پر دلالت کرنے کے لیے ہوتے ہیں اس سے ان کا لغوی معنی مراد نہیں ہوتا۔ مگر رضا خانیوں کی عقل ہی الٹی ہے۔ ان کے اصول ہی نرالے ہیں۔

بریلی نام کی کہانی:

ڈاکٹر محمد حسن قادری لکھتا ہے:

''ہندوستان کی قدیم تاریخ میں بریلی کا علاقہ پانچال کے نام سے موسوم تھا جس کا مہابھارت میں ذکر ہے جس کی وسعت ہمالیہ پہاڑ سے دریائے چنبل تک تھی۔ پانچال کا آہچنہ دارالسلطنت بھتا جس کو آج کل مراد آباد کی حد سے چند میل کے فاصلہ پر گرنہ سرولی ضلع بریلی میں رام نگر کہتے ہیں۔ ۶۳۸ میں ہوان سانگ چینی سیاح نے اس علاقہ کا سفر کیا اس وقت اس ملک میں شیلا دیتیہ کی حکومت تھی جو بدھ مذہب کا پیرو تھا۔ صدہا سال کی مدت کے بعد راج پوت کی زور آوری کے زمانے میں اس کو کٹھیر کے نام سے پکارا جانے لگا۔ ۱۱۹۴ء تک کٹھیر میں ہندوؤں کی بلا شرکت غیرے حکومت رہی۔ سب سے پہلے کٹھیر یا ٹھاکر جگت سنگھ نے موجودہ بریلی سے پورب کی سمت ۱۵۰۰ء میں موضع جگت پور آباد کیا جو آج بھی بریلی کا معروف محلہ ہے پھر اس کے ستائیس (۲۷) سال بعد ٹھاکر جگت سنگھ کے دو بیٹوں بانس دیو، برل دیو نے ۱۵۲۷ء میں موجودہ بریلی کی بنیاد ڈالی ان دونوں بھائیوں کی نسبت سے اس شہر کا نام بانس بریلی مشہور ہوا''۔

(ماہنامہ اعلیٰ حضرت بریلی شریف مارچ ۲۰۱۵ء: ص ۵۲)

رضا خانیو! اپنے مرکز کا نام تم نے سکھوں کے نام پر رکھا ہوا ہے اور اسے ''شریف'' بھی کر دیا اس نام پر راضی ہو، اسے بدلنے کا تمہیں کبھی خیال نہیں آیا، سکھوں کے نام پر اس کے کئی مشہور محلے آج بھی ہیں اس پر تمہیں کبھی اعتراض نہ ہوا تو دیوبند کے لفظ پر فضول اعتراضات کرتے ہوئے تم لوگوں کو شرم نہیں آتی؟۔

مولوی عامر عثمانی اور دیوبند پر اشعار:

مولوی کاشف اقبال رضا خانی لکھتا ہے:

دیوبندی مولوی عامر عثمانی نے بھی اس کی بالتصریح وضاحت اشعار میں کی ہے:

حروف دیوبند

د۔ی۔و۔ب۔ن۔د

دغا کی دال ہے یا جوج کی ہے ی اس میں	وطن فروشی کی واؤ بدی کی ب اس میں
جو اس کے نور میں نار جحیم غلطاں ہے	تو اس کے دال سے دہقانیت نمایاں ہے
ملے یہ حروف تو بیچارہ دیوبند بنا	برے خمیر سے یہ شہر ناپسند بنا

ماہنامہ تجلی دیوبند فروری ۱۹۵۷۔ (دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف: ص ۴۷، ۴۸)

جواب: کاشف اقبال رضا خانی نے اپنے قارئین کو کتاب خریدنے کے لیے دھوکا تو یہ دیا کہ مستند کتب دیوبندیہ سے حوالہ جات مگر جگہ جگہ اس آدمی نے رطب ویابس کو نقل کیا ہے۔ مولوی عامر عثمانی دیوبندی نہیں ''مودودیت'' کا آلہ کار تھا۔ اس کا یہ رسالہ ''تجلی'' علمائے دیوبند پر سب وشتم کے لیے وقف تھا۔ قصہ یہ تھا کہ مولوی عامر عثمانی نے فراغت کے بعد دارالعلوم دیوبند میں تدریس کے لیے درخواست دی لیکن دارالعلوم دیوبند کو اس شخص کی قابلیت کا بخوبی اندازہ تھا اس لیے بار بار مراجعت کے باوجود ان کی درخواست رد کر دی جاتی اس پر ان کو کافی صدمہ ہوا اور ردعمل میں دیوبند شہر سے ایک رسالہ ''تجلی'' کا اجراء کر دیا اس دور میں حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ اپنے عروج پر تھے اور انہوں نے اور مولانا اعزاز علی دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ نے ابوالاعلیٰ مودودی کی بعض صریح دینی غلط فہمیوں کی وجہ سے انہیں ضال مضل کہا تھا تو جماعت اسلامی نے درپردہ اس رسالے کا سہارا لیا اور تجلی کے ذریعہ اکابر علماء دیوبند پر خصوصاً مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ (جو مودودی کی تکفیر کر چکے تھے) کے خلاف خوب خوب زہر اگلا گیا۔ اس لیے اس مودودی تجلی کا کوئی حوالہ نہ ہم پر حجت ہے نہ ہم اس کے ذمہ دار۔

اب رہے وہ اشعار جو اس رضا خانی نے تجلی سے پیش کیے تو اس میں بھی اس نے اپنی جدی پشتی بے ایمانی کا ثبوت دیا ہے۔ دراصل ماہنامہ تجلی بابت فروری و مارچ ۱۹۵۷ء کے خاص نمبر ص ۱۴۳، ۱۴۴ تک ملا ابن العرب مکی دیوبندی اور صوفی ٹاٹ شاہ بریلوی اور مولوی اگر گل دیوبندی کے فرضی ناموں سے مولوی عامر عثمانی نے ''مسجد سے میخانے تک'' کے عنوان سے ایک نہایت دلچسپ اور طویل مناظرہ درج کیا ہے جو پڑھنے کے قابل ہے اس میں صوفی ٹاٹ شاہ بریلوی نے نثر میں جو کچھ کہا وہ الگ ہے اور قابل مطالعہ ہے۔ رضا خانی نے جو اشعار نقل کیے ہیں وہ صوفی ٹاٹ شاہ بریلوی کے ہیں جو رسالہ مذکورہ کے ص ۱۴۴ میں مذکور ہیں ص ۱۴۵ پر ملا ابن العرب کے جوابی اشعار مذکور ہیں کاشف اقبال میں اگر انصاف و دیانت کا مادہ ہوتا تو وہ جوابی اشعار بھی نقل کرتا تا کہ تصویر کے دونوں رخ سامنے آجاتے مگر جن کے آباء و اجداد مکہ و مدینہ میں جھوٹ، مکر و فریب کرنے پر نہ شرمائیں تو ان کی اولاد اگر پاکستان میں بیٹھ کر کتر و بیونت کر کے لوگوں کو دھوکا دے دے تو کوئی اچھنبے کی بات نہیں۔ ملاحظہ ہو ابن العرب مکی دیوبندی کے اشعار ان رضا خانی اشعار کے جواب میں:

دعا کی دال کو کہتے ہو تم دغا کی دال	علاج چشم کراؤ بڑی خطاء کی ہے
یہ دال دولت و دنیا و دین سے ہے معمور	دماغ و دیدہ و دل اس سے ہو گئے پر نور
غضب ہے تمہیں یاجوج کی نظر آئی	ضرور ڈوب گئی ہے تمہاری بینائی
نظر جماؤ کہ یاد خدا کی ی ہے یہ	یقین و یثرب و یمن و صنعا کی یے ہے یہ
کہا جو واؤ کو تم نے وطن فروشی کا	ثبوت دے دیا اپنی گناہ کوشی کا
ادب کرو کہ وضو کا وفا کا واؤ ہے یہ	وقار و وعظ و وصال خدا کا واؤ ہے یہ
بدی کی بے جسے کہتے ہو تم شرارت سے	وہ ہے بہشت بریں برکت و بہار کی بے
جو تم نے نون میں نار جحیم ہی دیکھی	تو کیا قصور تمہاری تو عاقبت ہے یہی
سنو کہ نون ہے یہ نزہت و نظافت کا	نماز و نعت کا نیکی کا نور و نعمت کا

جو تم نے دل میں دہقانیت کی بو سونگھی	تو سمجھو اپنی غلاظت ہی ہو بہو سونگھی
ارے یہ دال دیانت کی دوستی کی ہے	درود کی ہے دوا کی ہے دلکشی کی ہے
بڑے ہی پاک عناصر سے دیوبند بنا	عدو کی جان جلی شہر دل پسند بنا

ان اشعار کے بعد ملا ابن العرب دیوبندی نے مناظرانہ انداز میں گفتگو جاری رکھی پھر لفظ بریلی کے متعلق فرمایا:

لفظ بریلی کے حروف کی حقیقت

بتاؤں تم کو بریلی کے سب حروف کا حال   کہ حرف حرف میں نہیاں ہے فطرت دجال

جو بے ہے اس میں تو بنیاد بدعتوں کی ہے

آگے شور بلند ہوا اور مزید کچھ نہ پڑھا جا سکا...... الخ (اس کے بعد بریلی کے حروف کی تکمیل مولانا اگر گل دیوبندی نے صوفی ٹاٹ شاہ کے ملتے جلتے قافیہ اور ردیف میں کی ہے)

بدبختی و بدعت و بدکاری کی با اس میں
ریا و رجم دردِ درگاہ کی ہی را اس میں
یہودیت و یا بو کی یا بھی ہے اس کے سوا اس میں
لوم ولعنت و لالچ کی لام بھی ہے ان کے ہمنوا اس میں
یاوہ گوئی دیار فروشی کی یا بھی ہے اے بے نوا اس میں
یہ یار لوگ دین فروشی میں مبتلا ہیں اور دیتے ہیں دغا اس میں

یہ سب حروف ملے تو لفظ بریلی بنا
شرک و بدعت و ختموں کا خوب دھندا چلا

اس کے بعد ملا ابن العرب مکی دیوبندی کے یہ اشعار بھی تجلی ص ۱۴۶ ار پر مذکور ہیں ان پر ایک نگاہ ڈالائے جس میں صوفی ٹاٹ شاہ اور ان کے ہمنواؤں پر چوٹ ہے۔

چھائیں گھٹائیں مہکی فضائیں عرسوں کا آیا رنگین زمانہ

اب دن کٹیں گے قوالیوں میں ،راتوں کو ہوگا جشن شبینہ
ہم صوفیوں نے ہندوستان میں صدہا بنائے دیسی مدینے
دیوبندیوں کے حصہ میں آیا لے دے کہ تنہا عربی مدینہ
جو مانگنا ہے قبروں سے مانگو،نذریں چڑھاؤ سجدے گزارو
خالق کی مسند ہیں عرش و کرسی قبریں ہیں عرش و کرسی کا زینہ
اللہ قادر بے شک ہے لیکن سنتا نہیں وہ بے واسطہ کے
خواجہ پیا کو آواز دینا جب ہو بھنور میں تیرا سفینہ
دو چار ساغر پینے دو واعظ روکونہ ان کو قوال ہیں یہ
ہم اہل دل کے سردار ہیں یہ،ان کے ادب کا سیکھو قرینہ
راز تصوف،رمز طریقت ،کیا خاک سمجھیں اہل شریعت
ہم صوفیوں کی ہر صوفیت پر حجت ہے علم سینہ بہ سینہ

اس کے بعد صوفی ٹاٹ شاہ بریلوی اور ابن العرب مکی کی بزعم خویش باحوالہ مناظرانہ گفتگو کے بعد پھر ملا ابن العرب مکی کے اشعار تجلی کے ص ۱۴۷ پر درج ہیں:

بخشش نہ ہوگی بندگی اولیا بغیر	قبلہ نظر نہ آئے قبلہ نما بغیر
فیض قبور کلیر و اجمیر کی قسم	اپنی تو کٹ رہی ہے مزے سے خدا بغیر
خواجہ سے لو لگی ہے تو قرآن سے عشق ہے	پیتے نہیں شراب بھی ہم فاتحہ بغیر
جب عرس ہی نہیں تو صلوۃ و زکوۃ کیا	ہوتی نہیں صفائی باطن غنا گانے بغیر
میں فاتحہ پڑھوں گا پلاؤ کی قاب لا	ملتا نہیں ثواب عبادت غذا بغیر
ملا ہمیں بھی جبہ و دستار لا کے دے	چلتا نہیں ہے کام نمود و ریا بغیر

اس کے بعد صوفی ٹاٹ شاہ بریلوی اور ابن العرب مکی کی مناظرانہ نوک جھونک ہے پھر تجلی ص ۱۴۸ پر ملا ابن العرب مکی کے یہ اشعار ہیں جن میں صوفی ٹاٹ شاہ پر چوٹ ہے:

کرتا ہے وجد و حال تو خواجہ کے در پہ آ	نغمے کہاں دھرے ہیں شریعت کے ساز میں

ہم نے تو اپنے خواجہ سے جنت بھی مانگ لی	تو کھو گیا فقہ کے نشیب و فراز میں
قوالیوں کی تان پر ہے عرش کا سفر	گویا کہ اڑ رہا ہوں ہوائی جہاز میں
کس کا گناہ کیسی شریعت کہاں کا دین	میں ہوں اسیر خواجہ زلف دراز میں

اس کے بعد یہ لکھ کر مجمع مست ہو گیا اور نعرے بلند ہوئے صوفی کوفی بھاگ گئے ملاں کی زندہ باد اس کے بعد ۱۴۸، ۱۴۹ میں لنگڑی مثلث پیش کی ہے:

کو پہلے ب لکھی اس نے دوبارہ پھر الف لکھا	تبارا نون لکھ کر پھر جمایا جیم کا نقشہ

جو خط دیکھا تو سیدھا تھا مگر نکلا جناب الٹا

بظاہر مئے کشتی ہے فی الحقیقت خوش خیالی ہے	تصور کر کے خواجہ تیری آنکھوں کا چڑھالی ہے

مزے بھی لوٹتے ہیں اور لیتے ہیں ثواب الٹا

دل احمق اگر آنسو بہاتا ہے بہانے دو	حسینوں کی گلی میں سر کھپاتا ہے کھپانے دو

بھٹکتا آئے تم دیکھنا خانہ خراب الٹا

بھری برسات میں پینے سے ہم کو روکو مت واعظ	ارے بارش میں خود موجود ہے لفظ شراب الٹا

اعتراض۔۔۔دیوبندیوں کا حقائق ومعارف کی تبلیغ کا طریقہ:

یہ عنوان قائم کر کے کاشف اقبال رضاخانی نے اپنی کتاب کے صفحہ ۲۴۸ پر حضرت حکیم الامت مولانا شاہ اشرف علی تھانوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ماموں کے ایک واقعہ پر اعتراض کیا ہے یہی اعتراض دیوبندی مذہب کے صفحہ ۱۱۸، ۱۱۹ پر کیا گیا ہے جس سے کاشف اقبال نے سرقہ کیا ہے۔راقم نے اس اعتراض کا جواب مجلہ نور سنت کے شمارہ نمبر ۴/۱۴ میں دیا ہے ملاحظہ ہو۔

ملفوظات حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے حضرت کے ماموں پر اعتراض کا مدلل جواب:

حکیم الامت مجدد دین وملت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات علوم ومعارف کا گنجینہ ہیں شیخ الاسلام استاذ محترم حضرت مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہ العالی دورہ

حدیث کے فارغ التحصیل علماء کو خاص طور پر جن کتابوں کے مطالعہ کی تلقین کرتے ہیں ان میں سر فہرست ملفوظات حکیم الامت ہے اس سے آپ ان ملفوظات کی وقعت کا اندازہ لگا سکتے ہیں، پر عقل وشعور سے پیدل تعصب سے مغلوب اہل السنۃ والجماعۃ کے دیرینہ دشمن فرقہ رضائیہ کے علماء ان ملفوظات پر مختلف قسم کے اعتراضات اپنی جہالت کی وجہ سے کرتے رہتے ہیں انہی اعتراضات میں سے ایک اعتراض ملفوظات میں حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کے ماموں پر بھی ہے جسے بعض رضاخانی نام نہاد مناظرین نے اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے اس مضمون میں ہم ان شاء اللہ اسی اعتراض کا مدلل ومنہ توڑ جواب دیں گے

اعتراض: ایک واقعہ ان ہی ماموں صاحب کا اور یاد آیا حیدر آباد سے اول بار کانپور تشریف لائے تو چونکہ جلے بھنے بہت تھے ان کی باتوں سے لوگ بہت متاثر ہوئے عبد الرحمن صاحب مالک مطبع نظامی بھی ان سے ملنے آئے اور ان کے حقائق ومعارف سن کر بہت معتقد ہوئے عرض کیا حضرت وعظ فرمایئے تاکہ مسلمان منتفع ہوں ماموں صاحب نے اس کا جواب عجیب آزادانہ رندانہ دیا کہا کہ خان صاحب میں اور وعظ صلاح کار کجا من خراب کجا۔ پھر جب زیادہ اصرار کیا تو کہا ہاں ایک طرح کہہ سکتا ہوں اس کا انتظام کر دیجیے عبد الرحمن خان صاحب بے چارے متین بزرگ تھے سمجھے ایسا طریقہ ہوگا جس کا انتظام نہ ہو سکے۔ یہ سن کر بہت اشتیاق ہوا پوچھا کہ حضرت وہ طریقہ خاص کیا ہے ماموں صاحب بولے کہ میں بالکل ننگا ہو کر بازار میں ہو نکلوں اس طرح کہ ایک شخص تو آگے سے میرے عضو تناسل کو پکڑ کر کھینچے اور دوسرا پیچھے سے انگلی کرے اور ساتھ میں لڑکوں کی فوج ہو اور وہ یہ شور مچاتے جائیں بھڑوا رے بھڑوا بھڑوا ہے رے بھڑوا اس وقت میں حقائق ومعارف بیان کروں کیونکہ ایسی حالت میں کوئی گمراہ تو نہ ہوگا سب سمجھیں گے کہ کوئی مسخرہ ہے مہمل باتیں کر رہا ہے۔ (ملفوظات)

جواب: ملفوظات کی اس عبارت کو بنیاد بنا کر حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ یا علمائے اہل السنۃ والجماعۃ پر بے ہودہ اعتراض کرنا نہ صرف جہالت بلکہ ضد وتعصب ہے۔

اولاً: اس لیے کہ جس عبارت پر ان رضاخانیوں کو اعتراض ہوا وہ ''ملفوظات'' کی عبارت ہے اور بزرگان دین کے ملفوظات رضاخانیوں کے نزدیک معتبر نہیں ہوتے۔ چنانچہ مناظرہ جھنگ کا شکست خوردہ مولوی اشرف سرگودھوی کا لڑکا مولوی نصیر الدین سیالوی اپنی کتاب میں ملفوظات کے حوالے سے لکھتا ہے:

''اس حدیث کو باوجود راویوں کے ثقہ ہونے کے موضوع قرار دیا گیا ہے تو اسی طرح یہ بھی ممکن ہے کہ اس واقعہ کے راوی ثقہ ہوں لیکن واقعہ صحیح نہ ہو...... بزرگوں کے ملفوظات میں کچھ باتیں ان سے غلط منسوب ہو جاتی ہیں''۔

(عبارات اکابر کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ: ج ۱ ص ۳۹۱، ۳۹۲ مطبوعہ مکتبہ غوثیہ کراچی)

پس جب خود رضاخانیوں کو بھی یہ اصول تسلیم ہے کہ بزرگان دین کے ملفوظات میں اکثر غلط باتیں ان سے منسوب ہو جاتی ہیں اس لیے ملفوظات پر مشتمل کتب معتبر نہیں ہوتیں اور بعض اوقات ناقل باوجود ثقہ ہونے کے ایسی بات نقل کر دیتا ہے جو غلط اور بے اصل ہوتی ہے، تو اس سب کے باوجود کیا حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات کی اس عبارت کو قطعی اور اس واقعہ کو یقینی باور کر کے علمائے دیوبند پر اتنی گھٹیا الزام تراشی کرنا کیا یہ کھلی ہوئی جہالت، ضد اور اپنے ہی وضع کردہ اصولوں سے انحراف نہیں؟

ثانیاً: اشرف السوانح کے اندر حضرت حکیم الامت مجدد دین وملت رحمۃ اللہ علیہ کے اس ماموں کا تفصیلی ذکر وسوانح موجود ہے اور ان کا شمار صوفیہ کے ''ملامتی فرقے'' میں کیا گیا ہے۔ عبارت ملاحظہ ہو:

''ان سب مجموعہ حالات نے انہیں کچھ ایسے بنا دیا تھا جیسا کہ درویشوں میں ایک ''فرقہ ملامتیہ'' مشہور ہے''۔ (اشرف السوانح: ج ۱ ص ۲۲۹ مطبوعہ دار الاشاعت کراچی)

فرقہ ملامتیہ کیا ہے؟

قارئین کرام! ''فرقہ ملامتیہ'' صوفیہ میں ایک گروہ ہے جو عوام کے درمیان ایسے افعال کا

ارتکاب کرتے ہیں جن کو لوگ اچھا نہیں سمجھتے اور ان کا مقصود ان افعال سے لوگوں کے درمیان اپنے نفس کے تکبر کو ختم کرنا ہوتا ہے تاکہ جب لوگ ان کاموں کی وجہ سے ان کو برا بھلا کہیں گے تو ان کے نفس کا تکبر، انا اور بڑا پن ختم ہوگا جو اصلاح باطن کی روح ہے۔

ولی کامل حضرت علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ المعروف داتا صاحب اس گروہ کا تعارف کراتے ہوئے لکھتے ہیں:

"سلکت طائفة من المشائخ الطريقة طريق الملامة. و الملامة خلوص المحبة تاثير عظيم. و مشرب تام". (کشف المحجوب: ص۲۵۹)

[ترجمہ] مشائخ طریقت کی ایک جماعت نے ملامت کا طریقہ پسند فرمایا ہے۔ کیونکہ ملامت میں خلوص ومحبت کی بڑی تاثیر اور لذت کامل پوشیدہ ہے۔

پھر آگے حضرت "ملامت" کی تین قسمیں بیان کرتے ہوئے تیسری قسم کا تعارف ان الفاظ میں کرتے ہیں:

"و ملامة الترك هی ان يكون الكفر و الضلال الطبيعی متمكنان من شخص حتی يقول بترك الشريعة و اتباعها. ويقول ان ما يفعله ملامة و يكون هذا طريقه فيها. ام من يكون طريقه الاستقامة و عدم مزاولة النفاق و الكف عن الرياء فلكا خوف عليه من ملامة الخلق و يكون فی كل الاحوال علی مسلكه و يستوی لديه ای اسم يسمونه به". (کشف المحجوب: ص۲۶۱)

[ترجمہ] (ملامتیہ کی ایک تیسری قسم ہے) کہ دل میں تو کفر وضلالت سے طبعی نفرت بھری پڑی ہو بظاہر شریعت کی اتباع نہ کرے اور خیال کرے کہ ملامتی طریقے پر ایسا کر رہا ہوں اور یہ ملامت کا طریقہ اس کی عادت بن جائے اس کے باوجود دین میں مضبوط اور راست رو ہو لیکن ظاہر طور پر بغرض ملامت نفاق وریا کے طور طریقے پر دین کی خلاف ورزی کرے اور مخلوق کی ملامت سے بے خوف ہو کر وہ ہر حال میں اپنے کام سے کام رکھے خواہ لوگ اسے جس نام سے چاہیں پکاریں۔

پس حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے یہ ماموں بھی ملامتیہ کے اسی فرقے سے تھے اور بظاہر اس

طرح کی باتیں کرکے ان کا مقصود یہی تھا کہ لوگ ان پر ملامت کریں اور یوں یہ اپنے مقصود کو پہنچے۔ کتنی افسوس کی بات ہے کہ آج کے رضاخانی حضرت علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ المعروف داتا صاحب کے نام پر عوام کے ٹکڑے کھا رہی ہے مگر دوسری طرف صوفیہ کے جس فرقے کو وہ اولیاء اللہ میں شمار کررہے ہیں اس پر آج کے یہ رضاخانی اس طرح کے بے ہودہ اعتراض کررہے ہیں۔

اسی ملامتی گروہ کی صفات بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ جاننا چاہیے کہ ملامتیوں کی طبیعت کسی امر سے اتنی نفرت نہیں کرتی جتنی لوگوں میں عزت ومنزلت پانے سے انہیں نفرت ہوتی ہے:

"اعلم ان ھذا الطبع لا یکون اشد نفورا من حضرۃ اللہ تعالی بشیئ الا بالقدر الذی یکون کافیا لجاہ الخلق"۔ (کشف المحجوب: ص ۲۶۳)

پس حضرت کے ان ماموں کا مقصد بھی اس قسم کی باتوں سے یہی تھا کہ لوگ انہیں ملامت کریں اور اس طرح یہ اپنے مقصود کو حاصل کریں۔ حضرت ہجویری رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ اسی باب میں نقل کرتے ہیں:

"ویروی عن السید ابراھیم بن ادھم رحمه الله انه سئل ارأیت نفسك عن قد بلغت المراد ابدا؟ قال نعم رأیت ذالك مرتین مرۃ کنت قد رکبت سفینة لم یعرفنی بھا احد، و کنت البس خلقا و قد طال شعری و کنت علی حال کان اهل السفینة معه یسخرون منی و یھزاون بی، و کان مع القوم مھرج یاتی الی کل لحظة و یشد شعری و ینتزعه منی و یستخف بی علی سبیل السخریة و کنت اجد نفسی علی مرادی افرح بذل نفسی الی ان بلغ السرور یوما غایتة بان قام المھرج و تبول علی"۔ (کشف المحجوب: ص ۲۶۵)

[ترجمہ] حضرت ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے سوال کیا کیا آپ نے کبھی اپنے مقصد میں کامیابی دیکھی؟ انھوں نے فرمایا ہاں دو مرتبہ ایک اس وقت جب میں کشتی میں سوار تھا اور کسی نے مجھے نہیں پہچانا کیونکہ میں پھٹے پرانے کپڑے پہنے ہوئے تھا اور بال بھی بڑھ گئے تھے ایسی حالت

میں کشتی کے تمام سوار میرا مذاق اڑا رہے تھے ان میں ایک مسخرہ اتنا جری تھا کہ وہ میرے پاس آ کر میرے بال نوچنے لگا اور میرا مذاق اڑانے لگا۔ اس وقت میں نے اپنی مراد پائی اور اس خراب لباس اور شکستہ حالی میں مسرت محسوس ہوئی یہاں تک میری یہ مسرت بایں سبب انتہاء کو پہنچی کہ وہ مسخرا اٹھا اور اس نے مجھ پر پیشاب کر دیا۔

غور فرمائیں کہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے ماموں کی بات اور حضرت ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ کے اس واقعہ میں مآل کے اعتبار سے کیا فرق ہے؟ حضرت ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ کہہ رہے ہیں کہ وہ شخص اٹھا ننگا ہوا اپنا آلہ تناسل مجھ پر پکڑ کر پیشاب کر دیا اور اسی وقت میں مراد کو پہنچا اور اسی قسم کی بات حضرت کے ان ماموں صاحب نے کہی فرق یہ ہے کہ انھوں نے صرف ایسی خواہش کا اظہار کیا اور حضرت ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ اس بات کو بالفعل ذکر کر رہے ہیں۔

غرض اس گروہ کا مقصود اسی قسم کی باتیں یا حرکات کر کے اپنے مقصود تک پہنچنا ہوتا ہے مگر یہ باتیں ان رضا خانی جاہلوں کو کون سمجھائے جنہیں تعصب نے اندھا، بہرا کر دیا ہے۔ لیکن یاد رہے کہ جمہور مشائخ نے اس طریقہ اصلاح نفس کو پسند نہیں کیا۔

ثالثاً: اشرف السوانح جلد اول صفحہ ۵۶، ۵۷ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے یہ ماموں ''مجذوب'' بھی تھے۔ اور مجاذیب کے متعلق رضا خانی بھی تسلیم کرتے ہیں کہ وہ مرفوع القلم ہوتے ہیں ان سے شطحیات ظاہر ہوتی ہیں بلکہ مفتی حنیف قریشی بریلوی صاحب نے تو ''گستاخ کون'' میں اپنا پورا ایک رسالہ شطحیات اولیاء کے بارے میں شامل کیا ہے۔ پس حضرت کے یہ ماموں بھی چونکہ مجذوب تھے لہٰذا ان کے اس قول کو جو ملفوظات میں مذکور ہے ہمیں اس کو ان کی شطح پر محمول کرنا چاہیے رضا خانیوں کو شرم کرنی چاہیے کہ مجاذیب کے متعلق تو بقول بریلویوں کے فرشتے بھی اپنے قلم روک لیتے ہیں مگر ان کم بختوں کے قلم یہاں بھی چلنا شروع ہو جاتے ہیں۔

احمد رضا خان صاحب کے ملفوظات میں ایک مجذوب کا واقعہ ان الفاظ میں مذکور ہے:

”سچے مجذوب کی یہ پہچان ہے کہ شریعت مطہرہ کا کبھی مقابلہ نہ کرے گا حضرت سیدی موسیٰ سہاگ“ مشہور مجاذیب میں سے تھے احمد آباد میں مزار شریف ہے۔ میں زیارت سے مشرف ہوا ہوں۔ زنانہ وضع رکھتے تھے ایک بار قحط شدید پڑا بادشاہ و قاضی جمع ہو کر حضرت کے پاس دعا کے لیے گئے انکار فرماتے رہے کہ میں کیا دعا کے قابل ہوں جب لوگوں کی آہ وزاری حد سے گزری ایک پتھر اٹھایا اور دوسرے ہاتھ کی چوڑیوں کی طرف لائے اور آسمان کی طرف جانب منہ اٹھا کر فرمایا مینہ بھیجیے یا اپنا سہاگ لیجیے یہ کہنا تھا کہ گھٹائیں پہاڑ کی طرح امڈ آئیں اور جل تھل بھر دیئے۔ ایک دن نماز جمعہ کے وقت بازار میں جارہے تھے ادھر سے قاضی شہر کہ جامع مسجد کو جاتے تھے آئے اور انہیں دیکھ کر امر بالمعروف کیا کہ یہ وضع مردوں کو حرام ہے مردانہ لباس پہنیے اور نماز کو چلیے اس پر انکار و مقابلہ نہ کیا چوڑیاں اور زیور اور زنانہ لباس اتارا مسجد کو ہو لیے خطبہ سنا جب جماعت قائم ہوئی اور امام نے تکبیر تحریمہ کہی اللہ اکبر سنتے ہی ان کی حالت بدلی فرمایا اللہ اکبر میرا خاوند حی لا یموت ہے کہ کبھی نہ مرے گا اور یہ مجھے بیوہ کیے دیتے ہیں اتنا کہنا تھا کہ سر سے پاؤں تک وہی سرخ لباس تھا اور وہی چوڑیاں“۔ (ملفوظات: حصہ دوم، ص ۲۰۸ رفرید بک اسٹال لاہور)

آل قارون نواب احمد رضا خان بڑیچ کی ذکر کردہ اس حکایت سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوتے ہیں:

(۱) یہ موصوف جسے خان صاحب اولیاء اللہ میں شمار کر رہے ہیں زنانہ لباس پہنتے تھے جو مردوں پر حرام ہے بلکہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسے مردوں پر لعنت فرمائی ہے جو عورتوں کی مشابہت اختیار کریں۔

(۲) لباس بھی سرخ یہ بھی مردوں کے لیے جائز نہیں۔

(۳) زیورات جو ظاہر ہے طلائی ہوں گے یہ بھی مردوں کے لیے حرام۔

(۴) موصوف نماز جمعہ تک نہیں پڑھتے تھے اور اس مبارک وقت میں بازاروں میں گھومتے تھے جو ابغض البلاد الی اللہ ہیں۔

(۵) موصوف کا دعویٰ تھا کہ مرد ہونے کے باوجود وہ معاذ اللہ کسی کی بیوی ہیں۔

(۶) ان صاحب کا دعویٰ تھا کہ ان کے خاوند حی لا یموت جس کی شان اللہ اکبر ہے یعنی اللہ تعالیٰ ان کے خاوند ہیں۔ استغفر اللہ۔ نقل کفر کفر نہ باشد۔

اب ان تمام کفریات وبکواسات کے باوجود بقول نواب بریلی کے یہ موصوف اللہ کے اتنے بڑے ولی اور مستجاب الدعوات تھے کہ لوگ ان سے دعاؤں کی درخواست کرنے آتے تھے ان کی دعاؤں سے بارشیں برستی تھی قحط سالی دور ہوتی تھی، پس ان تمام کفریات وغیر شرعی امور کے ارتکاب کے باوجود جو تاویل ان صاحب کو ولی ثابت کرنے کے لیے رضا خانی صاحبان کریں وہی تاویل ملفوظات کے مندرجہ بالا حوالے کے حاشیہ پر بھی رقم فرمادیں۔

اسی طرح ان کی سوانح حیات میں ایک مجذوب کا ذکر ان الفاظ میں ملتا ہے:

"(ایک مرتبہ خود) اعلیٰ حضرت نے فرمایا بریلوی میں ایک مجذوب بشیر الدین اخوندزادہ کی مسجد میں رہا کرتے تھے جو کوئی ان کے پاس جاتا تھا کم سے کم پچاس گالیاں سناتے تھے مجھے ان کی خدمت میں حاضر ہونے کا شوق ہوا......"۔

(حیات اعلیٰ حضرت: ج۱ ص۔ تجلیات امام احمد رضا: ص ۷۴ ر برکاتی پبلیشرز کراچی)

کیسے یہاں تو ایک مجذوب عورتوں کا لباس پہن کر خود کو اللہ کی بیوی معاذ اللہ باور کرارہے ہیں اور دوسرے مجذوب صاحب ہمیشہ ننگے رہتے اور خوب موٹی موٹی گالیاں لوگوں کو دیتے مگر اس کے باوجود احمد رضا خان صاحب نہ صرف ان کی تائید کرتے ہیں بلکہ ان سے دعائیں لیتے جاتے ہیں۔ پس جو جواب رضا خانی ان دو واقعات کا دیں وہی ہماری طرف سے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے اس ماموں کے متعلق تصور کرلیں۔

ماکان جوابکم فھو جوابنا

رابعاً: معترضین "ملفوظات" کی عبارت نقل کرنے میں بدترین خیانت کا ارتکاب کرتے ہیں۔ معترضین اگر ملفوظات جلد ۹ صفحہ ۲۱۲ کا حوالہ دیتے وقت اگر ملفوظات جلد ۹ صفحہ ۲۱۳ یعنی اس سے اگلے صفحے کی عبارت بھی نقل کردیتے تو ہمیں اس کا جواب دینے کی بھی ضرورت

پیش نہ آتی۔اس ملفوظ کے اگلے صفحے پر ہی حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا قول موجود ہے کہ ان کی ایسی باتوں اور حرکتوں کی وجہ سے میں نے اپنے ان ماموں سے ترک تعلق کر دیا تھا اور ان کے لیے دعا کی تھی کہ خدا آپ کو شریعت کی اتباع کی توفیق دے اور حضرت حاجی صاحب کے خواب کا ذکر بھی کیا کہ مجھے ان کے پاس بیٹھنے سے منع کیا۔ملاحظہ ہو:

”گو میرے ماموں تھے مگر پھر بھی میں نے اوروں کی مصلحت کی خاطر ان سے بالکل کنارہ کر لیا تھا۔ادھر حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بھی روحانی دستگیری فرمائی خواب میں فرمایا کہ اپنے ماموں کے پاس مت بیٹھا کرو خارش ہو جائے گی۔اہل تعبیر نے بتایا کہ خارش اور جذام کی تعبیر بدعت ہے چاہے غلبہ حال سے معذور ہوں لیکن حقیقت تو بدعت ہے میں نے دیکھا کہ عوام پر ان سے میرے تعلق کا برا اثر پڑتا ہے جب یہاں تک نوبت پہنچ گئی اور ادھر دیکھا کہ جس غرض سے میں نے ان سے رجوع کیا تھا وہ غرض بھی حاصل نہ ہوئی یعنی رفع پریشانی بلکہ اور الٹی پریشانی بڑھ گئی تو ادب سے عذر کر دیا اور ادب سے تبلیغ بھی کر دی یعنی میں نے ان کو خط میں یہ بھی لکھ دیا کہ میں دعا کرتا ہوں کہ آپ کا حال اور قال شریعت کے موافق ہو جائے“۔

(الافاضات الیومیہ: ج ۹ ص ۲۱۳ مطبوعہ ادارہ تالیفات اشرفیہ)

پس جب خود حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے ان مجذوب کے ان افعال کو غیر شرعی قرار دیکر ان سے لاتعلقی کا ظہار کر دیا بلکہ ان کے لیے دعا بھی کی ان کو تنبیہ بھی کی تو اس کے باوجود ان تمام افعال کو ان کے سر تھوپنا اور اس کو بنیاد بنا کر پوری جماعت کو طعن و تشنیع کا نشانہ بنانا کیا کھلا ہوا دجل و فریب نہیں؟

باقی جو بعض معترضین اس ملفوظات کی بنیاد پر دشنام طرازی کرتے ہوئے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے اپنے دلی بغض کا اظہار کرنے کے لیے یہ کہتے ہیں کہ اگر ہم تھانوی صاحب کے ماموں کو...... یا تھانوی کو ان کے ماموں کی نسبت سے...... ماموں کا بھانجا کہہ دیں تو دیوبندیوں کو برا نہیں منانا چاہیے تو اگر اس کے جواب میں ہم احمد رضا خان کے مندرجہ ذیل شعر کو بنیاد بنا کر

احمد رضا خان کو ''آوارہ کتا'' کہنے لگ جائیں تو یقیناً آپ کو برا نہیں لگنا چاہیے:

کوئی کیوں پوچھے تیری بات رضا	تجھ سے کتے ہزار پھرتے ہیں

(حدائق بخشش: حصہ اول، ص ۴۴ ر مدینہ پبلیشنگ کراچی)

باز آ اپنی خوئے بد سے یار	ورنہ ہم بھی سنائیں گے دو چار

بریلوی اپنے گھر کی خبر لیں:

میاں شیر محمد شرقپوری کے بارے میں ان کے سوانح نگار نے لکھا:

''شرقپور شریف کا واقعہ ہے میاں صاحبؒ ایک صبح اپنے مکان میں بیٹھے تھے ان کا مکان رفتہ رفتہ ایک خانقاہ کی شکل اختیار کر گیا تھا اچانک ایک بڑھیا اندر چلی آئی اور بڑے درد سے بولی بابا! بابا تم بہت سے لوگوں سے سلوک کرتے ہو میری بھی ایک آرزو پوری کر دو۔ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا روضہ دیکھنا چاہتی ہوں۔ میاں صاحب نے نرمی سے کہا مائی درود شریف پڑھا کرو اور پڑھتے وقت خیال کرلیا کرو کہ تم وہیں ہو۔ بڑھیا نے اسی وقت یہ تصور کر کے درود شریف پڑھا اور بے اختیار پکار اٹھی ''خدا کی قسم میں روضے کے سامنے ہوں۔ میں روضے کے سامنے ہوں''۔ میاں صاحبؒ کی پیشانی پر بل پڑ گئے اور یہ کہتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے کہ:

''لوگ کسی بھڑوے کا پردہ بھی نہیں رہنے دیتے''

بھڑوے کا لفظ انہوں نے اپنے لیے کہا تھا نقل میں تبدیلی ناروا ہے اس لیے یہاں بجنسہ یہ لفظ دہرایا ہے وہ اس طرح اپنا نفس مارتے تھے۔ یہ شیوہ میاں صاحبؒ ہی کا نہیں تھا ناموروں میں بہت سی ایسی مثالیں ملتی ہیں''۔ (منبع انوار: ص ۴۹ ر مطبوعہ اویسی بک اسٹال گوجرانوالہ)

اس کتاب کو مرتب کرنے والے بریلوی پیر طریقت جمیل احمد شرقپوری کے صاحبزادے جلیل احمد شرقپوری ہیں۔ بقول بریلویوں کے خود کو ''بھڑوا'' کہنا نفس کو مارنے کا ایک طریقہ ہے اور اس کی نامور لوگوں یعنی بزرگان دین میں بہت سی مثالیں ملتی ہیں اب اگر ہم اس واقعہ پر شرم وحیا کا جامہ اتار کر اسی طرح لب کشائی کریں جس طرح رضا خانی ملفوظات کی عبارت پر کرتے ہیں تو یقیناً انہیں برا نہیں لگنا چاہیے کہ

ہے یہ گنبد کی صدا جیسی کہو ویسی سنو

الحمدللہ راقم کا یہ دعویٰ آج پھر سچ ثابت ہوا کہ میرے اکابر کی یہ کرامت ہے کہ رضاخانی معترض ان کی جس عبارت پر اعتراض کریں گے اسی مفہوم کی عبارت ان کے گھر سے بھی نکل آئے گی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

اہل السنۃ والجماعۃ پر تین سو (۳۰۰) سے زائد اعتراضات کے جوابات پر مشتمل

عبارات اکابر پر پہلا مکمل انسائیکلو پیڈیا

دفاع

اہل السنۃ والجماعۃ

باب دوم

علمائے دیوبند پر اللہ تعالیٰ کی توہین کا الزام اور اس کا جواب

مؤلف

مناظر اہل سنت

حضرت مولانا ساجد خان نقشبندی حفظہ اللہ

تصحیح ونظر ثانی:

خطیب اہل السنۃ

حضرت مولانا عبد اللہ صاحب قاسمی حفظہ اللہ

باہتمام: ظفر احمد نعمانی

شعبہ نشر و اشاعت

ادارہ تحقیقات اہل السنۃ والجماعۃ (الہند)

باب دوم

علمائے دیوبند پر اللہ تعالیٰ کی توہین کا الزام اور اس کا جواب

''علمائے دیوبند اور توحید خداوندی''

یہ عنوان قائم کر کے مولوی کاشف اقبال رضا خانی صاحب لکھتے ہیں:

''علمائے دیوبند کی توحید لمحہ فکریہ

آج دیوبندی بڑے موحد اور توحید کے ٹھیکیدار بنے پھرتے ہیں ہم ان کے توحید باری تعالیٰ کے متعلق عقائد ان کی مستند کتب سے پیش کر رہے ہیں۔ ان کے موحد ہونے کا اندازہ لگائیں''۔

(دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف: ص۴۹)

جواب: الحمد للہ! ساری دنیا اس بات کو جانتی ہے کہ اہل السنۃ والجماعۃ عقیدہ توحید پر کاربند ہیں اسی عقیدے کے مبلغ ہیں اور رضا خانی مشرک، شرک کی کھیتی کے کسان ہیں۔ رضا خانیوں کے ساتھ ہمارا بنیادی اختلاف ہی توحید و شرک کا ہے۔ رضا خانیوں کو تو ''توحید'' کے لفظ سے ہی خدا واسطے کا بیر ہے ترجمان رضا خانیت کیوں عوام کو دھوکا دیتا ہے تمہارے نزدیک تو توحید ہے ہی وہابیوں کی ایجاد ہے۔ ملاحظہ ہو توحید سے ان کی دشمنی۔

بریلویوں کی توحید دشمنی

ازقلم: فاتح رضا خانیت حضرت مفتی نجیب اللہ عمر صاحب مدظلہ العالی

الحمد للہ اہل السنۃ والجماعۃ کا عقیدہ ہے کہ توحید کی تصدیق کے بغیر ایمان جس طرح معدوم ہوتا ہے ایسے ہی محبت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بغیر دعویٰ اسلام کی کوئی حقیقت نہیں۔ یہ دعویٰ عشق رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کا اظہار تھا کہ علمائے دیوبند نے دین کے ہر میدان میں اول دستے کے طور پر کام کیا (یہ ایک الگ موضوع ہے)۔

دونوں چیزیں (۱) توحید خداوندی (۲) اور محبت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایمان کی بنیادیں ہیں بلکہ

اصل ایمان ہیں۔ان ہر دو میں سے کسی کا بھی انکار کفر اور زندقہ ہے۔دعوی توحید عشق رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بغیر سراسر کفر ہے، اور دعوی عشق محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم توحید کے بغیر شرک محض ہے۔بالفاظ دیگر عشق رسالت سے صرف نظر کرنے والا موحد اگر دین خوارج کا پیروکار ہے تو توحید کے اقرار اور تصدیق کے علاوہ عشق رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دعوی سرتاپا کفر، الحاد، شرک اور دین ابوطالبی کا اتباع ہے۔ہماری مراد اس سے وہ لوگ ہیں جو خود کو "رضا خانی بریلوی" کہلواتے ہیں اور توحید سے ان کو ایسی چڑ اور الرجی ہوتی ہے کہ اس سے بغض وعداوت کا اظہار ان کے چہروں کے خدوخال سے بھی ہونے لگتا ہے۔یہ لوگ توحید کا انکار کرنے میں کوئی باک محسوس نہیں کرتے اور لفظ توحید کا مذاق اڑا کر اپنا شمار مشرکین کی فہرست میں کروانے میں کوئی عار محسوس نہیں کرتے،

خدا محفوظ رکھے ہر بلا سے	خصوصاً مشرکوں کی بد ادا سے

لفظ توحید کا ثبوت قرآن سے:

قارئین اہلسنت وجماعت! قرآن مجید کے آخری پارے کی سورۃ سورہ اخلاص (قل ھو اللہ احد) کون سے مسلمان کی نظروں سے اوجھل ہے، مفسرین کرام نے اس سورت کے جہاں بہت سے مختلف ناموں کا ذکر کیا ہے ان میں سے ایک "سورۃ التوحید" بھی ہے گویا لفظ "احد" اور "واحد" سے صرف نظر خود لفظ "توحید" بھی قرآن کی ایک سورۃ مبارکہ کا نام ہے۔

مشہور مفسر اہلسنت امام رازی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

"واعلم ان کثرۃ الالقاب تدل علی مزید الفضیلۃ والعرف یشھد لما ذکرنا فاحدھا سورۃ التفرید و ثانیھا سورۃ التجرید و ثالثھا سورۃ التوحید"۔

(تفسیر کبیر: ج ۱۱ ص ۳۰۷)

اس جگہ علامہ رازی رحمۃ اللہ علیہ نے سورہ اخلاص کے ایک نام سورہ توحید کا بھی ذکر کیا ہے۔

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"وسمیت بھا لما فیہ من التوحید ولذا سمیت ایضا بالاساس فان التوحید

اصل لسائر اصول الدین"۔ (روح المعانی: ج ص ۶۹۳)

اس مقام پر علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے سورہ اخلاص کو سورہ توحید کے نام سے یاد فرمایا اور اسی طرح تفسیر منیر صفحہ ۴۶۱ میں بھی اس کو سورہ توحید کہا گیا۔

لفظ توحید کا ثبوت احادیث سے:

(۱) ان عائشۃ قالت کان رسول اللہ ﷺ اذا ضحی اشتری کبشین۔۔قال فیذبح احدھما عن امتہ من اقر بالتوحید۔۔الخ۔

(مسند امام احمد: ص ۱۲۱۹ رقم الحدیث ۲۵۲۷۱)

اس حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قربانی کا ذکر ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دو دنبے ذبح فرمائے اور فرمایا ان میں سے ایک توحید کا اقرار کرنے والوں کی طرف سے ہے۔

(۲) ان عمروا سال النبی ﷺ عن ذالك فقال اما ابوك فلو كان اقر بالتوحید فصمت و تصدقت عنه نفع ذالك۔

(مجمع الزوائد: ج ۴ ص ۱۹۵، مسند احمد: ج ۱۰ ص ۱۷۶)

عاص بن وائل (جو کہ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما کے والد تھے اور زمانہ جاہلیت میں فوت ہو چکے تھے) اور ہشام رضی اللہ عنہ (جو کہ عاص بن وائل کے بیٹے اور صحابی تھے) اپنے والد کی طرف سے اپنے حصہ کے پچاس بدنہ کا نحر کر دیا، عمرو بن العاص نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس بارے میں پوچھا کہ (میں ان کی طرف سے قربانی کر سکتا ہوں یا نہیں) تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اگر وہ توحید کا اقرار کرتا تھا تو اس کی طرف سے صدقہ کر لو اس کو فائدہ پہنچے گا۔

لفظ توحید کا استعمال اہلسنت کے ہاں:

(۱) امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ؛ حضرت سعید بن جبیر، ابراہیم نخعی اور تابعین رحمۃ اللہ علیہم کی ایک جماعت سے آیت ربما یود الذین کفروا لو کانوا مسلمین کی تفسیر نقل کرتے ہیں کہ:

قالوا اذا خرج اھل التوحید من النار وادخلوا الجنۃ یود الذین کفروا لو

کانوا مسلمین۔ (ترمذی: ج ۲ ص ۹۳)

[ترجمہ] جب اہل توحید (یعنی مسلمان موحدین) کو جہنم سے نکالا جائے گا اور جنت میں داخل کر دیا جائے گا تو کافر لوگ بار بار تمنا کریں گے کہ کیا خوب ہوتا اگر وہ مسلمان ہوتے (بیان القرآن)

(۲) امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ آگے فرماتے ہیں کہ:

”وجه هذا الحديث عن بعض اهل العلم ان اهل التوحيد سيدخلون الجنة...الخ“۔

[ترجمہ] یعنی اہل علم نے اس حدیث کی توجیہ یہ بیان کی ہے کہ اہل توحید (یعنی موحد مسلمان) کو عنقریب جنت میں داخل کر دیا جائے گا۔

(۳) ایک حدیث میں آتا ہے کہ ایک شخص نے جھوٹی قسم کھائی لا الہ الا اللہ کے ساتھ اللہ نے اس کی مغفرت کر دی اس حدیث میں امام شعبہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

”من قبل التوحيد“۔ (مسند احمد: ص ۱۱۲۴ عن ابن زبیر)

(۴) علامہ بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ وهم بذكر الرحمن هم كافرون کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

”ای بالتوحيد“۔

(۵) ملا علی قاری حنفی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

”انما جاء الانبياء لبيان التوحيد“۔ (شرح فقہ اکبر: ص ۱۱)

(۶) شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

”اعلم ان للتوحيد اربع مراتب“۔ (حجۃ اللہ البالغۃ: ج ۱ ص ۱۱۹)

تفسیر احادیث اور علماء اہلسنت کے ان اقوال سے یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ لفظ ”توحید“ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا استعمال شدہ لفظ ہے اور قرآن کی ایک مکمل سورۃ کا نام سورہ توحید ہے اور توحید والے ہی جنت میں جائیں گے۔ ہم نے یہاں لفظ توحید اور عقیدہ توحید کی اہمیت کی وجہ سے چند ہی اقوال نقل کرنے پر اکتفاء کیا ہے ورنہ توحید کا تعلق اعتقاد سے ہے کتب اسلام اس کے استعمال کے اثبات سے بھری پڑی ہیں۔

وہ پیشانی پہ داغ شرک لگوایا نہیں کرتے　　　موحد وہ ہیں جو غیر اللہ کے آگے نہیں جھکتے

ان تمام حوالوں کے بعد شاید کوئی کوڑھ مغز، عقل وخرد اور جاہل مشرک ہی اس لفظ کا انکار کرسکتا ہے ورنہ عقل مند کے لیے اتنے دلائل کی بھی ضرورت نہ تھی۔ کسی گاؤں دیہات کے باسی لاعلم مسلمان سے بھی اس توحید کے اعتقاد کے بارے میں دریافت کیا جائے تو وہ بھی یقیناً اس کی اہمیت بیان کردے گا۔

لیکن افسوس! صد افسوس! کہ ہمارا جن لوگوں سے پالا پڑا ہے وہ اگرچہ خود کو اہلسنت کہلواتے ہیں مسلمان اور عاشق رسول ہونے کے دعویدار ہیں لیکن توحید کا یکسر انکار کردیتے ہیں اور اس کے خلاف ایسی موشگافیاں ان کی کتب میں پائی جاتی ہیں کہ الامان والحفیظ۔

بریلویوں کی توحید دشمنی:

بریلوی جماعت کے حکیم الامت مفتی احمد یار گجراتی صاحب کے صاحبزادے مفتی اقتدار احمد خان نعیمی لکھتا ہے کہ:

’’وہابیوں نے سات لفظ اپنی مرضی سے اپنے دین میں ایجاد کرلیے ہیں جن کا قرآن وحدیث میں کہیں ذکر نہیں ہے۔ نہ آج تک کوئی ثبوت دے سکا (۱) لفظ توحید (۲) لفظ موحد۔ کتب تصوف میں وہابیوں نے ہی ان لفظوں کی ملاوٹ کی ہے۔ اولیاء اللہ خلاف قرآن وحدیث ایسے لفظ استعمال کرنے کی جرأت نہیں کرسکتے‘‘۔ (شرعی استفتاء: ص ۱۳ ،نعیمی کتب خانہ لاہور)

قارئین اہلسنت! ہمارے مذکورہ حوالہ جات دیکھ کر خود ہی فیصلہ کرلیجیے کہ ان الفاظ کو ہم نے ایجاد کیا ہے یا خود مفسرین بلکہ مسند احمد کی روایت میں تو خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بھی اس کا ثبوت ہے۔

آج کا انسان تو بہ کتنا ہے انجام سے غافل　　　علم وعمل کی یہ کوتاہی قلب ونظر کی سیہ گمراہی

یہی صاحبزادہ صاحب لکھتے ہیں کہ:

’’مقالات غوث اعظم میں لفظ توحید اور لفظ موحد کا استعمال کرنا بعد کی ملاوٹ ہے بھلا غوث اعظم

ایسے لفظ کیوں استعمال فرماتے جو اللہ و رسول کو پسند نہیں''۔

(شرعی استفتاء: ص ۲۴ نعیمی کتب خانہ لاہور)

اس کا تو ہم اثبات کر چکے ہیں کہ لفظ توحید کس کی ایجاد ہے لیکن سوال یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک لفظ کا استعمال فرما چکے ہیں لیکن آپ کو وہ پسند نہیں؟ سچ کہوں۔۔تو تمہیں رسول اللہ ﷺ سے عداوت ہے، دشمنی ہے، دعوی عشق صرف ظاہری نمود و نمائش کے لیے ہے تا کہ ناواقف اور دین سے ناآشنا مسلمانوں کا ایمان اور مال لوٹ کر ابلیسی مشن کی تکمیل کر سکو اور اپنے شکم کی آگ بجھا سکو۔ اللہ عقیدے کی بدبختی سے بچائے۔ آمین۔

حضرت کی ہرزہ بانی کچھ مستند نہیں کہنے کی ایک حد ہے بکنے کی حد نہیں

پیران پیر محبوب سبحانی شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ پکے سنی تھے۔ اور رسول کریم ﷺ کے سچے عاشق تھے انہوں نے اس لفظ کا استعمال اس لیے کیا ہے کہ میرے اور ان کے آقا کریم ﷺ نے اس کا استعمال کیا۔ حضرت جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کوئی بدعتی بریلوی تو تھے نہیں کہ ان کو یہ لفظ ناپسند ہوتا اور بعد کی ایجاد معلوم ہوتا۔

صاحبزادہ اقتدار احمد گجراتی صاحب آگے لکھتے ہیں کہ:

''اللہ و رسول کو لفظ ایمان اور لفظ مومن۔۔۔وغیرہ۔۔۔پسند تھے نہ کہ توحید اور موحد''۔

(ایضاً: ص ۲۴)

نصیر الدین گولڑوی صاحب لکھتے ہیں کہ ''جب آدمی کے دل سے نور توحید کی نعمت سلب کر لی جاتی ہے۔۔'' صاحبزادہ صاحب اس پر تبصرہ و تنقید کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

''**اقول**۔ یہ نور توحید کیا چیز ہے؟ اس کا ثبوت دو جب لفظ توحید ہی ثابت نہیں تو نور توحید کہاں سے آ گیا؟''۔

قارئین کرام! غور فرمائیں توحید سے بغض و عداوت کس وافر مقدار میں موجود ہے اور شرکیہ جرائم کا کتنا گہرا اثر ہے توحید کا نام سنتے ہی آپے سے باہر ہو جاتے ہیں۔ کیا ان حضرات کے

تعارف کے لیے مزید دلائل درکار ہیں؟ جو اس قدر اسلام دشمنی پر کمر بستہ ہیں۔
بریلوی حضرات کے کئی القاب والے مولوی فیض احمد اویسی بریلوی لکھتا ہے کہ:
''توحیدی عقیدہ رسالت و ولایت سے دور کرنے کی ایک یہودیانہ سازش ہے''۔

(فضل الوحید: ص۹)

استغفر اللہ والعیاذ باللہ ''توحیدی عقیدہ'' کو یہودیانہ سازش کہنا اور رسول اللہ ﷺ کے پسندیدہ جملے کی اس طرح توہین کرنا کیا یہ حرکت اسلام دشمنی کا کھلا ثبوت نہیں؟ کیا ایسے توحید دشمنوں کا اسلام میں کوئی حصہ ہے؟

ستم گر تجھ سے امید کرم ہوگی جنہیں ہوگی ہمیں تو دیکھنا یہ ہے کہ تو ظالم کہاں تک ہے

مولوی فیض احمد اویسی بریلوی ''استعمال توحید کی بدعت'' کا عنوان بنا کر لکھتا ہے کہ:
''جو لوگ توحید پر زور لگا رہے ہیں وہ خود کو بدعت کا دشمن بتاتے ہیں لیکن یہ (توحید کے استعمال کی) بدعت سے اتنی محبت کیوں کہ اسلام کی اصلی اصطلاح کے بجائے نو پید (بدعت) کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنا رکھا ہے''۔ (فضل الوحید: ص۲)

اگر قرآن وحدیث سے ادنیٰ تعلق بھی ہوتا تو اس لفظ کو بدعت کہنے کی جرأت کبھی نہ کرتے لیکن صد افسوس کا مقام ہے بریلوی مذہب کے لیے کہ ان کو آج تک کوئی اہل فہم رہنما میسر ہی نہ ہوسکتا جو ان کی صحیح رہنمائی کرتا۔

باطل جو صداقت سے الجھتا ہے تو الجھے ذروں سے یہ خورشید چھپا ہے نہ چھپے گا

مولوی نعیم الرحمن بریلوی لکھتے ہیں کہ:
''لفظ توحید کی ایجاد ہی توہین نبوت کے لیے ہوئی ہے''۔ (شرعی استفتاء: ص۱۳)

ہم نے ثابت کردیا کہ اس لفظ کو نہ صرف قرآن نے استعمال کیا بلکہ نبی ﷺ کی زبان صحابہ کرام اور علماء اہلسنت نے اپنی کتابوں میں اس لفظ کا ذکر کیا مولوی نعیم الرحمن صاحب کھل کر ان کے بارے میں کچھ تبصرہ کرنا پسند فرمائیں گے؟

جب سر محشر وہ پوچھیں گے بلا کے سامنے کیا جواب دو گے تم خدا کے سامنے

قارئین اہلسنت و جماعت! یہ بات سمجھانے کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں کہ توحید کا کیا مطلب ہے؟ اور اس کی کس قدر اہمیت ہے؟ کیونکہ یہ ایک ایسی اصطلاح ہے کہ جس کو سنتے ہی مسلمان کے دل و دماغ میں اس کا پورا تعارف ابھر کر سامنے آجاتا ہے۔ لیکن ہمارا واسطہ ایسے لوگوں سے پڑا ہے جو ضد، ہٹ دھرمی اور جہالت میں مشرکین مکہ سے بھی گئے گزرے ہیں اس لیے ان دشمنان توحید کے سامنے توحید کا کچھ تعارف بھی کروا دیتے ہیں۔

شاید کہ اتر جائے تیرے دل میں میری بات

سید میر شریف جرجانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

"توحید کا معنی اللہ قدوس کی ذات کو معبودیت میں ہر ایک چیز سے مقدس و مجرد ماننا ہے جو وہم و گمان میں آسکتی ہو (یعنی تصورات و خیالات میں آنے والے کسی شے، کسی فرد، کسی ہستی کو بھی لائق عبادت نہ جانے صرف اللہ کو معبود برحق مانے) توحید تین چیزوں کا نام ہے اللہ تعالیٰ کی معرفت اس کے رب ہونے کے اعتبار سے ثانیاً اس کی وحدانیت کا اقرار ثالثاً اس سے ہر شریک کی نفی کرنا"۔ (التعریفات: ص ۷۳ ر دار الکتب العلمیہ بیروت)

علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

"فالتوحید اثبات الهیة المعبود و تقدیسه و نفی الهیة ما سواه"۔

(الاتقان فی علوم القرآن: ج ۲ ص ۳۱۵ ر دار الکتب العلمیہ بیروت)

[ترجمہ] پس توحید یہ ہے کہ معبود کی الوہیت اور ہر عیب سے اس کا پاک ہونا ثابت کیا جائے اور اس کے ماسوا سے الوہیت کی نفی کی جائے۔

قارئین کرام! غور فرمائیں کہ بریلوی جس توحید کا انکار کر رہے ہیں وہ کس قدر اہم اور لازمی چیز ہے۔ بلکہ علامہ سیوطی ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے نقل کرتے ہیں کہ قرآن تین چیزوں پر مشتمل ہے ان میں سے ایک "توحید" ہے اسی لیے سورہ اخلاص کو ثلث قرآن کہا جاتا ہے کہ وہ پوری کی پوری توحید پر مشتمل ہے۔

''قال ابن جریر: القرآن یشتمل علی ثلاثۃ اشیاء التوحید والاخبار و الدیانات ولهذا کانت سورۃ الاخلاص ثلثہ لانها تشمل التوحید کله''
(الاتقان: ج۲ ص ۲۴۹ طبع بیروت)

آج بریلوی اس توحید کا انکار کر کے گویا ثلث قرآن کا انکار کر رہے ہیں اب ہمارے قارئین خود فیصلہ کر لیں کہ جو قرآن ہی کے منکر ہوں کیا وہ لوگ کبھی مسلمان ہو سکتے ہیں؟

توحید کا مطلب بریلوی کتب سے بھی ملاحظہ فرمالیں:

مفتی احمد یار بریلوی لکھتے ہیں کہ:

''کلمہ طیبہ کے پہلے جز میں توحید کا ذکر ہے دوسرے میں توحید کی نوعیت کا ذکر''۔

(رسائل نعیمیہ: ص ۲۸۰)

مولوی احمد سعید کاظمی لکھتا ہے کہ:

''اس میں شک نہیں کہ کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ دعویٰ ہے اور محمد رسول اللہ اس کی دلیل ہے اور اس دلیل کو دعوے سے اتنا قرب ہے کہ دونوں کے درمیان واو عاطفہ تک کی گنجائش نہیں''۔

(ضرورت توحید: صفحہ آخر)

جب یہ بات معلوم ہو چکی کہ پورا کلمہ ہی توحید ہے تو پھر اس کا انکار اس کا مذاق اڑانا کس قدر ناروا اور غیر مناسب حرکت ہے اور اسلام دشمنی کی کیسی کھلی نشانی ہے توحید سے عداوت کی کیسی واضح دلیل ہے۔

احباب کی یہ شان حریفانہ سلامت دشمن کو بھی یوں زہر اگلتے نہیں دیکھا

اے مسلمانو! خدارا انصاف فرمائیے اپنے ہوش وحواس کے دائرے میں رہتے ہوئے دل و دماغ کو حاضر کر کے خوف خدا اور حب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور روز جزا کے حساب وکتاب اور جہنم کی ہولناکیوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے بتائیے کہ کیا توحید جو کہ قرآن کی ایک سورۃ کا نام ہے توحید جو کہ ثلث قرآن کا مضمون ہے توحید جو کہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پسند فرمودہ جملہ ہے توحید

جس کے ذکر سے اہلسنت کی کتابیں بھری پڑی ہیں اس عقیدے کو ''یہودیانہ سازش''، ''توہین نبوت''، ''بدعت''، ''وہابیوں کی ایجاد''، ''اللہ ورسول کا ناپسندیدہ لفظ'' جیسے القابات سے نوازنا کیا کسی ادنیٰ مسلمان سے بھی اس کی توقع کی جاسکتی ہے؟ نہیں مسلمان تو بہت دور کسی مشرک بلکہ شیطان سے بھی توحید کی توہین ان الفاظ سے آپ کو نہیں ملے گی۔

لیکن افسوس کہ نام نہاد مسلمان عشق رسالت کا دعویٰ کرنے والے دین کے یہ لٹیرے کس دیدہ دلیری سے اس عقیدے کی تردید کررہے ہیں کیا اس سے بڑھ کر ظلم، زندقہ، الحاد کی مثال دنیا کے کسی بھی کافر، مشرک وشیطان سے مل سکتی ہے؟

انبیاء علیہم السلام ساری زندگی جس عقیدے کی ترویج کے لیے تکالیف ومصائب جھیلتے رہے اور خود خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (فداہ امی وابی) جس عقیدے کی ترویج واشاعت کے لیے دن رات، سردی وگرمی میں کوشاں رہے اور جس عقیدے کے بغیر کوئی شخص مسلمان کہلانے کا حق دار نہیں اس عقیدے کی یوں توہین کرنا بریلویت کو کس سمت دھکیلتا ہے؟

اے سنی مسلمانو! کیا توحید سے دشمنی آپ کے مذہب میں قابل قبول ہے؟ اگر نہیں اور ہرگز نہیں تو پھر اس سے عداوت ودشمنی کی بناء پر بریلوی رضاخانی اسلام کے دعوے میں سچے کیسے تسلیم کیے جاسکتے ہیں؟۔

آخر میں امت بریلویہ کے دام فریب کے اسیر حضرات سے گزارش کرتا ہوں کہ اللہ کے لیے حق کو سمجھیے اور ہر بات میں اپنے بڑوں کی بات کو حرف آخر سمجھنے کے بجائے طلب حق اور اسلام پسندی کا مادہ پیدا کیجیے اور ان توحید دشمنوں کا اتباع اور پیروی اختیار کرکے خود کو جہنم کا ایندھن مت بنائیے۔ اللہ مجھے اور آپ کو حق کا دلدادہ اور راہ توحید پر ''نور سنت'' کے ذریعہ گامزن فرمائے۔ آمین۔

اعتراض۔۔[۱] عقیدہ خلف وعید:

ترجمان رضا خانیت لکھتا ہے:

''اللہ تعالیٰ جھوٹ بول سکتا ہے۔ نعوذ باللہ۔ دیوبندیوں کے امام اسمٰعیل دہلوی لکھتے ہیں کہ: پس لا نسلم کہ کذب مذکور محال بمعنی مسطور باشد الی قولہ الا لازم آید کہ قدرت انسانی زاید از قدرت ربانی باشد پس ہم تسلیم نہیں کرتے کہ اللہ تعالیٰ کا جھوٹ محال بالذات ہے ورنہ لازم آئے گا کہ انسانی قدرت اللہ کی قدرت سے زائد ہو جائے''۔ (یک روزہ فارسی: ص ۱۷، ۱۸ طبع ملتان)

''دیوبندی مذہب کے قطب العالم مولوی رشید احمد گنگوہی لکھتے ہیں کہ امکان کذب بایں معنی کہ جو کچھ حق تعالیٰ نے حکم فرمایا ہے اس کے خلاف پر قادر ہے مگر باختیار خود اس کو نہ کرے گا یہ عقیدہ بندہ کا ہے''۔ (فتاویٰ رشیدیہ: ص ۲۲۷)

''امکان کذب سے مراد دخول کذب باری تعالیٰ ہے''۔ (فتاویٰ رشیدیہ: ص ۲۱۰)

دیوبندی محدث خلیل احمد انبیٹھوی لکھتے ہیں کہ: اللہ تعالیٰ کذب پر قادر ہے''۔

(براہین قاطعہ: ص ۲۷۸ طبع کراچی)

دیوبندی حکیم الامت مولوی اشرف علی تھانوی نے بھی اسی مفہوم کا بیان کیا ہے۔

(بوادر النوادر: ص ۲۱۰ طبع لاہور)

دیوبندی شیخ الہند مولوی محمود الحسن لکھتے ہیں کہ کذب متنازعہ فیہ صفات ذاتیہ میں داخل ہیں بلکہ صفات فعلیہ میں داخل ہے۔ (الجہد المقل: ج ۲ ص ۴۰ طبع لاہور)

(دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف: ص ۴۹، ۵۰)

یہ حوالے ''دیوبندی مذہب'' نامی کتاب کے صفحہ ۱۸، ۱۷، ۲۷ طبع اول، ''دیوبند سے بریلی'' نامی کتاب کے صفحہ ۱۴، ۳۲، ''باطل اپنے آئینہ میں'' نامی کتاب کے صفحہ ۳۲، ۳۳، ''الحق المبین'' نامی کتاب کے ص ۶۱، ''فیصلہ کیجیے'' نامی کتاب کے صفحہ ۶۱، ''الکوکبۃ الشہابیہ'' نامی کتاب کے صفحہ ۱۵ پر بھی نقل کیے گئے ہیں۔

جواب: قارئین کرام! رضا خانی معترضین کا دجل و فریب کا اندازہ اس سے لگائیں کہ عنوان تو یہ قائم کیا: ''اللہ جھوٹ بول سکتا ہے'' مگر جو حوالہ جات دیئے ان میں کہیں بھی مندرجہ بالا جملہ دکھانے والے کو راقم کی طرف سے منہ مانگا انعام دیا جائے گا۔ پس جو عنوان رضا خانی

نے قائم کیا تھا اس کو ثابت نہ کر سکا تو جواب کی بھی چنداں حاجت نہ رہی ۔ مگر چونکہ توحید خداوندی کے یہ دشمن مشرکین پاک و ہند علم سے کورے رضا خانی اپنی مختلف کتب و تقاریر میں ان حوالہ جات کو وقتاً فوقتاً پیش کر کے لایعنی اعتراضات کرتے پھرتے ہیں اس لیے ہم ذرا تفصیل سے اس کا جواب دینا چاہتے ہیں ۔

تہمت بر حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ اور مسئلہ امکان کذب

اکابر دارالعلوم دیوبند پر کذب الٰہی کے بہتان کا پس منظر اور اس کی حقیقت :

بریلوی مذہب کے علامہ عبدالحکیم شرف قادری لکھتے ہیں :

''مولوی محمد اسماعیل (شہید رحمۃ اللہ علیہ) نے تقویۃ الایمان میں لکھ دیا کہ : اس شہنشاہ کی تو یہ شان ہے کہ ایک آن میں ایک حکم کن سے چاہے تو کروڑوں نبی ولی و جن و فرشتے جبرئیل اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے برابر پیدا کر ڈالے ، اس پر علامہ فضل حق خیر آبادی نے تنقید کرتے ہوئے کہا کہ

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تمام صفات کاملہ میں مثل اور نظیر محال ہے ۔

امام احمد رضا بریلوی اس پس منظر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

'' آپ کو یاد ، ہو کہ اصل بات کا ہے پر چھڑی تھی ؟ ذکر یہ تھا کہ حضور پرنور سید المرسلین ، خاتم النبیین ، اکرام الاولین والآخرین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مثل و ہمسر ، حضور کی جملہ صفات کمالیہ میں شریک برابر محال ہے ، کہ اللہ تعالیٰ حضور کو خاتم النبیین فرماتا ہے ، اور ختم نبوت نا قابل شرکت تو امکان مثل مستلزم کذب الٰہی اور کذب الٰہی محال عقلی '' ۔ (ماخوذ : تقدیس الوہیت : ص ۱۱)

جناب احمد رضا خاں بریلوی کی مذکورہ بالا تحریر کا خلاصہ اور اس پر مصنف کا تبصرہ :

'' حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مثل تمام صفات میں شریک برابر محال ہے '' ۔ (احمد رضا خان) ۔ ۔ ۔ [یعنی تمام صفات میں آپ جیسا دوبارہ پیدا کرنا اللہ کی قدرت میں نہیں ، کیوں قدرت میں نہیں ؟ ساجد]

'' اللہ تعالیٰ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خاتم النبیین فرماتا ہے اور ختم نبوت نا قابل شرکت ۔ '' (احمد رضا خاں) ۔ ۔ ۔ [ختم نبوت نا قابل شرکت یعنی ختم نبوت کی وعدہ خلافی تو تب لازم آئے گی کہ جب اللہ تعالیٰ

آپ جیسا یا اور کوئی نبی پیدا فرمادے، یہاں تو بات صرف قدرت کی ہو رہی ہے پیدا کرنے کی تو نہیں ہو رہی: ساجد]

''امکان مثل مستلزم کذب الٰہی''۔(احمد رضا خاں)۔۔۔[یعنی اللہ تعالیٰ آپ جیسا دوبارہ پیدا فرمادے یا دوبارہ پیدا کرنے کی قدرت تسلیم کر لی جائے تو یہ بات اللہ کے کذب کو لازم کرے گی: ساجد]

قارئین! بات صرف قدرت کی تھی مگر ان لوگوں نے قدرت کی بحث کو غلط رنگ دے کر کذب الٰہی کی بحث کیوں چھیڑ دی؟ حالانکہ شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت میں کذب الٰہی کا نہ کوئی لفظ ہے اور نہ کوئی شوشہ، اصل بات یہ ہے کہ صرف قدرت پر بحث کرنے سے ان لوگوں کو کچھ ہاتھ نہیں آتا تھا، عوام کو گمراہ کرنے کے لیے کذب الٰہی کا مسئلہ کھڑا کر دیا یعنی انہوں نے قدرت کو کذب الٰہی کے رنگ میں بدل دیا تاکہ جب فریق مخالف اپنے دعوے میں جو دلائل دے تو ان کا توڑ کرنے کے لیے یہ شور مچایا جائے کہ دیکھو یہ لوگ کذب الٰہی کے قائل ہیں، پھر ایسا ہی ہوا، جس کی کچھ تفصیل زیر نظر باب میں ہے۔

خیال رہے کہ شاہ صاحب شہید کی شہادت کے ساٹھ، ستر برس بعد جناب احمد رضا خاں بریلوی کے ایک خاص ساتھی جناب مولوی عبدالسمیع رامپوری نے بدعات کی تائید میں ایک کتاب ''انوار ساطعہ'' تحریر فرمائی اس میں وہ شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''کوئی جناب باری تعالیٰ کو امکان کذب کا دھبہ لگاتا ہے۔انتہی۔

اس کتاب ''انوار ساطعہ'' کے رد(یعنی جواب میں جناب مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ نے ''براہین قاطعہ'' تحریر فرمائی، اس میں وہ شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے جواب میں لکھتے ہیں:

''مسئلہ خُلف وعید قدماء میں مختلف فیہ ہے امکان کذب کا مسئلہ تو اب جدید کسی نے نہیں نکالا بلکہ

قدماء میں اختلاف ہوا کہ خلف وعید (یعنی جہنم کی سزا کے خلاف کرنا اللہ تعالیٰ کے لیے) آیا جائز ہے کہ نہیں۔۔۔اس پر طعن کرنا پہلے مشائخ پر طعن کرنا ہے۔۔۔امکان کذب کہ خلف وعید کی فرع ہے جو قدماء (یعنی پہلے مشائخ) میں مختلف فیہ ہو چکا ہے" (تفصیل آگے آرہی ہے)

پس جناب احمد رضا خان بریلوی کو اس مذکورہ بالا عبارت پر ایسا طیش آیا کہ وہ حرمین شریفین جا پہنچے اور وہاں سے حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے خلاف کذب الٰہی کے قائل ہونے کے الزام پر کفر کا فتویٰ اس لیے حاصل کیا کہ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کتاب کی تصدیق فرمائی جس میں مذکورہ بالا عبارت ہے اور فتویٰ کی عبارت خود گھڑی کیونکہ مذکورہ بالا عبارت پر کفر کا فتویٰ حاصل نہیں ہو سکتا تھا۔

مقدمہ [۱] حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ پر الزام اور اس الزام کی حقیقت:

حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی قدس سرہٗ العزیز پر تکذیب ربّ العزت جل جلالہ کا ناپاک بہتان:

جناب احمد رضا خاں بریلوی حسام الحرمین کے صفحہ ۱۲ پر حضرت گنگوہی کے متعلق لکھتے ہیں:

"ومنهم الوهابية الكذبيه اتباع رشيد احمد النكوهي تقول اولا على الحضرة الصمدية تبعا لشيخ اسماعيل الدهلوى عليه ما عليه بامكان الكذب وقد رددت عليه هذا بانه فی كتاب مستقل سميته سبحن السبوح عن عيب كذب مقبوح (الى قوله) ثم تمادى به الحال فى الظلم والضلال حتى صرح فى فتوى له (قد رايتها بخطه وخاتمه بعيني وقد طبعت مرارا فى بنبئى وغيرها مع ردّها) ان من يكذب الله تعالے بالفعل ويصرح انه سبحنه و تعالے قد كذب و صدرت منه هذه العظيمة فلا تنسبوه الى فسق فضلا عن ضلال فضلا عن كفر فان كثير من الائمة قد قالوا بقيله وانما قصارى امره انه مخطئ فى تاويله۔۔۔اولئك الذين اصمهم الله تعالے و اعمىٰ ابصارهم ولا حول ولا قوة الا بالله العلى العظيم"۔ (ماخوذ: حسام الحرمين)

[ترجمہ] تیسرا فرقہ وہابیہ کذابیہ رشید احمد گنگوہی کے پیرو پہلے تو اس نے اپنے پیر طائفہ اسمٰعیل دہلوی کے اتباع سے اللہ عزوجل پر یہ افترا باندھا کہ اس کا جھوٹا ہونا بھی ممکن ہے اور میں نے اس کا یہ بیہودہ بکنا ایک مستقل کتاب میں رد کیا، جس کا نام "سبحٰن السبوح عن عیب کذب مقبوح" رکھا، پھر تو ظلم وگمراہی میں اس کا حال یہاں تک بڑھا کہ اپنے ایک فتوے میں (جو اس کا مہری دستخطی میں نے اپنی آنکھ سے دیکھا جو بمبئی وغیرہ میں بارہا مع رد کے چھپا) صاف لکھ دیا کہ جو اللہ سبحانہ وتعالیٰ کو بالفعل جھوٹا مانے اور تصریح کرے کہ معاذ اللہ، اللہ تعالیٰ جھوٹ بولا اور یہ بڑا عیب اس سے صادر ہو چکا تو کفر بالائے طاق، گمراہی درکنار، فاسق بھی نہ کہو، اس لیے کہ بہت سے امام ایسا کہہ چکے ہیں، اس نے کہا، بس نہایت کار یہ ہے کہ اس نے تاویل میں خطا کی، یہی وہ ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے بہرا کیا اور ان کی آنکھیں اندھیں کردیں لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

(ماخوذ حسام الحرمین)

قارئین! جناب احمد رضا خاں بریلوی کی مذکورہ بالا تحریر میں ہے یعنی "ایک فتوے میں جو اس کا مہری دستخطی میں نے اپنی آنکھ سے دیکھا جو بمبئی وغیرہ میں بارہا مع رد کے چھپا"۔

یہ فتویٰ جو کئی بار چھپا اس کا ثبوت نہ احمد رضا خاں کی کتابوں میں ہے اور نہ دنیا کے کسی کونے میں ہے اور نہ آج تک کوئی بریلوی مولوی مذکورہ فتویٰ کو ثابت کرسکتا ہے، آخر وہ فتویٰ ہے کہاں؟ جب مذکورہ فتویٰ کئی بار چھپا تو پھر جناب احمد رضا خاں نے اسی چھپے ہوئے فتویٰ پر کفر کا فتویٰ حاصل کیوں نہ کیا اور اپنی طرف سے عبارت کیوں گھڑی؟ آخر وہ کون سی مجبوری تھی؟ کسی بریلوی مولوی یا کسی بریلوی مذہب کے کسی اور آدمی کی جرأت ہے تو مذکورہ فتویٰ ثابت کرے۔

حضرت گنگوہی کی طرف ایسے فتوے کی نسبت کرنا سراسر افتراء اور بہتان ہے، بحمد اللہ ہم پورے وثوق کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ حضرت مرحوم کے کسی فتوے میں یہ الفاظ موجود نہیں، نہ کسی فتوے کا یہ مضمون ہے، بلکہ درحقیقت یہ صرف خان صاحب یا ان کے کسی دوسرے ہم پیشہ بزرگ کا افتراء اور بہتان ہے، بفضلہ تعالیٰ ہم اور ہمارے اکابر اس شخص کو کافر ملعون سمجھتے ہیں جو

خداوند تعالیٰ کی طرف جھوٹ کی نسبت کرے، بلکہ جو بدنصیب اس کے کفر میں شک کرے، ہم اس کو خارج از اسلام سمجھتے ہیں۔

ملاحظہ فرمائیں حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ اور عقیدہ:

سوال: ذات باری تعالیٰ عزاسمہٗ موصوف کذب ہے یا نہیں اور خدا تعالیٰ جھوٹ بولتا ہے یا نہیں اور جو شخص خدا تعالیٰ کو یہ سمجھے کہ وہ جھوٹ بولتا ہے وہ کیسا ہے؟

جواب: ''ذات پاک حق تعالیٰ جل جلالہ کی پاک ومنزہ ہے اس سے کہ متصف بصفتِ کذب کیا جاوے، معاذ اللہ تعالیٰ اس کے کلام میں ہرگز شائبہ کذب کا نہیں، جو شخص حق تعالیٰ کی نسبت سے عقیدہ رکھے یا زبان سے کہے کہ وہ کذب بولتا ہے وہ قطعاً کافر ہے، ملعون ہے اور مخالف قرآن اور حدیث کا اور اجماع امت کا ہے وہ ہرگز مومن نہیں''۔

حضرت آگے تحریر فرماتے ہیں:

''البتہ یہ عقیدہ اہل ایمان کا سب کا ہے کہ خدا تعالیٰ نے مثل فرعون وہامان وابی لہب کو قرآن میں جہنمی ہونے کا ارشاد فرمایا ہے، وہ حکم قطعی ہے اس کے خلاف ہرگز ہرگز نہ کرے گا، مگر وہ قادر ہے اس بات پر کہ ان کو جنت دے دیوے، عاجز بے بس نہیں ہوگیا قادر ہے، اگرچہ اپنے اختیار سے نہ کرے گا۔

قال اللہ تعالیٰ ۔ ولو شئنا لا تینا کل نفس ھدٰھا ولکن حق القول منی لاملئن جھنم من الجنۃ والناس اجمعین۔ (السجدۃ:۱۳)

[ترجمہ] اور اگر ہم چاہیں تو ہر نفس کو اس کی ہدایت دیدیں لیکن میری طرف سے قول ثابت ہوگیا کہ میں جہنم کو تمام جن وانس سے بھر دوں گا۔

اس آیت سے یہ واضح ہے کہ اگر خدا تعالیٰ چاہتا سب کو مومن کر دیتا، مگر جو فرما چکا ہے اس کے خلاف نہ کرے گا، اور یہ سب اختیار سے ہے اضطرار (ومجبوری) سے نہیں وہ فاعل مختار ''فعال لما یرید'' جو چاہے کرنے والا ہے، یہ عقیدہ تمام امت کا ہے، حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ آگے بطور ثبوت فرماتے ہیں:

چنانچہ تفسیر بیضاوی میں تحت تفسیر قولہ: ان تعذبھم فانھم عبادك وان تغفرلھم فانك انت العزیز الحکیم۔ (المائدہ:۱۱۸) فلا عجز ولا استقباح فانك القادر القوی علی الثواب والعقاب الذی لایثب ولا یعقاب الا عن حکمة و صواب فان المغفرة مستحسنة لکل مجرم فان عذبت فعدل وان غفرت فضل و عدم غفران الشرك لمقتضی الوعید فلا امتناع فیه لذاته لیمنع انتھی۔ (تفسیر بیضاوی: ج۱)

[ترجمہ] اگر تو عذاب دے انہیں تو وہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو بخش دے ان کو تو بلاشبہ تو ہی سب پر غالب اور بڑا دانا ہے]۔

[تفسیر] وہ (اللہ) نہ تو عاجز ہے اور نہ بے بس، تو بہت مضبوط اور قادر ہے ثواب اور عذاب دینے میں، اللہ وہ ہے جو ثواب اور عذاب نہیں دیتا ہے مگر اپنی رحمت سے، اور ثواب دے دے بے شک مغفرت احسان ہے ہر ایک مجرم کے لیے اور اگر سزا دے تو یہ انصاف ہے، اور اگر معاف کردے تو یہ فضل ہے اور شرک کی مغفرت نہ ہونا وعید (سزا کی خبر) کی وجہ سے ہے ورنہ اپنی ذات"۔ (دیکھیے فتاویٰ رشیدیہ: کتاب العقائد)

آپ یہ پڑھیں کہ کذب کیا ہے؟

کذب کہتے ہیں واقع کے خلاف خبر دینے کو۔ یعنی جو خبر دی اس کے خلاف عمل میں لائے۔
بریلوی جماعت کے امام احمد رضا خاں بریلوی لکھتے ہیں:

"خُلف بایں معنی کہ متکلم (بات کرنے والا) ایک بات کہہ کر پلٹ جائے اور جو خبر دی اس کے خلاف عمل میں لائے بلاشبہ اقسام کذب سے ہے کہ کذب نہیں"۔ (سبحان السبوح: ص:۹۷)

قارئین! احمد رضا خاں بریلوی فرمارہے ہیں کہ: "بات کرنے والا ایک بات کہہ کر پلٹ جائے اور جو خبر دی اس کے خلاف عمل میں لائے بلاشبہ اقسام کذب ہے کہ کذب نہیں"۔ تو کیا اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں جو خبر دی ہے وہ اس کے خلاف کرنے پر قادر ہے یا نہیں؟ مثلاً:

ایک ضروری وضاحت:

قرآن مجید میں ہے: ان اللہ لایغفر ان یشرک بہ۔ (النساء:۴۸)

[ترجمہ] یقیناً اللہ تعالیٰ اپنے ساتھ شریک کیے جانے کو نہیں بخشتا۔

یعنی اللہ تعالیٰ مشرک کو نہیں بخشے گا، یہ ایک سزا کی خبر ہے جس کو وعید بھی کہتے ہیں، لیکن کیا اللہ تعالیٰ اپنی خبر کے خلاف کرتے ہوئے کسی مشرک کو بخش سکتا ہے؟ اگر بخش دے تو یہ خلاف واقع بات ہوئی جس کا دوسرا نام کذب ہے جیسا کہ احمد رضا خاں فرماتے ہیں: ''بات کرنے والا ایک بات کہہ کر پلٹ جائے اور جو خبر دی اس کے خلاف عمل میں لائے بلاشبہ اقسام کذب سے ہے کہ کذب نہیں''۔

اور حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''یہ عقیدہ اہل ایمان کا سب کا ہے کہ خدا تعالیٰ نے مثل فرعون وہامان وابی لہب کو قرآن میں جہنمی ہونے کا ارشاد فرمایا ہے وہ حکم قطعی ہے اس کے خلاف ہرگز ہرگز نہ کرے گا، مگر وہ قادر ہے اس بات پر کہ ان کو جنت دے دیوے، عاجز بے بس نہیں ہو گیا قادر ہے اگرچہ اپنے اختیار سے نہ کرے گا''۔

قارئین! یہی وہ کذب ہے جس کی وجہ سے علماء دیوبند کو بدنام کیا جارہا ہے، اور اس کو خلف وعید کہتے ہیں جس کو آپ آگے تفصیلاً پڑھنے والے ہیں۔

حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت کی تصدیق بریلوی مذہب سے:

بریلوی مذہب کے علامہ غلام رسول سعیدی لکھتے ہیں:

''نیز اہل سنت (گروہوں) کا مذہب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ پر کوئی چیز واجب نہیں ہے، تمام جہان اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہے اور دنیا وآخرت میں اس کی سلطنت ہے وہ جو چاہے کرے، اگر تمام اطاعت (ونیکی) کرنے والوں اور صالحین کو دوزخ میں ڈال دے تو یہ اس کا عدل ہوگا، اور جب وہ ان پر اکرام اور احسان کرے گا اور ان کو جنت میں داخل کرے گا تو یہ اس کا فضل ہوگا اور اگر وہ کافروں پر اکرام کرے اور ان کو جنت میں داخل کردے، تو وہ اس کا بھی مالک ہے، لیکن اللہ تعالیٰ نے خبر

دی ہے کہ وہ ایسا نہیں کرے گا اور اس کی خبر صادق ہے اور اس خبر کا کاذب ہونا محال ہے، اس کے برعکس معتزلہ کہتے ہیں کہ احکام تکلیفیہ عقل سے ثابت ہیں اور نیک اعمال کا اجر وثواب دینا (اللہ پر) واجب ہے البتہ بعض آیتیں بظاہر معتزلہ کی موید (مددگار) ہیں۔"

(تبیان القرآن: ج ۳ ص ۴۱۰ راز علامہ سعیدی)

قارئین! علامہ سعیدی فرماتے ہیں "اگر وہ (اللہ) کافروں پر اکرام کرنے اور (اپنے عذاب کی خبر کے خلاف کرتے ہوئے) ان کو جنت میں داخل کر دے، تو وہ اس کا بھی مالک ہے۔ اور احمد رضا خاں بریلوی فرماتے ہیں: "بات کرنے والا ایک بات کہہ کر پلٹ جائے اور جو خبر دی اس کے خلاف عمل میں لائے بلاشبہ اقسام کذب ہے کہ کذب نہیں"۔ فیصلہ فرمائیں کہ احمد رضا خاں بریلوی اور علامہ غلام رسول سعیدی کی تحریروں میں کیا فرق ہے؟

حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت کی تصدیق امام رازی کی عبارت سے:

تفسیر کبیر میں ہے:

ثم قال تعالیٰ ان تعذبهم فانهم عبادك وان تغفرلهم فانك انت العزيز الحكيم. (المائدہ: ۱۱۸)

[ترجمہ] اگر تو عذاب دے انہیں تو وہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو بخش دے ان کو تو بلاشبہ تو ہی سب پر غالب اور بڑا دانا ہے۔

المسالة الأولى: معنى الآية ظاهر وفيه سوال وهو انه كيف جاز لعيسى عليه السلام ان يقول (وان تغفرلهم) والله لا يغفر الشرك. والجواب عنه من وجوه الثاني أنه يجوز على مذهبنا من الله تعالى أن يدخل الكفار الجنة وان يدخل الزهاد والعباد النار لأن لملك ملكه ولا اعتراض لاحد عليه.

[خلاصہ] (حضرت) عیسیٰ علیہ السلام کے لیے ان تغفرلهم (اور اگر بخش دے تو ان کو) کہنا کیسے جائز تھا حالانکہ وہ لوگ مشرک تھے اور مشرک کی بخشش اللہ تعالیٰ نہیں فرمائیں گے۔ جواب نمبر دو (امام رازی فرماتے ہیں) ہمارے نزدیک جائز ہے اگر اللہ تعالیٰ تمام کافروں کو جنت میں اور فرمانبردار

عبادت گزار کو جہنم میں داخل کر دے، کیوں کہ تمام لوگ اس کی ملک ہیں، اس پر کسی کو اعتراض کا حق نہیں۔ (یہی اکابر دیوبند کا مسلک ہے) (تفسیر کبیر: المائدہ: ۱۱۸/ از امام فخر الدین رازی)

جناب احمد رضا خاں بریلوی لکھتے ہیں:

فان قیل فعلی ھذا یکون ذلک (ای اصابۃ المطیع وتعذیب الکافر) واجبا کما تقول المعتزلہ وھو باطل۔۔۔الخ۔

(المعتقد المنتقد: ص ۸۲/ از فضل رسول۔۔۔از احمد رضا خاں)

یعنی اگر یہ کہا جائے کہ اس صورت یعنی نیکوں کو ثواب اور کافروں کو عذاب دینے کی صورت میں اللہ تعالیٰ کو ایسا کرنا واجب ہوگا، جیسا کہ معتزلہ کا کہنا ہے حالانکہ وہ باطل ہے۔

خیال رہے کہ جب کوئی چیز کسی پر واجب نہ ہو تو وہ چیز اختیاری ہو جاتی ہے یعنی اس پر اس کا اختیار ہے، چاہے کرے یا نہ کرے، یہی مضمون حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔

{بریلوی علماء و جماعت سے چند سوالات}

(۱) مسئلہ امکان کذب کب سے چھڑا، کس نے چھیڑا اور کیوں چھیڑا؟

(۲) قُدماء (پہلے لوگوں) میں امکان کذب کے کون لوگ قائل ہیں اور کیوں ہیں؟

(۳) مسئلہ امکان کذب کن گروہوں میں مختلف فیہ ہے؟

(۴) مسئلہ امکان کذب کی اصل نوعیت کیا ہے؟

بریلوی علماء کی جماعت مذکورہ سوالوں کا جواب دے دے تو جھگڑا ختم ہو سکتا ہے۔

قارئین! قرآن مجید میں ہے:

یایھا الذین امنوا لاتقربوا الصلوۃ وانتم سکری۔ (النسآء: ۴۳)

[ترجمہ] اے ایمان والو! نہ قریب جاؤ نماز کے جب تم نشے میں مست ہو۔

اس آیت میں دو جملے اہم ہیں مثلاً (۱) نہ قریب جاؤ نماز کے (۲) جب تم نشہ میں مست ہو۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اس آیت میں نماز سے منع فرمایا گیا ہے لیکن ایک شرط کے ساتھ،

اب کوئی بد بخت سادہ لوح مسلمانوں کو گمراہ کرنے کے لیے قرآن مجید سے یہ ثابت کرے کہ قرآن تو نماز سے روکتا ہے، تو کیا کسی حد تک اس کی بات صحیح نہ ہوگی؟ ضرور ہوگی۔ (العیاذ باللہ) پس یوں سمجھو کہ جو شخص کسی اپنے مخالف کو بدنام کرنا چاہے گا تو وہ اصل بات کو چھپائے گا اور محض ان جملوں یا اس بات کو ظاہر کرے گا جن سے مخالف پر الزام دھرنا مقصود ہوگا، یہی حال بریلوی علماء و جماعت اور جناب احمد رضا خاں بریلوی کا ہے، تو اس لیے بحث مذکورہ میں بریلوی گروہ اور جناب احمد رضا خاں بریلوی نے اکابر دیوبند پر کذب الٰہی کا بہتان لگانے کے لیے اصل معاملہ اور اصل حقیقت کو چھپایا ہے، ہم آپ کو اصل حقیقت سے واقف کراتے ہیں۔

مقدمہ [۲] اہلسنت (گروہوں) اور معتزلہ کا اختلاف اور اس اختلاف کی نوعیت:

ومعظمه خلافياته مع الفرق الاسلامية خصوصاً المعتزلة،لانهم اول فرقة اسسوا قواعد الخلاف لماورد به ظاهر السنة وجرىٰ عليه جماعة الصحابة رضوان الله عليهم اجمعين فى باب العقائد ،وذلك لان رئيسهم واصل بن عطاء اعتزل عن مجلس الحسن البصرى رحمة الله يقدر ان من ارتكب الكبيرة ليس بمومن ولا كافر ،ويثبت المنزلة بين المنزلتين ،فقال الحسن قد اعتزل عنّا، فسمّوا المعتزلة، وهم سمّوا انفسهم اصحاب العدل و التوحيد لقولهم بوجوب ثواب المطيع وعقاب المعاصى على الله تعالىٰ ونفى الصفات القديمة عنه.

[ترجمہ] اور متقدمین کا زیادہ تر اختلاف اسلامی فرقوں خاص طور سے معتزلہ کے ساتھ تھا، اس لیے کہ وہ پہلا گروہ ہیں جنہوں نے عقائد کے باب میں اس چیز کے مخالف قواعد کی بنیاد رکھی جس کو ظاہر سنت نے بیان کیا اور جس پر صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی جماعت عمل پیرا رہی اور وہ یوں ہوا کہ ان کا سردار واصل بن عطا حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس سے الگ ہوگیا، دراں حالیکہ وہ یہ ثابت کرتا تھا کہ

گناہ کبیرہ کا مرتکب نہ مومن ہے نہ کافر، اور (اس طرح) وہ ایمان و کفر کے درمیان واسطہ ثابت کرتا تھا تو حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یہ تو ہماری جماعت سے الگ ہو گیا، چنانچہ ان کا معتزلہ نام رکھا گیا اور انہوں نے خود اپنا نام اصحاب العدل والتوحید رکھا، اللہ تعالیٰ پر اطاعت گزار کو ثواب اور گنہگار کو عذاب دینے کے واجب ہونے کا قائل ہونے اور اللہ تعالیٰ سے صفات قدیمہ کی نفی کرنے کی وجہ سے۔

(شرح العقائد (نسفی): ص ۲۴ رایچ ایم سعید کمپنی ادب منزل پاکستان چوک کراچی)

خیال رہے کہ واصل بن عطاء معتزلہ کے سردار جن کی پیدائش ۸۰ھ اور وفات ۱۳۱ھ میں ہوئی ہے، حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد تھے اور حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ مشہور جلیل القدر تابعی ہیں، جن کی پیدائش ۲۱ھ میں ہوئی ہے، اور ان کی ماں جن کا نام خیرہ تھا، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجہ ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی آزاد کردہ کنیز تھی، بعض کتب میں لکھا ہے کہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا دودھ بھی پیا تھا، اور آپ کا نام حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تجویز فرمایا تھا۔

علم الکلام:

اس تمام بحث کا تعلق علم کلام سے ہے، اور علم کلام کیا ہے؟ متقدمین حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے عقائد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت کی برکت سے اور (ان کے بعد) تابعین کے عقائد ذات نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قریب زمانہ ہونے کی وجہ سے شکوک وشبہات سے پاک تھے، بعد میں جب نئے نئے فتنے سامنے آئے اور نئے نئے مسائل سامنے آئے، جن حضرات کو اللہ تعالیٰ نے صلاحیت دی اور انہوں نے اجتہاد کر کے ان کو جواب دیئے اور جس علم سے تفصیلی دلائل کے ساتھ احکام علمیہ کی معرفت حاصل ہوتی ہے اس کا نام "فقہ" رکھا گیا، اور جس علم سے تفصیلی دلائل کے ساتھ اسلامی عقائد کی معرفت حاصل ہوتی ہے اس کا نام علم "کلام" رکھا گیا۔

آپ یہ تو پڑھ چکے ہیں کہ معتزلہ کا ظہور حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ میں ہو چکا تھا، حسن بصری

رحمۃ اللہ علیہ کی ۱۱۰ھ میں وفات ہوگئی، اس کے بعد جب ۱۳۶ھ میں ابو جعفر منصور خلیفہ ہوا اور بغداد میں اس کا قائم کردہ ادارہ بیت الحکمت میں فلاسفہ یونان کی کتابوں کے تراجم شروع ہوئے تو مسلمانوں کا پہلی بار فلسفہ سے تعارف ہوا، دینی فلسفیوں کے گروہ کی قیادت معتزلہ کر رہے تھے، جب ۱۹۸ھ میں مامون نے محدثین کو جو معتزلہ کے مخالف تھے خلق قرآن کے مسئلہ میں بزور طاقت معتزلہ کا ہمنوا بنانے کی ٹھان لی، اور بعض محدثین کو خلق قرآن کا قائل نہ ہونے کی بناء پر قتل کرادیا، مامون کے انتقال کے بعد معتصم اور واثق نے بھی مامون کی وصیت کے مطابق اس کا مسلک اختیار کیا اور محدثین بالخصوص امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کو قرآن کو مخلوق نہ ماننے کی وجہ سے ظلم وستم کا نشانہ بنایا، امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کی بے مثال عزیمت کے نتیجہ میں خلق قرآن کا مسئلہ دم توڑ چکا تھا، مگر دوسرے مسائل زندہ تھے، امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ ۲۴۱ھ میں انتقال فرما چکے تھے، ان کے بعد کوئی طاقتور علمی شخصیت پیدا نہیں ہوئی جو اس صورت حال کا مقابلہ کرتی، اس لیے اسلام کو ایک ایسی شخصیت کی ضرورت تھی جو کتاب وسنت پر کامل صلاحیت رکھنے کے ساتھ عقلیت یعنی عقلی مہارت کے گلی کوچوں سے بھی اچھی طرح واقف ہو، اللہ تعالیٰ نے شیخ ابوالحسن اشعری کی شکل میں وہ جامع شخصیت عطا فرمائی، جن کا نام ابوالحسن علی اور باپ کا نام اسماعیل ہے، ۲۶۰ھ میں بصرہ میں پیدا ہوئے، مشہور صحابی رسول حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی نسل سے ہونے کی وجہ سے اشعری کہلاتے ہیں۔ اسی زمانہ میں دنیائے اسلام کے ایک دوسرے علاقہ ماوراء النہر میں ایک دوسرے عالم شیخ ابومنصور ماتریدی نے علم کلام کی طرف توجہ دی، علم کلام میں شافعی علماء و متکلمین اشعری ہیں جو اشاعرہ کے نام سے مشہور ہیں اور حنفی علماء و متکلمین علم کلام میں ماتریدی ہیں۔۔۔ بلکہ کچھ معمولی اختلاف کے ساتھ ماتریدی اور اشعری ایک بھی ہوجاتے ہیں، جب یونانی فلسفہ کا عربی میں ترجمہ ہوا تو مسلمان علماء و متکلمین اس کو حاصل کرنے میں مشغول ہوئے، اور انہوں نے مخالف شریعت اصول کو رد کرنے اور ان ہی کی زبان میں بحث کرکے اسلامی عقائد کے عقل ونقل دونوں کے مطابق ہونے کو ثابت کرنے کا ارادہ کیا، اس مقصد سے

انہوں نے کلام میں کافی فلسفہ ملا دیا (فلسفہ کا لفظی معنی علم وحکمت یعنی سمجھ بوجھ اور فلسفہ کا تنقیدی معنی دانائی کا رعب ڈالنا)

علم کلام پر تنقید:

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے علمائے کلام کو زندیق کہا، اور امام شافعی نے فرمایا کہ میرا فیصلہ علمائے کلام کے بارے میں یہ ہے کہ ان سب کی پٹائی ہو، اور انہیں اونٹ پر سوار کر کے شہروں میں گھمایا جائے اور منادی کرائی جائے کہ یہ کتاب وسنت کو چھوڑنے والوں کی سزا ہے۔ (آخر یہ کیوں کہا گیا؟) وجہ بیان کرتے ہیں کہ پہلے بزرگوں سے جو علم کلام کی مذمت منقول ہے وہ صرف چار اشخاص کے لیے ہے۔

(۱) اس شخص کے لیے جو دین میں متعصب ہو کہ حق ظاہر ہو جانے کے بعد بھی ماننے کے لیے تیار نہ ہو۔

(۲) کم فہم کند ذہن کے لیے جو مسئلہ کی تہہ تک پہونچنے سے قاصر ہو کر یقین کے بجائے شکوک وشبہات میں مبتلا ہو جاتا ہو۔

(۳) اس شخص کے لیے جو فلاسفہ کی بے فائدہ اور غیر ضروری باتوں میں دلچسپی رکھتا ہو۔

(۴) اس شخص کے لیے جس کا مقصد ضعفاء وکمزور مسلمانوں کے دلوں میں شبہات پیدا کر کے ان کے عقائد بگاڑتا ہو۔ (شرح العقائد: ص ۳۱)

ملاحظہ فرمائیں ایک نئی بحث:

معتزلہ کہتے ہیں کہ گناہ کبیرہ کرنے والا نہ مومن ہے نہ کافر یعنی واجبات کی ادائے گی اور گناہوں کا چھوڑنا حقیقت ایمان کا جز ہیں۔ اس کے بغیر نفس ایمان باقی نہیں رہتا اور کفر یعنی انکار کے نہ پائے جانے کے سبب کفر میں داخل بھی نہیں ہوگا، نتیجہ نہ مومن اور نہ کافر، اور خوارج کے نزدیک گناہ کبیرہ کرنے والا کافر ہے، لیکن اہل السنۃ کے نزدیک گناہ کبیرہ کرنے والا کافر نہیں، اجماع امت بھی اس پر ہے کہ کبیرہ گناہ کرنے والا کافر نہیں ہے، زمانہ نبوت سے لے کر

آج تک امت کا اتفاق گناہ کبیرہ کرنے والوں کی نمازِ جنازہ پڑھنے اور ان کے واسطے دعا استغفار کرنے پر رہا ہے۔ چنانچہ شرح عقائد نسفی میں ہے:

"انا الکبیرۃ التی ھی غیر الکفر، لا تخرج العبد المومن من الایمان لبقاء التصدیق الذی ھو حقیقۃ الایمان خلافا للمعتزلۃ حیث زعموا ان مرتکب الکبیرۃ لیس بمومن ولا کافر، وھٰذا ھو المنزلۃ بین المنزلتین بناءً علیٰ ان الاعمال عندھم جزء من حقیقۃ الایمان و لا تدخلہ ای العبد المومن فی الکفر خلافا للخوارج فانھم ذھبوا الی ان مرتکب الکبیرۃ بل الصغیرۃ ایضاً کافرٌ وانہ لا واسطہ بین الایمان والکفر"۔ (شرح العقائد)

گناہ کبیرہ کرنے والوں کی بخشش میں اختلاف:

لیکن معتزلہ کے نزدیک گناہ کبیرہ کفر کے برابر ہے یعنی کافر اور گناہ کبیرہ کرنے والا جو بغیر توبہ کے مر گیا ہو، دونوں ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے، اور اہل السنۃ والجماعۃ والے کہتے ہیں کہ شرک کے علاوہ اللہ تعالیٰ جس کے چاہیں گے گناہ معاف کر دیں گے، خواہ وہ گناہ چھوٹے ہوں یا بڑے، توبہ کے ساتھ ہوں یا بلا توبہ، اور معتزلہ کہتے ہیں کہ نہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان (ومن قتل مؤمناً متعمداً فجزآؤہ جھنم خالداً فیھا۔ (النسآء:۹۳) [اور جو کوئی قتل کرے مسلمان کو جان کر تو اس کی سزا جہنم ہے، پڑا رہے گا اس میں ہمیشہ] (ما یبدل القول لدیّ۔ (ق:۲۹) [بدلتی نہیں بات میرے پاس] غلط ثابت ہوتا ہے، پہلی آیت میں عذاب کی خبر موجود ہے اور دوسری آیت میں بات نہ بدلنے کی خبر، پس اللہ تعالیٰ معاف فرمادے اور عذاب نہ دے تو ان آیات کا اپنی خبر میں معاذ اللہ خلاف ہونا لازم آئے گا، جو باطل ہے، لیکن اہل السنۃ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا وعید خلافی یعنی عذاب کی دھمکی کے خلاف کرنا جائز ہے، کیونکہ وعدہ خلافی تو مذموم و برا اور ناپسند ہے، مگر اپنی دھمکی کے خلاف کرنا برائی نہیں۔ چنانچہ شرح عقائد نسفی میں ہے:

"ویغفر مادون ذالک لمن یشاء من الصغائر والکبائر مع التوبۃ اوبدونھا خلافا للمعتزلۃ"۔ [ترجمہ] اور اللہ تعالیٰ جس کے لیے چاہیں گے شرک کے علاوہ گناہ معاف کردیں گے خواہ صغائر ہوں یا کبائر، توبہ کے ساتھ ہوں یا بلاتوبہ، برخلاف معتزلہ کے۔

و المعتزلۃ یخصّصونھا بالصغائر و بالکبائر المقرونۃ بالتوبۃ ، و تمسّکوا بوجھین الاول الآیات والاحادیث الواردۃ فی وعید العصاۃ۔ [ترجمہ] اور معتزلہ مغفرت اور معافی کو صغائر کے ساتھ اوران کبائر کے ساتھ خاص کرتے ہیں جو توبہ کے ساتھ ہوں اورانہوں نے دو طریقوں سے استدلال کیا ہے اول وہ آیات اور احادیث ہیں جو گناہ گاروں کی وعید کے سلسلے میں وارد ہیں۔

"وزعم بعضھم ان الخلف فی الوعید کرم فیجوز من اللہ تعالیٰ، والمحققون علی خلافہ کیف وھو تبدیل للقول وقد قال اللہ تعالیٰ (ما یبدل القول لدیّ)"۔ [ترجمہ] اور بعض لوگوں نے کہا کہ وعید خلافی کرم ہے (یعنی اپنی دھمکی کے خلاف) تو اللہ کی طرف سے جائز ہے، اور محققین اس کے خلاف ہیں ایسا کیسے ہوسکتا ہے، دراں حالیکہ یہ بات کو بدلنا ہے اور اللہ تعالیٰ فرما چکے ہیں کہ (میرے یہاں بات بدلا نہیں کرتی)

(شرح عقائد)

مذکورہ عبارت کی تصدیق جناب احمد رضا خاں بریلوی سے:

وہ لکھتے ہیں: "اہل سنت بالاجماع اور معتزلہ کا ایک فرقہ عاصیان کبائر کردگان و بے توبہ مردگان کے امکان عقلی پر متفق ہیں یعنی عقل محال نہیں جانتی کہ اللہ تعالیٰ ان سے مواخذہ نہ فرمائے، مگر امکان شرعی میں اختلاف ہوا، اہل سنت بالاجماع شرعاً بھی جائز بلکہ واقع (مانتے ہیں) اور یہ فرقہ وعیدیہ سمعاً ناجائز اور عذاب واجب مانتے ہیں، اس کے جواب میں جواز خلف کا مسئلہ پیش ہوا (کہ اللہ تعالیٰ عذاب کی خبر کے خلاف کر کے معاف کرسکتے ہیں یا نہیں) اے معتزلہ تمہارا استدلال تو جب تمام ہو کہ ہم وقوع وعید (عذاب کی خبر کو) شرعاً واجب مانیں وہ ہمارے نزدیک جائز الخلف (معافی سے بدل سکتی) ہے تو عفو (معاف کرنا) جائز کا جائز ہی رہا اور شرعاً وجوب عذاب کہ تمہارا

دعویٰ تھا ثابت نہ ہوا"۔(سجان السبوح:ص۹۸)

جب معتزلہ اس بحث میں ناکام رہے تو انہوں نے اپنے اس دعویٰ کو سچا ثابت کرنے کے لیے ایک نیا شوشہ چھیڑا، اس لیے کہ اہلسنت اس سے ڈر کر ہمارے مسلک کی تائید کریں گے، انہوں نے یہ کہا کہ اگر اللہ تعالیٰ اپنے عذاب کے وعدہ کے خلاف کرتے ہوئے ان لوگوں کو جو کبیرہ گناہ کرنے کے بعد بلا توبہ مر گئے ہوں معاف فرمادے دیں تو اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے خلاف ہوگا، جس میں فرمایا ہے (بات بدلتی نہیں میرے یہاں)(ق:۲۹) اور بات بدلنا جھوٹ کو ثابت کرتا ہے تو معاذ اللہ، اللہ تعالیٰ کا جھوٹ بولنا ثابت ہوگا، اور جھوٹ بولنا برا فعل ہے، (اور برائی سے اللہ تعالیٰ پاک، کیونکہ یہ نقص ہے اور نقص تحت قدرت نہیں)

اہل السنۃ والجماعۃ کی معتبر کتاب شرح مواقف میں مرقوم ہے:

"اوجب جمیع معتزلۃ و الخوارج عقاب صاحب الکبیرۃ اذا مات بلا توبۃ و لم یجوز ان یعفو اللہ عنہ بوجھین الاوّل انہ تعالیٰ اوعد بالعقاب علی الکبائر واخبریہ ای العقاب علیھا فلولم یعاقب علی الکبیرۃ وعفا لزم الخلف فی وعیدہ والکذب فی خبرہ انہ محال والجواب غایۃ وقوع العقاب فاین وجوب العقاب الذی کلامنا فیہ اذ لا شبھۃ فی ان عدم الوجوب مع الوقوع لایستلزم خلفا و لا کذبا لایقال انہ یستلزم جوازھما وھو ایضاً محال لانا نقول استحالہ ممنوعۃ کیف وھما من الممکنات التی تشملھا قدرۃ تعالیٰ"۔

یعنی: تمام معتزلہ اور خوارج نے کبیرہ گناہ کرنے والے کے لیے عذاب کو واجب قرار دیا ہے، جبکہ بغیر توبہ کے مرے، اور اس بات کو جائز قرار نہیں دیا کہ اللہ تعالیٰ اس کو معاف کردے دو وجہ سے ایک تو اس وجہ سے کہ اللہ تعالیٰ نے کبائر پر عذاب کا وعدہ فرمایا ہے اور کبائر پر عذاب کی خبر دی ہے، پس اگر کبیرہ گناہ پر عذاب نہ دے اور معاف کردے تو وعدہ خلافی لازم آئے گی، اور جھوٹ بولنا لازم آئے گا، اور جھوٹ بولنا اللہ تعالیٰ کا محال (تحت قدرت نہیں) ہے۔

جواب: تو اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ پاک نے عذاب کے ہونے کی وجہ بتلائی ہے (کہ گناہ کبیرہ کرنا عذاب کی وجہ ہے) یہ نہیں بتایا کہ گناہ کبیرہ کرنے کی صورت میں عذاب لازم ہے، اس لیے وقوع کے ساتھ واجب (عذاب کا لازم) نہ ہونا وعدہ خلافی اور جھوٹ کو لازم نہیں ہے (آگے ایک اشکال اور اس کا جواب ہے) یہ نہ کہا جائے کہ وقوع کے ساتھ واجب نہ ہونا وعدہ خلافی اور جھوٹ کو لازم کرتا ہے، اور یہ جھوٹ کو لازم ہونا محال ہے، اس لیے ہم کہتے ہیں یہ محال ہونا ممنوع ہے اس لیے کہ جھوٹ اور وعدہ خلافی اُن ممکنات میں سے ہیں جو اللہ کی قدرت میں ہیں"۔ (شرح مواقف: ص ۲۰۳، ۲۰۴/جز ثامن/المقصد الخامس/ج ۸/از الامام القاضی عضد الدین عبد الرحمن بن احمد، شارح السید الشریف علی بن محمد الجرجانی التوفی ۸۱۶ھ مطبع مصر)

نتیجہ:

(۱) اور معاف کردے تو وعدہ خلافی لازم آئے گی اور یہ کذب ہے اور کذب اللہ کے لیے محال یعنی تحت قدرت نہیں، یہ عقیدہ تمام معتزلہ اور خوارج کا ہے۔

(۲) عذاب کا لازم نہ ہونا وعدہ خلافی اور کذب کو لازم نہیں، اس لیے کہ (اگر واقعی یہ کذب ہے تو یہ) کذب اور وعدہ خلافی ان ممکنات میں سے ہیں جو اللہ کی قدرت میں ہیں، یہ عقیدہ اہل السنۃ و الجماعۃ کا ہے۔

ملاحظہ فرمائیں جناب احمد رضا خاں کی شہادت:

جناب احمد رضا خاں بریلوی امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ سے لکھتے ہیں:

"امام عمرو بن العلاء نے عمر بن عبید پیشوائے معتزلہ سے فرمایا: اہل کبائر کے بارے میں تیرا کیا عقیدہ ہے (پیشوائے معتزلہ نے) کہا میں کہتا ہوں اللہ تعالیٰ اپنی وعید (سزا کی دھمکی) ضرور پوری کرے گا جیسا کہ اپنا وعدہ بے شک پورا فرمائے گا، امام (اہل سنت) نے فرمایا تو عجمی ہے، میں نہیں کہتا کہ زبان کا عجمی ہے بلکہ دل کا عجمی ہے، عرب وعدہ سے رجوع (پھرنے) کو نالائق جانتے ہیں، اور وعید (سزا کی دھمکی) سے درگذر کو کرم، معتزلہ حکایت کرتے ہیں اس پر عمرو (پیشوا معتزلہ) نے جواب دیا، کیا خدا کو اپنی ذات میں جھٹلانے والا ٹھہرائے گا، امام (اہل سنت) نے

فرمایا عمرو نے کہا کہ آپ کی حجت ساقط ہوگئی (یعنی دعویٰ غلط ہوا) اس پر امام (اہل سنت) ہنس اور لاجواب ہو گئے۔ (سبحن السبوح: ص ۹۳ راز احمد رضا خاں)

قارئین! آپ کے سامنے وہ حقیقت کھل گئی جو بحث مذکورہ کی بنیاد تھی، یعنی کذب الٰہی کی اصل بنیاد کیا ہے؟ اور یہ مسئلہ کذب کیوں چھیڑا؟ اور کب چھیڑا؟ اور یہ مسئلہ کن لوگوں کے درمیان مختلف فیہ ہے؟ مزید تفصیل آگے ملاحظہ فرمائیں۔

مقدمہ [۳] خلف وعید اور امکان کذب

قارئین: جو کچھ اوپر گزرا وہ سب کچھ اصل کو سمجھنے کے لیے تھا، اب ملاحظہ فرمائیں اصل حقیقت:

جناب مولوی عبدالسمیع صاحب رام پوری گزرے ہیں، انہوں نے بدعات کے جواز میں ایک کتاب ''انوار ساطعہ'' تحریر فرمائی، اس میں انہوں نے نام لیے بغیر شاہ محمد اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں: کوئی جناب باری تعالیٰ کو امکان کذب کا دھبہ لگاتا ہے، انتہی۔

اس مذکورہ کتاب کے جواب میں جناب مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ نے ''براہین قاطعہ'' تحریر فرمائی اور اس میں وہ شاہ صاحب کی طرف سے جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

''مسئلہ خُلف وعید قدماء میں مختلف فیہ ہے امکان کذب کا مسئلہ تو اب جدید (نئے سرے سے) کسی نے نہیں نکالا بلکہ قدماء میں اختلاف ہوا ہے کہ خلف وعید آیا جائز ہے کہ نہیں، چنانچہ درمختار میں ہے: ''ھل یجوز الخلف فی الوعید فظاھر ما فی المواقف والمقاصد ان الاشاعرۃ قائلون بجوزہ لانہ لا یعد نقصًا بل جوادو کرماً۔۔۔ الخ'' خلف وعید جائز ہے کہ نہیں ظاہر تو یہ ہے کہ اشاعرہ (جماعت کے لوگ) اس کے قائل ہیں۔۔۔ اس وجہ سے کہ وہ اس کو نقص نہیں شمار کرتے بلکہ بخشش و کرم تصور کرتے ہیں، ایسا ہی دیگر کتب میں لکھا ہے، پس اس پر طعن کرنا پہلے مشائخ پر طعن کرنا ہے۔۔۔ امکان کذب کہ خلف وعید کی فرع ہے جو قدماء میں مختلف فیہ ہو چکا

ہے“۔(براہین قاطعہ:ص۶)

چند الفاظ کے معنیٰ:

(۱)خُلف کے معنی، خلاف کرنا۔(۲)وعید یعنی سزا کی دھمکی۔(۳)قدماء یعنی پہلے والے لوگ۔(۴)مختلف فیہ یعنی جس مسئلہ میں اختلاف ہو۔

خلاصہ کلام یہ کہ: اللہ تعالیٰ اپنی سزا کی دھمکی کے خلاف کرتے ہوئے ان لوگوں کو جو کبیرہ گناہ کرنے کے بعد مر گئے ہوں بخشے گا یا نہیں اس مسئلہ میں پہلے والے بزرگوں میں اختلاف ہوا، اہل السنۃ والجماعۃ اشاعرہ کے نزدیک مذکورہ گناہ گاروں کو بخش دینا جائز ہے، کیونکہ وہ اس بخشش کو کرم ومہربانی تصور کرتے ہیں جب کہ معتزلہ حضرات کے نزدیک جائز نہیں، وہ اس لیے کہ اس بخشش سے اللہ تعالیٰ کا اپنی دھمکی کے خلاف کرنا لازم آتا ہے، اور کسی خبر کے خلاف کرنا کذب کہلاتا ہے۔

یہی مذکورہ کذب گناہ گاروں کو بخشنے یا نہ بخشنے کی بحث سے نکلی ہوئی ایک بات ہے جس کا دوسرا نام ہے ”خُلف وعید کی فرع“ اس لیے جناب حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ تم لوگ خوامخواہ حضرت شاہ محمد اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ پر تہمت لگاتے ہو، امکان کذب کا مسئلہ نیا تو نہیں بلکہ شروع سے چلا آرہا ہے، جب یہ تحریر ”براہین قاطعہ“ میں جناب احمد رضا خاں بریلوی نے پڑھی، تب ان کو جوش آیا اور انہوں نے حضرت سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ اور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر الزامات عائد کرنے اور ان کی تحریرات کو غلط رنگ دیکر اُن کو (معاذ اللہ) جھوٹا ثابت کرنے کے لیے چھ رسائل پر مشتمل ”سبحٰن السبوح عن عیب کذب مقبوح“ نامی کتاب لکھی، اس میں پہلے انہوں نے ایک سوال قائم کیا، پھر جواب میں تمام کتاب پوری کی، ملاحظہ فرمائیں سوال اور جواب۔

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان متین دربارہ مسئلہ امکان کذب باری تعالیٰ جس کا اعلان تحریری وتقریری علماء گنگوہ ودیو بند اور ان کے اتباع آج کل بڑے زور وشور سے کر رہے ہے

ہیں تحریراً کتاب ’’براہین قاطعہ‘‘ کہ مولانا خلیل احمد کے نام سے شائع کی گئی جس کی لوح پر لکھا ہے بامر حضرت رشید احمد گنگوہی۔۔۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ کتاب ہی رشید احمد گنگوہی کی ہے، صفحہ تین پر یوں لکھا ہے۔

امکان کذب کا مسئلہ تو اب جدید کسی نے نہیں نکالا، بلکہ قدماء میں اختلاف ہوا ہے، کہ خلف وعید آیا جائز ہے یا نہیں درمختار میں ہے: ھل یجوز الخلف فی الوعید فظاھر مافی المواقف والمقاصد ان الاشاعرۃ قائلون بجوازہ۔ اس پر طعن کرنا پہلے مشائخ پر طعن کرنا ہے اور اس پر تعجب کرنا محض لاعلمی اور امکان کذب خلف وعید کی فرع ہے، انتہی ملخصاً تقریراً مولوی ناظر حسن دیوبند مدرس اول مدرسہ میرٹھ نے مسجد بالائے کوٹ پر بلند آواز سے چند مسلمانوں میں کہا کہ ہمارا تو یہ اعتقاد ہے کہ خدا نے کبھی جھوٹ بولا نہ بولے گا مگر بول سکتا ہے کہ بہشتیوں کو دوزخ میں اور دوزخیوں کو بہشت میں بھیج دے تو کسی کا اجارہ نہیں (یہی مضمون تفسیر کبیر میں امام رازی کے حوالہ سے شروع میں گذر چکا ہے۔) اور یہی امکان کذب ہے انتہی، ایسا اعتقاد رکھنا کیسا ہے اور اس کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں؟

جواب: امکان کذب الٰہی کو خلف وعید کی فرع جاننا اور اس میں اختلاف ائمہ کی وجہ سے امکان کذب کو مختلف فیہ ماننا ایک تو افتراء دوسرے کتنا بے مزہ بے شک مسئلہ خلف وعید میں بعض علماء جانب جواز گئے اور محققین نے منع وانکار فرمایا، مگر اس سے امکان کذب ثابت نہ یہ علماء مجوزین کا مسلک۔۔۔ پھر ان کی طرف امکان کذب کی نسبت سخت جھوٹ وظلم۔ (سبحٰن السبوح: ص ۸۶،۲)

چند اہم وضاحتیں:

جناب احمد رضا خاں بریلوی فرماتے ہیں:

۱) ’’امکان کذب الٰہی کو خلف وعید کی فرع جاننا‘‘

۲) ’’اور اس (خلف وعید) میں اختلاف ائمہ کی وجہ سے امکان کذب کو مختلف فیہ ماننا‘‘

۳) ’’پھر ان (ائمہ) کی طرف امکان کذب کی نسبت سخت جھوٹ وظلم‘‘ (جیسا کہ اوپر مذکور ہے)

قارئین! جناب احمد رضا خاں بریلوی ایک تو ’’امکان کذب‘‘ کو خلف وعید کی فرع نہیں

مانتے اور دوسرے انہوں نے جواب میں ہیرا پھیری کرتے ہوئے یہ لکھ دیا کہ

''اور اس (خلف وعید) میں اختلاف کی وجہ سے امکان کذب کو مختلف فیہ ماننا''۔

حالانکہ جو عبارت سوال میں حضرت سہارنپوری کی طرف منسوب لکھی ہے، اس میں ہے:

''بلکہ قدماء (پہلے بزرگوں) میں اختلاف ہوا ہے کہ خلف وعید آیا جائز ہے یا نہیں۔ اور امکان کذب خلف وعید کی فرع ہے''۔

خلاصہ: یہ کہ حضرت سہارنپوری ائمہ کا اختلاف خلف وعید میں ثابت کرتے ہیں جبکہ جناب احمد رضا خاں نے امکان کذب کو مختلف فیہ لکھ دیا، جبکہ اصل یوں ہے یعنی ''امکان کذب خلف وعید کی فرع ہے''۔

ملاحظہ فرمائیں ''فرع'' کا معنی:

(۱) ٹہنی، شاخ، ڈالی (۲) وہ جس کی اصل کوئی اور چیز ہو۔ (فیروز اللغات اردو)

جب درخت ہی نہیں ہوگا تو اس کی ٹہنیاں اور شاخیں کہاں آئیں گی، اور جب کوئی بحث ہی نہیں ہوگی تو امکان کذب کا مسئلہ کیسے کھڑا ہوگا، امکان کذب کی کچھ حقیقت تو ہم اوپر بیان کر چکے ہیں باقی مزید جناب احمد رضا خاں بریلوی ہی کی عبارت سے ثابت کرتے ہیں۔

حضرت سہارنپوری کی عبارات کا فیصلہ جناب احمد رضا خاں کی عبارات سے:

(۱) حضرت سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''بلکہ قدماء میں اختلاف ہوا ہے کہ خلف وعید آیا جائز ہے یا نہیں''۔

جناب احمد رضا خاں بریلوی لکھتے ہیں:

''اہل سنت بالاجماع اور معتزلہ کا ایک فرقہ مغفرت عاصیان کبائر کردگان و بے توبہ مردگان کے امکان عقلی پر متفق ہیں۔۔۔ مگر امکان شرعی میں اختلاف پڑا، اہل سنت بالاجماع شرعاً بھی جائز بلکہ واقع اور یہ فرقہ وعیدیہ سمعاً ناجائز اور عذاب واجب مانتے ہیں۔۔۔ اس کے جواب میں جواز خلف کا مسئلہ پیش ہو۔۔۔ الخ''۔ (سبحن السبوح: ص ۹۸)

خلاصہ: جولوگ گناہ کبیرہ کرنے کے بعد بغیر توبہ کے مر گئے ہوں، ان کے بخشے جانے کو اہل سنت گروہ عقلاً اور شرعاً جائز مانتے ہیں اور معتزلہ اس بخشے جانے کے خلاف ہیں اور عذاب دیئے جانے کو واجب کہتے ہیں۔

اختلاف کس چیز میں ہے؟ وہ آپ کے سامنے آ گیا۔ (یعنی گناہ گاروں کی بخشش میں)

(۲) حضرت سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''امکان کذب خلف وعید کی فرع ہے''۔

فرع کہتے ہیں، شاخ اور ٹہنی کو یا جس کی اصل کوئی اور چیز ہو۔

کذب کی اصل اور اس کا درخت کیا ہے؟

اس بارے میں جناب احمد رضا خاں بریلوی لکھتے ہیں:

(۱) (اہل سنت کے) ''امام ابو عمرو بن العلاء رحمۃ اللہ علیہ نے ''عمرو بن عبید پیشوا معتزلہ سے فرمایا: اہل کبائر کے بارے میں تیرا کیا عقیدہ ہے (اس نے) کہا میں کہتا ہوں اللہ تعالیٰ اپنی وعید (سزا کی خبر) ضروری پوری کرے گا، جیسا کہ اپنا وعدہ بے شک پورا فرمائے گا، امام (اہل سنت) نے فرمایا ۔۔۔عرب وعدہ سے رجوع (و پھرنے) کو نالائق جانتے ہیں اور وعید (سزا کی خبر) سے درگزر کو کرم (و معافی) معتزلہ حکایت کرتے ہیں اس پر عمرو (پیشوائے معتزلہ) نے جواب دیا کیا خدا کو اپنی ذات کا جھٹلانے والا ٹھہرائے گا؟ امام (اہل سنت) نے فرمایا نہ، عمرو نے کہا تو آپ کی حجت ساقط ہوئی (یعنی دعویٰ ثابت نہ ہوا) اس پر امام بند ہو گئے''۔ (سبحٰن السبوح،ص ۹۳)

قارئین! جیسا کہ اوپر مذکور ہے یعنی خدا کو اپنی ذات کا جھٹلانے والا ٹھہرائے گا، یہ جملہ کس بحث میں ہے اور کیوں کہا گیا؟ کیا ہیجڑوں کی لڑائی ہے یا کرکٹ کے کھیل کی بحث ہے؟

جناب احمد رضا خاں بریلوی تو یہ فرماتے ہیں کہ ''امکان کذب الٰہی کو خلف وعید کی فرع'' (یعنی بخشنے یا نہ بخشنے کی بحث سے نکلی ہوئی ایک بات) جاننا۔۔۔ایک تو افتراء (بہتان) دوسرے کتنا بے مزہ''۔ دوسروں کو سڑی سڑی سنانے والے مجدد صاحب خود اپنی ہی عبارتوں سے بے مزہ اور غلط ثابت ہو رہے ہیں، جناب احمد رضا خاں دوسری جگہ لکھتے ہیں:

(۲) مسلم الثبوت اور اس کی شرح فواتح الرحموت میں ہے۔(صرف ترجمہ)

یعنی وعید میں خُلف (سزا کی خبر میں خلاف کرنا) جائز کہ سلیم عقلیں اُسے خوبی گنتی ہیں نہ عیب اور وعدہ میں (خلاف کرنا) عیب ہے اور عیب اللہ عزوجل پر محال، اس پر اعتراض ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی وعید (سزا کی خبر) بھی ایک خبر ہے، تو یقیناً سچی کہ باری جل وعلا کا کذب محال اور عذر کیا گیا کہ ہم اُسے خبر نہیں مانتے بلکہ انشائے تخویف۔۔۔الخ یعنی ڈرانا دھمکانا۔

(سبحٰن السبوح: ص ۸۸ / از احمد رضا خاں بریلوی)

خلاصہ وتبصرہ:

سزا کی خبر کے خلاف کرنا جائز، لیکن وعدہ (کی خبر) میں خلاف کرنا ناجائز، سزا کی خبر بھی ایک خبر ہے کہ سچی کیونکہ اللہ تعالیٰ کا جھوٹ بولنا محال، عذر کیا گیا کہ ہم اُسے خبر نہیں مانتے" کیوں؟

قارئین! فیصلہ فرمائیں کہ ایک فریق کہتا ہے کہ سزا کی خبر کے خلاف کرنا جھوٹ بولنا ہے (معاذ اللہ) دوسرا فریق کہتا ہے کہ یہ جھوٹ بولنا نہیں بلکہ ڈرانا دھمکانا ہے، یہ کیا جھگڑا ہے؟ اس جھگڑے کو کیا آپ یہی کہیں گے کہ دو سوکنیں یعنی ایک خاوند کی دو بیویاں آپس میں لڑ رہی ہیں یا دو پٹھان چائے کی پیالی پر لڑ رہے ہیں۔

نہ محقق ہے اور نہ دانش مند — بیل پر ہیں لدی کتابیں چند
اس تہی مغز کو نہیں ہے خبر — کہ یہ لکڑی ہے اس پہ یا دفتر

ثابت ہوگیا کہ کذب کی اصل کیا ہے:

یعنی گناہ گاروں کو بخشنے یا نہ بخشنے کی بحث سے نکلی ہوئی ایک بات ہے جس سے جناب احمد رضا خاں بریلوی انکاری ہیں اور انکاری بھی اس طرح کہ جس چیز کا انکار کرتے ہیں تو پھر اس چیز کو خود ثابت کرتے ہیں۔ اپنا منہ اپنا طمانچہ۔

ایک وضاحت:

ایک حقیقت ہے اور ایک ہے اس حقیقت کی مثل مثلاً:

وعدہ ایک خبر اور حقیقت ہے اور وعدہ کے خلاف کرنا کذب کہلاتا ہے اور اسی طرح سزا کی خبر بھی ایک خبر ہے جو وعدہ کی خبر کی مثل ہے، جب مثل یعنی سزا کی خبر کے خلاف خدا تعالیٰ کی قدرت ثابت ہے تو حقیقت یعنی وعدہ کی خبر کے خلاف پر خدا تعالیٰ کو قدرت کیوں نہیں ہے؟ خیال رہے کہ ہم یہاں محض کذب پر قدرت ثابت کرنا نہیں چاہتے بلکہ جھگڑے کی اصل نوعیت اور الزامات کو بے بنیاد ثابت کرنا چاہتے ہیں، مثلاً قرآن مجید میں ہے:

وَمَنۡ يَّقۡتُلۡ مُؤۡمِنًا متعمداً فجزاؤہ جهنم خالداً فيها ۔(النسآء:۹۳)

[ترجمہ] اور جو کوئی کسی مؤمن کو قصداً قتل کرے اس کی سزا دوزخ ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا۔

ف: سزا دوزخ ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا۔(النسآء:۹۳) یہ ایک خبر ہے، اللہ تعالیٰ کی اس خبر کے پیش نظر معتزلہ کہتے ہیں کہ قتل کرنے والا اگر بغیر توبہ کے مر گیا تو اس کے لیے جہنم کی سزا ضروری و واجب ہے، اور اگر اللہ تعالیٰ سزا نہ دے تو اللہ تعالیٰ کی سزا کی خبر جھوٹی ہو جائے گی (معاذ اللہ) اور جھوٹ پر خدا کو قدرت نہیں کیونکہ جھوٹ ایک نقص ہے اور نقص سے اللہ تعالیٰ پاک لہٰذا سزا ضروری ہوگی۔

لیکن اہل سنت گروہ کہتے ہیں کہ شرک کے علاوہ اللہ تعالیٰ جس کے چاہیں گے گناہ معاف فرما دیں گے، وہ گناہ چھوٹے ہوں یا بڑے، توبہ کے ساتھ ہوں یا بغیر توبہ کے۔

نتیجہ: معتزلہ بخشش کے قائل نہ ہوتے بالفاظ دیگر کذب کے قائل نہ ہوئے اور اہل سنت بخشش کے قائل ہوئے بالفاظ دیگر کذب کے قائل ہوئے۔(جیسا کہ اوپر مذکور ہے)

نیز معتزلہ جماعت اہل سنت گروہوں کو یہ الزام دیتی ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کو اپنی ذات کا جھٹلانے والا ٹھہراتے ہو، بعینہ اسی طرح جناب احمد رضا خاں بریلوی علماء دیوبند پر الزام عائد کرتے ہیں کہ ان کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جھوٹ بولتا ہے۔(العیاذ باللہ ثم العیاذ باللہ)

خلاصہ بحث:

جو مذہب معتزلہ کا وہی مذہب جناب احمد رضا خاں بریلوی کا محض الزام دھرنے کے لیے جناب احمد رضا خاں بریلوی نے معتزلہ کا راستہ اختیار کیا۔

جناب احمد رضا خاں بریلوی فرماتے ہیں:

"ائمہ متقدمین میں کچھ علماء ایسے تراشے جو کذب الٰہی کے جواز وقوعی بلکہ وقوع بالفعل کے قائل ہوئے وہ تراشیدہ علماء ساختہ قطعاً اجماعاً کافر مرتد تھے، مرتدوں کو کافر نہ جاننا بلکہ مشائخ دین ماننا تو خود ان پر کفر لازم آنے پر کیا کلام رہا جو کسی منکر ضروریات دین کو کافر نہ کہے آپ کافر"۔

(سبحٰن السبوح: ص ۱۲۷)

مختصر تبصرہ:

جن اکابر و مشائخ کو جناب احمد رضا خاں نے کافر و بے دین کہا ہے ان کے نام کیوں نہیں لکھے، ہاں اگر نام لکھتے تو نہ معلوم مسلمان ان کے ساتھ کیسا سلوک کرتے۔

قارئین!

جب سچائی کو جھوٹ کے ساتھ گرہ دینے کا رواج چل پڑے اور انسانی ضمیر بازاری اشیاء کی طرح فروخت ہو رہا ہو تو ایسے میں صحیح راستہ تلاش کرنا ناممکن ہو جاتا ہے، نظام فطرت میں جھوٹ اور سچائی کے مابین کشمکش کی تاریخ انسان کی پیدائش سے شروع ہے، کبھی جھوٹ کی چمک سچائی کو اپنے اندر چھپا لیتی ہے اور کبھی سچائی ابھر کر جھوٹ کی روشنی کو مار دیتی ہے، جیسے ہی افسانوی بت حقیقت کے سامنے سجدہ ریز ہوتے ہیں وقت اپنا فیصلہ سنا دیتا ہے اور جھوٹ کی ساری عمارت ڈھیر ہو کر رہ جاتی ہے یہی بریلوی جماعت اور جناب احمد رضا خاں بریلوی کا مذہب ہے۔

؎ تو جو نہیں کچھ بھی نہیں ۔۔۔ مانا کہ یہ محفل جواں ہے حسیں ہے

مقدمہ [۴] اکابر علماء کی عبارتیں:

اب آپ کے سامنے ان اکابر اسلام کی عبارات پیش کی جاتی ہیں جو جناب احمد رضا خاں

بریلوی کے نزدیک کافر و مرتد ہیں لیکن دنیائے اسلام ان کو اپنا پیشوا اور امام تصور کرتی ہے۔

عبارت۔۔۔(۱)

حتیٰ تجبر کثیر منھم ای من اکابر الاشاعرۃ فی الحکم باستحالہ الکذب علیہ تعالیٰ لانہ نقص لما الزم المعتزلۃ(ص۲۰۴) ثم قال ای صاحب العمدۃ لایوصف اللہ تعالیٰ بالقدرۃ علی الظلم والسفہ الکذب لان المحال لا یدخل تحت القدرۃ ای لایصلح متعلقھا وعند المعتزلۃ یقدر تعالیٰ علی کل مما ذکر ولا یفعل انتھٰی کلام صاحب العمدۃ وکانہ انقلب علیہ مانقلہ عن المعتزلۃ اذ لا شک فی ان سلب القدرۃ عما ذکر من الظلم والسفہ و الکذب ھومذھب المعتزلۃ واما ثبوتھا ای القدرۃ علی ماذکر ثم الامتناع عن متعلقھا اختیاراً فبمذھب ای فھو مذھب الاشاعرۃ الیق منہ بمذھب المعتزلۃ فیجب القول بادخل القولین فی التنزیہ وھو القول الالیق بمذھب الاشاعرۃ۔

[ترجمہ] حتی کہ بہت سے اکابر اشاعرہ اللہ تعالیٰ پر کذب کے محال ہونے کا حکم لگانے سے متحیر ہوگئے اس لیے کہ یہ نقص ہے اس مذہب (معتزلہ) کی وجہ سے جولازم کیا معتزلہ نے (ص ۲۰۴) پھر صاحب عمدہ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کو ظلم بیوقوف اور جھوٹ پر قدرت کے ساتھ موصوف نہیں کیا جاتا، اس لیے محال قدرت کے تحت داخل نہیں ہوتا یعنی محال قدرت سے متعلق ہونے کی صلاحیت نہیں رکھتا، اور معتزلہ کے نزدیک اللہ تعالیٰ مذکورہ تمام چیزوں کی قدرت رکھتا ہے، اور کرتا نہیں، یہ صاحب عمدہ کا کلام ہے (عمدہ ایک کتاب ہے) اور انہوں نے معتزلہ سے جو بات نقل کی ہے گویا اس میں انہیں بھول ہوئی ہے اس میں شک نہیں کہ سلب قدرت (یعنی قدرت نہ رکھنا) جو مذکورہ چیزوں کے متعلق ہے وہ معتزلہ کا مذہب ہے اور بہر حال مذکورہ چیزوں پر قدرت پھر ان کے متعلق امتناع اختیاری طور پر یہ مذہب اشاعرہ کا ہے یعنی اشاعرہ کا مذہب زیادہ لائق ہے معتزلہ کے مذہب کے مقابلہ، پس اختیار کرنا واجب ہے اس قول کو جو دونوں قولوں سے

تنزیہ (و پاکی) میں زیادہ داخل ہو وہ قول مذہب اشاعرہ کے ساتھ زیادہ لائق ہے۔ (دیکھیے عربی متن کتاب المسامرہ شرح المسایرہ: ص ۲۰۹، ۲۱۰/از علامہ ابن الہمام ۸۱ کے ھ میں پیدا ہوئے، بلند پایہ محدث اور فقہاء میں تھے، لوگ حدیث کے لیے حافظ ابن حجر کی طرف اور فقہ و اصول کے لیے ابن الہمام کی طرف رجوع کرتے تھے۔ شرح با بن ابی شریف: المقدسی)

عبارت۔۔۔(۲)

اوجب جمیع معتزلة والخوارج عقاب صاحب الکبیرة اذا مات بلا توبة ولم یجوز ان یعفو الله عنه بوجهین الاوّل انه تعالیٰ اوعد بالعقاب علی الکبائر واخبر به ای العقاب علیها فلولم یعاقب علی الکبیرة وعفا لزم الخلف فی وعیده والکذب فی خبره انه محال . والجواب غایة وقوع العقاب فاین وجوب العقاب الذی کلامنا فیه اذ لا شبهة فی ان عدم الوجوب مع الوقوع لا یستلزم خلفا ولا کذبا لا یقال انه یستلزم جوازهما وهو ایضا محال لانا نقول استحاله ممنوعة کیف وهما من الممکنات التی تشملها قدرة تعالیٰ.

(شرح مواقف)

[ترجمہ] تمام معتزلہ اور خوارج نے کبیرہ گناہ کرنے والے کے لیے عذاب کو واجب قرار دیا ہے، جبکہ بغیر توبہ کے مرے اور اس بات کو جائز قرار نہیں دیا کہ اللہ تعالیٰ اس کو معاف کر دے، دو وجہ سے ایک تو اس وجہ سے کہ اللہ تعالیٰ نے کبائر پر عذاب کا وعدہ فرمایا ہے اور کبائر پر عذاب کی خبر دی ہے، پس اگر کبیرہ گناہ پر عذاب نہ دے اور معاف کر دے تو وعدہ خلافی لازم آئے گی اور جھوٹ بولنا لازم آئے گا، اور جھوٹ بولنا اللہ تعالیٰ کا محال (تحت قدرت نہیں) تو اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ پاک نے عذاب کے ہونے کی وجہ بتلائی ہے (کہ گناہ کبیرہ کرنا عذاب کی وجہ ہے) یہ نہیں بتایا کہ گناہ کبیرہ کرنے کی صورت میں عذاب لازم ہے (آگے ایک اشکال اور اس کا جواب ہے) یہ نہ کہا جائے کہ وقوع کے ساتھ واجب نہ ہونا وعدہ خلافی اور جھوٹ کو لازم کرنا ہے اور یہ جھوٹ کو لازم ہونا محال ہے، اس لیے ہم کہتے ہیں یہ محال ہونا ممنوع ہے اس لیے کہ جھوٹ اور

وعدہ خلافی ان ممکنات میں سے ہیں جو اللہ کی قدرت میں ہیں۔(دیکھیے عربی متن شرح مواقف: ص ۲۰۳،۲۰۴ جز ثامن / المقصد الخامس / ج ۸ / از الامام القاضی عضد الدین عبد الرحمن بن احمد، شارح السیّد الشریف علی بن محمد الجرجانی التوفی ۸۱۶ھ مطبع مصر میر سید شریف جن کی نحو میر تمام مدارس عربیہ میں پڑھائی جاتی ہے)

عبارت۔۔۔(۳)

المنکرون لشمول قدرة تعالیٰ طوائف منهم النظام واتباعه القائلون بانه لایقدر علی الجهل والکذب والظلم وسائر القبائح اذ لو کان خلقها مقدورا له لجاز صدوره عنه واللازم باطل لافضائه الی السفه ان کان عالماً بقبح ذلك وباستغنائه عنه والی الجهل ان لم یکن عالماً والجواب لانسلم قبح الشئ بالنسبة الیه کیف وهو تصرف فی ملکه ولوسلم ما لقدرة لاتنافی امتناع صدوره نظر الی الوجود الصارف وعدم الداعی وان کان ممکنا فی نفسه۔ اھ

[ترجمہ] اللہ تعالیٰ کی قدرت برائیوں کو بھی شامل ہے اس عقیدہ کے منکر کئی گروہ ہیں ان میں سے نظام (معتزلی) اور اس کے ماننے والے ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ جہالت اور جھوٹ اور ظلم اور تمام برائیوں پر قادر نہیں، اس لیے اگر یہ بری عادتیں اللہ تعالیٰ کی قدرت میں ہوں تو اللہ سے صادر بھی (ہو) سکتی ہیں، اور ان چیزوں کا اللہ سے صادر ہونا باطل ہے، کیونکہ دو ہی صورتیں ہیں، یا ان چیزوں کا برا ہونا اللہ کو معلوم ہوگا یا معلوم نہیں ہوگا، اگر معلوم ہوگا تو ان چیزوں کا اللہ سے صادر ہونے کی صورت میں (نعوذ باللہ) لازم آئے گا کہ اللہ بے وقوف ہے اور اگر ان چیزوں کا برا ہونا اللہ کو معلوم نہیں ہوگا تو اللہ تعالیٰ کا جاہل ہونا لازم آئے گا۔

والجواب: ہم تسلیم نہیں کرتے کہ اگر اللہ سے یہ اشیاء صادر ہوں تو یہ بری شمار نہیں ہوں گی کیونکہ اللہ نے اپنی ملکیت میں تصرف کیا ہے اور اگر مان بھی لیا جاوے کہ اللہ سے صادر ہونے کی صورت میں بھی یہ چیزیں بری شمار ہوں گی تو ہم کہتے ہیں کہ اللہ کو ان پر قدرت ہونے سے لازم نہیں آتا کہ

ان سے صادر بھی ہوں، کیونکہ ان افعال کی اللہ کو ضرورت نہیں، جو چیز فی نفسہ ممکن ہو وہ کبھی کبھی خارج میں یعنی پیدا نہیں ہوتی، اس وجہ سے کہ کوئی رکاوٹ موجود ہے، اور اس چیز کے پیدا ہونے کا کوئی تقاضا بھی نہیں، اس وجہ سے پیدا نہیں ہوئی۔ (دیکھیے عربی متن شرح مقاصد: ۱۰۲، ۱۰۳ ج ۴ راز الامام مسعود بن عمر بن عبداللہ الشہیر بسعد الدین التفتازانی ۷۲۲ھ میں پیدا ہوئے (حنفی تھے یا شافعی) سید احمد طحاوی نے حنفی کہا ہے اور ملا علی قاری نے بھی آپ کو حنفیہ میں شمار کیا ہے، سید احمد طحاوی فرماتے ہیں کہ آپ کے زمانہ میں حنفیوں کی مذہبی حکومت آپ پر ختم ہوگئی، علم صرف، علم نحو، علم منطق، علم فقہ، علم اصول، علم تفسیر، علم حدیث، علم عقائد، علم معانی یعنی ہر علم کے اندر آپ نے کتابیں لکھیں)

نتیجہ: ایک تو جناب احمد رضا خاں نے اکابر دیوبند کو بدنام کرنے کے لیے حقیقت کو چھپایا اور اہل سنت سے کٹ کر معتزلہ کا ساتھ دیا۔

دوسرے جو عبارات جناب احمد رضا خاں نے اپنے دعوے کی تصدیق کے لیے پیش کی ہیں وہی عبارات مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری کے دعوے کی حمایت کرتی ہیں، اور ہم نے انہی عبارات سے جناب احمد رضا خاں کا رد کیا ہے۔

تیسرے جناب احمد رضا خاں نے اکابر اہل سنت یعنی جن کے نام سے اہل السنۃ والجماعۃ قائم ہے ان پر بے بنیاد الزام دھرا ہے، جیسا کہ اوپر مذکور ہوا۔

مقدمہ [۵] الزامات اور علامہ کاظمی:

علامہ سید احمد سعید کاظمی کا الزام: وہ لکھتے ہیں:

"علماء دیوبند اللہ تعالیٰ کے حق میں کذب (جھوٹ) کے قائل ہیں، دیکھیے ضمیمہ براہین قاطعہ "الحاصل امکان کذب سے مراد دخول کذب تحت قدرت باری تعالیٰ ہے"۔

(۲) اور مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی فتاویٰ رشیدیہ میں تحریر فرماتے ہیں۔ "پس مذہب جمیع محققین اہل اسلام وصوفیائے کرام وعلماء عظام کا اس مسئلہ میں یہ ہے کہ کذب داخل تحت قدرت باری تعالیٰ ہے"۔ (الحق المبین: ص ۶۹ راز علامہ کاظمی رمکتبہ تنظیم المدارس لاہور)

علامہ سید احمد سعید صاحب کاظمی نے جو عبارات نقل کی ہیں وہ دو کتابوں کی علیحدہ علیحدہ عبارات نہیں بلکہ حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت کے دو ٹکڑے ہیں، حاجی صاحب کی مذکورہ عبارت فتاویٰ رشیدیہ اور اسی طرح براہین قاطعہ دونوں میں چھپی ہے۔ حاجی امداد اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی اسی عبارت کو نہ صرف ترجمان رضا خانیت مولوی کاشف اقبال صاحب نے بلکہ تمام رضا خانی معترضین نے مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب کیا، کیا یہ انصاف و دیانت کا خون نہیں؟

علامہ سید احمد سعید کاظمی نے اسی عبارت سے ایک ٹکڑا فتاویٰ رشیدیہ کے نام سے اور ایک ٹکڑا براہین قاطعہ کے نام سے درج کیا، تاکہ ان پڑھ آسانی سے شکار ہوں۔

مکمل عبارت یوں ہے: ''واضح ہو کہ امکان کذب کے جو معنی آپ سمجھتے ہیں وہ بالاتفاق مردود ہیں یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے وقوع کذب کا قائل ہونا باطل ہے وہ ذات پاک مقدس ہے، شائبہ نقص و کذب وغیرہ سے''۔

رہا خلاف علماء کا جو در بارہ وقوع و عدم وقوع خلاف وعید ہے جس کو صاحب براہین قاطعہ نے تحریر کیا ہے دراصل کذب نہیں صورت کذب ہے، الحاصل امکان کذب سے مراد دخول کذب تحت قدرت باری تعالیٰ ہے، یعنی اللہ تعالیٰ نے جو وعدہ وعید فرمایا ہے اس کے خلاف پر بھی قادر ہے، اگرچہ وقوع اس کا نہ ہو، امکان کو وقوع لازم نہیں (اور جو چیز ہونے کے قابل ہو ضروری نہیں ہے کہ وہ واقع بھی ہو) چنانچہ اہل عقل پر مخفی نہیں، پس مذہب جمیع محققین اہل اسلام صوفیاء کرام و علماء عظام کا اس مسئلہ میں یہ ہے کہ کذب داخل تحت قدرت باری تعالیٰ ہے، وقوع کا کوئی قائل نہیں، یہ مسئلہ دقیق ہے، عوام کے سامنے بیان کرنے کا نہیں''۔

پس علامہ کاظمی صاحب نے لکیروں والی عبارت نکال کر دو کتابوں کے نام سے شائع کر دی۔

ملاحظہ فرمائیں مذکورہ عبارت اور اس کی حقیقت:

رہا خلاف علماء کا جو در بارہ وقوع و عدم وقوع خلاف وعید ہے، الا آخر دخول کذب تحت قدرت

باری تعالیٰ ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے جن لوگوں کے بارہ میں عذاب کی جو خبر دی ہے، اس کے خلاف کرے گا یا نہیں۔

اس بارے میں علمائے کرام میں اختلاف ہے وہ کون ہیں جو اختلاف کرتے ہیں؟ اور وہ کذب کیا ہے؟ اس بارے میں بریلوی ہی جماعت کے علامہ غلام رسول سعیدی لکھتے ہیں:

''نیز اہل سنت کا مذہب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ پر کوئی چیز واجب نہیں ہے، تمام جہان اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہے اور دنیا اور آخرت میں اس کی سلطنت ہے، وہ جو چاہے کرے، اگر تمام اطاعت (ونیکی) کرنے والوں اور صالحین کو دوزخ میں ڈال دے تو یہ اس کا عدل ہوگا، اور جب وہ ان پر اکرام اور احسان کرے گا اور ان کو جنت میں داخل کردے گا، تو یہ اس کا فضل ہوگا، اور اگر وہ کافروں پر اکرام کرے اور ان کو جنت میں داخل کردے تو وہ اس کا بھی مالک ہے، لیکن اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ وہ ایسا نہیں کرے گا، اور اس کی خبر صادق (وسچی) ہے اور اس خبر کا کاذب ہونا محال ہے۔

اس کے برعکس معتزلہ کہتے ہیں کہ احکام تکلیفیہ عقل سے ثابت ہیں، اور نیک اعمال کا اجر وثواب دینا واجب ہے، البتہ بعض آیتیں بظاہر معتزلہ کی مؤید ہیں''۔ (تبیان القرآن: ج ۳ ص ۴۱۰)

خیال رہے کہ علامہ سعیدی کی جن عبارات پر لکیریں ہیں یہی وہ کذب ہے جو داخل قدرت باری تعالیٰ ہے، اور جس کو ہم شروع میں جناب احمد رضا خاں بریلوی کی عبارتوں سے ثابت کرچکے ہیں، اگر اللہ تعالیٰ کو قدرت نہ ہوتی تو علامہ سعیدی یہ کیوں لکھتے کہ ''اگر وہ کافروں پر اکرام کرے اور ان کو جنت میں داخل کردے تو وہ اس کا بھی مالک ہے'' اور یہی کچھ امام رازی نے بھی لکھا ہے جو زیر نظر باب کے شروع میں گذر چکا ہے، پس جو فتویٰ علماء دار العلوم دیوبند پر لگایا جائے وہ امام رازی اور علامہ سعیدی پر بھی۔

ایک اور الزام اور اس الزام کی حقیقت:

بریلوی جماعت کے علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری لکھتے ہیں:

''مولانا نذیر احمد لکھتے ہیں: ''رسالہ صیانۃ الناس مطبع حدیقۃ العلوم میرٹھ ۱۳۰۷ھ کے آخری ورق

میں یہ فتویٰ مولوی رشید احمد گنگوہی کا مطبوع ہو چکا ہے، اوران کے ہاتھ کا اصل فتویٰ لکھا ہوا، اور ان کی مہر کی ہوئی بھی ہمارے پاس موجود ہے اس کی عبارت تھوڑی سی یہ ہے:

''بعض علماء وقوع خلف وعید کے قائل ہیں اور یہ بھی واضح ہے کہ خلف وعید خاص ہے، اور کذب عام ہے، کیونکہ کذب بولتے ہیں خلاف واقع کو، سو وہ گاہ وعید ہوتا ہے، گاہ وعدہ، گاہ خبر اور سب کذب کے انواع ہیں اور وجود نوع کا جنس کو متلوم ہے، اگر انسان ہوگا تو حیوان بالضرور ہوگا، لہٰذا وقوع کذب کے معنیٰ درست ہو گئے، اگر چہ بضمن کسی فرد کے ہو، پس بناء علیہ اوس ثالث کو کوئی سخت کلمہ نہ کہنا چاہیے''۔

اللہ تعالیٰ کی شان کریمی دیکھیے کہ ایسے لوگوں پر آسمان نہیں ٹوٹ پڑا''۔

(تقدیس الوہیت: ص ۱۳/ از عبدالحکیم شرف قادری/ رضا اکیڈمی لاہور)

قارئین! نہ فتویٰ کا سوال اور نہ جواب، تھوڑی سی عبارت کا مقصد دوسروں پر الزام دھرنا ہے۔

لطیفہ: ایک بد بخت شخص کسی ایسی جگہ پر جائے جہاں مختصر اور سادہ لوح لوگ رہتے ہوں، اور ان سے کہے کہ (معاذ اللہ) اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن مجید میں نماز سے منع فرمایا ہے اور وہ تھوڑی سی عبارت یہ ہے ''یا ایھا الذین اٰمنوا لا تقربوا الصلوٰۃ'' (النساء:۴۳) یعنی اے ایمان والو! نہ قریب جاؤ نماز کے'' قرآن مجید کی عبارت بھی سہی اور اس بدبخت کی بات بھی سہی لیکن وہ اس سازش کے تحت جہنم رسید ضرور ہوگا، تھوڑی سی عبارت لکھنے والوں کے بارہ میں فیصلہ پڑھنے والے خود فرمائیں۔

دوم: حقیقۃً عبارت میں کچھ بھی نہیں ہے، یہ وہی بات ہے جو اوپر بیان ہو چکی ہے، اور جس کو ہم نے علامہ سعیدی کی عبارت سے ثابت کیا ہے، لیکن چونکہ بریلوی جماعت کے علماء اور مصنفین حضرات کا میدان اور مخاطب ان کی اپنی سادہ لوح اور جاہل عوام ہے، اس لیے وہ مخالفین کی عبارت کا ایک ٹکڑا لکھ کر اس کے ساتھ اپنے مخصوص الفاظ شامل کر کے ایسے ایسے انداز

سے بیان کرتے ہیں کہ پس خدا کی پناہ۔

اصل حقیقت ملاحظہ فرمائیں: مثلاً دودھ ایک جنس ہے نمبر(۱) دہی۔نمبر(۲) مکھن۔نمبر(۳) گھی۔ یہ تینوں چیزیں اس جنس یعنی دودھ کے انواع یا قسمیں ہیں پس دہی، مکھن اور گھی کا وجود اپنی جنس یعنی دودھ کے بغیر ناممکن، اسی طرح انسان کو لے لیجیے،انسان حیوان کی قسم ہے پس انسان ہوگا،توحیوان ضرور ہوگا۔

اب جھوٹ یا کذب کیا ہے؟ کذب بولتے ہیں خلافِ واقع کو۔

لطیفہ: جھوٹ یا کذب چونکہ عموماً انسانی طبائع کے مخالف ہوتا ہے اس لیے اس کو عام طور پر بُرا کہا جاتا ہے، حالانکہ بعض خاص موقعوں پر جھوٹ کہنا اعلیٰ درجہ کی مصلحت اندیشی سمجھا جاتا ہے، اس کا یہی سبب ہے کہ بعض اوقات جھوٹ کے ساتھ جو مصلحتیں اور محاسن وابستہ ہوتی ہیں ان سے انسان غافل ہوتا ہے، اور اگر کوئی موقع ایسا پیش بھی آجائے تو جھوٹ کو مستحسن کہنے میں وہ جھجکتا ہے، کیونکہ بچپن ہی سے ماں باپ اور اساتذہ کی تلقین سے اس کے دل میں صداقت کی تعریف اور جھوٹ کی مذمت بیٹھ جاتی ہے، اور اس کو اعلیٰ درجہ کی بری چیز سمجھتا ہے، مثال کے طور پر آپ ایک آدمی کو یہ کہیں کہ آپ نے خلاف واقع بات کی ہے تو اس کو غصہ نہیں آئے گا اور اگر آپ نے اسے کہا کہ آپ نے جھوٹ بولا ہے تو فوراً وہ غصہ سے لال پیلا ہو جائے گا۔

پس جھوٹ بولتے ہیں خلاف واقع کو:

اور جھوٹ ایک جنس ہے۔نمبر(۱) کبھی وہ وعدہ کی صورت میں۔نمبر(۲) کبھی وہ خبر کی صورت میں۔اور نمبر(۳) کبھی وہ خلف وعید کی صورت میں۔ یعنی یہ مذکورہ تینوں چیزیں جھوٹ کی قسمیں ہیں، پس ان تینوں مذکورہ چیزوں کا وجود اپنی جنس کے بغیر ناممکن ہے، اور وہ ہے جھوٹ یعنی خلاف واقع ''نوع جب ہوگی تو اس کی جنس لازمی ہوگی''

فتنہ پرور لوگوں کا کام ہوتا ہے انتشار پھیلانا، علمی اصطلاحات یا علمی حقیقتوں سے ان کو کیا

غرض؟ عبدالحکیم شرف قادری صاحب یہ بھی لکھتے ہیں:

''خلف وعید کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جن گناہوں پر سزا سنائی انہیں معاف فرمادے، قیامت کے دن اللہ تعالیٰ بے شمار مجرموں کو معاف فرمادے گا، اب اگر خلف وعید کا معنی جھوٹ ہے تو معاذ اللہ! ثم معاذ اللہ! قیامت کے دن اللہ تعالیٰ بالفعل جھوٹا ہوجائے گا۔

قارئین! یہ احمد رضا رضاخاں والی بڑھ ہے جس کا جواب ہم شروع میں احمد رضا خاں کی تحریروں سے دے چکے ہیں ملاحظہ فرمائیں خلف وعید کا معنی اور اس کی حقیقت۔

نمبر ۱ خُلف: (ع) وعدہ خلافی، خلاف وعدہ کرنا۔ (حسن اللغات فارسی، اردو: ص ۳۵۲)

نمبر ۲ وعید: (ع) برا وعدہ، سزا دینے کا وعدہ، دھمکی ڈراوا۔ (حسن اللغات: ص ۹۴۹)

جناب احمد رضا خاں بریلوی لکھتے ہیں:

''خلف بایں معنی کہ متکلم (بات کرنے والا) ایک بات کہہ کر پلٹ جائے اور جو خبر دی تھی اس کے خلاف عمل میں لائے بلاشبہ اقسام کذب ہے کہ کذب نہیں''۔ (سبحٰن السبوح: ص ۹۶،۹۷)

قارئین! اب آپ غور فرمائیں کہ وعدہ خلافی کرنا یا جو خبر دی تھی اس کے خلاف عمل میں لانا جھوٹ کی قسموں سے ہے یا نہیں اور احمد رضا خاں بریلوی کیا فرما رہے ہیں؟ جھوٹ بولتے ہیں واقع کے خلاف کرنے کو، کیا کہوں فقط ؎

آنکھیں اگر بند ہیں تو پھر دن بھی رات ہے
اس میں بھلا قصور کیا ہے آفتاب کا

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

و من یقتل مؤمنا متعمدا فجزاؤہ جھنم خالداً فیھا۔ (النسآء: ۹۳)
اور جو کوئی کسی مومن کو قصداً قتل کرڈالے اس کی سزا جہنم ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا۔

مایبدل القول۔ (قٓ: ۲۹)
میری بات بدلتی نہیں۔

(آیت: النسآء: ۹۳) میں ہے ''سزا جہنم ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا'' یہ وعید ہے یعنی سزا دینے کی خبر، اب اللہ تعالیٰ اپنے سزا کی خبر کے خلاف کرتے ہوئے مجرم یا گنہگار کو بخش دے تو

اس کو بولتے ہیں ''خلف وعید'' یعنی سزا کی خبر کے خلاف کرنا، گو مسلمان اس بخشش کو جھوٹ سے تعبیر نہیں کرتا لیکن (سزا جہنم ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا) کی خبر کے خلاف تو ہے۔

جب ایسے لوگوں کے پاس صحیح جواب نہیں بن پڑتا تو وہ اصل اور حقیقت کا انکار کر دیتے ہیں اور اپنے انکار کو سچا ثابت کرنے کے لیے ایسی مثالیں لاتے ہیں جن کو علمائے حق اپنی زبانوں پر لانا بھی گناہ سمجھتے ہیں۔

جیسا کہ جناب مولوی عبدالسمیع صاحب رامپوری نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہر جگہ حاضر و ناظر ثابت کرنے کے لیے شیطان کی مثال لے آئے تو جب جناب مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو انہی کی زبان میں جواب دیا تو پھر کیا تھا، بریلوی جماعت کے امام جناب احمد رضا خاں بریلوی کی طرف سے کفر کا فتویٰ صادر ہو گیا۔

اس طرح جناب مولوی فضل حق صاحب خیر آبادی نے خدا تعالیٰ کی قدرت کا انکار کرتے ہوئے جب یہ کہا کہ ''یہ نقص ہے اور نقص محال (تحت قدرت ہی نہیں) تو جناب شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو جب انہی کی زبان میں جواب دیا تو پھر کیا ہوا؟ بریلوی جماعت کے امام جناب احمد رضا خاں نے شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ اور اکابر دار العلوم کے خلاف اپنی زندگی وقف کر دی اور کفر کے فتوؤں سے اپنی کتابیں بھر دیں، انہیں الزامات گالی گلوچ اور قرآنی الفاظ کے تراجم و مفہوم میں ردّ و بدل کے تحت وہ خود ساختہ مجدد مائۃ، اعلیٰ حضرت و امام قرار پائے۔

وَمَا عَلَيْنَا اِلَّا الْبَلٰغ

تہمت بر حضرت شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ اور مسئلہ امکان کذب و امکان نظیر

اختلاف کا پس منظر اور پیش منظر:

مولوی محمد اسماعیل دہلوی نے تقویۃ الایمان میں لکھ دیا کہ ''اس شہنشاہ کی تو یہ شان ہے کہ ایک آن میں ایک حکم کن سے چاہے تو کروڑوں نبی ولی و جن و فرشتے جبرئیل اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے

برابر پیدا کر ڈالے"۔

اس پر علامہ فضل حق خیر آبادی نے تنقید کرتے ہوئے کہا کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تمام صفات کاملہ میں مثل اور نظیر محال ہے۔ (تقدیس الوہیت: ص ۱۱)

خلاصہ وتبصرہ:

خیال رہے کہ مثل اور نظیر اور محال سے مراد یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جیسا دوبارہ پیدا کرنا اللہ تعالیٰ کی قدرت سے باہر ہے۔

چنانچہ احمد رضا خاں بریلوی فرماتے ہیں:

"حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نظیر (مثل) محال بالذات ہے (یعنی) تحت قدرت ہی نہیں ہو ہی نہیں سکتا"۔ (ملفوظات اعلیٰ حضرت: حصہ سوم)

خیال رہے کہ ایک ہے محال بالغیر اور ایک ہے محال بالذات۔

(۱) محال بالغیر یعنی اللہ تعالیٰ کو آپ جیسا پیدا کرنے کی قدرت تو ہے مگر پیدا فرمائے گا نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ آپ کو خاتم النبیین فرما چکا ہے، اور اگر آپ جیسا دوبارہ پیدا فرمادے تو خاتم النبیین کا فرمان غلط ثابت ہوگا، اور اسی کو کذب کہتے ہیں۔

(۲) محال بالذات یعنی وہ چیز جو خدا تعالیٰ کی قدرت سے باہر ہو اور جس کو پیدا کرنے پر اللہ تعالیٰ سرے سے قادر ہی نہ ہو۔ یہی عقیدہ جناب احمد رضا خاں بریلوی کا ہے (جیسا کہ اوپر مذکور ہے)

جناب احمد رضا خاں بریلوی کے مذکورہ نظریہ پر تبصرہ:

جناب احمد رضا خاں کا مذکورہ نظریہ بالکل بے بنیاد ہے، کیونکہ جو چیز اللہ تعالیٰ پہلے پیدا فرما چکا ہے وہ چیز اس کی قدرت سے باہر نہیں ہو سکتی، وہ دوبارہ بھی اس کو بآسانی پیدا فرما سکتا ہے۔

لطیفہ: اللہ تعالیٰ نے جب پہلی بار حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پیدا فرمایا تو کیا اس وقت پیدا کرنے کی قدرت کہیں سے مانگنی پڑی تھی، اور پھر جب پیدا فرما چکا تو وہ قدرت واپس یا سلب اور ختم

ہوگئی؟ (العیاذ باللہ) اور روز محشر میں اللہ تعالیٰ تمام مخلوقات کو دوبارہ پیدا نہیں فرمائے گا؟ اس سلسلہ میں جناب احمد رضا خاں بریلوی لکھتے ہیں:

"اللہ اکبر یہ موت ایسی چیز ہے کہ سوائے ذات باری عز جلالہ کے کوئی اس سے نہ بچے گا، جب آیت نازل ہوئی کُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ. وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ. جتنے زمین پر ہیں سب فنا ہونے والے ہیں اور باقی رہے گا وجہ کریم رب العزت جل جلالہ کا، فرشتے بولے ہم بچے کہ ہم زمین پر نہیں پھر آیت نازل ہوئی، كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ. ہر جاندار موت کو چکھنے والا ہے، فرشتوں نے کہا اب ہم بھی گئے، جب زمین و آسمان سب فنا ہو جائیں گے (الی قولہ) اس وقت سوا رب العزت کے کوئی نہ ہوگا، اس وقت ارشاد ہوگا: لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ آج کس کے لیے بادشاہت ہے، کوئی ہو تو جواب دے، خود رب العزت جل جلالہ جواب فرمائے گا: لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ. اللہ واحد قہار کے لیے، جب تک چاہے گا یہی حالت رہی گی، پھر جب چاہے گا اسرافیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کو زندہ فرمائے گا (کیسے؟ کون سی قدرت کے ساتھ؟) وہ صور پھونکے گا قیامت قائم ہوگی، حساب ہوگا۔ (ملفوظات اعلیٰحضرت: حصہ چہارم)

تبصرہ:

جب زمین و آسمان فنا ہو جائیں گے تو زمین و آسمان کی تمام مخلوقیں بھی فنا ہو جائیں گی، پھر اللہ تعالیٰ کے پاس وہ قدرت کہاں سے آئے گی جس سے وہ تمام مخلوقیں اپنی اپنی شکلوں، صفتوں اور وجودوں کے ساتھ دوبارہ زندہ ہوں گی؟ العیاذ باللہ۔

کیا صرف ایک فرشتے کے ایک صور پھونکنے ہی سے سارا کچھ دوبارہ قائم ہو جائے گا، اور تمام مخلوقیں وجود میں آجائیں گی؟ جب ایک صور پھونکنے سے تمام جہان اور تمام مخلوقیں وجود میں آسکتی ہیں تو کیا خداوند قدوس کے پاس اتنی قدرت بھی نہیں ہے کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جیسا تمام صفات میں کوئی پیدا فرما سکے؟ بات صرف قدرت کی ہے پیدا کرنے کی نہیں ہے، کچھ تو خدا کی قدرت کے منکرین کو خدا تعالیٰ کی قدردانی ہونی چاہیے، وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ.

الشاہ اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ :

شاہ محمد اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ، شاہ عبد الغنی رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند اور شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے بھتیجے اور شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے پوتے ہیں۔ شاہ عبد العزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ ایک مکتوب میں فرماتے ہیں "دونوں حضرات (آپ کے داماد مولانا عبد الحی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا شاہ محمد اسماعیل صاحب رحمۃ اللہ علیہ) تفسیر، حدیث، فقہ واصول ومنطق وغیرہ میں اس فقیر سے کم نہیں، اللہ تعالیٰ کی جو عنایت ان دونوں بزرگوں کے شامل حال ہے، اس کا شکریہ مجھ سے ادا نہیں ہوسکتا، ان دونوں کو علماء ربانی میں شمار کرو اور جو مشکلات حل نہ ہو ان کے سامنے پیش کرو"۔

(تاریخ دعوت وعزیمت: ج ۵ ص ۷۷-۷۳ از سید ابوالحسن ندوی رحمۃ اللہ علیہ)

شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن صاحب قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں:

"اخیر زمانہ میں مشاہدہ ہوا ہے کہ جن کو نہ علوم دینیہ کی لیاقت نہ تقویٰ نہ پاکی نہ اعمال صالحہ کی طرف توجہ اور نہ رغبت ۔۔۔ جن کا لباس ظاہری وصورت بھی شریعت کے خلاف، ایسے حضرات عالم باعمل، متقی ونیک وپرہیزگار اعلیٰ درجہ کے دین دار پیشوا سمجھے جائیں اور جو علماء شریعت اور متبعان سنت اور بالکل اہل سنت وہ اسلام ہی سے خارج کہلائیں۔

الحاج مولوی محمد اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ نے کہ جن کے علماً وعملاً وافضل ہونے کے ہر منصف فہیم تسلیم کرتا ہے، حتی کے وہ مخالفین کہ جن کی طبع میں انصاف ہے وہ بھی ان کے علم وعمل وتقویٰ ودین داری کو مانتے ہیں، اعتراض اگر کرتے ہیں تو یہ کرتے ہیں کہ مولوی اسماعیل صاحب خدائے ذوالجلال کو قضیہ غیر مطابق للواقع کے انعقاد پر قادر بتلاتے ہیں (یعنی جو کچھ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اس کے خلاف کرنے پر قادر ہے۔) اور نظیر (مثل) حضرت رسالت مآب کو تحت قدرت ایزدی ۔۔۔ داخل کرتے ہیں ۔۔۔ جب اپنے زمانہ میں شرک وبدعت کا رواج زیادہ دیکھا تو مولانا ممدوح نے بمقتضاء تائید دین جہاں تک ہوسکا زبان سے نصیحت فرمائی اور تحریروں کی بھی نوبت آئی، چنانچہ رسالہ "تقویت الایمان" بھی جب ہی لکھا ۔۔۔ جہاں اس کی وجہ سے بہت سے لوگوں کو ہدایت وصحت عقائد نصیب ہوئی اس کے ساتھ ان حضرات نے کی جن کے قلوب میں مرض بدعت مستحکم تھا

بجائے اس تحریر حق سے ہدایت حاصل کرتے الٹے حضرت مولانا موصوف کی تضلیل وتکفیر پر کمر باندھی۔

اس کام کے کرنے والے دو فریق تھے، ایک وہ جو شرک و بدعات کو افضل عبادت سمجھتے تھے، (مثلاً فضل رسول بدایونی اور احمد رضا خاں بریلوی ہوئے) دوسرے وہ کہ جن کو دین کے علم میں مہارت نہ تھی، مگر فلسفہ و منطق ان کے تمام عمر کی کمائی تھی، سو یہ دونوں فرقے مخالفت پر آمادہ ہوئے، اہل منقول (فلفی و منطقی) نے مسئلہ امکان نظیر میں اپنے جوہر دیکھائے اور فریق اول (بدعیتوں) نے اپنی جہالت کے موافق۔۔۔زبان درازی کی۔۔۔اور چونکہ مولوی فضل حق صاحب (منطقی و فلسفی) نے اپنی تحریر میں۔۔۔ایک موقع پر کذب باری (تعالیٰ) کی بحث بھی استطراداً کسی قدر بیان فرمائی تھی، یعنی ''وھو محال لانہ نقص والنقص علیہ تعالیٰ محال''۔ (ماخوذ: الجہد المقل: ص ۲، ۳) یعنی ''ان کا کہنا کہ یہ محال ہے اس لیے اس میں نقص ہے اور نقص اللہ کے لیے محال''۔

ایک ضروری وضاحت:

جناب احمد رضا خاں بریلوی مذکورہ جھگڑے کی وضاحت میں فرماتے ہیں:

"آپ کو یاد ہو کہ اصل بات کاہے پر چھڑی تھی ذکر یہ تھا کہ حضور پرنور سید المرسلین خاتم النبیین اکرم الاولین والآخرین صلی اللہ علیہ وسلم کا مثل و ہمسر حضور کی جملہ صفات کمالیہ میں شریک برابر محال ہے کہ اللہ تعالیٰ حضور کو خاتم النبیین فرماتا ہے، اور ختم نبوت ناقابل شرکت تو امکان مثل مستلزم کذب الٰہی اور کذب الٰہی محال عقلی"۔ (سبحٰن السبوح: ص ۱۱۱ از احمد رضا خاں)

جناب احمد رضا خاں بریلوی کی مذکورہ تحریر پر مصنف کا تبصرہ:

"حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مثل تمام صفات میں شریک برابر محال"۔ (از احمد رضا خاں)

تبصرہ: یعنی تمام صفات میں حضور جیسا دوبارہ پیدا کرنا اللہ کی قدرت میں نہیں، کیوں نہیں؟

"اللہ تعالیٰ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین فرماتا ہے اور ختم نبوت ناقابل شرکت"۔ (از احمد رضا خاں)۔

تبصرہ: ختم نبوت نا قابل شرکت یعنی ختم نبوت کا وعدہ خلافی تو تب لازم کہ جب اللہ تعالیٰ آپ جیسا یا اور کوئی نبی پیدا فرمادے، یہاں تو بات صرف قدرت کی ہو رہی ہے، پیدا کرنے کی نہیں ہو رہی۔

''امکان مثل مستلزم کذب الٰہی اور کذب الٰہی محال عقلی''۔(از احمد رضا خاں)

تبصرہ: یعنی اللہ تعالیٰ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جیسا اگر دوبارہ پیدا فرمادے تو یہ بات اللہ کے کذب کو لازم کرے گی۔

قارئین! بات صرف قدرت کی تھی، مگر ان لوگوں نے قدرت کی بحث کو غلط رنگ دے کر کذب الٰہی کی بحث کیوں چھیڑ دی؟ حالانکہ شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت میں صرف قدرت کا ذکر ہے کذب الٰہی کی کوئی بات بھی نہیں ہے۔

اصل بات یہ ہے کہ صرف قدرت پر بحث کرنے سے ان لوگوں کو کچھ ہاتھ نہ آتا تھا، عوام کو گمراہ کرنے کے لیے کذب الٰہی کا مسئلہ کھڑا کر دیا یعنی انہوں نے قدرت کو کذب الٰہی کے رنگ میں بدل دیا، تاکہ جب فریق مخالف اپنے دعویٰ میں جو دلائل دے تو ان کا توڑ کرنے کے لیے یہ شور مچایا جائے کہ دیکھو یہ لوگ کذب الٰہی کے قائل ہیں، پھر ایسا ہی ہوا۔

ملاحظہ فرمائیں شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت:

مذکورہ بحث کے جواب میں شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ نے کیا فرمایا، اس بارہ میں بریلوی جماعت کے امام جناب احمد رضا خاں لکھتے ہیں:

''اگر مقصود ایں است کہ وقوع مذکور بالفعل مستلزم کذب ست پس آں مسلم ست و کسے دعویٰ وقوع مذکور بالفعل نہ کردہ''۔(سبحٰن السبوح: ص ۱۴۴ از احمد رضا خاں)

[ترجمہ] اگر مقصود یہ ہے کہ مذکورہ بالفعل کا وقوع جھوٹ کا مستلزم ہے تو یہ مسلم ہے اور کسی نے بھی مذکورہ بالفعل کا دعویٰ نہیں کیا ہے۔

یعنی ایسا ہو جائے جیسا کہ تم لوگوں نے کہا ہے یعنی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جیسا تمام صفات میں پیدا

ہونا اور ایسا ہونا جھوٹ کو لازم کرے گا تو ایسا ہونے کا دعویٰ کس نے کیا ہے؟ مطلب یہ کہ کسی کام کا ہونا اور بات ہے اور اس کام پر قدرت رکھنا اور بات ہے۔

”اگر مراد از محال ممتنع لذاتہ است کہ تحت قدرت الٰہیہ داخل نیست پس لانسلم کہ کذب مذکور محال بمعنی مسطور باشد چہ عقد قضیہ غیر مطابق للواقع، والقائے آں۔۔۔ بر ملائکہ انبیاء خارج از قدرت الٰہیہ نیست والا لازم آید کہ قدرت انسانی ازید قدرت ربانی باشد چہ عقد قضیہ غیر مطابق للواقع والقای آں بر مخاطبین در قدرت اکثر افراد انسانی است کذب مذکور آرے منافی حکمت اوست پس ممتنع بالغیر ست“۔(سبحٰن السبوح:ص ۴۲/از احمد رضا خاں)

[ترجمہ] اگر محال سے مراد ممتنع لذاتہ ہے یعنی وہ اپنی ذات کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی قدرت سے باہر ہے تو یہ بات لانسلم (تسلیم) نہیں اس لیے عقد قضیہ غیر مطابق للواقع یعنی ایسی خبر بنانا جو واقع کے مطابق نہ ہو اس کو اپنے مخاطب یعنی فرشتوں اور انبیاء کرام کے سامنے پیش کرنا اللہ کی قدرت سے خارج نہیں ورنہ لازم آئے گا کہ انسان کی قدرت اللہ تعالیٰ کی قدرت سے زائد ہو، اس لیے کہ انسان ایسا کرنے یعنی اپنے مخاطب کے سامنے غلط بات پیش کرنے پر قادر ہے ہاں کذب مذکور (جو اوپر مذکور ہوا) حکمت کی وجہ سے ممتنع ہے یعنی ایسا نہ ہونا کسی حکمت کے تحت ہے یہ نہیں کہ اس پر خدا کو قدرت ہی نہیں۔

تبصرہ: یہاں تک تو تھا یہ مذکورہ جھگڑا جناب مولوی فضل حق خیر آبادی اور شاہ محمد اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کا، لیکن جناب احمد رضا خاں بریلوی جو شاہ اسماعیل شہید کی شہادت ۱۸۳۱ء کے تقریباً ۲۵ سال بعد یعنی ۱۸۵۶ء میں پیدا ہوئے اور انہوں نے جب ہوش سنبھالا اور دوسروں کی کتابوں کا مطالعہ فرمایا تو کہیں یہ پڑھ لیا کہ شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ ایک کام ایسا ہے جو انسان کر سکتا ہے، اور اگر وہ کام اللہ تعالیٰ کی قدرت میں نہ ہو تو انسانی قدرت اللہ تعالیٰ کی قدرت سے بڑھ جائے گی۔ پس لٹھ لے کر حضرت مجدد احمد رضا خاں شاہ اسماعیل شہید مرحوم کے پیچھے پڑ گئے پھر کہاں پہنچے سنیے وہ لکھتے ہیں:

”جب یہ ٹھہرا کہ انسان جو کچھ کر سکتا ہے وہابیہ کا خدا بھی اپنے واسطے کر سکتا ہے، تو جائز ہوا کہ ان

(کا نہیں تمام) کا خدا زنا کرے شراب پیے، چوری کرے، بتوں کو پوجے، پیشاب کرے، پاخانہ کرے، اپنے آپ کو آگ میں جلائے، دریا میں دبائے، سربازار بدمعاشوں کے ساتھ ڈھول چکر لڑے جوتیاں کھائے"۔ (ماخوذ: سبحن السبوح: ص ۱۵۴/ از احمد رضا خاں)

مسئلہ امکان نظیر اور امتناع نظیر:

یعنی جناب شاہ محمد اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ اور جناب مولوی فضل حق خیر آبادی کا اختلاف "شاہ صاحب فرماتے تھے کہ حضور علیہ السلام کا مثل ممکن بالذات اور ممتنع بالغیر ہے۔ مولوی فضل حق صاحب فرماتے تھے کہ حضور علیہ السلام کا مثل ممتنع بالذات ہے"۔

شاہ صاحب کا عقیدہ ممکن بالذات یعنی وہ شئے جو خدا کی قدرت میں ہو، ممتنع بالغیر اور کسی وجہ سے اس کو پیدا نہ فرمائے۔

مولوی فضل حق صاحب کا عقیدہ، ممتنع بالذات یعنی وہ شئے جس پر خدا کو قدرت نہ ہو۔

خلاصہ:

پہلا فرق: شاہ محمد اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ اللہ تعالیٰ کی قدرت مانتے ہیں اور مولوی فضل حق صاحب اللہ تعالیٰ کی قدرت نہیں مانتے۔

دوسرا فرق: مولوی فضل واقع کے خلاف کرنے پر قدرت نہیں مانتے جبکہ شاہ صاحب واقع کے خلاف کرنے پر قدرت مانتے ہیں، ایک ہوتا ہے کسی کا کام کرنا، اور ایک ہوتا ہے کام پر قدرت رکھنا، جھگڑا کام کرنے کی قدرت پر ہے؛ کام کرنے پر نہیں، نہ کرنا دونوں مانتے ہیں۔

اب ہم پہلے دو مسئلوں پر روشنی ڈالیں گے:

[۱] کیا اللہ تعالیٰ کو اس پر قدرت ہے کہ جو مخلوق اس نے پیدا فرمائی ہے اس جیسی مخلوق وہ دوبارہ پیدا فرما سکے۔

[۲] شاہ محمد اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ نے جو یہ فرمایا ہے کہ انسان اپنے مخاطب یعنی سامنے

والے سے واقع کے خلاف بات یا بیان کرنے کی قدرت رکھ سکتا ہے تو اللہ تعالیٰ کو یہ قدرت کیوں حاصل نہیں ہے؟

[۱] ملاحظہ فرمائیں اللہ تعالیٰ کی قدرت:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اولیس الذی خلق السمٰوٰت والارض بقٰدرٍ علی ان یخلق مثلھم۔ بلیٰ وھو الخلّٰق العلیم۔

[ترجمہ] کیا وہ جس نے پیدا فرمایا آسمانوں اور زمین کو قدرت نہیں رکھتا کہ پیدا کرسکے ان جیسی مخلوق، بے شک وہی پیدا فرمانے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کاملہ اور طاقت کا اظہار فرمارہے ہیں اور یہ ذہن نشین کرا رہے ہیں کہ جو مخلوق میں نے پیدا کی ہے اس جیسی (انسانی مخلوق) اور بھی پیدا کرسکتا ہوں، اس لیے لفظ ”مثلھم“ فرمایا۔

ایک اور جگہ فرمایا: الم تر ان اللہ خلق السمٰوٰت والارض بالحق ان یشأ یذھبکم ویات بخلق جدید۔ وما ذٰلک علی اللہ بعزیز۔ (ابراہیم:۱۹، ۲۰)

[ترجمہ] کیا نہ دیکھا تو نے تحقیق اللہ نے پیدا کیا ہے آسمانوں اور زمین کو حق کے ساتھ، اگر وہ چاہے تو تم سب کو ہلاک کردے اور لے آئے کوئی نئی مخلوق اور یہ اللہ تعالیٰ کے لیے کوئی مشکل نہیں۔

امام رازی اس آیت کے تحت لکھتے ہیں:

والمعنیٰ: ان من کان قادرا علی خلق السمٰوٰت والارض بالحق فبان یقدر علی افنا قوم واماتتھم وعلی ایجاد آخرین واحیائھم کأولی الأن القادر علی الاصعب الاعظم بان یکون قادر علی الأسھل الأضعف أولی، قال ابن عباس ھذا الخطاب مع کفار مکۃ یرید امیتکم یامعشر الکفار وأخلق قوماً خیراً منکم واطوع منکم ثم قال (وماذلک علی اللہ بعزیز۔ (ابراھیم:۲۰) أممتع لما ذکرنا ان القادر علی افناء کل العالم وایجادہ بان یکون قادر علی افنا اشخاص مخصوصین وایجاد أمثالھم اول وأحری واللہ اعلم۔

(تفسیر کبیر: پ ۱۳ سورۃ ابراہیم: ۱۹، ۲۰)

[ترجمہ] اور آیت کا مطلب یہ ہے کہ جو ذات آسمانوں اور زمین کو پیدا کرنے پر قادر ہے تو وہ ایک قوم کو مارنے اور دوسری کو زندہ کرنے پر زیادہ قادر ہے، اس لیے کہ مشکل کام پر قادر ذات آسان کام پر زیادہ قادر ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ یہ مکہ کے کافروں سے خطاب ہے یعنی اے کافرو! میں تمہیں ماردوں گا اور ایک ایسی قوم کو پیدا کروں گا جو تم سے بہتر ہوگی، اور فرماں بردار ہوگی، پھر (امام رازی نے) فرمایا: (کہ یہ اللہ تعالیٰ پر کوئی مشکل کام نہیں۔ (ابراہیم: ۱۰) جیسا کہ ہم نے ذکر کیا کہ ایک پورے جہان کو ختم کر کے دوسرے جہان کو پیدا کرنے پر قادر ذات اس پر بھی قادر ہے کہ چند مخصوص افراد کو ختم کرے اور ان جیسے افراد کو پیدا کرے (بدرجہ اولیٰ قادر ہے) زیادہ لائق ہے۔ ذہن میں رہے کہ امام فخر الدین رازی کی تحقیق کے مطابق چند مخصوص افراد یا تمام مخلوق کو ختم کر کے اس جیسی مخلوق یا ان جیسے افراد پیدا کرنا اللہ تعالیٰ کے لیے پہلے سے زیادہ آسان اور لائق ہے۔ واللہ اعلم

مختصرہ تبصرہ:

یہ بات اہل حق میں تسلیم شدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے طے کردہ یعنی کیے ہوئے کاموں کے خلاف پر قادر ضرور ہے اس نے خبر دی کہ فلاں بات ہوگی یا نہ ہوگی، اس کا خلاف محال بالذات یعنی قدرت سے خارج نہیں ممتنع بالغیر (نہ ہونا کسی مصلحت کی وجہ سے) ہے یعنی اس نے ایسا چاہا نہیں مگر نہ چاہی چیزوں پر قادر ضرور ہے"۔

دیکھیے: اللہ تعالیٰ نے نہ چاہا کہ ہر شخص ہدایت پر ہو، اللہ رب العزت کے علم میں یہ بات طے تھی کہ اچھے برے دونوں طرح کے لوگ ہوں گے، لیکن اللہ تعالیٰ چاہتا تو ہر شخص کو ہدایت پر رکھ سکتا تھا اس سے عاجز و مجبور نہ تھا، ہر شخص ہدایت پر ہو یہ خلاف واقع ہے لیکن وہ ہر شخص کو ہدایت دینے پر قادر ضرور ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ولو شئنا لاٰتینا کل نفس ھُداھا۔ (السجدہ: ۱۳)

[ترجمہ] اور اگر ہم چاہتے تو سجا دیتے ہر جی کو اس کی راہ۔

بریلوی جماعت کے علامہ غلام رسول سعیدی لکھتے ہیں:

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اگر ہم ہر شخص کو جبراً ہدایت دینا چاہتے تو ہم پر ہر شخص کو نیک اور صالح بنا دیتے اور دنیا میں کوئی شخص کافر اور فاسق نہ ہوتا، لیکن ایسا کرنا ہماری حکمت کے خلاف تھا۔ (تبیان القرآن: ج۹ ص ۳۲۹)

ممکن بالذات یعنی تمام انسانوں کو ہدایت پر رکھنا اللہ کے اختیار اور قدرت میں تو تھا، لیکن ممتنع بالغیر یعنی ایسا کرنا اللہ تعالیٰ کی حکمت کے خلاف تھا اس لیے ہر شخص کو ہدایت پر نہ رکھا، اور یہ بات کہ ہر ہر بستی میں پیغمبر مبعوث ہو خلاف اصول ہے، لیکن کیا خدا تعالیٰ اس پر قادر نہیں کہ ہر ہر بستی میں پیغمبر بھیجتا؟ ارشاد فرماتا ہے:

ولو شئنا لبعثنا فی کل قریۃ نذیراً۔ (الفرقان: ۵۱)

[ترجمہ] اور اگر ہم چاہتے تو ہر بستی میں ایک ڈرانے والا (یعنی نبی) بھیجتے۔ (لیکن ایسا نہ کیا، مفتی احمد یار، نور العرفان)

امام فخر الدین رازی کی تفسیر میں ہے:

کانہ تعالیٰ بین لہ انہ مع القدر علی بعثۃ رسول ونذیر فی کل قریۃ خصہ بالرسالۃ وفضلہ بھا علی الکل۔۔۔ان الایۃ تقتض مزج اللطف بالعنف لانھا تدل علی القدرۃ علی اَنْ یَّبْعَثَ فِیْ کُلِّ قَرْیَۃٍ نَذِیْراً مثل محمد وانہ لا حاجۃ بالحضرۃ الالھیۃ الی محمد التبتہ (ولو) یدل علی انہ سبحانہ لا یفعل ذلک فبا لنظر الی الاول یحصل التادیب وبالنظر الی الثانی یحصل الاعزاز۔ (کبیر)

[ترجمہ] گویا کہ اللہ نے ان کے لیے یہ واضح کر دیا کہ اللہ تعالیٰ اس قدرت کے باوجود کہ ہر بستی میں ڈرانے والا اور نبی بھیجیں پھر بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو رسالت کے ساتھ خاص کیا اور آپ کو تمام انبیاء پر رسالت کے ذریعہ فضیلت بخشی۔۔۔آیت تقاضا کرتی ہے سختی اور نرمی کے باہم ملنے کا اس لیے آیت دلالت کرتی ہے اللہ تعالیٰ کی اس قدرت پر کہ ہر بستی میں ڈرانے والا بھیجیں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرح اور دلالت کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ضرورت بالکل نہ تھی، پس اگر یہ دلالت

کرے اس بات پر کہ اللہ تعالیٰ ایسا نہیں کرتے، پس پہلی بات کی طرف دیکھتے ہوئے تادیب حاصل ہوتی ہے اور دوسری بات کو دیکھتے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شرف حاصل ہوتا ہے۔ واللہ اعلم

خلاصہ:

(١) آیت دلالت کرتی ہے اللہ تعالیٰ کی قدرت پر کہ ہر بستی میں ڈرانے والا بھیجیں (نبی) محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرح۔ اور دلالت کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ضرورت نہیں (جیسا کہ اوپر مذکور ہے)

(٢) اس آیت کا معنیٰ یہ ہے کہ اگر ہم چاہتے تو ہر بستی اور ہر شہر میں ایک رسول بھیج دیتے۔۔۔اور آپ سے تبلیغ دین کی مشقت کا بوجھ کم کر دیتے۔

(تبیان القرآن: ج ٨ ص ٢٥٢/از علامہ سعیدی بریلوی)

ضخیم کتابوں کو نوک زبان کرنے سے وہ مرتبہ نہیں ملتا جو فقط ایک جملے کو غور و فکر کی آنکھوں میں جگہ دینے سے آتا ہے۔

صاحب الفاظ کو دفتر سے بھی سیری نہیں　　　صاحب معنیٰ کو صرف ایک لفظ کافی ہو گیا

تبصرہ:

جو ذات اس پر قادر ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی موجودگی میں ہر ہر بستی اور ہر ہر شہر میں نبی مبعوث فرمادے، کیا وہ ذات اس پر قادر نہیں ہے کہ آپ جیسا کوئی اور پیدا کردے؟ پس جیسے آپ کی موجودگی میں ہر ہر بستی اور شہر میں نبی بھیجنا اللہ تعالیٰ کی قدرت میں تو ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت اور وعدہ ختم نبوت کے تحت ایسا نہیں کیا، ایسے ہی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جیسا کوئی اور پیدا کرنا اللہ تعالیٰ کی قدرت میں تو ہے، لیکن وہ اپنے قوانین کے تحت ایسا کبھی نہیں کرے گا۔ واللہ اعلم

ایک حکایت پیش خدمت ہے:

ایک کپے بنانے والا اتفاق سے عطر فروشوں کے بازار سے گزرا، کچے چمڑے کی بو کا عادی تھا، عطر کی خوشبو برداشت نہ کر سکا اور غش کھا کر گر پڑا، لوگوں نے سوچا شاید گرمی ہوگئی ہوگی، لخلخہ (جو دماغی قوت کے لیے استعمال ہوتا ہے) سنگھانا شروع کیا مگر وہاں بجائے صحت کے اس کہاوت کے تحت کہ مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی، غش پر غش آنے لگے۔ اس کے بھائی کو اس واقعہ کی خبر ہوئی، اس (نے) علاج مخالف کو سن کر گھبرایا اور تھوڑا سا بلّی کا گوبر ہاتھ میں دبا کر دوڑا اور پاس آکر یہ کہا کہ سب دور ہو جائیں، وہ لوگ ادھر اُدھر ہوئے، اس نے وہ بلی کا گوبر اس کی ناک پر رکھا، گوبر کی بو اندر پہونچتے ہی مریض کو ہوش اور بھائی کی جان میں جان آگئی۔

غرض اس دماغ کو عطر سے دورے اور بلی کے گوبر سے ہوش آیا، عطر سے تکلیف اور گوبر سے راحت ہوئی ایسے ہی کج ٹیڑھے عقلوں کو قرآن شریف اور اس کے مضامین سے نفرت اور کدورت ہوتی ہے، اور ان مضامین باطلہ جیسے فلسفہ، منطق وغیرہ سے رغبت اور فرحت ہوتی ہے، قرآن شریف میں بھی شاید اسی کی طرف اشارہ ہے، جو یہ ارشاد فرمایا:

ولقد ضربنا للناس فی هذا القران من کل مثل لعلهم یتذ کرون۔ (الزمر:۲۷)

یضل به کثیرا ویهدی به کثیرا۔ (البقرة:۲۶)

[ترجمہ] اور البتہ تحقیق ہم نے بیان کی ہے لوگوں کے لیے اس قرآن میں ہر مثال تاکہ نصیحت پکڑیں۔

[ترجمہ] گمراہ کرتا ہے اللہ اس مثال سے بہتوں کو اور ہدایت کرتا ہے اس سے بہتوں کو۔

یعنی مقصد یہ کہ اہل حق اور اہل باطل، اہل ہدایت اور اہل ضلالت میں فرق ہو جائے، قرآن اور اس کی تمثیلات سب حق اور عین ہدایت ہیں، صحیح المزاج اور سلیم الطبع اشخاص (یعنی اہل ایمان) جب ان تمثیلات کو سنتے ہیں اور ان میں تفکر اور تامل کرتے ہیں تو ان کی ہدایت میں اور اضافہ ہوتا ہے، اور ان تمثیلات (اور مضامین) سے ان کو صراط مستقیم اور حق کا راستہ خوب واضح ہو جاتا ہے، اور جن کی روح کا مزاج بالکل فاسد اور خراب ہو چکا ہے ان کو ان تمثیلات (اور

مضامین) میں سے کوئی نفع نہیں ہوتا، بلکہ ان کی گمراہی میں اور زیادتی ہو جاتی ہے، فاسد المزاج کو جس قدر بہتر غذا دی جائے گی اسی قدر اس کے فساد اور مرض میں اضافہ ہوگا۔

شب پراں را بآفتاب چہ کار — شیر کو آفتاب سے کیا کام

چہ شمد عطر کرمک گہہ خوار — گوہ کھانے والا ذلیل کیڑا عطر کیا سونگھے

کرم بول و براز نادانی — نادانی کے موت گوہ سے پیدا ہونا والا کیڑا

کے رسد تا بلطف قرآنی — قرآن کی باریکیوں تک کہاں پہنچ سکتا ہے۔

بات دور چلی گئی، اس بحث میں یعنی قدرت خداوندی کے ایک انکاری جناب مولوی فضل حق خیر آبادی علوم منطق میں ماہر جانے جاتے تھے، کیوں کہ منطق میں ان کے والد ماجد جناب مولوی فضل امام صاحب ماہر اور وقت کے گویا امام تھے، جناب مولوی فضل حق کے بارے میں مولانا رحمان علی لکھتے ہیں:

”میں نے ۱۲۶۴ھ میں (کہ اس وقت علامہ فضل حق خیر آبادی کی عمر باون سال کی تھی) بمقام لکھنؤ مولوی فضل حق کو دیکھا کہ حقہ نوشی کی حالت میں شطرنج بھی کھیلتے جاتے تھے اور ایک طالب علم کو ”افق المبین“ (منطق کی مشہور ومعروف کتاب) کا درس اس خوبی سے دیتے تھے کہ مضامین کتاب طالب علم کے ذہن نشین ہوتے جاتے تھے“۔

(مذکورہ واقعہ از باغی ہندوستان: ص ۸۰ راز فضل حق خیر آبادی رمترجم: عبد الشاہد خاں نومبر ۱۹۹۷)

منطق اور شطرنج دونوں کی حقیقت پیش خدمت ہے:

(۱) منطق: امام فخر الدین رازی (المتوفی ۶۰۶ھ) کی وصیت: (آپ فرماتے ہیں) میں نے طریق کلامیہ اور طرق فلسفہ کو دیکھا اور طریق قرآن کو بھی سمجھا مگر میں نے جو فائدہ طریق قرآن میں دیکھا تھا، وہ مجھے کسی طریقہ میں نہ ملا، کیونکہ قرآن کا خطاب قلوب یعنی دلوں سے ہے وہ سمجھانا چاہتا ہے، اور متکلمین (منطق وفلسفہ کے ماہر یعنی) فلاسفہ کا خطاب علوم سے ہوتا ہے، وہ ہرانا چاہتے ہیں (فلسفہ کا لفظی معنی علم وحکمت اور تنقیدی معنی دانائی کا رعب ڈالنا) جس سے مخاطب (یعنی مدمقابل) چپ تو ہو جاتا ہے مگر مطمئن نہیں ہوتا۔ (کذا فی الطبقات الشافعیہ الکبریٰ: ماخوذ:

مضحات شرح مرقات: ص ۷ ،از مولوی فضل امام ،شارح افتخار علی ،مکتبہ شرکت علمیہ ملتان)

مولوی عبدالشاہد خاں لکھتے ہیں:

''ایک روز علامہ فضل حق خیر آبادی اور مفتی صدر الدین خاں طالب علمی کے زمانہ میں یہ باتیں کرتے چلے آرہے تھے، کہ شاہ ولی اللہ خاندان کے لوگ علوم دینیہ، حدیث، فقہ، تفسیر، وغیرھا خوب جانتے ہیں مگر معقولات (عقلی علوم منطق) نہیں جانتے یہ دونوں ابھی شاہ عبدالعزیز صاحب تک نہیں پہنچے تھے، کہ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے خادم کو حکم دیا کہ ایک بوریا مسجد سے باہر صحن میں ڈال دو اور ایک مسجد کے اندر بچھا دو، جب فضل حق اور صدر الدین آئیں تو ان کو وہیں صحن میں بٹھا دینا، ان کے آنے پر شاہ صاحب تشریف لائے اور فرمایا کہ میاں سبق پڑھانے کو جی نہیں چاہتا، البتہ یہ جی چاہتا ہے کہ کچھ معقولیوں (یعنی منطقیوں) کی خرافات میں گفتگو ہو، یہ دونوں فضل حق خیر آبادی اور صدر الدین اس میدان کے مرد تھے، فوراً بولے جیسے حضرت کی خوشی، شاہ صاحب نے فرمایا، کوئی مسئلہ لو، طاقت ور پہلو اختیار کرو اور کمزور مجھے دو، گفتگو شروع ہوئی (یہ دونوں حضرات) شکست تو کھا گئے لیکن یہ شکست روحانیت سے کھائی، شاہ صاحب نے فرمایا تم یہ نہ سمجھو کہ ہم کو معقول (یعنی منطق) نہیں آتی، ہم اس کو ناقص اور واہیات سمجھ کر چھوڑے رکھا ہے مگر اس نے ہمیں اب تک نہ چھوڑا، اب تک ہماری قدم بوسی کیے جاتی ہے۔ (ص ۷۶، ۷۵)

نیز لکھتے ہیں:

''شاہ عبدالرحیم صاحب والد ماجد شاہ ولی اللہ کے خاندان سے یہ بابرکت علم حدیث ہندوستان میں پھیلا ملک میں صدیوں سے معقولات (یعنی منطقی وفلسفی علوم) کا دور دورہ تھا، یہ شاہ صاحب کا ہی طفیل ہے کہ آج ملک کا گوشہ گوشہ نور علم سے معمور ہے، اور ہر وادی سے قال اللہ، قال الرسول صلی اللہ علیہ وسلم کی صدائیں اٹھ رہی ہیں۔

(باغی ہندوستان: ص ۱۰۴ ،از فضل حق خیر آبادی ،مترجم: مولانا عبدالشاہد)

نمبر ۲ شطرنج:

شطرنج پر شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ:

جیسا کہ آپ نے ابھی اوپر یہ پڑھا ہے کہ جناب مولوی فضل حق صاحب خیرآبادی حقہ نوشی کی حالت میں شطرنج بھی کھیلتے جاتے تھے، اور ایک طالب علم کو ''افق المبین'' کا درس اس خوبی سے دیتے تھے۔۔۔ الخ۔

حضرت شیخ جیلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''اگر کچھ لوگ شطرنج یا نرد کھیل رہے ہوں یا جوئے میں مصروف ہوں یا شراب پی رہے ہوں تو ان کو السلام علیکم نہ کہے''۔ (غنیۃ الطالبین)

فضیل بن مسلم اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ جب قصر کے دروازے سے نکلے تو شطرنج کھیلنے والوں کو دیکھا ان کے پاس تشریف لے گئے، اور ان کو صبح سے رات تک قید کر دیا افسوس کہ حوالہ۔ یاد نہ رہا۔

ملاحظہ فرمائیں جناب احمد رضا خاں بریلوی کا مذہب:

''وہ فرماتے ہیں کہ جب کبھی میں نے استعانت (ومدد طلب) کی یا غوث ہی کہا یک در گیر (یعنی ایک در پکڑ مضبوط پکڑ)''۔ (ملفوظات اعلیٰ حضرت: حصہ سوم)

بریلوی مذہب کے علامہ غلام رسول سعیدی لکھتے ہیں:

''حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ وہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے سواری پر بیٹھے ہوئے تھے، آپ نے فرمایا اے بیٹے! جب تم سوال کرو تو صرف اللہ سے کرو، اور جب تم مدد طلب کرو تو صرف اللہ سے مدد طلب کرو''۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میرے پاس جبریئل علیہ السلام آئے اور مجھے بشارت دی کہ جو شخص آپ کی امت میں سے اس حال میں فوت ہو کہ اس نے شرک نہ کیا ہو وہ جنت میں داخل ہو جائے گا، میں نے کہا اگرچہ زنا چوری کرتا ہو، کہا اگرچہ زنا چوری کرتا ہو''۔ (شرح مسلم: ج ا ص ۵۵۳/سعیدی)

نیز علامہ سعیدی لکھتے ہیں:

''صرف اللہ کی طرف توجہ کرنا واجب ہے، اور جو شخص اپنی عبادات میں اور دعاؤں میں غیر اللہ کی طرف متوجہ ہوا اس نے مشرکوں سا کام کیا''۔ (تفسیر تبیان القرآن: ج ۵ ص ۱۸۴)

قارئین! آپ نے مولوی فضل حق خیر آبادی کا حقہ اور شطرنج اور پھر جناب احمد رضا خاں بریلوی اور اس کا مذہب پڑھا، فیصلہ فرمائیں کہ یہ مذکورہ دونوں حضرات کیسے ہیں؟

کیا علماء ربانی کی یہی صفات اور یہی عادتیں ہوتی ہیں؟ کیا ایسے لوگ رہبری کے قابل ہوتے ہیں؟ جو لوگ خدا تعالیٰ اور اپنے پیدا کرنے والے اور پالنے والے کو چھوڑ کر اس کی مخلوق کو اپنا حاجت روا، مشکل کشا سمجھیں، ایسے لوگ خدا تعالیٰ سے خوف کھائیں گے اور اس سے ڈریں گے؟

معلوم ہے حسینو ! اس حسن کی حقیقت
ظاہر میں رنگ و بو ہے باطن سڑے ہوئے ہیں

ماہانہ معارف رضا کراچی کے سرپرست پروفیسر مسعود احمد لکھتے ہیں:

''فاضل (احمد رضا خاں) بریلوی اپنے عہد کے جلیل القدر عالم تھے مگر علمی حلقوں میں (ان کا) اب تک صحیح تعارف نہ کرایا جاسکا، جدید تعلیم یافتہ طبقہ تو بڑی حد تک بالکل نابلد (ناواقف) ہے، چنانچہ ایک مجلس میں جہاں یہ راقم (مسعود) موجود تھا ایک فاضل نے فرمایا کہ ''مولانا احمد رضا خاں کے پیرو (ماننے والے) تو زیادہ تر جاہل ہیں، گویا آپ جاہلوں کے پیشوا تھے''۔

(ترک موالات: ص ۵ / پروفیسر مسعود صاحب)

لطیفہ:

دہلی میں ایک شاعر حضرت بیدل گزرے ہیں، وہ اپنی زندگی کے واقعات میں لکھتے ہیں:

''ایک دفعہ میں بریلی کا پاگل خانہ دیکھنے گیا کہ ایک صاحب وہاں صاف ستھرا لباس پہنے ایک چبوترے پر بیٹھے تھے، دیکھنے میں مہذب اور معزز معلوم ہوتے تھے، میں نے اس خیال سے کہ یہ محکمے کے کوئی افیسر ہوں گے، بڑے ادب سے سلام کیا، مگر انہوں نے جواب دینے کے بجائے اپنا رخ پھیر لیا، میں سمجھا ممکن ہے آداب سے کوتاہی ہوئی ہو، میں نے دوسری طرف ہو کر پھر آداب

بجالایا، لیکن انہوں نے پھر رخ پھیرلیا، تیسرے رخ ہوکر میں اپنا عمل دہرارہا تھا، کہ انہوں نے بڑے غصہ میں میری طرف دیکھ کر کہا! کیا آداب آداب لگارکھی ہے، جانتے نہیں ہو میں کون ہوں؟ اس کا یہ کہنا تھا کہ سامنے کے جنگلے سے آواز آئی، یونہی غلط کہتا ہے، میں نے اسے نہیں بھیجا، بیدل صاحب لکھتے ہیں کہ میں نے مڑکر دیکھا تو یہ شخص مادرزاد ننگا کھڑا خدا بنا بیٹھا تھا"۔

(کاروان احرار)

علاج اس کا بھی کچھ غم جاناں ہے کہ نہیں

مریض اور مرض کے مابین بھی ایک رشتہ ہے، روح جب تک جسم کے ساتھ رہتی ہے، یہ رشتہ قائم رہتا ہے، اس دوران مرض کبھی جسم پر غلبہ پالیتا ہے، اور کبھی جسم مرض کو مات دے دیتا ہے، لیکن جن امراض کا دل ودماغ پر قبضہ ہوجاتا ہے، وہ قبر کی لحد تک جسم کا تعاقب کرتے ہیں، ان میں مراق، مالیخولیا، نسیان اور وہم ہیں، یہ وہ دماغی امراض ہیں جو آدمی کو عقل وخرد سے دور لے جاکر جنون کے دیرانوں میں پھینک دیتے ہیں، یہیں سے ابلیس انہیں دبوچتا ہے، اور ایسے سبز باغ دکھاتا ہے کہ آدمی آدمیت سے ماورئی ایسی حرکات کرنے لگتا ہے کہ پھر ابلیس بھی ہتھیار ڈال دیتا ہے۔

جناب احمد رضا خاں بریلوی نے؛ شاہ محمد اسماعیل شہید پر کیا کیا ظلم وستم کیے۔

ملاحظہ فرمائیں جناب احمد رضا خاں صاحب فرماتے ہیں:

"امام طائفہ نے امتناع بالغیر محض تقیۃً مانا حقیقۃً اس کا مذہب جواز وقوعی ہے۔ (سبحٰن السبوح: ص ۸۰/از جناب احمد رضا خاں) لعنت اللہ علی الکذبین۔

مطلب یہ کہ شاہ صاحب صرف ڈر کی وجہ سے ظاہری طور جھوٹ پر خدا کی قدرت مانتا ہے، حقیقۃً اس کا مذہب یہ ہے کہ خدا تعالیٰ (معاذ اللہ) جھوٹ بولتا ہے۔

جناب احمد رضا خاں دوسری جگہ لکھتے ہیں:

"اوراب تم نے کذب الٰہی کو زیر قدرت مانا تو عقلاً ہر خبر میں احتمال کذب ہوا ہی، رہا یہ کہ خبر الٰہی یقین دلائے کہ اللہ تعالیٰ جھوٹ بولنے پر قادر ہے، مگر نہ کبھی بولا نہ بولے، اس یقین کی طرف بھی

کوئی راہ نہیں کہ آخر یہ کلام الٰہی سے خود ایک کلام ہوگی، تو عقلاً ممکن کہ یہی بوجہ کذب صادر ہوئی، پھر کونسا ذریعہ وثوق رہا، جس کے سبب عقل یقین کر سکے کہ یہ جو قدرت الٰہی میں تھا واقع نہ ہوا۔۔۔ الخ۔ (سبحٰن السبوح: ص ۲۲)

خلاصہ وتشریح:

بریلوی جماعت کے امام جناب احمد رضا خاں صاحب فرماتے ہیں:

"جب تم نے جھوٹ پر خدا کی قدرت مانی تو عقلاً خدا کی ہر بات میں جھوٹ کا شک پیدا ہوا، اگر بالفرض اللہ تعالیٰ کی بات یہ یقین دلائے کہ اللہ تعالیٰ جھوٹ بولنے پر قادر ہے، مگر بولتا نہیں اور نہ بولے گا، اس یقین دلانے کا بھی کوئی بھروسہ نہیں کیونکہ یہ یقین دلانا بھی اللہ کی بات سے ایک بات ہوگی، ہوسکتا ہے کہ جھوٹ کی وجہ سے کہی گئی ہو، پھر کس طرح ہم یقین کرسکیں کہ جو جھوٹ بولنے پر قادر ہے وہ جھوٹ نہ بولے"۔

اس عبارت میں خان صاحب بالکل صاف طور پر ظاہر ہوگئے ہیں، بقول شخصے "ان میں یہ مرض بھی تھا کہ اپنے مخالفین کی عبارات کا اپنی طرف سے معنیٰ اور مطلب بنا کر ان پر سونپتے تھے، کہ دیکھو فلاں نے یہ لکھا ہے، اور فلاں نے یہ کہا ہے"۔

جواب:

اگر قدرت کی تشریح یہی ہے جو جناب احمد رضا خاں نے بیان کی ہے، تو پھر اللہ تعالیٰ کی اس قدرت کی تشریح کیا ہوگی جس میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کو خطاب ہے ارشاد فرمایا:

لَوْلَا كِتٰبٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيْمَآ اَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ۔ (الانفال: ۶۸)

[ترجمہ] اگر پہلے سے حکم لکھا ہوا نہ ہوتا تو جو کچھ تم نے لیا ہے اس کی وجہ سے عذاب ہوتا۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

"صحیح مسلم بروایت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ منقول ہے کہ انہوں نے فرمایا جب اللہ تعالیٰ نے بدر کے دن کفار کو شکست دی اور مشرکوں کے ستر آدمی مارے گئے، اور ستر آدمی قید ہوئے تو حضور اکرم

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان قیدیوں کے بارے میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مشورہ فرمایا، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مشورہ دیا کہ ان سے فدیہ لے لیا جائے۔۔۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے مشورہ فرمایا۔۔۔ میں نے عرض کیا۔۔۔ میری رائے یہ ہے کہ انہیں قتل کر دیا جائے۔۔۔ آپ نے ان سے فدیہ لے لیا۔۔۔ پھر دوسرے دن جب میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف فرما ہیں اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آپ کے قریب ہیں، اور دونوں رو رہے ہیں۔۔۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ہم اس وجہ سے رو رہے ہیں کہ تمہارے یاروں پر فدیہ لینے کے سلسلے میں بلاشبہ میرے آگے اس درخت سے قریب عذاب ظاہر کیا گیا، ایک حدیث میں آیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر ہم پر عذاب اترتا تو بجز عمر کے کوئی نجات نہ پاتا"۔ (مدارج النبوۃ: ج۱ ص۱۷۶، ۱۷۷)

قارئین:

اللہ تعالیٰ نے جو عذاب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ظاہر فرمایا؛ کیا اس عذاب کو نازل کرنے کی قدرت اللہ تعالیٰ کو تھی یا نہیں؟ اللہ تعالیٰ کو نازل کرنے کی بھی قدرت تھی اور نہ نازل کرنے کی بھی قدرت تھی، دونوں قدرتیں تھیں۔

پس جناب احمد رضا خاں کے قانون اور قاعدے کے تحت جو اوپر بیان ہوا ہے، ہوسکتا ہے (معاذ اللہ) کہ اللہ تعالیٰ مذکورہ عذاب کس وقت نازل فرمادیں، کیونکہ جناب احمد رضا خاں کے نزدیک قدرت وہی ہے، جس سے عمل کا ظہور لازمی ہو، اور جس کا صدور یقینی ہو، وہ قدرت کیا ہے جس کا صدور نہ ہو، جیسا کہ اس نے کہا "پھر کونسا ذریعہ اور وثوق رہا جس کے سبب عقل یقین کرسکے یہ جو قدرت الٰہی میں تھا واقع نہ ہو"۔

دوسری مثال:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

إِذًا لَّأَذَقْنَاكَ ضِعْفَ الْحَيٰوةِ وَضِعْفَ الْمَمَاتِ۔ (اسرائیل: ۷۵)

[ترجمہ] اگر آپ ایسا کرتے تو اس وقت ہم آپ کو چکھاتے دوگنا عذاب دنیا میں دوگنا عذاب موت کے بعد۔

''اس سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت کا پتہ چلتا ہے، کیونکہ جتنا کوئی زیادہ عزیز ہوتا ہے، اتنا ہی اس کی معمولی سی معمولی لغزش ناقابلِ برداشت ہوتی ہے''۔ (ضیاء القرآن: ج ۲ ص ۶۷۶/از پیر کرم شاہ)

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے عذاب دینے کی دھمکی اور قدرت بیان کی گئی ہے، اگر اللہ تعالیٰ کو عذاب نازل کرنے کی قدرت نہ تھی تو پھر اس عذاب کی دھمکی قرآن مجید میں کیوں بیان فرمائی؟ پس جناب احمد رضا خاں بریلوی کے عقیدہ کے مطابق جیسا کہ اس نے اوپر کہا ہے یعنی ''اور اب تم نے کذب الٰہی (یعنی عذاب الٰہی) کو زیر قدرت مانا تو عقلاً ہر خبر میں احتمال کذب (یعنی ہر خبر میں عذاب کا شک) ہوا ہے،'' پھر کونسا ذریعہ وثوق رہا جس کے سبب عقل یقین کرسکے کہ یہ جو (عذاب) قدرت الٰہی میں تھا واقع نہ ہوا''۔

تیسری مثال:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وکان الانسان عجولا ۔ (اسرائیل: ۱۱)

[ترجمہ] اور انسان بہت جلد باز ہے۔

''امام مسلمؒ [رحمۃ اللہ علیہ] نے حضرت ابو ہریرہؓ [رضی اللہ عنہ] سے روایت کیا ہے، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے اللہ! محمد صرف بشر ہے بشر کی طرح غضب ناک ہوتا ہے، اور میں تجھ سے یہ عہد کرتا ہوں اور تو اس عہد کے خلاف نہ کرنا، کہ میں جس مومن کو بھی اذیت دوں یا برا کہوں۔۔۔ تو اس چیز کو اس کے گناہوں کا کفارہ کردے۔۔۔ الخ''۔ (تبیان القرآن: ج ۶ ص ۶۵۵/از سعیدی)

قارئین! تمام انبیاء کرام علیہم السلام عموماً اور حضور علیہ السلام خصوصاً غلط بات کہنے پر قدرت رکھتے ہیں یا نہیں، اگر کہو کہ نہیں رکھتے تو پھر وہ انسان نہ ہوئے، اور جب انسان نہ ہوئے تو نبی بھی نہ ہوئے کیونکہ بریلوی جماعت کے مفتی احمد یار خاں لکھتے ہیں:

عقیدہ: نبی وہ انسان مرد ہیں، جن کو اللہ نے احکام شرعیہ کی تبلیغ کے لیے بھیجا، لہٰذا نبی نہ غیر انسان ہوا اور نہ عورت۔(جاء الحق:ص ۱۷۱)

جب سب نبی انسان ہوئے اور ان میں غلط بات کہنے کی قدرت نہیں ہے تو پھر دوسری تمام انسانی مخلوق پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے (معاذ اللہ) زیادتی ہوئی مطلب یہ کہ اگر دوسرے انسان کو غلط بات کہنے یعنی ان کو جھوٹ پر قدرت نہ ہوتی تو وہ بے چارے عذاب سے بچ جاتے، نہ قدرت ہوتی نہ جھوٹ بولتے، اور نہ عذاب کے مستحق ہوتے، اسی طرح تمام انبیاء کرام علیہم السلام کے اندر غلط بات کہنے کی اللہ نے قدرت رکھی ہے تو پھر جناب احمد رضا خاں بریلوی کے قانون اور عقیدہ کے مطابق کیا بھروسہ اور یقین ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ) جھوٹ نہ بولیں، جب ان کا جھوٹ بولنا جناب احمد رضا خاں کے قانون اور عقل اور عقیدہ نے ثابت کر دیا تو پھر کیسے یقین کیا جائے کہ (معاذ اللہ) دین اسلام سچا مذہب ہے، یا جھوٹا مذہب ہے، احمد رضا خاں کے قانون اور عقیدہ نے جب کذب انبیاء کو زیر قدرت مانا تو عقلاً (ان کی) ہر خبر میں جھوٹ کا شک ہوا ہی، پھر کونسا ذریعہ وثوق رہا جس کے سبب عقل یقین کرے کہ جو (جھوٹ) قدرت انبیاء میں تھا، واقع نہ ہوا؟ یوں کہوں کہ بجا و درست سب سچ ہے اور کیا کہوں۔۔۔فقط

واہ حضرت دیکھ لی کند ذہنی آپ کی
خوب ہوگی مہتروں میں قدر دانی آپ کی

سبحان اللہ! کیا خدا کی قدر دانی ہے، قربان جایئے ایسے حضرات کے جس کو اس کی بھی خبر نہیں کہ ہم کیا کہتے ہیں اور اس کا انجام کیا نکلے گا۔

جناب احمد رضا خاں خدا کی قدرت کی کیسی کیسی تشریح فرماتے ہیں:

وہ لکھتے ہیں:

”جو کام زید کی قدرت میں ہے دوسرا ہرگز اس پر جزم (پختہ یقین) نہیں کر سکتا کہ وہ کبھی اسے نہ کرے گا۔۔۔زید قسم کھائے کہ میں اس سال ہرگز سفر نہ کروں گا، تاہم دوسرا اگر صدق زید کا کیسا

ہی اعتقاد رکھنے والا ہو قسم نہیں کھا سکتا کہ زید اس سال یقیناً سفر نہ کرے گا، اگر (قسم) کھائے تو سخت جری و بے باک اور عقلمندوں کی نگاہ میں ہلکا ٹھہرے گا، وجہ کیا ہے وہی کہ غیب کا حال معلوم نہیں کہ بات سچی ہی ہو۔۔۔اور اب تم نے جھوٹ بولنے پر اللہ کی قدرت مانی تو عقلاً ہر خبر میں احتمال کذب ہوا ہی، رہی یہ بات کہ اللہ کی خبر یقین دلائے کہ اللہ جھوٹ بولنے پر قادر ہے مگر نہ کبھی بولا نہ بولے، اس یقین پر بھی کوئی راہ نہیں کہ یہ بات بھی اللہ تعالیٰ کی ایک بات ہوگی، تو عقلاً ممکن کہ جھوٹ کی وجہ سے صادر ہوئی ہو"۔ (سبحن السبوح: ص ۲۱)

تشریح:

جناب احمد رضا خاں یہ بتانا چاہتے ہیں کہ جس طرح احمد رضا جھوٹ بولنے پر قدرت رکھتا ہے تو دوسرا آدمی ہرگز یقین نہیں کر سکتا کہ جناب احمد رضا خاں نے کبھی سچ بولا ہو، مثلاً احمد رضا خاں نے حرمین شریفین سے علماء دارالعلوم دیوبند کے خلاف من گھڑت کفر کا فتویٰ لیا، اب اگر اس فتویٰ پر احمد رضا خاں کی جماعت قسم کھائے کہ واقعی ہمارے امام نے ایسا ہی کیا ہے تو عقلمندوں کے نزدیک احمد رضا خاں کی جماعت ہلکی بے وقعت ٹھہرے گی، وجہ کیا وہی کہ غیب کا حال جماعت کو معلوم نہیں کہ جناب احمد رضا خاں کا فتویٰ سچا ہی ہو۔

اب بریلوی جماعت نے جھوٹ بولنے پر احمد رضا خاں کی قدرت مانی تو عقلاً (اس کی) ہر بات میں جھوٹ کا شک ہوا ہی، رہی یہ بات کہ احمد رضا خاں کی بات یقین دلائے کہ احمد رضا خاں جھوٹ بولنے پر قادر ہے مگر نہ کبھی بولا نہ بولے، (احمد رضا خاں) کے اس یقین پر بھی کوئی راہ نہیں کہ (انہوں نے علماء دارالعلوم کے خلاف کفر کا جو فتویٰ حاصل کیا واقعی سچا ہو؟ کیونکہ) عقلاً ممکن کہ جھوٹ کی وجہ سے صادر ہوا ہو، اللہ مجھے معاف فرمائے۔

عصمت کی تجارت ہوتی ہے قحبہ خانوں میں
ناموس کے سودے چکتے ہیں تقدیس کے بادہ خانوں میں
جب غیرت ہی اٹھ گئی غالب کیا کسی کا گلہ کرے کوئی

کیا مزے کی بات ہے کہ برا کہیں اوروں کو اور برائی نکلے آپ کی
خاک ڈالنے والے کی لیاقت ظاہر ہوگئی
چاند پر خاک ڈالنے سے چاند کا تو کیا نقصان
یوں عہدہ برآئی کی اُمید نہ تھی
ناچار یہ وطیرہ اختیار کیا اور یوں اپنے جوہر اگلے

[۲] کیا واقعی انسان کی طرح اللہ تعالیٰ اپنی دی ہوئی خبر کے خلاف کرسکتا ہے؟

جناب احمد رضا خاں بریلوی لکھتے ہیں:

''ہذیان اول امام وہابیہ (شاہ اسمٰعیل شہیدؒ [رحمۃ اللہ علیہ] کی اول بے ہودگی یہ کہ) اگر کذب الٰہی محال ہو، اور محال پر خدا کو قدرت نہیں تو اللہ تعالیٰ جھوٹ بولنے پر قادر نہ ہوگا، حالانکہ اکثر آدمی اس پر قادر ہیں تو آدمی کی قدرت اللہ کی قدرت سے بڑھ گئی، یہ محال ہے، تو واجب کہ اس کا جھوٹ بولنا ممکن ہو''۔

جناب احمد رضا خاں مذکورہ عبارت کے جواب میں لکھتے ہیں:

''یہاں بھی دو چیزیں ہیں: ایک: کذب انسانی وہ قدرت انسانی میں مجاز ہے، اور قدرت ربانی میں حقیقۃً۔ دوم: کذب ربانی اس پر نہ قدرت انسانی نہ قدرت ربانی تو انسان کی قدرت کس بات میں معاذ اللہ مولیٰ سبحانہٗ کی قدرت سے بڑھ گئی''۔ (سبحٰن السبوح: ص ۴۲، ۴۴/از احمد رضا خاں/سن اشاعت ۱۳۰۷ھ/مطبع اہل سنت و جماعت واقعی بریلی میں چھپ کر شائع ہوا)

قارئین! اگر انصاف کی نظر سے دیکھا جائے تو جناب احمد رضا خاں نے خود مسئلے کو حل کردیا وہ اس طرح کہ جب اس نے یہ تسلیم کرلیا کہ ''کذب انسانی قدرت ربانی میں حقیقۃً'' اب باقی صرف یہ رہ جاتا ہے کہ کذب انسانی پر اللہ تعالیٰ کس طرح قادر ہیں یعنی اللہ تعالیٰ انسان سے کس طرح جھوٹ بلواتا ہے، اور اللہ کو اس پر کیسی قدرت ہے؟

اگر بریلوی جماعت کے علماء حضرات میرے اٹھائے ہوئے اس سوال کو حل کر دیں تو ہو سکتا ہے کہ اختلاف ختم ہو جائے۔

کیا جو الفاظ انسان اپنے منہ یا زبان سے نکالتا ہے یا ادا کرتا ہے، اس طرح کے الفاظ اللہ تعالیٰ کی قدرت سے باہر ہیں یعنی بعینہ وہی الفاظ اللہ تعالیٰ ادا کرنے سے (معاذ اللہ) عاجز ہے۔

مثلاً جناب احمد رضا خاں بریلوی لکھتے ہیں:

''اہل سنت کے ایمان میں انسان اور اس کے تمام اعمال واقوال جناب باری تعالیٰ کے مخلوق ہیں:

قال اللہ تعالیٰ: واللہ خلقکم و ما تعملون۔

[ترجمہ] تم اور جو کچھ تم کرتے ہو سب اللہ ہی کا پیدا کیا ہوا ہے۔

انسان کا صدق کذب کفر ایمان جو کچھ ہے سب اسی کا پیدا کیا اور اسی کی قدرت سے واقع ہوتا ہے۔

(سبحٰن السبوح: ۴۳ از احمد رضا خاں)

مختصر تبصرہ:

احمد رضا خاں کی مذکورہ بالا تحریر کے مطابق جب اللہ تعالیٰ کسی انسان سے جھوٹ بلوانے کا ارادہ فرماتا ہے تو جب تک وہ جھوٹ اللہ کی قدرت اور اس کے ارادہ اور علم میں نہ ہو تو وہ کیسے انسان سے جھوٹ بلواتا ہے؟ جب انسان کے جھوٹ بلوانے پر اللہ کی قدرت ثابت تو باقی کون سے جھگڑے کی بات رہ گئی، قرآن مجید میں ہے:

اِنۡ هٰذَاۤ اِلَّا سِحۡرٌ یُّؤۡثَرُ ۔ اِنۡ هٰذَاۤ اِلَّا قَوۡلُ الۡبَشَرِ ۔ (المدثر: ۲۴، ۲۵)

[ترجمہ] یہ تو وہی جادو ہے اگلوں سے سیکھا۔ یہ نہیں مگر آدمی کا کلام۔

مفتی احمد یار خاں گجراتی لکھتے ہیں:

''خیال رہے کہ ولید (بن مغیرہ) خود بھی اپنے کو اس بکواس میں جھوٹا سمجھتا تھا، کیونکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ معظمہ میں ہی رہے اور مکہ معظمہ میں نہ جادوگر تھے، نہ وہاں جادو کا زور تھا، پھر حضور انور نے کس سے جادو سیکھا اور کہاں سے سیکھا، کب سیکھا، ان باتوں پر خود اس کا ضمیر لعنت کرتا تھا''۔

(نور العرفان ص:۹۱۹)

قارئین! غور فرمائیں جو کچھ جھوٹ اور الزام ولید بن مغیرہ نے بکا وہی جھوٹ اور الزام اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں دہرایا ہے، یعنی جو کچھ ولید نے کہا وہی کچھ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

نیز جناب احمد رضا خاں کے مذکورہ بالا فرمان یعنی ''انسان کا صدق کذب سب اسی کا پیدا کیا ہوا ہے'' سے ثابت ہوا کہ جو کچھ ولید بن مغیرہ نے کہا اس کے دماغ میں وہ سب کچھ اللہ ہی نے ڈالا، تو اللہ تعالیٰ کا اس جھوٹ یا بکواس پر ولید بن مغیرہ سے پہلے قادر ہونا ثابت ہوا۔ (العیاذ باللہ) واللہ اعلم مزید تفصیلات آگے ملاحظہ فرمائیں۔

صفات باری تعالیٰ کی مختصر حقیقت:

اللہ تعالیٰ کی کچھ صفات ایسی ہیں جو انسانی صفات سے ملتی جلتی ہیں اور کچھ صفات ایسی ہیں جو انسانی صفات سے نہیں ملتی۔ مثلاً:

انسان سوتا ہے اور اللہ تعالیٰ نہیں سوتے، انسان کھاتا پیتا ہے اور اللہ تعالیٰ کھانے پینے سے پاک ہے، انسان کے ساتھ ضرورتیں لگی ہوئی ہیں مگر اللہ تعالیٰ ضرورتوں سے بے نیاز ہے، انسان شادی، بیاہ، نکاح سب کچھ کرتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ ان تمام چیزوں سے پاک ہے، مگر چند صفات ایک جیسی ہیں مثلاً:

انسان دیکھتا ہے اللہ کے دکھانے سے اور اللہ تعالیٰ اپنی قدرت سے دیکھتا ہے، جو اس کی شان کے لائق ہے۔ انسان سنتا ہے اللہ تعالیٰ کے سنانے سے مگر اللہ تعالیٰ سنتا ہے اپنی قدرت سے، جیسا سننا اس کی شان کے لائق ہے۔ انسان جانتا ہے اللہ تعالیٰ کے بتانے اور سکھانے سے مگر اللہ تعالیٰ اپنی ذاتی علم سے جانتا ہے۔ انسان بولتا ہے اور بات کرتا ہے، اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی قدرت اور طاقت سے اور اس کے سکھانے سے مگر اللہ تعالیٰ کلام کرتا ہے اپنی قدرت سے جو اس کی شان کے لائق ہے۔

اللہ تعالیٰ کی صفت کلام:

معتزلہ اور اہل سنت کا اللہ تعالیٰ کی باقی صفات کے علاوہ صفت کلام میں بھی شدید اختلاف ہوا، جس سے ''قرآن'' مخلوق ہے کا مسئلہ کھڑا ہوا، اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کو جیل میں جانا پڑا اور کوڑے کھانے پڑے۔

چنانچہ شرح عقائد میں مذکور ہے:

والمعتزلة لما لم يمكنهم انكار كونه تعالىٰ متكلماً ذهبوا الى انه متكلم بمعنى ايجاد الاصوات والحروف فى محالّها، او ايجاد اشكال الكتابة فى اللوح المحفوظ وان لم يقرء على اختلاف بينهم وانت خبير بان المتحرك من قامت به الحركته لامن ... اوجدها والا ليصح اتصاف البارى بالاعراض المخلوقة له تعالىٰ والله تعالىٰ عن ذلك علواً كبيراً۔

(شرح العقائد نسفی: ۲۴۸/الناشر سعید کمپنی کراچی)

[ترجمہ] اور معتزلہ کے لیے جب اللہ تعالیٰ کے متکلم ہونے کا انکار ممکن نہ ہو سکا تو وہ اس بات کی طرف گئے کہ اللہ تعالیٰ حروف واصوات کو ان کے اپنے اپنے محل میں موجود کرنے یا اشکال کتابت کو لوح محفوظ میں موجود کرنے کے معنی میں متکلم ہے اگرچہ اسے پڑھا نہیں گیا، یہ مسئلہ ان کے درمیان مختلف فیہ ہے، اور آپ کو اچھی طرح معلوم ہوگا کہ متحرک وہ ہے۔۔۔جس کے ساتھ حرکت قائم ہو، نہ کہ وہ شخص جو حرکت کا موجد ہو، ورنہ باری تعالیٰ کا ان اعراض کے ساتھ بھی متصف ہونا لازم آئے گا جو اس کی مخلوق ہیں اور اللہ تعالیٰ اس سے بہت ہی بلند و بالاتر ہے۔

مختصر خلاصہ تشریح:

متکلم یعنی بات کرنے والا، معتزلہ کہتے ہیں اللہ تعالیٰ کے متکلم ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ حروف اور آواز کو ان کے اپنے اپنے ٹھکانوں میں مثلاً طور یا شجرۂ موسیٰ میں موجود کر، یا جیسے:

مِنَ الشَّجَرَةِ اَنْ يّٰمُوْسٰۤى اِنِّيْۤ اَنَا اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ۔ (القصص:۳۰)

[ترجمہ] درخت میں سے (آواز دیئے گئے) کہ اے موسیٰ یقیناً میں ہی اللہ ہوں سارے جہانوں کا۔

یا کلام کے حروف ان کے محل مثلاً لسان جبرئیل یا لسان نبی میں موجود کر دیئے۔

معتزلہ کی یہ تاویل یا تشریح قاعدہ لغت کے خلاف ہے، اسی طرح متکلم وہی ہوگا، جو صفت کلام سے متصف ہو نہ کہ وہ جو دوسروں میں ایجاد کرے، اس کو متکلم نہیں کہتے، پس مذکورہ بحث سے یہ ثابت ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ بھی متکلم یعنی بات کرنے والا مگر اپنی شان کے لائق اور انسان بھی متکلم۔

مثال۔۔۔[۱]

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ۔ (العلق:۱)

[ترجمہ] پڑھ اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا۔

یہ سب سے پہلی وحی ہے، فرشتے نے آکر کہا، پڑھ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، میں تو پڑھا ہوا نہیں ہوں، فرشتے نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پکڑ کر زور سے بھینچا، اس طرح تین مرتبہ ہوا۔

یہاں سوال یہ ہے کہ جبرئیل امین نے بھی پڑھا اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی پڑھا، کیا اللہ تعالیٰ نے بھی اپنی شان کے لائق پڑھا، جس طرح معتزلہ کہتے ہیں، کہ جبرئیل میں آواز یا حروف کو موجود یعنی ایجاد یا پیدا کر دیئے، اگر اللہ تعالیٰ نے بھی اپنی شان کے لائق پڑھا، تو پھر اللہ تعالیٰ سے کلام کا صادر ہونا یعنی اپنی شان کے لائق بات کرنا ثابت ہوا، اگر ایسا نہیں تو پھر وہی معتزلہ والی بات صحیح ہوئی۔

مثال۔۔۔[۲]

فَقَالَ اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى۔ (النّٰزعٰت:۲۴)

[ترجمہ] (یعنی فرعون نے کہا) تم سب کا رب میں ہی ہوں۔

فَقَالَ رَبِّ اِنَّ ابْنِیْ مِنْ اَهْلِیْ۔ (هود:۴۵)

[ترجمہ] کہا (نوح نے) میرا رب میرا بیٹا تو میرے گھر والوں میں سے ہے۔

قال ینوح انه لیس من اهلك۔ (هود:۴۶)

[ترجمہ] اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے نوح یقیناً وہ تیرے گھر سے نہیں۔

قارئین! پہلی آیت (النزعت: ۲۴) میں اللہ تعالیٰ نے فرعون کے الفاظ دہرائے ہیں یعنی جو بات فرعون نے کی وہی بات اللہ تعالیٰ نے کی، اور دوسری آیت (هود:۴۵) میں اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کی بات کو دہرایا یعنی جس طرح حضرت نوح علیہ السلام نے بات کی بعینہ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے بات کی، ان مثالوں سے یہ ظاہر ہوگیا کہ جس طرح انسان بات کرتا ہے، اللہ تعالیٰ بھی اسی طرح بات کرتا ہے، تیسری آیت (هود:۴۶) میں اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کے بیٹے کا انکار فرمایا کہ ''یقیناً وہ تیرے گھر سے نہیں ہے''۔

حالانکہ وہ ان کا بیٹا ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے فرمایا وہ تیرے گھر سے نہیں ہے، تو ظاہراً اللہ تعالیٰ کی بات خلاف واقع ہوئی، یعنی واقعہ کے مطابق یہ ہے کہ ''اِنَّ ابْنِیْ مِنْ اَهْلِیْ'' میرا بیٹا میرے گھر والوں میں سے ہے اور واقعہ کے خلاف یہ ہے کہ ''اِنَّهٗ لَیْسَ مِنْ اَهْلِكَ'' یقیناً وہ تیرے گھر سے نہیں ہے''۔

گو اللہ تعالیٰ نے بداعمالی یا کفر کی وجہ سے یہ فرمایا کہ وہ تیرے گھر سے نہیں ہے لیکن بات تو واقعہ کے خلاف ہے، یہی مثال شاہ محمد اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ نے فرمائی، کہ ایک انسان اپنے مخاطب یعنی سامنے والے سے واقعہ کے خلاف بات کرسکتا ہے، تو اللہ تعالیٰ کو یہ قدرت کیوں حاصل نہیں کہ وہ فرشتہ یا نبی کے سامنے ایسی بات کرسکے۔

قدرت کی تشریح:

ولا یخرج عن علمه قدرته شیئ لان الجهل بالبعض والعجز عن البعض نقص وافتقال الی مخصص مع ان النصوص القطعیة ناطقة بعموم العلم وشمول

القدرۃ فھو بکل شیٔ علیم وعلی کل شیٔ قدیرٌ لا کما یزعم فلاسفۃ من انہ لا یعلم الجزئیات ولا یقدر علیٰ اکثر من واحد. والدھریۃ انہ لا یعلم ذاتہ. والنظام انہ لایقدر علیٰ خلق الجھل والقبح. والبلخی انہ لا یقدر علیٰ مثل مقدور العبد وعامۃ المعتزلۃ انہ لا یقدر علیٰ نفس مقدور العبد.

(شرح العقائد نسفی: تحت العنوان "ولا یخرج عن علمہ وقدرتہ شیٔ)

اور کوئی بھی شے اس کے علم اور اس کی قدرت سے باہر نہیں کیونکہ بعض چیزوں سے جاہل ہونا یعنی نہ جاننا اور بعض چیزوں سے عاجز ہونا یعنی قدرت نہ رکھنا نقص ہے، اور دوسرے کی طرف محتاج ہونا لازم ہے، علاوہ اس کے آیات قرآنیہ اس کے علم وقدرت کے عام ہونے کا اعلان کر رہی ہیں، پس وہ ہر شے کا علم رکھنے والا، اور ہر شے پر قدرت والا ہے، ایسا نہیں جیسا کہ فلاسفہ کہتے ہیں کہ وہ جزئیات یعنی چھوٹی چھوٹی چیزوں کو نہیں جانتا اور نہ وہ ایک سے زائد پر قدرت رکھتا ہے، اور جیسا کہ دہریہ کہتے ہیں کہ وہ اپنی ذات کو نہیں جانتا، اور جیسا کہ نظام کہتا ہے کہ وہ جہل اور قبح کے پیدا کرنے پر قادر نہیں اور جیسا کہ بلخی نے کہا کہ وہ بندے کے مقدور کے مثل پر قادر نہیں ہے اور جیسا کہ عام معتزلہ کہتے ہیں کہ وہ بعینہ اس چیز پر قادر نہیں جو بندہ کا مقدور ہے۔

مذکورہ عبارت میں پانچ گروہوں کا رد ہے:

۱) فلاسفہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو جزئیات کا علم نہیں، مثلاً انسان ہے اس کا تو علم ہے، مگر اس کے اندر یا اس سے ہونے والی روزانہ کی چھوٹی چھوٹی چیزوں اور کاموں کا علم خدا تعالیٰ کو نہیں، وہ اس لیے کہ ان میں تبدیلی ہوتی رہتی ہے، اگر خدا کے علم میں بھی تبدیلی ہوتی رہے تو یہ نقص ہے، کیونکہ جس طرح اس کی ذات میں تبدیلی نہیں اسی طرح اس کی صفات میں بھی تبدیلی نہیں۔

۲) دہریہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات کو نہیں جانتا۔

۳) جیسا کہ نظام ہے، اس کا نام ابراہیم بن سیار معتزلی ہے، یہ کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ جہل اور قبح یعنی برائی کو پیدا کرنے پر قادر نہیں۔

۴) ولا کما یزعم البلخی، ان کی کنیت ابوالقاسم ہے اور یہ قعبی کے نام سے مشہور ہیں، ان کا کہنا ہے کہ جس چیز پر بندہ قادر ہے اس کی مثل پر اللہ تعالیٰ قادر نہیں۔

۵) ولا کما یزعم معتزلہ۔ مثلاً ابوعلی جبائی وغیرہ کا قول ہے، جس چیز پر بندہ کو قدرت ہے، اس چیز پر اللہ تعالیٰ کو قدرت نہیں۔ (شرح العقائد نسفی)

چند ضروری وضاحتیں:

(۱) قرآن مجید میں ہے:

وَاعْلَمُوْا اِنَّ اللہَ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ۔ (البقرہ:۲۴۴)

[ترجمہ] اور جان لو کہ اللہ تعالیٰ سنتا اور جانتا ہے۔

اِنَّ اللہَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ۔ (البقرہ:۱۱۰)

[ترجمہ] بے شک اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کو خوب دیکھ رہا ہے۔

وَاللہُ بَصِیْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ۔ (المائدہ:۷۱)

[ترجمہ] اور اللہ دیکھتا ہے جو کچھ وہ کرتے ہیں۔

خیال رہے کہ انسان گالی دیتا اور گالی سنتا بھی ہے اور گانا گاتا اور سنتا بھی ہے، یہ تمام کے تمام کام یا ان جیسے اور برائی کے کام ہیں، کیا اللہ تعالیٰ انسان کی طرح نہیں سنتا؟ سنتا ہے بلکہ انسان کی نسبت بہت بہتر سنتا ہے، لیکن باوجود بہتر سننے کے یہ سننا اللہ تعالیٰ کے لیے برائی نہیں ہے اور انسان کے لیے برائی ہی برائی ہے۔

انسان دیکھتا ہے، انسان برائی کو بھی دیکھتا ہے، اور انسان کے لیے برائی دیکھنا گناہ کے کام ہیں، ایک انسان کو دوسرے انسان کی شرم گاہ دیکھنا منع اور گناہ ہے، اسی طرح عورتیں ہوئیں تو کیا ایسی برائی کی چیزیں اللہ تعالیٰ سے چھپی ہوئی ہیں؟ ہرگز ہرگز نہیں، یہ دیکھنا اللہ تعالیٰ کے لیے کوئی برائی نہیں ہے۔

نتیجہ:

انسان کی طرح برائی کی چیزیں دیکھنے کی بھی اللہ تعالیٰ کو قدرت حاصل بلکہ بہتر حاصل اور سننے کی بھی قدرت حاصل، انسان کے لیے برائی مگر اللہ تعالیٰ برائی سے پاک وصاف، اور انسان سے بہتر اور مکمل قدرت حاصل۔

(۲) قرآن مجید میں ہے:

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ۔ (النساء:۴۰)

[ترجمہ] بے شک اللہ تعالیٰ ایک ذرہ برابر ظلم نہیں کرتا۔

بریلوی جماعت کے امام جناب احمد رضا خاں لکھتے ہیں:

''اہل سنت و جماعت کا اجماع قطعی قائم ہوا کہ باری تعالیٰ سے ظلم ممکن نہیں، شرح فقہ اکبر میں ہے:

''لا یوصف اللہ تعالیٰ بالقدرۃ علی الظلم لان المحال لا یدخل تحت القدرۃ''

[ترجمہ] باری تعالیٰ کو ظلم پر قادر نہ کہا جائے گا کہ محال زیر قدرت نہیں آتا۔

(سبحٰن السبوح: ص ۶۴،۶۵)

سبحان اللہ کیسا پیارا فتویٰ ہے؟

جس چیز پر خدا تعالیٰ کو قدرت نہیں وہ کام انسان سے کیسے کرائے گا، مثلاً ایک انسان دوسرے انسان کا گلہ دبا کر اُسے مار دیتا ہے، اور اس کا یہ فعل ظلم کہلاتا ہے، مگر اللہ تعالیٰ ایسا ظلم کرے تو ظلم نہیں، جب اللہ تعالیٰ کے تمام کام برے نہیں جو کچھ وہ کرے مالک حقیقی ہے، اسے سب اختیار ہے تو پھر یہ کیوں کر کہا جائے گا کہ (معاذ اللہ) وہ ظالم ہے، ہاں قدرت ہے۔

ملاحظہ فرمائیں کہ ظلم کیا ہے؟

اولاً: ظلم کے معنیٰ ہیں کسی دوسرے کی ملک میں دخل دینا، اور تصرف یعنی اختیارات استعمال کرنا، اپنے حاکم کی خلاف ورزی کرنا، اللہ تعالیٰ پر ظلم کا لفظ تب صادق آسکتا ہے، جب بندوں یا اس کی دوسری مخلوق میں سے کوئی چیز اس کی ملک سے خارج اور باہر ہو یعنی کسی چیز کا وہ مالک نہ ہو یا اس پر کوئی زبردست طاقت حکمران ہو، ہر ایک شخص جانتا ہے کہ انسان اپنی ذاتی

چیزوں میں جس طرح چاہے تصرف کرے یعنی اختیارات استعمال کرے، مثلاً کپڑا پھاڑ دے، آگ میں جلادے یا کسی کو دیدے، اب ظلم پر خدا تعالیٰ کو قدرت حاصل ہونے یا نہ ہونے کے کیا معنیٰ؟

ثانیاً: پوری کائنات اس پر متفق ہے، اگر آپ نے بلاوجہ کسی کو چلتے چلتے چھرا مار دیا تو جو بھی دیکھے یا سنے گا وہ یہی کہے گا کہ آپ نے یہ ظلم کیا، اگر یہی فعل اللہ تعالیٰ کریں تو اس کا نام ظلم نہیں، کیونکہ بلا جرم سابق وہ بچوں کو کن کن بیماریوں اور بلاؤں میں مبتلا کر رہا ہے، بالآخر وہ مر جاتے ہیں، کئی بار ہم مشاہدہ کرتے ہیں کہ حیوانوں اور بچوں اور مجنونوں کو خدا تعالیٰ طرح طرح کی مصائب اور تکالیف میں مبتلا کرتا ہے، حالانکہ یہ بالکل بے گناہ اور بے قصور ہوتے ہیں، تمام جانوروں کے لیے حکم دیا کہ تم ان کو بلا جرم سابق ذبح کرو، پکاؤ، کھاؤ، اور خاک بسر فقیروں کو کھلاؤ اور انعام پاؤ، ان جانوروں نے کیا گناہ کیا ہے، پس جو فعل خدا تعالیٰ کرے وہ ٹھیک اور ہم کریں وہ ظلم ہے۔

ثالثاً: ۲۰۰۶ء میں پاکستان میں زلزلہ آیا اور ہزاروں انسان زمین میں دب کر مر گئے، اور کشمیر کے شہر مظفر آباد میں اسکول کی ایک عمارت تباہ ہونے کی وجہ سے سینکڑوں بچے اور بچیاں اس عمارت کے نیچے دب کر مر گئیں، لیکن کوئی شخص بھی یہ نہیں کہتا کہ یہ ظلم ہے؟ اور اس کے برعکس اگر کوئی پاکستان پر حملہ کے بہانے سے اسی اسکول کی عمارت پر بم گراتا تو پوری دنیا میں کہرام مچ جاتا، کہ یہ انتہائی ظلم ہے۔

نتیجہ:

ایک ہے اصل اور وہ ہے ظلم، اور ایک ہے اس ظلم کی مثل، جیسے اسکول کی عمارت کی مثال سے ظاہر ہے، پس اصل ظلم ہے، وہ ہے انسانوں کے لیے، اور اس کی مثل اللہ تعالیٰ کے لیے یعنی جس چیز پر انسان قادر ہے اس کی مثل پر اللہ تعالیٰ انسانوں سے بہتر اور زیادہ قادر ہے۔ (واللہ اعلم)

(۲) قرآن مجید میں ہے:

ومن اصدق من اللہ حدیثا۔ (النساء:۸۷)

[ترجمہ] اور کون ہے جس کی بات اللہ سے زیادہ سچی ہو۔

بریلوی جماعت کے علامہ غلام رسول سعیدی اس آیت کے تحت لکھتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ کا کذب ممتنع بالذات ہے، (یعنی قدرت ہی نہیں)۔ امام فخر الدین محمد بن عمر رازی لکھتے ہیں: اور اس کے کلام میں کذب اور خلف (خلاف کرنا)۔ محال ہے، (یعنی قدرت ہی نہیں)''۔

(تفسیر تبیان القرآن: ج۲ ص۷۳۹)

''حقیقت کیا ہے؟

اولاً: اللہ تعالیٰ کذب کیوں اختیار کرے؟ کیا (معاذ اللہ) اس پر کوئی زبردست طاقت ور حکمران ہے یا (معاذ اللہ) کسی منطقی یا فلاسفر کا اسے کوئی خوف ہے، وہ جو کچھ فرماتا ہے وہی ہوتا ہے، سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ اس کے فرمان کے خلاف ہو جائے، جب اس کے حکم کے خلاف ہو ہی نہیں سکتا تو پھر اُسے کیا پڑی ہے کہ (معاذ اللہ) وہ جھوٹ اختیار کرے، اور اللہ تعالیٰ کو جھوٹ پر قدرت ہونے یا نہ ہونے کے کیا معنیٰ؟ قرآن مجید میں ہے: فعصی فرعون (المزمل:۱۶) فرعون نے معصیت کی، ازل میں فرعون تھا نہ اس نے معصیت کی تھی''۔

(تبیان القرآن: ج۲ ص۷۴۰ / از علامہ سعیدی)

ازل میں فرعون تھا ہی نہیں، لیکن اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کی فرعون نے معصیت کی، پیدا ہونے کے بعد فرعون کیسے معصیت نہ کرتا۔

وَعَصٰی اٰدَمُ رَبَّہٗ فَغَوٰی۔ (طٰہٰ:۱۲۱)

[ترجمہ] آدم نے اپنے رب کی نافرمانی کی پس وہ بے راہ ہو گئے۔

حضرت ابو ہریرۃؓ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

حضرت آدم اور حضرت موسیٰ علیہ السلام میں ان کے رب کے سامنے مباحثہ ہوا، پس حضرت آدم حضرت موسیٰ پر غالب آ گئے، حضرت آدم علیہ السلام نے کہا، آپ کو معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ میری پیدائش سے کتنا

عرصہ پہلے تورات کو لکھا، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا چالیس سال پہلے، حضرت آدم نے کہا کیا آپ نے یہ آیت پڑھی ہے، وعصیٰ اٰدم ربہ فغویٰ۔ (طٰہٰ:۱۲۱) اور آدم نے اپنے رب کی معصیت کی پس وہ بے راہ ہو گئے، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا ہاں! حضرت آدم نے کہا کیا آپ مجھے اس عمل پر ملامت کر رہے ہیں جس کو اللہ تعالیٰ نے مجھے پیدا کرنے سے چالیس سال پہلے لکھ دیا تھا۔۔۔الخ۔ (تفسیر تبیان القرآن: ج۹ ص ۹۶۷،۹۶۸)

خلاصہ بحث یہ کہ:

جو کچھ رب تعالیٰ فرماتا ہے وہی ہوتا ہے، اس کے خلاف ہو ہی نہیں سکتا جب وہ اپنے حکم کے خلاف کرتا ہی نہیں تو یہ کیسے پتہ چلے گا کہ اس کو کذب پر قدرت ہے یا نہیں ہے۔

ثانیاً: خیال رہے کہ ہماری بحث یہ نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کو کذب پر قدرت ہے یا نہیں ہے اور کذب نقص ہے یا نہیں؟ ہماری بات صرف اتنی ہے کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اس کے خلاف پر بھی قدرت ہے یا نہیں؟

مثال۔۔۔[۱]

قرآن مجید میں ہے:

ان لاتھدی من احببت ولکن اللہ یھدی من یشآء۔ (القصص:۵۶)

[ترجمہ] آپ جسے چاہیں ہدایت نہیں دے سکتے بلکہ اللہ تعالیٰ جسے چاہے ہدایت کرتا ہے۔

ولو شئنا لاٰتینا کل نفس ھدٰھا ولکن حق القول منی لاملئن جھنم من الجنۃ والناس اجمعین۔ (السجدہ:۱۳)

[ترجمہ] اگر ہم چاہتے تو ہر شخص کو ہدایت نصیب فرما دیتے لیکن میری یہ بات بالکل حق ہو چکی ہے کہ میں ضرور ضرور جہنم کو انسانوں اور جنات سے بھروں گا۔

ثابت ہوا کہ جو نہیں کیا اس کے خلاف پر بھی قدرت ہے اور جو کیا ہے اس کے خلاف پر بھی قدرت ہے۔

ان اللہ لا یغفر ان یشرك بہ . (النساء:۴۸)

[ترجمہ] یقیناً اللہ تعالیٰ اپنے ساتھ شریک کیے جانے کو نہیں بخشتا۔

مایبدل القول . (ق:۲۹)

[ترجمہ] میری بات بدلتی نہیں۔

لیکن جہاں یہ ہے اور وہاں یہ بھی ہے یعنی:

ان تعذبھم فانھم عبادك وان تغفر لھم فانك انت العزیز الحکیم .

(المائدہ:۱۱۸)

[ترجمہ] اگر تو ان کو سزا دے تو یہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو ان کو معاف فرما دے تو تو زبردست ہے حکمت والا ہے۔

خلاصہ:

یعنی مطلب یہ کہ یا اللہ! ان کا معاملہ تیری مشیت کے سپرد ہے، اس لیے کہ تو ''فعّال لما یرید'' ۔(البروج:۱۶) جو چاہے کر سکتا ہے، اور تجھ سے کوئی باز پرس کرنے والا بھی نہیں ہے ''لا یسئل عما یفعل وھم یسئلون'' ۔(الانبیاء:۲۳) وہ اپنے کاموں کے لیے (کسی کے آگے) جواب دہ نہیں، اور سب (اس کے آگے) جواب دہ ہیں (۲۳) گویا آیت میں اللہ کے سامنے بندوں کی عاجزی و بے بسی کا اظہار بھی ہے اور اللہ کی عظمت وجلالت اور اس کے قادر مطلق اور مختار کل ہونے کا بیان بھی اور پھر ان دونوں باتوں کے حوالے سے عفو و مغفرت کی التجا بھی۔

امام رازی اس آیت کے تحت لکھتے ہیں:

وھو انہ کیف جاز لعیسیٰ علیہ السلام ان یقول (وان تغفر لھم) واللہ لا یغفر الشرك والجواب أنہ یجوز علی مذھبنا الآخر ولا اعتراض لأحد علیہ . (تفسیر کبیر)

[ترجمہ] عیسیٰ علیہ السلام کے لیے (اور اگر تو ان کو معاف کر دے) کہنا کیسے جائز تھا، حالانکہ وہ لوگ

مشرک تھے، جواب ہمارے نزدیک جائز ہے اگر اللہ تعالیٰ تمام کافروں کو جنت میں اور فرماں بردار عبادت گزار کو جہنم میں داخل کر دیں، کیونکہ تمام لوگ اس کی ملک ہیں، اس پر کسی کو اعتراض کا حق نہیں ہے۔

اور جناب غلام رسول سعیدی لکھتے ہیں:

"معتزلہ یہ کہتے تھے کہ نیک مسلمانوں کو اجر وثواب دینا اور ان کو عذاب سے محفوظ رکھنا اللہ تعالیٰ پر واجب ہے، اہل سنت کا مذہب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ پر کوئی چیز واجب نہیں ہے، تمام جہان اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہے۔۔۔ وہ جو چاہے کرے، اگر وہ تمام اطاعت کرنے والوں اور صالحین کو دوزخ میں ڈال دے تو یہ اس کا عدل ہوگا۔۔۔ اور اگر وہ کافروں پر اکرام کرے اور ان کو جنت میں داخل کر دے تو وہ اس کا بھی مالک ہے (یہی علماء دار العلوم دیوبند کا عقیدہ ہے) لیکن اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ وہ ایسا نہیں کرے گا، اور اس کی خبر صادق ہے اور اس کی خبر کا کاذب ہونا محال ہے۔"

(تفسیر تبیان القرآن: ج ۳ ص ۴۰۸، ۴۱۰)

قارئین: جو کچھ امام رازی اور علامہ سعیدی نے لکھا ہے یہی وہ عقیدہ ہے جس پر اکابر دیوبند خدا کی قدرت مانتے ہیں اگر خدا تعالیٰ کو قدرت نہیں ہے تو پھر امام رازی اور علامہ سعیدی بریلوی نے یہ کیوں لکھا ہے یعنی اللہ تعالیٰ کافروں کو جنت میں اور عبادت گزار فرماں بردار کو جہنم میں داخل کردے، اور کذب بولتے ہیں واقعہ کے خلاف کرنے کو، واقعہ کے مطابق فرماں بردار جنت میں اور کفار دوزخ میں، اور واقعہ کے خلاف کفار جنت میں اور فرماں بردار دوزخ میں نیز اس سے اہم بات امام رازی کی یہ ہے یعنی "یعنی عیسیٰ علیہ السلام کے لیے (اور اگر تو ان کو معاف کردے) کہنا کیسے جائز تھا، حالانکہ وہ مشرک تھے" اور مشرکوں کو بخشنا خلاف واقعہ بات ہے یعنی اللہ نے جو خبر مشرکوں کے عذاب کی دی ہے اس خبر کے خلاف ہے۔

مزید مثالیں:

مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰیَۃٍ اَوْ نُنْسِهَا نَاْتِ بِخَیْرٍ مِّنْهَا اَوْ مِثْلِهَا اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰی کُلِّ

شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ۔ (البقرہ:۱۰۶)

[ترجمہ] جس آیت کو ہم منسوخ کردیں یا بھلادیں تو اس سے بہتر یا اس جیسی اور لے آتے ہیں، کیا آپ کو معلوم نہیں کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

خلاصہ آیت:

جو آیت ہم بدل ڈالتے ہیں یا اسے باقی رکھ کر اس کا حکم ختم کردیتے یا چھوڑ دیتے ہیں، یا اٹھا لیتے ہیں، یا آپ کو بھلادیتے ہیں یا قرآن میں باقی نہیں رہنے دیتے یا حکم کو بدل ڈالتے ہیں اور حرام کو حلال اور حلال کو حرام کردیتے ہیں تو اس سے بہتر لے آتے ہیں، اور نسخ کسی اعتبار سے محال یعنی قدرت سے باہر نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے افعال اپنے کام میں مختار کل ہے، جو جب چاہے پیدا کردے اور جس وقت تک چاہے زندہ رکھے، نسخ کے لغوی معنیٰ تو نقل کرنے کے ہیں، لیکن شرعی اصطلاح میں ایک حکم کو بدل کر دوسرا حکم نازل کرنے کے ہیں، یہ نسخ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوا ہے۔

جیسا آدم علیہ السلام کے زمانہ میں سگے بہن بھائیوں کا آپس میں نکاح جائز تھا، بعد میں اسے حرام کردیا گیا، جب طوفان نوح ختم ہوگیا تو اس وقت نوح علیہ السلام کے لیے تمام جانور حلال کردیئے گئے، پھر بعض جانور حرام قرار دیئے گئے، حضرت یعقوب علیہ السلام کی شریعت میں بیک وقت دو بہنوں سے نکاح جائز تھا، لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اور بعد والی شریعتوں میں یہ حکم واپس لے لیا گیا۔ اسی طرح قرآن میں بھی اللہ تعالیٰ نے بعض احکام منسوخ فرمائے اور ان کی جگہ نیا حکم نازل فرمایا۔

اس کی مثال یہ ہے کہ پہلے شراب نوشی سے منع نہیں کیا گیا نہ جوئے کو حرام کیا گیا، مکی زندگی کے پورے دور اور مدینہ منورہ کے ابتدائی دور میں شراب اور جوا جائز رہے، بعد میں جب مسلمانوں کے دل ودماغ میں اسلام پوری طرح رچ بس گیا تو شراب اور جوئے کو مکمل طور پر حرام کردیا گیا۔

یہ نسخ تین قسم کا ہے:

ایک تو مطلقاً نسخ حکم یعنی ایک کو بدل کر دوسرا حکم نازل کر دیا گیا، دوسرا ہے نسخ مع التلاوۃ یعنی پہلے حکم کے الفاظ قرآن مجید میں موجود رکھے گئے ہیں، ان کی تلاوت ہوتی ہے، لیکن دوسرا حکم بھی جو بعد میں نازل کیا گیا قرآن میں موجود ہے یعنی ناسخ اور منسوخ دونوں آیات موجود ہیں، نسخ کی ایک تیسری قسم بھی ہے کہ ان کی تلاوت منسوخ کر دی گئی، یعنی قرآن مجید میں نبی ﷺ نے انہیں شامل نہیں فرمایا، (نُنْسِهَا) ہم بھلا دیتے ہیں، کا مطلب ہے کہ اس کا حکم اور تلاوت دونوں اٹھا لیتے ہیں، گویا کہ ہم نے اسے بھلا دیا اور نیا حکم نازل کر دیا یا نبی ﷺ کے قلب سے ہی ہم نے اسے مٹا دیا اور اسے نسیاً منسیاً کر دیا گیا، یہودی تورات کو ناقابل نسخ قرار دیتے تھے، اور قرآن پر بھی انہوں نے بعض احکام کے منسوخ ہونے کی وجہ سے اعتراض کیا، اللہ تعالیٰ نے ان کی تردید فرمائی اور کہا زمین و آسمان کی بادشاہی اسی کے ہاتھ میں ہے وہ جو مناسب سمجھے کرے، جس وقت جو حکم اس کی مصلحت وحکمت کے مطابق ہو، اسے نافذ کرے، اور جسے چاہے منسوخ کر دے، یہ اس کی قدرت ہی کا ایک مظاہرہ ہے، اوپر مثالوں کو ذہن میں رکھ کر اصل حقیقت کو سمجھیں۔

نبی ﷺ اور آپ کی نبوت:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَمَا كُنْتَ تَرْجُوْا اَنْ يُّلْقٰٓى اِلَيْكَ الْكِتٰبُ اِلَّا رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ. (القصص:۸۶)

[ترجمہ] اور آپ یہ امید نہ رکھتے تھے کہ آپ پر کتاب نازل کی جائے گی۔ ہاں تمہارے رب نے رحمت فرمائی۔

وَلَئِنْ شِئْنَا لَنَذْهَبَنَّ بِالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ بِهٖ عَلَيْنَا وَكِيْلًا.
(بنی اسرائیل:۸۶)

[ترجمہ] اور اگر ہم چاہیں تو جو وحی آپ کی طرف ہم نے اتاری ہے سب سلب کر لیں اور پھر آپ کو

ہمارے مقابلے میں کوئی حمایتی میسر نہ آئے۔

اِلَّا رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ۔ (بنی اسرائیل:۸۷)

[ترجمہ] سوائے آپ کے رب کی رحمت کے۔

پیر کرم شاہ الازہری لکھتے ہیں:

”پہلے اپنی قدرت کاملہ مطلقہ کا ذکر فرمایا کہ میں جو چاہوں کر سکتا ہوں، حتیٰ کہ آپ سے نعمت وحی بھی سلب کر لوں تو کوئی دم نہیں مار سکتا، بیان قدرت کے معاً بعد اپنی رحمت بے پایاں کا ذکر فرمایا، جس سے اپنے حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سرفراز فرمایا“۔ (ضیاء القرآن: ج ۲)

بریلوی جماعت کے علامہ غلام رسول سعیدی امام ابو نعیم احمد بن عبد اللہ الاصفہانی کے حوالہ سے لکھتے ہیں:

”حضرت مالک بن انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضر موت کے سرداروں کا وفد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا، انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں بادشاہ نہیں ہوں، میں تو صرف محمد بن عبد اللہ ہوں، انہوں نے کہا کہ ہم آپ کو آپ کے نام سے نہیں پکاریں گے، آپ نے فرمایا لیکن میرا نام اللہ نے رکھا ہے، اور میں ابو القاسم ہوں، انہوں نے کہا: اے ابو القاسم! ہم نے آپ کو آزمانے کے لیے ایک عبارت چھپائی ہے، بتایئے وہ عبارت کیا ہے؟ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہ کام تو کاہن لوگ کرتے ہیں اور وہ دوزخ میں ہوں گے، انہوں نے کہا: پھر ہم کو کیسے علم ہوگا کہ آپ رسول اللہ ہیں؟ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی مٹھی میں کنکریاں اٹھائیں اور فرمایا کہ یہ کنکریاں گواہی دیں گی کہ میں اللہ کا رسول ہوں! تب آپ کے ہاتھ میں کنکریوں نے تسبیح پڑھی، تو انہوں نے کہا ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ کے رسول ہیں، آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھے حق دے کر بھیجا ہے اور مجھ پر ایسی کتاب نازل کی ہے، جس کے سامنے سے باطل آسکتا ہے نہ پیچھے سے، اور وہ میزان میں بہت بڑے پہاڑ سے بھی بھاری ہے، اور اندھیری رات میں ستاروں کے نور کی مانند ہے، انہوں نے کہا آپ ہمیں اس کتاب سے کچھ سنایئے، تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وَالصّٰٓفّٰتِ صَفًّا سے لے کر وَرَبُّ الْمَشَارِقِ تک تلاوت فرمائی (الصّٰفّٰت: ۱ تا ۵) پھر رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم پرسکون ہوگئے اور آپ کی داڑھی مبارک پر آنسو بہہ رہے تھے، انہوں نے کہا ہم آپ کو روتا ہوا دیکھ رہے ہیں، کیا آپ اس ذات سے خوف زدہ ہیں جس نے آپ کو رسول بنا کر بھیجا ہے؟ آپ نے فرمایا میں اسی سے خوف زدہ ہوں، اس نے مجھے اس صراط مستقیم پر بھیجا ہے جو تلوار کی دھار کی طرح ہے، اگر میں اس سے سرمو (بال کے سر برابر) بھٹک جاؤں تو ہلاک ہو جاؤں گا، پھر آپ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی:

وَلَئِنْ شِئْنَا لَنَذْهَبَنَّ بِالَّذِيْ اَوْحَيْنَا اِلَيْكَ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ بِهٖ عَلَيْنَا وَكِيْلًا۔

(بنی اسرائیل:۸۶)

[ترجمہ] اور اگر ہم چاہیں تو ہم ضرور اس تمام وحی کو سلب کرلیں جو ہم نے آپ کی طرف نازل کی ہے پھر ہمارے مقابلے میں آپ کو کوئی حمایتی نہ ملے۔

اِلَّا رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ ۔ اِنَّ فَضْلَهٗ كَانَ عَلَيْكَ كَبِيْرًا ۔ (بنی اسرائیل:۸۶،۸۷)

[ترجمہ] سوائے آپ کے رب کی رحمت کے یقیناً آپ پر اس کا بڑا فضل ہے۔

(تبیان القرآن: ج ۹ ص ۸۵۴ / از غلام رسول سعیدی / الطبع اول ۲۰۰۴ء / ناشر فرید بک اسٹال لاہور)

نتیجہ:

مذکورہ بالا تحریرات سے یہ ثابت ہو گیا ہے، اللہ تعالیٰ نے جو کام کیے یا جو کچھ فرمایا ہے اس کے خلاف کرنے پر بھی وہ قادر ہے، قدرت کے منکرین مذکورہ تحریرات سے عبرت پکڑیں۔

ایک ضروری وضاحت:

(۱) وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيْهَا ۔ (النساء:۹۳)

[ترجمہ] اور جو کوئی کسی مومن کو قصداً قتل کر ڈالے اس کی سزا دوزخ ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا۔

سزا دوزخ ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا، اللہ تعالیٰ کی اس خبر کے پیش نظر معتزلہ کہتے ہیں کہ قتل کرنے والا بغیر توبہ کے مر گیا تو اس کے لیے جہنم کی سزا ضروری ہے اور اگر اللہ تعالیٰ سزا نہ دے تو اللہ تعالیٰ کی سزا کی خبر (معاذ اللہ) جھوٹی ہو جائے گی، اور جھوٹ پر خدا تعالیٰ کو قدرت

نہیں، لہٰذا سزا ضروری ہوئی۔ (واللہ اعلم)

(۲) وَلٰكِن رَّسُولَ اللهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّنَ۔ (احزاب:۴۰)

[ترجمہ] لیکن آپ اللہ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں۔

جناب احمد رضا خاں بریلوی لفظ خاتم النبیین کے پیش نظر فرماتے ہیں کہ یہ تسلیم کرلیا جائے کہ اللہ تعالیٰ کو یہ قدرت حاصل ہے کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جیسا پیدا کر سکے تو اللہ تعالیٰ کی خبر کاذب ہو جائے گی، اور اللہ تعالیٰ کے لیے کذب محال لہٰذا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جیسا پیدا کرنا خدا تعالیٰ کی قدرت میں نہیں۔ (واللہ اعلم)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

مَا نَنسَخْ مِنْ اٰيَةٍ... الآخر۔ اَنَّ اللهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ۔ (البقرہ:۱۰۶)

[ترجمہ] جس آیت کو ہم منسوخ کر دیں، یا بھلا دیں اس سے بہتر، یا اس جیسی اور لاتے ہیں، کیا تو نہیں جانتا کہ اللہ تعالیٰ ہر شے پر قادر ہے۔

الغرض: ایک ہے اصل، اور ایک ہے اس اصل کی مثل، پس جب اللہ تعالیٰ مثل پر یعنی دوسری آیات کو منسوخ یا تبدیل کر سکتا ہے تو ان آیات کو تبدیل یا منسوخ کیوں نہیں کر سکتا جن کے بارے میں معتزلہ اور جناب احمد رضا خاں اعتراض کرتے ہیں۔

بات صرف قدرت کی تھی عمل کرنے یا خبر بدلنے کی نہ تھی، مگر اس کو کیوں پھیرا وہ اس لیے کہ اگر ہم قدرت تسلیم کرلیں، تو پھر ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ کو کذب پر یا خبر بدلنے پر قدرت ہے تو پھر ہم مخالفین پر جھوٹے الزام کس طرح لگائیں گے۔

نہ مانیں گے نہ جھوٹے پڑیں گے
اپنی کہی جائیں گے دوسرے کی نہیں سنیں گے

- مذکورہ تحریر کو ایک غیر مسلم بھی پڑھ لے تو وہ بھی یہی کہے گا کہ مسلمانوں کے عقیدہ کے مطابق اللہ تعالیٰ اپنے احکام اور فرمان بدل سکتا ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ قدرت کے منکرین کی لڑائی

مسلمانوں سے ہے کفار سے نہیں اگر یہی جھگڑا کفار یا کسی پنڈت جی سے شروع ہوجائے تو یہی منکرین قدرت خود اپنے مخالف کو اللہ تعالیٰ کی قدرت ماننے پر مجبور کریں گے۔

شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کے دل پذیر ملفوظات کے اقتباسات:

شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن صاحب قدس سرہٗ فرماتے ہیں:

یعنی جو مسائل اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں وہ سب سے زیادہ دشوار اور مشکل ہیں یہی وجہ ہے کہ حکماء فلاسفہ جن کو اپنی عقل پر بڑا ناز تھا ان مسائل سے سیدھی راہ سے پھسل گئے، علماء اہل سنت اور شریعت کی اتباع کرنے والوں نے بھی محض عقل کو ہرگز کافی و معتبر نہیں سمجھا، بلکہ ان مسائل میں آیات قرآنی اور احادیث مبارکہ اور اکابرین کی اتباع فرمائی، اور جن لوگوں نے اپنی عقل کی اتباع کو اصلی ٹھہرایا اور اپنے فہم کو دلائل شرعیہ کا تابع نہ بنایا ایسے لوگ صراط مستقیم سے دور جا پڑے، بوجہ اختلافِ رائے اتنے فرقے ہوگئے کہ خدا کی پناہ، حالات و واقعات اس پر گواہی دیتے ہیں کہ خالق جملہ کائنات وممکنات (یعنی تمام مخلوق اور چھوٹی بڑی سب چیزیں پیدا کرنے والا) خواہ خیر ہوں، خواہ شر سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کوئی نہیں، تمام اہل عالم اور ان کے اچھے برے کام سب کا پیدا کرنے اور موجود کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے، لیکن معتزلہ کا کہنا ہے کہ اگر نیکی اور برائی کو پیدا کرنے والا اللہ تعالیٰ ہوتا تو بندہ جنت اور جہنم کا مستحق نہ ہوتا، کیونکہ تکلیف کا مدار اختیار وقدرت پر ہے، جب اب تمام کاموں کا پیدا کرنے والا اللہ تعالیٰ کو کہا جائے تو جو چیز پیدا ہوگی محض خدا تعالیٰ کے پیدا کرنے سے ہوگی، معتزلہ نے عقل کے زور پر یہ عقیدہ تراشا کہ بندہ خود اپنے افعال اختیاریہ کا خالق وموجد (یعنی بندہ خود اپنے اچھے یا برے کاموں کا پیدا کرنے اور موجود کرنے والا) ہے، جو کام بندہ نے اختیار کرتے ہیں ان کا خالق اللہ تعالیٰ نہیں، اور اسی خیال پر ایسے اڑے کہ ارشادات قرآنی جیسے (واللہ خلقکم وما تعملون) اور اللہ نے پیدا کیا تم کو اور جو کچھ تم کرتے ہو (پ ۲۳) اور اللہ خالق کل شیئ (اور اللہ ہے پیدا کرنے والا ہر چیز کا) اور صاف کھلی ہوئی احادیث اور صحابہ کا اتفاق اور تمام بزرگوں کا اس بات پر دلیل ہے کہ بندوں کے کام اچھے ہوں یا برے سب کے سب اللہ کی مخلوق ہیں کیوں کہ جب معتزلہ ہر

ایک کو اپنے تمام کام جو بندہ اپنے اختیار سے کرتا ہے، کا پیدا کرنے والا کہتے ہیں تو اب کیا خدائی گھر گھر نہ آ گئی، اور ہر بندہ خالق ہو گیا، اور وصف خالق (پیدا کرنے کی قدرت میں) اللہ تعالیٰ کا شریک بنے گا، پھر تمام جہان میں بعض چیزوں کا پیدا کرنے والا اللہ تعالیٰ اور بعض چیزوں کا پیدا کرنے والا بندہ تمام اہل سنت کا مذہب ہے کہ کسی کا کوئی حق نیک لوگ ہوں یا بد بخت خداوند کریم کے ذمہ اصل سے واجب نہیں (اس موقعہ پر مولوی احمد رضا خاں بریلوی فرماتے ہیں "حدیث میں ارشاد ہوا کہ کوئی شخص بغیر اللہ کی رحمت کے جنت میں نہیں جا سکتا صحابہ نے عرض کیا آپ بھی نہیں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، فرمایا: اور میں بھی جب تک میرا رب رحمت نہ فرمائے گا گناہ نہ سہی استحقاق (حق دار) کس بات کا ہے، دنیا ہی کا قاعدہ ہے اگر مزدور ہے مزدوری کرے گا، اُجرت پائے گا، اور اگر عبد ہے مملوک ہے کتنی ہی خدمت کرے کچھ نہ پائے گا، ہم سب تو اسی کی مخلوق ہیں، اس کی رحمت ہی رحمت ہے آپ ہی بندوں کو توفیق دی، آپ ہی اس کو اسباب دیئے آپ ہی آسان فرمایا"۔ ملفوظات حصہ سوم کراچی)۔ اور انصاف کرنے اور اپنے بندوں کو نیکی کے بدلہ میں ثواب یا اجر عطا فرمانے میں ہرگز مجبور نہیں سب اس کے بندے ہیں وہ قادر مطلق ہے جس کے ساتھ جو معاملہ چاہے کر سکتا ہے، نیکوں کو عذاب اور بروں کو ثواب دینے پر اس کو اختیار و قدرت حاصل ہے، جیسا کہ نیک بندوں کو نعمت اور مجرموں کو سزا دینے پر اس کو قدرت حاصل ہے اس کو منع کرنے والا اس پر جابر کوئی نہیں، اور یہ دوسری بات ہے کہ وہ ذات پاک اپنے کرم و حکمت و سچائی و انصاف کی وجہ سے کبھی خلافِ وعدہ کوئی حکم بات ظاہر نہ فرمائے، اور کسی کا ظاہری و چھپا ہوا حق بھی باطل نہ کرے، اور چھوٹی سی چھوٹی نیکی بھی رائے گاں نہ ہونے دے، بلکہ ہر نیک کام کے بدلہ میں زیادہ سے زیادہ اجر اپنے کرم و فضل سے حسبِ وعدہ عطا فرمائے ہرگز ہرگز خلاف وہ کوئی کام واقع نہ ہونے دے، اور بعض معتزلہ اور ان کے بھائی شیعہ برادری کو اس میں یہ خلجان (فکر و اندیشہ) پیدا ہوا کہ جب اللہ تعالیٰ کے ذمہ انصاف (یعنی نیکی کا بدلہ اجر اور برائی کا بدلہ سزا) واجب نہ ہوئے تو اس کے خلاف (کرنے) پر بھی قدرت ہو گی، اور اس کا صدور بھی ممکن ہو گا، اور طاعت گزار کو خلاف وعدہ سزا دینا بھی جائز ہو گا حالانکہ نیکی کے بدلہ میں اللہ کی طرف سے ثواب کا وعدہ ہو چکا ہے۔ انصاف اور حکمت کا تقاضا بھی یہی ہے اب ان تمام باتوں پر اللہ تعالیٰ کی قدرت ماننے میں

حق تعالیٰ کے کلام پاک میں خلف اور کذب (یعنی اپنے وعدوں کا خلاف اور جھوٹا ہونا) جدا لازم آئے گا، اور یہ تمام کام حق تعالیٰ کی پاکیزگی اور عصمت کے خلاف ہیں، اس لیے بعض عقلاء نے انصاف کو (یعنی نیکی کے بدلہ ثواب اور برائی کے بدلہ سزا کو) حق تعالیٰ کے ذمہ واجب اور ضروری ایسا مان لیا کہ اس کے خلاف (کرنے کی قدرت) سے انکار کر دیا، اور اس میں یہ فائدہ سمجھا کہ اب عیب وکذب وخلاف کرنے سے اس کا کلام بھی پاک رہے گا، اور حق تعالیٰ کی جناب میں کسی کو خلاف حکمت وانصاف کا شبہ کرنے کا موقع نہ ملے گا۔ چنانچہ اس بناء پر بعض معتزلہ (اور آج کے بریلویوں نے) صاف کہہ دیا کہ امور قبیحہ کا صادر (یعنی برے کاموں کا پیدا) کرنا اللہ تعالیٰ کی قدرت سے بالکل خارج ہے، افسوس در افسوس حالانکہ اللہ تعالیٰ کے ذمہ کوئی چیز واجب تو جب ہو جب کسی کو خدا پر حاکم مانا جائے اور ایسی لغو بے ہودہ بات عاقل تو کیا کم عقل بھی نہیں مان سکتا، نعوذ باللہ اس فرقہ نے حق تعالیٰ شانہ پر یہ خوب مہربانی کی کہ ایک بناوٹی پاکیزگی ثابت کرکے اس نے ہر چیز پر قدرت رکھنے والی ذات کے عجز (بے قدرت ہونے) کو تسلیم کر لیا، کہ جس کی قدرت بے انتہاء اور تمام مخلوق چھوٹی بڑی سب چیزوں پر ثابت، اس موقعہ پر بھی اہل سنت نے جواب دیا کہ کسی کام کی کسی کے قدرت واختیار میں داخل ہونا اور بات ہے اور اس کام کا کرنا اور واقع ہونا دوسری بات ہے، کسی کام کا فقط قدرت میں داخل ہونے سے یہ کب ضروری ہے کہ اس کے خلاف کرنے کی صرف قدرت رکھنے کی وجہ سے کوئی اور چیز رکاوٹ کا سبب نہ ہو۔ (یعنی انسان کو جھوٹ بولنے پر قدرت ہے تو قدرت کے یہ معنیٰ تو نہیں کہ وہ سچائی اختیار نہ کرے اور جھوٹ بولتا رہے) اس طرح تو تمام انسانی مخلوق کو خواہ صلحا واتقیا (یعنی نیک وپرہیزگار) ہی کیوں نہ ہوں تمام چیزوں پر صرف قدرت رکھنے کی وجہ سے چوری کرنے والا، حقوق غصب کرنے والا، خیانت کرنے والا، ظلم کرنے والا وغیرہ کہنا درست ہو جائے، چاہے ان کو ان تمام برائیاں کرنے کی نوبت بھی نہ آئے وھو باطل ایسا عقیدہ غلط ہے، اب معلوم ہو گیا کہ اس قسم کے قانون یا قاعدے جب ہی درست ہوں گے جب ایسا کام کرنے کی نوبت آ چکی ہو، دنیا میں اگر کوئی اعلیٰ درجہ کا انصاف کرنے والا ہو اور انصاف کے خلاف سے ہمیشہ پرہیز اور نفرت کرتا ہو، تو اس کے یہ معنیٰ ہوں گے کہ انصاف کے خلاف کرنا اس کی قدرت میں نہیں اور انصاف کے خلاف کرنے سے وہ عاجز ومجبور ہے، جس کو

کچھ عقل ہوگا یقیناً وہ سمجھے گا کہ جیسے بادشاہ ظالم کو حکومت کی طاقت کی وجہ سے اپنی عوام پر انصاف کے خلاف معاملہ کرنے کی قدرت ہے ایسے ہی بغیر کسی رکاوٹ اور فرق کے انصاف پسند بادشاہ کو حکومت کی طاقت کی وجہ سے اپنے ملازمین و دوسرے افراد پر خلاف انصاف کرنے کا اختیار حاصل ہے، کون نہیں جانتا کہ نوشیرواں عادل انصاف پسند بادشاہ کو تیمور اور چنگیز خاں (ظالموں) سے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو حجاج بن یوسف سے اپنی رعایا پر ظلم کرنے کی قدرت و طاقت کچھ کم نہ تھی، مگر نوشیروان فقط اپنی انصاف پسندی اور نیک نامی کی وجہ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ انصاف اور شریعت کی اتباع کی وجہ سے ایسے کاموں سے نفرت اور مکمل پرہیز کرتے تھے، اور صرف ظلم پر قدرت رکھنے کی وجہ سے کوئی صاحب عقل (اور ایمان دار) نوشیرواں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ظالم اور انصاف نہ کرنے والا نہیں کہہ سکتا، جس قدر کسی کو کسی پر حکومت و اختیار حاصل ہوگا۔ اسی قدر اس کو اپنے اختیار کے موافق ہر طرح سے کام کرنے کی طاقت وقدرت موجود ہوگی، پھر تماشا ہے کہ بادشاہان دنیا تو صرف نام کی حکومت جو اصلی بھی نہ ہو، ملک (اور عوام) پر جو چاہیں سیاہ کریں یا سفید کریں اور وہ احکم الحاکمین اور سب بادشاہوں کا بادشاہ اور مالک حقیقی نعوذ باللہ ایسا مجبور ہوجائے کہ نیکی کی جزا اور برائی کی سزا دینی اس پر واجب ضروری ٹھہرے، کچھ اور اپنے اختیار سے کرہی نہ سکے، جیسے فرمایا (وما قدر الله حق قدره) اور نہ قدر پہچانی انہوں نے اللہ تعالیٰ کی جس طرح پہچاننے کا حق تھا۔ (پ ۲۴)

فیصلہ:

اب عقل کا تقاضا یہ ہے کہ حق تعالیٰ کی قدرت اور اس کے اختیار کو اور تمام ہونے والی چیزوں کو اس کی قدرت میں شامل کیا جائے، اور تمام انسانوں کو چاہے نفع مند ہوں یا نقصان دہ، برے ہوں یا اچھے، انصاف کے ساتھ ہوں یا بغیر انصاف کے، سب کو اس کی قدرت میں مانا جائے، اور پھر یہ عقیدہ رکھا جائے کہ جیسے اس قادر مطلق کی قدرت تمام اور کامل اور تمام مخلوقات اس کی قدرت میں شامل کوئی بھی چیز اس کی قدرت سے باہر نہیں، ایسے ہی اس کی حکمت اور رحمت و فضل وعنایت کامل اور مکمل ہے، سو جیسا اپنی قدرت و اختیار کی وجہ سے جو چاہے سو کرسکتا ہے، ایسا ہی اپنی رحمت

حکمت وغیرہ کی وجہ سے کسی کی ذرہ برابر بھلائی بھی حسب وعدہ رائیگاں اور ضائع نہ فرمائے گا، جس کا خلاصہ یہ نکلا کہ حق تعالیٰ کی قدرت بھی تام بے انتہاء ہے اور اس کا انصاف و رحمت اور اچھے صفات مکمل وشامل ہیں، معتزلہ کا عقیدہ یہ ہے کہ اگر انصاف کو اللہ تعالیٰ پر واجب ضروری نہ مانو گے تو جن آیات واحادیث میں ثواب وعذاب کی خبر دی گئی ہے، ان میں خلف اور کذب (یعنی ان میں خلاف کرنا اور جھوٹا ہونا) لازم آئے گا، اس کے بعد اہل سنت کی طرف سے یہ جواب دیا گیا ہے کہ یعنی اللہ تعالیٰ کے وعدہ فرمانے اور خبر دینے سے یہ بات ثابت ہوئی کہ ثواب اور عذاب اللہ کے وعدہ کے مطابق ضرور واقع ہوگا، مگر یہ کہاں سے معلوم ہوا کہ اس ثواب وعذاب کا واقع کرنا (یعنی دینا) اللہ تعالیٰ پر واجب اور ذمہ ہے اور بندہ اس کا مستحق ہے۔

یہ مختصر سا فرق ضرور سامنے رکھنا چاہیے کہ کسی کام کا واقع ہونا اور بات ہے اس کا قدرت میں داخل ہونا اور بات ہے، جو شے قدرت میں داخل ہو اس کا واقع ہونا ضروری نہیں، اگر انصاف کے خلاف کرنا اللہ تعالیٰ کا ضروری مانا جائے تو بے شک برا اور محال ہے، اگر ایسے کاموں کو قدرت میں داخل مان کر اللہ تعالیٰ کی رحمت ومہربانی کی وجہ سے ان کا واقع نہ ہونا اور مشکل کہا جائے تو کچھ خرابی لازم نہیں آتی، کیونکہ اس صورت میں اللہ کی قدرت میں بھی کسی قسم کا نقصان ماننا نہیں پڑتا، اور برائیوں کا واقع ہونا جو انصاف کے خلاف ہے، اس کی گرد (دھول) بھی اللہ پاک تک نہیں پہنچ سکتی۔ چنانچہ بعض اہل سنت اس اخیر زمانہ میں تمام اصول کو چھوڑ کر معتزلہ کا عقیدہ یا چال اختیار کر بیٹھے، اول ان لوگوں کو یہ خدشہ ہوا کہ اگر نظیر حضرت خاتم النبیین پیدا کرنے کو حق تعالیٰ کی قدرت میں مانا جائے گا تو نظیر حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وجود جیسا ہونا ممکن ہوگا۔

اور جب یہ ہوا تو وعدہ خاتمیت جو نص قطعی میں آچکا ہے اس کی تکذیب ہوگی اس خرابی سے بچنے کی تدبیر عقل کے زور پر (معتزلہ جماعت کا راستہ اختیار کرتے ہوئے) یہ نکالی کہ نظیر حضرت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کی قدرت سے نکال دیا اور بہت خوش ہوئے، اس عقیدہ پر ایسے جمے کہ ہلائے نہ ہلے، ان حضرات نے اتنا نہ سوچا کہ اس صورت میں اول تو ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ۔ (البقرہ: ۲۰)

[ترجمہ] بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔

وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ مُّقْتَدِرًا۔ (الکھف:۴۵)

[ترجمہ] اور اللہ ہر چیز پر پوری قدرت رکھتا ہے۔

وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا عِنْدَنَا خَزَآئِنُهٗ وَمَا نُنَزِّلُهٗۤ اِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ۔ (الحجر:۲۱)

[ترجمہ] اور جتنی بھی چیزیں ہیں ان سب کے خزانے ہمارے پاس ہیں اور ہم ہر چیز کو اس کے مقررہ انداز سے اتارتے ہیں۔

اَوَلَيْسَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِقٰدِرٍ عَلٰۤى اَنْ يَّخْلُقَ مِثْلَهُمْ بَلٰى وَهُوَ الْخَلّٰقُ الْعَلِيْمُ۔ (یٰسین:۸۱)

[ترجمہ] اور کیا جس نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا وہ اس پر قادر نہیں ہے کہ ان جیسے لوگوں کو (دوبارہ) پیدا کردے! کیوں نہیں! وہ عظیم الشان پیدا کرنے والا، سب سے زیادہ جاننے والا ہے۔ (مترجم سعیدی)

اِنَّمَاۤ اَمْرُهٗۤ اِذَاۤ اَرَادَ شَيْئًا اَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ۔ (یٰسین:۸۲)

[ترجمہ] جب وہ کسی کو پیدا کرنا چاہتا ہے اس چیز کو کہہ دیتا ہے کہ ہوجا پس وہ ہوجاتی ہے۔

اور احادیث صحیحہ جو قدرت الٰہی پر شاہد ہیں وہ سب کا ایک وقت میں انکار کرنا پڑے گا۔ انتہی۔

(الجہد المقل: ص ۶۲ تا ۴۵ر از حضرت شیخ الہند)

خاتمہ:

قارئین! آپ مذکورہ بالا قرآنی آیات کو سامنے رکھ کر حضرت شاہ محمد اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کی درج ذیل عبارت کو پڑھیں اور پھر فیصلہ فرمائیں کہ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت میں کیا خرابی ہے یعنی؛

''اس شہنشاہ کی تو یہ شان ہے کہ ایک آن میں ایک حکم ''کُن'' سے چاہے تو کروڑوں نبی ولی و جن و فرشتے جبرئیل اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر پیدا کر ڈالے''۔ (تقویۃ الایمان)

اب اس مذکورہ عبارت پر اعتراض کیا ہے، اور اعتراض کرنے کی گنجائش کہاں تک صحیح ہے اس کو بھی ملاحظہ فرمائیں۔

جناب احمد رضا خاں بریلوی فرماتے ہیں:

"کہ حضور پرنور سید المرسلین، خاتم النبیین، اکرام الاولین والاخرین صلی اللہ علیہ وسلم کا مثل وہمسر، حضور کی جملہ صفات کمالیہ میں شریک برابر محال ہے، کہ اللہ تعالیٰ حضور کو خاتم النبیین فرماتا ہے، اور ختم نبوت ناقابل شرکت توامکان مثل، مستلزم کذب الٰہی اور کذب الٰہی محال عقلی"۔ (سبحان السبوح)

بات صرف قدرت کی تھی، اس کا جواب دیا جاتا لیکن بات کو غلط رنگ دے کر اسے بڑھایا گیا، مثلاً ایک تو خدا تعالیٰ کی قدرت کا انکار کیا گیا دوسرے ختم نبوت نا قابل شرکت جیسی چیز کو چھیڑ کر یہ ثابت کیا گیا کہ اگر اللہ تعالیٰ آپ جیسا دوبارہ پیدا کردے تو (معاذ اللہ) اللہ تعالیٰ کا وعدہ خاتمیت غلط ثابت ہوگا، جس کا دوسرا نام جھوٹ ہے اور جھوٹ بری چیز ہے اور برائی سے خدا تعالیٰ پاک ہے لہٰذا جھوٹ پر خدا تعالیٰ کو قدرت ہی نہیں یعنی اللہ تعالیٰ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم جیسا پیدا کرنے کی سرے سے قدرت ہی نہیں۔

جب شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو انہی کی زبان میں (جس کو انہوں نے خود چھیڑا) جواب دیا تو پھر کیا ہوا؟ اس کو آپ آگے پڑھنے والے ہیں، لیکن پہلے اللہ تعالیٰ کی قدرت کا مشاہدہ درج ذیل قرآنی آیات اور تحریرات سے سمجھیں۔۔۔

(۱)۔۔۔مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰيَةٍ اَوْ نُنْسِهَا نَاْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَآ اَوْ مِثْلِهَا ۔ اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۔ (البقرۃ:۱۰۶)

[ترجمہ] جس آیت کو ہم منسوخ کردیں یا بھلا دیں اس سے بہتر یا اس جیسی اور لے آتے ہیں کیا آپ کو معلوم نہیں کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین۔ (احزاب:۴۰)

[ترجمہ] لیکن آپ اللہ کے رسول ہیں اور خاتم النبیین ہیں۔

ولو شئنا لبعثنا فی کل قریۃ نذیراً۔ (فرقان:۵۱)

[ترجمہ] اگر ہم چاہتے تو ہر ہر بستی میں ایک ڈرانے والا بھیج دیتے۔

(لیکن ایسا نہ کیا۔ مفتی احمد یار خاں گجراتی)

بریلوی جماعت کے علامہ غلام رسول سعیدی لکھتے ہیں:

”اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اگر ہم چاہتے تو ہر بستی اور ہر شہر میں ایک رسول بھیج دیتے۔۔۔اور آپ سے تبلیغ دین کی مشقت کا بوجھ کم کر دیتے“۔(تفسیر تبیان القرآن: ج ۸ ص ۲۵۲)

یہاں پر سوال یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین فرما چکا تو پھر یہ کیوں فرمایا کہ اگر ہم چاہتے تو ہر ہر بستی میں ایک ڈرانے والا (نبی) بھیج دیتے، پوری بریلوی جماعت پہلے اس کا جواب دے۔ ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ جو چاہے کر سکتا ہے، خدا تعالیٰ کی ذات اور اس کی قدرت کو سمجھنا انسانیت سے باہر ہے۔

(۲)...وَمَا كُنْتَ تَرْجُوْٓا اَنْ يُّلْقٰٓى اِلَيْكَ الْكِتٰبُ اِلَّا رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ. (القصص:۸۶)

[ترجمہ] اور آپ کو تو کبھی اس کا خیال بھی نہ گذرا تھا کہ آپ کی طرف کتاب نازل فرمائی جائے گی لیکن یہ آپ کے رب کی مہربانی سے اترا۔

یعنی نبوت سے قبل آپ کے وہم وگمان میں بھی نہیں تھا کہ آپ کو رسالت کے لیے چنا جائے گا، اور آپ پر کتاب الٰہی کا نزول ہوگا، یہ نبوت وکتاب سے سرفرازی، اللہ کی خاص رحمت کا نتیجہ ہے۔

مفتی احمد یار خاں فرماتے ہیں:

”یعنی ظاہری اسباب کے لحاظ سے آپ کو نبوت کی امید نہ تھی“۔(نور العرفان: ص ۶۳۲)

وَلَئِنْ شِئْنَا لَنَذْهَبَنَّ بِالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ بِهٖ عَلَيْنَا وَكِيْلًا.

(اسرائیل:۸۶،۸۷)

[ترجمہ] اور اگر ہم چاہیں تو جو وحی آپ کی طرف ہم نے اتاری ہے سب سلب کر لیں پھر آپ کو اس کے لیے ہمارے مقابلے میں کوئی حمایتی میسر نہ آئے سوائے آپ کے رب کی رحمت کے۔

پہلے اپنی قدرت کاملہ مطلقہ کا ذکر فرمایا کہ میں جو چاہوں کر سکتا ہوں، حتیٰ کہ آپ سے وحی بھی سلب کر لوں تو کوئی دم نہیں مار سکتا، بیان قدرت کے معا بعد اپنی رحمت بے پایاں کا ذکر فرمایا جس سے اپنے حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سرفراز فرمایا۔(ضیاء القرآن: ج ۲/از پیر کرم شاہ)

تبصرہ:

یہ تو ٹھیک ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جیسا پیدا کرنے کی قدرت جھوٹ کو لازم کرے گی، لیکن وحی یا قرآن مجید یا رسالت سلب کرنے کی قدرت کس چیز کو لازم کرے گی، اس کا کیا جواب ہے؟

اے بریلویو! یا تو مذکورہ آیات قرآن مجید سے نکال دو (العیاذ باللہ) یا پھر اقرار کرلو کہ واقعی اللہ جو چاہے کرسکتا ہے پس یہی اکابر دیوبند کا عقیدہ ہے۔

بریلوی جماعت کے علامہ محمد عبدالحکیم کی شرف قادری لکھتے ہیں:

"ہندوستان میں فرنگی اقتدار کے دور میں جہاں دیگر فتنوں نے سر اُٹھایا، وہاں یہ فتنہ بھی اٹھا کہ معاذ اللہ" اللہ تعالیٰ جھوٹ بول سکتا ہے، اگرچہ بولتا نہیں، ظاہر ہے کہ یہ عقیدہ تقدیس الوہیت کے سراسر منافی تھا، امام احمد رضا بریلوی اسے کس طرح برداشت کرلیتے؟

چنانچہ اس عقیدہ باطلہ کے خلاف انہوں نے زبردست علمی اور قلمی جہاد کیا، امام احمد رضا خاں نے اللہ تعالیٰ کی عظمت وجلالت، رفعت شان نزول اور قدوسیت کے بیان کے لیے چھ رسالے تحریر کیے۔ (تقدیس الوہیت: ص ۷ رناشر رضا اکیڈمی لاہور)

قارئین! اب آپ یہ ملاحظہ فرمائیں کہ جناب احمد رضا خاں اللہ تعالیٰ کی شان اقدس کیسے بلند فرماتے ہیں، چنانچہ وہ اپنی تصنیف "سبحٰن السبوح" کے مختلف صفحات پر لکھتے ہیں:

"امام الوہابیہ کہتا ہے کہ اگر کذب الٰہی محال اور محال پر خدا کو قدرت نہیں تو اللہ تعالیٰ جھوٹ بولنے پر قادر نہ ہوگا، حالانکہ اکثر آدمی اس پر قادر ہیں تو آدمی کی قدرت اللہ کی قدرت سے بڑھ گئی یہ محال، تو واجب کہ اس کو جھوٹ بولنا ممکن ہو"۔ (ص ۴۲)

آگے لکھتے ہیں:

"ملاجی نے یوں خیال کیا کہ انسان کو اپنے کذب پر قدرت ہے، اور بعینہ اسی طرح یہی لفظ جناب حق تعالیٰ میں بول کر دیکھا کہ اسے بھی ان کے کذب پر قدرت ہونی چاہیے ورنہ جو چیز انسان کی قدرت میں تھی، وہ رحمن کی قدرت میں نہ ہوئی"۔ (ص ۴۴)

آگے لکھتے ہیں:

’’جب یہ قرار (اصول) پایا کہ آدمی جو کچھ کر سکے خدا بھی اپنی ذات پاک کے لیے کر سکتا ہے اور معلوم ہوا کہ نکاح کرنا عورت سے، ہم بستری ہونا، اس کے رحم نطفہ پہونچانا انسان کی قدرت میں ہے تو واجب کہ ملاجی کا موہم (جو سب کا) خدا ہے یہ باتیں کر سکے ورنہ آدمی کی قدرت جو اس سے بڑھ جائے گی، تو وہ آفتیں جن کے سبب اہل اسلام اتخاذ ولد (اللہ کا بیٹا ہونے) کو محال جانتے امام وہابیہ نے قطعاً جائز مان لیں (کہاں لکھا ہے) آگے نطفہ ٹھہرنے اور بچہ ہونے میں کیا زہر گھل گیا۔۔۔یہ تو خاص اپنے ہاتھ کے کام ہیں جب دنیا بھر میں اس کی قدرت سے ہوتے ہیں تو کیا اپنی زوجہ کے بارے میں تھک جائے گا‘‘۔ (ص ۴۷)

نیز لکھتے ہیں:

’’بھلا چوری شراب خوری تو سب کچھ اوڑھی تمہارا اوہمی (نہیں حقیقی) معبود زنا بھی کر سکتا ہے، یا نہیں، اگر نہیں تو وہ دیکھو تمہارے امام کے کلیہ میں تمہارا خدا انسان سے قدرت میں گھٹ رہا، اور اگر ہاں اپنے امام سے تعریف زنا کرائیے (یہ تعریف آپ ہی کے لیے مخصوص ہے آگے فرمائیں) زنا حقیقی کے مقدور انسان ہے آلہ تناسل پر موقوف اور اس کے بغیر زنا شرعی عرف کسی معنی کا تحقق یقیناً محال کہ ایلاج ذکر اس کا رکن ہے، اور ماہیت بے رکن محال قطعاً ناممکن (مطلب یہ کہ ’’حقیقی زنا انسان کی قدرت میں ہے کہ زنا کے لیے آلہ تناسل ضروری ہے اور بغیر آلہ تناسل زنا ہو نہیں سکتا کیونکہ زنا کے لیے ایک چیز کو دوسری چیز میں داخل کرنا ضروری ہے، اور داخل ہونے والی چیز آلہ تناسل زنا کا رکن ہے اور زنا) بے رکن محال قطعاً ناممکن تو تمہارے (سب کے) معبود کو آلہ تناسل سے مفرد چارہ فرار نہیں‘‘۔ (ص ۱۷۲) ’’آدمی تو عورت بھی ہے تمہارا ساختہ (نہیں حقیقی) خدا عورت کی قدرت سے گھٹ رہا تو اور بھی گیا گزرا۔ عورت تو قادر ہے کہ زنا کرائے تو تمہارے اور تمہارے پدر تعلیم کے قانون سے قطعاً واجب کہ تمہارا (تمام عالم کا) خدا بھی زنا کرا سکے، ورنہ دیوبند میں چکلہ والی فاحشات اس پر قہقہے اڑائیں گی کہ نکھٹو تو ہمارے برابر بھی نہ ہو سکا، پھر کاہے پر خدائی کا دم مارتا ہے، اب خدا میں فرج (عورت کی آگے والی خاص چیز) بھی ضروری ہے، ورنہ

زنا کا ہے میں کرائے گا"۔(ص ۱۷۳)

(ثابت ہوتا ہے کہ اعلیٰ حضرت کی اس فن میں خاص تربیت ہوئی ہے، کیونکہ علماء اور بزرگان دین ایسی گندی اور بیہودہ باتوں سے اپنی زبانوں اور کانوں کو پلید نہیں کیا کرتے نہ اسلام ایسی گندی باتوں کو کرنے اور سننے کی اجازت دیتا ہے، احمد رضا خاں آگے فرماتے ہیں)

"ایک رنڈی کہ فاسقوں کی محفل میں رقص (وناچ) کرتی ہے لحظہ لحظہ کس قدر اپنی جہتیں (اور سائیڈیں) بدلتی ہے، اگر ان (تمام عالم) کا معبودیوں ہیں نہ گھوم سکا تو رنڈی سے بھی گیا گزرا ہوا۔ جب یہ کلیہ ہے کہ انسان جو کچھ اپنے لیے کر سکے ان (تمام عالم) کا معبود کر سکتا ہے تو مشعل چیں (روشنی اٹھانے والے) کی طرح رنڈی کے ساتھ گھومے گا بھی خود بھی ناچے گا اور ڈگڈگی بجا کر بندر نچا کر (مجدد اعلیٰ حضرت کیسے اس فن میں بھی ماہر ہیں کہ) اسے اپنے آس پاس گھمائے گا بھی نٹ (ڈھول بجا کر) رسی پر چڑھ کر، شعبدہ بازوں کی طرح بانس پر چڑھ کر کلا کھیلے گا، مگر سخت عجب یہ ہے کہ اگر ایک مجلس میں چار رنڈیاں ناچتی ہوں اور ان واحد میں وہ چاروں جہات مختلفہ کو اپنی سمت بدلیں ان (تمام عالم) کا خدا اگر اس وقت ایک ہی سمت بدل سکا تو رنڈیوں کے فعل پر قادر نہ ہوا۔۔۔الخ"۔(ص ۱۷۶)

(سبحٰن السبوح: از جناب احمد رضا خاں رسن اشاعت ۱۳۰۷ھ مطبع بریلی)

عبدالحکیم خاں اختر شاہجہانپوری لکھتے ہیں:

"امام احمد رضا خاں کو تقریباً پچاس علوم وفنون میں مہارت حاصل تھی بعض علوم آپ ہی کی ایجاد (دتیار کردہ) (جیسے رنڈیوں کے ناچنے کے طریقے اور زنا اور آلہ تناسل کی کیفیت وغیرہ) آپ کے بعد ان کے جاننے والا کوئی بھی نہیں رہا (اچھا ہوا)"۔

(الامن العلی: حرف آغاز: ص ۱۶ راز احمد رضا خاں ردوسری پیش کش لاہور)

مرحبا آفرین ہزار آفریں
یوں حسن میں ہیں اور بھی کم اور زیادہ
پر آپ میں ہے ایک ستم اور بھی زیادہ

غرض فہم میں کم وزیادہ تو ہمیشہ ہوتے آئے ہیں مگر یہ ستم وظلم کسی نے نہیں کیا کہ خدا تعالیٰ کے لیے زنا، شراب، رنڈیوں، آلہ تناسل اور عورت کی شرم گاہ جیسی چیزوں کو چسکے لے لے کر بیان اور ثابت کیا جائے۔

وہ دو باتیں اگر سن لیں تو ہم سو گالیاں سہہ لیں گے
ہمیں مطلب سے ہے مطلب وہ جو چاہیں ہمیں کہہ لیں

بقول شخصے: مردان دلاور معرکہ جنگ میں دشنام وگالی گلوچ زبان پر نہیں لاتے اور دانشوران علم پرور، اپنے مناظرے میں خلاف تہذیب کسی کو نہیں سناتے، البتہ زنانے، نامردے، ضرب پاپوش کے بدلے گالیاں دیا کرتے ہیں اور جاہل نادان بے ہنر جواب کے بدلے دشنام وزبان درازی سے کام لیا کرتے ہیں، اب بجز اس کے اور کیا کہیے کیا مزے کی بات ہے کہ آپ برا کہیں اوروں کو اور برائی نکلے آپ کی چاند پر خاک ڈالنے سے چاند کا کیا نقصان، ہاں خاک ڈالنے والے کی لیاقت عیاں ہوگئی، یوں عہدہ برائی کی اُمید نہ تھی، ناچار یہ وطیرہ اختیار کیا اور یوں اپنے جواہرا گلے۔

مذہب کی بحث اور اصول اپنی جگہ، لیکن انسان کے ذاتی چال چلن کو ضابطہ حیات میں بڑا دخل ہے اگر اس میں خرابی آجائے تو انسانیت کی ساری عمارت زمین بوس ہوجاتی ہے، عمر بن ہشام ''ابوجہل'' کے کفر پر عرب کے پہاڑ بھی نفرت کرتے تھے، مگر اس کے ذاتی کردار پر شائد کوئی انگلی اُٹھی ہو۔

خود ڈوبے صنم تجھ کو لے ڈوبیں گے

گندگی کے ڈھیر پر پھول ڈال دیئے جائیں تو بھی گندگی گندگی ہی رہے گی، مگر پھولوں کا بانکپن ضائع ہوجائے گا، کوئی دیوانہ اگر ان پھولوں کو ظاہری نظروں سے دیکھ کر قریب آجائے گا تعفن (وبدبو) ہی آئے گی۔

لطیفہ: حسن کور، حق کور:

حس کور: جس طرح بعض لوگ رنگو دھیا، یا رنگ کور ہوتے ہیں، اس طرح اکثر لوگ حسن کور ہوتے ہیں، حسن کور اس شخص کو کہتے ہیں جس کی جمالیاتی حس یعنی فلسفہ کی وہ شاخ جس میں حسن اور اس کے لوازم سے بحث کی جاتی ہے، فعال نہ ہو، بلکہ ناکارہ اور مردہ ہو، ایسے لوگ حسن وسوء یا حسنہ وسیہ یعنی اچھائی اور برائی میں فرق نہیں کر سکتے۔

حق کور: اسے صدیق کی ضد کہہ سکتے ہیں، وجہ یہ ہے کہ ایسا شخص قلب کے امراض خصوصاً شرک کے سبب حق و باطل یا توحید و شرک یا ہدایت وضلالت میں فرق محسوس نہیں کرتا، ارشاد ربانی ہے: وَيَجْعَلُ الرِّجْسَ عَلَى الَّذِيْنَ لَا يَعْقِلُوْنَ. (یونس: ۱۰۰)

''اور (اللہ اپنے قوانین کے مطابق) ان لوگوں کو نجاست میں مبتلا کر دیتا ہے جو عقل سے کام نہیں لیتے''، اس آیت فکر انگیز میں یہ از بس! اہم نکتہ پوشیدہ ہے کہ عقل ربّ رحمن کی نعمت عظمیٰ، انسانیت کا جوہر وخاصہ اور انسان وحیوان میں فرق کرنے والی ہے، لہٰذا جو لوگ عقل سے کام نہیں لیتے وہ اس کفرانِ نعمت کی پاداش میں معنوی اعتبار سے نجس ونجاست خور حیوان بن جاتے ہیں، پھر انہیں طہارت ونجاست کا شعور ہوتا ہے نہ وہ ان دونوں میں فرق محسوس کرتے ہیں، نیز وہ حرام وحلال میں امتیاز کے قابل بھی نہیں رہتے۔

عقل سے کام نہ لینے کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ قلب کا نظام جمود ومعطل ہو جاتا اور قلب کا نور بجھ جاتا ہے قلب چونکہ باطنی نظام میں مرکزی حیثیت رکھتا ہے، لہٰذا اس کے مفلوج ومردہ ہو جانے کے سبب کل حسّی قلبی، نفسی نظام مردہ نعش کی طرح نجس ومتعفن ہو جاتا ہے، اور زندگی طیب نہیں رہتی، حسنہ وسیہ (اور برائی ونیکی) میں فرق کرنے کی فطری صلاحیت سے محروم ہو جاتا ہے، انسان کی اس قلبی پستی کو قرآن مجید نے ایجاز بلاغت سے اس طرح بیان کیا ہے:

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْٓ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ. ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سَافِلِيْنَ. (التین: ۵، ۴)

ہم نے انسان کو حسین ترین خلق وخُلق میں پیدا کیا ہے، پھر (ان کے عقل سے کام نہ لینے کی پاداش میں) اُنہیں رذیل ترین مخلوقات سے بھی ارذل کر دیتے ہیں''۔

انسان جب عقل جیسی امتیازی صفت ونعمت سے کام لینا چھوڑ دیتا ہے، تو اپنے آپ کو بے عقل وبجس جانداروں سے بھی بدتر بنا لیتا ہے، اس کے نتیجے میں قرآن مجید کی معرفت وہدایت و معنویت کو سمجھنا اس کے لیے محال ہو جاتا ہے، جس کو قرآن مجید نے کچھ اس انداز سے بیان کیا ہے:

لَهُمْ قُلُوْبٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ بِهَا وَلَهُمْ اَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُوْنَ بِهَا وَلَهُمْ اٰذَانٌ لَّا يَسْمَعُوْنَ بِهَا اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ. (الاعراف:۱۷۹)

[ترجمہ] جن کے قلوب ایسے ہیں جن سے نہیں سمجھتے اور جن کی آنکھیں ایسی ہیں جن سے نہیں دیکھتے اور جن کے کان ایسے ہیں جن سے نہیں سنتے یہ لوگ چوپاؤں کی طرح ہیں بلکہ یہ ان سے بھی زیادہ گمراہ ہیں، یہی لوگ غافل ہیں۔

دل، آنکھ، کان یہ چیزیں اللہ نے اس لیے دی ہیں کہ انسان ان سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنے پروردگار کو سمجھے اس کی آیات کا مشاہدہ کرے اور حق کی بات کو غور سے سنے، لیکن جو شخص ان مشاعر (اور دل ودماغ) سے کام نہیں لیتا، وہ گویا فائدہ نہ اٹھانے میں چوپایوں کی طرح بلکہ ان سے بھی زیادہ گمراہ ہے، اس لیے کہ جانور وحیوان تو پھر بھی اپنے نفع نقصان کا کچھ شعور رکھتے ہیں اور نفع والی چیزوں سے نفع اٹھاتے اور نقصان والی چیزوں سے بچ کر رہتے ہیں، لیکن اللہ تعالیٰ کی ہدایت سے اعراض کرنے اور حق وباطل کی پہچان نہ کرنے والے شخص کے اندر تو یہ تمیز کرنے کی صلاحیت ہی ختم ہو جاتی ہے، کہ اس کے لیے مفید چیز کون سی ہے اور نقصان دہ کونسی؟ اسی لیے اگلے جملے میں انہیں غافل بھی کہا گیا ہے۔

شخصیتیں اپنے کردار سے بنتی ہیں، کردار مٹھائی کا لفافہ ہی نہیں، زہر کا پیالہ بھی ہے، جب تک اس کے دونوں رخ سامنے نہیں آئیں گے اس کے سمجھنے میں دشواری ہوگی، حقیقت کے تجسس میں سفر سے پہلے اس کلیہ کا سمجھ لینا ضروری ہے، ورنہ اندھیرے میں ٹھوکر کا امکان ہے؛ جن لوگوں نے ایسا نہیں کیا، اور محض شخصیت کے احترام میں رہے وہ اپنے ساتھ دوسروں کے

لیے بھی گمراہی کا سبب بنے۔
اصول اس کی اجازت نہیں دیتے کہ پھسلنی دیوار پر حقیقت کی نیو اٹھائی جائے، اس حرکت کے مرتکب کی عقل اور سوچ کا ماتم کرنا پڑے گا، بعض موڑ ایسے آتے ہیں کہ اصول اور شخصیتیں متصادم دکھائی دیتے ہیں، مگر ماؤف ذہنوں کا کیا علاج کہ وہ اس پر بھی دونوں کے مابین امتیاز نہ کر سکے اور شخصیتوں سے ایسے چمٹے کہ اصول مات کھا گئے۔ حقائق کو سمجھنے اور اس پر فیصلہ دینے سے بیشتر ضروری ہے کہ اپنی اور پرائی بات سمجھ لی جائے، اگر ایسا نہیں ہوگا تو رائے قائم کرنے میں غلطی کا امکان ہے، اور پھر یہی غلطی آئندہ نسلوں کو بھی گمراہ کرے گی۔

مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف جعلی فتوے کی نسبت:

حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی نور اللہ مرقدہ پر تکذیب رب العزت جل جلالہ کا ناپاک بہتان اور اس کا جواب:

افادات: از مناظر اسلام فاتح بریلویت مولانا منظور نعمانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

مولوی احمد رضا خان اپنی تکفیری دستاویز ''حسام الحرمین'' پر مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق لکھتے ہیں کہ:

''پھر تو ظلم و گمراہی میں اس کا حال یہاں تک بڑھا کہ اپنے ایک فتوے میں جو اس کا مہری دستخطی میں نے اپنی آنکھ سے دیکھا ہے بمبئی وغیرہ میں بارہا مع رد کے چھپا صاف لکھ دیا کہ جو اللہ سبحانہ و تعالیٰ کو بالفعل جھوٹا مانے اور تصریح کردے کہ معاذ اللہ تعالیٰ نے جھوٹ بولا اور یہ عیب اس سے صادر ہو چکا تو اسے کفر بالائے طاق، گمراہی درکنار، فاسق بھی نہ کہو اس لیے کہ بہت سے امام ایسا کہہ چکے ہیں جیسا اس نے کہا بس نہایت کار یہ ہے کہ اس نے تاویل میں خطا کی۔۔۔ یہی وہ ہیں جنھیں اللہ تعالیٰ نے بہرا کیا اور اس کی آنکھیں آندھی کر دیں''۔

(حسام الحرمین مع تمہید ایمان: ص ۱۷ مکتبۃ المدینہ)

قارئین کرام! حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف کسی ایسے فتوے کی نسبت کرنا سراسر افتراء اور

بہتان ہے حسام الحرمین کی اس سے پہلی والی بحث یعنی تحذیر الناس میں تو مولوی احمد رضا خان نے تحذیر الناس کی متفرق عبارتیں جوڑ کر کفر کی مسل تیار بھی کر لی تھی یہاں تو یہ بھی ناممکن ہے ۔ بحمد اللہ ہم پورے وثوق کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ حضرت مرحوم کے کسی فتوے میں یہ الفاظ مرقوم نہیں ہیں نہ ہی کسی فتوے کا یہ مضمون ہے۔ بلکہ درحقیقت یہ صرف خان صاحب یا ان کے کسی دوسرے ہم پیشہ بزرگ کا افتراء اور بہتان ہے۔ بفضلہ تعالیٰ ہمارے اکابر اُس شخص کو کافر ، مرتد، ملعون سمجھتے ہیں جو خداوند تعالیٰ کی طرف جھوٹ کی نسبت کرے اور اس سے بالفعل صدور کذب کا قائل ہو بلکہ جو بدنصیب اس کے کفر میں شک کرے ہم اس کو بھی خارج از اسلام سمجھتے ہیں۔ حضرت مولانا رشید احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ جن پر خان صاحب نے یہ ناپاک اور شیطانی بہتان لگایا خود انہی کے مطبوعہ فتاویٰ میں یہ فتویٰ موجود ہے:

ذات پاک حق تعالیٰ جل جلالہ کی پاک و منزہ ہے۔ اس سے کہ متصف بوصف کذب کیا جائے۔ معاذ اللہ تعالیٰ اس کے کلام میں ہرگز ہرگز شائبہ کذب کا نہیں قال اللہ تعالی: و من اصدق من اللہ قیلا ۔ (فتاویٰ رشیدیہ: ج ا ص ۱۱۸۔ تالیفات رشیدیہ: ص ۹۶)

جو شخص اللہ تعالیٰ کی نسبت یہ عقیدہ رکھے یا زبان سے کہے کہ وہ جھوٹ بولتا ہے وہ قطعاً کافر و ملعون ہے اور مخالف قرآن و حدیث کا اور اجماع امت کا ہے۔ وہ ہرگز مومن نہیں تعالی اللہ عما یقول الظلمون علوا کبیرا۔ (ایضاً)

ناظرین انصاف فرمائیں کہ اس صریح اور چھپے ہوئے فتوے کے ہوتے ہوئے حضرت ممدوح پر یہ افتراء کرنا کہ معاذ اللہ وہ خدا کو کاذب بالفعل مانتے ہیں یا ایسا بکنے والے کو مسلمان کہتے ہیں کس قدر شرمناک کارروائی ہے۔؟ الحساب یوم الحساب۔

شرم۔۔۔۔شرم۔۔۔۔شرم

رہا مولوی رضا خان صاحب کا یہ لکھنا کہ ''میں نے ان کا وہ فتویٰ مع مہر و دستخط بچشم خود دیکھا'' اس کے جواب میں ہم صرف اتنا عرض کریں گے جب اس چودہویں صدی کا ایک عالم،

مفتی ایک چھپی ہوئی کثیر الاشاعت کتاب (تحذیر الناس) کی عبارتوں میں قطع و برید کر کے ص ۳، ۱۴، ۲۸ کی عبارتوں میں تحریف کر کے ایک کفریہ مضمون گھڑ کے تحذیر الناس کی طرف منسوب کرسکتا ہے تو کسی جعلساز کے لیے کسی کے مہر و دستخط بنالینا کیا مشکل ہے؟ (آپ حضرات اکثر سنتے ہوں گے اخبارات و ٹی وی میں کہ فلاں جگہ سے جعلساز پکڑے گئے جن سے جعلی سرکاری مہریں برآمد ہوئی ہیں جو پاسپورٹ پر لگانے کے کام آتی تھی وغیرہ وغیرہ) کیا دنیا میں جعلی سکے جعلی نوٹ جعلی دستاویز تیار کروانے والے موجود نہیں؟ مشہور ہے کہ بریلی اور اس کے گردونواح میں اس فن کے بڑے بڑے ماہر رہتے ہیں جن کا ذریعہ معاش ہی یہی ہے۔

بہرحال مولوی احمد رضا خان نے حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے جس فتوے کا ذکر کیا ہے اس کی کوئی اصل نہیں فتاویٰ رشیدیہ جو تین جلدوں میں چھپ کر آچکی ہے (اس وقت یہ مجموعہ تالیفات رشیدیہ کے ساتھ بھی چھپ چکا ہے جس میں حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی تمام تصانیف کو جمع کر دیا گیا ہے) وہ بھی اس کے ذکر سے خالی ہے۔ بلکہ اس میں تو اس کے خلاف چند فتوے موجود ہیں جن میں سے ایک اوپر نقل بھی کیا جاچکا ہے۔ اور اگر فی الواقع خان صاحب نے اس قسم کا کوئی فتویٰ دیکھا ہے تو وہ یقیناً ان کے کسی ہم پیشہ بزرگ یا ان کے کسی پیشرو کی جعلسازی اور دسیسہ کاریوں کا نتیجہ ہے۔

حضرات علمائے کرام و مشائخ کرام رحمہم اللہ کی عزت و عظمت کو مٹانے کے لیے حاسدوں نے اس سے پہلے بھی اس قسم کی کارروائیاں کی ہیں۔ اس سلسلے کے چند عبرت آموز واقعات ہم یہاں عرض کر دیتے ہیں:

------امت کے جلیل القدر فقیہ اور محدث اعظم امام احمد حنبل رحمۃ اللہ علیہ اس دنیا سے کوچ فرما رہے ہیں کہ اور کوئی بدنصیب حاسد عین اسی وقت تکیہ کے نیچے لکھے ہوئے کاغذات رکھ جاتا ہے جن میں خالص ملحدانہ عقائد اور زندیقانہ خیالات بھرے ہوئے ہیں۔ کیوں؟ صرف اس لیے کہ لوگ ان تحریرات کو امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ ہی کی کاوش دماغی کا نتیجہ سمجھیں گے اور جب...

ان کے مضامین تعلیمات اسلامی کے خلاف پائیں گے تو ان سے بدظن ہو جائیں گے اور لوگوں کے دلوں سے ان کی عظمت نکل جائے گی۔ پھر ہماری دکان جو امام کے فیض عام سے پھیکی پڑ چکی تھی چمک اٹھے گی۔

۔۔۔۔۔امام لغت علامہ فیروز آبادی صاحب قاموس رحمۃ اللہ علیہ زندہ تھے مشہور امام و مرجع خواص و عام تھے حافظ (ابن) حجر عسقلانیؒ نے ان کے خرمن علم سے خوشہ چینی کی۔ حاسدین نے ان کی اس غیر معمولی مقبولیت کو دیکھ کر ان کی اس عظمت کو بٹہ لگانے کے لیے ایک پوری کتاب حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی مطاعن میں تصنیف کر ڈالی جس میں خوب زور و شور سے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی تکفیر بھی کی اور یہ جعلی کتاب ان کی طرف منسوب کر کے دور دراز تک شائع کروادی۔ حنفی دنیا میں علامہ فیروز آبادی رحمۃ اللہ علیہ کے خلاف نہایت زبردست ہیجان پیدا ہو گیا لیکن بیچارے علامہ رحمۃ اللہ علیہ کو اس کی خبر بھی نہ تھی یہاں تک جب وہ کتاب ابو بکر الخیاط البغوی الیمانی کے پاس پہنچی تو انھوں نے علامہ فیروز آبادی کو خط لکھا کہ آپ نے یہ کیا کیا؟ علامہ موصوف اس کے جواب میں لکھتے ہیں کہ:

اگر وہ کتاب جو افتراء میں میری طرف منسوب کر دی گئی ہے آپ کے پاس ہو تو فوراً اس کو نذر آتش کر دیں خدا کی پناہ! میں اور حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی تکفیر و انا اعظم المعتقدین فی امام ابی حنفیہ۔ اس کے بعد ایک ضخیم کتاب امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مناقب میں لکھی۔

۔۔۔۔۔امام مصطفیٰ کرمانی حنفی رحمۃ اللہ علیہ نے نہایت جانکاہی سے ''مقدمہ ابو اللیث سمرقندی'' کی مبسوط شرح لکھی جب ختم کر چکے تو مصر کے علماء کو دکھلانے کے بعد اس کی اشاعت کا ارادہ کیا۔ تصنیف الحمد للہ کامیاب تھی۔ بعض حاسدوں کی نظر میں کھٹک گئی انھوں نے سمجھ لیا کہ اس کی اشاعت سے ہماری دکانیں پھیکی پڑ جائیں گی اور تو کچھ نہ کر سکے البتہ یہ خباثت کی کہ اس کے ''باب آداب الخلاء'' کے اس مسئلہ کے حاجت کے وقت آفتاب و ماہتاب کی طرف رخ نہ

کرے۔ اپنی دسیسہ کاری سے اتنا اضافہ کر دیا کہ ''چونکہ ابراہیم علیہ السلام ان دونوں کی عبادت کرتے تھے'' معاذ اللہ۔ علامہ کرمانی رحمۃ اللہ علیہ کو اس شرارت کی کیا خبر تھی انھوں نے لاعلمی میں وہ کتاب مصر کے علماء کے سامنے پیش کر دی جب ان کی نظر اس دلیل پر پڑی تو سخت برہم ہوئے اور تمام مصر میں علامہ رحمۃ اللہ علیہ کے خلاف ہنگامہ کھڑا ہو گیا قاضی مصر نے واجب القتل قرار دے دیا۔ بیچارے راتوں رات جان بچا کر مصر سے بھاگ گئے ورنہ سر دیئے بغیر چھوٹنا مشکل تھا۔

یہ گنتی کے چند واقعات تھے ورنہ تاریخ اٹھا کر دیکھی جائے تو حاسدوں کی ان شرارتوں سے تاریخ کے واقعات بھرے پڑے ہیں۔

پس اگر بالفرض فاضل بریلوی اپنے اس بیان میں سچے ہیں کہ انھوں نے اس مضمون کا کوئی فتویٰ دیکھا ہے تو یقیناً وہ اسی قبیل سے ہے۔ لیکن پھر بھی فاضل بریلوی کو اس بنا پر کفر کا فتویٰ دینا ہرگز جائز نہ تھا جب تک کہ وہ خود خوب تحقیق نہ کر لیتے کہ یہ فتویٰ حضرت مولانا کا ہی ہے یا نہیں؟ فقہ کا مسلم اور مشہور مسئلہ ہے کہ ''الخط یشبہ الخط'' یعنی ایک انسان کا خط دوسرے انسان سے مل جاتا ہے اور خود خان صاحب بھی اس کی تصریح فرماتے ہیں کہ:

''تمام کتابوں میں تصریح ہے کہ الخط یشبہ الخط. الخط لا یعمل بہٗ''۔

(ملفوظات حصہ دوم: ص ۷۰ فرید بک اسٹال لاہور)

رہے وہ دلائل جو خان صاحب نے اس فتوے کے صحیح ہونے کے لیے اپنی کتاب تمہید ایمان میں لکھے تو وہ نہایت لچر اور تار عنکبوت سے زیادہ کمزور ہیں قارئین کرام ذرا ان کو بھی خود دیکھ لیں اور جانچ لیں:

یہ تکذیب خدا کا ناپاک فتوے اٹھارہ برس ہوئے ۱۳۰۸ھ میں رسالہ صیانۃ الناس کے ساتھ مطبع حدیقۃ العلوم میرٹھ میں مع رد کے شائع ہو چکا ہے پھر ۱۳۱۸ھ میں مطبع گلزار حسینی بمبئی میں اس کا مفصل رد چھپا پھر ۱۳۲۰ھ میں پٹنہ عظیم آباد میں اس کا ایک قاہرہ رد چھپا اور فتویٰ دینے والا جمادی الآخر ۱۳۲۳ھ میں مرا اور مرتے دم تک ساکت رہا نہ یہ کہا کہ وہ فتویٰ میرا نہیں

حالانکہ خود چھپائی ہوئی کتابوں سے اس کا انکار کردینا سہل تھا نہ یہی بتلایا کہ وہ مطلب نہیں جو علمائے اہلسنت بتلارہے ہیں بلکہ میرا مطلب یہ ہے۔ نہ کفر صریح کی نسبت کوئی سہل بات تھی جس پر التفات نہ کیا۔ (تمہید ایمان: ص ۴۹)

حشو وزائد کو حذف کردینے کے بعد خان صاحب کی اس دلیل کا صرف حاصل یہ ہے کہ:

(۱) یہ فتوی مع رد کے مولانا ممدوح رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی میں تین دفعہ چھپا۔

(۲) انھوں نے تازیست اس فتوے سے انکار نہیں کیا نہ اس کا کوئی مطلب بتلایا۔

(۳) اور چونکہ معاملہ سنگین تھا اس لیے خاموشی کو عدم التفات پر بھی محمول نہیں کیا جاسکتا لہٰذا ثابت ہوگیا کہ یہ فتوے انہی کا ہے اور اسی بنا پر ہم نے ان کی تکفیر کی اور تکفیر بھی ایسی کہ من شک فی کفرہ فقد کفر۔

اگرچہ خان صاحب کے ان دلائل کا لچر پوچ و مہمل ہونا ہمارے نقد تبصرے کا محتاج نہیں۔ ہر معمولی سی عقل رکھنے والا بھی تھوڑے سے غور و فکر کے بعد اس کو لغویت سمجھے گا تاہم مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس کے ہر ہر جز پر تھوڑی سی روشنی ڈال دی جائے تاکہ آپ سے خان صاحب کے علم و مجددیت کی کچھ داد دلوادی جائے۔

۔۔۔خان صاحب کی پہلی دلیل کا بنیادی مقدمہ یہ ہے کہ: یہ فتوے مولانا کی حیات میں تین دفعہ چھپے۔

اس مقدمے میں سے اتنا تو معلوم ہوگیا کہ یہ فتوے مولانا کے مخالفین نے چھاپے۔ مولانا یا آپ کے متوسلین کی طرف سے کبھی اس کی اشاعت نہیں ہوئی (خیر اس راز کو تو اہل بصیرت ہی سمجھ سکتے ہیں) ہم کو تو اس کے متعلق صرف اتنا عرض کرنا ہے کہ اگر خان صاحب کے بیان کو صحیح سمجھ لیا جائے کہ یہ فتویٰ متعدد بار بمع رد کے حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی حیات میں شائع ہوا جب بھی لازم نہیں آتا کہ حضرت کے پاس بھی پہنچا ہو یا ان کو اس کی اطلاع بھی ہوئی ہو۔ اگر ان کے پاس بھیجا گیا تو سوال یہ ہے کہ ذریعہ قطعی تھا یا غیر قطعی؟ پھر کیا خان صاحب کو اس کی وصولیابی کی

اطلاع ہوئی؟ اگر ہوئی تو وہ ذریعہ قطعی تھا یا ظنی؟ بحث کے پہلوؤں سے چشم پوشی کر کے کفر کا قطعی فتویٰ دینا کیوں کر صحیح ہوسکتا ہے؟۔ بہر حال جب تک قطعی طور پر ثابت نہ ہو جائے کہ فی الواقع حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے کوئی ایسا فتویٰ لکھا تھا جس کا قطعی اور متعین مطلب وہی تھا جو مولوی احمد رضا خان نے لکھا اس وقت تک ان تخمینی بنیادوں پر تکفیر قطعاً ناروا بلکہ معصیت ہے۔ حضرت مولانا ممدوح رحمۃ اللہ علیہ تو ایک گوشہ نشین عارف باللہ تھے جن کا حال بلا مبالغہ یہ تھا

بسودائے جانان زجان مشتغل
بذکر حبیب از جہان مشتغل

خان صاحب کے دوسرے مقدمہ کا خلاصہ یہ ہے کہ مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے اس فتوے کا انکار نہیں کیا نہ اس کی تاویل کی۔

اس کے متعلق تو پہلی گزارش یہی ہے کہ جب اطلاع ہی ثابت نہیں تو انکار کس چیز کا اور تاویل کس بات کی؟ اور فرض کر لیجیے کہ ان کو اطلاع ہوئی لیکن انھوں نے ناخدا ترس مفتریوں کی اس ناپاک حرکت کو ناقابل توجہ سمجھا ان کو بحوالہ خدا کر کے سکوت فرمایا۔

رہا یہ کہ کفر کی نسبت کوئی معمولی بات نہ تھی جس کی طرف التفات نہ کیا جائے۔ تو اول تو یہ ضروری نہیں کہ دوسرے بھی آپ کے نظریہ سے متفق ہوں۔ ہوسکتا ہے کہ انھوں نے اس کے انکار کی ضرورت نہ سمجھی ہو۔ کہ ایمان والے خود ہی اس ناپاک افتراء کی تکذیب کر دیں گے۔ یا انھوں نے یہ خیال کیا ہو کہ اس گند کو اچھالنے والے علمی اور مذہبی دنیا میں کوئی مقام نہیں رکھتے لہٰذا ان کی بات کا کوئی اعتبار نہیں کرے گا۔ بہر حال سکوت کے لیے یہ وجوہ بھی ہوسکتی ہیں۔ پھر قطع نظر ان تمام باتوں سے یہ کہنا ہی غلط ہے کہ کفر کا معاملہ سنگین تھا بے شک خان صاحب کی "مجددیت" کے دور سے پہلے تکفیر ایسی غیر معمولی اہمیت رکھتی تھی لیکن خان صاحب کی روح اور ان کی موجودہ ذریت مجھے معاف فرمائے کہ جس دن سے افتاء کا قلمدان خان صاحب کے بے باک ہاتھوں میں گیا ہے اس روز سے تو کفر اتنا سستا ہو گیا ہے کہ اللہ کی پناہ۔ ندوۃ العلماء والے

کافر جو نہ مانے کافر، اہلحدیث کافر جو نہ مانے کافر، دیو بندی کافر جو نہ مانے کافر، مولانا عبدالباری فرنگی صاحب کافر اور تو اور تحریک خلاف میں شرکت کے جرم اپنے برادران طریقت عبدالماجد صاحب بدایوانی، عبدالقادر بدایوانی کافر اس کو بھی چھوڑو مصلی رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر کھڑا ہونے والا شخص ائمہ اسلام سب کافر۔ کفر کی وہ بے پناہ مشین گن چلی کہ الٰہی توبہ بریلی کے ڈھائی نفر انسانوں کے سوا کوئی مسلمان نہ رہا۔ پس ہو سکتا ہے کہ خان صاحب کسی اللہ والے کو کافر کہیں اور وہ اللہ والا اس کو نباح الکلاب (کتوں کا بھونکنا) سمجھتے ہوئے خاموشی اختیار کرے۔

اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ مولانا مرحوم رحمۃ اللہ علیہ کو اس فتوے کی اطلاع ہوئی اور مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے انکار بھی کیا ہو مگر خانصاحب کو اس کی اطلاع نہ ہوئی پھر عدم اطلاع سے عدم انکار کیوں سمجھا جا سکتا ہے؟ کیا عدم علم عدم الشیٔ کو مستلزم ہے؟۔ اہل علم اور ارباب عقل و دانش غور فرمائیں کہ کیا اتنے احتمالات کے ہوتے ہوئے بھی تکفیر جائز ہو سکتی ہے؟ دعویٰ تو یہ تھا کہ:

"ایسی عظیم احتیاط والے (یعنی خود بدولت جناب خانصاحب) نے ہرگز ان دشنامیوں (حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ) کو کافر نہ کہا جب تک یقینی، قطعی واضح، روشن، جلی طور سے ان کا صریح کفر آفتاب سے زیادہ روشن نہ ہو گیا۔ جس میں اصلا اصلا ہرگز کوئی گنجائش کوئی تاویل نہ نکل سکے"۔

(تمہید ایمان: ص ۵۵)

اور دلیل اس قدر لچر کہ یقین کیا ظن کو بھی مفید نہیں۔ اور اگر ایسی ہی دلیلوں سے کفر ثابت ہوتا ہے تو پھر تو اسلام اور مسلمانوں کا اللہ ہی حافظ ہے۔ کوئی جاہل اور دیوانہ کسی باخدا کو کافر کہے اور وہ اس کو نا قابل خطاب سمجھتے ہوئے اعراض کرے اور اس کے لیے اپنی صفائی پیش نہ کرے بس خان صاحب کی دلیل سے کافر ہو گیا۔ چہ خوش

گر ہمیں مفتی و ہمیں فتوی
کار ایمان تمام خواہد شد

ادھر فقہاء کی یہ تصریحات کہ ۹۹ ر احتمالات کفر کے ہوں صرف ایک احتمال اسلام کا پھر بھی

تکفیر جائز نہیں ادھر یہ مجدد کہ محض خیالی وہمی مقدمے جوڑ کر کہتا ہے کہ من شك فی كفره فقد کفر۔ اللہ کی پناہ۔

یہی وہ خیالات وواقعات ہیں جس کی بنیاد پر ہم سمجھتے ہیں کہ خان صاحب نے فتویٰ کفر کسی غلط فہمی یا علمی لغزش پر جاری نہ کیے تھے بلکہ درحقیقت اس کی تہہ میں صرف حسد وحب جاہ پرستی اور نفس پرستی کا بے پناہ جذبہ کارفرما تھا۔

اجمل سنبھلی اور غلام مہر علی کے ڈھکوسلوں کا جواب:

اس فتوے کی جعلسازی کا مولوی کاشف اقبال صاحب کو بھی علم تھا اس لیے لکھا کہ اس فتوے پر دیوبندی مذہب کی لایعنی تاویلات کے رد کے لیے اجمل سنبھلی کی ردشہاب ثاقب اور غلام مہر علی کی کتاب دیوبندی مذہب پڑھو۔ (ملخصاً دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف: ص ۵۰)

جواب: الحمدللہ ہم نے ان دونوں کتب کا مطالعہ کیا ہوا ہے۔ اور اب آیئے ان کا دجل و فریب بھی واضح کردیں:

دجل۔ [۱] غلام مہر علی نے لکھا کہ دیوبندی مقدمہ باز ہیں مولانا گنگوہی کا یہ فتویٰ کئی بار چھپا اگر جعلی تھا تو احمد رضا خان کے خلاف کوئی مقدمہ کیوں نہ کیا؟ (ملخصاً دیوبندی مذہب: ص ۵۹۲)

الزامی جواب: مولوی احمد رضا خان بریلوی صاحب لکھتے ہیں کہ ہدیۃ البریہ، تحفۃ المقلدین، ہدایۃ الاسلام، خزینۃ الاولیاء، ملفوظات مراۃ الحقیقۃ بالکل جعلی کتب ہیں دیوبندیوں نے گھڑی ہیں اور میرے باپ کے نام سے بھی جعلی کتب ومہریں گھڑلی ہیں۔ بقول مولوی اجمل سنبھلی یہ حرکت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے کی۔ اب یہی سوال ہمارا ہے بریلوی مقدمہ باز ہیں آخر حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ اور علمائے دیوبند کے خلاف کوئی قانونی کارروائی کیوں نہ کی؟ اگر نہیں کی اور یقیناً نہیں کی تو غلام مہر علی کے اس اصول کے تحت ان کتب کا اصل ہونا ثابت نہیں ہوتا؟ کاشف اقبال کہتا ہے کہ دیوبندی مذہب پڑھو مگر میں اس اصول کے تحت چیلنج کرتا ہوں پوری ملت رضائیہ کو کہ مولانا مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے جن کتب کا حوالہ دیا ان کو جعلی ثابت کرو۔ نیز یہ

بھی سوال ہے کہ تم علمائے دیوبند کو معاذ اللہ گستاخ کہتے ہو تو اس اصول کے تحت آج تک اکابر علمائے دیوبند کے خلاف کوئی ایک مقدمہ کیا؟ اب بتاؤ تمہارے ہی طرم خان کے اصول سے تمہارا کذاب ہونا لازم آیا کہ نہیں؟

۔۔۔خان صاحب کے دوسرے مقدمہ کا خلاصہ یہ ہے کہ مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے اس فتوے کا انکار نہیں کیا نہ اس کی تاویل کی۔

تحقیقی جواب: حضرت نعمانی رحمۃ اللہ علیہ اس قسم کے ڈھکوسلوں کے متعلق فرماتے ہیں:

اس کے متعلق تو یہی گزارش یہی ہے کہ جب اطلاع ہی ثابت نہیں تو انکار کس چیز کا اور تاویل کس بات کی؟ اور فرض کر لیجیے کہ ان کو اطلاع ہوئی لیکن انھوں نے ناخدا ترس مفتریوں کی اس ناپاک حرکت کو ناقابل توجہ سمجھا ان کو بحوالہ خدا کر کے سکوت فرمایا۔

رہا یہ کہ کفر کی نسبت کوئی معمولی بات نہ تھی جس کی طرف التفات نہ کیا جائے۔ تو اول تو یہ ضروری نہیں کہ دوسرے بھی آپ کے نظریہ سے متفق ہوں۔ ہوسکتا ہے کہ انھوں نے اس کے انکار کی ضرورت نہ سمجھی ہو۔ کہ ایمان والے خود ہی اس ناپاک افتراء کی تکذیب کر دیں گے۔ یا انھوں نے یہ خیال کیا ہو کہ اس گند کو اچھالنے والے علمی اور مذہبی دنیا میں کوئی مقام نہیں رکھتے لہٰذا ان کی بات کا کوئی اعتبار نہیں کرے گا۔ بہر حال سکوت کے لیے یہ وجوہ بھی ہوسکتی ہیں۔ پھر قطع نظر ان تمام باتوں سے یہ کہنا ہی غلط ہے کہ کفر کا معاملہ سنگین تھا بے شک خان صاحب کی ”مجددیت“ کے دور سے پہلے تکفیر ایسی غیر معمولی اہمیت رکھتی تھی لیکن خان صاحب کی روح اور ان کی موجودہ ذریت مجھے معاف فرمائے کہ جس دن سے افتاء کا قلمدان خان صاحب کے بے باک ہاتھوں میں گیا ہے اس روز سے تو کفر اتنا سستا ہوگیا ہے کہ اللہ کی پناہ۔ ندوۃ العلماء والے کافر جو نہ مانے کافر، اہلحدیث کافر جو نہ مانے کافر، دیوبندی کافر جو نہ مانے کافر، مولانا عبد الباری فرنگی صاحب کافر اور تو اور تحریک خلاف میں شرکت کے جرم اپنے برادران طریقت عبدالماجد صاحب بدایوانی، عبد القادر بدایوانی کافر اس کو بھی چھوڑ و مصلی رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر کھڑا

ہونے والا شخص ائمہ اسلام سب کافر۔کفر کی وہ بے پناہ مشین گن چلی کہ الٰہی توبہ بریلی کے ڈھائی نفر انسانوں کے سوا کوئی مسلمان نہ رہا۔پس ہوسکتا ہے کہ خان صاحب کسی اللہ والے کو کافر کہیں اور وہ اللہ والا اس کو نباح الکلاب (کتوں کا بھونکنا) سمجھتے ہوئے خاموشی اختیار کرے۔

اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ مولانا مرحوم رحمۃ اللہ علیہ کو اس فتوے کی اطلاع ہوئی اور مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے انکار بھی کیا ہو مگر خانصاحب کو اس کی اطلاع نہ ہوئی پھر عدم اطلاع سے عدم انکار کیوں سمجھا جاسکتا ہے؟ کیا عدم علم عدم الشئ کو مستلزم ہے؟۔اہل علم اور ارباب عقل و دانش غور فرمائیں کہ کیا اتنے احتمالات کے ہوتے ہوئے بھی تکفیر جائز ہوسکتی ہے؟ دعویٰ تو یہ تھا کہ:

"ایسی عظیم احتیاط والے (یعنی خود بدولت جناب خانصاحب) نے ہرگز ان دشنامیوں (حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ) کو کافر نہ کہا جب تک یقینی، قطعی واضح، روشن، جلی طور سے ان کا صریح کفر آفتاب سے زیادہ روشن نہ ہوگیا۔جس میں اصلا اصلا ہرگز کوئی گنجائش کوئی تاویل نہ نکل سکے"۔

(تمہید ایمان: ص ۵۵)

اور دلیل اس قدر لچر کہ یقین کیا ظن کو بھی مفید نہیں۔اور اگر ایسی ہی دلیلوں سے کفر ثابت ہوتا ہے تو پھر تو اسلام اور مسلمانوں کا اللہ ہی حافظ ہے۔کوئی جاہل اور دیوانہ کسی باخدا کو کافر کہے اور وہ اس کو نا قابل خطاب سمجھتے ہوئے اعراض کرے اور اس کے لیے اپنی صفائی پیش نہ کرے بس خان صاحب کی دلیل سے کافر ہوگیا۔چہ خوش

گر ہمیں مفتی و ہمیں فتوی
کار ایمان تمام خواہد شد

ادھر فقہاء کی یہ تصریحات کہ ۹۹ر احتمالات کفر کے ہوں صرف ایک احتمال اسلام کا پھر بھی تکفیر جائز نہیں ادھر یہ مجدد کہ محض خیالی و وہمی مقدمے جوڑ کر کہتا ہے کہ من شک فی کفرہ فقد کفر۔ اللہ کی پناہ۔

دجل۔[۲] اجمل سنبھلی لکھتا ہے کہ چونکہ مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے براہین قاطعہ میں امکان

کذب کا قول لکھا ہے لہٰذا اس سے حسام الحرمین والا فتویٰ اصل ہو گیا نیز احمد رضا خان نے اس فتوے کے خلاف سبحٰن السبوح کتاب لکھی مولوی احمد رضا خان کی ہر بات سچی ہے اگر فتویٰ نہیں دیا تھا تو احمد رضا خان کو کتاب لکھنے کی کیا ضرورت تھی؟ (ملخصا رد شہاب ثاقب: ص ۲۵۰، ۲۵۱)

جواب: اس جاہل کو اتنا بھی علم نہیں کہ امکان کذب کی وہ عبارت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی نہیں بلکہ مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ کی ہے جس پر تفصیل سے ماقبل میں کلام گزر چکا۔ مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب جعلی فتوے اور براہین قاطعہ کی عبارت میں زمین و آسمان کا فرق ہے ایک کے ثبوت سے دوسرے کا ثبوت ماننا یقیناً رضا خانی منطق دانی ہی کا کمال ہو سکتا ہے۔ ہم اس کے جواب میں الزاماً اگر کہتے ہیں کہ رضا خانیوں کی طرح شرم وحیاء سے عاری کوئی شخص کہہ دے کہ معاذ اللہ مولانا احمد رضا خان نے فتویٰ دیا ہے کہ مولوی اجمل سنبھلی نے بالفعل اپنی ماں سے زنا کیا ہے اور جب کوئی ثبوت مانگے تو جواب دے کہ کیا اجمل سنبھلی ماں سے زنا پر قادر نہیں؟ جب قادر ہے تو معاذ اللہ بالفعل بھی کیا ہوگا۔ اب بتاؤ ایسی بے ہودگی کا جواب سوائے ''جوتیوں'' کے اور کیا ہے؟ براہین قاطعہ میں صرف قدرت کی بات ہے اس سے بالفعل جھوٹ بولنا کہاں ثابت ہوا؟ رہا مولانا احمد رضا خان جیسے کذاب زمانہ کو سچا کہنے کی بات تو متنازعہ امور میں ایسے دعوے کرنے پر بھی رضا خانیوں کو ڈوب مرجانا چاہیے اس آدمی کو سچا کہنا دن کو رات کہنا ہے۔ اگر ایسے ہی بے ہودگیوں کا نام دلیل ہے تو اتنی دماغ سوزی کرنے کی کیا ضرورت ہے بس کہہ دو کہ چونکہ احمد رضا خان نے کہا ہے لہٰذا معاملہ ختم اب تم چیخو چلاؤ ہم نے نہیں سننا۔

دجل۔ [۳] یہ فتویٰ تم نے تکفیر کے خوف سے نکال دیا ہے۔

جواب: اس اصول پر تو ہمیں حفظ الایمان، براہین قاطعہ، اور تحذیر الناس کو بھی ختم کر دینا چاہیے تھا، بلکہ معاذ اللہ تقویۃ الایمان کو تو آگ ہی لگا دینی چاہیے تھی کہ تمہارے اکثر اعتراضات اسی پر ہیں۔ الحمد للہ یہ کتب آج بھی پوری آب وتاب کے ساتھ چھپ رہی ہیں۔ پھر فتاویٰ رشیدیہ میں جو فتویٰ ہے خلف وعید کے متعلق اس پر بھی تو تم کو اعتراض ہے آخر ہم نے اس کو کیوں

نکالا؟ الحمد للہ علمائے اہل سنت تو نام نہاد سپر پاور امریکا سے نہیں ڈرتے پوری دنیا میں کفر کو ننگا ناچ نچوا دیا روس کو پاش پاش کر دیا تو تم رضاخانیوں ''شرذمۃ قلیلۃ'' کی کیا اوقات وحیثیت کہ ہم تمہاری تکفیر کے خوف سے اپنا عقیدہ چھپائیں۔

یہ منہ اور مسور کی دال

پھر اجمل سنبھلی کہتا ہے کہ یہ فتویٰ جمع کرنے والے چھاپنے والے دیوبندی ہیں اس لیے انہوں نے یہ فتویٰ شامل نہیں کیا۔ یہی بات ہم کہتے ہیں کہ مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب جعلی فتوے کو چھاپنے والے، اپنے پاس رکھنے والے تم ہو اسی لیے تم ہی نے یہ جعلی فتویٰ تیار کیا ہے۔

دجل۔ [۴] گنگوہی صاحب کو حق تھا کہ اس فتوے کا انکار کر دیتے اپنی زندگی میں انہوں نے اس فتوے سے انکار نہیں کیا تو تم کیوں کرتے ہو؟ (ردشہاب ثاقب: ص ۲۵۴)

جواب: اس کا جواب ماقبل میں تفصیل سے گزر چکا ہے۔ نیز شہاب ثاقب کا رد ساری زندگی مولوی احمد رضا خان نے نہیں کیا اس کے مرنے کے بعد اجمل سنبھلی تم نے کیا تو تمہارے اس اصول سے ردشہاب ثاقب میں ذکر کردہ تمام باتوں کا درست ہونا لازم ہوا۔

فیصلہ کن سوال: اسی طرح کے چند لایعنی ڈھکوسلے مزید بھی دیئے گئے ہیں مگر اہل انصاف خود فیصلہ کریں کہ کیا انہی کا نام ''دلائل'' ہے؟ ایسی کج فہمی اور شیطانی ضد وہٹ دھرمی سے تو ہر جھوٹ کو سچ اور سچ کو جھوٹ ثابت کیا جا سکتا ہے۔ مثلاً ترجمان رضاخانیت کاشف اقبال رضاخانی سے ہمارا سوال ہے کہ اگر آج ہم احمد رضا خان صاحب یا اجمل سنبھلی کی طرف کوئی فتویٰ یا تحریر یا کتاب منسوب کر دیں اور اس کے لیے یہ تمام فضول دلائل و مہر علی و اجمل سنبھلی نے دیئے ہیں تو کیا اس کا ثبوت ہو جائے گا؟ سوچ سمجھ کر جواب دینا۔

فائدہ (بشکریہ محترم مولانا نشاط صاحب زید مجدہ)

مولانا احمد رضا خان نے علماء دیوبند پر کئی الزامات لگائے جن میں سے ایک مولانا رشید احمد

گنگوہیؒ پر یہ لگایا کہ مولانا گنگوہیؒ نعوذ باللہ خدا کو جھوٹا مانتے ہیں

اب آپ حضرات کے سامنے الزام کی حقیقت بھی رکھتے ہیں اور جواب بھی

مولانا احمد رضا نے حسام الحرمین میں مولانا گنگوہیؒ کے خلاف فتوی دیا جس میں ایک جھوٹے خط کو بنیاد بنایا احمد رضا صاحب حسام الحرمین میں لکھتے ہیں:

ظلم و گمراہی میں یہاں تک بڑھا کہ اس نے ایک فتوی میں جو اس کا مہری دستخط میں نے اپنی آنکھ سے دیکھا جو ممبئی وغیرہ میں بار بار مع رد چھا اس میں صاف لکھا کہ جو اللہ تعالی کو بالفعل جھوٹا مانے اور تصریح کرے کہ اللہ تعالی جھوٹ بولا اور یہ بڑا عیب اس سے صادر ہو چکا تو اسے کفر بالائے طاق گمراہی در کنار فاسق بھی نہ کہو اس لئے کہ بہت سے امام ایسا ہی کہہ چکے

(حسام الحرمین صفحہ ۱۴)

جناب احمد رضا صاحب کو مولانا گنگوہیؒ کو کافر بنانا تھا اس لئے ایک جعلی فتوی بنایا اور مولانا گنگوہیؒ کو اور امت کے ایک بڑے طبقے کو کافر بنانے کیلئے اس جھوٹے خط کا سہارا لے کر علماء دیوبند پر کیا کیا الزامات لگائے آپ خود ملاحظہ فرمائے احمد رضا صاحب فتاوی رضویہ میں خدا کا ذکر کچھ اس انداز میں لکھتے ہیں:

دیوبندی ایسے کو خدا کہتے ہیں جو بالفعل جھوٹا ہے جس کے لئے وقوع کذب کے معنی درست ہو گئے جو اسے (خدا کو) جھٹلائے مسلمان سنی صالح ہے دیوبندی خدا چوری بھی کر سکتا ہے اور اگر وہ چوری نہ کر سکتا تو تو دیوبندی بلکہ عام وہابی دھرم میں علی کلی شئی قدیر نہ رہتا انسان اس سے قدرت میں بڑھ جاتا کہ آدمی تو چوری کر سکتا ہے اور وہ نہ کر سکا وہابی ایسے کو خدا کہتا ہے جس کا سچا ہو کچھ ضروری نہیں جھوٹا بھی ہو سکتا ہے جسکا بہکنا، بھولنا، سونا، اونگھنا، غافل رہنا ظالم ہونا حتی کے مر جانا سب کچھ ممکن ہے۔ (فتاوی رضویہ جلد ۱۵ ۷۴۵۔۷۴۶)

یہ الزام علماء دیوبند پر لگایے صرف ایک جھوٹے خط کی وجہ سے علماء بریلوی اس کشمکش میں تھے کے آخر خط کی تو کوئی حقیقت نہیں اب عوام کو کیا منہ دکھائے گیں جب عوام نے ثبوت مانگ لیا تو

پھر بریلوی حضرات گرگٹ کی طرح رنگ بدلتے ہوئے اس طرح میدان میں آئے امجد علی رضوی جس کو بریلوی حضرات ابوالاعلی کہتے ہیں وہ لکھتے ہیں اس گروہ کا ایک مشہور عقیدہ ہے کہ اللہ تعالی جھوٹ بول سکتا ہے۔ (بہار شریعت جلد ۱ صفحہ ۵۸)

مگر کوئی حوالہ یہ ثبوت پیش نہیں کیا۔ بنا ثبوت کے امت کو گمراہ کر رہے ہیں.

رضوان احمد نوری صاحب لکھتے ہیں:

یہ رشید احمد گنگوہی کے پیرو ہیں اس نے پہلے تو بارگاہ الہی میں اسمعیل دہلوی کی پیروی میں امکان کذب کا بہتان باندھا اور پھر اللہ تعالی کو کاذب بالفعل مانا.

(۷۲ فرقے ہمیشہ جہنم میں صفحہ ۱۰۸)

مگر یہاں بھی کوئی حوالہ نہیں دیا نہ کوئی ثبوت اور پھر دیتے بھی کیسے کیونکہ کافر بنانے کے لئے ایک جھوٹا فتوی جو بنایا تھا محمد ظفر الدین رضوی بہاری نے حیات اعلی حضرت میں جلد ۴ صفحہ ۱۷۱ میں ثبوت کے نام پر صرف مہری دستخط لکھا مفتی احمد یار خان نعیمی نے جاء الحق صفحہ ۳۹۸ میں ثبوت کے نام پر صرف مسئلہ امکان کذب لکھا جبکہ احمد رضا صاحب نے وقوع کذ کا الزام لگایا اور پیٹ بھر کر گالیاں دی . پھر بھی جناب مصطفی رضا خان صاحب کہتے ہیں

یہ فتوی یقینا گنگوہی صاحب کا ہے اور ان کے اذناب خود اپنی کتابوں میں آج تک یہی مضمون چھاپ رہے ہیں۔ (مجموعہ رسائل جلد دوم صفحہ ۱۶۰)

اگر آج تک یہی مضمون چھپ رہا ہے تو آپکے علماء کرام ہی نہیں آپ کے حکیم الامت جیسے بھی حوالہ دینے سے کیوں گھبرا رہے ہیں؟ جس کا کوئی ثبوت نہیں اس کو صحیح ثابت کرنے کے لئے بریلوی کچھ اس طرح سے زور لگانے لگے کہ جب فتوی مولانا گنگوہیؒ کا نہیں ہے تو انہوں نے انکار کیوں نہیں کیا؟ احمد رضا صاحب لکھتے ہیں:

فتوی دینے والا ۱۳۲۳ھ میں مرا اور مرتے دم تک ساکت رہا نہ یہ کہا کہ فتوی میرا نہیں ہے حالانکہ خود چھاپی ہوئی کتابوں سے فتوی کا انکار کر دینا سہل تھا نہ یہی بتایا کہ وہ مطلب نہیں جو

اعلماء اہل سنت بتارہے ہیں بلکہ میرا مطلب یہ ہے نہ صریح کفر کی نسبت کوئی سہل بات تھی جس پر التفات نہ کیا زید سے اس کا ایک مہری فتوی اس کی زندگی اور تندرستی میں علانیہ نقل کیا جائے اور وہ قطعا یقینا صریح کفر ہو اور سالہا سال تک اس کی اشاعت ہوتی رہے لوگ اس کا رد چھاپا کریں زید کو اس کی بنا پر کافر بتایا کریں زید اس کے بعد پندرہ برس تک جئے اور سب کچھ دیکھے سنے اور اس فتوے کی اپنی طرف نسبت سے انکار اصلا شائع نہ کرے بلکہ دم سادھے رہے یہاں تک کے دم نکل جائے. (تمہید ایمان صفحہ ۴۲) ردشہاب ثاقب میں بھی یہ بات موجود ہے۔

اپنی طرف اس فتوے کی نسبت کراتے رہے اس کا رد کرنے والے رد کرتے رہے اس پر ہر طرف سے ان کے پاس اعتراض پہنچتے رہے علماء دین اس فتوے پر حکم کفر دیتے رہے دنیا بھر میں ان کی اس گستاخی کے شور مچاتے رہے لیکن گنگوہی جی یہ نہ کہ سکے کہ یہ فتوی میرا نہیں میری طرف اس فتوے کی نسبت غلط اور جھوٹ ہے (ردشہاب ثاقب صفحہ ۲۵۵)

بریلویوں کے علامہ بدرالدین احمد قادری صاحب نے سوانح اعلی حضرت صفحہ ۲۲۵ پر یہی لکھا ہے. مصطفی رضا صاحب احمد رضا کی کتاب کشف ضلال دیوبند کے حاشیہ پر بھی یہی بات لکھی ہے مجموعہ رسائل جلد دوم صفحہ ۱۶۱۔ اس کے اور بھی بہت حوالہ ہم دے سکتے ہیں مگر چار پر اکتفاء کرتے ہیں .ایک ہی بات کے چار جگہ سے حوالے دینے کا مقصد صرف بریلویوں کے الزام کی حقیقت دکھانا ہے کہ بلاتحقیق ایک دوسرے کی اندھی تقلید کر کے کفر کے فتوے لگائے جارہے ہیں یہ صاف جھوٹ ہے کہ حضرت گنگوہیؒ نے اس سے انکار نہیں کیا۔

رئیس المناظرین حضرت مولانا مرتضی حسن چاند پوریؒ لکھتے ہیں:

بندہ کو ۱۳۲۳ھ میں عبدالرحمن پوکھریروی کے ایک رسالہ کے ذریعہ معلوم ہوا کہ یہ افترا اور بہتان ہوا ہے اسی وقت گنگوہ عریضہ لکھ کر دریافت کیا کہ حضرت یہ کیا معاملہ ہے۔ جواب یہی آیا کہ اس واقعہ کی مجھ کو خبر نہیں یہ انتساب میری طرف کہ میں نے ایسا فتوی دیا ہے کہ معاذ اللہ خدا جھوٹا ہے۔ (رسائل چاند پوری جلد اول صفحہ ۱۰۶)

ایک اور ثبوت پیش خدمت ہے ۔مولانا چاند پوریؒ لکھتے ہیں:

وصال سے چند روز قبل جب بندہ کو در بھنگہ میں یہ افتراء معلوم ہوا تو عریضہ لکھ کر دریافت کیا تو حضرت ممدوحؒ نے صاف تحریر فرما دیا کہ یہ نسبت میری طرف غلط ہے۔

(رسائل چاند پوری جلد ۲ صفحہ ۳۵۶)

بریلوی حضرات کا جھوٹ کیساتھ بہت گہرا رشتہ ہے بریلوی جھوٹ لکھنا بھی جانتے ہیں بولنا بھی جانتے ہیں اور چھاپنا بھی جانتے ہیں بنا تحقیق کے الزام پر الزام چھاپتے رہے۔ مولانا گنگوہیؒ کو اس خط کا کوئی علم بھی نہیں تھا جب علم ہوا تو صاف طور پر براۃ ظاہر کر دی پھر بریلویوں کا یہ کہنا کے مولانا گنگوہیؒ خاموش رہے سراسر جھوٹ ہے ۔اور اب ہم کہتے ہیں کہ احمد رضا صاحب اپنی طرف سے فتوی دیتے رہے علماء کرام ان کا رد کرتے رہے شائع کرنے والے اس رد کو شائع کرتے رہے اس پر ہر طرف سے ان کے پاس اعتراض پہنچتے رہے علماء کرام اس خط کو جعلی کہتے رہے دنیا بھر میں ان کے جھوٹے ہونے کا شور مچتا رہا لیکن احمد رضا صاحب کبھی اس جعلی خط کو پیش نہ کر سکے کبھی ثابت نہ کر سکے کے علماء کرام نے ایک جعلی خط کا جو مجھ پر الزام دیا ہے وہ غلط ہے ۔اگر کہیں احمد رضا صاحب نے کسی کتاب میں اس فتوی کو مکمل نقل کیا ہو تو بتا دیں ۔مولانا مرتضی حسن چاند پوریؒ نے احمد رضا صاحب کی حقیقت کھول کھول کرامت کو بتا دی اب بریلوی حضرات کوئی ثبوت پیش کرے جس میں احمد رضا صاحب نے ان کو جواب دے کر اپنے آپ کو سچا ثابت کیا ہو۔

بلکہ ہوا یہ کہ مولانا مرتضی حسن چاند پوریؒ کی ایسی ضرب لگی کہ احمد رضا صاحب نے مولانا گنگوہیؒ کہ تعلق سے فتوی ہی بدل دیا اس کی تفصیل آگے آرہی ہے۔لیکن مولانا گنگوہیؒ کو کافر بنانا تھا مصطفی رضا صاحب نے ایک ترکیب اور نکال کر عوام کو گمراہ کرنے کی کوشش کی کہ فتاوی رشیدیہ کے وقوع کذب کے قائل پر مولانا گنگوہیؒ نے کافر ہونے کا جو فتوی دیا ہے وہ جعلی فتوی سے منسوخ ہے۔چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

مگر اس سے کیا فائدہ یہ گنگوہی صاحب کی ہی تکفیر تو ہوئی تم نے خود نہ کی، ان کے منھ سے کرائی کہ اتم وابلغ ہو۔ لطف یہ کہ وہ فتوی ۱۳۰۷ھ کا ہے اور یہ ۱۳۰۸ھ کا ہے تو وہ اگر تھا بھی تو اس سے منسوخ ہوگیا۔ (مجموعہ رسائل جلد ۲ صفحہ ۱۶۱)

اور کچھ اسی طرح کا مضمون ردشہاب ثاقب میں بھی لکھا گیا جناب اجمل شاہ صاحب لکھتے ہیں:

تو ہمارے پیش کردہ فتوے نے مصنف کے پیش کردہ فتوے کو منسوخ کر دیا کہ وہ اس سے ایک سال پہلے کا ہے۔ (ردشہاب ثاقب ۲۵۴)

کیا عقل ہے بریلویوں کی! کسی نے بھی اس پر غور کرنے کی کوشش نہیں کی کہ ایک فتوی کی چھپنے کی تاریخ ہے اور دوسرے کی لکھنے کی تاریخ ہے۔ بس ایک دوسرے کی اندھی تقلید میں عقل اور علم دونوں کا جنازہ نکال کر کفر کے فتوے دئے جارہے ہیں۔ ان دونوں بریلویوں نے اس جعلی خط کی مہر میں ۱۳۰۱ھ لکھا ہے یعنی یہ فتوی ۱۳۰۱ھ کا ہے۔

ردشہاب ثاقب صفحہ ۲۴۸۔۲۴۹ مجموعہ رسائل جلد ۲ صفحہ ۱۶۰

اب فتوی منسوخ ہوگا تو یہ جعلی فتوی ہوگا کیونکہ یہ فتاوی رشیدیہ کے وقوع کذب پر کفر کے فتوے سے سات سال پہلے کا ہے۔ اور اگر آپ چھپنے کی بات کریں تو بھی جناب آپ کا جعلی فتوی ہی منسوخ ہوگا کیونکہ آپ کے مطابق جعلی فتوی ۱۳۰۸ھ میں چھپا اور فتاوی رشیدیہ کا وقوع کذب کے قائل پر کفر کا فتوی پہلی مرتبہ فیوض رشیدیہ میں صفحہ ۲۶ پر میرٹھ سے ۱۳۱۰ھ میں چھپا اس لئے بھی آپکا ہی جعلی فتوی منسوخ ہوا اور آپکے ہی اصول سے مولانا گنگوہیؒ مسلم ثابت ہوئے۔

اب جناب مصطفی رضا کا یہ کہنا کہ گنگوہی صاحب کی تکفیر تم نے خود نہ کی ان کے منہ سے کرائی یہ بالکل غلط ثابت ہوا اور اب اس کی تصحیح اس طرح سے ہم کر دیتے ہیں۔ مولانا گنگوہیؒ کو مسلم ہم نے خود بریلویوں کے اصول سے ثابت کیا۔ ایک اور جھوٹ ملاحظہ فرمائیں۔

اجمل شاہ صاحب اور بریلویوں کے مفتی اعظم کہتے ہیں کہ یہ فتوی ۱۳۰۸ھ کا ہے۔ جبکہ عبدالستار ہمدانی صاحب فتنہ امکان کذب کے باب میں ان سب بریلویوں کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

مولوی رشید احمد گنگوہی نے ۱۳۰۴ھ میں اپنے دستخط اور مہر ثبت کر کے ایک فتوی امکان کذب باری تعالی کا مرتب کیا اور اسے شائع کیا۔(امام احمد رضا ایک مظلوم مفکر صفحہ ۷۵ ۔ ۷۶)

چور چوری کرتا ہے تو کچھ ثبوت تو چھوڑ ہی دیتا ہے اب دونوں میں سے کون جھوٹ بول رہا ہے بریلوی خود فیصلہ کر کے ہمیں بتا دیں ۔اب آپ خود دیکھ لیں کے بریلوی حضرات بھی اب یہ تسلیم کرنے لگے ہیں کہ یہ فتوی جھوٹا ہے خط کی کوئی حقیقت نہیں۔ بریلویوں کے حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی صاحب احمد رضا کے وقوع کذب کے الزام کا اس طرح انکار کرتے نظر آئے

تیسرا اعتراض۔اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ جسے چاہے بخش دے اگرچہ کافر ہی کیوں نہ ہو اور جسے چاہے عذاب دے اگرچہ نبی ہی کیوں نہ ہو لہذا مسئلہ امکان کذب ثابت ہو گیا۔

جواب۔ اس آیت کو نہ حضرات انبیاء سے کوئی تعلق ہے ،نہ کفار سے کوئی واسطہ، ورنہ یہ آیت تمہارے بھی خلاف ہے کیونکہ تم بھی کذب کا امکان مانتے ہو نہ کہ وقوع۔

(تفسیر نعیمی جلد ۴ صفحہ ۱۶۹ آیت ۱۲۹)

وقوع کذب کا الزام مفتی احمد یار خان صاحب نے ہٹا دیا اور امکان کذب کا الزام اب دیگر بریلوی حضرات ہٹا رہے ہیں. بریلویوں کے علامہ ارشد القادری صاحب نے علمائے دیوبند کے ساتھ اختلاف کی تین مضبوط بنیادیں لکھی اور پہلی بنیاد میں علمائے دیوبند کی تین عبارتیں لکھیں:

۱۔حضرت اشرف علی تھانویؒ صاحب کی حفظ الایمان کی

۲۔مولانا خلیل احمد انبیٹھویؒ اور مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کی براہین قاطعہ کی (دھوکہ بازی یہ کہ مولانا گنگوہیؒ کو بھی اسی میں شریک کر دیا)

۳۔ مولانا قاسم نانوتویؒ کی تحذیر الناس کی

مولانا گنگوہیؒ کا جعلی خط بھی غائب ہو گیا اور امکان کذب بھی۔محمد منشا تابش قصوری صاحب بھی کچھ ایسی ہی لب کشائی کرتے نظر آئے۔

مولانا محمد قاسم نانوتویؒ پر اعتراض کیا تحذیر الناس پر اور مولانا گنگوہیؒ پر الزام لگایا براہین قاطعہ

کا شیطان اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم کے تعلق سے اور مولانا تھانویؒ پر الزام لگایا حفظ الایمان کا۔

(دعوت وفکر صفحہ ۲۶)

صاف ظاہر ہے کہ خط کا الزام بھی یہ جھوٹا مانتے ہیں اور امکان کذب کا بھی سی لئے تو صرف تین ہی الزام رہنے دئے۔منشا تابش قصوری صاحب کی عجیب بات یہ کہ براہین قاطعہ مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری کی ہے جس کو مولانا گنگوہیؒ کی بتا کر مولانا سہارنپوریؒ سے فتوی منسوخ کر دیا۔اور دوسری صورت میں اگر آپ کو اس سے اختلاف نہیں تو خود اپنے گھر کے فتوے سے کافر ہوئے۔ایک اور ثبوت پیش خدمت ہے۔معرفت کا مصنف لکھتا ہے:

"بریلوی دیوبندی (اہل سنت وجماعت) کی صلح کلیت (اتحاد واتفاق) کے درمیان اصل اختلاف کا باعث تین دیوبندی علماء کی کتابوں میں سے چند سطری تین کفریہ عبارتیں ہیں"۔

(معرفت صفحہ ۸)

اہل سنت وجماعت (بریلوی ودیوبندی) پہلے ایک جماعت تھے اختلافات تین عبارتوں پر کفر کے فتوے لگنے سے پیدا ہوئے اور ابھی تک یہی تین عبارتیں مسلمانوں کی صلح کلیت (اتحاد واتفاق) کے درمیان حائل ہے۔(معرفت صفحہ ۱۰۸)

اور آگے بھی اپنے امام کو جھوٹا ثابت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اور فیصلہ مفتیان عظام نے کرنا ہے اور مفتیان عظام ۱۱۰ سال سے کہ رہے ہیں کہ یہ تین عبارتوں پر کفر کا فتوی ہے۔ (معرفت صفحہ ۱۰۳)

۱۱۰ سال سے بریلوی علماء چلا رہے ہیں کہ وقوع کذب اور امکان کذب کا الزام احمد رضا نے جھوٹا لگایا ہے۔جب مولانا گنگوہیؒ پر دھوکہ بازی کر کے بھی ناکام رہے تو پھر الزام مولانا مرتضی حسن چاند پوریؒ پر لگا دیا مگر پھر بھی ذلت ہاتھ آئی۔

اجمل شاہ صاحب لکھتے ہیں:

مرتضی حسن دربھنگی نے اپنے رسالہ اسکات المعتدی میں تصریح کر دی۔تاویل سے اس شخص کا

مذہب جو جواز الخلف فی الوعید کا قائل ہے نہیں بدل سکتا فتوی اس کے باب میں مقصود ہے کہ وہ وقوع کذب کا قائل ہوا یا نہیں۔ علی ہذا القیاس صاحب مسائرہ نے جو اکابر اشاعرہ کا مسئلہ نقل کیا ہے وہ لوگ بھی وقوع کذب کے قائل ہوئے یا نہیں ان کی نسبت کیا حکم ہے۔

(روشہاب ثاقب صفحہ ۲۵۸)

پورا یہی مضمون مجموعہ رسائل جلد ۲ صفحہ ۱۶۴ پر بھی موجود ہے۔ عبارت اکابر کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ صفحہ ۲۱۲ میں بھی یہی مضمون موجود ہے۔ یہ تین حوالہ میں نے اس لئے دئے کہ آپ کو معلوم ہوجائے کہ بریلوی حضرات کس طرح اپنے مولویوں کی اندھی تقلید کررہے ہیں۔

اب جواب ملاحظہ فرمائے اور بریلویوں کی دھوکہ بازی بھی دیکھ لیں۔ مولانا چاندپوریؒ نے ایک رسالہ لکھا اسکات المعتدی جس میں احمد رضا سے ۱۴۲ سوالات کئے جن کا جواب نہ تو احمد رضا صاحب دے سکے نہ ہی آج تک کسی بریلوی نے دیا ہے۔ اور بریلوی حضرات نے جو اعتراض کیا ہے وہ بھی سوال ہی ہے جس کو بریلوی حضرات عبارت بنا کر علماء دیوبند کا عقیدہ بتا رہے ہیں اور دھوکہ بازی یہ کی کہ دو سوالوں کو ملا کر ایک عبارت بنا ڈالی۔

اصل سوال یہ ہے:

سوال نمبر ۵۳۔ محقق دوانی کا ایسا جواب دینا کہ جس کی وجہ سے جواز خلف فی الوعید لازم نہ آئے۔ یہ جواب صحیح ہو یا نہ ہو۔ یو امر آخر ہے لیکن ان کی تاویل نے اس شخص کا مذہب جو جواز الخلف فی الوعید کا قائل ہے نہیں بدل سکتا فتوی اس کے باب میں مقصود ہے کہ وہ وقوع کذب کا قائل ہوکر کافر ہوا یا نہیں

سوال نمبر ۵۴۔ علی ہذا القیاس صاحب مسائرہ نے جو تحریر اکابر اشاعرہ کا مسئلہ حسن وقبح عقلی میں نقل کیا ہے وہ لوگ بھی وقوع کذب کے قائل ہوئے یا نہیں ان کی نسبت کیا حکم ہے۔ آپ نے جو اس کلام کی تاویل المعتمد المستند کے اندر کی ہے آپ کی شان مجددیت علم وفضل سے نہایت مستبعد ہے مسائرہ کی عبارت بغور ملاحظہ ہو تب اس تاویل کا حال بخوبی معلوم ہوجائے گا

اسلئے لہ کذب متفق علیہ ہوا اور فرق فقط۔

دلیل کا ہو تو اس تقدید پر جو معتزلہ نے کلام نفسی پر شبہ وارد کیا ہے اس کا جواب کیا ہوگا غور سے جواب دیا جائے اگر عبارت مسائرہ سے ان اکابر اشاعرہ کا مطلب فعلیہ کذب ثابت ہو تب یہ اکابر اشاعرہ کافر فاسق کیا ہوئے۔

سب سے پہلے آپ حضرات یہ دیکھیں کہ بنا اصل کتاب کے دیکھے بنا سیاق و سباق کے صرف ایک دوسرے کی اندھی تقلید میں مسلمانوں کو کافر بنایا جا رہا ایسی دجالیت کا ثبوت آپ کئی بار دیکھیں گے انشاءاللہ. اب آپ حضرات خود بغور ملاحظہ فرمالیں کے بریلوی حضرات نے کیا تھا کیا بنا دیا اور کیسا تھا کیسا بنا دیا. سوال کو عبارت بتا کر عقیدہ بنا دیا اور کاٹ چھانٹ کر کے پیش کیا اور دو سوالوں کو ملا کر ایک عبارت گھڑی.

اعتراض۔۔[۲] اللہ تعالیٰ جہت اور مکان سے پاک نہیں :نعوذ باللہ:

یہ عنوان قائم کر کے ترجمان رضا خانیت لکھتا ہے:

”دیوبندی مذہب کے امام اسماعیل دہلوی لکھتے ہیں کہ تنزیہ او تعالیٰ از زمان و مکان و جہت و اثبات رویت رو بلا جہت و محاذات...... ہمہ از قبیل بدعات حقیقہ است۔یعنی اللہ تعالیٰ کو زمان و مکان و جہت سے پاک ماننا حقیقی بدعت ہے“۔ایضاح الحق الصریح فارسی،ص ۳۵ طبع دہلی“۔

(دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف:ص ۵۰،۵۱)

یہی اعتراض دیوبندی مذہب صفحہ ۱۶۰/انوار شریعت صفحہ ۳۱۸ ج ۲/باطل اپنے آئینہ میں صفحہ ۲۴/الکوکبۃ الشہابیہ ص ۱۲ پر بھی کیا گیا۔

جواب: اس کا پہلا جواب تو یہ ہے کہ ایضاح الحق الصریح کی حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی طرف نسبت میں کلام ہے۔حضرت مولانا کرامت علی جونپوری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

”خلاصہ ضروری ان قولوں کا یہ ہے کہ ایضاح الحق مولانا محمد اسمٰعیل شہید محدث دہلوی ابن مولانا شاہ عبدالغنی مرحوم کی تصنیف نہیں ہے“۔(قول الثابت مندرجہ ذخیرہ کرامات: ج ۲ ص ۵۴)

اور یہ بریلوی اصول ہے کہ اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال جب احتمال آجائے تو استدلال باطل ہوجاتا ہے۔

ثانیاً: یہاں بھی رضا خانیوں نے شرمناک دجل وفریب کا مظاہرہ کیا ہے۔ دراصل ہمارے ہاں ''بدعت'' کا اطلاق اس امر پر بولا جاتا ہے جو شرعاً قبیح اور بے اصل ہو۔ اور اسی بات کا دھوکا ان رضا خانیوں نے دیا ہے کہ دیکھو اللہ کو جہت وزمان سے پاک ماننے کو یہ قبیح اور غیر شرعی مان رہے ہیں جو کفر ہے۔ حالانکہ بات دراصل یہ ہے کہ شاہ اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں ''بدعت حقیقیہ'' ایک مخصوص اصطلاح ہے اور ولا مشاحۃ فی الاصطلاح۔ شاہ صاحب کی اصطلاح میں بدعت حقیقیہ کا معنی یہ ہے کہ صدر اول اور خیر القرون کے بعد جو مسائل بھی دلائل شرعیہ کی روشنی میں نکالے گئے گو بجائے خود وہ مسائل دینی امور بلکہ واجبات دین ہی کا درجہ کیوں نہ رکھتے ہوں، لیکن نصوص کی صراحت اور خیر القرون میں اس کی تفصیل ووضاحت موجود نہ تھی مگر اب اسے دین کا ایک جز بنا کر اسی میں مشغولیت کو قرب خداوندی کا ذریعہ سمجھ لے۔ اس لیے وہ اپنی جگہ بدعت بمعنی نو ایجاد چیز کے حقیقی اطلاق کے تحت آجاتی ہیں۔ بنا بریں وہ بدعت حقیقیہ ہیں۔ تو شاہ اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کا مقصود یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جہت وزمان سے پاک ماننا تو واجب ہے مگر اللہ کے بارے میں مسائل کلامیہ کے تحت اس تفصیل سے گفتگو کرنا چونکہ صدر اول میں نہ تھا اس لیے اب ان امور پر بحث ومباحثہ بدعت حقیقیہ ہیں نہ یہ کہ معاذ اللہ اللہ جو جہت وزمان سے پاک نہ ماننا بدعت حقیقیہ ہے۔ یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ فلسفہ یونان کے عربی میں منتقل ہونے اور علم کلام کے وجود میں آنے سے پہلے رویت باری تعالیٰ کا مسئلہ موجود تو تھا لیکن جہت ومکان کی نفی کے ساتھ نہ تھا۔ اس قسم کے مسائل ذات وصفات سے متعلق علم کلام کے وجود میں آنے اور فلسفہ یونان سے علوم شرعیہ کے اختلاط کے بعد وجود میں آئے جو اپنی جگہ حق واجب التسلیم اور شعار اہل سنت کے باوجود بھی بہت سے ائمہ اور اکابر علماء اہل سنت کے نزدیک بدعت حقیقی کے معنی کے تحت آتے ہیں۔ جیسا کہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کی شرح فقہ اکبر میں اس کی تفصیل

موجود ہے۔ چنانچہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر کئی اکابر امت ''علم کلام'' کو بدعت ہی کہتے۔ اور کلامی مسائل کو بدعتی مسائل سے تعبیر کرتے۔ یہاں صرف ایک دو حوالے نقل کرتا ہوں تفصیل کے لیے شرح فقہ الاکبر کا مقدمہ دیکھو:

و قال الامام الشافعی حکمی فی اهل الکلام ان یضربوا بالجرید والنعال و یطاف بهم فی العشائر والقبائل و یقال هذا جزاء من ترك الکتاب والسنة واقبل علی کلام اهل البدعة. (شرح فقہ الاکبر: ص۲۹)

[ترجمہ] اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا میرا فیصلہ اہل کلام کے بارے میں یہ ہے کہ ان کو جوتوں اور شاخوں سے مارا جائے اور قبیلہ قبیلہ ان کا گشت کرایا جائے اور پکار کر اعلان کیا جائے کہ یہی سزا ہے اس شخص کی جس نے کتاب وسنت سے بے تعلقی برتی اور اہل بدعت کے کلام کی طرف راغب ہوا۔

عن ابی یوسف انه قال کنا جلوسا عند ابی حنیفة اذ دخل علیه جماعة فی ایدیهم رجلان فقال ان احد هذین یقول القرآن مخلوق و هذا ینازعه و یقول هو غیر مخلوق قال لا تصلوا خلفهما قلت اما الاول فنعم انه لا یقول لقدم القرآن واما الآخر فما باله لا یصلی خلفه قال انهما ینازعان فی الدین والمنازعة فی الدین بدعة کذا فی مفتاح السعادة. (شرح فقہ الاکبر: ص۳۲)

[ترجمہ] امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ ہم لوگ امام ابوحنیفہ کی خدمت میں تھے کہ اچانک ایک گروہ دو آدمیوں کو اپنے ہاتھوں میں پکڑے ہوئے آیا اور کہا کہ ان دونوں میں سے ایک قرآن کو مخلوق بتاتا ہے اور دوسرا اس سے جھگڑتا ہے اور قرآن کو غیر مخلوق بتاتا ہے امام ابوحنیفہ نے فرمایا ان دونوں کے پیچھے نماز نہ پڑھو۔ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اس پر میں نے سوال کیا کہ پہلے شخص کے بارے میں تو یہ حکم درست ہے اس لیے کہ وہ قرآن کو قدیم نہیں مانتا لیکن دوسرے نے کیا کیا کہ اس کے پیچھے نماز نہ پڑھی جائے؟ تو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ دونوں دین میں جھگڑا کررہے ہیں اور دین میں جھگڑا کرنا بدعت ہے۔ اس لیے قرآن کو غیر مخلوق کہنے والا دوسرا شخص بھی

بدعتی ہے اور بدعتی کے پیچھے نماز درست نہیں۔

اب رضاخانیوں سے درخواست ہے کہ آنکھ کھول کر ان حوالوں کو پڑھیں۔ فقہائے متاخرین کے نزدیک قرآن کو غیر مخلوق ماننا واجبات دین اور شعار اہل سنت میں سے ہے جو نہ مانے وہ گمراہ اور بد دین ہے مگر ایک وقت تھا کہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اس کو بدعت اور ان مسائل میں بحث و مباحثہ کرنے والوں کو بدعتی کہتے تھے۔ تو ایضاح الحق کا یہ قول بھی اپنی جگہ بالکل درست ہے کہ اللہ کی ذات وصفات میں اس تفصیل کے ساتھ گفتگو کرنا بدعت حقیقیہ ہے ان کی اپنی اصطلاح کے مطابق ہے نہ یہ کہ یہ ان کا معاذ اللہ اپنا عقیدہ ہے جس طرح کہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے قول سے یہ مطلب لینا کہ وہ معاذ اللہ قرآن کے مخلوق ہونے کے قائل تھے غلط ہے۔ مگر عند الضرورت ان مسائل پر بحث ومباحثہ کرنا بھی درست ہے جیسے حنفیوں نے قرآن کے غیر مخلوق ہونے پر معتزلہ کے ساتھ بحث ومباحثہ کیا۔

ایضاح الحق کی مکمل عبارت ملاحظہ ہو:

"معلوم ہونا چاہیے کہ وحدت وجود وحدت شہود کا مسئلہ اور تنزلات خمسہ کی بحث اور صادر اول کا ذکر اور تجدید مثال اور مکون وبروز کا بیان اسی طرح تصوف کے دوسرے مباحث اور اسی طرح واجب الوجود (یعنی حق تعالیٰ) کو زمان ومکان اور جہت وماہیت اور ترکیب عقلی سے پاک ومنزہ سمجھنا، اور اس کی صفات کو اس کا عین سمجھنا یا عین ذات پر زائد سمجھنا، اور متشابہات کی تاویل کرنا، اور اللہ تعالیٰ کا دیدار بلا جہت، صورت نفوس، اور عقول کو باطل ٹھہرانا یا اس کے برعکس ان کو ثابت کرنا اور اس مسئلہ تقدیر پر گفتگو کرنا، اور عالم کے صادر ہونے کے وجوب کا قائل ہونا اور عالم کے قدیم ہونے کو ثابت کرنا، اور اسی طرح کے علم کلام والٰہیات اور فلسفہ کی دیگر بحثیں یہ سب بدعات حقیقیہ کی قسم سے ہیں (الی ان قال) اس لیے کہ ان مسائل کی حقیقت معلوم کرنے کی کوشش کرنا اور ان کی تنقیح (چھان پھٹک) کرنا اور ان مسائل ومباحث پر گفتگو کرنے والے کا شمار علمائے دین اور حکمائے ربانیین میں کرنا اور ان امور کی وجہ سے ان کی تعریف اس طرح کرنا جیسے دینی کمالات کی کرتے ہیں، نہ صرف عوام میں رائج ہے بلکہ خواص بھی اسی قسم کی گفتگو کرتے ہیں"۔

(ایضاح الصریح مترجم:ص۷۷،۷۸)

بدعت حقیقیہ کی ایک اور مثال نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''کیونکہ وہ اسی کو ہی اصل کمال شرعی سمجھتے ہیں یا شریعت کا تکملہ گردانتے ہیں''۔

(ایضاح الصریح مترجم:ص۷۹)

خط کشیدہ عبارت اور بعد کی ایک عبارت اس بات کا بین ثبوت ہے کہ ایضاح الحق میں ان کلامی مسائل میں تفصیلی گفتگو کرنے اور انہی کو مقصود شریعت سمجھ لینا کہ لوگ اسی وجہ سے اس کی تعریف کریں اور اسے عالم جانیں اس کو بدعت کہہ رہے ہیں کہ صدر اول میں ان مسائل پر اس تفصیل کے ساتھ بحث و مباحثہ نہیں کیا جاتا تھا نہ یہ کہ ان اللہ تعالیٰ کو جہت و مکان سے پاک نہ ماننے کو بطور عقیدہ لینے کو وہ معاذ اللہ بدعت کہہ رہے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں بات کیا تھی اور اسے اعلیٰ حضرت سے لے کر ادنیٰ حضرت تک نے کس قدر گمراہ کن عنوان دیا۔

اعتراض۔۔[۳] اللہ تعالیٰ مکار ہے:نعوذ باللہ:

یہ عنوان قائم کر کے رضا خانی لکھتا ہے:

''سو اللہ کے مکر سے ڈرا چاہیے''۔تقویۃ الایمان:ص۴۶ طبع دہلی۔

(دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف:ص۵۱)

جواب: اس اعتراض کا تفصیلی جواب آگے ان شاء اللہ تراجم پر اعتراضات کے باب میں آرہا ہے۔

اعتراض۔۔[۴] اللہ تعالیٰ کو ہمیشہ علم غیب نہیں بوقت ضرورت دریافت کرتا ہے:نعوذ باللہ:

یہ عنوان قائم کر کے رضا خانی لکھتا ہے:

''مولوی اسماعیل دہلوی لکھتے ہیں کہ سو اس طرح غیب کا دریافت کرنا کہ اپنے اختیار میں ہو کہ جب چاہے کر لیجیے یہ اللہ صاحب ہی کی شان ہے''۔تقویۃ الایمان:ص۲۰۔

(دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف:ص ۵۱)

یہ اعتراض سرقہ کیا گیا ہے: ’’دیوبندی مذہب‘‘ ’’دیوبند سے بریلی‘‘ کے صفحہ ۱۲ ’’باطل اپنے آئینہ میں‘‘ کے صفحہ ۴۰، ’’فیصلہ کیجیے‘‘ صفحہ ۶۱۔

جواب: اول حضرت شاہ اسمٰعیل شہید محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی مکمل عبارت ملاحظہ ہو:

’’قال اللہ تعالیٰ عندہ مفاتح الغیب لا یعلمہا الا ھو فرمایا اللہ تعالیٰ نے سورہ انعام میں اسی کے پاس کنجیاں غیب کی ہیں نہیں جانتا ان کو مگر وہی‘‘۔

ف: یعنی جس طرح اللہ تعالیٰ نے بندوں کے واسطے ظاہر کی ہر چیزیں دریافت کرنے کو کچھ راہیں بتا دی ہیں جیسے آنکھ دیکھنے کان سننے کو ناک سونگھنے کو زبان چکھنے کو ہاتھ ٹٹولنے کو عقل سمجھنے کو اور وہ راہیں ان کے اختیار میں دی ہیں کہ اپنی خواہش کے موافق ان سے کام لیتے ہیں جیسے جب کچھ دیکھنے کو جی چاہتا تو آنکھ کھول دی نہ چاہا تو آنکھ بند کر لی جس چیز کا مزہ دریافت کرنے کا ارادہ ہو منہ میں ڈال لیا نہ ارادہ ہو نہ ڈالا سو گویا ان چیزوں کے دریافت کو کنجیاں ان کو دی ہیں جیسے جس کے ہاتھ میں کنجی ہوتی ہے قفل اسی کے اختیار میں ہوتا ہے جب چاہے تو کھولے جب چاہے تو نہ کھولے اسی طرح ظاہر کی چیزوں کو دریافت کرنا لوگوں کے اختیار میں ہے جب چاہیں کریں جب چاہے نہ کریں سو اسی طرح غیب کا دریافت کرنا لوگوں کو اختیار میں ہے کہ جب چاہیں کر لیجیے اللہ ہی کی شان ہے‘‘۔

(تقویۃ الایمان:ص ۳۰ طبع کراچی)

حضرت شاہ صاحب کی مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علم غیب کا اطلاق دو معنی میں آتا ہے ایک علم غیب اجمالی بسیط فعلی ہے جو صفت کمالیہ ہے اور تمام اشیاء کے انکشاف تامہ کا منشاء ہے اور تمام معلومات الٰہی کی طرف نسبت برابر ہوتی ہے۔ اور حضور معلوم پر موقوف نہیں نہ بنفسہ نہ بصورتہ اسی لیے اس کو علم غیب کہتے ہیں۔ یہ علم غیب اللہ تعالیٰ ہی کے ساتھ خاص ہے اللہ تعالیٰ کا حقیقی علم غیب اور صفت ذاتی یہی ہے۔ دوسرے علم غیب تفصیلی انفعالی جو صفت کمالیہ نہیں اور حضور معلوم پر موقوف ہے یہ عند اللہ صور علمیہ کا حضور ہے یعنی تمام معلومات الٰہیہ صورت علمیہ کے ساتھ عند اللہ حاضر ہیں یہ علم اجمالی کے تابع اور بعد ہے۔ یہ من وجہ علم غیب اور من وجہ علم شہادت ہے یعنی

یہ عند اللہ تو علم الشہادۃ ہی ہے لیکن تمام مخلوق کے اعتبار سے علم ماغاب عن العباد یہ علم غیب کہلاتا ہے ورنہ کیا خدا سے بھی کوئی چیز غائب ہے۔؟۔ یہ غیب یعنی صور علمیہ مجعول اور حادث ہیں اللہ تعالیٰ کے ارادہ کے تحت میں داخل ہیں اور تعلق علم بھی حادث ہے پس غیب کا دریافت کرنا یعنی ان صور علمیہ کو دریافت کرنا یعنی ظہور میں لے آنا اور علم غیب اجمالی کا صور علمیہ کے ساتھ تعلق اپنے اختیار میں ہو جب چاہے کر لیجیے اللہ تعالیٰ ہی کی شان ہے۔ عندہ مفاتیح الغیب لا یعلمھا الا ھو اسی طرف اشارہ ہے یعنی علم غیب اجمالی بسیط جو صفت کمالیہ ہے بمنزلہ مفتاح کے ہے اور صور علمیہ تفصیلی کے لیے جو تمام مخلوق سے غائب ہے ان صور علمیہ پر اطلاع جس قدر اللہ چاہے اپنے اختیار سے دیتا ہے ورنہ کسی کو یہ قدرت نہیں ہے کہ جب چاہے خود ہی غیب کی بات معلوم کر لے اور ان صور علمیہ پر اطلاع پالے کیونکہ یہ وہی کر سکتا ہے جس کے پاس ان غیوب اور صور علمیہ کی کنجیاں ہوں یعنی مبداء انکشاف ہو۔ قارئین کرام اسی سے آپ شاہ صاحب کے تبحر علمی اور ان کے مخالفین کی جہالتوں کا اندازہ لگالیں۔

جاہل معترض اگر اس آیت کی تفسیر تفسیر مدارک اور جلالین میں دیکھ لیتے تو معلوم ہو جاتا کہ جو معنیٰ و مطلب علامہ شہید نے بیان کیا بعینہ اسی طرح مدارک وجلالین میں بھی موجود ہے کہ یہ علی وجہ الاستعارۃ ہے کہ صرف اللہ جل شانہ ہی صاحب مفتاح کی طرح متوصل الی الغیوب ہے اور غیر اللہ کو یہ قدرت نہیں کہ جب چاہے دریافت کر لے:

المفتاح جمع مفتح وھو المفتاح اوھی خزائن العذاب والرزق او ما غاب عن العباد من الثواب والعقاب، والآجال والاحوال جعل للغیب مفاتح علی طریق الاستعارۃ لان المفتاح یتوصل بھا الی ما فی المخازن المستوثق منھا بالاغلاق والاقفال و من علم مفاتحھا و کیفیۃ فتحھا توصل الیھا فارادانہ ھو المتوصل الی المغیبات وحدہ لا یتوصل الیھا غیرہ کمن عندہ مفتاح اقفال المخازن و یعلم فتحھا فھو المتوصل الی ما فی المخازن۔

(تفسیر مدارک: ج۱ص۵۰۰ قدیمی کتب خانہ کراچی)

[ترجمہ] المفاتح جمع مفتح کی ہے اور وہ مفتاح کو کہتے ہیں دوسرا قول یہ بھی ہے کہ مفاتح سے مراد خزائن عذاب اور رزق ہیں تیسرا قول لوگوں کی نگاہ سے جو چیز غائب ہے مثلاً ثواب، عقاب، آجال، احوال ان کے خزائن مراد ہیں۔ اور ان پوشیدہ چیزوں کو مفاتح بطور استعارہ کہا گیا ہے کیونکہ کھولنے والا چابیوں ہی کے ذریعہ ہی بند خزانوں کے اندر مخفی اشیاء تک پہنچ سکتا ہے پس جس کو چابیوں کا علم ہو گیا اور ان کے کھولنے کی کیفیت بھی معلوم ہو گئی وہ ان تک پہنچ جائے گا پس مراد یہ ہے کہ وہ خود ہی ان مغیبات کا علم رکھنے والا ہے اور کوئی دوسرا اس تک رسائی نہیں پا سکتا اس شخص کی طرح جس کے پاس خزائن کی چابیاں ہوں اور وہ ان کا کھولنا بھی جانتا ہو اور وہ ان مخازن میں جو کچھ ہے وہ ان تک پہنچنے والا ہے۔

جلالین میں ہے:

"وعندہ تعالی مفاتح الغیب خزائنہ او الطرق الموصلة الی عملہ"۔

[ترجمہ] اللہ ہی کے پاس ہیں غیب کی کنجیاں غیب کے خزانے یا اس تک رسائی کے طریقے۔

اعتراض۔۔[۵] برے وقت میں پہنچنا اللہ کی شان ہے: نعوذ باللہ:

یہ عنوان قائم کر کے رضا خانی معترض لکھتا ہے:

"مولوی اسمٰعیل دہلوی لکھتے ہیں کہ برے وقت میں پہنچنا اللہ کی شان ہے"۔ تقویۃ الایمان: ص۸۔ (دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف: ص۱۵۔ دیوبندی مذہب: ص)

جواب: تقویۃ الایمان کی پوری عبارت ملاحظہ ہو:

"عالم میں ارادہ سے تصرف کرنا اور اپنا حکم جاری کرنا اور اپنی خواہش سے مارنا اور جلانا روزی کی کشائش اور تنگی کرنی اور تندرست و بیمار کر دینا فتح و شکست دینی اقبال و ادبار دینا مرادیں پوری کرنی حاجتیں برلانی بلائیں ٹالنی مشکل میں دستگیری کرنی برے وقت میں پہنچنا یہ سب اللہ ہی کی شان ہے"۔ (تقویۃ الایمان: ص۱۶)

اب یہاں عبارت میں برے وقت میں پہنچنا سے مراد اللہ تعالیٰ کا خود چل کر آ جانا مراد نہیں

(معاذ اللہ) بلکہ اس کی مدد ونصرت کا پہنچنا مراد ہے۔قرآن پاک میں ہے:

وَجَآءَ رَبُّكَ وَالْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا۔ (سورہ فجر: آیت ۲۲)

اس آیت میں رب تعالیٰ کی طرف مجیئت ''آنے'' کی نسبت ہے اب بتائیں کیا رب کہیں آتا جاتا ہے؟ معاذ اللہ اگر یہاں آنے کی تاویل ہوسکتی ہے تو شاہ صاحب کی عبارت میں بھی کردیں۔

هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا اَنْ يَّاْتِيَهُمُ اللّٰهُ فِيْ ظُلَلٍ مِّنَ الْغَمَامِ۔ (البقرۃ: آیت ۲۱۰)

اس آیت میں بھی اتیان آنے کی نسبت اللہ کی طرف ہے مگر اتیان سے مراد اللہ کا عذاب ہے۔

فتربصوا حتی یاتی اللہ بامرہ۔ (سورۃ التوبۃ: آیت ۲۴)

تو راستہ دیکھو یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم لائے (کنز الایمان)

فاینما تولوا فثم وجہ اللہ۔ (البقرۃ: آیت ۱۱۵)

تم جدھر منہ کرو ادھر وجہ اللہ ہے۔ (کنز الایمان)

اب جواب دیں کیا معاذ اللہ اللہ کا چہرہ ہے؟ احمد رضا خان صاحب بریکٹ میں وجہ اللہ کی تاویل اللہ کی رحمت سے کرتا ہے تو اگر اس آیت میں بریکٹ لگا کر تاویل ہوسکتی ہے تو شہید رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت میں بریکٹ لگا کر مدد ونصرت کی تاویل کیوں نہیں ہوسکتی؟ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

''پس مرد با ایمان را کہ معتقد تاثیر واحد است از ہیچ چیز غیر از خدا نباید ترسید کہ سر کلادہ عالم عالم اسباب و مسببات بدست اوست بلکہ در حقیقت روائے تاثیر او تاثیر نیست افعال او تعالیٰ است کہ در پے یک دیگر شہد میر وند ارباب وہم وخیال مے پندارند کہ فلاں موجب فلاں فعل شد''۔

(تفسیر عزیزی: ج ۱ ص ۴۸۰)

[ترجمہ] یعنی مرد مومن کو کہ ذات وحدہ لاشریک کو موثر حقیقی سمجھتا ہے کسی چیز سے سوائے خدا کے ڈرنا نہ چاہیے کہ کل اختیار عالم اسباب ومسببات کا اسی کے ہاتھ میں ہے بلکہ حقیقت میں سوائے تاثیر اس کے کوئی تاثیر نہیں جتنے کام اور فعل جہاں میں ہوتے ہیں اسی کے ہیں۔

حضرت شاہ صاحب فرما رہے ہیں کہ کل اختیار اللہ کے ہاتھ میں ہے۔اب جواب دیں کیا اللہ ہاتھ والا ہے معاذ اللہ؟ اگر یہاں دست سے مراد ''دست قدرت'' ہے تو شاہ اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اپنے چچا کے اس عقیدے کو ایک دوسرے انداز میں بیان فرمادیا کہ تمام اسباب و مسببات پر کامل اختیار اللہ ہی کا ہے اس لیے مشکل وقت میں مدد کو پہنچنا اسی کی شان ہے۔

ایک روایت میں آتا ہے:

ان اللہ عزوجل ینزل کل لیلۃ النصف من شعبان فیغفر من الذنوب اکثر من شعر غنم کلب.

(سنن ترمذی: ۷۳۹۔ ابن ماجہ: ۱۳۸۹۔ مسند امام احمد: ج۶ ص ۲۳۸۔ مسند عبد بن حمید: رقم ۱۵۰۷)

اللہ تعالیٰ پندرہ شعبان کی رات کو آسمان دنیا کی طرف نزول فرماتے ہیں اور کلب قبیلہ کی بکریوں کے بالوں سے زیادہ انسانوں کی مغفرت فرماتے ہیں۔

ہوسکتا ہے کہ معترض کہے کہ یہ روایت ضعیف ہے تو لیجیے ایک اور روایت حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

''تمہارا رب تبارک وتعالیٰ رات کے تیسرے پہر آسمان دنیا پر نزول فرماتا ہے اور یہ کہتا ہے کہ کون ہے جو مجھے پکارے کہ سنو کون ہے جو مجھ سے مانگے تو میں اسے عطا کروں کون ہے جو مجھ سے بخشش طلب کرے تو میں اسے بخش دوں''۔ (متفق علیہ صحیح بخاری: ''کتاب التوحید'' رقم الحدیث ۶۹۴۰۔ صحیح مسلم: ''صلوٰۃ المسافرین'' رقم الحدیث ۱۲۶۲)

اللہ تبارک وتعالیٰ کی ذات تو عروج ونزول سے پاک ہے تو اگر یہاں نزول سے مراد اللہ کی رحمت کا متوجہ ہونا یا اس کی رحمتوں، برکتوں، تجلیات کے نزول کی تاویل ہوسکتی ہے تو شاہ صاحب کی عبارت میں مدد ونصرت خداوندی کے پہنچنے کی تاویل ممکن کیوں نہیں؟ اگر یوم یکشف عن ساق میں ساق (پنڈلی) میں تاویل ہوسکتی ہے وہاں استعارہ مراد لیا جاسکتا ہے تو یہاں کیوں نہیں؟ کہ جس طرح گھر میں آدمی ماں باپ رشتہ دار بہن بھائی کے ساتھ ہوتا ہے اور

اسے کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو وہ حضرات فوراً وہاں مدد کے لیے موجود ہوتے ہیں اور مدد کے لیے پہنچ جاتے ہیں تو انسان کی اسی حالت کو سامنے رکھ کر شاہ صاحب نے بطور استعارہ ذکر کیا کہ ہر گھڑی ہر آن ہر جگہ بلا اسباب مدد و نصرت کے پہنچ جانا یہ صرف اللہ رب العزت ہی کی شان ہے کہ وہ ہر ایک کی پکار و فریاد کو سنتا ہے پھر اس کی تکلیف کو دور فرما کر اس کی نصرت کرتا ہے۔اب آخر میں ایک امتی کا قول بھی ملاحظہ فرمالیں:

ابن حجر وعلامہ عسقلانی رحمۃ اللہ علیہما دونوں مقام محمود کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

یُجْلِسُهُ مَعَهُ عَلَى عَرْشِهٖ۔ (عمدۃ القاری۔فتح الباری)

[ترجمہ] رب تعالیٰ محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے ساتھ اپنے عرش پر بٹھائے گا۔

آپ کو پہنچنے پر اعتراض ہے یہاں بیٹھنے پر آپ کیا کہیں گے؟ اگر یہاں اجلاس سے مراد قرب معیت ہے تو شاہ صاحب کی عبارت میں بھی کوئی مناسب تاویل کرلیں۔

الحمد للہ! اب تک کی بحث سے قارئین کرام کو اندازہ ہو گیا ہوگا کہ تقویۃ الایمان کا ہر مضمون قرآن وحدیث اور اسلاف امت کے اقوال سے موید ہے۔اب ذرا آخر میں مولوی کاشف اقبال صاحب ذرا اپنے گھر کی بھی خبر لیتے جایئے آپ کے اکابر میں سے مولانا یار محمد فریدی صاحب لکھتے ہیں:

خرام ناز میں آیا تو دیکھا اور پہچانا   محمد مصطفیٰ یعنی خدا مٹھن کی گلیوں میں
خدا کو ہم نے دیکھا سدا مٹھن کی گلیوں میں   خدا بے پردہ ہے جلوہ نما مٹھن کی گلیوں میں

(دیوان محمدی: ص ۱۹۱ ر بار ہفتم ۲۰۰۶ ر نوری کتب خانہ لاہور)

استغفر اللہ! کیا خدا کوٹ مٹھن کی گلیوں میں چلتا پھرتا ہے؟

اعتراض۔۔[۶] خدا کی قبر: نعوذ باللہ:

یہ عنوان قائم کرکے رضاخانی لکھتا ہے:

”مولوی اسمٰعیل دہلوی لکھتے ہیں کہ قبر کو بوسہ دیوے مورچھل جھلے اس پر شامیانہ کھڑا کر کے چوکھٹ

کو بوسہ دیوے ہاتھ باندھ کر التجا کرے مجاور بن کر بیٹھے وہاں کے گردو پیش کے جنگل کا ادب کرے اور اس قسم کی باتیں کرے تو اس پر شرک ثابت ہوتا ہے۔ تقویۃ الایمان صفحہ ۱۲۔ قارئین کرام! اس فعل کو شرک کہتے ہیں جو کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہو اور وہ کسی دوسرے کے لیے کیا جائے قبر کو بوسہ دینا مورچھل جھلنا تب شرک ثابت ہوسکتا ہے جب خدا تعالیٰ کی قبر پر مورچھل جھلا جاتا ہو تو اس عبارت سے خدا کی قبر کا اثبات ہوتا ہے۔ نعوذ باللہ یہ ہے دیوبندی توحید۔ (دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف: ص ۵۱، ۵۲۔ دیوبندی مذہب: ۷۷، ۸۷۔ باطل اپنے آئینہ میں: ص ۴۱)

جواب: اولاً شاہ صاحب شہید رحمۃ اللہ علیہ کی مکمل عبارت سیاق و سباق کے ساتھ ملاحظہ ہو:

’’تیسری بات یہ کہ بعضے کام تعظیم کے اللہ نے اپنے لیے خاص کیے ہیں کہ ان کو عبادت کہتے ہیں جیسے سجدہ و رکوع اور ہاتھ باندھ کر کھڑے ہونا اور اس کے نام پر مال خرچ کرنا اور اس کے نام کا روزہ رکھنا اور اس کے گھر کی طرف دور دور سے قصد کر کے سفر کرنا اور ایسی صورت بنا کر چلنا کہ ہر کوئی جان لیوے کہ یہ لوگ اسی گھر کی زیارت کو جاتے ہیں اور راستے میں اس مالک کا نام پکارنا اور نامعقول باتیں کرنے سے اور شکار سے بچنا اور اسی قید سے جا کر طواف کرنا اور اس گھر کی طرف سجدہ کرنا اور اسی کی طرف جانور لے جانے اور وہاں منتیں ماننی اور اس پر غلاف ڈالنا اور اس کی چوکھٹ کے آگے کھڑے ہو کر دعا مانگنی اور التجا کرنی اور دین و دنیا کی مرادیں مانگنی اور ایک پتھر کو بوسہ دینا اور اس کی دیوار سے اپنا منہ اور چھاتی ملنا اور اس کا غلاف پکڑ کر دعا کرنی اور اس کے گرد روشنی کرنی فرش بچھانا پانی پلانا وضو غسل کا لوگوں کے لیے سامان درست کرنا اور اس کے کنویں کے پانی کو تبرک سمجھ کر پینا بدن پر ڈالنا آپس میں بانٹنا، غائبوں کے واسطے لے جانا اور رخصت ہوتے وقت الٹے پاؤں چلنا اور اس کے گردو پیش کے جنگل کا ادب کرنا یعنی وہاں شکار نہ کرنا اور درخت نہ کاٹنا گھاس نہ اکھاڑنا مواشی نہ چگانا یہ سب کام اللہ نے اپنی عبادت کے لیے اپنے بندوں کو بتائے ہیں پھر جو کوئی کسی پیر و پیغمبر کو یا بھوت و پری کو یا کسی سچی قبر کو یا جھوٹی قبر کو یا کسی کے تھان کو یا کسی کے چلے کو یا کسی کے مکان کو یا کسی کے تبرک کو یا نشان کو یا تابوت کو سجدہ کرے یا رکوع کرے یا اس کے نام کا روزہ رکھے یا ہاتھ پاؤں باندھ کر کھڑا ہووے یا جانور چڑھاوے یا ایسے

مکان میں دور دور سے قصد کر کے جاوے یا وہاں روشنی کرے یا غلاف ڈالے چادر چڑھاوے ان کے نام کی چھڑی کھڑی کرے رخصت ہوتے وقت الٹے پاؤں چلے ان کی قبر کو بوسہ دیوے مور چھل جھلے اس پر شامیانہ کھڑا کرے چوکھٹ کو بوسہ دیوے ہاتھ باندھ کر التجا کرے مرادیں مانگے مجاور بن کر بیٹھ رہے وہاں کے گرد و پیش کے جنگل کا ادب کرے اور ایسی قسم کی باتیں کرے تو اس پر شرک ثابت ہوتا ہے اس کو شرک فی العبادت کہتے ہیں یعنی اللہ کی سی تعظیم کسی کی کرنی"۔

(تقویۃ الایمان: ص ۱۸،۱۷)

قارئین کرام! رضا خانی مولویوں کی بے عقلی و جہالت پر صد افسوس ہے جب انسان توحید باری تعالیٰ کو چھوڑ کر شرک جیسی گندگی میں ملوث ہوجاتا ہے پھر شیطان لعین اپنا جیسا بنا کر عقل سے کلیتہ بے بہرہ کر دیتا ہے۔ پھر سیدھی راہ بھی ٹیڑھی نظر آتی ہے۔ رضا خانیوں نے اس عبارت میں توحید و عبادت حق تعالیٰ کی مبحث کو شرک و تقرب لغیر اللہ کے ساتھ خلط ملط کر کے فریب دینے کی کوشش کی ہے۔ حالانکہ تقویۃ الایمان میں اس مقام پر اولاً اقسام عبادت اللہ عزوجل علیحدہ اور ثانیاً اقسام تقرب لغیر اللہ علیحدہ علیحدہ مذکور ہیں۔ جن کو پہلے کا دوسرے پر اور دوسرے کو پہلے کے ساتھ مختلط کر کے شہید رحمۃ اللہ علیہ پر بہتان باندھ لیا گیا ہے۔ اب سنیے ہر وہ کام جو حق تعالیٰ کے لیے "عبادۃ" ہوگا وہ غیر اللہ کے حصول تقرب عبادات کے لیے شرک ہوگا۔ یعنی جو کام اللہ کے واسطے عبادۃ ہو اسی کام کو کسی دوسرے کے تقرب کے لیے کیا جائے تو شرک شمار ہوگا پھر یہ لازم نہیں کہ قبر پرست جو کام قبروں پر صاحب قبر کے لیے تقربا کریں وہ بعینہ اللہ کے لیے بھی ہو۔ (جیسے معترض نے سمجھا) بلکہ فعل معصیت و مشابہت افعال شرک پر بھی حکم کفر و شرک ہوتا ہے۔ چنانچہ جس طرح ایمان کے ستر سے زائد شاخیں ہیں اعلیٰ ان میں لا الہ الا اللہ اور ادنیٰ تکلیف دہ چیز راستہ سے دور کرنا اسی طرح کفر و شرک کے انواع بھی چھوٹے بڑے وارد ہیں جیسے قسم بغیر اللہ، تسمیہ بغیر اللہ، شگون ریا وغیرہ کو احادیث میں شرک فرمایا ہے۔

ردالمحتار میں ہے: ان الحلف بغیر اسمہ تعالیٰ و صفاتہ عزوجل مکروہ کما صرح

به النووی فی شرح المسلم بل الظاهر من كلام مشائخنا انه كفر
اللہ عز وجل کے نام کے سوا کسی قسم کی قسم کھانا مکروہ ہے جیسا کہ امام نووی نے شرح مسلم میں تصریح فرمائی ہے بلکہ ظاہر ہمارے ائمہ کے کلام سے یہ ہے کہ ایسا کرنا کفر ہے۔

مولانا احمد رضا خان صاحب لکھتے ہیں:

"اللہ عز وجل ابلیس کے مکر سے پناہ دے دنیا میں بت پرستی کی ابتداء یوں ہوئی کہ صالحین کی محبت میں ان کی تصویریں بنا کر رکھیں اور اسے لذت عبادت کی تائید سمجھی شدہ شدہ وہی معبود ہوگئیں"۔

(عطایا القدیر)

پس معلوم ہوا کہ مکروہات و منکرات امور پر بھی مآل کار مفسدہ و مشابہت اہل کفر کے حکم کفر و شرک شرع میں وارد کیا گیا ہے۔ چنانچہ فتح الباری میں ہے:

المراد باطلاق الكفر ان فاعله فعل فعلا شبيها بفعل اهل الكفر و فيه جواز اطلاق الكفر على المعاصى لقصد الزجر كما قررناه۔

مراد اطلاق کرنے کفر سے اس کے فاعل پر وہ فعل ہے جو مشابہت رکھتا ہو اہل کفر سے اور اسی میں جواز ہے اطلاق کرنے کا کفر کا گناہ پر بوجہ زجر و توبیخ کے جس طرح مقرر ہو چکا۔

شیخ احمد رومی حنفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

وقد آل الامر بهولاء الضالين المضلين الى ان شرعوا للقبور حجا ووضعوا له مناسك حتى صنف بعض غلاتهم فى ذالك كتابا و سماه مناسك حج المشاهدة تشبيها منه للقبور بالبيت الحرام ولا يخفى ان هذا مفارقة لدين الاسلام و دخول فى دين عباد الاصنام فانظر الى مابين ما شرعه النبى ﷺ فى القبور من النهى عما تقدم ذكره و بين ما شرعه هولاء و ما قصدوه به من التباين العظيم ولا ريب ان فى ذالك من الفساد ما يعجز الانسان عن حصره منها تعظيمها الموقع فى الافتنان بها و منها تفضيلها على المساجد التى هى خير البقاع و احبها الى الله فانهم اذا قصدوا القبور يقصدونها مع

التعظیم والاحترام والخضوع والخشوع ورقۃ القلب وغیر ذالک مما لا یفعلونہ فی المساجد ولا یحصل لھم فیھا نظیرہ ولا مثلہ و منھا اتخاذ المساجد والسرج علیھا و منھا العکوف عندھا و تعلیق الستور علیھا و اتخاذ السدنۃ لھا حتی ان عبادھا یرجون المجاورۃ عندھا علی المجاورۃ عند المسجد الحرام یرون سدانتھا افضل من خدمۃ المساجد و منھا النذر لھا و لسدنتھا و منھا زیارتھا لاجل الصلوۃ عندھا والطواف بھا و تقبیلھا و استلامھا و تعفیر الخدود علیہ و اخذ ترابھا و دعاء اصحابھا والاستغاثۃ بھم سوالھم النصر والرزق والعافیۃ والولد وقضاء الدیون وتفریج الکربات و غیر ذالک من الحاجات التی کان عباد الاوثان یسالونھا من اوثانھم ولیس شیا منھا مشروعا بالاتفاق ائمۃ المسلمین اذلم یفعل شیاً رسول رب العالمین ولا احد من الصحابۃ والتابعین وسائر ائمۃ الدین۔

(مجالس الابرار: ص ۱۴۰، ۱۴۱ المجلس السابع عشر سہیل اکیڈمی لاہور)

[ترجمہ] تحقیق اب یہ کیفیت ہوگئی ہے اس طائفہ گمراہ اور گمراہ کرنے والے کی کہ قبروں کا حج کرنا مشروع کر دیا ہے اور اس کے آداب وطریقہ مقرر کیے ہوئے ہیں حتی کہ بعض غلو کرنے والوں نے اسباب میں کتاب تصنیف کر کے اس کا نام مناسک حج المشاہدہ رکھا ہے (جیسا کہ ہمارے ہاں بریلویوں نے "حج فقیر بر آستانہ پیر" نامی کتاب لکھی) قبور کو بیت الحرام کے مشابہ ٹھہرایا ہے اور ظاہر ہے کہ یہ اعتقاد کرنا دین اسلام سے الگ ہو کر بت پرستوں کے دین میں داخل ہونا ہے اب دیکھو تو درمیان طریقہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درنارہ قبور جو منع فرمایا ہے جو مذکور ہوا اور درمیان طریقہ اس گمراہ گروہ کے جو یہ ارادہ کرتے ہیں کس قدر بڑا فرق ہے۔ اور بلاشہ اس میں اتنے فساد ہیں کہ انسان گنتے گنتے عاجز ہو جاتا ہے ایک یہ کہ قبروں کی اس قدر تعظیم کرنی جس سے لوگ فتنہ میں پڑ جائیں ایک یہ کہ قبروں کی فضیلت مسجدوں پر دینی جو تمام مقاموں سے بہتر اللہ تعالی کے نزدیک محبوب ہیں کیونکہ یہ لوگ جب قبروں پر جاتے ہیں تو نہایت درجہ تعظیم اور حرمت وانکسار وخوف و نرمی دل کی کرتے ہیں اس قدر کے مسجدوں میں نہیں کرتے اور نہیں حاصل ہوتا مسجدوں میں ان کو

اس کا نظیر اور مثل اور ایک یہ کہ قبروں کو مسجد ٹھہراتے ہیں اور روشنی کرتے ہیں اور ایک یہ کہ قبروں پر چلہ کشی کرتے ہیں اور قبروں پر غلاف چڑھاتے ہیں اور مجاور بٹھاتے ہیں حتیٰ کہ قبر پرست قبروں کی مجاورت کو مسجد الحرام کی مجاورت سے بہتر سمجھتے ہیں وہ جانتے ہیں کہ قبروں پر بیٹھے رہنا مسجدوں کی خدمت سے بہتر ہے۔ اور ایک یہ کہ قبروں کی اور مجاوروں کی منت مانتے ہیں اور ایک یہ کہ قبروں پر نماز کے لیے جانا اور طواف کرنا اور بوسہ دینا اور صحت اور اولاد اور قرضہ کی ادائے گی کا سوال کرنا اور مصیبتوں کی کشادگی وغیرہ حاجتیں طلب کرنی جو بت پرست اپنے بتوں سے مانگتے تھے اور ان میں سے کوئی بات مشروع کسی امام اہل اسلام کے نزدیک نہیں ہے کیونکہ ان میں سے کسی بات کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا اور نہ کسی صحابی تابعی اور ائمہ مجتہدین میں سے کسی نے کیا۔

تو حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا مقصود یہ ہے کہ ہر وہ کام جو حق تعالیٰ کی عبادت کے مقابلہ میں غیر اللہ کے تقرب کے واسطے عمل میں لایا جائے گا شرک ہوگا اسی لیے اسباب وذرائع عبادت کے بھی عبادت ہوتے ہیں اور اسباب معصیت کے معصیت ہوتے ہیں اور بعض امور عبادت کے متعین بعضے نیت پر موقوف لہٰذا قبر پرستوں کے مندرجہ بالا افعال جن کا ذکر تقویۃ الایمان میں ہوا کعبہ معظمہ ومساجد اللہ میں بطور اللہ کی عبادت کے طور پر سرانجام دئے جانے والی عبادات کے مشابہ ہے اس لیے داخل شرک ہے۔ قبر کو بوسہ دینا اس واسطے شرک نہیں کہ معاذ اللہ، اللہ کی کوئی قبر ہے بلکہ جس طرح حج میں مختلف عبادات ہیں اسی میں حجر اسود کو چومنا بھی ہے تو اب قبروں کو مقام حج بنا کر حجر اسود کی طرح قبر کو تقربا چومنا یہ عمل چونکہ اس عبادت کے مشابہ ہے لہٰذا شرک میں داخل ہوگا۔ البتہ اگر تقرب اور ایسی تعظیم جیسی خدا کے واسطے خاص ہے جس کا ذکر شاہ صاحب نے بھی کیا کے لیے چومنا نہ ہو بلکہ فرط محبت میں ہو تو جائز ہے جیسا کہ والدین کی قبر کا بوسہ لینا۔

بریلوی مولوی غلام دستگیر قصوری صاحب لکھتے ہیں:

”اب اس سے بخوبی محقق ہوا کہ مبالغہ تعظیم قبور سے نہی وارد ہوئی تاکہ لوگ اس فتنے میں پڑ کر کفر تک نہ پہنچ جائیں پس طواف قبور کرنا بھی صریح مبالغہ تعظیم میں ہے بلکہ اگر بنظر غور دیکھیں تو یہ طواف قبور مسجد بنانے قبور سے کچھ اوپر ہے کہ فعل عبادت الٰہی کو بلا دلیل شرعی مخلوق کے واسطے روا کرتا ہے“۔ (کشف الستور عن طواف القبور مندرجہ رسائل محدث قصوری: ج ۱ ص ۴۱۲)

اور یہی قصوری صاحب شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے لکھتے ہیں:

”بلکہ بعض ایشاں با صور و ہیاکل و قبور و معاہد و مساکن و مجالس آنہا (یعنی انبیاء و اولیاء و عباد و ربانیین و احبار و علماء کی قبور وغیرہ کے ساتھ) افعالے کے در مسجد و کعبہ برای خدا باید کرد بعمل می آرند مانند سر بر زمین نہادن و گرداگرد گشتن و دست بستہ بصورت استقبال قبلہ در نماز ایستادن حالانکہ ایں محبت ایشاں مقتضائے ایمان بخدا و برائی خدا نیست تا نزد خدا مفید افتد و در رضامندی او بکار آید زیرا کہ ایں محبت از احد محبت مخلوق در گذشتہ است۔

اس فارسی عبارت کا اردو ترجمہ حاشیہ میں اس طرح دیا گیا ہے:

”بعض ان کی تصاویر (مورتیاں) ہیاکل قبور معاہد (عبادت خانے) مساکن مجالس میں وہ افعال جو مسجد و کعبہ میں خدا تعالیٰ کے لیے کرنا چاہیے ایسے کام کرتے ہیں) (یعنی انبیاء و اولیاء و عباد و ربانیین و احبار و علماء کی قبور وغیرہ کے ساتھ) جیسے زمین پر سر کو رکھنا ارگرد گھومنا (طواف کرنا) اور نماز میں استقبال قبلہ کی طرح ہاتھ باندھ کر کھڑے ہونا حالانکہ ان کی یہ محبت خدا پر ایمان اور للّٰہیت کے تقاضوں کے مطابق نہیں ہے کہ اللہ کے نزدیک مفید قرار پائے اور اس کی رضامندی میں کام آئے کیونکہ یہ محبت محبت مخلوق کی حد سے گزر چکی ہے“۔

(رسائل محدث قصوری: ج ۱ ص ۱ / اکبر بک سیلز لاہور)

اب سوال یہ ہے کہ طواف جب عبادت ہے تو جب کوئی قبر کا طواف کرے گا تو شرک ہوگا اسی طرح بقول قصوری صاحب قبر کا طواف تعظیم میں مبالغہ ہے اور مخلوق کی تعظیم میں مبالغہ شرک ہے تو قبر کا طواف بھی شرک ہوا تو اب رضا خانیوں سے سوال ہے کہ جب قبر کا طواف کرنا شرک ہے اور شرک اسے کہتے ہیں جو اللہ کے ساتھ خاص ہے تو اس کا مطلب ہے کہ اللہ کی بھی معاذ اللہ کوئی

تبرے جس کے ساتھ طواف خاص ہے لہٰذا اب جو اس طواف کو کسی پیر فقیر کی قبر پر کرے گا اور اسے کوئی منع کرے گا اور شرک کہے گا تو یہ تو گویا اللہ کی قبر مان رہا ہے۔ تو کیا جواب ہے ترجمان رضا خانیت اور دیگر رضا خانیوں کے پاس اس کا؟ جو بھی آپ جواب دیں وہی جواب ہماری طرف سے تقویۃ الایمان کے حاشیہ میں لکھ دیں۔

اعتراض۔۔[۷] بر شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ:

تمام برے افعال اللہ کی ذات میں ممکن ہیں۔ نعوذ باللہ

یہ عنوان قائم کرکے رضا خانی لکھتا ہے:

دیوبندیوں کے شیخ الہند مولوی محمود الحسن لکھتے ہیں کہ افعال قبیحہ مقدور باری تعالیٰ ہیں۔ (الجہد المقل: ج ا ص ۸۳) افعال قبیحہ کو مثل دیگر ممکنات ذاتیہ مقدور باری تعالیٰ جملہ اہل حق تسلیم کرتے ہیں۔ (الجہد المقل: ج ا ص ۴۱)

(دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف: ص ۵۲)

الجواب: یہ اشکال کرنے والا اکابر و اسلاف کی کتب سے نابلد و ناواقف معلوم ہوتا ہے، اگر حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بات اپنی طرف سے لکھی ہے پھر تو کلام کی گنجائش ہے اور اگر اکابر کی کتب کے حوالے سے یہ بات لکھی ہے تو پھر پہلے تو آپ کو منہ ان اکابر کی طرف کرنا چاہیے پھر بعد میں ہمارا نمبر ہے۔ مگر رضا خانی سوچ عجیب ہے جو بات اسلاف و اکابر نے لکھی ہے ٹھیک ہے اگر وہی بات ہم لکھ دیں تو قابلِ اعتراض۔ اب آئیے میں اکابر کی کتب کی طرف چلتا ہوں!

قاضی ناصر الدین بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

وقال النظام انه لا يقدر على القبيح لانه يدل على الجهل والحاجة والجواب انه لا قبيح بالنسبة اليه۔ (طوالع الانوار من مطالع الانظار: ۱۸۰)

[ترجمہ] یعنی نظام معتزلی کہتا ہے کہ خدا قبیح افعال پر قادر نہیں ہے، کیونکہ یہ بات جہالت اور

حاجت پر دلالت کرتی ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ خدا کی طرف جب نسبت ہو تو پھر ان میں قباحت نہیں ہے۔

اب آپ فیصلہ کریں کہ معترض کا مذہب معتزلہ والا ہے یا نہیں؟

آگے لکھتے ہیں:

الرابع الایات الدالة علی ان افعاله تعالی لایتصف لصفات افعال العباد من الظلم والاختلاف والتفاوت ...واجیب بانه کونه ظلما اعتبار یعرض بعض الافعال بالنسبة الینا لقصور ملکنا و استحقاقنا و ذالك لا یمنع صدور اصل الفعل عن الباری تعالی مجرد عن هذا الاعتبار

(طوالع الانوار من مطالع الانظار:۲۰۰)

خلاصۃ الکلام یہ ہے کہ معتزلہ کی طرف سے یہ اشکال ہوتا ہے کہ آیات دلالت کرتی ہیں کہ خدا تعالیٰ بندوں کے افعال سے متصف نہیں ہے، جس میں ظلم وغیرہ ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ ظلم تو تب ہے جب ہماری طرف دیکھا جائے، کیونکہ ہماری ملک اور حق چونکہ ناقص ہے اس لیے ہماری طرف تو یہ منسوب ہوسکتا ہے اور جب خلاق عالم جل وعلیٰ کی طرف ان باتوں کی نسبت ہوگی تو پھر ظلم نہیں ہوگا، کیونکہ اس کی مِلک کامل ہے۔

علامہ ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

(لاشك فی ان سلب القدرة عما ذکر) من الظلم والسفه والکذب (هو مذهب المعتزلة واما ثبوتها) ای القدرة علی ما ذکر (ثمّ الامتناع عن متعلّقها) اعتبارا (فمذهب) ای فهو بمذهب (الاشاعرة الیق) منه بمذهب المعتزلة (و) لاینهی ان هٰذا الالیق ادخل فی التنزیه ایضًا۔

(مسامرہ علی مسایرہ:۱۸۷)

[ترجمہ] یعنی اس بات میں کوئی شک نہیں کہ ظلم، سفاہت، کذب وغیرہ پر خدا کا قادر نہ ہونا یہ معتزلہ کا مذہب ہے اور ان مذکورہ اوصاف پر قادر ہوگا اور ان کے صادر کرنے سے امتناع یعنی رکا رہنا یہ

اشاعرہ کا مذہب ہے اور اشاعرہ کا مذہب معتزلہ کے مذہب سے زیادہ لائق و پسندیدہ ہے، صرف پسندیدہ ہی نہیں بلکہ خدا تعالیٰ کی پاکی اور تقدیس میں بھی داخل ہے۔

اب بتائیے کیا ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ پر بھی کوئی گرفت ہے؟؟؟

چلتے چلتے ہمارا ایک رضاخانیوں سے سوال ہے کہ

فاضل بریلوی لکھتے ہیں:

"معصوم من اللہ ومؤید المعجزات ہو کہ کذب کا امکان وقوعی۔۔۔؟؟؟۔۔۔ مرسلین علیہم الصلاۃ والسلام اجمعین ہوتا ہے"۔ (اللہ جھوٹ سے پاک ہے: ۱۵)

مفتی احمد یار نعیمی گجراتی لکھتا ہے:

"انبیائے کرام کا جھوٹ بولنا ممکن بالذات محال بالغیر ہے"۔

(تفسیر نعیمی: ج ۱ ص ۲ ۱۱۷ / البقرۃ آیت ۲۰)

اب سوال یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کو جھوٹ پر آپ بھی قادر مانتے ہیں؟ کیا اس سے ان کی شان میں نقص وعیب پیدا ہو گیا؟۔ اگر صرف قدرت ماننے سے آپ بھی مجرم نہیں تو ہم بھی خدا تعالیٰ کو قادر ماننے کے باوجود اپنے اختیار سے اس کے نہ کرنے کا قول بھی تو رکھتے ہیں، پھر ہم کیوں مجرم ہیں؟ جو جواب تمہارا وہی ہمارا!!!

جیسا کہ معتزلی عالم نظام کا قول پیچھے علامہ بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کر کے جواب دیا ہے: شرح مقاصد، مواقف اور شرح مواقف میں اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ خدا کی طرف نسبت جب ان کی ہوگی تو پھر قبیح نہیں، کیونکہ سارا تو خدا کا ہی ملک ہے، کیونکہ اس کو طاقت اور اختیار ہے کہ جیسے چاہے اپنے ملک میں تصرف کرے۔ (بحوالہ الجہد المقل: ج ۱ ص ۷۱، ۷۲)

علامہ خفاجی رحمۃ اللہ علیہ ان اللہ لا یظلم مثقال ذرۃ کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

قال المحقّق هو لا یفعل الظلم لمنافاته الحكمة لا القدرة لانّ الظّاهر من قولنا فلان لَایفعل كَذَا فی الافعالِ الّتی هی اختیاریة فی نفسه انّه

ترکہ باختیارہ والقادر علی التبرّك قادر علی الفعل۔

(بحوالہ الجہد المقل: ج ا ص ۷۸)

وہ ظلم نہیں کرتا کیونکہ حکمت کے منافی ہے نہ کہ قدرت کے منافی ہے کیونکہ ہمارے اس قول کہ فلاں ایسا نہیں کرتا کا مطلب یہ ہے کہ ان کاموں کو نہیں کرتا جو اس کے اختیار میں ہیں، اس نے اپنے اختیار سے ان کو ترک کیا ہے اور یہ جو ترک کرنے پر قادر ہے وہ کرنے پر بھی قادر ہے۔

باقی یہ امر ملحوظ رہے کہ جس ظلم کو جمہور اہل سنت حسب بیان صاحب منہاج السنۃ وغیرہ مقدور فرماتے ہیں وہ ظلم خلافِ عدل یعنی وضع الشیء فی غیر محلّہ یا یوں کہیے بمعنی فعل مالا ینبغی۔۔۔؟؟؟ ۔۔۔ چنانچہ جملہ وھذا کتعذیب الانسان بذنب غیرہ سے بداہۃً ثابت ہوتا ہے اور خود قرآنی آیات سے بھی یہی مقصود ہے کما لا یخفی بلکہ آیاتِ قرآنی میں لفظ ظلم اس معنی میں شائع الاستعمال ہے باقی۔۔۔؟؟؟۔۔۔ بمعنی تصرف فی مِلک الغیر اس کا ممتنع غیر مقدور ہونا اظہر من الشمس ہے، کیونکہ ایسی کوئی چیز ہو ہی نہیں سکتی جو کہ مملوک جناب باری نہ ہو زیادہ تصریح مطلوب ہے تو دیکھیے علامہ دوانی رحمۃ اللہ علیہ شرح عقائد میں فرماتے ہیں:

والظلم قد یقال علی التصرّف فی ملك الغیر وھذا المعنی محال فی حقّه تعالی لانّ الكلّ ملكه فله التصرّف فیه كما یشاء وعلی وضع الشیء فی غیر موضعه والله تعالی احكم الحاكمین واعلم العالمین واقدر القادرین فكلّ ما وضعه فی موضع یكون ذٰلك احسن المواضع بالنسبة الیه وان خفی وجه حسنه علینا۔ (الجہد المقل: ج ا ص ۷۸، ۷۹)

ایک جگہ یوں لکھتے ہیں:

”حضرات اہلسنّت اور علمائے شریعت ان آیات دالہ علی العموم کو کذب وظلم بھی وضع الشیٔ فی غیر محلہ اور جہل بھی خلافِ حکمت کے مقدوریت پر دلیل شافی فرمارہے ہیں (اس کا مطلب یہی ہے کہ

اپنے کہے کے خلاف کرنے پر قادر ہے یعنی نیکوں کو عذاب دے سکتا ہے)۔

(الجہد المقل: ج ۱ ص ۷۲)

اب آیئے ایوانِ رضا خانیت کی طرف!

فاضل بریلوی صاحب لکھتے ہیں:

”ایسے اطاعت گزار بندے کو عذاب دینا جو اللہ کے علم میں ویسا ہی ہے ماتریدیہ کے نزدیک عقلاً جائز نہیں اور اشعری اور ان کے پیروکار عام اشاعرہ نے اختلاف کیا ہے تو ان لوگوں نے فرمایا کہ ایسے اطاعت گزار کو عذاب دینا عقلاً جائز ہے، اس لیے کہ مالک کو یہ حق ہے کہ اپنی مِلک میں جو چاہے کرے یہ ظلم نہیں“۔ (المعتمد المستند: ص ۱۲۷)

”یعنی نیکوں کو دوزخ میں ڈالنا خدا کی قدرت میں ہے خدا کر سکتا ہے یہ اشاعرہ کہتے ہیں، جب کہ ماتریدیہ کہتے ہیں ایسے نیکوکار کو عذاب دینا جس نے اپنی ساری عمر اپنے خالق کی اطاعت میں لگائی، اپنی خواہش کا مخالف رہا اور اپنے ربّ کی رضا طلب کرتا رہا، مقتضائے حکمت نہیں، اس لیے کہ حکمت نیکوکار اور بدکار کے درمیان فرق کا اقتضاء کرتی ہے تو جو کام برخلافِ حکمت ہو وہ بیوقوفی ہے“۔ (المعتمد المستند: ص ۱۳۰)

”یعنی اشاعرہ کہتے ہیں خدا ایسا کر سکتا ہے، ماتریدیہ کہتے ہیں ایسا کرنا بیوقوفی ہے“۔

(المعتمد المستند: ۱۳۰)

گویا جو نظریہ فاضل بریلوی کا ہے، ائمہ ماتریدیہ کے نزدیک اس سے خدا کی بیوقوفی لازم آتی ہے۔

آگے چلیے! اسی نظریہ پر فاضل بریلویوں فتویٰ دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ سب جنتیوں کو دوزخ میں اور تمام جہنمیوں کو جنت میں بھیجنے پر قادر ہو تو کذبِ باری لازم آئے گا۔

اللہ تعالیٰ کا جاہل ہونا بھی لازم آئے گا۔ (حاشیہ فہارس فتاویٰ رضویہ: ص ۴۰۹)

دو خرابیاں فاضل بریلوی کے عقیدے پر اور لازم آئیں کہ خدا کا کذب اور جہالت۔

تو اب اس بریلوی رضائی اصول پر تین باتیں لازم آئیں، سفاہت، جہالت، کذب ان پر قدرتِ خداوندی لازم آتی ہے۔ اور فاضل بریلوی کی مصدقہ کتاب انوارِ آفتابِ صداقت کے

صفحہ ۶۱ پر اس عقیدہ پر یوں جرح کی ہے کہ:

''یہ صریح ظلم و کذب قبیح ہے''۔

تو معلوم ہوا کہ فاضل بریلوی کے عقیدہ پر یہ لازم آتا ہے کہ خدا کذب، ظلم، جہالت، سفاہت پر قادر ہے۔ اب بتائیے! جو الزام فاضل بریلوی کی ذریت اکابر اہلِ سنت پر لگا رہی ہے وہ فاضل بریلوی کی تحریروں سے گھر میں موجود ہے۔

پہلے اپنے گھر کی صفائی فرمائیں، فما جوابکم فھو جوابنا!

اور آگے آئیے!

مولوی نقی علی خان صاحب لکھتے ہیں:

''اہلِ سنت کے مذہب میں کفر کا بخشا جانا عقلاً جائز ہے''۔ (الکلام الاوضح: ۲۸۹)

فاضل بریلوی لکھتے ہیں:

اتّفقت الامّۃ انّ اللہ تعالٰی لا یعفو عن الکفر قطعًا وان جاز عقلاً۔

(اللہ جھوٹ سے پاک ہے: ۱۰۱)

امت اس پر متفق ہے کہ اللہ تعالٰی کفر کو معاف نہیں کرے گا، اگر چہ عقلاً یہ جائز ہے (یعنی کر سکتا ہے)

اور اِدھر یہ بھی دیکھ لیجیے کہ مولوی غلام دستگیر قصوری صاحب جن کی فاضل بریلوی بڑی عزت کرتے تھے، ان کی کتاب میں ہے: حنفیوں کے نزدیک کفر کی بخشش عقلاً بھی ناروا ہے جب کہ سمعاً بھی ناجائز ہے، اس لیے کہ کافروں کو عذاب ضروری ہونے والا ہے، پس اس کا ہونا ہی حکمت ہے اور ان کی بخشش خلافِ حکمت ہے۔ (تقدیس الوکیل: ص ۷ ۴۳)

اور پیچھے گزر چکا ہے کہ خلافِ حکمت بیوقوفی ہے۔ تو فاضل بریلوی اور اس کے والد صاحب خدا تعالٰی کو سفاہت پر قادر مان رہے ہیں۔ فاضل بریلوی کی ذریت کیا فتویٰ لگاتی ہے، ہم منتظر ہیں!!!! اسی سے ملتی جلتی ایک بات:

مفتی احمد یار نعیمی گجراتی لکھتے ہیں:

”وہ قرآنی آیات اور متواتر روایات جن میں ان حضرات (انبیائے کرام) کا جھوٹ یا کوئی اور گناہ ثابت ہوتا ہو، سب واجب التاویل ہیں کہ ان کے ظاہری معنیٰ مراد نہ ہوں گے یا کہا جائے گا کہ یہ واقعات عطائے نبوت سے پہلے کے تھے“۔ (جاء الحق: ص ۳۳۴)

اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ فاضل بریلوی تو یوں لکھے کہ حضرات انبیاء علیہم الصلاۃ والثناء کذب جائز ماننے والا بالاتفاق کافر ہوا۔ (اللہ جھوٹ سے پاک ہے: ص ۱۰۱)

یہ تو جائز نہیں بلکہ وقوع بھی مان رہا ہے۔ تو کیا یہ مسلمان ہے؟ اگر ہے تو فاضل بریلوی کے متعلق کیا ارشاد ہے؟

بیّنوا بالدلائل!!!

اعتراض۔۔[۷] اللہ تعالیٰ سے چوری وشراب خوری ہوسکتی ہے: نعوذ باللہ:

کاشف اقبال صاحب نے یہ عنوان قائم کر کے (شراب خوری کی جگہ کتاب میں شراب خوری لکھا ہوا ہے) اس کے تحت لکھتے ہیں:

”چوری وشراب خوری وجہل وظلم سے معارضہ کم فہمی سے ناشی ہے کیونکہ معلوم ہوتا ہے کہ غلام دستگیر کے نزدیک خدا کی قدرت کا بندہ کی قدرت سے زائد ہونا اور خدا کے مقدورات کا بندہ کے مقدورات سے زائد ہونا ضروری نہیں۔ حالانکہ یہ کلیہ مسلمہ اہل کلام ہے جو مقدور العبد ہے وہ مقدور اللہ ہے۔ اگر اس کا انکار کرتے ہو تو خود اہل سنت سے خارج ہو۔ تذکرۃ الخلیل: ص ۱۳۶ طبع کراچی“۔ (دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف: ص، دیوبندی مذہب: ص ۱۵۸)

جواب: تذکرۃ الخلیل کی مکمل عبارت ملاحظہ فرمائیں:

”دلائل میں بہت کچھ خرافات بھری ہے پہلی دلیل جو تمام مسائل میں جاری کی ہے یہ ہے کہ مسئلہ موافق بیان مولوی اسماعیل رحمۃ اللہ علیہ کے ہے یہ خود واہیات اور پوچ ہے ان کی مخالفت وموافقت کو

بطلان وحقیقت میں کچھ دخل نہیں ہے۔ وہ خدا کے بھی وحدہ لاشریک ہونے کے قائل ہیں تو اس کا بھی انکار کیجیے۔ چوری وشراب خوری وجہل وظلم سے معارضہ بھی کم فہمی سے ناشی ہے کیونکہ معلوم ہوتا ہے کہ غلام دستگیر کے نزدیک خدا کی قدرت کا بندہ کی قدرت سے زائد ہونا اور خدا کے مقدورات کا بندہ کے مقدورات سے زائد ہونا ضروری نہیں۔ حالانکہ یہ کلیہ مسلمہ اہل کلام ہے جو مقدور العبد ہے وہ مقدور اللہ ہے۔ اگر اس کا انکار کرتے ہو تو خود اہل سنت سے خارج ہو۔ ہم تحقیقی جواب دیتے مگر خوف طوالت سے ترک کرتے ہیں اور صاحب معتقد المنتقد نے جو یہ خرافات بکی کہ قال کبیرھم کذبہ و اتصافہ سبحانہ بھذہ النقیصۃ لیس محالا بالذات...الخ محض افتراء وکم فہمی ہے ہرگز کوئی اتصاف بالنقیصۃ کا قائل نہیں ہوا من ادعی فعلیہ البیان۔ شرح فقہ اکبر کی عبارت و منھا لا یوصف اللہ تعالی باالقدرۃ علی الظلم...الخ ثبوت مدعا میں بے سمجھی پر دال ہے ظلم کا تحقق خدا تعالیٰ کے حق میں ممکن نہیں تو عقلاً محال ہوا تو اس کا امکان بھی عقلاً ممتنع ہوا"۔ (تذکرۃ الخلیل: ص ۱۴۶، ۱۴۷ ر مکتبۃ الشیخ کراچی)

یہ عبارت بالکل بے غبار ہے اس میں یہ بتایا جا رہا ہے کہ اہل السنۃ والجماعۃ کا عقیدہ ہے کہ رب تعالیٰ خلف وعید جسے ہمارے مخالفین امکان کذب سے تعبیر کرتے ہیں پر خدا تعالیٰ قادر ہے اور اس کے لیے عقائد کی کتابوں میں موجود ایک قاعدہ مقدور العبد مقدور اللہ ہے۔ اس قاعدے پر بطور معارضہ غلام دستگیر قصوری نے یہ کہا کہ انسان تو چوری، شراب خوری بھی کر سکتا ہے اس پر بھی قادر ہے تو کیا معاذ اللہ رب تعالیٰ بھی ان امور پر قادر ہے۔ تو حضرت اس معارضہ کا جواب دے رہے ہیں کہ اس سے معارضۃ پیش کرنا بے وقوفی ہے کیونکہ ہم جو مقدور العبد مقدور اللہ کی بات کر رہے ہیں تو وہ ان صفات میں ہے جو صفات فعلیہ اضافیہ محضہ ہیں اور چوری شراب خوری صفات اضافیہ محضہ نہیں کیونکہ تمام جہاں خدا کی ملک ہے اس میں چوری کا تصور ہی نہیں اور شراب خوری چونکہ شرب لازم تغیر ذات ہے اس لیے یہ امور قدرت باری تعالیٰ سے متعلق ہی نہیں۔ مگر معترضین جاہلین نے ان امور کو بھی یہ گمان کر لیا کہ ہم اسے بھی اس قاعدے سے متعلق سمجھتے ہیں۔ پھر خود حضرت نے آگے فرمایا کہ یہ جواب بھی الزامی ہے تو الزامی جواب ان کا

عقیدہ کیسے بن سکتا ہے؟ پھر خود حضرت سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ اگلے ہی صفحے پر ظلم پر رب تعالیٰ کی قدرت کو عقلاً وشرعاً محال ممتنع بالذات کہہ رہے ہیں تو ظلم پر خدا کی قدرت کیسے تسلیم کر سکتے ہیں؟ دونوں بددیانت رضاخانیوں نے اگلی عبارت پیش نہیں کی جو ان کے مدعا کے خلاف تھی جس میں صاف طور پر ظلم پر قدرت سے حضرت انکار فرمارہے ہیں:

(لاشکّ فی ان سلب القدرة عمّا ذکر) من الظلم والسفه والکذب (هو مذهب المعتزلة وامّا ثبوتها) ای القدرة علی ما ذکر (ثمّ الامتناع عن متعلّقها) اعتبارا (فمذهب) ای فهو بمذهب (الاشاعرة الیق) منه بمذهب المعتزلة (و) لَاینهی ان هذا الالیق ادخل فی التنزیه ایضًا۔

(مسامرہ علی مسایرہ: ص۱۸۹)

[ترجمہ] یعنی اس بات میں کوئی شک نہیں کہ ظلم، سفاہت، کذب وغیرہ پر خدا کا قادر نہ ہونا یہ معتزلہ کا مذہب ہے اور ان مذکورہ اوصاف پر قادر ہوگا اور ان کے صادر کرنے سے امتناع یعنی رکا رہنا یہ اشاعرہ کا مذہب ہے اور اشاعرہ کا مذہب معتزلہ کے مذہب سے زیادہ لائق وپسندیدہ ہے، صرف پسندیدہ ہی نہیں بلکہ خدا تعالیٰ کی پاکی اور تقدیس میں بھی داخل ہے۔

جناب معترض صاحب! تذکرۃ الخلیل پر تو آپ کی بڑی نعوذ باللہ نکل رہی تھی یہاں اشاعرہ پر کیا حکم ہے؟

غلام مہر علی رضاخانی کی بدترین تحریف:

قارئین کرام! آپ نے ملاحظہ فرمالیا کہ صاحب العمدہ سے کلام نقل کرنے میں اختلاط ہوگیا اشاعرہ کے مذہب کو معتزلہ کا مذہب بنادیا اور معتزلہ کا عقیدہ کو اشاعرہ عقیدہ بنادیا حضرت علامہ ابن الہمام اور ان کے کلام کے شارح دونوں نے اس غلطی کی اصلاح کردی مگر دوسری طرف آپ بریلوی مولوی غلام مہر علی جس کی کتاب پڑھنے کی بار بار کاشف اقبال صاحب تلقین کررہے ہیں کی بددیانتی ملاحظہ ہو کہ المسامرہ سے صاحب العمدہ کا کلام تو ہمارے خلاف نقل کردیا مگر اسی

المسامرہ میں جو اس غلطی کی اصلاح کی گئی تھی اسے ہضم کر گئے۔ملاحظہ ہو:

تصریح نمبر ۲: لا یوصف اللہ تعالیٰ بالقدرۃ علی الظلم والسفه والکذب لان المحال لا یدخل تحت القدرۃ۔۔۔الخ۔ (مسامرہ:ص ۱۸۰ سطر ۲) ترجمہ: ظلم سفہ کذب قدرت الٰہیہ کے تحت داخل نہیں ہیں یعنی خدا تعالیٰ کے لیے ہرگز امکان کذب نہیں۔

تصریح نمبر ۳: امام ابن ہمام فرماتے ہیں: و عند المعتزلۃ یقدر تعالیٰ ولا یفعل۔ (مسامرہ:ص ۱۷۰ سطر ۳) ترجمہ: یہ معتزلہ کا ہی عقیدہ ہے کہ خدا تعالیٰ کو کذب وغیرہ پر قدرت ہے مگر کرتا نہیں۔ معلوم ہوا کہ دیوبندی مذہب فرقہ معتزلہ کی شاخ ہے۔

(دیوبندی مذہب:ص ۲۷۰ طبع اول۔ص ۱۵۹ طبع جدید/تنظیم اہلسنت پاکستان)

حالانکہ صاحب مسامرہ تو خود آگے اس کی وضاحت فرمارہے ہیں کہ ولا شك ان سلب القدرۃ عما ذکر هو مذهب المعتزلۃ واما ثبوتها ثم الامتناع عن متعلقها فمذهب الاشاعرۃ الیق یعنی (صاحب العمدہ سے غلطی ہوگئی) اس میں کوئی شک نہیں کہ ان امور پر خدا کو قادر نہ ماننا معتزلہ کا مذہب ہے اور قادر ہونے کے باوجود صادر نہ ہونا اشاعرہ کا مذہب ہے۔تو معلوم ہوا کہ غلام مہر علی صاحب معتزلہ کا شاخ معاذ اللہ دیوبندی نہیں بلکہ آپ جیسے رضاخانی بریلوی ہیں۔یہ ہے اس مسلک کے مناظر اعظم کی دیانت وامانت کا حال ان حضرات کی اس طرح کی مزید تحریفات پڑھنے کے لیے راقم الحروف کا قسط وار مضمون ''رضاخانی علماء یہود کے نقش قدم پر'' مجلہ نور سنت میں ملاحظہ فرمائیں۔

بریلویوں کے نزدیک اللہ سے ظلم بے وقوفی وکمینہ پن کا صدور ہوسکتا ہے

استغفر اللہ:

نومولود فرقہ رضائیہ کے بانی نواب احمد رضا خان صاحب لکھتے ہیں:

''ایسے اطاعت گزار بندے کو عذاب دینا جو اللہ کے علم میں ویسا ہی ہے ماتریدیہ کے نزدیک عقلاً جائز نہیں اور اشعری اور ان کے پیروکار عام اشاعرہ نے اختلاف کیا ہے تو ان لوگوں نے فرمایا کہ

ایسے اطاعت گزار کو عذاب دینا عقلاً جائز ہے، اس لیے کہ مالک کو یہ حق ہے کہ اپنی مِلک میں جو چاہے کرے یہ ظلم نہیں۔ اس لیے کہ ظلم تو غیر کی ملک میں تصرف کرنا ہے اور سارا عالم اللہ کی ملک ہے اور اس لیے کہ نہ کسی کی اطاعت اس کے کمال کو زیادہ کرتی ہے نہ کسی کی معصیت اسے کچھ نقصان دیتی ہے کہ اس وجہ سے وہ کسی کو ثواب دے یا کسی پر عقاب کرے اور اس لیے کہ یہ عذاب دینا حکمت کے منافی نہیں اس لیے کہ قدرت دونوں ضد سے تعلق کی قابل ہے اور یہ کہ اس کی تنزیہ میں یہ بلیغ تر ہے کہ اس تعذیب پر اس کی قدرت ثابت کی جائے باوجودیکہ وہ اپنے اختیار سے ایسا نہ فرمائے تو اس مذہب کا قائل ہونا زیادہ سزاوار ہے"۔

(المعتمد المستند: ۱۲۷ر مترجم اختر رضا خان ازہری رمطبوعہ النوریہ الرضویہ پبلشنگ لاہور)

گناہ گاروں کو جنت میں داخل کرنا اور نیکوں کاروں کو عذاب دینا یہی "خلف وعید" ہے اسی پر اشاعرہ نے اللہ تعالیٰ کو قادر مانا جس کی تفصیل ماقبل میں گزر چکی ہے اب اسی عقیدے کو نواب احمد رضا خان اپنا عقیدہ بتلاتا ہے ملاحظہ ہو:

"اور خود مجھ کو یہ پسند ہے کہ اس فرع میں یعنی اطاعت شعار کی تعذیب عقلاً ممکن ہونے اور شرعاً محال ہونے میں اپنے ائمہ اشعریہ کے ساتھ رہوں اور نہ ظلم آتا ہے نہ بیوقوفی نہ نیک و بد کے درمیان مساوات"۔ (المعتمد المستند: ص ۱۳۰)

اس سے دو باتیں معلوم ہوئیں خلف وعید میں نواب احمد رضا خان صاحب نے اشاعرہ کے مذہب کو پسند کیا اور ساتھ میں یہ بھی معلوم ہوا کہ جو لوگ اسے نہیں مانتے ان کے نزدیک اس عقیدے سے اللہ کا بیوقوف ہونا ظالم ہونا لازم آتا ہے معاذ اللہ اب اسی خلف وعید پر دیگر بریلوی حضرات کے فتوے بھی ملاحظہ فرمالیں۔ قاضی فضل احمد رضا خانی لکھتا ہے:

"خلف وعید اور کذب اللہ تعالیٰ ایک ہی بات ہے"۔

(انوار آفتاب صداقت: ص ۵۱ رطبع جدید ص طبع قدیم)

مولوی اجمل سنبھلی رضا خانی لکھتا ہے:

"بعض علماء وقوع خلف وعید کے قائل ہیں تو یہ علماء وقوع کذب کے بھی قائل قرار پائے"۔

(رد شہاب ثاقب: ص ۲۵۰/ ادارہ غوثیہ رضویہ لاہور)

جب خلف وعید کے وقوع سے کذب کا وقوع لازم آتا ہے تو امکان خلاف وعید سے یا قدرت علی خلف وعید سے امکان کذب اور قدرت علی الکذب بھی لازم آئے گا۔ پس معلوم ہوا کہ خلف وعید اور امکان کذب ایک ہی عقیدہ ہے جس کا نواب احمد رضا خان قائل تھا اب ملاحظہ ہو کہ خلف وعید بالفاظ دیگر امکان کذب پر رضاخانیوں کے کیا فتوے ہیں:

''اللہ تعالیٰ پر کذب محال کہ وہ کمینہ پن ہے''۔ (انوار آفتاب صداقت: ص ۶۹)

''جو آپ فرماتے ہیں کہ خلف وعید کے تمام اہلسنت قائل ہیں اور آپ کا یہ مذہب خدا تعالیٰ تمام مشرکین اور کفار فرعون ہامان نمرود وغیرہم کو بہشت میں داخل کرے گا یا کر سکتا ہے اور تمام انبیاء علیہم السلام واصدقا وشہداء صلحاء اولیاء قطب وغوث اور سائر مسلمین مومنین کو دوزخ میں داخل کرے گا یا کر سکتا ہے العیاذ باللہ کیا خداوند کریم غفور الرحیم ایسا کرے گا یا کر سکتا ہے کہ جو فرماں بردار خاص و اکمل مقبول بندگان الٰہی ہیں ان کو دوزخ میں داخل کرے گا اور جو شرار الاشرار کفار ناہنجار مشرکین کبار ہیں ان کو بہشت میں داخل کرے گا لاحول ولاقوۃ الا باللہ یہ صریح ظلم اور کذب قبیح ہے جو حق تعالیٰ پر محال زیر قدرت کے قابل نہیں جس کا کوئی بھی مسلمان مذاہب حتی کہ کوئی غیر مسلم بھی قائل نہیں ہاں اگر قائل ہیں تو معتزلہ اور وہابیہ دیوبندیہ ہیں''۔ (انوار آفتاب صداقت: ص ۷۴ / طبع جدید)

معلوم ہوا کہ نواب احمد رضا خان صاحب غیر مسلموں سے بھی بدتر تھا۔

نہ تم صدمے ہمیں دیتے نہ ہم فریاد یوں کرتے
نہ کھلتے راز سربستہ نہ یوں رسوا تم ہوتے

انوار آفتاب صداقت پر ۱۴ رضاخانی اکابر کی تقریظات ہیں کسی رضاخانی میں جرأت ہے تو اس کتاب کا انکار کر کے دکھائے۔

ایک ممکنہ اعتراض کا جواب:

ہو سکتا ہے کہ کوئی رضاخانی اعتراض کرے کہ مسامرہ اور دیگر کتب عقائد میں رب تعالیٰ کو ظلم

وسفہ پر بھی قادر مانا ہے یہ تو بدیہی البطلان ہے اس کے تو دیوبندی بھی قائل نہیں کہ ظلم کا مطلب تصرف فی ملک الغیر ہے اور خدا کی ملک سے کوئی چیز خارج نہیں اور سفہ عقل مندی اور علم کی ضد ہے تو اس پر خدا کیسے قادر ہوسکتا ہے؟ یہ عبارت تو تمہارے بھی خلاف ہے۔تو جواب اس کا یہ ہے کہ یہاں ظلم بمعنی تصرف فی علم الغیر نہیں اور سفہ بمقابلہ جہل نہیں بلکہ ظلم بمعنی وضع الشئ فی غیر موضعہ مراد ہے اور سفہ بمقابلہ حلم وحکمت مراد ہے لہٰذا اب نہ کوئی اعتراض نہ یہ ہمارے خلاف۔مزید تفصیل کے لیے حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ”الجہد المقل جلد ا صفحہ ۷۱ تا ۷۴ ملاحظہ فرمائیں۔

مسئلہ امکان کذب پر بریلوی کتب کا منہ توڑ جواب:

ترجمان رضاخانیت اس کے بعد لکھتا ہے:

”مسئلہ امکان کذب میں دیوبندیوں کی تاویلات باطلہ کے رد کے لیے سیدی اعلیٰ حضرت ...... کی تصنیف لطیف سبحان السبوح...... احمد سعید کاظمی کی کتاب...... تسبیح الرحمن کا مطالعہ فرمائیں“۔

(دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف:ص ۵۲)

جواب: نواب احمد رضاخان بریلوی کی بدنام زمانہ کتاب سبحان السبوح کے جواب کے لیے ”تنزیہ السبوح عن عیب کذب المقبوح“ ملاحظہ فرمائیں جو راقم کی تخریج وتحقیق کے ساتھ دوبارہ جلد ہی منظر عام پر آرہی ہے۔اس کے علاوہ اس موضوع پر اہل بدعت کی تمام کتب و تاویلات باطلہ کے رد کے لیے مولانا محمود حسن دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ”الجہد المقل“ ملاحظہ فرمائیں الحمدللہ تاریخ اشاعت سے لے کر آج تک یہ کتاب لاجواب رہی اور کوئی رضاخانی اس کا علمی جواب اب تک نہ دے سکا۔

اعتراض۔۔[۹] اللہ کی خطرناک بے ادبی:نعوذ باللہ:

یہ عنوان قائم کر کے ترجمان رضاخانیت لکھتا ہے:

”دیوبندی حکیم الامت اشرف علی تھانوی صاحب کہتے ہیں کہ ایک بار حضرت مولانا محمد یعقوب

رحمۃ اللہ علیہ نے ناز میں آ کر اللہ تعالیٰ کی شان میں ایک خاص کلمہ فرما دیا اور وہ مجھے معلوم ہے مگر میری زبان سے نکل نہیں سکتا کسی نے وہ کلمہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے نقل کر دیا سن کر بجیرت پوچھا کیا یہ فرمایا کہا جی ہاں فرمایا وہ انہیں کا درجہ ہے جو سن لیا گیا اگر ہم ہوتے تو کان پکڑ کر نکال دیئے جاتے"۔(اضافات الیومیہ: ج۹ ص ۲۵۵)

(دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف: ص ۵۲، ۵۳۔ دیوبندی مذہب: ص ۱۶۳ سے سرقہ کیا ہے)

جواب: اپنی عادت کے مطابق اس بار بھی سیاق وسباق سے کاٹ کر عبارت پیش کی گئی ہے مکمل مضمون ملاحظہ ہو:

حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ حالت سکر وشطح پر تفصیلی گفتگو کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"مختلف سالکوں کی ساتھ مختلف معاملہ ہوتا ہے بڑی باتوں پر بھی بعضوں سے چشم پوشی کی جاتی ہے اور بعضوں سے گرفت ہو جاتی ہے۔ چنانچہ ایک بار حضرت مولانا محمد یعقوب رحمۃ اللہ علیہ نے ناز میں آ کر اللہ تعالیٰ کی شان میں ایک خاص کلمہ فرما دیا (اور وہ مجھے معلوم ہے مگر میری زبان سے نکل نہیں سکتا) کسی نے وہ کلمہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے نقل کر دیا سن کر بجیرت پوچھا کیا یہ فرمایا کہا جی ہاں فرمایا وہ انہیں کا درجہ ہے جو سن لیا گیا اگر ہم ہوتے تو کان پکڑ کر نکال دیئے جاتے بات یہ ہے کہ بعضوں کا درجہ ادلال اور ناز کا ہوتا ہے اس میں وہ معذور سمجھے جاتے ہیں مگر عام طور پر عارفین کی یہی تعلیم ہے...... یہ تو اہل کمال کے حالات ہیں باقی مدعیوں کی حالت عجیب ہے کہ مخلوق کا تو کچھ ادب بھی کرتے ہیں لیکن حق تعالیٰ کی جناب میں سراسر گستاخ ہیں اور اس کو ناز سمجھتے ہیں اور اہل حال کے نقال بنتے ہیں"۔(ملفوظات: ج۹ ص ۲۷۸ رملفوظ نمبر ۲۳۳)

قارئین کرام! بات بالکل واضح ہے حضرت مولانا یعقوب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بات عالم حالت میں نہیں کی تھی بلکہ حالت ناز اور ایک خاص کیفیت میں کی تھی جسے صوفیاء کی اصطلاح میں حالت شطح سکر وادلال کہا جاتا ہے اب یہ کیا ہے؟ تو اس کی تعریف خود رضا خانی مناظر حنیف قریشی سے ملاحظہ ہو:

شطح کی تعریف: شطح کا لغوی معنی حرکت کرنا دوڑ پڑنا مارا مارا پھرنا۔

اصطلاحی تعریف: حضرت شیخ عبداللہ بن علی السراج الطوسی المتوفی ۳۷۸ جو کہ کبار علماء اور صوفیاء میں سے تھے اپنی مشہور زمانہ کتاب اللمع میں شطح کی تعریف کچھ یوں فرماتے ہیں:

الشطح کلام یترجمہ اللسان عن وجد یفیض عن معدنہ مقرہین بالدعوی۔

وہ وجد جو اپنی معدن سے بہہ نکلے اور اس کے ساتھ کسی امر کا دعوی پایا جائے اور زبان اس وجد کی ترجمانی کرے شطح کہلاتا ہے۔(مناظرہ گستاخ کون: ص۲۲۸،۲۲۹)

''ان حضرات کی زبان سے اس طرح کا کلام جاری ہونے کی وجہ ان کی دماغی کیفیت کا بظاہر نارمل نہ ہونا ہے اور ان کی عقل اس وقت غلبہ جذب و مستی کے باعث سوائے محبوب حقیقی کے ہر چیز سے بے خبر ہوتی ہے اور شرعاً اس طرح کی کیفیت والے لوگوں کو مرفوع القلم کہتے ہیں یعنی ان پر کوئی حد شرعی نہیں لگائی جاسکتی ہے''۔(مناظرہ گستاخ کون: ص ۲۳۳)

پس جب یہ مرفوع القلم ہیں تو ان کی ان شطحیات پر گستاخی کا عنوان قائم کرنے پر ہم ترجمان رضاخانیت کو ان کے گھر کے مفتی حنیف قریشی ہی سے آخری گذارش گوش گذارش کریں گے:

''میں اپنی اس مختصر کاوش کے بعد ان تمام اہل قلم اور باقی ان لوگوں سے جو کہ اہل اللہ کی عیب جوئی کو دین کی بہت بڑی خدمت سمجھتے ہوئے آئے روز انہیں مختلف مہذب فتاوی سے نوازتے ہیں اور بالآخر ان شرعی معذورین کو دائرہ اسلام ہی سے خارج کرنے کو اپنا کمال سمجھتے ہیں ان سے گذارش کروں گا کہ:

''ہمارے آقا ﷺ کی تعلیمات سے روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ جس شخص کا ایمان حقیقی ہو بلا تحقیق اس کی تکفیر کرنا اس قدر قبیح عمل ہے کہ ارشاد نبوی ہے من دعا رجلا بالکفر او قال عدو اللہ ولیس کذالک الاحار علیہ (مسلم شریف) یعنی اگر کسی نے کسی شخص کو کافر کہہ کر پکارا یا اللہ کا دشمن کہا اور وہ حقیقت میں ایسا نہیں تو یہ حکم کفر اسی کہنے والے پر لوٹے گا۔ایک اور روایت میں فقد کفر احدھما کے الفاظ ہیں یعنی ان دونوں میں سے ایک ضرور کافر ہوگا جب عام مسلمانوں کی تکفیر پر اس قدر وعید شدید آئی ہے تو حضرات صوفیاء رحمہم اللہ کہ جن کے ایمان و

ایقان، ورع وتقویٰ کی گواہی کروڑوں مسلمان دے رہے ہوں ایسے اکابرین امت کو محض ان کے چند شطحیات کی بناء پر کافر ومشرک قرار دینا آخر دین کی کونسی خدمت ہے؟''۔

(گستاخ کون: ص ۳۶۹)

اپنے گھر کی خبر لو:

بریلوی پیر خواجہ غلام فرید کہتا ہے:

''حقیقی موحد اور حقیقی مشرک خدا جل شانہ ہے''۔ (فوائد فریدیہ: ص ۸۲ /طبع اول /ڈیرہ غازی خان)

مزید لکھتا ہے:

''حضرت سحنون محب نے فرمایا ایک وقت اللہ کی محبت کے متعلق بندے کوئی بات کہتا تھا مقربین فرشتے اس کے سننے کی طاقت نہیں رکھتے تھے بھاگ جاتے تھے''۔ (فوائد فریدیہ: ص ۷۵)

اب جواب دو کہ وہ کتنی بڑی گستاخی ہوگی جس کے سننے کی تاب فرشتے بھی نہیں رکھ پا رہے تھے۔ ایک اور مقام پر لکھتے ہیں:

''حضرت حمزہ خراسانی کے کانوں میں ایک دنبے کی آواز پہنچی فرمایا لبیک جل شانہ اور وجد میں آ گئے''۔ (فوائد فریدیہ: ص ۷۴)

اعتراض ۔۔[۱۰] اللہ تعالیٰ کو پہلے بندوں کے کاموں کی خبر نہیں ہوتی بعد میں ہوتی ہے: نعوذ باللہ:

یہ عنوان قائم کر کے ترجمان رضاخانیت لکھتا ہے:

''دیوبندی مذہب کے شیخ القرآن مولوی غلام اللہ خان کے استاد اور دیوبندی مذہب کے محدث اعظم مولوی سرفراز صدر گھگڑوی کے شیخ طریقت دیوبندی مذہب کے قطب رشید احمد گنگوہی کے شاگرد رشید مولوی حسین علی واں بھچروی لکھتے ہیں کہ: اور انسان خود مختار ہے اچھے کریں یا نہ کریں اور اللہ کو پہلے سے کوئی علم بھی نہیں ہوتا کہ کیا کریں گے بلکہ اللہ کو ان کے کرنے کے بعد معلوم ہوگا اور آیات قرآنیہ جیسا کہ ولیعلم الذین وغیرہ بھی اور احادیث کے الفاظ بھی اس مذہب پر

منطبق ہیں''۔ (بلغۃ الحیر ان: ص ۱۵۷، ۱۵۸ طبع گوجرانوالہ) (دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف: ص۔ دیوبندی مذہب: ص ۱۶۱۔ باطل اپنے آئینہ میں: ۴۱۔ دیوبند سے بریلوی: ص ۳۳)

جواب: اولاً تو اس جاہل ترجمان رضاخانیت کو اتنا بھی معلوم نہیں کہ بلغۃ الحیر ان نامی کتاب مولانا حسین علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی اپنی کتاب نہیں نہ ان کی تصنیف ہے نہ ہی ہماری معتبر کتاب ہے بلکہ محرف ہے۔ یہ ان کی املائی تفسیر ہے جسے ان کے بعض شاگردوں نے جمع کر کے شائع کر دیا ہے۔ ترجمان رضاخانیت نے اپنی کتاب کے سرورق پر لکھا ہوا ہے ''مستند کتب دیوبند کے حوالہ جات سے مزین'' مزید لکھا ''توحید باری تعالیٰ کے متعلق عقائد ان کی مستند کتب سے پیش کر رہے ہیں''۔ (دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف: ص ۴۹) تو اگر ترجمان رضاخانیت میں جرأت ہے تو اہل السنۃ والجماعۃ کے اکابر سے اس کتاب کا مستند ہونا ثابت کرے۔

بلغۃ الحیر ان ہماری معتبر کتاب نہیں:

بلغۃ الحیر ان مولانا حسین علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف نہیں اور محرف بھی ہے۔ اس لیے اس کے وہ مندرجات جو قرآن وسنت یا جمہور امت سے متصادم ہوں گے ہمارے لیے حجت نہیں۔ تفصیل کے لیے مولانا عبدالشکور ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ''ہدایۃ الحیر ان صفحہ ۱۷۱ تا ۱۷۳ کا مطالعہ کریں۔ نیز حکیم الامت مجدد دین وملت مولانا اشرف علی تھانوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اسی کتاب کے متعلق لکھتے ہیں:

''اب ایک التماس پر معروضہ کو ختم کرتا ہوں وہ یہ کہ میں ایسی کتاب جس میں ایسی خطرناک عبارت ہو بعد حاشیہ تنبیہی کے بعد بھی نہ اپنی ملک میں رکھنا چاہتا ہوں نہ اپنے تعلق کے مدرسہ میں اگر عید کے قبل محصول ورجسٹری کے ٹکٹ بھیج دیئے جائیں تو ان ٹکٹوں سے ورنہ بعد میں اپنے ٹکٹوں سے خدمت میں بھیج دوں گا''۔ (امداد الفتاویٰ: ج ۶ ص ۱۲۲ ''کتاب العقائد والکلام'' طبع کراچی)

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی احتیاط ملاحظہ ہو جو آدمی ایک عبارت کی وجہ سے کتاب اپنے پاس رکھنے کا روادار نہ ہو اس کے بارے میں کیا یہ تصور کیا جا سکتا ہے کہ اس نے خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

کی توہین کی ہوگی۔معاذ اللہ۔

بلغۃ الحیران کی عبارت میں خیانت:

پھر آج تک جس بھی رضاخانی نے اس عبارت کو نقل کیا کبھی پورا نقل نہیں کیا اور نواب احمد رضاخان کی بدعت سیئہ پر عمل کرتے ہوئے قطع و برید کر کے عبارت کو پیش کیا کیونکہ عبارت اس طرح شروع ہوتی ہے:

''معتزلہ کہتے ہیں کہ پہلے ذرہ بذرہ لکھا ہوا نہیں ہے بلکہ جو چاہا تھا لکھا تھا سب چیز موجود کا عالم ہے اور جس چیز کا ارادہ کرتا ہے اس کا بھی عالم ہے اور جس چیز کا ابھی ارادہ بھی نہیں کیا اس کا عالم نہیں کیونکہ اصل میں وہ شے بھی نہیں ہے اور انسان خود مختار ہے اچھے کام کریں یا نہ کریں اور اللہ کو پہلے سے کوئی علم بھی نہیں کہ کیا کریں گے بلکہ اللہ کو ان کرنے کے بعد معلوم ہوتا ہے''۔

(بلغۃ الحیران:ص۱۵۷،۱۵۸)

خط کشید عبارت ملاحظہ ہو کتنا بڑا دھوکا ہے کہ وہ یہاں ''معتزلہ'' کا عقیدہ بیان فرمارہے ہیں مگر شروع کے الفاظ نکال کر معتزلہ کے اس عقیدے کو مولانا کی طرف منسوب کیا جارہا ہے شرم شرم شرم۔

مولانا حسین علی صاحب کی اپنی کتاب سے علم الٰہی اور تقدیر کے متعلق ان کا عقیدہ

اعلم ان مذهب اهل الحق اثبات القدر و معناه ان الله تبارك و تعالىٰ قدر الاشياء في القدم و علم هو سبحانه انها ستقع في اوقات معلومة عنده سبحانه و تعالىٰ و على صفات مخصوصة نووی ج۱ص۲۷ فهي تقع على حسب ما قدرها سبحنه و انكرت القدرية هذا و زعمت انه سبحانه لم يقدر ها ولم يتقدم علمه و انها مساتنفة العلم (اى انما يعلمها سبحانه بعد وقوعها و كذبوا على الله سبحانه و تعالىٰ و جل عن اقوالهم الباطلة علوا كبيرا نووی شرح مسلم ج۱ص۲۷''۔ (تحریرات حدیث:ص۴۹۱،۴۹۲)

[ترجمہ] اے مخاطب تو جان لے کہ اہل حق کا مذہب یہ ہے کہ تقدیر حق اور ثابت ہے اور اس کا

مطلب یہ ہیکہ اللہ ازل ہی میں تمام اشیاء کا ایک اندازہ مقرر کر دیا ہے اور تمام امور اس کے علم میں تھے کہ وہ اپنے اپنے مخصوص وقت میں واقع ہوں گے (اور ان کے اوقات وصفات مخصوصہ سب اللہ تعالیٰ کے علم میں تھے) تو یہ امور اسی اندازے کے مطابق واقع ہوتے ہیں جس کو اللہ تعالیٰ نے متعین کر دیا ہے اور قدریہ فرقہ اس کا انکار کرتا ہے اور یہ خیال کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان اشیاء کا پہلے سے کوئی اندازہ مقرر نہیں کیا۔ اور نہ وہ پہلے سے اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کا علم ان سے بعد کو وابستہ ہوتا ہے یعنی اللہ تعالیٰ ان امور کو ان کے وقوع کے بعد جانتا ہے اور انہوں نے اللہ تعالیٰ پر خالص جھوٹ کہا اللہ تعالیٰ کی ذات گرامی ان کے اقوال باطلہ سے بلند اور بالاتر ہے"۔

کیا اس واضح اور دوٹوک موقف کے بعد انصاف و دیانت کی دنیا میں یہ احتمال باقی رہ جاتا ہے کہ حضرت معتزلیوں قدریوں کی طرح علم الٰہی کے ازلی ہونے سے منکر ہیں۔ معاذ اللہ۔

کاظمی مغالطہ کا جواب:

بریلوی غزالی زماں رازی دوراں احمد سعید کاظمی (جس کے بیٹے حامد سعید کاظمی نے وزارت میں حاجیوں کو خوب لوٹا) نے اہل السنۃ والجماعۃ کے خلاف سب سے پہلے اسی عبارت کو اسی طرح ناقص نقل کیا اندازہ خود لگالیں کہ جب بریلوی غزالی اور رازی کی دیانت کا یہ حال ہے تو عام رضاخانی دیانت اور خدا خوفی کے کس مقام پر ہوگا مگر چونکہ دل میں چور تھا اس لیے حاشیہ میں اس طرح مغالطہ دینے کی کوشش کی:

"اس مقام پر یہ کہنا کہ اس عبارت میں مولوی حسین علی صاحب نے اپنا مذہب بیان نہیں کیا بلکہ معتزلہ کا مذہب نقل کیا ہے انتہائی مضحکہ خیز ہے اس لیے کہ جب مولوی صاحب مذکور نے قرآن و حدیث کو اس مذہب پر منطبق مانا تو اس کی حقانیت کو تسلیم کر لیا خواہ وہ معتزلہ کا مذہب ہو یا کسی دوسرے کا"۔ (الحق المبین: ص ۶۰ طبع ملتان)

جواب: افسوس کہ کاظمی صاحب نے یہ کیوں نہ سوچا کہ کیا یہ انطباق صحیح بھی ہے یا غلط؟ حق ہے یا باطل؟ اپنی حقیقت پر محمول ہے یا اس کی مناسب تاویل کی جاتی ہے؟ یہ اور اس قسم کی دیگر

اہم باتیں اس مقام پر مذکور نہیں جس کو کاظمی علمائے دیوبند کی طرف منسوب کر کے اپنے قلب مریض کی بھڑاس نکال رہے ہیں بلکہ اسی بلغۃ الحیر ان میں متصل یہ عبارت ہے:

''مگر بعض مقام قرآن جوان (معتزلہ) کے مطابق نہیں بنتے ان کا معنی صحیح کرتے ہیں''۔

(ص ۱۵۸)

اس امر کا صاف اور واضح قرینہ ہے کہ وہ لیعلم الذین وغیرہ میں ظاہری الفاظ کے پیش نظر جو معنی معتزلہ نے کیا ہے وہ صحیح نہیں ہے اور اسی لیے آگے اہل سنت کا حوالہ دیتے ہوئے علم کا معنی ظہور کر کے اس امر کو واضح کر دیا ہے مگر بد دیانتی کا تو کوئی علاج نہیں۔

علامہ عبدالوہاب شعرانی لکھتے ہیں:

''فان قلت المراد بقوله تعالیٰ ولنبلونکم حتی نعلم و قوله تعالیٰ وليعلم الله من ينصره و رسله بالغيب نحوهما من الآيات فان ظاهر ذالك يقتضي ان الحق تعالى يستفيد علما بوجود المحدثات فالجواب ان هذه المسئلة اضطرب فی فهمها فحول العلماء ولا يزيل اشكالها الا لكشف الصحيح۔

(الیواقیت والجواہر: ج ۱ ص ۸۶)

[ترجمہ] اگر تو یہ اعتراض کرے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد کہ ہم تمہارا امتحان لیں گے کہ حتیٰ کہ ہم جان لیں اور اسی طرح یہ فرمانا تا کہ اللہ تعالیٰ جان لے ان لوگوں کو جو بن دیکھے اس کے دین اور اس کے رسول کی مدد کرتے ہیں اور اسی طرح کی اور آیات قرآنی بظاہر اس کو چاہتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کو محدثات کے وجود کے بعد ہی علم ہوتا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ ایسا مشکل مسئلہ ہے جس کے سمجھنے میں بڑے بڑے ماہر علماء پریشان ہوئے ہیں اور کشف صحیح کے بغیر یہ اشکال سرے سے رفع ہی نہیں ہوتا۔

اب کاظمی کا کوئی چیلا جواب دے کہ امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ بھی معاذ اللہ کیا معتزلی ہیں جو قرآن کی آیات کے ظاہر کو ان کے عقیدے پر منطبق مان رہے ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ قرآن کی آیات بظاہر اسی پر دلالت کرتی ہیں کہ اللہ کو پہلے سے علم نہیں ہوتا اور یہ دلالت اس قدر واضح ہے کہ

بڑے بڑے علماء اس مسئلہ کو حل کرنے میں پریشان رہے؟۔ بلکہ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے تو یہاں تک کہہ دیا کہ محققین نے بڑے سر پیر مارے مگر کوئی مضبوط بات نہیں کی:

وقد کان السلف والخلف من المحققین معولین علی الکلام الهادم لاصول المعتزلة یهدم قواعدهم ولقد قاموا و قعدوا واحتالوا علی دفع اصول المعتزلة فما اتوا بشیئ منقع۔

اب جواب دیں کہ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ پر کیا فتویٰ ہے؟

خود احمد سعید کاظمی صاحب لکھتے ہیں:

"بعض آیات قرآنیہ مثلاً وما جعلنا القبلة التی کنت علیها الا لنعلم اور ولما یعلم الله الذین جاهدوا منکم جن سے بظاہر علم الٰہی کی نفی مفہوم ہوتی ہے"۔

(ترجمہ البیان: ص ۵ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور)

جواب دیں بقول آپ کے قرآن کی یہ آیت اللہ تعالیٰ کے علم کی نفی کا اظہار کر رہی ہیں تو کیا معاذ اللہ آپ بھی اسی کے معتقد ہیں؟ اگر نہیں تو مولانا حسین علی رحمۃ اللہ علیہ ہی کیوں؟

اعتراض ۔۔ [۱۱] طارق جمیل دیوبندی کے عظمت خداوندی کے خلاف عقائد و نظریات:

یہ عنوان قائم کر کے رضا خانی لکھتا ہے:

"دیوبندی تبلیغی جماعت کے فضیلۃ الشیخ مولوی طارق جمیل کے توحید و عظمت باری تعالیٰ کے خلاف نظریات ملاحظہ ہوں کہ ہم اپنی بات کا اعتبار جمانے کے لیے قسم اٹھاتے ہیں اس بنیاد اور مفہوم پر اللہ سبحان اللہ ہماری رعایت کرتے ہوئے کتنا نیچے آ کے بات سمجھا رہا ہے (بیانات جمیل ج ۲ ص ۶۱) جیسے اللہ یوں کہہ رہا ہو کہ میں بھی تمہارے پاس بیٹھا تھا تم دونوں کا جھگڑا سن رہا تھا (بیانات جمیل: ج ۲ ص ۶۱) اللہ نے یقیناً سن لیا جیسے پاس بیٹھا تھا (بیانات جمیل: ج ۲ ص ۸۲) مولوی طارق جمیل کے یہ الفاظ "اللہ کتنے نیچے آ کے بات سمجھا رہا ہے" اللہ تعالیٰ جل مجدہ الکریم کی

بلندی عظمت کے خلاف نری بکواس ہے دوسری دو عبارات سے خدا تعالیٰ کا مجسم ہونا معلوم ہو رہا ہے اس کی مزید صراحت اس طارق جمیل کی دعا میں بھی موجود ہے ملاحظہ کیجیے کہ یا اللہ اے کاش تو ہمارے سامنے ہوتا ہم تیرے سامنے لوٹ پوٹ ہو جاتے تیرے پاؤں پکڑ لیتے یا اللہ بس تجھ سے چمٹ جاتے تجھے منا لیتے یا اللہ اللہ تو ہم سے بہت دور ہے پر ہمیں پتہ ہے تو ہماری شہ رگ سے قریب ہے یہ سارا مجمع تیرے یہ قدموں میں چپٹا ہوا ہے انہوں نے تجھے پکڑا ہوا ہے آجا آجا ہمیں گود میں لے لے یا اللہ ہم تجھے بلانے آئے ہیں تیرے سامنے ضد کر رہے ہیں آناں ہمارے ساتھ آجا آجا آجا دیر ہو گئی"۔ (دعا ملحقہ البیان الجمیل: ص ۱۱۸، ۱۱۹ طبع اول)

"مذکورہ مولوی دیو بندی کی دعا والی کیسٹ بھی مل جاتی ہے راقم الحروف کے پاس موجود ہے اس میں بھی یہ الفاظ واضح طور پر سنے جا سکتے ہیں کہ (اللہ) اور ہمارا تو ہے کوئی بھی نہیں یا اللہ ہمارا کوئی نہیں اللہ تو ہمارے سامنے ہے ہم تیرے پاؤں پکڑ لیں ہم تیرے پاؤں پکڑ لیں اللہ ہم تیری گود میں گر جائیں"۔ (بحوالہ دعا پنڈی بھٹیاں کیسٹ)

"مذکور مولوی طارق جمیل کی اس بکواس سے خدا تعالیٰ کا مجسم ہونا ثابت ہو رہا ہے اور یہ عقیدہ باطل ہے اور اس کا قائل کافر ہے کما صرح فی کتب العقاء وقارئین کرام! جس گروہ کا فضیلۃ الشیخ دین اسلام کے بنیادی عقیدہ توحید سے جاہل ہو باقی علماء وعوام دیو بند کا کیا کہنا۔

(بحوالہ دیو بندیت کے بطلان کا انکشاف: ص ۵۵، ۵۶)

اعتراض۔۔ [۱۲] طارق جمیل دیو بندی کا اللہ تعالیٰ پر بہتان:

"اللہ تعالیٰ اعلان کرتا ہے ساری دنیا کی محفلوں میں جاؤ ہر گھاٹ کا پانی پیو ہر دھن ہر ساز ہر آواز سے دل کو بہلانے کی کوشش کرو حسین حسین پری چہروں سے دوستی کر لو سونے چاندی کا ڈھیر لگا دو دنیا بھر میں اپنا نام چمکا لو اگر ان چیزوں میں تمہیں چین مل جائے تو مجھے رب ہی نہ سمجھنا الا سنو الا سنو الا بذکر اللہ تطمئن القلوب۔ (حیرت انگیز کارگزاریاں: ص ۱۳۸ طبع لاہور)

کیا اللہ تعالیٰ ان محافل بدزنا و شراب خوری فلموں، ڈراموں گانوں کی محافل میں جانے کا حکم دے رہا ہے نعوذ باللہ پھر تو حید و رسالت کو کرکٹ کی وکٹوں سے مثالیں دیتا ہے مولانا (طارق جمیل)

کرکٹ والوں سے بات کر رہے تھے فرمانے لگے تین وکٹیں ہیں توحید و رسالت اور آخرت پر ایمان ہے اور بولنگ شیطان کرا رہا ہے ایمان کے بلے سے توحید آخرت اور رسالت کو بچانا ہے۔

(حیرت انگیز کارگزاریاں: ۱۳۴، ۱۳۵)۔ (بحوالہ دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف: ص ۵۶)۔

جواب: عرض ہے کہ یہ جن جن کتابوں کا حوالہ دیا اس میں سے کوئی بھی نہ تو مولانا طارق جمیل صاحب کی اپنی کتاب ہے نہ ہمارے کسی مستند عالم کی کتاب اور موصوف نے اس بات کا وعدہ کیا ہوا ہے کہ وہ صرف مستند کتب کا حوالہ پیش کریں گے لہٰذا ہم ان بے سروپا مصنفین کی کتب کے ذمہ دار نہیں۔ پہلے ان کو ہماری مستند کتب ثابت کریں جن کے مندرجات بطور حجت ہم پر پیش کیے جاسکتے ہیں۔

اعتراض۔ [۱۳] غیر اللہ کو سجدہ کے متعلق دیوبندی نظریات:

یہ عنوان قائم کر کے ترجمان رضاخانیت کاشف اقبال بریلوی رضاخانی لکھتا ہے:

"عموماً دیوبندی اہل سنت پر بہتان لگاتے ہیں کہ یہ قبور کو سجدہ کرتے ہیں حالانکہ یہ ان کا بہتان صریح ہے"۔ (دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف: ص ۵۷)

قارئین کرام! جب آدمی کور چشمی پر اتر آئے تو بدیہات کا انکار کرتے ہوئے بھی نہیں شرماتا آج کوئی بھی شخص پورے پاکستان بلکہ پاک و ہند میں رضاخانیوں کے زیر قبضہ مزارات و قبور پر جا کر ملاحظ کر سکتا ہے کہ وہاں قبر مافیا کے رضاخانی قبروں کو سجدہ کرتے ہیں یا نہیں؟ تو اسے بہتان کہنا کتنا شرمناک جھوٹ ہے۔

آنکھیں اگر بند ہوں تو دن بھی رات ہے

دل نہ مانے تو بہانے ہزار ہیں

حیرت ہے کہ اپنے مسلک کی حقانیت کا ثبوت دینے کے لیے یہی مزارات بطور دلیل پیش ہوتے ہیں اپنی کثرت دکھانے کے لیے انہی مزارات کے مجاوروں اور بھانڈوں کو پیش کیا جاتا ہے ان کے سجادہ نشینوں کو اپنا ہم مسلک بتایا جاتا ہے ان کے چندوں پر گزارا کیا جاتا ہے ان

مزارات پر ہونے والی خرافات ان سجادہ نشینوں کی زیر سر پرستی ہوتی ہے اگر یہ خرافات کرنے والے لوگ جاہل لوگ ہیں ان کا عمل آپ کے لیے حجت نہیں تو آج تک ان کو روکا کیوں نہیں گیا؟ عرس ان جاہلوں کو چندوں پر، نذرانے ان جاہلوں کے چندوں پر، افرادی قوت ان جاہلوں کے چندوں پر مگر اب کہتے ہو کہ نہیں جاہل ہیں ہم ان کو نہیں مانتے۔ اگر یہ سب تمہاری مرضی اور رضا سے نہیں ہوتا اور یہ سب تمہارے لوگ نہیں ہے تو میری پوری رضا خانیت کو چیلنج ہے کہ پاکستان و ہندوستان کے کسی ایک معروف مزار کی مثال پیش کر دو جہاں تمہارے مقتدر علماء نے ان لوگوں کو یہ خرافات کرنے سے روکا ہو کوئی ایک بیان دیکھا دو جوان مزارات کے عرسوں پر ان عرسی خرافات کے خلاف کیا گیا ہو۔ آپ کے چراغ گولڑہ پیر نصیر الدین گولڑوی آپ کے مسلک کے شیخ الحدیث اشرف سیالوی کی غیرت کو للکارتے ہوئے لکھتا ہے:

''حالانکہ جھنگ جہاں آپ جمعہ پڑھاتے ہیں اس علاقہ میں متعدد دربار ایسے ہیں جہاں واضح طور پر قبروں کے سامنے سجدہ ہوتا ہے مزارات کے طواف ہوتے ہیں لوگ درختوں کے نیچے کپڑے پھیلا کر اولاد مانگتے ہیں اگر چادر پر بیر آپڑا تو بیٹا اور اگر پتہ آگرے تو بیٹی (معاذ اللہ) انہوں نے کبھی اس شرک صریح اور بدعت قبیح کے خلاف لکھی ہو تو منظر عام پر لائیں کبھی اہتماما اس موضوع پر تقریر فرما کر ان رسوم جاہلیت کے خلاف جہاد فرمایا ہو تو کیسٹ مجھے ضرور ارسال فرمائیں کیا وہاں غیرت جوش نہیں آتی''۔ (لطمۃ الغیب: ص ۷۳)

اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو پھر آؤ ہم تمہیں دیکھاتے ہیں کہ یہ سجدے اور خرافات کرنے والے کون لوگ ہیں۔

بریلوی مشائخ اور سجدہ تعظیمی:

بریلوی مسلک کا قطب وقت خواجہ خواجگان خواجہ غلام فرید کہتا ہے:

''سجدہ تحیت کا ذکر ہونے لگا حضرت اقدس علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ سلطان المشائخ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء محبوب قدس سرہ کے زمانے میں ایک شخص نے آپ کی مجلس میں سجدہ تحیت کے

بارے میں شور برپا کر رکھا تھا چنانچہ اس کا ذکر کتاب فوائد الفواد اور سیر الاولیاء میں تفصیل سے آیا ہے آخر حضرت سلطان المشائخ قدس سرہ نے اس بحث کرنے والے سے فرمایا تعظیمی سجدہ سابقہ امتوں میں مستحب تھا لیکن پیغمبر آخر الزماں علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ مبارک میں منسوخ ہو چکا البتہ اس کی اباحت (مباح ہونا) اب تک باقی ہے۔اس کے بعد فرمایا حضرت سلطان المشائخ قدس سرہ یہ بھی فرماتے ہیں کہ جو شخص میرے پاس آتا ہے اور اپنا سر میرے پاؤں پر رکھتا ہے تو اس سے مجھے کراہت آتی ہے لیکن چونکہ میرے شیخ علیہ الرحمۃ (حضرت خواجہ فرید الدین مسعود گنج شکر قدس سرہ) کی خدمت میں بھی اسی طرح لوگ آکر پاؤں پر سر رکھتے تھے اور آنحضرت منع نہیں فرماتے تھے میں بھی منع نہیں کرتا کیونکہ شیخ کے عمل کی مخالفت کرنا امر قبیح (برا کام) ہے"۔

(مقابیس المجالس: ص ۳۴۲)

آگے فرماتے ہیں:

"اس کے بعد فرمایا حضرت سلطان المشائخ محبوب الٰہی قدس سرہ کے زمانہ مبارک میں چند علماء متبحر جو علوم ظاہری و باطنی کے جامع تھے موجود تھے مثل حضرت خواجہ حسام الدین ملتانی، حضرت مولانا شمس الدین یحیٰ، حضرت خواجہ علاء الدین نیلی رضی اللہ تعالیٰ عنہم جو اصحاب عشرہ سلطان المشائخ (حضرت کے دس خلفاء) میں سے تھے یہ تمام حضرات علوم میں بے نظیر تھے ان کے علاوہ حضرت خواجہ فخر الدین زرادی بھی آپ کے دس خلفاء میں سے تھے۔اور اس قدر عالم متبحر تھے کہ ہندوستان بھر میں لوگ آپ سے سند لیتے تھے۔ایک خواجہ وحید الدین پائیلیؒ تھے جو امام وقت تھے ان کا مرتبہ اس قدر بلند تھا کہ ایک دفعہ جب حضرت خواجہ گنج شکر قدس سرہ کے روضہ اقدس کے اندر داخل ہوئے تو اندر سے آواز آئی "السلام علیکم یا ابو حنیفہ وقت" ان کے علاوہ ایک حضرت قاضی محی الدین کاشانیؒ تھے آپ کی شان یہ تھی کہ جب حضرت سلطان المشائخ قدس سرہ کی مجلس میں آتے تھے تو آپ دونوں قدموں پر سر دراست کی طرح کھڑے ہو جاتے تھے اگر چہ یہ آخری دو حضرات دس خلفاء میں سے نہیں تھے تاہم حضرت سلطان المشائخ ان سے خاص لطف عنایت سے پیش آتے تھے ان حضرات میں سے ہر ایک تمام علوم میں یگانہ روزگار کی حیثیت رکھتا تھا۔ان کے

علاوہ اور بھی بے شمار علماء موجود تھے جو روزانہ دیکھتے تھے کہ لوگ حضرت سلطان المشائخ کی زیارت کے وقت اپنا سر آپ کے پاؤں مبارک پر رکھتے تھے لیکن کسی نے تعظیمی سجدہ پر نہ اعتراض کیا نہ انکار نہ طعن و تشنیع سے کام لیا"۔

(مقابیس المجالس: ص ۴۲۲ ۳ رالفیصل ناشران وتاجران کتب لاہور را کتوبر ۲۰۰۵ء)

مقابیس المجالس آل رضائیہ بریلویہ کی مستند کتاب ہے:

(۱) بریلوی چراغ گولڑہ پیر نصیر الدین گولڑوی لکھتا ہے:

"البتہ وابستگان سلسلہ چشتیہ کے نزدیک بالعموم اور بصیر پوری وسیالوی صاحب کے نزدیک بالخصوص مستند و حجت کتاب مقابیس المجالس کا مندرجہ ذیل اقتباس کا مطالعہ کرلیں وہ آپ کے لیے سودمند رہے گا"۔ (لطمۃ الغیب: ۲۱۰ رمہریہ نصیریہ گولڑہ اسلام آباد)

(۲) مورخ بریلوی عبدالحکیم شرف قادری لکھتا ہے:

"نیز آپ کے ملفوظات مرتبہ مولانا رکن الدین اشارات فریدی کے نام سے چار جلدوں میں طبع ہو چکے ہیں"۔ (تذکرہ اکابر اہلسنت: ص ۳۲۴ رنوری کتب خانہ لاہور ر ۲۰۰۵ء)

اشارات فریدی مقابیس المجالس ہی کا دوسرا نام ہے جو سرورق پر مذکور ہے۔

(۳) جناب مسعود حسن شہاب نے اپنی تصنیف خواجہ غلام فرید میں مقابیس المجالس کی اس روایت کو ترجیح دی ہے کہ آپ کی ولادت ذوالحجہ ۱۲۶۱ھ کے آخری شنبہ ۲۳ ذوالحجہ کو ہوئی"۔

(تذکرہ اکابر اہلسنت: ص ۳۲۱)

(۴) پیر غلام رسول قاسمی بریلوی لکھتے ہیں: "خواجہ غلام فرید کوٹ مٹھن والے فرماتے ہیں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو حقیقی اور اکابر صحابہ میں سے ہیں کے حق میں بغض وحسد رکھنا اور بدگمانی کرنا سراسر شقاوت ہے"۔ (مقابیس المجالس، ص ۱۰۱۶)

(بحوالہ دفاع سیدنا امیر معاویہ: ص ۱۳۰ ردارالاسلام لاہور)

سجدہ تعظیمی حوالہ۔۔۔[۲]

بریلوی ابوالطاہر فدا حسین مدیر ماہنامہ مہر و وفا لاہور لکھتے ہیں:

قدسیاں عرش ہوں جب سرنگوں تیرے حضور
سجدہ تعظیم پھر کیوں کر نہ ہو ہم کو روا

(سوانح حیات حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ حالات وواقعات: ۱۵۲/طبع نوری کتب خانہ لاہور)

اس کتاب کے مصنف میاں محمد دین کلیم قادری بریلوی مورخ ہیں اس کتاب کا پیش لفظ بریلوی شیخ الحدیث عبدالحکیم شرف قادری نے لکھا ہے۔

سجدہ تعظیمی حوالہ۔۔[۳]

بریلوی مسعود ملت ماہر رضویات پروفیسر مسعود احمد لکھتا ہے:

"علمائے کرام نے سجدہ تعظیمی کو مباح لکھا ہے"۔

(حضرت مجدد الف ثانی اور ڈاکٹر محمد اقبال: ص ۳۹/ادارہ مسعودیہ کراچی)

سجدہ تعظیمی حوالہ۔۔[۴]

بریلوی پیر طریقت یار محمد فریدی لکھتا ہے:

کھلے جلوے ہیں اس در پر فقط اللہ اکبر
ہمیں سجدے روا ہیں خواجہ اجمیر کے در کے

(دیوان محمدی: ص ۲۱۱/نوری کتب خانہ لاہور/مئی ۲۰۰۶)

سجدہ تعظیمی حوالہ۔۔[۵]

مولوی محمد احمد بریلوی صدر جمعیۃ علماء پاکستان وخطیب مسجد وزیر خان کہتا ہے:

سنگ میخانہ پر سجدہ اور شکرانہ رہے
ان کی صورت سے یہ دل گر اپنا بت خانہ رہے
ہوجاتا ہے میسر جو مجھے اس در کا سجدہ
قبلہ کا کبھی میں تو طلب گار نہ ہوتا
جز در محبوب مجھ کو کیا غرض بت خانہ سے

واعظا یوں خیر کعبہ میں بھی ہوتا جاؤں گا

(حج فقیر برآستانہ پیر: ص ۴۰/تنظیم علماء مرتضائیہ بیہ عثمان گنج لاہور)

سجدہ تعظیمی حوالہ۔۔[۶]

آپ کے سلطان المناظرین مولوی نظام الدین ملتانی فتویٰ دیتا ہے:

''سجدہ تعظیمی وتکریمی میں علمائے دین کا نہایت درجہ اختلاف ہے بعض نے جائز کہا اور بعض ناجائز..... قرآن کریم اور احادیث صحیحہ سے سجدہ تعظیمی کی نفی اشرف المخلوقات کی خاطر کہیں بھی نہیں دیکھی گئی اگر ہے تو وہاں مراد اباحت ہے نہ حرمت''۔

(فتاوٰی نظامیہ: ص ۸۷ ۳/اشاعت القرآن پبلی کیشنز لاہور)

جس مسلک کے علماء ومناظرین سجدہ تعظیمی کو جائز کہہ رہے ہیں تو اس مذہب کے عوام کا کیا حال ہوگا اس پر یہ کہنا کہ سجدہ کرنے والے لوگ ہمارے نہیں کس قدر ڈھٹائی اور بے شرمی ہے۔

دیوبندیوں کے بزرگوں کو سجدہ تعظیمی کرنے کا جواز:

یہ عنوان قائم کر کے رضاخانی لکھتا ہے:

''اشرف علی تھانوی صاحب فرماتے ہیں بعض صوفیاء سجدہ تعظیمی کے جواز کے قائل ہیں''۔

(افاضات الیومیہ: ج ۱ ص ۲۷۶) (بحوالہ دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف: ص ۵۷)

جواب: قارئین کرام! عنوان تو یہ دیا کہ دیوبندی اپنے بزرگوں کو معاذ اللہ سجدہ تعظیمی کے قائل ہیں اور اس کے ثبوت کے لیے جو حوالہ نقل کیا اس میں کہیں بھی ایسی کوئی بات نہیں کیا یہ کھلا دھوکا نہیں کہ نعرہ ایک لگایا جائے اور مال دوسرا بیچا جائے؟ اس حوالے میں تو بعض صوفیاء کا قول نقل کیا جارہا ہے ملاحظہ ہو پورا ملفوظ جس کے بعد ہی آپ کو اندازہ ہوگا کہ رضاخانی نے کس قدر دجل وفریب کا مظاہرہ کیا:

''ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ بعض صوفیاء سجدہ تعظیمی کے جواز کے قائل ہیں جمہور فقہاء حرام کہتے ہیں اصل اس کی یہ ہے کہ بعض صوفیاء مجتہد ہیں اگر (کسی کو ان کا) اجتہاد

تسلیم نہ ہو تو کم از کم ان کا یہ خیال ضرور ہے کہ ہم مجتہد ہیں جیسے سلطان جی عرض کیا کہ اگر صوفیاء کو کوئی مجتہد سمجھے تو کیا وہ خدا کے یہاں معذور ہوگا فرمایا ہاں اگر ان کے پاس سامان اجتہاد موجود ہے جیسے سلطان جی کہ وہ عالم بھی ہیں اور اصل تو یہ ہے کہ ہم حسن ظن کی وجہ سے کہتے ہیں کہ مجتہد تھے"۔ (الافاضات الیومیہ: ج ۱ ص ۲۳۱ رملفوظ نمبر ۲۸۴)

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ ساتھ ہی فرما رہے ہیں کہ جمہور فقہاء کے نزدیک سجدہ تعظیمی حرام ہے اگر بعض صوفیاء کے قول کو نقل کرنے پر یہ ہمارا مسلک ہوا معاذ اللہ تو جمہور فقہاء کا قول نقل کرنے پر یہ قول ہمارا مسلک و مشرب کیوں نہ ہوا؟ چونکہ متصل یہ عبارت نقل کرنے پر عوام کو فریب نہیں دیا جا سکتا تھا اس لیے ترجمان رضا خانیت نے رضا خانیت دکھاتے ہوئے اسے ہضم کر لیا اسی ملفوظ پر استاد محترم حضرت مولانا محمود اشرف عثمانی صاحب زید مجدہ نے یہ عنوان قائم کیا:

"سجدہ تعظیمی کی حرمت غلبہ حال کے وقت عمل"

علمائے دیوبند تو اس سے حرمت سجدہ تعظیمی مفہوم لیں اور یہ جاہل سجدہ تعظیمی کے جواز کا الزام ہم پر لگاتا ہے۔

سجدہ تعظیمی حرام ہے علمائے دیوبند کا واضح موقف:

سوال: سوال میں شبہ کیا گیا تھا کہ شرائع من قبلنا من اس کا وقوع بلانکیر نصوص قطعیہ میں منقول ہے پس ہماری شریعت میں بھی جائز ہوگا اور ناسخ اس کا قطعی ہونا چاہیے اور وہ مفقود ہے؟

الجواب: جواب یہ دیا گیا کہ اس کی حرمت پر اجماع ہے اور اجماع گو ناسخ نہیں مگر علامت ہے وجود ناسخ کی گو ناسخ معلوم نہ ہو اور یہ جواب علی سبیل التنزل ہے ورنہ اگر نخبہ کی تحقیق پر نظر کی جاوے تو حدیث نہی عن السجدۃ التحیۃ کو متواتر کہہ سکتے ہیں گو تواتر معنوی ہو۔ وھو ھذہ اذا اجتمعت (ای الکتاب) علی اخراج حدیث و تعددت طرقہ تعددا تحیل العادۃ تواطؤھم علی الکذب الی اخر الشروط افاد العلوم الیقینیۃ لصحۃ نسبۃ الی قائلہ و مثل ذالک فی الکتب المشھورۃ کثیر اور حدیث نہی عن سجدۃ التحیۃ کی سند میں جمع الجوامع للسیوطی میں حسب ذیل مذکور ہے رواہ ابو داؤد

والطبرانی والحاکم والبیہقی عن قیس بن سعد والترمذی عن ابی ھریرۃ والدارمی والحاکم عن بریدۃ واحمد عن معاذ والطبرانی عن سراقہ بن مالک و صھیب و عقبۃ ابن مالک و غیلان بن مسلم ورواہ ابن ابی شیبۃ عن عائشہ والبیہقی ایضا عن ابی ھریرۃ اور ممکن ہے کہ اہل اجماع کے نزدیک یہ حدیث لفظاً بھی متواتر ہو۔ (امداد الفتاوی: ج ۴ ص ۲۸۱، طبع کراچی)

اور بہشتی زیور میں ''کفروشرک کی باتوں کا بیان'' کے عنوان کے تحت لکھتے ہیں:

''کسی کو سجدہ کرنا''۔ (بہشتی زیور: ص ۵۶، دارالاشاعت کراچی)

حکیم الامت مجدد دین وملت حضرت شاہ اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک اور فتوی ملاحظہ ہو:

''**سوال**: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ قبور کو بوسہ دینا اور ان کو تعظیماً سجدہ کرنا اور اولیاء کرام کا برسویں دن عرس کرنا اور منتیں ماننا اور قبروں کا طواف کرنا اور قبروں پر نوبت نقارہ بجانا اور ان پر چراغ جلانا اور ان پر غلاف چڑھانا اور ان کو پختہ بنانا اور محافل ومجالس میں بیٹھ کر مزامیر سننا اور دست بستہ کھڑے ہو کر واجد اور رقص کی تعظیم کرنا اور دست بدستہ کھڑے ہو کر استاد کو قرآن شریف سنانا اور یاشیخ سلیمان رحمۃ اللہ علیہ اور یاشیخ عبد القادر جیلانی شیئاً للہ کا وظیفہ پڑھنا شرع شریعت میں جائز ہے یا نہیں بینوا توجروا فقط''۔

الجواب: ان امور میں بعضے تو بالکل شرک ہیں جیسے تعبداً سجدہ کرنا اور منتیں ماننا اور طواف کرنا اور یا شیخ عبد القادر ؟ و یا شیخ سلیمان رحمۃ اللہ علیہ کا وظیفہ پڑھنا جیسا عوام کا عقیدہ ہے ان کے مرتکب ہونے سے بالکل اسلام سے خارج ہو جاتا ہے اور مشرک بن جاتا ہے امر ان لا تعبدوا الا ایاہ اور بعضے امور بدعت وحرام ہیں ان کے کرنے سے بدعتی وفاسق ہوگا (کل بدعۃ ضلالۃ و کل ضلالۃ فی النار) البتہ اگر ان کو مستحسن وحلال سمجھے گا تو خوف کفر کا ہے۔ کیونکہ استحلال معصیت کا کفر ہے اور قرآن شریف کا استاد کے سامنے کھڑے ہو کر پڑھنا بھی بہتر نہیں کیونکہ عبادت میں دست بدستہ ہونا بجز خدا کے کسی کے سامنے روا نہیں۔ واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم فقط''۔ (امداد الفتاوی: ج ۵ ص ۲۶۳)

ترجمان رضاخانیت کا دجل وفریب:

ترجمان رضاخانیت لکھتا ہے: ”اگر سجدہ بزرگ کی طرف ہو اور نیت خدا کی ہو تو حرج نہیں“ دیوبندی حکیم الامت اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں: ”ممکن ہے کہ مسجود حق تعالیٰ ہوں اور وہ بزرگ جہت سجدہ ہو جیسے سجدہ الی الکعبۃ میں حضرت حق تعالیٰ ہیں اور کعبہ جہت سجدہ ہے“۔ (بوادر النوادر ص ۱۲۸ طبع لاہور) اور آگے عنوان لگاتے ہیں: ”بزرگ کو سجدہ کرنے والے پر طعن وملامت نہ کرے“ پھر لکھتا ہے: تھانوی صاحب لکھتے ہیں کہ نعل لایلام علیہم لعدم اشتغالھم بالتحقیقات العلمیہ ... (غیر خدا کو) سجدہ کرنے والے پر بوجہ لغزش کے ملامت نہ کریں گے اور معذور سمجھیں گے۔ (بوادر النوادر: ص ۱۳۶، ۱۳۷ طبع لاہور) قارئین کرام ان دیوبندیوں کی توحید پرستی ملاحظہ ہو کہ غیر خدا کو سجدہ کرنے والے پر ملامت نہ کرو مگر محفل میلاد اور گیارہویں کرنے والے سے جہاد کرو فیا للعجب“۔

(دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف: ص ۵۸)

جواب: پہلی عبارت جو حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی پیش کی ہے اس میں وہ صرف ایک امکانی قول نقل کر رہے ہیں وہاں کسی بزرگ کو سجدہ کرنے کے جواز کا فتویٰ نہیں دیا حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے جو بات لکھی وہ آپ کے حکیم الامت مفتی احمد یار گجراتی صاحب نے بھی لکھی ہے حضرت آدم علیہ السلام کے سجدہ کے متعلق لکھتے ہیں:

”بعض فرماتے ہیں کہ سجدہ عبادت تھا یعنی سجدہ اللہ کو تھا اور آدم علیہ السلام مثل قبلہ کے جیسے ہم کعبہ کے سامنے جھک کر اللہ کو کرتے ہیں ایسے ہی فرشتوں نے آدم علیہ السلام کے سامنے جھک کر اللہ کو سجدہ کیا یہی قول قول شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کا بھی ہے“۔ (تفسیر نعیمی: ج ۱ ص ۲۴۳ رمکتبہ اسلامیہ لاہور)

اتمام حجت کے لیے ہم شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ محدث دہلوی کا قول بھی پیش کر دیتے ہیں:

”یعنی سجدہ کنید بسوئی آدمؑ بایں طریق کہ اورا قبلہ سجود خود گردانید“۔

(تفسیر عزیزی: ج ۱ ص ۲۲۱ رمکتبہ حقانیہ پشاور)

کاشف اقبال رضاخانی اور اس کے ماننے والے کسی رضاخانی میں اگر غیرت ہے تو اب لگاؤ شاہ صاحب پر بھی فتویٰ اور چونکہ شاہ صاحب کا موقف احمد یار گجراتی نے بھی نقل کیا ہے اس لیے وہ بھی مجرم ہیں بقول آپ کے، مگر یہ لوگ زہر کا پیالہ تو پی سکتے ہیں اپنے لوگوں پر فتویٰ نہیں لگا سکتے ذرا ایک حوالہ اور بھی ملاحظہ ہوں رضاخانی حکیم الامت اسجدوا لآدم کا صوفیانہ تفسیر کرتا ہے:

''بعض حضرات فرماتے ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام کی پیشانی میں نور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جلوہ گر تھا یہ سب برکتیں اور عظمتیں اسی کی وجہ سے تھیں اور در حقیقت یہ سجدہ اس نور ہی کو تھا اس نور سے ہر جگہ رحمت کا ظہور ہوا سب سے پہلے نور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے والد ماجد کو فرشتوں کا مسجود بنایا شعر

زباں حال سے کہتے تھے آدم
جسے سجدہ ہوا ہے وہ میں نہیں ہوں

(تفسیر نعیمی: ج ا ص ۲۴۴)

جہاں تک دوسری عبارت پیش کی اس میں بھی بدترین تحریف کی، دراصل حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے سجدہ تعظیمی کی حرمت پر ''بوادر النوادر: ص ۱۳۴ تا ۱۳۶'' تین صفحات پر بحث کی مگر رضاخانی نے کور چشمی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس تمام بحث کو چھوڑ دیا جہاں اس کاشف اقبال رضاخانی نے یہ عبارت لی ہے اس مضمون کی ابتداء اس طرح ہوتی ہے:

''سجدۃ التحیۃ کان مشروعا فی شرع قبلنا و نسخ فی شرعنا والناسخ مارواہ الترمذی''۔ (بوادر النوادر: ص ۱۳۴)

سجدہ تعظیمی ہم سے پہلی شریعتوں میں جائز تھا مگر ہماری شریعت میں اس کی مشروعیت منسوخ ہوگئی ہے اور ناسخ وہ روایت ہے جس کی ترمذی نے نقل کیا۔

اگر وہ روایت کہ اگر مخلوق کو سجدہ روا ہوتا تو میں بیوی کو کہتا کہ شوہر کو سجدہ کر کو نقل کر کے اس پر محققانہ کلام فرمایا اور اس پر ہونے والے اعتراضات کے جوابات دیئے اور اس روایت کا معنی

متواتر ہونا ثابت کیا۔ اور پھر آگے لکھتے ہیں:

ولم ترا احدا من السلف و لا من الخلف اختلف فی حرمة سجدة التحية مع تفصح كثير من كتب التفسير والحديث والفقه وما نقل عن بعض الصوفيه فی كتب تواريخهم لم يثبت عنهم وان ثبت فلا عبرة بقولهم لانهم ليسوا ممن يعتد بقولهم فی الاجماع و ان سلم كونهم عن يعتد به ايضا فی هذا المقام لان الاجماع السابق لا يرتفع بالاختلاف اللاحق نعم لايلام عليهم لعدم اشتغالهم بالتحقيقات العلمية و مع ذالك لا يحتج بقولهم وصنيعهم لاسيما اذا ثبت النكير عن بعض اكابرهم۔

(بوادر النوادر: ص ۱۳۶)

قارئین کرام! خدا تعالیٰ کو حاضر و ناظر سمجھ کر جواب دیں کہ ایسے زور و شور سے جو حرمت سجدہ تعظیمی کی حرمت کو ثابت کر رہا ہو اس پر اس کے جواز کا الزام لگانا کیا کھلا تعصب نہیں؟ حضرت کا مقصود تو صرف اتنا ہے کہ جن بعض مشائخ سے تاریخ کی کتب میں اس کا جواز منقول ہے وہ روایات اول تو ثابت نہیں اگر درست ثابت ہو بھی جائیں تو یہ ان کا قول و فعل اجماع قرآن و حدیث کے مخالف ہونے کی وجہ سے ہمارے لیے حجت نہیں ہاں ہم ان پر ملامت بھی نہیں کریں گے بلکہ انہیں معذور سمجھیں گے کہ ان پر سجدہ تعظیمی کی حرمت واضح نہ ہوسکی اگر یہ کہنا جرم ہے تو بریلوی اپنے مفتی اعظم پر بھی فتویٰ لگائیں۔ یسین اختر مصباحی بریلوی لکھتا ہے:

''تصوف سے وابستہ بعض حضرات سماع مع مزامیر کے قائل بلکہ اس پر عامل بھی ہوتے ہیں بعض حضرات پیر کے لیے سجدہ تعظیمی کے جواز کے قائل اور اس پر عامل ہوتے ہیں یہ دونوں امور ہمارے یہاں شرعاً ناجائز و حرام ہیں مگر حکم فسق (حکم ضلالت و کفر تو بے حد سنگین معاملہ ہے) کسی مسلمان پر عائد کرنا اتنا اہم معاملہ ہے کہ حضور مفتی اعظم ہند مولانا الشاہ مصطفیٰ رضا نوری (وصال محرم الحرام ۱۴۰۲ھ ۱۹۸۱ء)..... تحریر فرماتے ہیں قوالی مع مزامیر ہمارے یہاں ضرور حرام و ناجائز و گناہ ہے اور سجدہ تعظیمی بھی ایسا ہی ان دونوں مسلوں میں بعض صاحبوں نے اختلاف کیا

ہے اگرچہ وہ لائق التفات نہیں مگر اس نے ان مبتلاؤں کو حکم فسق سے بچا دیا ہے جو ان مخالفین کے قول کرتے ہیں اور جائز سمجھ کر مرتکب ہوتے ہیں اگرچہ شرعا ان ہر دو پر الزام ہے ایک ارتکاب حرام کا دوسرا اسے جائز سمجھنے خلاف قول جمہور چلنے واللہ تعالیٰ اعلم"۔

(فتاویٰ مصطفویہ: ص ۴۵۶ رضا اکیڈمی بمبئی ۱۴۲۱/ ۲۰۰۰۔ عرفان مذہب ومسلک: ص ۵۱)

مولوی مصطفیٰ رضا خان کا یہی فتویٰ پاکستانی ایڈیشن "فتاویٰ مصطفویہ: ص ۴۵۶ ر برکاتی پبلی شرز کراچی" پر بھی موجود ہے۔ اب مولوی مصطفیٰ رضا خان کہہ رہا ہے کہ قوالیاں اور سجدہ تعظیمی اگرچہ حرام ہیں مگر بعض نے اس کو جائز سمجھا اب جو ان بعض کے اقوال پر عمل کرتے ہوئے قوالی نے یا سجدہ تعظیمی بجالائے اس پر حکم فسق یعنی فاسق کا حکم نہیں لگایا جائے گا۔ اب اگر کسی رضا خانی میں غیرت ہے تو اپنے اس مفتی اعظم پر بھی مشرک ہونے کا فتویٰ لگائے۔

اعتراض ۔۔[۱۴] کعبہ معظمہ کے متعلق دیوبندی عقائد:

استنجا کرتے وقت کعبہ کی طرف پیٹھ کرنا جائز ہے۔۔۔نعوذ باللہ:

یہ عنوان قائم کر کے رضا خانی لکھتا ہے:

سوال: استنجاء کرنا یعنی آبدست لینا قبلہ کی طرف منہ یا پشت کر کے کیسا ہے۔

جواب: چونکہ کوئی دلیل نہی کی نہیں ہے اس لیے جائز ہے۔ (امداد الفتاویٰ: ج ص طبع کراچی)

(دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف: ص)

جواب: اول تو رضا خانی مولوی کہ جہالت اور فقہی بصیرت کا اندازہ اس سے لگالیں کہ فرعی مسائل وہ بھی اختلافی کو "عقائد" کا درجہ دے کر عقائد کے باب میں بیان کر رہا ہے جس جاہل کو عقائد وفروعات کا علم نہیں وہ اگر اکابر علماء دیوبند پر اعتراض نہ کرے تو کیا کرے؟ سچ کہا کسی نے کہ احمد رضا خان جاہلوں کے پیشوا تھا۔ (فاضل بریلوی اور ترک موالات: ص)

استنجاء کے وقت قبلہ رو ہونے کے بارے میں تفصیل:

پیشاب یا پاخانہ کرتے وقت قبلہ رو ہونا یعنی اس کی طرف منہ یا پیٹھ کرنا احناف کے ہاں

مکروہ تحریمی ہے چنانچہ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

ان النبی ﷺ قال اذا اتیتم الغائط فلا تستقبلوا القبلة والا تستدبروها ببول ولا بغائط ولکن شرقوا او غربوا۔

[ترجمہ] جب تم بیت الخلاء میں جاؤ تو قبلہ کی طرف منہ نہ کرو اور نہ اس کی طرف پشت کرو پیشاب کرتے ہوئے پاخانہ کرتے ہوئے لیکن مشرق و مغرب کی طرف منہ کرو۔

مگر دیگر ائمہ نے اس میں اختلاف کیا ہے امام نووی شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے کل ''چار مذاہب'' بیان کیے ہیں۔

۔۔۔۔پہلا مذہب امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا ان کے نزدیک صحراء (کھلی فضاء) میں تو قبلہ رو ہونا حرام ہے البتہ بنیان (گھر چار دیواری بیت الخلاء وغیرہ) میں جائز ہے اور یہی قول حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت شعبی، حضرت امام مالک، امام اسحٰق اور امام احمد بن حنبل (کا ایک قول) رضی اللہ عنہم و رحمۃ اللہ علیہم کا ہے۔

۔۔۔۔آگے چل کر تیسرا مذہب وہ بیان کرتے ہیں کہ گھر میں اور صحراء دونوں میں قبلہ کی طرف منہ کرنا جائز ہے اور یہ قول صحابی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ و ربیعہ رحمۃ اللہ علیہ اور داؤد ظاہری کا ہے۔

مذاهب العلماء فی استقبال القبلة واستدبارها ببول او غائط هی اربعة مذاهب احدها مذهب الشافعی ان ذالك حرام فی الصحرآء جائز فی البنیان علی ما سبق وهذا قول العباس ابن عبد المطلب وعبد الله بن عمر والشعبی ومالك واسحاق وروایة عن احمد ...والثالث یجوز ذالك فی البناء والصحرآء وهو قول عروة بن الزبیر وربیعة وداؤد الظاهری''۔

(المجموع شرح المهذب: ج ۲ ص ۹۵ رمکتبۃ الارشاد الریاض)

اب اس رضاخانی جاہل اجہل مولوی کی الٹی عقل اور غلط فتوے کی رو سے معاذ اللہ یہ تمام صحابہ، علماء مجتہدین جن میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا جان بھی شامل ہیں کیا یہ سب معاذ اللہ گستاخ

ہیں؟ اگر رضا خانی مولوی نے "المجموع شرح المہذب" کا نام پہلی بار سنا ہے تو کسی دیو بندی مکتبہ سے قدیمی کتب خانہ کی چھپی ہوئی "مسلم شریف" لے کر اس کا حاشیہ پر چھپی ہوئی شرح مسلم اس کی جلد اول ص، باب الاستطابۃ کھول کر کسی دیو بندی دورہ حدیث کے طالب علم سے اس باب کے تحت علامہ نووی کی شرح پڑھے اس میں ان تمام مذاہب کا بالتفصیل مع الدلائل ذکر موجود ہے۔ مجھے حیرت ہے کہ کاشف اقبال رضا خانی کی اس کتاب پر تقریظ لکھنے والے نام نہاد محدثین وشیخ الحوالہ جات (کوئی ان جہلاء عصر سے پوچھے کہ یہ شیخ الحوالہ جات کونسا معجون مرکب ہے اور اس کی ترکیب بریلوی کیا ہوگی؟) کو پاکی ناپاکی استنجاء کے بنیادی مسائل ہی کا پتہ نہیں جنہیں فروعی اختلاف کا علم نہیں وہ دیو بندی بریلوی اختلافات پر قلم اٹھا رہے ہیں۔ شرم شرم شرم۔

امداد الفتاویٰ کا مسئلہ:

رہا امداد الفتاویٰ کا حوالہ اور فتویٰ تو اس میں بھی اس خائن نے بدترین خیانت کا مظاہرہ کیا ہے اس لیے کہ حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے اس فتوے سے رجوع فرمالیا تھا چنانچہ اسی صفحہ پر ہے:

"مگر نہ کرنا موجب ثواب ہے کما فی المنیۃ ان ترکہ ادب... الخ شامی جلد اول صفحہ ۳۵۳ بعد میں معلوم ہوا کہ اس مسئلہ کو ان مسائل میں درج کیا گیا ہے جن کے متعلق مشائخ پر بعض علماء نے تنبیہ فرمائی ہے شان کعبہ وقبلہ رامد نظر داشتہ کہ عین مقصود اہل اسلام است ضروری بود کہ جواب ایں طور داند ترک ادب است نباید کرد"۔ (امداد الفتاویٰ: ج ۱ ص ۱۴۱)

(ترجمہ عبارت فارسی: قبلہ وکعبہ کی شان کو مد نظر رکھا گیا ہے کہ عین مقصود اہل اسلام ہے ضروری ہے کہ جواب اس طرح دیا جائے کہ ترک ادب ہے (قبلہ رو) نہیں کرنا چاہیے۔)

پھر حضرت کا یہ فتویٰ صرف "استنجاء" کرنے کے متعلق ہے قبلہ رو ہو کر پیشاب یا پاخانہ کے متعلق نہیں ہے۔ کیونکہ اس کے متعلق تو خود لکھا ہے:

"پیشاب پاخانہ کرتے وقت قبلہ کی طرف منہ کرنا اور پیٹھ کرنا منع ہے"۔

(بہشتی زیور: ص ۱۲۴ حصہ دوم)

امداد الفتاویٰ کا یہ فتویٰ صرف آبدست خالی استنجاء کرنے کے متعلق ہے اور استنجاء کرتے وقت (نہ کہ پیشاب پاخانہ) قبلہ کی طرف منہ کرنا احناف کے نزدیک ''مکروہ تنزیہی'' اور اس میں بھی اختلاف ہے چنانچہ علامہ تمرتاشی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بلا کراہت جائز ہے۔ یعنی جو فتویٰ مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے دیا تھا بعینہ وہی فتویٰ علامہ تمرتاشی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے:

من آداب الاستنجاء عند الحنفية ان يجلس له الى اليمين القبلة او يسارها كى لا يستقبل القبلة او يستدبرها حال كشف العورة فاستقبال القبله او استدبارها حالة الاستنجاء ترك ادب وهو مكروه كراهة تنزيه كما فى مد الرجال اليها وقال ابن نجيم اختلف الحنفيه فى ذالك واختار التمرتاشى انه لا يكره وهذا بخلاف التبول او التغوط اليها فهو عندهم محرم۔

(الموسوعۃ الفقہیہ الکویتیہ: ج ۴ ص ۱۲۴)

وقال العلامة القارى: قال علمائنا الاستقبال لهما كراهة تحريم و للاستنجاء كراهة تنزيه۔ (مرقاۃ المفاتیح: ج ۲ ص ۴۹)

الحمد للہ یہ علماء دیوبند کا فیضان علم ہے کاشف صاحب آپ جیسے نالائق لوگ تو اس راقم کے شاگرد بننے کے بھی قابل نہیں جنہیں پاکی ناپاکی کے ابتدائی مسائل اور استنجا کے آداب سے بھی واقفیت نہیں اور بنے پھرتے ہیں مناظر۔

''بریلوی شیخ الحدیث مولوی غلام رسول سعیدی لکھتا ہے: جن فقہاء نے قضاء حاجت کے وقت قبلہ کی طرف منہ یا پیٹھ کرنے کو مطلقاً جائز کہا''۔ (شرح مسلم: ج ۱ ص ۹۳۹)

کاشف اقبال رضاخانی صاحب آپ جس بات کو گستاخی سمجھ رہے ہیں اس کو جائز کہنے والوں کو آپ کا شیخ الحدیث ''فقہاء'' شمار کر رہا ہے کیا آپ کے مذہب میں فقہاء معاذ اللہ گستاخ ہوتے ہیں۔ جواب دیں آپ میں اور غیر مقلدین میں کیا فرق ہے؟ جب بات فیضان علوم دیوبند کی آہی گئی تو یہ بھی عرض کردوں کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ممنوعیت استقبال واستدبار کی اصل علت

احترام کعبہ نہیں "احترام مصلین" ہے گویا امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے تو اس بد بخت کے فتوے کی رو سے بالکل فارغ ہو گئے جبکہ احناف کے نزدیک اصل علت "احترام قبلہ" ہے یہی وجہ ہے کہ احناف کے ہاں صحراء وسنڈاس دونوں میں قبلہ رو ہونا ممنوع ہے جبکہ شوافع کے نزدیک صحراء میں تو ممنوع ہے کہ وہاں امکان ہے کہ جنات یا ملائکہ نماز پڑھ رہے ہوں جو کہ ہمیں نظر نہیں آتے اور بیت الخلاء میں چونکہ اس کا امکان نہیں اس لیے مکروہ تحریمی بھی نہیں۔ شکر ہے کہ اس قسم کے جہلاء امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے دور میں پیدا نہیں ہوئے ورنہ ان کے خلاف بھی "خانہ کعبہ کے متعلق شوافع کے عقائد" نامی ایک رسالہ لکھ دیتے۔

"رضاخانی مولوی غلام مہر علی تو لکھتا ہے: "ایسے فتوے دے کر شعائر اللہ کی بے ادبی کرنا یہ دیوبندیوں ہی کا مذہب ہے"۔ (دیوبندی مذہب: ص ۲۰۸)

تو ہمت کر واب اور ان اکابر بشمول صحابہ پر بھی معاذ اللہ فتویٰ بے ادبی لگاؤ خارجیوں۔

اعتراض۔۔[۱۵] سجدہ کرنے کے لیے کعبہ کی طرف منہ کرنا شرط نہیں ہے:

یہ عنوان قائم کر کے کاشف اقبال رضاخانی لکھتا ہے:

"دیوبندی حکیم الامت مولوی اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں: "یہ سوال کہ سجدہ میں استقبال قبلہ تو ہونا ضروری ہے اور اس میں اس شرط کا التزام نہیں ہو سکتا اس کا جواب یہ ہے کہ یہ شرط اس میں اختلاف کی گنجائش ہے چنانچہ نیل الاوطار باب التکبیر للسجود میں ہے...... ابو عبدالرحمن کے نزدیک استقبال قبلہ بھی شرط نہیں"۔ (بوادر النوادر: ص ۱۳۹)۔ (دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف: ص ۵۹)

جواب: یہ اعتراض بھی کاشف اقبال نے دیوبندی مذہب، جس سے سرقہ کیا ہے۔ پہلے پوری عبارت ملاحظہ ہو:

"از انیس الارواح یعنی ملفوظات حضرت خواجہ عثمان ہارونیؒ مرتبہ حضرت خواجہ معین الدینؒ (واقعہ نمبر ۲) حضرت خواجہ معین الدینؒ فرماتے ہیں کہ خواجہ عثمان ہارونیؒ کی خدمت میں حاضری ہوئی

اور نقیر نے پابوسی کے لیے زمین سر پر رکھا۔اشکال زمین پر سر رکھنا ظاہرا سجدہ ہے اور مخلوق کے آگے سجدہ کرنا گو تحیت ہی کا ہو حرام ہے۔حل اشکال ممکن ہے کہ مجاز ہو نیاز مندی سے جیسا حضرت سعدیؒ کے اس شعر میں ہے:

خدایت ثنا گفت و تحیل کرد

زمین بوسی قدر تو جبریل کرد

(اللہ تعالیٰ نے آپ کی ثناء فرمائی اور عزت افزائی کی اور جبریل نے زمین بوسی تعظیم کی)

یقینی بات ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام نے کبھی آپ کے روبرو زمین بوسی نہیں کی اور اس کا قرینہ خود انیس الارواح کی چوتھی مجلس میں خواجہ عثمانؒ کا ارشاد ہے کہ حضرت عمرؓ نے اٹھ کر زمین بوسی الخ اور ظاہر ہے کہ اس وقت ہرگز اس کا معمول نہ تھا پس یہاں مجاز ہونا یقینی ہے۔اسی طرح حضرت خواجہ صاحب کے قصہ میں بھی سمجھ لیا جائے دوسرے اگر سجدہ کو حقیقی ہی معنی پر محمول ہو تب بھی اس کی کوئی دلیل نہیں کہ وہ بزرگ مسجود ہوں ممکن ہے مسجود حق تعالیٰ ہوں اور وہ بزرگ جہت سجدہ ہوں جیسے سجدہ الی الکعبۃ میں مسجود حضرت حق ہیں اور کعبہ جہت سجدہ جیسا بعض مفسرین نے سجدہ ملائکہ لآدم میں یہی کہا ہے کہ آدم علیہ السلام مسجود نہ تھے صرف جہت سجدہ تھے اور انہوں نے لام کو بمعنی الی لیا ہے اور حضرت حسانؓ کے قول سے استشہاد کیا ہے اس اول من صلی لقبلتکم اور اسی پر محمول ہے یعنی عشاق کا قول ہے

قسم بقبلہ روئے تو یا رسول اللہ

رواست سجدہ بسوئے تو یا رسول اللہ

آپ کے روئے مبارک کو قبلہ کہنا اور بسوئے تو کہنا اس میں نص ہے لفظ ترا نہیں کہا ایسا ہی جواب دیا ہے تصور شیخ کے معاملے میں حضرت شیخ مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جس کو انوار العارفین میں مکتوبات جلد ثانی مکتوب سی ام سی نقل کیا ہے۔ضروری عبارت اس کی یہ ہے کہ درزش نیست رابطہ را نوشتہ بودند کہ سجدے استیلاء یافتہ است کہ در صلوت آں را مسجود خود می دانند می بینند و اگر فرضا نفی کنند منتفی نمی گردانی قولہ رابطہ را چرا نفی کنند کہ از مسجود الیہ است نہ مسجود لہ چرا می ریب و مساجد را نفی نکنند باقی یہ سوال کہ سجدہ میں استقبال قبلہ تو ہونا ضروری ہے اور اس میں اس شرط کا التزام نہیں

ہوسکتا اس کا جواب یہ ہے کہ یہ شرط اجتہادی ہے اس میں اختلاف کی گنجائش ہے چنانچہ نیل الاوطار باب التکبیر للسجود میں ہے کہ حضرت ابن عمرؓ کے نزدیک سجدہ تلاوت میں وضو شرط نہیں اور ابو عبدالرحمن کے نزدیک استقبال بھی شرط نہیں''۔ (بوادر النوادر)

یہ تھی مکمل عبارت مگر اس رضا خانی نے کتنا بڑا دھوکا دیا پہلی بات تو یہ کہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس بات کی صاف وضاحت فرمادی کہ سجدہ تعظیمی حرام ہے۔ پھر حضرت خواجہ عثمانؒ کے اس فعل کی تاویل فرمائی۔ کہ یہ حقیقتاً سجدہ نہ تھا بلکہ نیاز مندی اور بقدر ضرورت جھکنا تھا اور پھر اس کو دلائل سے مزین کیا پھر فرمایا کہ بالفرض اگر سجدہ مراد لیا جائے تب بھی امکان ہے کہ مسجود بزرگ نہیں بلکہ حق تعالیٰ ہوں اور وہ بزرگ محض جہت سجدہ ہوں جیسے خانہ کعبہ پھر اس کو دلائل سے مبرہن کیا۔ ہمیں اکابر و اولیاء اللہ کا گستاخ کہنے والو، ولیوں کو نہ ماننے کا الزام لگانے والو! غور سے بار بار پڑھو کہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کس اچھوتے دلفریب انداز سے اولیاء اللہ کا دفاع کررہے ہیں جہاں تک تمہارے بڑے بڑوں کا وہم وگمان بھی نہ جاسکتا۔ اگر سجدہ حقیقی الی رب العالمین مراد لیا جائے تو اس پر اشکال ہوگا کہ سجدہ میں تو قبلہ رو ہونا ضروری ہے اور اس وقت خواجہ عثمانؒ قبلہ رو نہ تھے تو حضرت اس اشکال کا جواب دے رہے ہیں کہ ممکن ہے کہ حضرت خواجہ عثمانؒ مطلق سجدہ میں قبلہ رو ہونے کو ضروری نہ سمجھتے ہوں جیسا کہ حضرت عبدالرحمن السلمی کا موقف ہے اور حضرت عمرؓ تو سجدہ میں وضوء کو بھی شرط نہیں لگاتے حضرت نہ تو اپنا موقف و مسلک بیان کررہے ہیں نہ ہی اپنی طرف سے بات نقل کررہے ہیں وہ تو ایک فقہی مسئلہ نقل فرمارہے ہیں حضرت نے جو نیل الاوطار کے حوالے سے بات کی تو اصل عبارت ملاحظہ فرمالیں::

قد روی البخاری عن عمر انه كان يسجد على غير وضوء ...قال فی الفتح لم يوافق عمر احد على جواز السجود بلا وضوء الا الشعبی اخرجه ابی شيبة عنه بسند صحيح اخرجه ايضا عن ابی عبد الرحمن السلمی انه كان يقرأ بالسجدة ثم يسجد لاه هو على غير وضوء الی غير القبلة۔

(نیل الاوطار: ج ۳ ص ۱۱۹ر دار ابن الہیثم، قاہرہ)

یہ اس رضا خانی کی جہالت اور فقہی کتب سے نابلد ہونے کی بدترین مثال ہے کہ فقہاء فقہی مباحث کے دوران مختلف مذاہب و آراء (ایک ہی مسئلہ) کے متعلق نقل کرتے ہیں ضروری نہیں کہ وہ ان کا اپنا موقف و مسلک بھی ہو مگر یہ جاہل اجہل ہر منقول قول کو صاحب نقل کا مسلک سمجھ کر فتوے بازی شروع کر دیتا ہے یوں لگتا ہے کہ علمی کتب کو کبھی مس کرنے کی بھی توفیق نہیں ہوئی کم سے کم درس نظامی کی فقہی کتب ہی پڑھ لی ہوتی تو اس قسم کی حرکات شنیعہ نہ کرتا مگر کسی نے سچ کہا تھا کہ احمد رضا خان جاہلوں کا پیشوا ہے۔ حضرت تھانوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ تو صرف صاحب نقل ہیں بس اور مولوی عبدالحکیم شرف قادری لکھتا ہے:

"علم مناظرہ کا قاعدہ ہے کہ نقل کرنے والا کسی بات کا ذمہ دار نہیں ہوتا اس سے صرف اتنا مطالبہ کیا جاسکتا ہے کہ اس کا حوالہ اور ثبوت کیا ہے"۔ (مقالات رضویہ: ص)

اور ہم نے قول کا ثبوت و حوالہ پیش کر دیا اب بکواس کرنی ہے تو ان پر کرو۔

اعتراض۔۔[۱۶] قرآن مجید کو ہذیان و بکواس سے تشبیہ: نعوذ باللہ:

یہ عنوان قائم کر کے رضا خانی ترجمان لکھتا ہے:

"دیوبندی تبلیغی جماعت کے مولوی محمد زکریا رقمطراز ہیں کہ صوفیہ نے لکھا ہے کہ نماز حقیقت میں اللہ جل شانہ کے ساتھ مناجات کرنا اور ہم کلام ہونا ہے جو غفلت کے ساتھ ہو ہی نہیں سکتا...... نماز کا معظم حصہ ذکر ہے قرات قرآن ہے یہ چیزیں اگر غفلت کی حالت میں ہوں تو مناجات یا کلام نہیں بلکہ ایسی ہی ہیں جیسے کہ بخار کی حالت میں ہذیان اور بکواس ہوتی ہے"۔ (فضائل اعمال: ص ۳۶۹ طبع کتب خانہ فیضی لاہور)۔ (دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف: ص ۶۰)

جواب: اولاً پوری عبارت ملاحظہ ہو شیخ الحدیث قطب الاقطاب فضائل نماز باب سوم پر لکھتے ہیں:

"صوفیاء نے لکھا ہے کہ نماز حقیقت میں اللہ جل شانہ کے ساتھ مناجات کرنا اور ہم کلام

ہوتا ہے جو غفلت کے ساتھ ہو ہی نہیں سکتا نماز کے علاوہ اور عبادتیں غفلت کے ساتھ بھی ہوسکتی ہیں مثلاً زکوۃ ہے کہ اس کی حقیقت مال کا خرچ کرنا ہے یہ خود ہی نفس کو اتنا شاق ہے کہ اگر غفلت کے ساتھ ہو تب بھی نفس کو شاق گزرے گا اسی طرح روزہ دن بھر کا بھوکا پیاسا رہنا ہے، صحبت کی لذت سے رکنا کہ یہ سب چیزیں نفس کو مغلوب کرنے والی ہیں غفلت سے بھی اگر تحقق ہو تو نفس کی تیزی اور شدت پر اثر پڑے گا۔ لیکن نماز کا معظم حصہ ذکر ہے قرآن ہے یہ چیزیں اگر غفلت کی حالت میں ہوں تو مناجات یا کلام نہیں ہیں ایسی ہی ہیں جیسے کہ بخار کی حالت میں ہذیان ہوتی ہے کہ جو چیز دل میں ہوتی ہے وہ زبان پر ایسی اوقات میں جاری ہو جاتی ہے نہ اس میں کوئی مشقت ہوتی ہے نہ کوئی نفع اس لیے اگر توجہ نہ ہو تو عادت کے موافق بلوسوچے سمجھے زبان سے الفاظ نکلتے رہیں گے جیسے کہ سونے کی حالت میں اکثر باتیں زبان سے نکلتی ہیں کہ نہ سونے والا اس کو اپنے سے کلام سمجھتا ہے نہ اس کا کوئی فائدہ ہے۔

قارئین کرام! اس عبارت کی وضاحت سے پہلے چند باتیں سمجھ لیں۔ ہر زبان میں اپنی بات کو بہتر طریقے سے سمجھانے کے لیے تشبیہات کا استعمال ہوتا ہے ہم اردو زبان میں کسی کی بہادری سے متاثر ہو کر کہتے ہیں کہ فلاں تو شیر کی طرح ہے اور فلاں ایسا خوبصورت ہے جیسے چاند جب بھی کسی چیز کو تشبیہ دی جاتی ہے (مشبہ) کسی دوسری چیز کے ساتھ (مشبہ بہ) اس میں مقصود کوئی صفت ہوتی ہے تشبیہ من کل الوجوہ نہیں ہوتی یعنی تشبیہ تمام چیزوں میں نہیں ہوتی بلکہ کسی خاص پہلو سے ہوتی ہے (ملاحظہ ہو مطول، مختصر المعانی، دروس البلاغۃ) مثال کے طور پر جب ہم کہتے ہیں کہ زید ایسا ہے جیسے شیر تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ جیسے شیر کی چار ٹانگیں ہیں، دانت ہے، دم ہے ایسے ہی زید کی ہیں تو تشبیہ تمام چیزوں میں نہیں ہے بلکہ اس سے مقصود جو شیر کی بہادری ہے اس صفت میں تشبیہ دینا ہے کہ جیسے شیر بہادر ہے ایسے ہی زید بہادر ہے۔ بخاری شریف کی ابتداء میں ایک حدیث ہے جس میں وحی کو تشبیہ دی گئی ہے گھنٹی سے حالانکہ دوسری احادیث میں ہے کہ جہاں گھنٹی ہو وہاں رحمت کے فرشتے نہیں آتے۔ اس اصول کو بریلوی مناظر اعظم و شیخ

محدث اشرف سیالوی نے بھی تسلیم کیا ہے:

”ہر ادنیٰ سمجھ رکھنے والا شخص اس حقیقت سے باخبر و آگاہ ہے کہ مثال میں صرف وجہ تمثیل کا لحاظ ہوتا ہے جملہ امور میں اشتراک نہیں ہوتا“۔ (مناظرہ جھنگ: ص ۵۶)

بالکل اسی طرح فضائل اعمال کی عبارت میں نماز غفلت سے پڑھنے کو ہذیان سے تشبیہ دی گئی ہے جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے کہ تشبیہ تمام اعتبار سے نہیں ہوتی یہاں بھی اس پہلو سے تشبیہ ہے کہ جیسے بخار کی حالت میں جب بخار دماغ کو چڑھ جائے اور بندہ ہوش وحواس کھو بیٹھے اسوقت اس کے منہ سے الفاظ نکل رہے ہوتے ہیں لیکن اس کو پتہ نہیں ہوتا کہ وہ کیا کہہ رہا ہے اسی طرح غفلت سے نماز پڑھنے والے کو پتہ نہیں ہوتا کہ وہ کیا کہہ رہا ہے اور دل ودماغ دنیا میں مشغول ہوتا ہے یہ قطعاً مراد نہیں کہ قرآن ونماز معاذ اللہ ہذیان وبکواس ہے۔

قارئین کرام خود دیکھ سکتے ہیں کہ اصل عبارت میں تشبیہ ہے جس کو ”جیسے کہ بخار کی حالت میں“ سے ذکر کیا گیا ہے اور یہ تشبیہ ایسی ہی ہے جیسے کہ بخاری شریف میں وحی کو گھنٹی سے، مزید وضاحت کے لیے راقم یہاں بریلوی کتب سے دو حوالے پیش کر رہا ہے اور کاشف اقبال رضاخانی اور دیگر رضاخانیوں کو دعوت فکر ہے کہ جو جواب آپ کے پاس ان دو حوالوں کا ہے وہی فضائل اعمال کی تشبیہ کے حاشیہ پر رقم کردیں۔

بریلوی حکیم الامت مفتی احمد یار گجراتی سورہ مومنون آیت ۹۷ کی تشریح میں لکھتے ہیں:

”قل میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک کی طرف اشارہ ہے یعنی اے محبوب دعا ہماری بتائی ہوئی ہو اور زبان تمہاری ہو کارتوس رائفل سے پوری مار کرتا ہے“۔ (نور العرفان: ص)

دوسری جگہ لکھتے ہیں:

”عصائے موسوی سانپ کی شکل ہو کر سب کچھ نگل گیا تھا ایسے ہی ہمارے حضور نوری بشر ہیں“۔

(مراۃ المناجیع: ج، ص)

مزید تسلی کے لیے بریلوی شمس الاسلام شمس الدین سیالوی (پیرومرشد پیر مہر علی شاہ گولڑوی)

کا ایک ملفوظ بھی ملاحظہ ہو:

''طالب صادق کو نماز میں مختصر قرأت کرنی چاہیے تا کہ وہ حضور دل کی کیفیت سے غافل نہ ہو کیونکہ حضور دل کے بغیر نماز فائدہ مند نہیں اور محض بے ہودہ حرکات کا مجموعہ ہے''۔

(مرات العاشقین: ص ۷۵)

کیونکہ رضا خانی صاحب ہمت کریں اور ایک عدد فتویٰ یہاں بھی فٹ کریں مگر ایک منٹ کچھ مزید حوالے بھی ملاحظہ کرتے جائیں۔

اکابر صوفیاء کے حوالہ جات:

شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک طویل حدیث نقل کرتے ہیں جس کے آخر میں ہے:

والذی لا صلوۃ لہ ھو الذی یصلی و ینقر کنقر الدیك۔

[ترجمہ] وہ نمازی جس کے لیے کوئی نماز نہیں وہ ہے جو مرغ کی ٹھونگوں کی طرح (جلدی جلدی) نماز پڑھتا ہے۔ (غنیۃ الطالبین: عربی اردو: حصہ دوم: ص ۲۶۱)

یہاں بھی نماز کو مرغ کی ٹھونگوں سے تشبیہ دی گئی ہے اب بریلوی اپنی الٹی عقل کا مظاہرہ کرتے ہوئے یہاں بھی فتویٰ لگائیں کہ شیخ نے نماز کو مرغ اور اس کی چونچ کی ٹھونگیں بنا دیا۔

شیخ شہاب الدین سہروردی اپنی کتاب عوارف المعارف میں لکھتے ہیں:

''جیسے یہ معلوم نہ ہو کہ وہ کیا کہہ رہا ہے کہ وہ کس طرح ذکر الٰہی کر سکتا ہے یعنی ایک متوالا اور مدہوش کہتا ہے اور عقل موجود نہیں ہے اور ایک غافل نماز پڑھ رہا ہے کہ اس میں بھی اس کی عقل حاضر نہیں ہے تو دونوں ایک ہوئے''۔ (عوارف المعارف / مترجم شمس بریلوی: ص ۴۸۰)

قارئین کرام! مندرجہ بالا حوالہ کو بار بار پڑھ رہے ہیں شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ تو نماز غفلت سے پڑھنے والے کو نشے میں مدہوش کی طرح کہہ رہے ہیں بلکہ دونوں کو ایک کہہ رہے ہیں اب جواب دیں شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت اور اس عبارت میں کوئی فرق ہے؟ بلکہ

شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ نے تو تشبیہ دی تھی حضرت سہروردی رحمۃ اللہ علیہ نے تو دونوں ایک جیسا ہی کہہ دیا۔

حضرت ابوالحسن علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ امام قشیری رحمۃ اللہ علیہ کے تعارف میں لکھتے ہیں:

"از وی شنیدم کہ گفت مثل الصوفی کعلۃ ابر سام اولہ ہذیان وآخرہ سکوت"۔

(کشف المحجوب: ص ۱۵۱ر تہران)

[ترجمہ] صوفی سرسام کی بیماری کی مانند ہے کہ پہلے ہذیان ہوتی ہے آخر میں خاموشی۔

(کشف المحجوب: ص ۲۵۴ر مترجم مفتی غلام معین الدین نعیمی ر زاویہ پبلی شرز لاہور)

پھر کچھ آگے اس کی مثال دیتے ہیں:

"مثال این آنست کہ چوں موسیٰ علیہ السلام مبتدی بود ہمہ ہمتش روئت بود از ہمت عبارت کرد رب ارنی انظر الیک این عبارت از نایافت مقصود ہذیان نمود"۔ (کشف المحجوب: ص ۱۵۱)

اور اس کی مثال یہ ہے کہ جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام جب تک مبتدی تھے ان کی تمنا یہ تھی کہ دیدار حاصل ہو اور رب انظر الیك کہہ کر تمنا کی جو پوری نہ ہوئی یہ آرزو ہذیان (کی طرح) تھی۔

اس عبارت کو بار بار پڑھیں ہم نے اصل فارسی عبارت بھی پیش کر دی اور اس کے ساتھ اردو ترجمہ رضاخانی مولوی کا پیش کر دیا تاکہ کوئی یہ نہ کہہ سکے کہ ترجمہ خود ساختہ ہے۔ اب ذرا ہمت کرو اور ایک عدد فتویٰ یہاں بھی لگاؤ ایک اور عبارت ملاحظہ ہو شیخ یحییٰ منیری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

"کہا گیا ہے کہ زبان کا ذکر بکواس ہے اور قلب کا ذکر ہذیان ہے"۔

(مکتوبات دوصدی: ص ۵۷۲ر مکتوب نمبر ۱۶۵)

آخر میں ہم امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی ایک عبارت نقل کرتے ہیں اور قارئین سے درخواست کرتے ہیں کہ ہمیں جواب دیں کہ اس عبارت میں اور شیخ الحدیث کی عبارت میں کیا فرق ہے؟

والتحقیق فیہ ان المصلی مناج ربہ عز وجل کما ورد بہ الخبر والکلام مع الغفلة لیس بمناجاة البتتہ و بیانہ ان الزکاة ان غفل الانسان عنها مثلاً فهی فی نفسها مخالفة لشهرة شدیدة علی النفس و کذا الصوم قاهر للقوی کاسر لسطوة الهوی الذی هو للشیطان عدو الله فلا یبعد ان یحصل منها

المقصود مع الغفلة كذالك الحج افعاله شاقة شديدة و فيه من المجاهدة مايحصل به الايلام كان القلب حاضرا مع افعاله او لم يكن ؟اما الصلوة فليس فيها الا ذكر و قراة ركوع وسجود و قيام وقعود ،فاما الذكر فانه محاورة و مناجاة مع الله عز و جل فاما ان يكون المقصود منه كونه خطابا و محاورة اوالمقصود منه الحروف والاصوات امتحانا للسان بالعمل كما تمتحن المعدة والفرج بالامساك في الصوم و كما يمتحن البدن مشاق الحج ويمتحن القلب بمشقة اخراج الزكاة واقتطاع المال المعشوق ولاشك ان هذا باطل فان تحريك اللسان بالهذيان مااخفه على الغافل فليس فيه امتحان من حيث انه عمل،بل المقصود الحروف من حيث انه نطق ولا يكون نطقا الا اذا اعرب عما في الضمير ولايكون معربا الا بحضور القلب فاي سوال في قوله اهدنا الصراط المستقيم اذا كان القلب غافلا واذا لم كونه تضرعا و دعا فاي مشقة في تحريك اللسان به مع الغفلة لاسيما بعد الاعياد. (احیاء العلوم: ص۱۹۶،۱۹۷، کتاب اسرار الصلوۃ، باب الثالث)

[ترجمہ] بے شک نمازی نماز میں اللہ جل شانہ سے مناجات کرتا ہے جیسا کہ حدیث میں آیا ہے اور ہم کلام ہونا غفلت کے ساتھ ہو ہی نہیں سکتا اور اس کا بیان ایسے ہے مثلاً زکوۃ اپنی ذات کے اعتبار سے (مال کا خرچ کرنا) اگر غفلت کے ساتھ ہو تب بھی نفس پر شدید شاق ہے خواہش کے خلاف ہے اور اسی طرح روزہ (اگر غفلت سے بھی ہو تو) غلبہ دینے والا ہے قوی (نفس) پر اور اس خواہش نفس کی شوکت کو جو اللہ کے دشمن شیطان کا آلہ ہے توڑنے والا ہے اور اسی طرح حج کے افعال نفس پر دشوار ہیں اور حج میں مجاہدہ ہے جو تکلیف برداشت کرنے کے ساتھ حاصل ہوتا ہے چاہے قلب حاضر ہو یا نہ بہر حال نماز تو اس میں ذکر قراۃ رکوع سجود قیام وقعود ہی ہے۔ بہر حال ذکر وہ اللہ کے ساتھ ما مناجات اور کلام ہے اس ذکر سے مقصود یا تو خطاب وگفتگو کرنا ہے یا اس سے مقصود حروف اور آواز میں زبان کو عمل کیلئے آزمانے کے واسطے جیسے روزے میں معدے اور شرمگاہ کو روکنے کے ساتھ آزمایا جاتا ہے اور جیسے بدن کو حج کی مشقت کے ساتھ اور دل کو زکوۃ نکالنے اور محبوب مال کو

دینے کے ساتھ آزمایا جاتا ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ قسم باطل ہے (یعنی زبان کو حروف سے آزمانا مقصود نہیں) کیونکہ زبان کا حرکت دینا ہذیان کے ساتھ زیادہ آسان ہے غافل پر (جیسے ہذیان میں آدمی زبان کو حرکت دیتا ہے اسی طرح غافل آدمی کے لیے بھی حرکت دینا آسان ہے) کیونکہ اس میں آزمانا نہیں ہے عمل کی حیثیت سے بلکہ مقصود حروف ہیں اس حیثیت سے کہ بولے جائیں اور نہیں بولے جاسکتے ہیں مگر جب مافی الضمیر صاف بیان کیا جائے اور وہ اظہار کرنا حضور قلب کے ساتھ ہی ہوسکتا ہے پس ہمیں سیدھا رستہ دیکھا میں کس چیز کا سوال کرو گے اگر دل غافل ہو اور ارادہ نہ ہو عاجزی اور دعا کرنے کا عادت پڑ جانے کے بعد زبان کو غفلت کے ساتھ ہلانے میں کونسی مشقت ہے خصوصاً عادت پڑنے کے بعد کسی قسم کی دشواری نہ ہوگی۔

بریلوی شیخ الحدیث والتفسیر فیض احمد اویسی نے احیاء علوم کا ترجمہ کیا ہے وہ اس عبارت فان تحریك اللسان بالهذیان ما اخفه علی الغافل کا ترجمہ کرتے ہیں: ''غافل پر بکواسات سے زبان کا ہلانا نہایت سہل ہے''۔

یادر ہے کہ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ یہ مثال نماز غفلت سے پڑھنے والوں کے لیے دے رہے ہیں شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ اور امام غزالی کی عبارت میں مقصود و مفہوم کے اعتبار سے کوئی فرق نہیں حتی کہ دونوں نے مثالیں بھی ایک جیسی ہی دی ہیں اگر شیخ الحدیث معاذ اللہ یہ بات کہنے کی وجہ سے گستاخ ٹھہرتے ہیں تو امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ پر کیا فتویٰ ہے جو شیخ الحدیث کی عبارت کا اصل ماخذ ہیں؟

اعتراض۔۔[۱۷] قرآن مجید کے متعلق تحریف کا دیوبندی عقیدہ: نعوذ باللہ:

یہ عنوان قائم کرکے رضاخانی معترض لکھتا ہے:

''دیوبندی مذہب کے معروف محدث انور شاہ بخاری کشمیری لکھتے ہیں کہ والذی تحقق عندی ان التحریف فیه لفظی ایضا اما انه عن عمد منهم او لمغلطة فالله

تعالیٰ اعلم اور میرے نزدیک قرآن مجید میں لفظی تحریف واقعی ہو چکی ہے یا تو لوگوں نے جان بوجھ کر کی ہے یا غلطی سے۔ (فیض الباری: ج ۳ ص ۳۹۵ طبع کوئٹہ)۔

(دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف: ص ۶۰)

جواب: رضاخانی مولوی نے عبارت نقل کرنے میں بدترین خیانت کا مظاہرہ کیا اور ترجمہ میں اپنی طرف سے قرآن کا لفظ ڈال کر احمد رضا خان کے محب ہونے کا پورا پورا ثبوت دیا۔

حضرت کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کی مکمل عبارت کا ترجمہ ملاحظہ ہو:

"خوب جان لو کہ تحریف کے بارے میں علماء کے تین مذاہب ہیں:

(۱) ایک جماعت کہتی ہے کہ کتب سماویہ (آسمانی کتابوں) میں لفظ اور معنی دونوں کے اعتبار سے تحریف واقع ہوئی ہے اور علامہ ابن حزم کی رائے بھی یہی ہے۔

(۲) ایک جماعت کی رائے یہ ہے کہ تحریف کم واقع ہوئی ہے اور حافظ ابن تیمیہ اسی رائے کی طرف گئے ہیں۔

(۳) اور ایک جماعت نے تحریف لفظی کا بالکل انکار کیا ہے پس ان کے نزدیک سارا کا سارا معنوی ہے۔

یہ تین مذاہب بیان کرنے کے بعد حضرت کشمیری رحمۃ اللہ علیہ اس تیسرے مذہب کے قائلین پر رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں یعنی کہ تحریف لفظی نہیں سارا کا سارا معنوی ہے پر بطور الزام فرماتے ہیں اگر صرف تحریف معنوی ہو لفظی نہ ہو تو اس سے تو لازم آئے گا کہ قرآن بھی محرف ہو کیونکہ کتنے لوگوں نے قرآن میں بھی معنوی تحریف کی ہے۔ جیسے روافض و شیعہ و قادیانیہ و منکرین حدیث و اہل بدعت بریلویہ و فرق ضالہ نے قرآن میں تحریف معنوی کی ہے۔ لہٰذا حضرت کشمیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک تحقیقی بات یہ ہے کہ کتب سماویہ (آسمانی کتب توراۃ، زبور، انجیل) میں صرف تحریف معنوی نہیں بلکہ لفظی تحریف بھی ہوئی ہے۔

یہ ہے ساری حقیقت و وضاحت حضرت العلامہ کے قول و عبارت کی جیسا کہ اکابر کا طریقہ

ہے کہ کسی مسئلہ کے متعلق اولاً تمام اقوال نقل کرتے ہیں اور آخر میں جو راجح و تحقیقی قول ہوتا ہے اس کو ذکر کرتے ہیں تو حضرت کشمیری رحمۃ اللہ علیہ پہلے تین قول نقل کرنے کے بعد آخر میں راجح قول کو نقل کرتے ہیں مگر ان رضاخانیوں نے کس طرح مسخ کر کے عبارت کو پیش کیا حضرت کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کی اصل عبارت یہ ہے:

"واعلم ان فی التحریف ثلاثۃ مذاھب ذھب جماعۃ الی ان التحریف فی الکتب السماویۃ وقد وقع بکل نحو فی اللفظ والمعنی جمیعا وھو الذی مال الیہ ابن حزم وذھب جماعۃ الی ان التحریف قلیل ولعل الحافظ ابن تیمیہ جنح الیہ وذھب جماعۃ الی انکار التحریف اللفظی راسا فالتحریف عندھم کلہ معنوی قلت یلزم علی ھذا المذھب ان یکون القرآن ایضا محرفا فان التحریف المعنوی غیر قلیل فیہ ایضا والذی تحقق عندی ان التحریف فیہ لفظی ایضا اما انہ عن عمد منھم لمغلطۃ فاللہ تعالی اعلم بہ

حضرت کا قول (والذی تحقق عندی) یعنی میرے نزدیک تحقیقی قول یہ ہے اور یہ تحقیقی قول ان کتب سماویہ سابقہ کے متعلق ہے جن کے متعلق تین مذاہب نقل کیے۔ حضرت کشمیری رحمۃ اللہ علیہ (اما انہ عن عمد منھم) یہ (ھم) ضمیر راجع ہے اہل الکتاب کی طرف اور یہ دراصل ابن عباس رضی اللہ عنہما کا ایک اثر ہے جس کو حضرت کشمیری رحمۃ اللہ علیہ نے مختصراً ذکر کیا ہے۔ حاصل یہ ہے کہ حضرت کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک کتب سماویہ سابقہ میں لفظی و معنوی دونوں طرح کی تحریف ہوئی ہے اور اپنے اسی موقف کو ایک اور انداز میں اسی فیض الباری میں بیان کرتے ہیں:

قال الامام الحافظ الحجۃ الثقۃ المحقق الفقیہ المفسر المحدث الشیخ السید انور شاہ الکشمیری فی کتابہ العظیم المسمی فیض الباری:

قولہ (قال ابن عباس)... (یحرفون) یزیلون ولیس ھذا یزیل لفظ کتاب من کتب اللہ ولکنھم یحرفونہ یتاولونہ علی غیر تاویلہ واعلم ان اقوال العلماء فی وقوع التحریف ودلائلھن کلھا قد قصی عنہ الوطر المحشی فراجعہ

والذی ینبغی فیہا نظر ھھنا انہ کیف ساغ لابن عباس انکار التحریف اللفظی مع ان شاھد الوجود یخالفہ کیف و قد نعی علیھم القرآن انھم کانوا یکتبون بایدیھم ثم یقولون (ھو من عند اللہ وما ھو من عند اللہ آل عمران ۷۸) و ھل ھذا الا تحریف لفظی و لعل مرادہ انھم ما کانوا یحرفونھا قصدا ولکن سلغھم کانوا یکتبون مرادھا کما فھموھثم کان خلفھم یدخلنہ فی نفس التوراۃ فکان التفسیر یختلط بالتوراۃ من ھذا الطریق۔

ایک اور مقام پر فرماتے ہیں:

باب من قال لم یترك النبی ﷺ الا ما بین الدفتین

ردعلی الروافض حیث زعم الملاعنۃ ان عثمان نقص من القرآن۔

(فیض الباری: ج ۳ ص ۴۶۴)

یعنی یہ باب جو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے قائم کیا یہ روافض ملعونوں پر رد ہے کیونکہ یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے قرآن میں کمی (تحریف) کی ہے۔اسی طرح حضرت کشمیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

’’کہ مختار بات یہ ہے کہ روافض کافر ہیں کیونکہ جمہور صحابہ کی تکفیر کرنے والا کافر ہے الخ اور روافض کے کفر کی ایک وجہ تحریف قرآن کا عقیدہ بھی ہے اور روافض کی مستند کتب اس پر شاہد وعادل ہیں‘‘۔قال الامام

والمختار تکفیرھم فان المکفر جمھو ر الصحابۃ کافر الخ وللروافض فی القرآن العظیم اقوال قیل زاد فیہ عثمان ونقص وقیل نقص ولم یزدو قیل انہ محفوظ ولا یقولون بصحۃ احادیث کتب اھل السنۃ ولھم صحاح اربعۃ و ھی مقامو مفتریات۔ (العرف الشذی شرح سنن الترمذی: ج ۱ ص ۸۲)

اگر معاذ اللہ حضرت کشمیری رحمۃ اللہ علیہ تحریف قرآن کے قائل ہوتے تو اسی قول کی بناء پر روافض کی تکفیر کیوں کرتے؟

فیض الباری کی عبارت میں ایک غلطی کی نشاندہی جس سے یہ مغالطہ ہوا:

امام اہلسنت مولانا سرفراز خان صفدر صاحب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

''عزیز القدر! اس عبارت میں ''فیھا'' کی جگہ ''فیه'' لکھا گیا ہے اصل عبارت یوں ہے:

''ان التحریف فیھا (ای الکتب السماویه کالتوراۃ والانجیل و غیرھما) لفظی ایضا''۔

[ترجمہ] فیھا کی ضمیر کا مرجع کتب سماویہ ہیں، یعنی کتب سماویہ تورات، زبور، انجیل وغیرہ میں تحریف ہوئی ہے نہ کہ قرآن میں۔ مگر فیہ کی ضمیر مفرد مذکر کی وجہ سے یہ مغالطہ ہوا کہ شاید قرآن میں تحریف ہوئی ہے۔

اس کی مزید دلنشین وضاحت کے لیے آپ کے مسائل اور ان کا حل جلد ۱ صفحہ ۷۳ تا ۷۹ کا مطالعہ کریں۔

اعتراض۔۔[۱۸] دیوبندی شیخ الہند کی خود ساختہ آیت: نعوذ باللہ:

یہ بے ہودہ عنوان قائم کر کے رضا خانی اعتراض کرتا ہے کہ شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ایضاح الادلہ صفحہ ۹۶ پر آیت لکھی: وان تنازعتم فی شیئ فردوہ الی اللہ والرسول واولی الامر منکم اور کہا کہ یہ آیت قرآن مجید میں نہیں ہے۔

(دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف: ملخصا: ص ۶۰، ۶۱) مولوی محمد صدیق نے بھی باطل اپنے آئینہ میں: صفحہ ۱۴ پر اس کو نقل کیا۔

جواب: اولاً تو اس آیت پر اعتراض کرنا ہی جہالت اور دلی بغض وتعصب کا شاخسانہ ہے اس لیے کہ اس کی تصحیح ہو چکی ہے۔ پھر اس معترض نے سیاق وسباق کو بھی نہیں دیکھا دراصل مولوی احسن امروہی غیر مقلد جو بعد میں قادیانی ہو گئے تھے انہوں نے آیت فان تنازعتم فی شیئ فردوہ الی اللہ والرسول ان کنتم تؤمنون باللہ نقل کی اور اس سے استدلال کیا کہ اللہ و رسول کے علاوہ کسی کی طرف تنازعات پھیرنے کا حکم نہیں لہٰذا تقلید ایک گمراہی ہے معاذ اللہ۔

جس کے جواب میں حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ جناب احسن امروہی کو اس طرف توجہ دلا رہے تھے اور وہ یہ آیت درج کرنا چاہ رہے تھے کہ:

یاایھا الذین امنوا اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم۔

مگر کاتب کی نظر چوک گئی اور وہ اوپر والی آیت میں لفظ ''الرسول'' لکھنے کے بعد غلطی سے سطور چھوڑ کر نیچے والی آیت میں یہی لفظ دیکھ کر اس سے آگے لکھنا شروع کر دیا خود حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ نے آگے چل کر آیت درست لکھی

یاایھا الذین امنوا اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم۔

(ایضاح الادلہ: ص ۲۵۶ طبع دیوبند)

اگر بقول معترض جان بوجھ کر تحریف کرنی تھی تو اس مقام پر آیت کیوں صحیح لکھی؟ اور تحریف معاذ اللہ کیوں نہ کی؟ جہاں تک ترجمہ کی بات ہے تو یہ حضرت مولانا محمود حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا کیا ہوا نہیں بلکہ بعد میں مراد آباد والے ایڈیشن میں مولانا سید فخر الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کیا اور افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ انسان ہونے کے ناطے شاید ان کی توجہ اس طرف نہیں گئی اور سہوا ان سے یہ غلطی ہوگئی۔

شریف الحق امجدی کی طرف سے رضا خانیوں کو منہ توڑ جواب:

بریلوی فقیہ الہند شریف الحق امجدی رضا خانی لکھتا ہے:

''بلا قصد غلط قرآن پڑھنے پر کسی کو محرف قرآن ٹھہرانا دین و دیانت سے ہاتھ دھونا ہے ایسا بہت ہوتا ہے کہ بھول چوک کر بلا قصد واختیار قاری سے غلطی ہو جاتی ہے سامع اگرچہ حافظ ہوتا ہے مگر اس غلطی پر بعض اوقات وہ بھی متوجہ نہیں ہوتا نماز پنجگانہ تراویح میں ایسا بہت ہوتا ہے کہ امام کو تشابہ لگ جاتا ہے مقتدیوں میں حافظ بھی ہوتے ہیں مگر انہیں اس غلطی کا پتہ نہیں چلتا اس بناء پر کہ امام کو سہو ہوا تشابہ لگا دینا کا کوئی خدا ترس مفتی اسے تحریف قرآن ٹھہرا کر امام یا مقتدی کو نہ تو کافر کہتا ہے نہ فاسق اس لیے کہ حدیث میں فرمایا گیا ہے رفع عن امتی الخطاء والنسیان

میری امت سے بھول چوک معاف ہے......ایک احتمال قوی یہاں یہ بھی ہے کہ......کاتب نے غلطی یا شرارت کی وجہ سے اسے ختم لکھ دیا اور یہ غلطی بعد کی مطبوعات میں بھی نقل در نقل ہوتی چلی آئی کاتبوں سے اس قسم کی غلطیاں ہمیشہ ہوتی چلی آئی ہیں اور آج کل تو بہت عام ہیں......الخ

(تحقیقات: ص ۹۵ تا ۹۷)

میں سمجھتا ہوں کہ شریف الحق امجدی نے جو کالک رضاخانی معترض کے منہ پر لگادی ہے اس کے بعد مزید کچھ کہنے لکھنے کی ضرورت نہیں۔

مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی کی خود ساختہ آیات:

اب ہم یہاں کچھ آیات پیش کررہے ہیں اور بریلویوں کی صرف ایک کتاب ''ملفوظات اعلیٰ حضرت'' سے کچھ آیات محرف شدہ پیش کررہے ہیں ہمارے پاس حسنی پریس بریلی، نوری کتب خانہ لاہور، فرید بک سٹال لاہور، پروگریسو بکس لاہور، مشتاق بک کارنر لاہور کی مطبوعہ ملفوظات موجود ہیں ان تمام ایڈیشنز میں ان آیات کو اسی طرح غلط لکھا گیا ہے مگر ہم یہاں صرف نوری کتب خانہ لاہور کو ماخذ بنائیں گے کہ اس میں اس بات کی تصریح موجود ہے:

''اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ ادارہ نوری کتب خانہ لاہور حتی الامکان آپ کی خدمت میں جو کتب پیش کیں ان میں جدید طرز طباعت اور معیار کو برقرار رکھنے کی کوشش کی اس میں ہم کس حد تک کامیاب رہے آپ ہمیں اس سے آگاہ فرمائیں ہر کتاب کی پروف ریڈنگ بار ہا کئی علماء دین سے کروائی گئی ہے الخ خیر اندیش پیرزادہ سید محمد عثمان نوری ناظم نوری کتب خانہ لاہور''۔

(ملفوظات: ص)

(۱)......عَلَيْهِمْ کو "لَهُمْ" سے بدل دیا:

احمد رضا خان نے قرآن مجید کی آیت اسطرح نقل کی ہے

''کلّا سیکفرون بعبادتھم ویکونون لھم ضداً''

(ملفوظات اعلیٰ حضرت: حصہ اول: ص ۳۶ر نوری کتب خانہ لاہور)

حالانکہ آیت کریمہ کے اصل الفاظ یوں ہیں:

"کلا سیکفرون بعبادتھم ویکونون علیھم ضدا"۔(الآیۃ)

(سورۃ مریم: آیت/ص ۸/پ ۱۶)

(غلطی) خان صاحب بریلوی نے آیت میں "عَلَیۡھِمۡ" کی جگہ "لَھُمۡ" لکھ دیا ہے جو واضح غلطی ہے اور احمد رضا کے سوءِ حافظہ کی گواہی ہے۔

(۲)۔۔۔آیت میں تبدیلی کا ایک اور انداز:

احمد رضا نے آیت کریمہ یوں ذکر کی۔۔۔

"افنجعل المتقین کالفجار"

(ملفوظات اعلیٰ حضرت: حصہ دوم: ص ۱۸۵/نوری کتب خانہ لاہور)

حالانکہ آیت کریمہ کے اصل الفاظ یوں ہیں:

"ام نجعل المتقین کالفجار"۔(الآیۃ)۔(سورۃ ص: آیت ۲۸)

(غلطی) اس آیت میں احمد رضا خان نے لفظ "اَمۡ" کو حرف استفہام "اَ" اور حرف عاطفہ "ف" سے بدل کر اپنی عادت تحریفی کا اظہار کیا ہے۔

(۳)۔۔۔ضمیر جمع کو واحد سے بدل دیا:

احمد رضا خان نے قرآنی آیت اس طرح پڑھی

"ومن یتولہ منکم فانہ منھم"۔

(ملفوظات اعلیٰ حضرت: حصہ دوم: ص ۱۸۸/نوری کتب خانہ لاہور)

حالانکہ آیت شریفہ اصل میں یوں ہے:

"ومن یتولھم منکم فانہ منھم"۔(الآیۃ)۔(پ ۶/المائدہ/آیت ۵۱)

(غلطی) اس آیت میں احمد رضا نے "ھُمۡ" جمع ضمیر کے بجائے "ہ" ضمیر واحد پڑھ دی جو احمد رضا کے ذوق تحریف کی واضح مثال ہے یا سوءِ حافظہ کی واضح مثال ہے۔

(۴)۔۔۔"کُنْتُمْ" کو "أَنْتُمْ" سے تبدیل کر دیا:

احمد رضا خان بریلوی نے آیت یوں درج کی

"قل أباالله وآیته ورسوله أنتم تستهزءون"

(ملفوظات اعلیٰ حضرت: حصہ دوم: ص ۲۰۱ / نوری کتب خانہ لاہور)

حالانکہ قرآن میں آیت کریمہ اسطرح ہے۔

"قل أباالله وآیته ورسوله کنتم تستهزءون"۔(الآیة)

(پ ۱۰ / سورۃ التوبہ / آیت ۶۵)

ترجمہ احمد رضا: تم فرمادو کیا اللہ اور اس کی آیتوں اور اس کے رسول سے ٹھٹھا کرتے ہو۔ بہانے نہ بناؤ تم کافر ہو چکے اپنے ایمان کے بعد۔

(ملفوظات اعلیٰ حضرت: حصہ دوم: ص ۲۰۱ / نوری کتب خانہ لاہور)

(غلطی) اس آیت کریمہ میں احمد رضا نے لفظ "کُنْتُمْ" کو "أَنْتُمْ" سے بدل دیا۔ یہ احمد رضا کے عمدہ حافظہ کی گواہی ہے۔

(۵) "لَمَّا" کو "لِمَا" کر دیا:

فاضل بریلوی نے آیت شریفہ یوں لکھی ہے:

"وان کل ذالك لِمَا متاع الحیوة الدنیا"

(ملفوظات اعلیٰ حضرت: حصہ چہارم: ص ۳۳۱ / نوری کتب خانہ لاہور)

حالانکہ اصل میں آیت کریمہ یوں ہے:

"وَاِنْ كُلُّ ذَالِكَ لَمَّا مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا"۔ (پ ۲۵ / الزخرف / آیت ۳۵)

(غلطی) اس آیت مین احمد رضا نے "لَمَّا" (لام مفتوح و میم مشدد) کو "لِمَا" لام مکسور و میم مخفف سے بدل دیا جو احمد رضا کے سوء حافظ اور تحریف کی آئینہ دار ہے۔

(۶) "بمخرجین" کو "بخارجین" سے بدل دیا:

ایک مقام پر احمد رضا خان بریلوی نے آیت اس طرح لکھی ہے:

''وما ھم منہا بخارجین''

ترجمہ احمد رضا: اور وہ لوگ جنت سے کبھی نہ نکلیں گے۔

(ملفوظات اعلیٰ حضرت: حصہ چہارم: ص ۴۴۹/نوری کتب خانہ لاہور)

حالانکہ اصل میں آیت شریفہ یوں ہے:

''وما ھم منہا بمخرجین''۔(الآیۃ)۔(پ ۱۴/سورۃ الحجر/آیت ۴۸)

(غلطی) اس آیت میں احمد رضا نے ''مخرجین'' (ثلاثی مزید کے صیغہ اسم مفعول) کو ''خارجین'' ثلاثی مجرد (کے صیغہ اسم فاعل) سے تبدیل کر کے اپنے محرف ہونے کا ثبوت دیا ہے یا حافظہ کی کمزوری کے وجہ سے ایسا کیا ہے۔

(۷) ''اِنَّا'' کو ''اَنَا'' سے بدل دیا:

احمد رضا خان بریلوی نے قرآن مجید کی آیات یوں لکھی:

''انا بُراء منکم ومما تعبدون من دون اللہ''۔

ترجمہ احمد رضا: ہم بیزار ہیں تم سے اور اللہ کے سوا تمھارے معبودوں سے ہم تم سے کفر وانکار رکھتے ہیں۔(ملفوظات اعلیٰ حضرت: حصہ اول: ص ۳۶/نوری کتب خانہ لاہور)

حالانکہ قرآن پاک میں ہے۔

''اِنَّا بُرَاۤؤُا منکم ومما تعبدون من دون اللہ''۔(الآیۃ)۔(۲۸/الممتحنۃ/آیت ۴)

(غلطی) یہاں پر احمد رضا خان نے ''اِنَّ'' حروف تحقیق کو چھوڑ دیا اور ''اَنَا'' ضمیر واحد متکلم کا اضافہ کر دیا اور ترجمہ بھی متکلم کا کیا ہے ''اِنَّ'' کا ترجمہ چھوڑ دیا۔

(۸) ''ف'' کو ''اِلَّا'' سے بدل دیا:

خان صاحب بریلوی نے قرآن مجید کی آیت اس طرح درج فرمائی ہے:

''اِلَّا مَنِ اضْطُرَّ فِیْ مَخْمَصَۃٍ''۔

(ملفوظات اعلیٰ حضرت: حصہ اول: ص ۵۲ / نوری کتب خانہ لاہور)

جب کہ قرآن مجید میں یہی آیت اس طرح ہے:

"فَمَنِ اضْطُرَّ فِیْ مَخْمَصَةٍ"۔(الآیۃ)۔(پ ۶/سورۃ المائدہ/آیت ۳)

(غلطی) اس آیت میں احمد رضا خان نے "الا" لکھ کر "ف" کو حذف کر دیا۔

(۹) "لَعَلَّهُمْ بِلِقَاءِ رَبِّهِمْ" کو "لِقَوْمٍ" سے بدل دیا:

ایک سائل نے رضا خانی مذہب کے پیشوا احمد رضا سے سوال میں آیت اس طرح پڑھی:

"ثُمَّ اٰتَیْنَا مُوْسَی الکتاب تَمَاماً علی الذی احسن وتفصیلاً لکل شیءٍ وَّ هدًی وَّرَحْمَةً لقوم یُؤمِنُوْن"۔

(ملفوظات اعلیٰ حضرت: حصہ سوئم: ص ۲۲۸/نوری کتب خانہ لاہور اشاعت ۲۰۰۰ء)

دراصل یہ آیت کریمہ اس طرح ہے:

"ثُمَّ اٰتَیْنَا مُوْسَی الکتاب تَمَاماً علی الذی احسن وتفصیلاً لکل شیءٍ وَّ هدًی وَّرَحْمَةً لعلّهم بلقاء ربهم یُؤمِنُوْن"۔(پ ۸/الانعام/آیت ۱۵۴)

لیکن خان صاحب نے سائل کے اس آیت کریمہ کو غلط پڑھنے پر نہ ہی اس کی اصلاح کی ہے اور نہ ہی کوئی نوٹس لیا ہے اور ظاہر ہے اس طرح اسی وقت ہو سکتا ہے جب حافظہ کمزور ہو۔

"لفظ چھوڑ دینے کا مرض"

(۱۰) لفظ "قَدْ" چھوڑ دیا:

احمد رضا خان نے قرآن کی آیت اس طرح درج کی ہے:

"آٰلْئٰنَ وعَصَیْتَ قَبْلُ"۔

(ملفوظات اعلیٰ حضرت: حصہ اول: ص ۷۳/نوری کتب خانہ لاہور)

حالانکہ اصل میں یہ آیت کریمہ یوں ہے:

"آٰلْئٰنَ وَقَدْ عَصَیْتَ قَبْلُ"۔(الآیۃ)۔(پ ۱۱/سورۃ یونس/آیت ۱۹)

(غلطی) اس آیت کے نقل میں احمد رضا نے لفظ "قل" دیدہ دانستہ یا نادانستہ طور پر چھوڑ دیا جوان کی تحریفی عادت یا سوء حافظہ کی نشانی ہے۔

(۱۱) "واؤ" عاطفہ کو ترک کر دیا:

فاضل بریلوی نے قرآن کی آیت یوں لکھی:

"اَضَلَّهُ اللهُ عَلٰى عِلْمٍ"۔ (ملفوظات اعلیٰ حضرت: حصہ اول: ص ۷۴ نوری کتب خانہ لاہور)

دراصل قرآن کی آیت اس طرح ہے:

"وَاَضَلَّهُ اللهُ عَلٰى عِلْمٍ"۔ (پ ۲۵ سورۃ الجاثیہ آیت ۲۳)

(غلطی) اس آیت میں احمد رضا بریلوی نے دانستہ یا نادانستہ طور پر قرآن کی آیت میں سے حرف "واؤ" نکال دیا جوانکی پرانی عادت کی مظہر ہے۔

(۱۲) "ھٰذا" اور لفظ "ربکم" غائب کر دیا:

خان صاحب بریلوی نے قرآن کی آیت شریفہ اسطرح لکھی ہے۔

"بلٰی اِنْ تصبروا وتتقوا ویاتوکم من فورھم یمددکم بخمسۃ۔۔۔۔۔"

(ملفوظات اعلیٰ حضرت حصہ اول صفحہ ۹۵ نوری کتب خانہ لاہور)

جبکہ قرآن پاک میں یہی آیت ان الفاظ کے ساتھ ہے۔

"بلٰی اِنْ تصبروا وتتقوا ویاتوکم من فورھم ھذا یمددکم ربکم بخمسۃ الاف من الملائکۃ مسوِّمین" (الآیۃ) (پ ۴، سورۃ آل عمران ۱۲۵)

(غلطی) آیت میں احمد رضا نے لفظ "ھٰذا" اور لفظ "ربکم" چھوڑ دیا ہے جس سے انکی تحریفی عادت یا کند ذہنی ظاہر ہو رہی ہے۔

(۱۳) "لِيَبْلُغَ فَاهُ" کو حذف کر دیا:

بریلوی رضاخانی مذہب کے پیشواء نے آیت اسطرح ذکر کی ہے۔

"کباسط کفیہ الی الماء وماھو ببالغہ"

(ملفوظات اعلیٰ حضرت حصہ سوئم صفحہ ۲۴۲ نوری کتب خانہ لاہور)

قرآن مجید میں آیت شریفہ کے الفاظ یہ ہیں۔

"کباسط کفیہ الی الماء لیبلغ فاہ وماھو ببالغہ"

(پ۱۳ سورۃ الرعد آیت ۱۴)

(غلطی) اس آیت میں احمد رضا بانی مذہب رضا خانیت نے آیت کریمہ کے پورے جملے کو بالکل اڑا دیا جوانکے قوت حافظہ یا ذوق تحریف کی مانند آفتاب گواہی ہے۔

"لفظ زیادہ کرنے کی خصلت"

(۱۴) "واؤ" زیادہ کردیا:

بریلوی حضرات کے بڑے حضرت نے آیت کریمہ بایں الفاظ نقل کی ہے۔

"وما کان اللہ لیذر المومنین" (ملفوظات اعلیٰ حضرت حصہ اول صفحہ ۴۵ نوری کتب خانہ لاہور)

حالانکہ اصل میں آیت کے الفاظ اسطرح ہیں۔

"ما کان اللہ لیذر المؤمنین" (الآیۃ) (پ ۴ سورۃ ال عمران آیت ۱۷۹)

(غلطی) اس آیت میں خان صاحب بریلوی نے اپنی پرانی عادت کی وجہ سے قرآن میں لفظ "واؤ" زیادہ کردیا۔

"ترتیب بدلنے کی عادت"

(۱۵) آیت کریمہ کی ترتیب بدل دی:

رضاخانی جماعت کے اعلیٰ حضرت نے آیت مبارکہ اس طرح بیان کی ہے۔

"وَلَتَسمَعُنَّ مِنَ الَّذِینَ اَشرَکُوا وَالَّذِینَ اُوتُوا الکِتَابَ مِن قَبلِکُم اَذًی کَثِیراً"

(ملفوظات اعلیٰ حضرت حصہ دوم صفحہ ۱۶۰ نوری کتب خانہ لاہور اشاعت ۲۰۰۰ء)

اور ترجمہ بھی اسی محرف ترتیب کے مطابق نقل کیا ہے۔

ترجمہ احمد رضا: البتہ تم مشرکوں اور اگلے کتابیوں سے بہت کچھ برا سنو گے۔

(ملفوظات ص ۱۲۰ حصہ دوئم)

جبکہ اصل آیت کریمہ کی ترتیب اس طرح ہے۔

"وَلَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَ مِنَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا اَذًى كَثِيْرًا"۔

(پ ۴ سورۃ آل عمران آیت ۱۸۶)

(غلطیاں) اس آیت میں احمد رضا خان نے "الذین اوتو الکتاب من قبلکم" کو "وَمِنَ الذین اشرکوا" سے پہلے بیان کردیا اور "واؤ" جو کہ "مِنَ الذین" سے پہلے تھا اسے "الذین اوتو الکتاب" سے پہلے ذکر کردیا۔

اور یہ سب تبدیلی کے ساتھ آیت کے ترجمہ میں بھی غلط ترتیب والا ترجمہ کیا (جیسا کہ ہم نے اوپر بیان کیا ہے)

اور آیت کے شروع والے "واؤ" کا ترجمہ چھوڑ دیا یہ سب احمد رضا کے قوت حافظہ کا کرشمہ ہے یا پھر ذوق تحریف کی کارستانی ہے۔

اس آیت کا ترجمہ احمد رضا نے اپنے ترجمہ قرآن میں اس طرح کیا ہے۔

ترجمہ احمد رضا: اور بے شک ضرور تم اگلے کتاب والوں اور مشرکوں سے بہت کچھ بُرا سنو گے۔

(کنزالایمان مع نورالعرفان (تحت ہذہ الآیۃ) پیر بھائی کمپنی لاہور)

(اعتراض ۱۹): سپاہ صحابہ کے کرتوت نعوذ باللہ

یہ عنوان قائم کرکے مجید نظامی بریلوی کے نوائے وقت ۲۵ اکتوبر ۱۹۹۲ اور جنگ ۱۱ ستمبر ۱۹۹۲ کے حوالے سے لکھا کہ محمد بلال نامی ۱۴ سال کے لڑکے نے چنیوٹ میں سپاہ صحابہ کے صدر مولوی محمد اکرم بلال اور غلام محمد کو معاذ اللہ قرآن جلانے کیلئے اکسانے پر گرفتار کرکے عدالت میں پیش کیا۔ (دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف، ص ۶۱، ۶۲ ملخصا)

جواب: اتنے بڑے اور سنگین الزام کیلئے حوالہ ایک اخبار کا دیا اس اخباری حوالے کی حیثیت خود رضاخانی مذہب میں کیا ہے ملاحظہ ہو بریلوی ضیغم اہلسنت حسن علی رضوی کی زبانی:

"یہ کہاں ضروری ہے کہ اخبارات کی خبر سو فیصد درست ہوتی ہے"۔ (قہر خداوندی، ص ۵۱)

شہادت ملی بھی تو ایک ڈاڑھی منڈا ایڈیٹر کی جو شرعی معیار پر پوری نہیں ہوتی"۔(برق آسمانی ص۱۲۸)

تو رضاخانیو! تمہیں شہادت ملی بھی تو مجید نظامی بریلوی اور میر شکیل الرحمن بریلوی جیسے داڑھی منڈے کی جو بقول تمہارے شرعی معیار پر پوری نہیں اترتی۔شرم شرم شرم۔

رضاخانیوں کا قرآن کے بارے میں نظریہ

پیشاب اور خون سے قرآن لکھنا جائز ہے

جمعیت علماء پاکستان کے سربراہ صاحبزادہ ابوالخیر زبیر حیدر آبادی بریلوی لکھتا ہے:

"جسکو نکسیر آئے اور خون بند نہ ہوتا ہو تو اگر وہ اپنے خون سے اپنی پیشانی پر قرآن سے کچھ لکھنا چاہے تو ابو بکر کہتے ہیں کہ یہ جائز ہے ان سے پوچھا گیا کہ اگر پیشاب سے قرآن کا کچھ حصہ لکھا جائے تو اسکا کیا حکم ہے آپ نے فرمایا اگر اسمیں اسکی شفاء ہے تو ایسا کرنے میں بھی کوئی حرج نہیں

(جدید طبی مسائل کا شرعی حکم ص ۵۴،۵۵ بحوالہ حقائق شرح مسلم و دقائق تبیان القرآن ص۱۰۵،فرید بک سٹال لاہور)

اس کتاب کی تصدیق شاہ احمد نورانی، منیب الرحمن، حسن حقانی اور جمیل احمد نعیمی نے کی ہے۔

بریلوی سید الفقہاء دیدار الوری بانی حزب الاحناف لاہور فتوی دیتا ہے کہ:

"اگرچہ قرآن کا خون سے لکھنا یا پیشاب سے لکھنا کفر ہے مگر ایسی صورت میں جب اس کو کلمہ کفر کہہ دینا بموجب نص صریح کلام اللہ جائز ہے بغرض جان بچانے کے یہ فعل کفر یعنی قرآن کا خون سے یا پیشاب سے لکھنا بھی اس کے حق میں جائز ہوگا"۔

(فتاوی دیداریہ،ج ا،ص ۶۹۲)

قرآن کا لفظی ترجمہ کرنے میں بے شمار خرابیاں ہیں۔معاذ اللہ

میمن مسجد کا سابق خطیب امجد علی گھوسوی مصنف بہار شریعت کا بیٹا رضاء المصطفی رضاخانی لکھتا ہے:

"اگر قرآن کریم کا لفظی ترجمہ کر دیا جائے تو اس سے بے شمار خرابیاں پیدا ہوں گی کہیں شان الوہیت میں بے ادبی ہوگی کہیں شان انبیاء میں اور کہیں اسلام کا بنیادی عقیدہ مجروح ہوگا"۔

(ترجمہ کنزالایمان، ص۹، مطبوعہ دارالعلوم امجدیہ کراچی)

ظاہر ہے کہ اس صورت میں رضا خانی شرکیہ عقائد قرآن کریم سے ثابت نہیں ہو سکتے اس لئے تفسیری ترجمہ کے نام پر دل کھول کر تحریفات کرو ۱۴۰۰ سال میں قرآن کریم تو کیا کسی عام کتاب کے بارے میں بھی یہ دعویٰ نہیں کیا گیا کہ آپ اگر اس کا لفظی ترجمہ کریں گے تو اس قدر سنگین خرابیاں لازم آئیں گی۔ اس کا مطلب تو یہ بنتا ہے کہ معاذ اللہ قرآن کریم کے الفاظ ہی میں کچھ ایسی گڑبڑ ہے کہ اس کا لفظی ترجمہ کرنے کے بجائے اپنا خود ساختہ ترجمہ کر دیا جائے تو زیادہ بہتر ہے۔

سنی تحریک کا قرآن کریم کی آیت کے خلاف تھانہ نولکھا میں ایف آئی آر۔معاذاللہ

سنی تحریک موڑ سمن آباد کا قرآن پاک کی سورۃ الانعام آیت نمبر ۴۹ اور ۵۰ کے خلاف تھانہ نولکھا میں احتجاج نعوذ باللہ

صورتحال

یہ زندگی ہے بڑے ویرانے کی صورت — کہ ہر اک نفس ہے کسی خزاں کی صورت
ہزار اہل حق پہ ستم ہوتے رہے ہیں لیکن — نہیں رہے وہ ظلم کے سامنے اک چٹاں کی صورت
اُلو مانے (یعنی جھوٹے علماء) کتنے جھوٹ تراشتے ہیں لیکن — وہ بنا نہ سکے مگر بے نشان کی صورت

یومنون بالغیب مان تو لیا ہے لیکن — اس منافق کا یقین ہے اب تک گمان کی صورت
ساتھ شرک کا نہ چھوڑیں گے عمر بھر یہ لوگ — کہ یہ دو بدن ہیں مگر اک جان کی صورت
سوائے عذاب کا کوئی پہلو نظر نہیں آتا — بگڑ گئی ہے کچھ ایسی جہاں کی صورت

ڈاکٹر فضل رحمن

سنی تحریک موڑ سمن......ڈاکٹر حمید میموریل ہومیو پیتھک میڈیکل کالج والوں نے ۱۰۷ یمپریس

روڈ نولکھا چرچ چوک میں ایک عدد بورڈ پر قرآن پاک کی سورۃ الانعام کی آیت نمبر ۴۹ اور ۵۰ لگائی تو سنی تحریک نے تھانہ نولکھا میں جا کر احتجاج کیا اور موقف اختیار کیا کہ:

۱۔ یہ آیت ہمارے عقیدے کے خلاف ہے۔

۲۔ یہ آیت کافروں کیلئے اتری ہے۔

۳۔ اور ان آیات کا ترجمہ غلط کیا گیا ہے۔

ہم نے جواباً ڈی ایس پی اور ایس ایچ او تھانہ نولکھا کو وضاحت بیان کرتے ہوئے کہا:

۱۔ قرآن کسی عقیدے کے مطابق نہیں ہوتا بلکہ عقیدہ قرآن کے مطابق ہوا کرتا ہے جو یہ بات کرتے ہیں کہ قرآن ہمارے عقیدے کے مطابق ہو جائے یہ قرآن کی توہین ہے۔

۲۔ سنی تحریک کا یہ کہنا کہ یہ آیت کافروں کیلئے اتری ہے تو پھر سوچنے والی بات ہے کہ تکلیف تو کافروں کو ہونی چاہئے کسی مسلمان کو تو خوش ہونا چاہئے کہ یہ آیت کافروں کیلئے ہے سنی تحریک کا احتجاج کرنا بے جا ہے احتجاج کریں تو کافر کریں نہ کہ مسلمان۔

۳۔ سنی تحریک کا یہ کہنا کہ ترجمہ غلط کیا گیا ہے تو ہم ڈی ایس پی صاحب کے پاس دو مرتبہ گئے پروفیسر حافظ ثناء اللہ بھی تشریف فرما تھے انہوں نے تمام مکتبہ فکر کے علماء کے تراجم اپنے ساتھ لئے اور ڈی ایس پی سے کہا اگر ہمارا ترجمہ غلط ہے تو آپ کو اختیار حاصل ہے کہ ہم کو سزا دیں اگر ترجمہ ٹھیک ہو تو سنی تحریک والوں کو اللہ ہدایت دے۔ آمین۔

لیکن ہمارے تمام تر دلائل کے باوجود سنی تحریک اور پولیس اس بات پر تلے ہوئے ہیں کہ آپ لوگ یہ قرآنی آیت اتار دیں آپ کو اس لئے آگاہ کیا ہے کہ ہم میں سے جو لوگ یہ خواب دیکھتے ہیں کہ یہ ملک مسلمانوں کا ہے یا کہ اسلامی حکومت آئے گی یا جن پر آپ لوگ آس لگائے بیٹھے ہیں وہ داڑھی والے ہوں یا بغیر داڑھی کے اسلام لائیں گے غلط ہے وہ اس خواب سے بیدار ہو جائیں کیونکہ اہل توحید کی حکومت میں کوئی حیثیت نہ کوئی مقام ہے اس لئے کہ ہم نے ہمیشہ حکومت بے دین لوگوں کو یا دین کے لباس میں چھپے ہوئے ان علماء کو دی ہے جن کیلئے اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ میری امت کا بدترین طبقہ جھوٹے علماء ہیں اب بھی وقت ہے کہ سوچیں اس لئے نہیں کہ میرا کوئی ذاتی مسئلہ ہے...... میرے بھائی

یہ رونا میرا نہیں رونا ہے سارے گلستان کا...... اب بھی آنکھوں پر بندھی ہوئی پٹی اتار دیں......

ہائے افسوس آج قرآن کی ایک آیت پر پابندی لگائی جا رہی ہے تو کل سارے قرآن پر نہ سہی

کچھ آیات کو چناؤ ہوسکتا ہے جیسے مصر اور ترک میں یہودیوں اور عیسائیوں کے خلاف قرآنی آیات پر پابندی لگا دی گئی ہے۔

......مسلمانو! دیکھو تمہاری حیثیت کیا ہے اپنا مقام پیدا کرو ورنہ تمہاری داستان نہ رہے گی داستانوں میں۔

منجانب: ڈاکٹر حمید میموریل ہومیو پیتھک میڈیکل کالج ۷ ایمپریس روڈ نولکھا چرچ چوک لاہور

نوٹ: سنی تحریک کی اس دریدہ دہنی اور قرآن دشمنی کے خلاف ڈاکٹر صاحب نے یہ روئیداد ایک پمفلٹ کی شکل میں شائع کر کے تقسیم کیا تھا۔

الحمدللہ یہاں تک دوسرے باب کی صورت میں رضا خانی ترجمان اور دیگر رضا خانیوں کی طرف سے اٹھائے گئے تمام اعتراضات کا کماحقہ جواب دے دیا گیا ہے اور یہ بات واضح ہوگئی کہ جن جن عبارات پر اس آدمی نے اعتراضات کئے تھے وہ قرآن وحدیث اکابر امت بلکہ خود اکابر بریلویہ کی عبارات سے موید ہیں گویا اس رضا خانی ترجمان کے فتوے سے وہ تمام اکابر امت معاذ اللہ بالعموم اور خود اس کے اکابر بالخصوص مشرک عقیدہ توحید کے دشمن اور رب تعالی کے گستاخ ٹھہرتے ہیں۔

ہوئے دوست تم جس کے اسے بھلا کسی دشمن کی کیا ضرورت

اب ذرا ان مشرکین پاک وہند کے چند گستاخانہ وشرکیہ عقائد بھی ملاحظہ ہوں۔

رضا خانیوں کا نظریہ توحید

مولانا احمد رضا خان بریلوی کی اللہ تعالی کو ننگی گالیاں۔معاذ اللہ

مولانا احمد رضا خان بریلوی لکھتے ہیں:

''وہابی ایسے کو خدا کہتا ہے جسے مکان زبان جہت ماہیت ترکیب عقلی سے پاک کہنا بدعت حقیقہ کے قبیل سے ہے.....جس کا بہکنا بھولنا سونا اونگھنا غافل رہنا ظالم ہونا حتی کہ مرجانا سب کچھ ممکن ہے کھانا پینا پیشاب کرنا پاخانہ پھرنا ناچنا تھرکنا نٹ کی طرح کلی کھیلنا عورتوں سے جماع کرنا لواطت جیسی خبیث بے حیائی کا مرتکب ہونا حتی کہ مخنث کی طرح کو مفعول بننا کوئی خبیث کوئی فضیحت اس کی شان کے خلاف نہیں وہ کھانے کا منہ اور بھرنے کا پیٹ اور مردمی اور زنی کی علامتیں بالفعل

رکھتا ہے......سبوح قدوس نہیں خنثیٰ مشکل ہے یا کم سے کم اپنے آپ کو ایسا بنا سکتا ہے اور یہی نہیں بلکہ اپنے آپ کو جلا بھی سکتا ہے ڈبو بھی سکتا ہے زہر کھا کر یا اپنا گلا گھونٹ کر بندوق مار کر خودکشی بھی کر سکتا ہے اس کے ماں باپ جورو بیٹا سب ممکن ہیں بلکہ ماں باپ ہی سے پیدا ہوا ہے ربڑ کی طرح پھیلنا سمٹنا"۔

(فتاوی رضویہ قدیم، ج ا ص ۷۹۱، سنی دارالاشاعت فیصل آباد، وطبع جدید، ج ۱۵ ص ۵۴۵,۵۴۶، رضاء فاؤنڈیشن لاہور)

ایک اور کتاب میں اپنے گندے قلم سے اپنی گھناؤنی ذہنیت کا اظہار ان غلیظ الفاظ میں کرتا ہے:

"تمہارے معبود کو آلہ تناسل سے مفر نہیں......آدمی تو عورت سے بھی ہے اگر تمہارا ساختہ خدا عورت کی قدر سے گھٹ رہا تو اور بھی گیا گذرا ہوا عورت قادر ہے کہ زنا کرائے تو تمہارے امام اور تمہارے پدر تعلیم کے کلیہ سے قطعاً واجب کہ تمہارا خدا بھی زنا کرا سکے ورنہ دیوبند میں چکلہ والی فاحشات اس پر قہقہے اڑائیں گی کہ نکھٹو تو ہمارے برابر بھی نہ ہو سکا پھر کاہے پر خدائی کا دم مارتا ہے اب آپ کے خدا میں فرج بھی ضرور ہوئی ورنہ زنا کاہے میں کرا سکے گا خنثیٰ خدا کے پجاریو! مقدس مقدرسہ دیوبند میں آؤ کہ دونوں علامتیں ایک ہی معبود میں پاؤ۔ لطیفہ: تعجب تھا کہ خدا کیلئے آلہ مردی ہو تو اس کے مقابل عورت کہاں سے آئی گی اندام زنی ہوا تو اسکے لائق مرد کہاں سے ملے گا کہ اس کی ہر چیز نامحدود بے انتہاء ہو گی یوں تو ایک خدائن ماننی پڑے گی جو اس کی وسعت رکھے اور ایک ڈبل بڑا خدا ماننا ہوگا"۔ (سبحان السبوح، ص ۱۶۱، ۱۶۲ نوری کتب خانہ لاہور)

رضاخانی تاویلات کا جواب

رضاخانی: یہ تو وہابیوں کے خدا کو گالیاں دی ہیں جب انہوں نے کہا کہ جو انسان کر سکتا ہے وہی خدا بھی کر سکتا ہے انسان جس چیز پر قادر ہے خدا بھی اس پر قادر ہے ورنہ انسان کی قدرت رب کی قدرت سے بڑھ جائے گی۔ تو اعلیٰ حضرت نے کہا کہ انسان تو یہ سب کام بھی کر سکتا ہے۔

جواب: اگر اس بنیاد پر یہ گالیاں دی گئی ہیں تو یہ قاعدہ تو مولوی احمد رضا خان کو بھی تسلیم ہے چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

"ہاں یہ کہتے کہ ایک چیز بھی ایسی نکلنا جو انسان کے زیر قدرت ہو اور رحمن کے زیر قدرت نہ ہو محال

ہے اور بے شک ایسا ہی ہے"۔ (سبحان السبوح، ص ۱۴۸، ۱۴۹)

آ گے لکھتے ہیں:

"یہ قضیہ بے شک حق تھا کہ جس پر انسان قادر ہے اس سب پر اور اس کے علاوہ نامتناہی اشیاء پر مولی عزوجل قادر ہے"۔ (سبحان السبوح، ص ۱۵۰)

لو جی احمد رضا خان نے تو یہاں تک کہہ دیا کہ ان گندے امور کے علاوہ بھی العیاذ باللہ لامتناہی امور پر خدا تعالی قادر ہے تو جو گالیاں تم نے وہابیوں کے خدا کو دے رہے ہو اس قاعدے کی بناء پر تو تمہارے اس قاعدے کو تسلیم کر لینے کے بعد یہ تمام عیوب تو خود تمہارے خدا میں بھی بوجہ الاتم پائی گئی گویا یہ سب تمہارے ہی عقیدے ہیں۔

ثانیا: رضا خانی ضیغم اہلسنت حسن علی رضوی میلسی لکھتا ہے:

"بریلویوں کا خدا مشرک ہے گویا اہل دیوبند کے نزدیک خدا بھی دو بلکہ متعدد ہو سکتے ہیں بریلویوں کا خدا جدا ہے اہل دیوبند کا جدا ہے مرزائیوں کا جدا ہے شیعوں کا جدا ہے دو خداؤں کا تصور پیش کر کے مصنف سیف شیطانی خود مشرک ہوا کیونکہ بریلوی تو کوئی بھی یہ خیال نہیں کرتا کہ ان کا خدا جدا ہے اور اہل دیوبند کا جدا ہے"۔ (برق آسمانی، ص ۱۵۶)

لیجئے وہابیوں کے خدا کا تصور پیش کرنا ہی شرک ہے کیونکہ مرزائیوں، دیوبندیوں، بریلویوں، وہابیوں کا کوئی الگ الگ خدا نہیں ہے بلکہ بریلویوں کا خدا بھی وہی ہے جو وہابیوں دیوبندیوں کا خدا ہے۔ تو گویا یہ سب گالیاں اسی خدا کو دی گئی ہیں جسکو رضا خانی بھی خدا مانتے ہیں نیز وہابیوں کا خدا کا تصور پیش کر کے بقول حسن علی رضوی احمد رضا خان مشرک بھی ہوا۔ واہ میلسی صاحب واہ کمال کر دیا اس حوالے کو پڑھ کر تو مولانا احمد رضا خان کی ہڈیاں بھی قبر میں چیخ گئی ہوں گی بشرطیکہ ہڈیاں اب تک سلامت ہوں۔

اب اس حسن علی رضوی کا مقام و مرتبہ بھی بریلی مرکز منظر الاسلام بریلی کے مولویوں کی زبانی پڑھ لو:

"ضیغم اہلسنت رئیس التحریر مولانا محمد حسن علی رضوی بریلوی سیدنا محدث اعظم پاکستان کے نامور خلفاء و تلامذہ میں سے ہیں پاک و ہند کا کوئی بھی سنی اخبار سنی بریلوی جریدہ ایسا نہیں جس میں ارتداد وتردید وہابیت دیوبندیت میں آپ کے مضامین نہ چھپے ہوں"۔

(مدسالہ منظر اسلام بریلوی نمبر،ص۳۰۰،اپریل ۲۰۰۴)

ثالثاً احمد سعید کاظمی بریلوی رضا خانی لکھتا ہے:

"بسا اوقات کسی واقعہ کو اجمال کے ساتھ کہنا موجب توہین نہیں ہوتا لیکن اسی امر واقعہ میں بعض تفصیلات کا آجانا توہین کا سبب ہوجاتا ہے اگرچہ ان تفصیلات کا بیان واقعہ کے مطابق بھی کیوں نہ ہو"۔(الحق المبین،ص۲۹)

تو وہابیوں نے اجمالی طور پر کہا کہ جو مقدور العبد ہے وہ مقدور اللہ بھی ہے مگر تم نے اسکی تفصیل اس قدر گھٹیا اور گندے انداز میں بیان کرکے توہین رب تعالیٰ کی۔

عقیدہ نمبر ۲: اللہ تعالیٰ سے ظلم و جہل و کمینہ پن کا صدور ہوسکتا ہے۔معاذ اللہ

نومولود فرقہ رضائیہ کے بانی نواب احمد رضا خان صاحب لکھتے ہیں:

"ایسے اطاعت گزار بندے کو عذاب دینا جو اللہ کے علم میں ویسا ہی ہے ماتریدیہ کے نزدیک عقلاً جائز نہیں اور اشعری اور ان کے پیروکار عام اشاعرہ نے اختلاف کیا ہے تو ان لوگوں نے فرمایا کہ ایسے اطاعت گزار کو عذاب دینا عقلاً جائز ہے، اس لیے کہ مالک کو یہ حق ہے کہ اپنی ملک میں جو چاہے کرے یہ ظلم نہیں۔اس لئے کہ ظلم تو غیر کی ملک میں تصرف کرنا ہے اور سارا عالم اللہ کی ملک ہے اور اس لئے کہ نہ کسی کی اطاعت اس کے کمال کو زیادہ کرتی ہے نہ کسی کی معصیت اسے کچھ نقصان دیتی ہے کہ اس وجہ سے وہ کسی کو ثواب دے یا کسی پر عقاب کرے اور اس لئے کہ یہ عذاب دینا حکمت کے منافی نہیں اس لئے کہ قدرت دونوں ضد سے تعلق کی قابل ہے اور یہ کہ اس کی تنزیہ میں یہ بلیغ تر ہے کہ اس تعذیب پر اس کی قدرت ثابت کی جائے باوجودیکہ وہ اپنے اختیار سے ایسا نہ فرمائے تو اس مذہب کا قائل ہونا زیادہ سزاوار ہے"۔

(المعتمد المستند: ۱۲۷،مترجم اختر رضا خان ازہری مطبوعہ النوریہ الرضویہ پبلشنگ لاہور)

گناہ گاروں کو جنت میں داخل کرنا اور نیکوں کاروں کو عذاب دینا یہی "خلف وعید" ہے اسی پر اشاعرہ نے اللہ تعالیٰ کو قادر مانا جس کی تفصیل ماقبل میں گزر چکی ہے اب اسی عقیدے کو نواب احمد رضا خان اپنا عقیدہ بتلاتا ہے ملاحظہ ہو:

"اور خود مجھ کو یہ پسند ہے کہ اس فرع میں یعنی اطاعت شعار کی تعذیب عقلاً ممکن ہونے اور شرعاً

محال ہونے میں اپنے آئمہ اشعریہ کے ساتھ رہوں اور نہ ظلم آتا ہے نہ بیوقوفی نہ نیک وبد کے درمیان مساوات''۔ (المعتمد المستند، ص ۱۴۰)

اس سے دو باتیں معلوم ہوئیں خلف وعید میں نواب احمد رضا خان صاحب نے اشاعرہ کے مذہب کو پسند کیا اور ساتھ میں یہ بھی معلوم ہوا کہ جو لوگ اسے نہیں مانتے ان کے نزدیک اس عقیدے سے اللہ کا بیوقوف ہونا ظالم ہونا لازم آتا ہے معاذ اللہ اب اسی خلف وعید پر دیگر بریلوی حضرات کے فتوے بھی ملاحظہ فرمالیں۔ قاضی فضل احمد رضا خانی لکھتا ہے:

''خلف وعید اور کذب اللہ تعالیٰ ایک ہی بات ہے''۔

(انوار آفتاب صداقت، ص ۵۱ طبع جدید)

مولوی اجمل سنبھلی رضا خانی لکھتا ہے:

''بعض علماء وقوع خلف وعید کے قائل ہیں تو یہ علماء وقوع کذب کے بھی قائل قرار پائے''۔

(ردشہاب ثاقب، ص ۲۵۰ ادارہ غوثیہ رضویہ لاہور)

جب خلف وعید کے وقوع سے کذب کا وقوع لازم آتا ہے تو امکان خلاف وعید سے یا قدرت علی خلف وعید سے امکان کذب اور قدرت علی الکذب بھی لازم آئے گا۔ پس معلوم ہوا کہ خلف وعید اور امکان کذب ایک ہی عقیدہ ہے جس کا نواب احمد رضا خان قائل تھا اب ملاحظہ ہو کہ خلف وعید بالفاظ دیگر امکان کذب پر رضا خانیوں کے کیا فتوے ہیں:

''اللہ تعالیٰ پر کذب محال کہ وہ کمینہ پن ہے''۔ (انوار آفتاب صداقت، ص ۶۹)

''جو آپ فرماتے ہیں کہ خلف وعید کے تمام اہلسنت قائل ہیں اور آپ کا یہ مذہب خدا تعالیٰ تمام مشرکین اور کفار فرعون ہامان نمرود وغیرہم کو بہشت میں داخل کرے گا یا کرسکتا ہے اور تمام انبیاء علیہم السلام واصدقا وشہداء صلحاء اولیاء قطب وغوث اور سائر مسلمین مومنین کو دوزخ میں داخل کرے گا یا کرسکتا ہے العیاذ باللہ کیا خداوند کریم غفور الرحیم ایسا کریگا یا کرسکتا ہے کہ جو فرماں بردار خاص واکمل مقبول بندگان الٰہی ہیں ان کو دوزخ میں داخل کرے گا اور جو شر الاشرار کفار ناہنجار مشرکین کبار ہیں ان کو بہشت میں داخل کرے گا لاحول ولاقوۃ الا باللہ یہ صریح ظلم اور کذب قبیح ہے جو حق تعالیٰ پر محال زیر قدرت کے قابل نہیں جس کا کوئی بھی مسلمان مذاہب حتیٰ کہ کوئی غیر مسلم بھی قائل نہیں ہاں اگر قائل ہیں تو معتزلہ اور وہابیہ دیوبندیہ ہیں''۔

(انوار آفتاب صداقت، ص ۴۷ طبع جدید)

معلوم ہوا کہ نواب احمد رضا خان صاحب غیر مسلموں سے بھی بدتر تھا۔

نہ تم صدمے ہمیں یوں دیتے نہ کھلتے راز سربستہ

نہ تم یوں رسوا ہوتے

انوار آفتاب صداقت پر ۴۱ رضا خانی اکابر کی تقریظات ہیں کسی رضا خانی میں جرات ہے تو اس کتاب کا انکار کر کے دکھائے۔

عقیدہ نمبر ۳: ہندوستان کے ابوجہل کے شرکیہ عقائد کی ایک جھلک

مولوی احمد رضا خان بریلوی نے ایک کتاب ''الامن والعلی'' کے نام سے لکھی اس کا خلاصہ بریلوی مولوی بدر الدین احمد رضوی نے اپنی کتاب میں پیش کیا ہے اس کتاب پر بریلوی رئیس القلم ارشد القادری کی تقریظ بھی موجود ہے۔ ہم وہ عقائد پیش کر رہے ہیں اور اس کو پڑھ کر آپ خود فیصلہ کریں کہ اگر اس کے بعد بھی احمد رضا خان مشرک نہیں تو ابوجہل کا کیا قصور تھا؟

''اللہ ورسول جل جلالہ وصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دولت مند کر دیا اللہ ورسول نگہبان ہیں، اللہ ورسول بے والیوں کے والی ہیں، اللہ ورسول مالوں کے مالک ہیں، اللہ ورسول زمین کے مالک ہیں، اللہ ورسول کی طرف توبہ، اللہ ورسول دینے والے ہیں، اللہ ورسول سے دینے کی توقع، اللہ ورسول نے نعمت دی، اللہ ورسول نے عزت بخشی، (جل جلالہ وصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سب کے ہاتھ پھیلے ہوئے ہیں، حضور کے آگے سب گڑگڑا رہے ہیں، حضور ساری زمین کے مالک ہیں، حضور سب آدمیوں کے مالک ہیں، حضور تمام امتوں کے مالک ہیں، دنیا کی ساری مخلوق حضور کے قبضہ میں ہے، مدد کی کنجیاں حضور کے ہاتھ میں ہے، نفع کی کنجیاں حضور کے ہاتھ میں ہیں، جنت کی کنجیاں حضور کے ہاتھ میں ہیں، دوزخ کی کنجیاں حضور کے ہاتھ میں ہیں، آخرت میں عزت دینا حضور کے ہاتھ میں ہے، قیامت میں کل اختیار حضور کے ہاتھ میں ہے، حضور مصیبتوں کے دور فرمانے والے ہیں، حضور سختیوں کے ٹالنے والے ہیں، حضور کے خادم رزق آسان کرتے ہیں حضور کے خادم بلائیں ہٹاتے ہیں...... حضور کے خادم تمام کاروبار عالم کی تدبیر کرتے ہیں''۔

(سوانح امام احمد رضا، ص ۲۱۰، ۲۱۱، فرید بک سٹال لاہور)

جب یہ سب کام حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کرنے ہیں تو کسی کا دماغ خراب ہے کہ معاذ اللہ اللہ کے آگے جھکے یا اسکی بڑائی و تعظیم دل میں لائے۔

عقیدہ نمبر ۴: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ کے مثل نہ سمجھنا پلید عقیدہ ہے۔معاذ اللہ

بریلوی رئیس القلم عبد الکریم ہاشمی لکھتا ہے:

''رفتہ رفتہ سنیوں کے بہت سے علمائے کبار نے تسلیم کرلیا کہ رسول اللہ غیر اللہ ہیں اور آپ کو اللہ کی ذات وصفات میں ملانا اور آپ کی ہستی کو اللہ کی عین ہستی کے برابر یا مثل سمجھنا شرک ہے پھر اس پلید عقیدے سے اور بھی پرفتن عقائد نکلے''۔(المیزان کا امام احمد رضا نمبر،ص ۶۱۶)

استغفر اللہ یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عین اللہ عین خدا اللہ کے مثل نہ کہنا پلید عقیدہ ہے اور یہی تمام بڑے عقائد کی جڑ ہے العیاذ باللہ یہ گندہ عقیدہ تو ابولہب وابوجہل کا بھی نہ تھا وہ بھی لات وعزی کو خدا کا عین یا مثل نہ سمجھتے تھے۔اس المیزان پر مصطفی رضا خان ابن احمد رضا خان، مختار اشرف جیلانی، سید محمد مدنی جیسے صف اول کے بریلوی اکابر کی تائید وتوثیق موجود ہے ملاحظہ ہو ص ۱۱۔۱۳

اسی عبد الکریم ہاشمی کے مضمون کے متعلق المیزان کا مدیر سید محمد جیلانی لکھتا ہے:

''محقق دوراں سید عبد الکریم ہاشمی کا محققانہ عربی مقالہ جسے انہوں نے بڑی عرق ریزی کے ساتھ امام احمد رضا نمبر کیلئے قلم بند فرمایا تھا ذیل میں اس کا ترجمہ پیش کیا جارہا ہے تاکہ امام رضا پر انوکھی اور ستھری تحقیق کے اس شاہکار سے ہمارے عام قارئین بھی مستفید ہوسکیں (ایڈیٹر)''۔

(المیزان کا امام احمد رضا نمبر،ص ۶۰۸)

عقیدہ نمبر ۵: لفظ اللہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام ہے۔العیاذ باللہ

بریلوی حکیم الامت مولوی منظور اوجھیانوی المعروف مفتی احمد یار گجراتی نعیمی لکھتا ہے:

''بعض بزرگوں نے فرمایا کہ اسم اللہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بھی نام پاک ہے جیسے کہ ذکر اللہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام ہے''۔(تفسیر نعیمی، ج ۱،ص ۳۰)

عقیدہ نمبر ۶: بہت سی جگہ اللہ سے مراد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہوتے ہیں۔معاذ اللہ

یہی موصوف لکھتے ہیں:

"بہت سی جگہ اللہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مراد ہوتے ہیں"۔ (تفسیر نعیمی، ج۱، ص ۱۳۳)

یاد رہے کہ کبھی ابو جہل نے یہ نہیں کہا کہ اللہ سے مراد بہت سی جگہ میں لات وعزی ہوتے ہیں۔

عقیدہ نمبر ۷: اللہ تعالی کو حاضر وناظر ماننا بے دینی ہے۔ معاذ اللہ

یہی موصوف لکھتے ہیں:

"ہر جگہ میں حاضر وناظر ہونا خدا کی صفت ہر گز نہیں"۔ (جاء الحق، ص ۱۶۰)

"خدا کو ہر جگہ میں ماننا بے دینی ہے ہر جگہ میں ہونا تو رسول خدا ہی کی شان ہو سکتی ہے"۔ (جاء الحق، ص ۱۶۱)

فیض احمد اویسی لکھتا ہے:

"قاعدہ ہے کہ جو لفظ مخلوق کیلئے مستعمل ہوا اسے اللہ تعالی پر استعمال کرنا کفر ہے مثلا حاضر ناظر (فتاوی اویسیہ ج ۱ مسئلہ نمبر ۴)

بریلوی ملک العلما ظفر الدین بہاری لکھتا ہے:

"حاضر ناظر سرے سے صفات الٰہیہ میں سے نہیں اور نہ ان کا اطلاق اللہ تعالی پر جائز (فتاوی ملک العلماء جلد اول، ص ۲۹۷)

مولوی مصطفی رضا خان ابن احمد رضا خان لکھتا ہے: "حاضر و ناظر یہ لفظ دربار الوہیت کے لائق نہیں...... تو شہید وبصیر جو اسے مانے وہ لفظ حاضر وناظر سے منکر ہے کہ یہ لفظ دربار الوہیت کے لائق نہیں نہ بولا جائے"۔ (فتاوی مصطفویہ، ص ۴۸)

عقیدہ نمبر ۸: اللہ تعالی نے جھوٹ بولا ۔ معاذ اللہ

بریلوی جنید زماں مولوی عمر اچھروی لکھتا ہے:

"اللہ تعالی نے حضرت آدم علیہ السلام کی حقیقت کو انی خالق بشرا من صلصال من حما مسنون کا ذکر فرمایا جیسا کہ سی آئی ڈی والا مخالف کو گرفتار کرنے سے پہلے اس کے منہ سے مخالفت کے اظہار کیلئے چند کلمات اس کی مرضی کے کہہ دیتا ہے تو مخالف جب ان الفاظ کو منہ پر لاتا ہے سی آئی ڈی والا اس کو فورا مجرم قرار دے کر گرفتار کرا دیتا ہے ایسے ہی رب العزت نے مخالف نبی اللہ کو جب معلوم کر لیا کہ یہ نبی اللہ کی قدر وشان کو تسلیم کرنے کیلئے تیار نہیں بلکہ یہ تو اسکے ظاہر کی طرف دیکھنے لگ

گیا ہے تو رب العزت نے مخالف نبی اللہ کو ظاہر کرنے کیلئے اس کے خیال کے الفاظ پیش کر کے پھر سجدے کا حکم صادر فرمایا"۔ (مقیاس النور، ص ۱۹۶)

عقیدہ نمبر ۹: نبی کا خیال خدا کا دیدار۔ معاذ اللہ

یہ تصویر باندھ کر دل میں تمہارا یا رسول اللہ
خدا کا کرلیا ہم نے نظارہ یا رسول اللہ

(رضائے مصطفی، ص ۹، مارچ ۲۰۱۱)

عقیدہ نمبر ۱۰: اللہ کے نام کی تاثیر کو گدھے والو کے نام سے تشبیہ۔ معاذ اللہ

مفتی احمد یار گجراتی لکھتا ہے:

"سوال: تعویذ کیوں لکھے جاتے ہیں ان سے کیا فائدہ ہے۔

جواب: جیسے بعض مخلوق کے ناموں میں تاثیر ہے کسی کو الو گدھا کہہ دو تو وہ رنجیدہ ہو جاتا ہے اور حضرت قبلہ و کعبہ کہہ دو تو خوش ہوتا ہے حالانکہ الو گدھا بھی مخلوق ہیں اور قبلہ و کعبہ بھی ایسے ہی خالق کے مختلف ناموں میں مختلف تاثیریں ہیں"۔ (رسائل نعیمیہ، ص ۲۷۳ مکتبہ اسلامیہ)

معاذ اللہ کس قدر گستاخی ہے کہ یہاں اللہ کے مبارک نام اور اس کی مبارک تاثیر کو گدھے اور الو کے ناموں کی تاثیر کے ساتھ ملایا جا رہا ہے حفظ الایمان میں "ایسا" کے لفظ پر واویلا کرنے والے غور کریں کہ یہاں بھی "ایسے ہی" کا لفظ ہے۔

اہل السنۃ والجماعۃ پر تین سو (۳۰۰) سے زائد اعتراضات کے جوابات پر مشتمل

عبارات اکابر پر پہلا مکمل انسائیکلوپیڈیا

دفاع

اہل السنۃ والجماعۃ

باب سوم

علمائے دیوبند پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور انبیاء علیہم السلام کی توہین کا الزام اور

اس کا جواب

مؤلف

مناظر اہل سنت

حضرت مولانا ساجد خان نقشبندی حفظہ اللہ

تصحیح ونظر ثانی:

خطیب اہل السنۃ

حضرت مولانا عبداللہ صاحب قاسمی حفظہ اللہ

امام الانبیاء محبوب خدا حضرت محمد مصطفی ﷺ

کے متعلق دیوبندی عقائد

یہ عنوان قائم کر کے رضاخانی مولوی لکھتا ہے:

''حضور سید عالم ﷺ کی ادنی توہین بھی کفر ہے مگر دیوبندی مذہب کی اساس ہی اس پر قائم ہے چند دیوبندی اکابر کی کفریہ اور گستاخانہ عبارات ہم نقل کر رہے ہیں تاکہ لوگ اس سے واقف ہو سکیں''۔

جواب: اس عبارت میں جس قدر خدا خوفی سے بے نیاز ہو کر بہتان طرازی وکذب بیانی سے کام لیا گیا ہے اس پر ہم معروف بریلوی عالم مولوی عبدالستار نیازی کا حوالہ پیش کر دیتے ہیں:

> ''ملت کے تمام طبقات کو یہ فیصلہ کرنا ہوگا کہ جو شخص حضور ﷺ کی ذات اقدس کے متعلق اشارۃً کنایۃً سوئے ادبی کرتا ہے اسے مسترد کر دیا جائے چاہے کتنے ہی مقام و مرتبہ کا مالک کیوں نہ بنتا ہو جو کچھ میں نے کہا یہی نقطہ نگاہ علماء دیوبند کے اکابر نے بھی اپنی کتب میں بیان کیا ہے''۔
>
> (اتحاد امت، ص ۸۲، والضحی پبلی کیشنز لاہور)

تمہارے بڑے تو کہتے ہیں کہ حضور ﷺ کی شان میں ادنی سوئے ادبی بھی علمائے دیوبند کے نزدیک قابل قبول نہیں وہ اسے کفر کہتے ہیں اور تم آج کے نام نہاد مناظرین حقیقت میں جہال ان پر اعتراض کرتے ہو کہ وہ معاذ اللہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گستاخ ہیں۔

احمد رضا خان بریلوی کے نزدیک حضور ﷺ کو ننگی گالیاں دینے والا بھی کافر نہیں۔ معاذ اللہ

کاشف اقبال رضاخانی نے اپنی عوام کو دھوکا دینے کیلئے یہ جھوٹ بولا کہ: ''حضور سید عالم ﷺ کی ادنی توہین بھی کفر ہے''، مگر حقیقت یہ ہے کہ ان کے مذہب میں حضور ﷺ کی ادنی

توہین تو دور حضور ﷺ کو ننگی گالیاں دینے والا بھی کافر نہیں۔ ملاحظہ ہو۔

قارئین اہل السنۃ والجماعۃ علمائے دیوبند کا عقیدہ ہے کہ اللہ کی شان میں گستاخی کرنے والا اس کیلئے کوئی عیب ثابت کرنے والا اس کی قدرت کا منکر کافر بے ایمان ہے مگر رضاخانی مذہب ایسا نرالہ مذہب ہے کہ اس میں اللہ کیلئے ایسے عقائد رکھنے والے کو کافر کہنا خلاف احتیاط ہے تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ مولوی احمد رضا خان مجاہد فی سبیل اللہ حضرت شاہ اسمعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ پر جھوٹا بہتان لگاتے ہوئے لکھتا ہے:

''اس نے یہاں اللہ سبحانہ کے علم کو لازم نہ جانا اور معاذ اللہ اس کا جہل ممکن مانا''۔

(الکوکبۃ الشہابیہ، ص ۱۲ مطبع اہلسنت بریلی طبع اول)

''یہاں صاف اقرار کر دیا کہ اللہ عزوجل کی بات واقع میں جھوٹ ہو جانے میں حرج نہیں ''۔(الکوکبۃ الشہابیہ، ص ۱۴)

''اس میں صاف تصریح ہے کہ جو کچھ آدمی اپنے کیلئے کر سکتا ہے وہ سب کچھ خدائے پاک کی ذات پر بھی روا ہے جسمیں کھانا، پینا، سونا پاخانہ پھرنا، پیشاب کرنا، جلنا، ڈوبنا، مرنا سب کچھ داخل ہے''

(سبحان السبوح)

مگر ساتھ ہی اسی شاہ اسمعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ جن کی طرف یہ کفریہ عقائد منسوب کئے ان کے متعلق لکھتے ہیں:

''اور امام الطائفہ (اسمعیل دہلوی) کے کفر پر بھی حکم نہیں کرتا کہ ہمیں نبی ﷺ نے لا الہ الا اللہ کی تکفیر سے منع فرمایا ہے'' (تمہید ایمان ،ص ۵۴،مکتبۃ المدینہ)

''علمائے محتاطین انہیں (اسمعیل دہلوی) کو کافر نہ کہے یہی صواب ہے وھو الجواب وبہ یفتی وعلیہ الفتوی وھو المذہب وعلیہ الاعتماد وفیہ السلامۃ وفیہ السداد یعنی یہی جواب ہے اور اسی پر فتوی ہوا اور اسی پر فتوی ہے اور یہی ہمارا مذہب ہے اور اسی پر اعتماد اور اسی پر سلامتی اور اسی میں

استقامت''۔ (تمہید ایمان، ص ۵۳)

اس سے معلوم ہوا کہ خان صاحب کے مذہب میں خدا کے علم کا منکر اس کو جاہل ماننے والا اس کو پیشاب کرنے والا، مرجانے والا سمجھنے والا مسلمان اور لا الہ الا اللہ میں داخل ہے اور اس کا فر کہنا خلاف احتیاط ہے۔

یہی خان صاحب اسی شاہ اسمعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق لکھتے ہیں:

''مسلمانوں مسلمانوں خدارا ان ناپاک و شیطانی ملعون کلموں پر غور کرو ...... پادریوں پنڈتوں وغیرھم کھلے کافروں مشرکوں کی کتابوں کو دیکھو...... شائد ان میں بھی اسکی نظیر نہ پاؤ گے مگر اس مدعی اسلام بلکہ مدعی امامت کا کلیجہ چیر کر کے دیکھئے کس جگر سے محمد ﷺ بے دھڑک یہ صریح سب و دشنام کے الفاظ لکھ دئے ...... مسلمانوں کیا ان گالیوں کی حضور ﷺ کو اطلاع نہ ہوئی یا مطلع ہو کر ایذا نہ پہنچی ہاں ہاں واللہ واللہ انہیں اطلاع ہوئی واللہ واللہ انہیں ایذاء پہنچی ...... اور انصاف کیجئے تو اس کھلی گستاخی میں کوئی تاویل کی جگہ بھی نہیں''۔ (الکوکبۃ الشہابیہ، ص ۳۰، ۳۱)

اس عبارت میں خان صاحب نے مندرجہ ذیل تصریحات بیان کی ہیں:

۱۔ یہ کہ شاہ صاحب نے حضور ﷺ کو ایسی صاف صاف بے دھڑک گالیاں دی ہیں کہ پادری اور پنڈتوں کی کتابوں میں بھی معاذ اللہ ایسی گالیاں نہیں پاؤ گے۔

۲۔ یہ کہ ان گالیوں کی اللہ کی قسم رسول اللہ ﷺ کو خبر ہوئی اور آپ ﷺ کو اس سے ایذاء بھی پہنچی۔

۳۔ ان گالیوں میں کسی قسم کی تاویل کی بھی ضرورت نہیں۔

قارئین کرام خدا لگتی کہئے کہ جو نبی اکرم ﷺ کو معاذ اللہ ایسی ننگی گالیاں دیتا ہوں جو پنڈتوں نصرانیوں کی کتب میں بھی نہ ہوں جس کی جرات راجپال، سلمان رشدی کو بھی نہ ہو اس سے بڑا بے ایمان اور کون ہو سکتا ہے؟ مگر خدا کی مار ہو اس نام نہاد عاشق پر کہ اس سب کے باوجود بھی شاہ صاحب کو اہل ایمان تسلیم کرتا ہے۔ اب کاشف

اقبال رضاخانی کا یہ کہنا کہ ہمارے نزدیک حضور ﷺ کی ادنی بے ادبی بھی کفر ہے صریح کذب بیانی نہیں تو اور کیا ہے۔

لزوم التزام کا گورکھ دھندا

بریلوی حضرات اس کے جواب میں لزوم والتزام کی بحث چھیڑتے ہیں کہ دراصل شاہ صاحب کو ان عقائد کے کفریہ ہونے کا علم نہ تھا اور بعد میں توبہ کرلی تھی اس لئے ہمارے امام نے ان کی تکفیر میں احتیاط سے کام لیا۔ اس حوالے سے کافی عرصہ پہلے جہانیاں کے ایک رضاخانی کے ساتھ تحریری گفتگو ہوئی تھی جسے افادہ عام کیلئے راقم یہاں نقل کررہا ہے۔ الحمدللہ اس تحریر نے رضاخانیوں کی اس لایعنی تاویل کی دھجیاں اڑادی ہے۔

شہید کی کرامت دیکھئے کہ ایک طرف تو احمد رضاخان نے شاہ شہید پر ایسے گھٹیا الزامات لگائے جو شائد شیطان کو بھی نہ سوجھیں گے مگر اپنی موٹی عقل کا مظاہرہ کرتے ہوئے ان سب کے باوجود شاہ صاحب کو مسلمان لکھ دیا۔ ابن شیر خدا حضرت مرتضی حسن چاندپوری رحمۃ اللہ علیہ نے اس پر احمد رضاخان کی زندگی ہی میں یہ چیلنج دے دیا کہ جب تک کائنات میں کوکبۃ شہابیہ تمہید ایمان وغیرہا موجود ہیں احمد رضاخان اس کی اولاد اس کو ماننے والے سارے کافر مرتد ولدالزنا ہیں۔ الحمدللہ یہ چیلنج آج تک برقرار ہے۔ تا قیامت برقرار رہے گا۔ ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ یہ لوگ احمد رضاخان کا مسلمان ہونا وحلالی ہونا ثابت کرتے۔ چور کی چوری پر پردہ ڈالنے کیلئے لزوم التزام کا ایسا گورکھ دھندا ایجاد کرلیا کہ اپنے امام کی بچی کچھی لنگی بھی لے اڑے۔ بھانت بھانت کی بولیاں لزوم والتزام میں جس کے دل میں جو آیا کہہ دیا۔ اب دیکھیں اسی نومولود محقق نے لزوم التزام کی یہ تعریف کی کہ کفریہ کلمات لکھ تو دئے مگر پتہ نہیں تھے۔ کہتا ہے کہ لزوم کفر یہ ہے کہ ایک آدمی کفر کرلے اگر اس کو بتایا جائے کہ تو نے کفر کیا تو وہ اس پر ڈٹ گیا اور توبہ نہیں کی تو یہ التزام کفر ہے۔ اور چونکہ شاہ اسمعیل شہید کی توبہ مشہور ہوگئی تھی اس لئے احمد رضاخان نے تکفیر نہیں کی۔

چیلنج: سارے زندہ مردہ بریلوی جمع ہوکر کہیں سے یہ ثابت کردے خود احمد رضاخان سے

کہ احمد رضا نے شاہ صاحب کی تکفیر اس لئے نہیں کی کہ احمد رضا خان کے نزدیک ان کی توبہ مشہور ہوگئی تھی۔ یہ وہ بدترین جھوٹ ہے جس کا ثبوت آج تک کوئی رضا خانی نہیں دے سکا۔ دعوے تو مشہور کا دلیل فتاوی رشیدیہ کا پھر فتاوی رشیدیہ میں آگے ہی اس کی تردید موجود ہے کہ یہ غلط ہے۔ ان عقل کے اندھوں کو دیکھیں کہ ایک سائل کے صرف سوال کرنے کو انہوں نے ''مشہور'' کی تعریف کے زمرے میں شامل کر دیا اس لئے یہ نومولود محقق پہلے تو مشہور کی تعریف پھر اس کی اقسام ذکر کرے اور پھر بتائے کہ کیا یہ اس کے زمرے میں آتا ہے یا نہیں؟۔

یہ بھی صریح جھوٹ ہے احمد رضا خان شاہ صاحب کو مسلمان نہیں مانتے امام اہل بدعت نے شاہ صاحب کو صراحتہً اہل لا الہ الا اللہ والوں میں شمار کیا ہے۔ ابو یزید بٹ ہمارا نہیں اس پر تقاریظ ایسے ہی جعلی ہیں جیسے بقول مفتی قریشی کے دیوان محمدی پر احمد سعید کی تحریر جعلی ہے۔

نوٹ: یاد رہے کہ جو تعریف معترض نے کی ہے لزوم التزام کی یہ تعریف احمد رضا خان کو مسلم ہی نہیں ان کے نزدیک لزوم التزام کی تعریف کچھ اور ہے۔ جب اس کے نزدیک لزوم التزام کی یہ تعریف ہی نہیں تو توبہ مشہور ہونے پر تکفیر نہ کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ شریف الحق امجدی کا حوالہ گزر چکا ہے کہ احمد رضا خان نے توبہ مشہور ہونے کی وجہ سے نہیں بلکہ ان عبارات کے اسلامی پہلو کی وجہ سے تکفیر نہیں کی۔

اس تعریف سے علمائے دیوبند کو کافر ثابت کر کے دکھاؤ

نام نہاد محقق کہتا ہے کہ کسی کو اس کا کفر بتایا جائے وہ اس پر ڈٹ جائے تو یہ التزام ہے اگر ڈٹتا نہیں تو لزوم ہے تکفیر نہیں کی جائے گی تو جو کفریات تم اہل سنت دیوبند کے آئمہ اربعہ کی طرف منسوب کرتے ہو انہوں نے ببانگ دہل اس بات کا اعلان کیا کہ ایسے گھٹیا عقیدے ہمارے حاشیہ خیال میں بھی کبھی نہیں آئے تو جناب جواب دیں یہ لزوم التزام کا فرق علمائے دیوبند کی باری میں کہاں چنے بیچنے چلا جاتا ہے؟

پھر آپ کہتے ہیں کہ کیا پتہ شاہ صاحب نے توبہ کرلی ہو اس لئے تکفیر نہیں کی تو مفتی مظہر اللہ دہلوی نے علمائے دیوبند کے بارے میں یہی کہا کہ ان کی تکفیر کے متعلق سکوت اختیار کرو کیونکہ یہ لوگ

اب وفات پا چکے ہیں اور کیا پتہ آخر عمر میں انہوں نے توبہ کر لی ہو۔

(فتاوی مظہریہ ص ۲۱۷)

تو جناب توبہ تو بقول آپ کے ان کی بھی ہو گئی تھی تو یہاں یہ احتیاط کیوں نہیں؟

احمد رضا خان نہیں بچتا

پھر آپ کہتے ہیں کہ معلوم نہیں شاہ صاحب نے ان عبارات سے وہی معنی مراد لئے ہوں یا نہیں اور ان کی توبہ مشہور ہو گئی تھی اس لئے تکفیر نہیں کی۔ تو فضل حق خیر آبادی اور ان کے قبیل کے کئی مولویوں کی ایک پوری کیبنٹ نے شاہ اسمعیل شہید کی تکفیر کی تھی اور یہاں تک فتوی دیا کہ من شک فی کفرہ و عذابہ فقد کفر (محاورۃ) (شفاعت مصطفی) یہ اس بات کا بین ثبوت ہے کہ شاہ صاحب کو ان تمام عبارتوں کا خوب اچھی طرح علم تھا اور اس دور کے علماء کے نزدیک ان کی توبہ کا کوئی واقعہ نہیں ہوا تھا (یہ ڈھکوسلا بعد میں ایجاد ہوا) شاہ صاحب کی وفات فضل حق کی زندگی میں ہوئی مگر فضل حق نے اپنے اس فتوے سے اور اس کی تکفیری کیبنٹ میں موجود کسی شخص نے رجوع نہیں کیا لہذا آپ کے اصول سے ہی معلوم ہوا کہ شاہ صاحب نے کوئی توبہ وغیرہ نہیں کی تھی لہذا احمد رضا خان پر اس کی تکفیر فرض تھی جو نہیں کی لہذا اپنے ہی اصول سے کافر مرتد ہو گیا۔

علی سبیل التنزل

اس ساری رام کہانی کو مان لیں تو فضل حق خیر آبادی نے فتوی دیا تھا جو شاہ صاحب کو کافر نہ کہے وہ بھی کافر تو فضل حق کے نزدیک تو کم سے کم اور اس کی جماعت میں موجود علماء کے نزدیک تو کم سے کم احمد رضا خان مرتد ولد الزنا اس کی آل اولاد ساری ولد الزنا ہے چلو فی الحال اس کو تو مان لو کہ فضل حق کے نزدیک احمد رضا خان "عتل بعد ذلک زنیم" کی زندہ جاوید مثال ہے۔ لزوم التزام کی کہانی بھی اس کے بعد نمٹ جائے گی۔

ایک اور انداز

حنیف قریشی نے مناظرہ پنڈی اور سیالوی نے عبارات اکابر میں شاہ صاحب کو کافر کہا اس کا مطلب ہے کہ ان کے نزدیک بھی توبہ والا معاملے کی کوئی حقیقت نہیں اور التزام کفر پایا جاتا ہے

لہٰذا ان دونوں کے نزدیک بھی احمد رضا خان زنیم ہوا اور چونکہ یہ دونوں احمد رضا خان کے ہم عقیدہ نہ رہے کہ احمد رضا خان شاہ صاحب کو مسلمان جانتا تھا اس لئے یہ نعیم الدین کے فتوے کہ جو احمد رضا خان کا ہم عقیدہ نہ ہو وہ بھی کافر ہے (تحقیقات ص ۵) زنیم بن گئے۔

پڑا کبھی دل جلوں کو فلک سے کام نہیں
جلا کر خاک نہ کردوں تو دیوبندی نام نہیں

آپ پریشان نہ ہوں ابھی تو یہ ساری گفتگو اس پہلو سے ہے جو آپ نے لزوم التزام کی تعریف کی ہے، ابھی تو احمد رضا خان اور مصطفی رضا خان کی تاویلات کا پنڈورا بکس کھلنا باقی ہے۔

نوٹ: معترض نے بار بار شاہ اسمٰعیل شہیدؒ کیلئے زنیم کا لفظ استعمال کیا تھا اس لئے ہے یہ گنبد کی صدا جیسی کہو ویسی سنو ہمیں یہ لفظ بار بار انہی پر لوٹانا پڑ رہا ہے رضا خانی اب ناک بھویں نہ چڑھائیں۔

یہ تاویل عقل ونقل دونوں کے خلاف ہے

صراط مستقیم اور تقویۃ الایمان وغیرہما کوئی ''عبرانی''، ''سریانی'' زبان کی تصانیف تو نہیں کہ جس کے بارے میں یہ تاویل کی جائے کہ اس میں موجود کفریات کا مرتب ومصنف کو پتہ نہیں چل سکا دونوں اہل علم کی زبانوں میں ہیں عبدالحئی وشاہ اسمٰعیل اپنے وقت کے جید علماء تھے ان کے بارے میں یہ کیسے تصور کیا جاسکتا ہے کہ بقول معترض اتنے بڑے بڑے کفر بکے اور ان کو معلوم ہی نہ ہوسکا کہ یہ کفر ہے۔ حیرت ہے کہ تم جیسے جاہلوں کو تو اس میں موجود کفریات نظر آئے گا مگر مصنف جیسے عالم کو پتہ ہی نہ چل سکا کہ میں معاذ اللہ کفر لکھ رہا ہوں؟

مولوی احمد رضا خان اسی صراط مستقیم کی عبارت کے متعلق کہتا ہے:

''مسلمانو للہ انصاف کیا ایسا کلمہ کسی اسلامی زبان وقلم سے نکلنے کا ہے حاش للہ پادریوں پنڈتوں وغیرہم کھلے کافروں مشرکوں کی کتابیں دیکھو جو انہوں نے بزعم خود اسلام جیسے روشن چاند پر خاک ڈالنے کو لکھی ہیں شاید ان میں بھی اس کی نظیر نہ پاؤ گے کہ ایسے کھلے ناپاک لفظ تمہارے پیارے نبی تمہارے سچے رسول ﷺ کی نسبت لکھے ہوں

......جگرے سے محمد رسول اللہ ﷺ کی نسبت بیدھڑک یہ صریح سب وشتم کے لفظ لکھ دئے اور روز آخر عزیز غالب قہار کے غضب عظیم وعذاب الیم کا اصلا اندیشہ نہ کیا مسلمانو کیا ان گالیوں کی محمد رسول اللہ ﷺ کو اطلاع نہ ہوئی یا مطلع ہو کر انسے انہیں ایذا نہ پہنچی ہاں ہاں واللہ واللہ انہیں اطلاع ہوئی واللہ واللہ انہیں ایذا پہنچی

(الکوکبۃ الشھابیہ ص ۳۰،۳۱)

اب ایسے صریح گالیاں جو آج تک پنڈتوں، پادیوں مشرکوں کو بھی دینے کی جرات نہ ہوئی ایک آدمی ایسی گالیاں نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو دیتا ہے اور یہ ملعون کہتا ہے کہ نہیں ایسے آدمی کو کافر نہ کہو کیا پتہ اسے پتہ نہ چلا ہو کیا پتہ اس نے کوئی اسلامی پہلو مراد لیا ہوا۔

احمد رضا خان آگے خود ایک مثال دیتا ہے:

"انکی آواز لطیف کتے کے بھونکنے سے مشابہ تھی ان کا دہن شریف سوئر کی تھوتھنی سے ملتا تھا تو تم اسے کیسا سمجھو گے؟" (ایضاص ۳۳)

اب اگر میں کہوں کہ احمد رضا خان کی لطیف آواز کتے کے بھونکنے کی طرح تھی......احمد رضا خان کی تھوتھن شریف سوئر خنزیر کی طرح تھی......آپ کے اعلی حضرت فاضل بریلوی بڑے ہی حرامزادے آدمی تھے......اور کہو کہ مجھے تو پتہ ہی نہیں کہ یہ گالیاں ہیں مجھے تو کسی نے بتایا ہی نہیں کہ یہ گالیاں ہیں تو کیا کوئی بریلوی اس کو تسلیم کرے گا؟

دوسرے گستاخوں کا کیا قصور تھا آخر؟

جب بقول احمد رضا کذاب شاہ صاحب نے پنڈتوں نصرانیوں مشرکوں سے بھی کھلی کھلی گالیاں نبی کریم ﷺ کو دی تھیں مگر پھر مسلمان اس لئے کہ شاہ صاحب کو کسی نے بتایا ہی نہیں کہ یہ کفر ہے تو آخر راج پال، سلمان رشدی، ڈنمارک کے کارٹونسٹ کا کیا قصور تھا؟ کیا تم میں سے کسی رضا خانی نے انہیں سمجھایا کہ یہ گستاخی کے زمرے میں آتا ہے؟

اور اس سے بڑھ کر پوچھتا ہوں کہ سلمان تاثیر اگر پاکستان کے ایک قانون ناموس رسالت ﷺ کو کالا قانون کہہ دے تو ایک نجس مشرک سرکاری ملازم اٹھ کر اسے گولی مار دیتا ہے اور تم اسے

ہیرو بنا دیتے ہو کہ دیکھو عاشق ہے گستاخ کو قتل کر دیا تو میرا سوال ہے کہ کیا تم نے سلمان تاثیر سے مل کر اسے بتایا تھا کہ یہ التزام کفر ہے؟ یہ گستاخی ہے؟ آخر سلمان تاثیر کے کیس میں لزوم التزام کہاں چلا جاتا ہے؟

دہلی کے سارے علماء کیا چنے بیچ رہے تھے؟

مولوی اشرف سیالوی لکھتا ہے:

چونکہ اسمٰعیل دہلوی صاحب مولانا احمد رضا خان صاحب کے زمانے سے پہلے رحلت کر چکے تھے لہذا اس اطمینان کی کوئی صورت نہیں تھی کہ وہ واقعی اس عبارت کی سنگینی اور اس میں مضمر مفاسد پر مطلع ہوئے اور پھر بھی اس پر مصر رہے لہذا انہوں نے از راہ احتیاط ان کو کافر نہ کہا کیونکہ ان کا التزام کفر متحقق نہیں ہوا تھا"۔

(مناظرہ جھنگ ص ۱۰۳)

اس کا تو یہ مطلب ہوا کہ پورے ہندوستان خصوصا دہلی کے سارے علماء اس وقت چنے بیچنے میں مصروف تھے کسی عالم دین کسی مسلمان میں عشق رسالت ﷺ کی اتنی رتی بھی نہیں تھی کہ وہ شاہ صاحب سے مل کر بتاتا کہ حضرت یہ تو کفر ہے توبہ کرو۔ پھر تمہاری کتاب "انوار آفتاب صداقت" میں یہ جھوٹ لکھا ہوا ہے اسی سے سرقہ کر کے "دیوبندی مذہب" میں لکھا اور اسی سے سرقہ کر کے کاشف اقبال نے "دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف" میں لکھا کہ دہلی میں شاہ اسمٰعیل شہید سے ان عبارات وعقائد پر مناظرہ ہوا تھا جس میں وہ بری طرح شکست کھا گئے۔

اب یا تو تسلیم کرو کہ یہ جھوٹ ہے یا یہ تسلیم کرو کہ شاہ صاحب سے ملاقات بلکہ مناظرہ کر کے ان کی عبارات کی حقیقت ان کے سامنے کھول کر بیان کر دی گئی تھی۔ پھر تم نے خود لکھا کہ تقویۃ الایمان کے خلاف جیسیوں کتب لکھی گئی فضل حق خیر آبادی نے شاہ صاحب کی ان کتابوں کا رد کیا اور شاہ صاحب کی طرف سے رجوع نہ کرنے پر ہی ان پر کفر کا فتویٰ لگایا۔ تو یہ سب باتیں چیخ چیخ کر بتا رہی ہیں کہ بقول تمہارے ان عبارتوں میں موجود کفریات علمائے دہلی نے کھول کر شاہ صاحب کے سامنے بیان کر دیئے تھے مگر شاہ صاحب نے توبہ نہ کی لہذا یہ التزام کفر

ہو گیا اور التزام کفر پر تکفیر واجب جو احمد رضا خان نے نہیں کی لہذا جو کفر کو کفر نہ کہے خود کافر ہے۔

ایک اور سوال

اگر آج کوئی میڈیا پروپیگنڈا کے زور پر یہ مشہور کردے کہ مرزا قادیانی نے توبہ کرلی تھی یا کوئی کہہ دے کہ مرزا قادیانی کی ان عبارات میں لزوم کفر تھا التزام کفر نہیں اس لئے کہ مرزا کو معلوم ہی نہ تھا کہ میں کفر بک رہا ہوں تو کیا بریلوی کف لسان کرتے ہوئے مرزا قادیانی کو مسلمان کہیں گے؟

احمد رضا خان ہی زنیم وحرامزادہ ہے

معترض شاہ صاحب کی عبارت کو درست تسلیم کرنے والوں کو حرام زادہ اور عتل بعد ذالک زنیم کہہ رہے ہیں مگر ہم نے ثابت کردیا کہ جو شخص پنڈتوں نصرانیوں سے بھی بڑی بڑی گالیاں نبی کریم ﷺ کو دے معاذ اللہ اور ان گالیوں کی نبی کریم ﷺ کو اطلاع بھی ہوئی اور آپ ﷺ کا دل بھی دکھا ایسے گستاخ کی باتوں میں تاویل کرنے والا اور اسے مسلمان کہنے والا ہی درحقیقت زنیم حرام زادہ ہے اور اس دور میں عتل بعد ذالک زنیم کی جیتی جاگتی تصور بریلویوں کا امام احمد رضا خان ہے اگر کسی رضا خانی میں ہمت ہے تو اسے حلالی ثابت کرے۔

ابھی صرف ابتداء ہے

ہم نے اتنی تفصیل گفتگو اس لئے کی کہ معترض نے اسے گھسا پٹا اعتراض کہا تھا اب حقیقت معلوم ہوگئی ہوگی کہ اسی اعتراض نے تو رضا خانیوں کے امام کو گھسا دیا ابھی تو معترض نے جو لزوم التزام کفر کی تعریف کی ہے صرف اس کا ردوہ بھی مختصر انداز میں کیا ابھی لزوم التزام کی دیگر تعریفوں پر ہمارا رد باقی ہے اس تعریف سے احمد رضا خان کی گردن چھڑالیں تو ان شاء اللہ ان پر بھی گفتگو ہوجائے گی۔

جہاں تک آپ نے ادھر ادھر گھوم کر صغرے کبرے ملائیں ہیں کہ احمد رضا خان شاہ صاحب کو یزید کی طرح سمجھتا اور یزید کی تکفیر توبہ کے احتمال کی وجہ سے نہیں کی اس لئے شاہ صاحب کی تکفیر بھی توبہ کی وجہ سے نہیں کی۔

جواب: تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ قیاس مع الفارق ہے۔ یزید کی تکفیر اس وجہ سے نہیں کی گئی کہ خود احمد رضا خان کا جو حوالہ آپ نے نقل کیا اس میں لکھا ہے کہ یزید سے وہ امور جن سے تکفیر کی جاسکتی تھی متواترا ثابت نہیں (مفہوما) پس جب آئمہ کے نزدیک اس سے کلمات کفریہ تواترا ثابت ہی نہیں تو اس کی تکفیر کس وجہ سے کریں؟ جبکہ شاہ صاحب کے بارے میں خود احمد رضا خان لکھتا ہے کہ: اور ان حضرات سے یہ سب کلمات کفر اعلیٰ درجہ تواتر پر ہیں"۔

(الکوکبۃ الشہابیہ ص ۶۱)

پس جس شخص سے اس کے کلمات کفر تواترا ثابت ہوں اسے محض اس ضعیف احتمال کی وجہ سے کہ کیا پتہ توبہ کرلی ہو مسلمان کہنا کیا معنی رکھتا ہے؟ اس طرح تو دنیا کے کسی کافر کو کافر نہیں کہا جاسکتا مثلا میں نے پہلے بھی آپ سے سوال کیا جسے آپ قل کے چنے سمجھ کر چبا گئے کہ آج اگر کوئی مرزا قادیانی کے بارے میں کہے کہ مجھے معلوم ہے کہ مرزا قادیانی نے کفر بکا اسکے کفریات میرے نزدیک تواترا ثابت ہیں اس نے ایسے ایسے گندی گالیاں نبی کریم ﷺ کو دیں کہ آج تک یہودی عیسائی مشرک بھی نہیں دے سکتا میں نے خود وہ گالیاں پڑھی ہیں مجھے یقین کی حد تک معلوم ہے کہ وہ گالیاں مرزا قادیانی نے ہی دیں ہیں اور مجھے یہ بھی معلوم ہے کہ ان گالیوں سے مدینہ میں قبر مصطفی ﷺ میں میرے محبوب کو دکھ پہنچا مجھے اس بات کا بھی پتہ ہے کہ پوری امت نے مرزا کی ان گستاخیوں وکفریات کی وجہ سے اس کی تکفیر کی مگر میں اسے قطعا کافر نہیں کہوں گا کیونکہ کیا پتہ کہ مرزا کو ان کفریات کا پتہ نہ ہو اور کیا پتہ اس نے توبہ کرلی ہو چونکہ احتمال ہے اس لئے میں تکفیر نہیں کرتا۔

تو جواب دیں کیا اس شخص کے اس قول کو آپ مان لینے کیلئے تیار ہیں؟

احمد رضا خان کا اقرار شاہ صاحب کے ارتداد پر اجماع ہے

پھر احمد رضا خان بریلوی خود لکھتا ہے: فرقہ اسمٰعیلیہ اور اس کے امام نافرجام پر قطعا یقینا اجماعا بوجوہ کثیرہ کفر لازم اور بلاشبہ جماہیر فقہاء کرام واصحاب فتویٰ اکابر واعلام کی تصریحات واضحہ پر یہ سب کے سب مرتد کافر"۔ (الکوکبۃ ص ۶۲)

تو جناب جس کے ارتداد پر ''پوری امت کا اجماع ہو'' اور جس شخص پر ''قطعا یقینا جزما'' کفر لازم ہو اس کو محض ایک احتمال کی وجہ سے اس یقین کو زائل کر کے اور پوری امت کے اجماع سے منہ موڑتے ہوئے کافر نہ کہنا کیا خود کفر نہیں؟ کیا خرق اجماع کرنے والا کیا

ومن یشاقق الرسول من بعد ما تبین له الهدی ویتبع غیر سبیل المومنین نوله ما تولی و نصله جهنم و سائت مصیرا

کا مصداق نہیں؟

پھر آپ نے لزوم کفر کی تعریف تو یہ کی تھی کہ شاہ صاحب کو ان کلمات کفریہ کا علم نہ تھا اور توبہ کرلی اور جواب میں احمد رضا خان کا جزیہ ایسا پیش کررہے ہیں جس سے زیادہ توبہ کا معنی نکل سکتا ہے تعریف میں فصل اول کا کیا بنے گا؟

پھر میرا یہ سوال بھی ہے کہ جتنا بڑا گھٹیا شیطانی الزام احمد رضا خان نے شاہ صاحب پر لگایا اتنا بڑا الزام اس شخص نے علمائے دیوبند پر نہیں لگایا اور علمائے دیوبند کے بارے میں بھی مفتی مظہر اللہ نے توبہ کا احتمال نقل کیا ہے تو یہ احتیاط اور کف لسان علمائے دیوبند کی باری میں کہا چلا جاتا ہے؟ اس سوال کا جواب آپ اس لئے نہیں دے رہے کہ اس کے بعد تاویلات کی پٹاری کو خود ہی آگ لگ جائے گی۔

احمد رضا خان کے نزدیک گستاخ کی توبہ بھی قبول نہیں

احمد رضا خان مجمع الانہر کے حوالے سے لکھتے ہیں (ترجمہ)

> ''جو کسی نبی کی شان میں گستاخی کے سبب کافر ہو اس کی توبہ کسی طرح قبول نہیں اور جو اس کے عذاب یا کفر میں شک کرے خود کافر ہے''۔ (تمہید ایمان مع حسام الحرمین ص ۷۳ مکتبۃ المدینہ کراچی)

زندہ باد اے شہید زندہ باد

اللہ اکبر! اب تک احمد رضا خان کو مسلمان وحلالی ثابت کرنے کیلئے آپ کے پاس واحد دلیل یہ تھی کہ شاہ صاحب نے توبہ کرلی اس لئے کافر نہیں کہا اس ساری محنت پر احمد رضا خان نے یہ کہہ

کر پانی پھیر دیا کہ جو کسی نبی کی شان میں گستاخی کرلے تو اس کی توبہ بھی قبول نہیں اور جو اس کے کفر میں شک کرے خود کافر ہے۔

لزوم والتزام کفر تماشہ ہی تماشہ

لزوم کفر والتزام کفر کی تعریف مناظرہ جھنگ میں اشرف سیالوی نے وہی کی جو نام نہاد محقق نے پیش کی، ہومیو پیتھک جنرل اسٹور کے مالک الطاف حسین سعیدی نے بھی یہی کی (بحوالہ روئیداد مناظرہ گستاخ کون ص ۱۲۰) اور اس تعریف کو حنیف قریشی کی پوری مناظرہ ٹیم نے تسلیم کیا۔ گویا آج کل کے نومولود نام نہاد محققین کے نزدیک لزوم کفر کی تعریف یہ ہے کہ قائل کو علم نہ ہو کہ میں کفر بک رہا ہوں اور التزام کفر کی تعریف یہ ہے کہ قائل کو اگر بتا دیا جائے کہ تو نے کفر کہا تو وہ اس پر اڑے نہیں بلکہ توبہ کرلے اگر اڑ گیا اور توبہ نہ کی تو التزام کفر ہو جائے گا۔

اب شاہ صاحب کی عبارات میں ''لزوم کفر'' تھا ''التزام کفر'' نہ تھا یعنی شاہ صاحب کو علم ہی نہ تھا کہ میں نبی کریم ﷺ کو ایسی غلیظ گالیاں دے رہا ہوں جو آج تک نہ کسی یہودی نے دی نہ کسی عیسائی نہ کسی مشرک نے دی۔ (اس کا نقلاً و عقلاً باطل ہونا ہم ماقبل میں بیان کر چکے ہیں)

احمد رضا خان کے نزدیک لزوم والتزام کی تعریف

''کفر...... دو طرح ہوتا ہے لزومی والتزامی! التزامی یہ کہ ضروریات دین سے کسی شے کا تصریحاً خلاف کرے یہ قطعاً اجماعاً کفر ہے...... یا جس بات کا اس نے دعوی کیا وہ بعینہ کفر ومخالف ضروریات دین ہو۔ لزومی یہ کہ جو بات اس نے کہی عین کفر نہیں مگر منجر بکفر ہوتی ہے یعنی مآل سخن ولازم حکم کو ترتیب مقدمات وتتمیم تقریبات کرتے لے چلئے تو انجام کار اس سے کسی ضروری دینی کا انکار لازم آئے''۔

(سبحان السبوح ص ۱۱۱)

اللہ اکبر لیجئے یہ دونوں تعریفیں آپ کی کی گئی تعریفوں سے بالکل متضاد ہیں۔ کفر التزامی کی اس عبارت کی رو سے شاہ صاحب کی جملہ کتب وعبارات بشمول صراط مستقیم کی اس عبارت میں کوئی بات عین کفر نہیں کیونکہ آپ اور آپ کے آج کل کے نام نہاد مناظرین ان کو ''لزوم کفر'' پر محمول

کرتے ہیں گویا بقول آپ کے اگر کوئی یہ کہے کہ نماز میں نبی کریم ﷺ کا خیال آنا یا لانا گدھے کے خیال سے بھی برا ہے معاذ اللہ بیوی سے جماع سے بھی برا ہے استغفر اللہ تو بقول احمد رضا خان کے یہ عین کفر نہیں کیونکہ آپ کے نزدیک اس میں لزوم کفر ہے۔اب آپ کی لزوم کفر کی تعریف سے احمد رضا خان دنیا کا لعنتی ترین انسان بنتا ہے کہ جو اس قدر غلیظ عبارت کو بھی عین کفر نہیں مانتا۔اور ہم بھی یہی ثابت کرنا چاہ رہے تھے جو آپ ہی کی لزوم کفر کی تعریف سے ثابت ہو گیا۔

کیا خوب کہ اپنا پردہ کھولے
جادو وہ جو سر چڑھ کر بولے

اب دوسری طرف آئے آپ کے نزدیک شاہ صاحب کی عبارات میں اگر التزام کفر پایا جاتا اور پھر احمد رضا خان تکفیر نہ کرتے تو یقینا کافر ہوتے مگر چونکہ التزام کفر نہیں اس لئے تکفیر نہیں کی۔اور احمد رضا خان التزام کفر کی تعریف یہ کرتا ہے کہ جس میں کسی ضرورت دینی کا انکار کیا جائے۔اب آئے دوبارہ احمد رضا خان کی طرف وہ شاہ صاحب پر یہ شیطانی الزام لگاتا ہے:

"یہاں انبیاء و ملائکہ و قیامت و جنت و نار وغیرہا تمام ایمانیات کے ماننے سے صاف انکار کر دیا"
(الکوکبۃ الشھابیہ ص ۱۹,۲۰)

اب جواب دیں "تمام ایمانیات کا انکار" کیا تمام ضروریات دین کا انکار ہے یا نہیں؟ ہوسکتا ہے کہ آپ اپنی موروثی ڈھٹائی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہیں کہ "تمام ایمانیات" ضروریات دین میں شمار نہیں تو ہم اس کا جواب پہلے ہی دے دیتے ہیں احمد رضا خان نے اس عبارت میں شاہ صاحب پر انبیاء علیہم السلام ملائکہ جنت و نار کے کنایۃً نہیں صاف انکار کا الزام لگایا ہے اور سبحان السبوح میں التزام الکفر کی مثال بیان کرتے ہوئے وہ لکھتے ہیں:

> "جیسے طائفہ تالفہ نیاچرہ کا وجود ملک و جن و شیاطین و آسمان و نار و جنان و معجزات انبیاء علیہم السلام سے ان معانی پر کہ اہل اسلام کے نزدیک حضور ہادی برحق صلوت اللہ وسلامہ علیہ سے متواتر ہیں انکار کرنا......الخ

(سبحان السبوح ص ۱۱۱)

تو لیجئے جناب اگر کوئی ان کا انکار ان معانی میں کر دے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ثابت ہیں ضروریات دینی کا منکر کہلائے گا تو جو سرے سے انہی کا صاف الفاظ میں انکار کر دے وہ ضروریات دینی کا انکار کیسے نہیں کرے گا؟

اب بقول آپ کے التزام کفر کے مرتکب کو کافر نہ کہنے والا کافر ہے اور چونکہ شاہ صاحب کی عبارتوں میں التزام کفر نہ تھا اس لئے کافر نہ کہا ہم نے ثابت کر دیا کہ احمد رضا نے التزام کفر کی جو تعریف کی اس کے مطابق شاہ صاحب پر التزام کفر ثابت (یہ سب باتیں مخالفین کے الزامات کی بنیاد پر لکھی جارہی ہیں) تو اب التزام کفر کے بعد بھی شاہ صاحب کو کافر نہ کہنے والے احمد رضا خان خود کافر و مرتد۔ اب احمد رضا خان نے دیوبندیوں کو ارتداد کی وجہ سے زانی ولد الزنا لکھا لہذا اسی اصول سے احمد رضا خان عتل بعد ذالک زنیم زانی حرامی اور مصطفی رضا خان حامد رضا خان وغیرہما سارے حرام زادے ولد الزنا۔ اسی طرح آج تک احمد رضا خان کے اس کفر کے بعد بھی جو اس کو امام مانے وہ سارے بھی مرتد کافر ولد الزنا۔

تکفیر مسلم ہی ہے جن کا مشغلہ تم دیکھنا
عنقریب ان کا بھی اب یوم حساب آجائیگا

مظلوموں کی آہ تمہیں لے ڈوبی

اللہ اکبر کہاں تو وہ دن کہ شاہ صاحب کو کافر کہا جا رہا ہے اور اب کہاں یہ دن کہ معترض نے مضمون شروع کیا تو سب سے پہلے احمد رضا خان کو مسلمان ثابت کرنے کیلئے تاویلات باطلہ کے انبار۔ رضا خانیو! وہ دن گئے جب تم علمائے دیوبند پر بکواس کرتے اور ہم صرف جواب پر اکتفاء کرتے اب اینٹ کا جواب پتھر سے دیا جائیگا۔

بریلوی شیخ الحدیث پیر محمد چشتی اور لزوم والتزام

رضا خانی شیخ الحدیث اور پشاور کے مایہ ناز رضا خانی عالم پیر محمد چشتی نے بھی لزوم والتزام کفر کی یہی تعریف کی جو احمد رضا خان نے کی ان صاحب کی کتاب کے چند اقتباسات ملاحظہ ہو:

(۱) کیونکہ التزام کفر میں اصل کلام آپ ہی کفر ہوتا ہے جس میں کفر ثابت کرنے کیلئے کسی خارجی دلیل وملازمت کی ضرورت نہیں ہوتی جبکہ لزوم کفر میں اصل کلام خود کفر نہیں ہوتا بلکہ مفضی الی الکفر اور منتج بالکفر ہوتا ہے (اصول تکفیر ص ۱۹۸)

اس تعریف کی رو سے تقویۃ الایمان وصراط مستقیم کی عبارتیں خود کفر نہیں، بلکہ بالکل درست ہیں اور رضاخانیوں کے انجر پنجر لگا کر اسے منتج بالکفر کے ہم ذمہ دار نہیں۔

(۲) التزام کفر کا محل صرف اور صرف قسم اول ہے جن کو ضروریات دین کہا جاتا ہے (اصول تکفیر ص ۱۲۷)

جبکہ رضاخانی نے کہا کہ التزام کفر یہ ہوتا ہے کہ کفر معلوم ہونے کے بعد توبہ نہ کرو۔ اس عبارت کی روسے اگر آج کوئی ضروریات دین کا انکار کر دے مگر اسے معلوم نہ ہو کہ یہ کفر ہے تو وہ کافر نہ ہوگا مگر احمد رضاخان اور پیر چشتی کے نزدیک چونکہ التزام کفر کر لیا لہذا کافر ہو گیا اور ان دونوں کی اس تعریف سے التزام کفر کی یہ تعریف کرنے والے کہ کفر معلوم نہ ہو بھی سارے کافر ہو گئے۔

(۳) کسی مدعی ایمان کا ملت اسلام یا اس کے کسی ضروری حصہ کی تکذیب کرنے سے عبارت ہے اس کی تکذیب وانکار یا اس کے قائم مقام یقینی علامت کا اگر بلاواسطہ ارتکاب ہو تو وہ التزام کفر کہلاتا ہے۔ جس کے مطابق کسی شخص کو کافر و مرتد قرار دیکر اسلام سے خارج بتانے کا اور مرتد کے خصوصی احکام اس پر جاری کرنے کیلئے فتوی صادر کرنے کا پس منظر اس کے سوا اور کچھ نہیں ہوتا کہ اس نے ان اقسام میں سے کسی ایک کا ارتکاب کیا ہے، اسلام کی ضد یا نقیض پر ڈائریکٹ عمل کیا ہے اور جان بوجھ کر یا انجانے میں نقیض اسلام یا ضد اسلام کو گلے لگالیا۔ (اصول تکفیر ص ۱۳۱)

معترض نے کہا کہ جب جان لیا کہ کفر ہے پھر توبہ نہ کی تو التزام کفر ہے مگر یہاں پیر چشتی کہتا ہے کہ جان بوجھ کر یا انجانے میں ہو تب بھی التزام الکفر ثابت ہو جائے گا۔

التزام کفر کی ایک تعریف اور بھی ہے جس کو صریح کفر کہا گیا ہے اس تعریف کی رو سے بھی احمد رضاخان نہیں بچتا لیکن فی الحال کیلئے اتنا کافی ہے وہ تعریف ہم ان شاء اللہ اگلے مضمون میں پیش کریں گے۔

اللہ اکبر!

آج تک رضاخانی علماء دیوبند پر یہ الزام لگاتے رہے کہ یہ لوگوں گستاخوں کا دفاع کرتے ہیں انہیں کافرنہیں کہتے انہیں مسلمان جانتے ہیں مگر آج رضاخانیوں کو وہ دن دیکھنا پڑا کہ جس شخص کے بارے میں انہوں نے خود کہا کہ اس آدمی نے نبی کریم ﷺ کو ایسی ایسی غلیظ ننگی گالیاں دی ہیں جو کسی یہودی عیسائی مشرک نے بھی نہیں دیں ہوں گی۔ ایسے شخص کو کافر نہ قرار دینے کیلئے پورا ایڑی چوٹی کا زور صرف کررہے ہیں اور سارا زور اس پر لگارہے ہیں کہ کسی طرح اس شخص کا دامن ان گالیوں سے پاک کردیا جائے واہ شہید واہ تیرا دشمن ہی تیرا وعدہ معاف گواہ۔

ایک اور سوال

جب بقول تمہارے شاہ نے توبہ کرلی تھی تو آج ان اقوال کو قطعاً و یقیناً شاہ صاحب کی طرف منسوب کرکے ان کو گالیاں دینا کہاں کا انصاف ہے؟ حدیث میں تو ہے التائب من الذنب کمن لا ذنب له گناہ سے توبہ کرنے والا ایسا ہے جیسے اس نے گناہ کیا ہی نہیں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسلام سے پہلے نبی کریم ﷺ کی جان کے درپے تھے، تو کیا اب یہ کہنا کھلی ہوئی ڈھٹائی نہ ہوگی کہ عمر فاروق تو وہی ہیں جو نبی کریم ﷺ کے جان کے دشمن تھے۔ معاذ اللہ۔ تو جب توبہ کرلی پھر بھی ان کفریات کو اس کی طرف منسوب کرنا کیا کھلی ہوئی ڈھٹائی نہیں؟

بریلوی اصول

احمد رضا خان کو مسلمان ثابت کرنے کیلئے رضاخانی مظلوم بن کر کہتا ہے کہ دیوبندی کہتے ہیں کہ متکلم اپنے کلام کی مراد خود سمجھتا ہے اس لئے اس کی تشریح مقبول ہوگی۔ جناب من یہ اصول آپ کے علماء نے بھی لکھا ہے احمد رضا خان کہتا ہے تصنیف را مصنف نیکو کند بیان

(کلیات مکاتب رضا) اور اشرف سیالوی لکھتا ہے:

''اپنے عقیدہ کی تشریح کا حق متعلقہ فریق کو ہوتا ہے دوسرا فریق ان کے متعلق قطعاً یہ نہیں کہہ سکتا کہ یہ تمہارا عقیدہ ہے اور یہ امر تم نے ثابت کرنا ہے''۔

(تنویر الابصار ص ۷)

تمہارے ساتھ ہمارا بنیادی جھگڑا ہی یہی ہے کہ عقیدہ ہمارا ہوتا ہے عبارت ہماری ہوتی ہے مگر اس کی شرح تم کرتے ہو اس کا مطلب تم بیان کرتے ہو اور جو اس مطلب کو نہ مانے وہ بھی کافر۔لہٰذا اس اصول کے تحت پہلے تم ہمارے اکابر کے عقائد جو ہمارے اکابر یا ہم خود بیان کریں مان لو اس کے بعد ہم تمہارے متکلم کی مراد پر بھی غور کرلیں گے۔

شرح نبراس

شرح نبراس کی جو عبارت پیش کی وہ صرف اس قدر ہے کہ قد تقرر فی الشرع ان التزام الکفر کفر لا لزومہ

موصوف نے اس کا کوئی صفحہ نمبر نہیں لکھا کوئی بات نہیں ہم بتادیتے ہیں یہ عبارت نبراس کے ص ۱۹۹ مطبوعہ نوریہ رضویہ لاہور پر موجود ہے۔اس عبارت کا مطلب وترجمہ صرف اتنا ہے کہ شریعت میں التزام کفر پر تکفیر ہوتی ہے نہ کہ لزوم کفر پر۔اب بریکٹوں میں جو حاشیہ نگار معترض نے کی ہے وہ ان کی اپنی پیداوار ہے علامہ فرہاروی اس کے ذمہ دار نہیں۔

کفر تکفیری وکلامی

رضاخانی معترض کہتا ہے کہ ''فقہاء جس کلام کو صریح سمجھیں لازمی نہیں کہ متکلمین اس کلام کو صریح کفر کہیں......اسماعیل دہلوی جمہور فقہاء کے مذہب پر کافر ہے اور جمہور متکلمین کے مذہب پر مبتدع وبدمذہب ہے''۔

گویا موصوف کے نزدیک جمہور فقہاء کے نزدیک شاہ صاحب معاذ اللہ کافر ہیں مگر احمد رضا خان نے متکلمین کے مذہب کو اختیار کیا اور اس مذہب پر شاہ صاحب کافر نہیں بلکہ مسلمان ہیں۔

پہلی بات:احمد رضا خان بریلوی خود لکھتا ہے:فرقہ اسمعیلیہ اور اس کے امام نافرجام پر قطعا یقینا اجماعا بوجوہ کثیرہ کفر لازم اور بلاشبہ جماہیر فقہاء کرام واصحاب فتوی اکابر واعلام کی تصریحات واضحہ پر یہ سب کے سب مرتد کافر''۔(الکوکبۃ ص ۶۲)

تو جناب جس کے ارتداد پر ''پوری امت کا اجماع ہو''اور جس شخص پر ''قطعا یقینا جزما'' کفر لازم ہو اس کو محض ایک احتمال کی وجہ سے اس یقین کو زائل کرکے اور پوری امت کے اجماع سے منہ موڑتے ہوئے کافر نہ کہنا کیا خود کفر نہیں؟ کیا خرق اجماع کرنے والا کیا

ومن یشاقق الرسول من بعد ما تبین له الهدی و یتبع غیر سبیل المومنین نوله ما تولی
نصله جهنم و سائت مصیرا[1]

کا مصداق نہیں؟ پھر ہمارا یہ بھی سوال ہے کہ احمد رضا خان دوسروں کو غیر مقلد وہابی کہیں اور خود اتنے بڑے لا مذہب غیر مقلد وہابی خود پرست کہ جمہور فقہاء کرام واصحاب فتاوی اکابر واعلام باجماع جن کو مرتد و کافر جزما قطعا ٹھرائیں اور جو تکفیر نہ کریں اس کو کافر کہیں یہ لا مذہب غیر مقلد خفیہ وہابی عبد الھوی سب کے خلاف اپنی رائے پیش کرے کہ ”میرے نزدیک وہ مناسب اور مرضی ومختار ہے جو اجماع کے مخالف جماہیر فقہاء واصحاب فتوی کی جزم کے قطع کے خلاف“۔ یہ تو کہو تم ہو کون؟ کس کھیت کے بتھوے ہو؟ تمہیں پوچھتا کون ہے؟ فتوی میں صاحب مذہب امام صاحب امام الآئمہ ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ یا ان کے تلامذہ یا دیگر اصحاب فتاوی کا فتوی نقل کرنا چاہئے تھا نہ اپنی رائے کیا مقلد فتوی اسی طرح دیا کرتے ہیں؟

پیر محمد چشتی لکھتا ہے:

> ”من جملہ ان میں سے یہ کہ التزام کفر کرنے والے شخص کو کافر کہنا اس کے کفر کا فتوی دینا اس کے ساتھ غیر مسلموں والا معاملہ کرنے کے واجب ہونے پر تمام اہل اسلام کا اتفاق واجماع ہے جس میں قطعا کوئی اختلاف نہیں بخلاف لزوم کفر کے کہ ان احکام کو اس پر لاگو کرنے کا قول چند علماء احناف کے سوا کسی اور نے نہیں کیا“۔
>
> (اصول تکفیر ص ۴۰)

پس جب شاہ صاحب کی تکفیر پر بقول تمہارے امام کے پوری امت کا اجماع ہے تو یقینا شاہ صاحب نے التزام کفر ہی کیا ہوگا ورنہ جواب دو کہ پوری امت چند علماء احناف کے مرجوح قول پر کیسے متفق ہوگئی؟ نیز لزوم کفر جسے تم کفر فقہی سے بھی تعبیر کر رہے ہو اس میں کسی پر کفر کا فتوی لگانا تو محض چند علماء احناف سے منقول ہے التزام کفر پر تکفیر کرنے پر پوری امت کا اجماع ہے اس میں کسی کا اختلاف نہیں پس اس صورت میں فقہی وکلامی کفر کی تقسیم ہی تمہارے اس اصول کی روشنی میں باطل ہوئی کیونکہ جس کفر پر تکفیر ہوتی ہے اس پر فقہاء و متکلمین دونوں مجتمع ہیں۔ اور یہ

کفر بقول تمہارے شاہ صاحب میں پایا گیا۔

ثانیاً: مولوی احمد رضا خان لکھتا ہے:

شفا شریف و بزازیہ و درر و غرر و فتاوی خیریہ وغیرہا میں ہے:

اجمع المسلمون ان شاتمه صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و من شک فی عذابه و کفره کفر تمام مسلمانوں کا اجماع ہے کہ جو حضور اقدس ﷺ کی شان اقدس میں گستاخی کرے وہ کافر ہے اور جو اس کے معذب یا کافر ہونے میں شک کرے وہ بھی کافر ہے (تمہید ایمان ص ۳۸)

پس جب تم بھی مانتے ہو کہ شاہ صاحب نے معاذ اللہ نبی کریم ﷺ کی شان میں سڑی سڑی گالیاں دی ہیں تو شاہ صاحب کے کفر پر اجماع ہوا تو فقہاء و متکلمین کی تفریق کا کیا معنی؟ احمد رضا خان کہتا ہے کہ شاہ صاحب کی تکفیر نہ کرنا ہی صواب ہے گویا تکفیر کرنا خطا ہے اب جو پوری امت کو خطا پر مانے اجماع کا نہ صرف انکار کرے بلکہ اس اجماع کو خطا پر مانے تو وہ خود کیا ہے؟

ثالثاً: مزید لکھتا ہے:

"لا خلاف فی کفر المخالف فی ضروریات الاسلام و ان کان من اهل القبلة المواظب طول عمره علی الطاعات کما فی شرح التحریر یعنی ضروریات اسلام میں سے کسی چیز میں خلاف کرنے والا بالاجماع کافر ہے اگرچہ اہل قبلہ سے ہو اور عمر بھر طاعات میں بسر کرے جیسا کہ شرح تحریر امام ابن ہمام میں فرمایا"۔ (تمہید ایمان ص ۴۱ مکتبہ نوریہ رضویہ وکٹوریہ مارکیٹ سکھر)

اور یہ بات ماقبل میں ثابت کی جا چکی ہے کہ شاہ صاحب نے بقول رضاخانیوں کے ضروریات دین کا انکار کیا ہے جو التزام کفر ہے اور احمد رضا خان نے لکھ دیا کہ جو ضروریات دین کا انکار کرے اس کے کفر پر پوری امت کا اجماع ہے لہٰذا تکفیر کلامی و فقہی کی تفریق ہی شاہ صاحب کے متعلق باطل ہے۔

تکفیر کلامی و تکفیر فقھی کسے کھتے ھیں

آل قارون احمد رضا خان بریلوی کے نزدیک تکفیر کلامی کی تعریف

موصوف لکھتے ہیں:

”ازالۃ العار بحجر الکرائم من کلاب النار دیکھئے بار اول ۱۳۱۷ھ کو عظیم آباد میں چھپا اس میں صفحہ ۱۰ پر لکھا ہم اس باب میں قول متکلمین اختیار کرتے ہیں ان میں سے جو کسی ضروری دین کا منکر نہیں نہ ضروری دین کے کسی منکر کو مسلمان کہتا ہے اسے کافر نہیں کہتے“۔

(تمہید ایمان ص ۵۳،۵۴)

لو جی احمد رضا خان نے خود ”تکفیر کلامی“ کی تعریف کر دی کہ تکفیر کلامی اسے کہتے ہیں کہ جس میں ضروریات دین کا انکار کیا جائے اور ہم ماقبل میں ثابت کر آئیں کہ رضا خانیوں کے نزدیک شاہ صاحب نے معاذ اللہ ضروریات دین کا انکار کیا لہٰذا شاہ صاحب متکلمین کے نزدیک بھی کافر ہوئے معاذ اللہ اب ان کو کافر نہ کہہ کر احمد رضا خان خود کافر ہو گیا۔ ایک اور جگہ علم کلام کی کتاب کا حوالے سے لکھتے ہیں:

”شرح فقہ اکبر میں ہے:

”فی المواقف لا یکفر اھل القبلۃ الا فیما فیہ انکار ما علم مجیئہ بالضرورۃ والجمع علیہ کاستحلال المحرمات ......یعنی مواقف میں ہے کہ اہل قبلہ کو کافر نہ کہا جائے گا مگر جب ضروریات دین یا اجماعی باتوں سے کسی بات کا انکار کریں جیسے حرام کو حلال جاننا“۔ (تمہید ایمان، ص ۳۸،۳۹)

شرح مواقف و فقہ اکبر دونوں علم کلام کی کتابیں ہیں اس سے بھی معلوم ہو گیا کہ متکلمین ”ضروریات دین“ کا انکار کرنے پر تکفیر کرتے ہیں اور ماقبل میں واضح کر دیا گیا کہ بقول احمد رضا خان کہ شاہ صاحب نے معاذ اللہ تمام ضروریات دین کا انکار کیا۔ اس پر بھی غور کریں کہ اس حوالے میں ”اجماع امت“ کا انکار کرنے والے کو بھی متکلمین کے نزدیک کافر کہا گیا ہے اور رضا خانیوں کے

نزدیک شاہ صاحب کی تکفیر پر معاذ اللہ پوری امت کا اجماع ہوا ہے اور احمد رضا خان اس اجماع کے منکر ہوئے لہٰذا اس صورت میں بھی احمد رضا خان پر کفر کلامی لازم ہوا۔

شہید تجھ پر سلام

رضا خانیو! میں پہلے کہہ چکا ہوں اولیاء اللہ امت پر تمہاری بکواس اور تکفیر نے ہی تمہیں آج ذلت ورسوائی کے یہ دن دکھائے ہیں تم ایڑی چوٹی کا زور لگا لو خدا کی قسم احمد رضا خان کافر ہے...... کافر ہے...... کافر ہے...... کوئی مائی کا لعل رضا خانی اسے مسلمان حلالی ثابت نہیں کر سکتا، تم جتنی تاویلیں کر لو اپنے ہی امام کی رسوائی کا سامان کرو گے

عجب مشکل میں آیا ہے سینے والا جیب ودامان کا
جو یہ ٹانکا تو وہ ادھڑا جو وہ ٹانکا تو یہ ادھڑا

مصطفیٰ رضا خان کے نزدیک تکفیر کلامی کی تعریف

"اسمٰعیل دہلوی کے متعلق ایک شبہ کا ازالہ: یہاں وہابیہ سخت دھوکا دیتے ہیں کہ جب تنقیص وتوہین شان رسالت کفر ہے تو اسمٰعیل نے بھی کی ہے وجہ کیا ہے کہ اشرفعلی وغیرہ ایسے کافر ہوں کہ ان کے کفر میں شک کرنے والا بھی کافر اور اسماعیل ایسا نہ ہو؟ مگر مسلمانوں ہوشیار ہوں یہاں خبثاء کا سخت دھوکا ہے اصل یہ ہے کہ اسماعیل اور حال کے وہابیہ کے اقوال میں فرق ہے ہم اہل سنت متکلمین کا مذہب یہ ہے کہ جب تک کسی قول میں تاویل کی گنجائش ہوگی تکفیر سے زبان روکی جائے گی کہ ممکن ہے اس نے اس قول سے یہی مراد لئے ہوں۔ شرح فقہ اکبر میں فرمایا ہاں جب قول ایسا ہو کہ اس میں اصلاً تاویل کی گنجائش نہ ہو تو تکفیر کی جائے گی تو اس قول کے قائل کو جس میں تاویل کی گنجائش ہے اگر کوئی کافر کہے تو ہم منع نہیں کرتے کہ وہ معنی ظاہر کے اعتبار سے ٹھیک کہہ رہا ہے اور اس کی خود تکفیر نہیں کرتے کہ احتیاط اس میں ہے اور اس دوسری صورت کے قائل کی تکفیر ضرور ہے کہ اس میں جب اصلاً تاویل نہیں تو تکفیر سے زبان روکنے کا حاصل خود کفر اور طغیان ہے ان کے اس بیہودہ اعتراض اور ذلیل دھوکے کا جواب اتنا

کافی ہے کہ ایک قول پر فقہاء تکفیر فرماتے ہیں اور متکلمین نہیں کرتے ......ان خبثاء کے اقوال بدتر از ابوال (یعنی پیشاب سے بدتر اقوال) ایسے ہیں جن میں نام کی بھی گنجائش نہیں لہٰذا ان کیلئے یہ حکم ہے کہ جو ان کے کفر میں شک کرے وہ خود کافر" ہے

(ملفوظات تحریف شدہ ص ۲۷ امکتبۃ المدینہ کراچی)

اب تک قارئین نے خوب اندازہ لگالیا ہوگا کہ مسلمانوں کو دھوکا ہم نہیں بلکہ مصطفیٰ رضاخان اور اس قبیل کے خبثاء دیتے آرہے ہیں ہم تو ان کی اس بے ہودہ تاویل اور ذلیل دھوکے کا رد ان ہی کے مسلمات سے کررہے ہیں۔

تجزیہ: مصطفیٰ رضاخان کی اپنے ابا جان کے دفاع میں کی گئی اس تاویل سے معلوم ہوا کہ متکلمین کے نزدیک اگر کسی قول میں گنجائش ہو تو تکفیر نہیں کی جاتی جبکہ فقہاء کردیتے ہیں۔اور آگے شرح فقہ اکبر کا حوالہ دیا۔اب آئیے پہلے شرح فقہ اکبر کی وہ عبارت ملاحظہ فرماتے ہیں جس کی طرف موصوف اشارہ کررہے ہیں۔

وقد ذکروا ان المسئلۃ المتعلقۃ بالکفر اذا کان لھا تسع و تسعون احتمالا للکفر واحتمال واحد فی نفیہ کان الاولی للمفتی والقاضی ان یعمل بالاحتمال النافی لان الخطاء فی ابقاء الف کافر اھون من الخطاء فی افناء مسلم واحد"۔

(شرح فقہ الاکبر ص ۴۴۵,۴۴۶ دار البشائر۔بیروت)

پوری رضاخانیت سے ایک بار پھر ہمارا وہی سوال

ماقبل میں شریف الحق امجدی کے حوالے سے ہم نقل کرآئے ہیں کہ احمد رضاخان نے تکفیر اس لئے نہیں کی کہ ان کلمات میں احمد رضاخان کو اسلامی پہلو نظر آیا۔یہی بات اب مصطفیٰ رضاخان نے کی ہے۔اب ہم پوری دنیائے رضاخانیت کو چیلنج کرتے ہیں کہ اسلام کا وہ پہلو جو ان عبارات میں احمد رضاخان کو نظر آیا بیان کریں،اور جب احمد رضاخان نے لکھ دیا کہ اگر ۹۹ کفر ہوں ایک احتمال اسلام کا ہو تو مسلمان ہی کہیں گے عبارت کو اسی اسلامی معنی پر محمول کریں گے (ملخصا

تمہید ایمان) تو اپنے اعلیٰ حضرت کی نمک حلالی کرتے ہوئے آج کے نومولود اس اسلامی پہلو کو لے کر حضرت شاہ صاحب کو مسلمان ماننے کیلئے تیار کیوں نہیں؟

رضاخانیوں کے بقول شاہ صاحب کی عبارات میں تاویل کی گنجائش نہیں

آل قارون احمد رضا خان لکھتا ہے:

اور انصاف کیجئے تو اس کھلی گستاخی میں کوئی تاویل کی جگہ نہیں (الکوکبۃ الشہابیہ ص ۳۲ مطبوعہ مراد آباد)

اس نے کس جگرے سے محمد رسول اللہ ﷺ کی نسبت بے دھڑک یہ صریح سب وشتم کے لفظ لکھ دیئے (ایضاص ۳۰)

لیجئے یہاں تو خان صاحب نے بالکلیہ تاویل ہی کی نفی فرما دی یعنی اس کلام میں بجز کھلی گستاخی اور دشنام دہی اور گالی کے کوئی قریب وبعید تاویل ہو ہی نہیں سکتی اس بناء پر یہ کلام صریح متعین ہوا کہ جس کے کفر ہونے میں بقول تمہارے فقہاء و متکلمین دونوں متفق ہیں۔

الطاف سعیدی لکھتا ہے: "ان میں تاویل کی گنجائش نہیں ملتی وہ صریح کفر ہیں (گستاخ کون ص ۱۲۳)

مصطفیٰ رضا خان کا یہی رونا تھا کہ کلام میں تاویل موجود ہے لیجئے جب صریح کفر ہیں تاویل کی کوئی گنجائش ہی نہیں تو متکلمین کے مذہب پر تکفیر لازم تھی جو نہیں کی لہذا اب بریلوی اگر احمد رضا خان کے کفر میں کف لسان یا سکوت بھی کریں تو من شک فی کفرہ و عذابہ فقد کفر کے زمرے میں آئیں گے۔

صریح اور پیر محمد چشتی

کلام صریح اور تاویل کی گنجائش نہیں ملتی جیسے الفاظ کے بارے میں آپ کا شیخ الحدیث کیا کہتا ہے وہ بھی ملاحظہ فرمالیں:

> "جہاں پر صراحتاً التزام کفر ہو وہ تاویل کا محل ہی نہیں ہوتا اس لئے کلام صریح اپنے معنی ومفہوم پر واضح دلالت کرنے کی وجہ سے قرینہ ودلیل کا محتاج نہیں

ہوتا اور اپنے معنی مدلول کے سوا کسی اور کا احتمال ہی نہیں رکھتا تو پھر محل تاویل
ہونے کا مقصد ہی کیا'' (اصول تکفیر ص ۱۳۴)

پیر صاحب صریح کی تعریف لکھنے کے بعد تبصرہ کرتے ہیں:

''صریح کا یہ مفہوم اور التزام کفر کی مذکورہ قسموں پر بدرجہ اتم منطبق ہونے کی بناء پر ان میں سے کوئی قسم ایسی نہیں کو قابل تاویل ہو محتاج نیت و دلیل ہو یا اپنے مفہوم و مدلول کے سوا کسی اور مفہوم کا احتمال رکھتی ہو کسی کلام کا محل تاویل ہونے یا نہ ہونے کے حوالے سے علم کلام کے علاوہ کتب فتاوی میں بھی یہی کچھ لکھا ہوا موجود ہے''۔

(اصول تکفیر ص ۱۳۳)

معلوم ہوا کہ صریح کلام، تاویل میں کلام کی کوئی گنجائش نہیں، جیسے الفاظ مستعمل ہی التزام کفر کیلئے ہوتے ہیں۔ پیر چشتی کی اس عبارت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کلام میں تاویل کی گنجائش نہیں یا تاویل کا محل ہی نہیں صریح کا یہی مفہوم علم کلام ہی کا ہے اس کے علاوہ فقہاء بھی صریح سے یہی مطلب لیتے ہیں تو اب معلوم ہو کہ شاہ صاحب کی عبارتوں میں تاویل بعید یا قریب کی کوئی گنجائش نہیں وہ بالکل صریح ہیں متکلمین ہی کے مذہب پر کہا گیا، خاص کر جبکہ احمد رضا خان کا مذہب بقول رضا خانیوں کے تکفیر کے معاملے میں تھا ہی متکلمین کا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ متکلمین کے مذہب میں بھی ان عبارتوں میں تاویل کی کوئی گنجائش نہ تھی تکفیر لازم تھی جو نہ کی لہٰذا احمد رضا خان اپنے ہی فتووں سے جہنم واصل ہوا۔

مولوی احمد رضا خان لکھتا ہے:

''تنقیص شان سید انبیاء علیہم الصلوۃ والثناء میں صاف صریح نا قابل تاویل و توجیہ ہو اور پھر بھی حکم کفر نہ ہو اب تو اسے کفر نہ کہنا کفر کو اسلام ماننا ہوگا اور جو کفر کو اسلام مانے خود کافر ہے''۔ (تمہید ایمان ص ۴۶)

خلیل رانا سعیدی لکھتا ہے کہ متکلمین کے نزدیک کوئی تاویل ضعیف جس کی تعبیر اس نے بریکٹ میں تاویل فاسد سے کی موجود ہو تو تکفیر نہیں کرتے حالانکہ تاویل فاسد خود کفر ہے۔ احمد سعید کاظمی رضا خانی لکھتا ہے:

"مسلمان کے کلام میں ننانوے وجوہ کفر کا صرف احتمال ہو کفر صریح نہ ہو لیکن جو کلام مفہوم توہین میں صریح ہو اس میں کسی وجہ کو ملحوظ رکھ کر تاویل کرنا جائز نہیں اس لئے کہ لفظ صریح میں تاویل نہیں ہو سکتی"۔ (الحق المبین ص ۲۷)

نصیر الدین سیالوی لکھتا ہے:

"ان تصریحات سے واضح ہو گیا کہ صریح دلالت الفاظ جو بے ادبی و گستاخی پر دلالت کریں ان کا عمداً اور بلا جبر و اکراہ بارگاہ نبوی میں استعمال باوجود یہ معلوم ہونے کے کہ یہ الفاظ توہین وتحقیر پر دال ہیں کفر ہے ان میں توجیہ و تاویل کا کوئی جواز نہیں اور اس میں مراد متکلم نہ ہونے والا عذر قابل قبول نہیں ہے"۔

(عبارات اکابر کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ، ج ۱ ص ۲۵)

پس جب خود مانتے ہو کہ صریح میں سرے سے تاویل کا احتمال ہی نہیں خواہ قریب ہو یا بعید تو یہ کہنا کہ شاہ صاحب کی عبارت میں تاویل بعید کا احتمال ہے نری جہالت و منافقت نہیں۔ پھر جب ہم پوچھتے کہ اچھا چلو تاویل تھی تو کونسی تھی کونسا اسلامی معنیٰ تھا جو ان عبارات میں تھا جس کی وجہ سے احمد رضا خان نے تکفیر نہیں کی تو وہ معنیٰ بھی نہیں بتاتے یہ منافقت آخر کب تک؟

ہو سکتا ہے کہ خلیل رانا سعیدی صاحب اپنا علمی رعب ڈالنے کیلئے الموت الاحمر سے نقل مارتے ہوئے کہیں کہ صریح دو قسم پر ہے ایک صریح متبین ایک صریح متعین صراط مستقیم میں صریح متبین تو ہے مگر صریح متعین نہیں تو سعیدی صاحب نے خود یہ کہہ کر:

مصنف نے اپنا مسئلہ بیان کرنے کے بعد پھر اس مسئلہ کی توجیہ بیان کی تو خیال آں (شیخ کا خیال) کے الفاظ بولے جس سے صرف ہمت بسوئے شیخ کے الفاظ کی مراد اس کی اپنی زبان سے بیان ہو گئی کہ ہمت سے یہاں خیال مراد ہے مصنف کی مراد یہاں (ہمت بسوئے شیخ) سے (شیخ کا خیال) نہ کہ کچھ اور۔۔ داخلی شہادت کے بعد خارجی حوالوں کی نہ ضرورت ہے اور نہ داخلی شہادت وقرینہ کے ہوتے ہوئے زیر بحث مقام کی مراد متعین کر سکتے ہیں۔

لو جی سعیدی نے خود اقرار کر لیا کہ شاہ صاحب کی عبارت صریح متعین ہے انہوں نے اپنے معنی ومطلب جسے ہم کائنات کی وہ بدترین گالی سمجھتے ہیں جسے آج تک کسی پنڈت نے بھی نبی کریم

ﷺ کو نہ دی ہوگی معاذ اللہ خود مراد لئے ہیں۔لہٰذا یہ عبارت صریح متبین و متعین دونوں کو شامل ہے۔لو جی آخری تنکے کا سہارا بھی گیا۔یہاں بطور الزام ہم یہ بھی کہنا چاہیں گے کہ تم علماء دیوبند کی جن عبارتوں پر اعتراض کرتے ہو ان کے متعلق وہ چیخ چیخ کر کہہ چکے ہیں کہ ہماری مراد یہ نہیں تھا تو یہ صریح متعین والی تاویل علمائے دیوبند کی باری میں کہاں گھاس چرنے چلی جاتی ہے؟

تکفیر فقہی وکلامی کی تعریف حنیف قریشی اینڈ پارٹی کے نزدیک

"دراصل تکفیر دو طرح کی ہے تکفیر فقہی اور تکفیر کلامی بہت ساری باتیں ایسی ہوتی ہیں جن سے کفر لازم آتا ہے فقہاء کرام کفر کے لازم آنے پر قائل پر حکم تکفیر صادر کرتے ہوئے اس کی تکفیر کردیتے ہیں یہ "تکفیر فقہی" کہلاتی ہے اور علم کلام میں لزوم پر تکفیر نہیں کی جاتی بلکہ التزام پر کی جاتی ہے اس کو "تکفیر کلامی" کہتے ہیں اعلی حضرت کا امام الوہابیہ شاہ اسمعیل دہلوی کی تکفیر نہ فرمانا فقہی حوالے سے نہ تھا بلکہ کلامی تھا......اس لئے کہ متکلمین کے نزدیک لزوم والتزام کا فرق کیا جاتا ہے یعنی متکلمین کے نزدیک لزوم کفر کفر نہیں بلکہ التزام کفر کفر ہے"۔

(گستاخ کون ص ۱۱۹)

اس تعریف سے معلوم ہوا کہ تکفیر فقہی لزوم کفر کو کہتے ہیں اور تکفیر کلامی التزام کفر کو کہتے ہیں اور دونوں پر سیر حاصل گفتگو ہم ماقبل میں کر چکے ہیں کہ رضاخانیوں کے مسلمات کی رو سے شاہ صاحب پر لزوم کفر والتزوم کفر دونوں ثابت ہے اور احمد رضا خان تکفیر نہ کر کے خود کافر ہو گیا۔

اس تعریف کی رو سے شاہ صاحب کی عبارات کفر نہیں

"حنیف قریشی اینڈ کو" لکھتے ہیں: متکلمین کے نزدیک لزوم کفر کفر نہیں بلکہ التزام کفر کفر ہے، اور رضاخانی کہتے ہیں کہ احمد رضا خان کے ہاں شاہ صاحب کی عبارات میں لزوم کفر تھا اور رضاخانیوں نے تسلیم کرلیا کہ لزوم کفر متکلمین کے نزدیک کفر نہیں ہوتا اور یہ بھی تسلیم کرلیا کہ احمد رضا خان کا مسلک تکفیر کے بارے میں متکلمین کا تھا تو اس سب سے معلوم ہوا کہ شاہ صاحب کی عبارات میں سے کوئی بھی چیز کفر نہیں کیونکہ لزوم کفر کو متکلمین کفر نہیں کہتے۔واہ شہید واہ زندہ باد۔

سعیدی صاحب آپ نے تو تیمور رضا خانی سے بھی زیادہ احمد رضا خان کی مٹی پلید کر دی۔

کلامی اور فقہی کفر میں بھلا کیا فرق ہے؟

رضا خانیوں نے کلامی تکفیر کیلئے یہ کلیہ ذکر کیا کہ اگر ننانوے احتمال کفر کے ہوں ایک احتمال اسلام کا تو اسلام کے پہلو کو سامنے رکھ کر تکفیر نہیں کی جائے گی۔ تو یہی بات تو فقہاء بھی کہتے ہیں چند حوالے خود احمد رضا خان کی کتاب سے ملاحظہ فرمائیں:

”بلکہ فقہاء کرام نے یہ فرمایا ہے کہ جس مسلمان سے کوئی لفظ ایسا صادر ہو جس میں سو پہلو نکل سکیں ان میں ننانوے پہلو کفر کی طرف جاتے ہوں اور ایک اسلام کی طرف تو جب تک ثابت نہ ہو جائے کہ اس نے خاص کوئی پہلو کفر کا مراد رکھا ہے ہم اسے کافر نہ کہیں گے کہ آخر ایک پہلو اسلام کا بھی تو ہے کیا معلوم شاید اس نے یہی پہلو مراد رکھا ہو اور ساتھ ہی فرماتے ہیں کہ اگر واقع میں اس کی مراد کوئی پہلوئے کفر ہے تو ہماری تاویل سے اسے فائدہ نہ ہوگا وہ عند اللہ کافر ہی ہوگا ......

شرح فقہ اکبر میں ہے

وقد ذکروا ان المسئلة المتعلقة بالکفر اذا کان لها تسع و تسعون احتمالا للکفر و احتمال واحد فی نفیه کان الاولی للمفتی و القاضی ان یعمل بالاحتمال النافی لان الخطاء فی ایقاء الف کافر اهون من الخطاء فی افناء مسلم واحد“۔

فتاوی خلاصہ و جامع الفصولین و محیط و فتاوی عالمگیریہ وغیرہا میں ہے:

اذا کانت فی المسئلة وجوه توجب التکفیر و وجه واحد یمنع التکفیر فعلی المفتی و القاضی ان یمیل الی ذالک الوجه ولا یفتی بکفره تحسینا للظن بالمسلم ثم ان کانت نیة القائل الوجه الذی یمنع التکفیر فهو مسلم و ان لم یکن لا ینفعه حمل المفتی کلامه علی وجه لا یوجب التکفیر

اسی طرح فتاوی بزازیہ و بحر الرائق و مجمع الانہر و حدیقہ ندیہ وغیرہا میں

ہے۔ تاتارخانیہ و بحر و سل الحسام وتنبیہ الولاۃ وغیرہا میں ہے

لا یکفر بالمحتمل لان الکفر نھایۃ فی العقوبۃ فیستدعی نھایۃ فی الجنایۃ و مع الاحتمال لا نھایۃ

بحر الرائق وتنویر الابصار و حدیقہ ندیہ وتنبیہ الولاۃ و سل الحسام وغیرہا میں ہے

والذی تحرر انہ لا یفتی بکفر مسلم امکن حمل کلامہ علی محمل حسن

(تمہید ایمان ص ۴۴ تا ۴۷)

اب جب فقہاء و متکلمین دونوں ہی اس حد درجہ احتیاط پر ہیں ایک بھی کہہ رہا ہے کہ جب تک ایک بھی احتمال ہوگا ہم تکفیر نہیں کریں گے دوسرا بھی یہی کہہ رہا ہے تو آخران دونوں کے درمیان فتوائے تکفیر میں ''اصولی اختلاف'' کس بنیاد پر ہوا؟ احمد رضا خان نے یہ جتنی کتب پیش کی ہیں یہ فقہاء کی ہیں یا متکلمین کی؟ پس یہ عبارات جن سے بوضاحت یہ ثابت ہو گیا کہ فقہاء علیہم الرحمۃ وہی فرماتے ہیں جو متکلمین فرماتے ہیں۔ پھر بقول تمہارے اختلاف کیا ہے؟ مسلمان کے کلام میں جب ادنی سے ادنی اور ضعیف سے ضعیف احتمال بھی فقہاء کے نزدیک حکم کفر کی اجازت نہیں دیتا تو اس کے بعد احتیاط کا کون سا مرتبہ ہے جس کو خان صاحب اور ان کے اتباع متکلمین کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ مولوی احمد رضا خان ان حوالوں کے بعد لکھتا ہے:

''محققین فقہاء اس قائل کو کافر نہ کہیں گے کہ اگرچہ اس کی بات کے اکیس پہلوؤں میں بیس کفر ہیں مگر ایک اسلام کا بھی ہے احتیاط و تحسین ظن کے سبب اس کا کلام اسی پہلو پر حمل کریں گے''۔

(تمہید ایمان ص ۴۶)

لو جی جس احتیاط و تحسین ظن کو متکلمین کا طرہ امتیاز کہا جا رہا تھا وہی احتیاط فقہاء کے ہاں بھی ہے۔ تو اب بتاؤ تمہاری انہی عبارتوں کے بعد ان دونوں کے مسلک و مذہب میں آخر فرق کیا ہوا؟

احتمال بعید وضعیف کا اعتبار تو فقہاء بھی کرتے ہیں

مولوی ریحان حسین رضا خانی لکھتا ہے:

"ہر چند کے بجائے خود یہ مسئلہ نہایت صحیح ومسلم اور در مختار، شامی، درر، غرر وغیرہ کتب معتبرہ میں مصرح ہے کہ حتی الامکان مسلمان پر حکم کفر نہ کیا جائے یہاں تک کہ کفر کفر کے وجوہ اگر متعدد ہوں اور عدم تکفیر کی صرف ایک ہی وجہ اور وہ بھی روایت ضعیف تب بھی مفتی کو اسی وجہ کی بنیاد پر عدم تکفیر کرنا چاہئے لیکن یہ اس وقت ہے کہ قائل کا کلام کفر اور عدم کفر میں محتمل ہو اور مدلول کفر میں صریح اور نص نہ ہو اس وجہ سے کہ قول صریح میں تاویل کی گنجائش نہیں

کمافی الشفاء التاویل فی صراح لا یقبل صریح میں تاویل غیر مقبول ہے

ونسیم الریاض ولا یلتفت لمثلہ ویعدھذیانا صریح الفاظ میں کسی طرح کی تاویل غیر مقبول ہے

وشرح الشفا للعلامۃ القاری ھو مردود عند قواعد الشریعۃ قانون شرع کے اعتبار سے صریح لفظ میں تاویل مردود ہے"۔

(فتاوی مصطفویہ، ص ۶۲۵ برکاتی پبلی شرز کراچی)

لو جی جب "احتمال ضعیف وبعید" جس کو تم متکلمین کے ذمہ لگا کر احمد رضا خان کو بچانا چاہتے ہو اس کا اعتبار تو فقہاء بھی کرتے ہیں لہذا اب تکفیر خواہ فقہاء کے مذہب پر ہو یا متکلمین کے مذہب پر بہر صورت احمد رضا پر لازم تھی جو نہ کی۔ نیز آگے لیکن استدراک سے یہ بھی ثابت ہوا کہ یہ احتمال ضعیف بعید صریح متبین متعین یہ سارے ڈھکوسلے اس وقت کار آمد ہوں گے جب "صریح" نہ ہو جب صریح ہو تو سرے سے تاویل کی کوئی صورت ہی نہیں اور شاہ صاحب کی عبارتیں تم صریح مان چکے ہو لہذا یہ ساری تاویلات سوائے دھوکہ دہی کے اور کچھ نہیں۔

احمد رضا خان بریلوی کا مذہب تکفیر کے بارے میں فقہاء ہی کا تھا

مولوی احمد رضا خان بریلوی لکھتا ہے

"بعدما حقق ان صاحب البدعة المكفرة اعنی بـه كـل مـدع للاسلام منكر لشیء من ضروريات الدين كافر باليقين وفـی الصلوة خلفـه وعليـه والمناكحـة والذبيحـة والمجالسـة والمكالمـة وسـائر المعـاملات حكمـه حكـم المرتـدين كمانص عليه فی كتب المذهب كالهدايـة والغـرر وملتقـى الابحـر والـدر المختـار ومجمـع الانهـر وشـرح النقاية للبرجندی والفتاوی الظهيريـة والطريقـة المحمدية والحديقة الندية ولفتاوی الهنديه وغيرها متونـا وشـروحا و فتاوی

اولا تحقیق کی کہ بدعت کفریہ والا یعنی ہر وہ شخص کہ دعوی اسلام کے ساتھ ضروریات دین میں سے کسی چیز کا منکر ہو یقینا کافر ہے اس کے پیچھے نماز پڑھنے اور اس کے جنازے کی نماز پڑھنے اور اس کے شادی بیاہ اور اس کے ہاتھ کا ذبیحہ کھانے اور اس کے پاس بیٹھنے اور اس سے بات چیت کرنے اور تمام معاملات میں اس کا حکم بعینہ وہی ہے جو مرتدوں کا حکم ہے جیسا کہ کتب مذہب مثل ہدایہ و غرر و ملتقی الابحر و در مختار و مجمع الانھر و شرح نقایہ برجندی و فتاوی ظہیریہ و طریقہ محمدیہ و حدیقہ ندیہ و فتاوی عالمگیری وغیرہا متون و شروح و فتاوی میں تصریح ہے

(حسام الحرمین ص ۷۵)

مزید لکھتا ہے

وبالجملة هولاء الطوائف كلهم كفار مرتدون خارجون عـن الاسلام باجماع المسلمين وقد قـال فـی البزازيـة والـدرر والغرر والفتاوی الخيريه ومجمع الانهـر والـدر المختـار و

غیرھا من معتمدات الاسفار فی مثل ھولاء الکفار من شک فی کفرہ و عذابہ فقد کفر و قال فی الشفاء الشریف و تکفر من لم یکفر من دان بغیر ملۃ الاسلام من الملل و وقف فیھم او شک و قال فی البحر الرائق و غیرہ من حسن کلام اھل الاھواء او قال معنوی او کلام لہ معنی صحیح ان کان ذالک کفرا من القائل کفر المحسن و قال الامام ابن حجر فی الاعلام فی فصل الکفر المتق علیہ من ائمتنا الاعلام من تلفظ بلفظ الکفر یکفر و کل من استحسنہ او رضی بہ یکفر

خلاصہ کلام یہ کہ یہ طائفے سب کے سب کافر و مرتد باجماع امت اسلام سے خارج ہیں اور بے شک بزازیہ و درر و غرر اور فتاوی خیریہ اور مجمع الانھر اور در مختار وغیرہ معتمد کتابوں میں ایسے کافروں کے حق میں فرمایا کہ جو ان کے کفر و عذاب میں شک کرے خود کافر ہے اور شفاء شریف میں فرمایا ہم اسے کافر کہتے ہیں جو ایسے کو کافر نہ کہے جس نے ملت اسلام کے سوا کسی ملت کا اعتقاد کیا یا ان کے بارے میں توقف کیا یا شک لائے اور بحر رائق وغیرہ میں فرمایا جو بددینوں کی بات کی تحسین کرے یا کہے کچھ معنی رکھتی ہے یا اس کلام کے کوئی صحیح معنی ہیں اگر اس کہنے والے کی وہ بات کفر تھی تو یہ جو اس کی تحسین کرتا ہے یہ بھی کافر ہو جائے گا اور امام ابن حجر نے کتاب الاعلام کی اس فصل میں جس میں وہ باتیں گنائی ہیں جن کے کفر ہونے پر ہمارے آئمہ اعلام کا اتفاق ہے فرمایا جو کفر کی بات کہے وہ کافر ہے اور جو اس کی بات کو اچھا بتائے یا اس پر راضی ہو وہ بھی کافر ہے

(حسام الحرمین ص ۹۰)

مولوی مصطفی رضا خان بریلوی کہتا ہے کہ میرے ابا احمد رضا خان نے حسام الحرمین متکلمین کے مذہب پر اور الکوکبۃ الشھابیہ فقہاء کے مذہب پر لکھی ہے (الموت الاحمر)۔ اب سوال یہ ہے کہ احمد رضا خان نے علمائے دیوبند پر کفر کا فتوی لگانے کیلئے جتنی کتابوں کے حوالے نقل کئے یہ سب

فقہ کی کتابیں ہیں یا علم کلام کی؟ یقیناً فقہ کی پس اگر ان فقہاء کا فتویٰ و مسلک حسام الحرمین میں نقل کیا جائے تو یہ فقہاء اور ان کی کتابیں نہ جانے کونسے انتر منتر سے متکلمین کی بن جاتی ہیں اور جب انہی فقہاء کے حوالے الکوکبۃ الشہابیہ میں نقل ہوتے ہیں وہ وہاں تکفیر احتیاط کے خلاف ہوجاتی ہے اور یہ حسام الحرمین والے متکلمین وہاں فقیہ بن جاتے ہیں۔ کیا گورکھ دھندا ہے؟ جھوٹ کی بھی حد ہوتی ہے یہ کہنا کہ حسام الحرمین متکلمین کے مذہب پر لکھی گئی تھی اور الکوکبۃ الشہابیہ فقہاء کے مذہب پر باطل محض ہے دونوں کتابیں فقہاء کے مذہب پر ہی لکھی گئی ہیں اور احمد رضا خان کا مسلک بھی تکفیر کے معاملے میں فقہاء ہی کا تھا۔

فضل حق خیر آبادی نے تکفیر کلامی کی تھی

فضل حق خیر آبادی نے حضرت شاہ اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں جو فتویٰ دیا وہ یوں ہے:

> ''اس بیہودہ کلام کا قائل از روئے شریعت کافر اور بے دین ہے اور ہر گز مسلمان نہیں ہے اور شرعاً اس کا حکم قتل و تکفیر ہے جو شخص اس کے کفر میں شک کرے و تردد لائے یا اس استخفاف کو معمولی جانے کافر بے دین اور نا مسلمان و لعین ہے''۔ (تحقیق الفتویٰ ص ۲۴۷)

رضاخانی حضرات نے اپنی کتابوں میں یہ بھی جھوٹ بولا کہ فضل حق نے تکفیر فقہی کی تھی اس لئے احمد رضا خان اس کی زد میں نہیں حالانکہ یہ تکفیر فقہی نہیں بلکہ رضاخانی اصول کے مطابق کلامی ہے اس لئے کہ حسام الحرمین میں علمائے دیوبند کیلئے یہی فتویٰ ہے:

من شک فی کفرہ و عذابہ فقد کفر

اور یہی فتویٰ فضل حق اینڈ پارٹی نے شاہ صاحب کے متعلق دیا اب شاہ صاحب کی تکفیر میں کف لسان سکوت توقف کرنے والا اور انہیں مسلمان جاننے والا بھی فضل حق خیر آبادی کے فتوے کی رو سے مرتد زنیم جہنمی ہے۔ ہم نے ماقبل میں بھی یہی کہا تھا کہ چلو فی الحال کیلئے اس بحث کو ایک طرف رکھ لو کہ احمد رضا خان نے تکفیر کیوں نہیں کی اتنا تو مان لو کہ فضل حق اینڈ پارٹی کی رو سے احمد رضا خان کا زنیم ہونا روز روشن کی طرح واضح ہے۔ فضل حق اینڈ پارٹی نے تکفیر کلامی کی تھی اس پر

دلیل خود انہی کے گھر سے ملاحظہ ہو۔

اسید الحق قادری بدایونی لکھتا ہے:

''دوسری قابل توجہ بات یہ ہے کہ علامہ نے شاہ صاحب کے اوپر جو حکم کفر عائد کیا وہ بھی معمولی نوعیت کا نہیں بلکہ اس حکم تکفیر کو اصطلاح میں ''تکفیر کلامی'' کہتے ہیں، ''تکفیر کلامی'' اس وقت تک نہیں کی جاتی جب تک قائل کفر کا التزام نہ کرلے، اور احتمال فی الکلام، احتمال فی المتکلم، اور احتمال فی التکلم وغیرہ رفع نہ ہو جائیں، اور قائل کے کلام میں تاویل قریب یا تاویل بعید کسی قسم کی تاویل کا احتمال باقی نہ رہے، اس کے برخلاف ''تکفیر فقہی'' کے لئے محض کفر کا لزوم کافی ہوتا ہے، آپ تحقیق الفتوی والے حکم کفر کو غور سے ملاحظہ فرمائیں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ یہ تکفیر تکفیر فقہی نہیں بلکہ تکفیر کلامی ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ یہ حکم کفر شعوری طور پر تکفیر کلامی کے تمام تقاضوں کو پورا کرنے کے بعد عائد کیا گیا ہے''۔

(خیر آبادیات، ص ۱۴۷ مکتبہ اعلیٰ حضرت لاہور)

لو جی اب تک کی ساری تاویلات کی پٹاری کو اسید الحق نے آگ لگادی، تیمور رضا خانی اور الطاف حسین ہومیوپیتھی آنکھیں کھول کر دیکھو فضل حق خیر آبادی کے فتوے میں ''احتمال فی المتکلم'' بھی نہیں تھا۔

سنبھل کر چھیڑنا اے طفل دل زلف پریشان کو　　لپٹ جاتی ہے یہ عشاق سے کالی بلا ہو کر

فضل اللہ چشتی صابری رضا خانی کا جھوٹ

یہ رضا خانی اسی صراط مستقیم کی عبارت کے متعلق لکھتا ہے:

امام فضل حق خیر آبادی چشتی ۔۔۔ متوفی ۱۲۷۷ھ نے تحقیق الفتوی فی ابطال الطغوی (مطبوعہ المجمع الاسلامی، مبارک پور، یو پی) اس عبارت کی بنیاد پر سترہ ۱۷ دیگر علمائے کرام کے ساتھ اسماعیل دہلوی پر کفر کا فتویٰ صادر کیا ہے''۔ (تحریفات، ص ۱۳۱، مکتبہ غوثیہ کراچی)

معلوم ہوا کہ وہ وہ کلامی تکفیر اسی صراط مستقیم کی عبارت کے متعلق تھی ،لیکن یاد رہے کہ یہ فضل اللہ صابری کا وہ بدترین جھوٹ ہے جس کا ثبوت سارے چنوں منوں رضاخانی مر کر دوبارہ زندہ ہو جائیں تب بھی نہیں دے سکتے دوسروں کو جھوٹا کہنے والے سعیدی رضاخانی کذاب کے یہ دوست بھی سعیدی ہی کی طرح کذاب ہے اب یا تو سعیدی اس جھوٹ کا ثبوت دے یا اپنے دوست کو ہماری طرف سے یہ ہدیہ بھیجے

لعنۃ اللہ علی الکاذبین

فضل اللہ چشتی لکھتا ہے:

> ''اس کتاب میں موجود تحریفات کی تلاش و جستجو میں محترم خلیل احمد رانا سعیدی کا بے حد ممنون و مشکور ہوں جنہوں نے اس کام میں میری بڑی مدد و رہنمائی کی'' (تحریفات ص ۴)

قاضی فضل احمد رضاخانی نے تو یہاں تک کہا کہ شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ پر عرب و عجم کی طرف سے اس کی کتاب اور اس پر کفر کے فتوے دئے جا چکے ہیں (ملخصا انوار آفتاب صداقت جدید ایڈیشن ص ۱۹۶)

سوال یہ ہے کہ بقول رضاخانیوں کے علماء عرب و عجم اگر علمائے دیوبند پر کفر کے فتوے دیں تو وہ تکفیر کلامی ہو جاتی ہے تو انہی علماء عرب و عجم نے شاہ صاحب پر فتوی دیا وہ کلامی کیوں نہ ہوا؟

خلاصہ بحث

پس اب تم ان میں لزوم کفر مانو یا التزام کفر ،صریح مانو یا محتمل ،صریح متبین مانو یا متعین ،احتمال بعید مانو یا قریب ،کفر فقہی مانو یا کلامی بہر صورت احمد رضا خان ان تمام کی زد میں اور تم نے اب تک جتنی تاویلیں کی ان سب نے احمد رضا خان کے جہنمی مرتد ولد الحرام ہونے پر رجسٹری کر دی ۔اب جو ان سب کے بعد بھی احمد رضا خان کو مسلمان مانے تو وہ خود کافر مرتد ہے اس کا نکاح انسان تو کیا کسی جانور سے بھی نہیں ہو سکتا ان کا نکاح آپس میں نکاح نہیں زنا خالص ہے اور اولاد ولد الحرام ہے (یہ تمام فتوے رضا خان نے علمائے دیوبند پر لگائے تھے مگر الحمد للہ ان اولیاء اللہ کا تو کچھ نہ بگڑا اپنا اور اپنے ماننے والوں کا ہی منہ کالا کر کے ان تمام فتووں کی زد میں خود آ گیا)

تاویلات کرنے والے رضاخانی پیر محمد چشتی کے فتوے کی زد میں

"التزام کفر میں مبتلا ہونے والوں کو اپنا خویش، استاد، پیر اور رہنما سمجھ کر ان پر جاری کرنے سے کترانے، توقف کرنے یا صحیفہ کائنات پر ثبت ہونے والے اس حکم سے انہیں بچانے کیلئے بے محل تاویلات تلاش کرے ورنہ اس میں اور اہل کتاب کے علماء سوء میں کوئی فرق نہیں رہے گا"۔ (اصول تکفیر ص ۱۳۳)

"جب کفر سے کم درجہ گناہوں کا یہ عالم ہے تو پھر التزام کفر کرنے والوں کا ساتھ دینے ان کیلئے جواز تلاش کرنے اور ان سے صرف نظر کرنے والوں کا کیا ہی حشر ہوگا جبکہ اسلامی احکام اس حوالہ سے یہ ہیں کہ التزام کفر کرنے والوں کے کفر میں اور ان کے مستحق عذاب ہونے میں توقف اور شک کرنے والا بھی کافر اور مرتد قرار پاتا ہے جسے جملہ فقہاء کرام نے بیک آواز کہا کہ من شک فی کفرہ وعذابہ فقد کفر جس کا مفہوم یہ ہے کہ التزام کفر کرنے والوں کے اس کردار و عمل پر مطلع ہونے اور اسے سمجھنے کے بعد اس کے کفر میں اور اس کے مستحق عذاب ہونے میں شک کرے گا وہ بھی بالیقین کافر ہوگا"۔

(اصول تکفیر ص ۱۴۰)

فضل حق خیرآبادی اینڈ پارٹی پیر محمد چشتی کے فتوے کی زد میں

رضاخانی کہتے ہیں کہ فضل حق خیرآبادی نے "تکفیر فقہی" کی تھی اور "لزوم تکفیر" پر تکفیر کی تھی اب لزوم تکفیر پر تکفیر کرنے والوں کے بارے میں پیر محمد چشتی کیا کہتا ہے وہ بھی ملاحظہ فرمالیں:

"لزوم کفر کے مرتکب کو کافر کہنا ناجائز و ظلم ہے"۔ (ملخصا اصول تکفیر ص ۲۳۹)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

(اعتراض نمبر ۲۰): نماز میں حضور ﷺ کا خیال بیل گدھے کے خیال سے کئی درجہ بدتر ہے۔نعوذ باللہ

یہ عنوان قائم کر کے وہی پرانی لکیر پیٹی ہے کہ صراط مستقیم میں ایسا ویسا لکھا ہے ہم اس اعتراض کا قدرے تفصیل کے ساتھ جواب آپ کے سامنے رکھیں گے۔ملاحظہ ہو:

صراط مستقیم کی اصل فارسی عبارت

از وسوسہ زنا خیال مجامعت روز جہ خود بہتر است وصرف ہمت بسوئے شیخ وامثال آن معظمین گو جناب رسالت مآب ﷺ باشند بچندیں مرتبہ بدتر از استغراق درصورت گاؤ خر خود است کہ خیال آن باتعظیم واجلال بسویدائے دل انسان می چسپید بخلاف گاؤ خر کہ نہ آں قدر چسپید گی می بود بلکہ مہاں ومحترمی بود وایں تعظیم و اجلال غیر کہ درنماز ملحوظ ومقصود می شود بشرک می کشد بالجملہ منظور بیان تفاوت وساوس است (صراط مستقیم،ص۸۶)

ترجمہ: زنا کے وسوسہ سے اپنی بیوی کی مجامعت کا خیال بہتر ہے اور شیخ اور اس کی مثل قابل تعظیم ہستیاں خواہ جناب رسالت مآب ﷺ ہوں کی جانب ہمت کا عمل کرنا اپنے بیل اور گدھے کی صورت میں مستغرق ہونے سے زیادہ برا ہے کیونکہ شیخ اور قابل تعظیم ہستیوں کا خیال تعظیم اور بزرگی کے ساتھ انسان کے دل کی گہرائیوں میں جا چپکتا ہے بخلاف گائے اور گدھے کے خیال کے کہ اسے اس قدر چسپیدگی نہیں ہوتی اور نہ تعظیم بلکہ حقیر اور کم حیثیت ہوتا ہے اور یہ تعظیم اور بزرگی جو نماز میں مقصود اور ملحوظ ہوتی ہے شرک کی طرف لے جاتی ہے بالجملہ اس جگہ مقصود وساوس کے فرق کا بیان ہے۔

فائدہ: صراط مستقیم تصوف کی کتاب ہے لہذا اس میں موجود اصطلاحات والفاظ کا

مطلب بھی وہی لیا جائے گا جو تصوف میں رائج ہے اگر چہ اس کے لغوی یا کسی اور فن میں اس کا معنی مصطلح کچھ اور بنتا ہو مثلاً ''قبض'' کا معنی تصوف کے فن میں کچھ اور ہے اور فن طب میں کچھ اور ہے، اور مفرد کا معنی نحو میں کچھ اور ہے اور منطق میں کچھ اور ہے۔ دیکھیں ایک نحوی سے آپ کلمہ کی تعریف اور معنی پوچھیں تو وہ کہے گا لفظ وضع لمعنی مفرد مگر یہی عبارت آپ قاری صاحب کے سامنے پڑھیں تو اس کے جواب میں سرزنش کرے گا۔ نیز یہ بھی ممکن ہے کہ کوئی مصنف اپنی کتاب میں بعض اپنی اصطلاحات ذکر کر دیتا ہے جسکا اس کی نظر میں ایک مخصوص مفہوم و مطلب ہوتا ہے لہذا اس صورت میں اس اصطلاح کی وضاحت اور توضیح اسے سے لی جائے گی۔

عبارت کی وضاحت: صراط مستقیم کی اس عبارت میں جس لفظ پر رضا خانیوں کو اعتراض ہے وہ ''خیال'' نہیں بلکہ ''صرف ہمت'' کا لفظ ہے اور ہمت تصوف کی ایک خاص اصطلاح ہے۔ اس لئے اس کی توضیح و تشریح بھی فن تصوف کے اعتبار سے کی جائے گی۔ اب صرف ہمت کی تعریف قاضی محمد اعلی تھانوی یوں کرتے ہیں:

''فی اللغۃ القصد الی وجود الشیء اولا وجودہ اعم من ان یکون الی شریف و خسیس و خصت فی العرب بحیازۃ المراتب العلیۃ و قد تطلق علی الحالۃ التی تقضی ذالک القصد او الحیازۃ

لغت میں کسی شے کے وجود کی طرف اولا قصد کرنا عام ہے کہ اس شے کا وجود عزت والا ہو یا گھٹیا اور عرف میں خاص کیا جاتا ہے بلند مرتبوں کے حاصل اور جمع کرنے کیلئے اور کبھی بولا جاتا ہے ایسی حالت پر جو تقاضہ کرتی ہے اس قصد اور حاصل کرنے کا۔

معلوم ہوا کہ ہمت کے عمل میں دو چیزیں ہوتی ہیں ''قصد'' یعنی افادہ فائدہ پہنچانا اور ''استفادہ'' یعنی کوئی فائدہ حاصل کرنا۔ حضرت شاہ اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ اس ''ہمت'' کا معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''دوام حضور والوں کی قوت واہمہ میں اس کی قدرت پیدا ہوجاتی ہے کہ کسی خاص کام کے وقوع پر یا کسی فائدے کی بات کے حصول پر ضرر رساں امر کے ازالے پر اپنی قوت واہمہ کی توجہ کو مرتکز کردیں یا کسی کے دل میں اپنی محبت ڈالنا چاہیں تو جیسا وہ چاہتے ہیں وہی واقع ہوجاتا ہے اسی کا اصطلاحی نام 'ہمت' ہے۔ (عبقات، ص ۳۴۸)

حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

''خاص کیفیات محمودہ کا دوسرے شخص پر افاضہ کیا جاوے جس سے اس میں آثار خاصہ پیدا ہوجاویں اور یہ آثار اعراض و مقاصد کے اختلاف کی بناء پر مختلف انواع والوں کے ہوتے ہیں اور اس تائید کو اہل تصوف کی اصطلاح میں تصرف توجہ اور ہمت اور جمع خواطر کہتے ہیں''۔

(امداد الفتاوی، ج ۵، ص ۲۲۸)

غرض:

(۱) ہمت ایک خاص عمل کا نام ہے مطلق توجہ کرنا خیال آنا یا خیال لانے کا نام نہیں۔

(۲) ہمت کا یہ عمل دو غرضوں سے ہوتا ہے افادہ کیلئے استفادہ کیلئے۔ جب بڑا کسی چھوٹے پر خاص کیفیت کا عکس ڈالتا ہے تو یہ افادہ کی صورت ہے اور جب چھوٹا بڑے پر سے فوائد۔ کے حصول کیلئے یہ کام کرے تو استفادہ کہلائے گا۔

اب صراط مستقیم کی عبارت پر دوبارہ غور فرمائیں:

''ہمت کا عمل کرنا شیخ یا اس کی مثل قابل تعظیم ہستیوں کی جانب خواہ جناب رسالت مآب ﷺ ہوں''

اب اس عبارت میں ''ہمت'' کا معنی فائدہ پہنچانا کریں (افادہ) جو بڑا چھوٹے کی طرف کرتا ہے تو مطلب یہ بنے گا کہ مرید اپنی کیفیات کا عکس اپنے شیخ پر ڈالے یقیناً ایسا مرید شیخ کا بے ادب کہلائے گا اور کوئی امتی اگر معاذ اللہ حضور ﷺ کی طرف ایسا عمل کرے تو

بے ایمان کہلائے گا۔ مگر یہی کام گائے گدھے بیل پر کرے تو نہ بے ادب نہ بے ایمان
اب جواب دیں پہلی والی صورت بری ہے یا دوسری؟
اگر استفادہ کا معنی مراد لیا جائے جس میں مرید شیخ سے فوائد حاصل کرتا ہے اور اس کیلئے تمام تر توجہ شیخ کی ذات پر مرتکز کردے گا تو یہ جبھی ہوگا جب شیخ کی تعظیم اور وہ بھی مقصود کے درجے میں تعظیم ہو تو نماز کے اندر ایسا عمل شرک ہوگا کیونکہ نماز میں مقصودی تعظیم اللہ کیلئے ہے نہ کہ مخلوق کیلئے۔ حضرت سید احمد شہید مطلق تعظیم کو برا نہیں کہہ رہے ہیں بلکہ ان کے الفاظ یہ ہیں:

"ایں تعظیم و اجلال غیر در نماز ملحوظ و مقصودی شود بشرک کشد

اب غیر اللہ کی ایسی تعظیم جو نماز میں اللہ کیلئے مقصود و مطلوب تھی وہ شرک ہے۔ چنانچہ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے بخاری میں اماں عائشہؓ سے مروی ہے کہ آقا علیہ السلام کے سامنے یہود و نصاریٰ کی عبادت گاہوں کا ذکر ہوا جس میں تصاویر تھیں تو آقا علیہ السلام نے فرمایا:

ان اولئک اذا کان فیھم الرجل الصالح فمات بنوا علی قبرہ مسجدا و صورہ فیہ تلک الصور فاولئک شرار الخلق عند اللہ یوم القیامۃ

بے شک ان لوگوں میں جب کوئی نیک آدمی مر جاتا تو وہ لوگ اس کی قبر پر مسجد بناتے اور اس مسجد میں اس کی تصاویر بناتے پس وہ لوگ اللہ کے نزدیک قیامت کے دن مخلوقات میں سے بدترین لوگ ہوں گے۔

حافظ ابن رجب حنبلیؒ اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

"وعللوا بان الصلوۃ فی المقبرۃ و الی القبور انما نھی عنہ سدا للذریعۃ الشرک فان اصل الشرک و عبادۃ الاوثان کانت من تعظیم القبور و قد ذکر البخاری فی صحیحیہ فی تفسیر سورۃ نوح عن ابن عباس رضی اللہ تعالی عنھما معنی ذالک و سنذکرہ فیھا بعد ان شاء اللہ

(فتح الباری لابن رجب ج۳ص ۱۹۹)

اور (علماء نے) اس کی علت یہ بیان کی ہے کہ قبرستان کی طرف نماز پڑھنا شرک کے

ذریعے سے روکنے کیلئے منع کیا گیا ہے کیونکہ شرک اور بتوں کی عبادت کی بنیاد قبروں کی تعظیم ہے اور امام بخاری نے اپنی صحیح میں حضرت ابن عباسؓ کے حوالے سے سورہ نوح کی تفسیر میں اس معنی کو ذکر کیا ہے اور ہم عنقریب اس کو ذکر کریں گے انشاء اللہ۔

الزامی حوالہ جات:

حوالہ نمبر ا: یہ سب اس صورت میں ہے کہ وہ دونیت فاسدہ نہ ہوں۔ یعنی نماز سے تعظیم قبر کا ارادہ بجائے کعبہ میں نماز میں استقبال قبر کا قصد ایسا ہو تو آپ ہی حرام بلکہ معاذ اللہ بنیت عبادت قبر ہو تو صریح شرک و کفر مگر اس میں مزار مقدس کی جانب سے حرج نہ آیا بلکہ اس شخص کا فاسد ارادہ یہ فساد لایا اس کی نظیر یہ ہے کہ کوئی ناخدا ترس کعبہ معظّم کے سامنے اس نیت سے نماز پڑھے کہ وہ کعبہ کی طرف نہیں بلکہ خود کعبہ کو سجدہ کرتا ہے یا نماز تعظیم کعبہ کیلئے پڑھتا ہے ایسی نماز بے شک حرام ہے اور بنیت عبادت کعبہ ہو تو سلب اسلام مگر اس میں کعبہ معظّمہ کا کیا قصور ہے یہ تو اس کی نیت کا فتور ہے۔

(فتاوی رضویہ قدیم، ج ۲، ص ۴۴۰، کلیات مکاتیب رضا، ج ا، ص ۱۵۲,۱۵۱)

اس میں خان صاحب نے قبر کی طرف نیت کرنے کو نیت فاسد و حرام کہا اگر کوئی اعتراض کرے کہ اس میں قبر کا ذکر ہے صاحب قبر کا تو نہیں تو قبر کی تعظیم صاحب قبر ہی کی وجہ سے ہوتی ہے چنانچہ ایک ہی زمین ہے ایک ہی مٹی کا ڈھیر ہے مگر کافر کی قبر سے استغفار کرتے ہوئے گزرتے ہیں اور اللہ والے کی قبر کے پاس کھڑے ہوتے ہیں معلوم ہوا کہ قبر کی تعظیم صاحب قبر کی وجہ سے ہے اب گویا یہ کہنا کہ نماز میں قبر کی تعظیم کی نیت، نیت فاسد ہے یہ بتانا مقصود ہے کہ نماز میں محترم و محتشم شخصیت خواہ رسالت مآب ﷺ ہی کیوں نہ ہو کی تعظیم کی نیت کرنا نیت فاسد و حرام ہے اب ہے جرات خان صاحب پر فتوی لگانے کا؟

دوسرا حوالہ: بریلوی شیخ الحدیث مولانا اشرف سیالوی سرگودھوی لکھتا ہے:

اما من اتخذ مسجدا فی جوا صالح فی مقبرتہ و قصد بہ الاستظھار بروحہ او وصول اثر ما من آثار عبادتہ الیہ لا التعظیم لہ التوجہ نحوہ فلا حرج علیہ

(گلستان توحید ورسالت، ج ا،ص ۲۸۱)

سیالوی صاحب تو صاف لکھ رہے ہیں کہ نماز میں کسی بزرگ ہستی کی قبر یا اس کی آثار کی طرف تعظیم کی نیت کرنا یا تعظیم سے توجہ کرنا بھی شرک ہے۔ اسی طرح ایک اور مقام پر لکھتے ہیں:

"تصور سے منع کر دیا جاتا ہے کہ حضور کا خیال ہی نہ آنے دیا جائے اور نماز کے اندر سرکار کی طرف توجہ نہ کی جائے کیونکہ اس میں تعظیم مصطفی ﷺ پیدا ہوگی اللہ تعالی کی توحید میں خلل آئے گا اتنا ہی کہہ دینا کافی تھا مسئلہ سمجھانے کیلئے یہ الفاظ موجود تھے"۔

(مناظر جھنگ، ص ۱۰۹)

لیجئے اشرف سرگودھوی تو کہتا ہے کہ نماز میں حضور ﷺ کا خیال ہی نہ آنے دیا جائے نماز میں نبی کریم ﷺ کی طرف توجہ ہی نہ کی جائے کیونکہ ایسا کرنے پر تعظیم مصطفی ﷺ پیدا ہوگی اور نبی کریم ﷺ کی تعظیم توحید باری تعالی کے منافی ہے یاد رہے کہ سیالوی نے "ہی" کا لفظ استعمال کیا اور اس کے بیٹے نصیر الدین سیالوی کے نزدیک اردو میں "ہی" کا لفظ "حصر" کیلئے آتا ہے۔

(عبارات اکابر کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ جلد اول، ص ۲۰۶)

تیسرا حوالہ : مولانا احمد رضا خان بریلوی لکھتے ہیں:

امام قاضی عیاض مالکی شافعی شرح مسلم شریف پھر علامہ طیبی شافعی شرح مشکوۃ شریف پھر علامہ ملا علی قاری حنفی مرقاۃ المفاتیح میں فرماتے ہیں کانت الیھود والنصاری یسجدون بقبور انبیائھم و یجعولنھا قبلۃ و یتوجھون فی الصلوۃ نحوھا فقد اتخذوھا اوثانا فلذالک لعنھم و منع المسلمین عن مثل ذالک امام من اتخذا مسجدا فی جوار صالح و صلی فی مقبرۃ و قصد الاستظھار بروحہ وا وصول اثر ما من اثر عبادتہ الیہ لا للتعظیم لہ والتوجہ نحوہ فلا حرج علیہ الا تری ان مرقد اسمعیل علیہ السلام فی المسجد الحرام عند الحطیم ثم ان ذالک المسجد افضل مکان یتحری المصلی لصلاتہ (یہود

ونصاری اپنے انبیاء کو سجدہ کرتے تھے، انہیں اپنا قبلہ بنالیتے تھے اور نماز میں انہی کی طرف منہ کرتے تھے اس طرح انہوں نے قبروں کو بت بنالیا تھا، اس لئے آپ نے ان پر لعنت بھیجی اور مسلمانوں کو ایسے کاموں سے منع کیا رہا وہ آدمی جو کسی صالح کی قبر کے پاس مسجد بنائے یا مقبرے میں نماز پڑھے اور اس کا مقصد یہ ہو کہ اس صالح انسان کی روح سے تقویت حاصل کرے یا اس کے عبادت کے اثرات میں سے کچھ اثر اس تک پہنچ جائے اور قبر کی تعظیم اور اس کی طرف منہ کرنا مقصود نہ ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں کیا تم نہیں جانتے کہ اسمعیل علیہ السلام کی قبر مسجد حرام میں حطیم کے پاس ہے اس کے باوجود یہ مسجد ان تمام مقامات سے افضل ہے جنہیں کوئی نمازی نماز پڑھنے کیلئے تلاش کرے۔)

علامہ طاہر حنفی مجمع بحار الانوار میں فرماتے ہیں:

لعن اللہ الیھود والنصاری اتخذوا قبور انبیائھم مساجد کانوا یجعلونھا قبلۃ یسجدون الیھا فی الصلوۃ کالوثن واما من اتخذ مسجدا فی جوار صالح او صلی فی مقبرۃ قاصدا بہ الاستظھار بروحہ او وصول اثر ما من اثر عبادتہ الیہ لا للتعظیم لہ والتوجہ نحوہ فلا حرج فیہ الا یری ان مرقد اسمعیل فی الحجر فی المسجد الحرام والصلوۃ فیہ افضل۔

لعنت بھیجے اللہ تعالیٰ یہود ونصاری پر کہ انہوں نے انبیاء کی قبروں کو مسجدیں بنالیا یعنی ان کو قبلہ بنالیا اور نماز میں انہی کی طرف سجدہ کرتے تھے جیسا کہ بت کے روبرو ہاں اگر کسی نیک انسان کے پڑوس میں کوئی شخص مسجد بنائے ایسے ہی مقبرے میں نماز پڑھے اور مقصد یہ ہو کہ اس نیک انسان کی روح سے تقویت حاصل کرے یا اس کی عبادت کے اثرات سے کچھ اثر اس شخص تک پہنچ جائے یہ مقصد نہ ہو کہ اس کی طرف منہ کرے اور اس کی تعظیم کرے تو اس میں کچھ حرج نہیں کیا معلوم نہیں کہ اسمعیل علیہ السلام کی قبر مسجد حرام میں ہے اس کے باوجود اس میں نماز افضل ہے۔

قاضی ناصر الدین البیضاوی شافعی پھر امام محمد خطیب قسطلانی شافعی ارشاد الساری شرح صحیح بخاری میں فرماتے ہیں:

من اتخذا مسجدا فی جوار صالح و قصد التبرک بقرب منہ لا التعظیم والا التوجہ الیہ فلا یدخل فی الوعید المذکور۔

جو شخص کسی نیک انسان کے پڑوس میں مسجد بنائے اور مقصد یہ ہو کہ اس کے قرب سے برکت حاصل کرے اس کی تعظیم اور اس کی طرف منہ کرنا مقصود نہ ہو تو ایسا شخص حدیث مذکور وعید (یعنی لعنت) میں داخل نہیں ہوگا۔

امام علامہ تورپشتی حنفی شرح مصابیح میں زیر حدیث اتخذوا قبور انبیائھم مساجد فرماتے ہیں:

ھو مخرج علی وجھین احدھما انھم کانوا یسجدون لقبور الانبیاء تعظیما لھم قصدا للعبادۃ فی ذالک وثانیھما انھم کانوا یتحرون الصلوۃ فی مدافن الانبیاء والتوجہ الی قبورھم فی حالۃ الصلوۃ وکلا الطریقین غیر مرضیۃ

(ترجمہ: اس کی دو وجہیں ہیں ایک تو یہ کہ یہود و نصاریٰ قبور انبیاء کو بطور تعظیم اور بقصد عبادت سجدہ کیا کرتے تھے دوسری یہ کہ وہ انبیاء کے مقبروں میں نماز پڑھنے کی خصوصی کوشش کرتے تھے اور نماز میں ان کی طرف کرتے تھے اور یہ دونوں طریقے ناپسندیدہ ہیں۔)

(فتاویٰ رضویہ قدیم، ج ۲، ص ۳٫۶۷۵ ۳، وطبع جدید، ج ۵، ص ۳۵۱ تا ۳۵۳)

ظالمو! حضرت سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ تو نماز میں اس تعظیم سے منع کر رہے ہیں جو مقصود کے درجہ میں ہو اور یہ اکابر نماز میں مطلقاً انبیاء علیہم السلام کی طرف توجہ دتعظیم کو شرک اور لعنت کا مستوجب کہہ رہے ہیں کیا یہ سب بھی وہابی ہیں؟

چوتھا حوالہ: مولانا نقی علی خان جو کہ خان صاحب کے والد ہیں لکھتے ہیں:

اسی طرح دل کو اس کی طرف سے پھیرنا اور غیر کی طرف دیکھنا حقیقت نماز کو باطل کر دیتا ہے...... جو شخص بادشاہ کے دربار میں حاضر ہو اور بادشاہ کمال عنایت سے اپنی ہم کلامی سے مشرف فرمایئے اور وہ عین اس حالت میں کہ بادشاہ سے باتیں کرتا ہے اور حضرت

بادشاہ اس کی طرف متوجہ ہیں ایک کنا اس کی طرف دیکھنے لگے یا اس سے کوئی چیز مانگے وہ مردود بارگاہ ہے۔

(انوار جمال مصطفی، ص ۴۴۰)

ایک اور مقام پر موصوف لکھتے ہیں:

معنی اللہ اکبر کے یہ ہیں کہ خدا تعالی بہت بڑا ہے اگر ان معنی کو نہیں جانتا جاہل اور جو جانتا ہے اور اس کا دل خدا کے حضور میں دوسرے کی یا اپنی بڑائی اور بزرگی کی طرف مائل ہے وہ چیز اس کے نزدیک خدا سے بزرگ تر ہے درحقیقت معبود اس نامراد کا وہی ہے جس کی طرف متوجہ ہے۔ (انوار جمال مصطفی، ص ۴۴۴)

وہ بزرگ بڑا ہے اس کی طرف خیال بھی اس کی بزرگی و بڑائی اور تعظیم ہی کی وجہ سے جائے گا رضا خانی مذہب میں بڑا اور بزرگ سے مراد انبیاء اور اولیاء ہوتے ہیں جیسا کہ تقویۃ الایمان پر اعتراض کرتے ہوئے کہتے ہیں تو گویا نقی علی خان کی عبارت کا مقصود یہ ہوا کہ نماز میں انبیاء و اولیاء کی طرف خیال جانا شرک ہے ایسا کرنے والا گویا ان کو اپنا خدا سمجھ رہا ہے معاذ اللہ۔

ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا فرماتی ہیں ہم اور حضرت ﷺ باتیں کرتے جب نماز کا وقت آتا یہ حال ہو جاتا گویا آپ ہمیں اور ہم انہیں نہیں پہچانتے"۔ (جواہر البیان، ص ۴۴)

صراط مستقیم پر اعتراض کا جواب ایک اور انداز میں

حضرت شاہ اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ پر کچھ رسوائے زمانہ لوگوں نے جو الزامات لگائے ہیں ان میں سب سے بڑا الزام اور سب سے نمایاں بہتان یہ ہے کہ انہوں نے اپنی کتاب "صراط مستقیم" میں لکھا ہے کہ:

> "محمد رسول اللہ ﷺ کی طرف نماز میں خیال لے جانا ظلمت بالائے ظلمت ہے
> ۔کسی فاحشہ رنڈی کے تصور اور اس کے ساتھ زنا کا خیال کرنے سے بھی برا ہے
> ۔اپنے بیل یا گدھے کے تصور میں ہمہ تن ڈوب جانے سے بدرجہا بدتر ہے"

احمد رضا خان نے صاحب قارونی کے بعض مریدین اور پیروکار اپنی کتابوں میں لکھتے ہیں اور

دیہاتوں میں جا کر بکتے ہیں کہ اسمٰعیل نے لکھا ہے کہ نماز میں نبی ﷺ کا خیال آ جانا گھوڑے گدھے کے خیال آنے سے زیادہ برا ہے۔

محترم قارئین! بھلا سوچئے تو کوئی شخص بقائمی ہوش وحواس ایسے کافرانہ، ظالمانہ اور احمقانہ جملے لکھ سکتا ہے؟ اس عبارت کا مطلب تو یہ ہوا کہ شاہ اسمٰعیلؒ دنیا بھر کے مسلمانوں کی نمازوں کو خراب اور فاسد قرار دے رہے ہیں۔ اس لئے کہ ایسا کون سا مسلمان ہوگا کہ وہ نماز تو پڑھے مگر اسے حضور ﷺ کا خیال نہ آئے؟۔ کون نہیں جانتا کہ نمازی کو قدم قدم پر حضور ﷺ کا خیال آتا ہے۔ نمازی وضو کرے گا تو خیال آئے گا، خصوصاً جب وضوء کے وقت ہر عضو کو تین تین بار دھوئے، مسواک کرے گا تو ضرور خیال آئے گا کہ یہ میرے آقا کی سنت ہے، پھر جب وہ مسجد میں داخل ہوگا اور اپنا دایاں پاؤں مسجد میں پہلے داخل کرے گا تو اسے خیال آئے گا کہ حضور ﷺ نے ایسی ہی تعلیم دی ہے۔ اسی طرح دوران نماز بھی اسے بار بار ان کا خیال آئے گا، نماز میں اگر وہ آیات پڑھی گئیں جن میں حضور ﷺ کا نام پاک آیا ہے تو کون ہے کہ ان کا نام تو لے مگر ان کا خیال اسے نہ آئے۔ تشہد میں آخری قعدہ میں ان پر درود پاک پڑھا جاتا ہے جس میں ان کا نام بار بار آتا ہے ایسے میں یہ کیسے ممکن ہے کہ کسی نمازی کو آنحضرت ﷺ کا خیال نہ آئے؟۔

اب اگر حضرت شاہ اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ پر لگایا گیا یہ الزام درست تسلیم کر لیا جائے تو مطلب یہ ہوگا کہ ان کے نزدیک نہ اس دور کے مسلمانوں کی نماز صحیح ہے نہ پہلے مسلمانوں کی۔ یہاں تک کہ ابوبکر وعثمان، فاروق وعلی اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین میں سے کسی کی بھی نماز صحیح نہیں ہوئی۔ اس لئے کہ نمازی کوئی ہو، امام ہو یا مقتدی، صحابی ہو یا غیر صحابی، اسے حضور ﷺ کا خیال آ ہی جاتا ہے بلکہ غضب یہ کہ اگر یہ الزام درست تسلیم کر لیا جائے تو پھر ان کے نزدیک خود سید العابدین حضرت امام دو جہاں ﷺ کی نماز بھی درست نہ ہوئی (خاک بدہن ظالم وکاذب ومفتری) اس لئے کہ انہیں بھی دوران نماز اپنا خیال آتا ہوگا۔

تو جو شخص دنیا بھر کے عام مسلمانوں اور خاص اور کامل الایمان مسلمانوں حتی کہ خود سید الانام ﷺ کی نمازوں کو ناقص اور فاسد بتائے اس کی حماقت اور کفر میں کسی کو کیا شبہ ہو سکتا ہے ہم تو ایسے شخص کو بدترین کافر کہیں گے، جو حضرات صحابہ جیسی عظیم ہستیوں اور ستم بالائے ستم یہ کہ

خود سرور کائنات ﷺ کی نمازوں کو ناقص وفاسد کہے گا۔ مگر قارئین محترم آپ کو حیرت ہوگی کہ ان میاں یعنی آل قارون احمد رضا خان صاحب اور ان کے پیروکار حضرت شاہ اسمعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ پر الزام بھی لگاتے ہیں اور پھر احمد رضا خان قارونی افغانی انہیں کافر بھی نہیں کہتے۔ احمد رضا خان صاحب قارونی لکھتے ہیں کہ:

''امام الطائفہ اسمعیل کے کفر پر بھی حکم نہیں کرتا''۔

(حسام الحرمین۔ ص: ۴۲)

مزید لکھتے ہیں: ''علماء محتاطین انہیں کافر نہ کہیں''۔

(تمہید مع حسام الحرمین۔ ص: ۴۲)

اگر اتنا بڑا جرم کرنے والا بھی کافر نہیں تو

ع مجھے بتاؤ تو سہی اور کافری کیا ہے ؟

قارئین کرام! یقین فرمائیں کہ یہ الزام محض جھوٹا ہے اور کذب و دجل کے پیکروں نے اے باخدا انسان کی طرف اپنے مخصوص مفادات کے تحت یہ انتہائی ظالمانہ الزام منسوب کردیا۔

قارئین محترم! آیئے دیکھتے ہیں کہ حضرت شاہ صاحبؒ نے لکھا کیا ہے اور موت و قیامت سے غافل ان کے ظالم اور بے حیاء دشمنوں نے اسے کیا سے کیا بنادیا۔ اس بحث میں پڑے بغیر کہ جس کتاب سے یہ عبارت شاہ صاحب کی طرف منسوب کی جارہی ہے وہ کتاب دراصل ہے کن کی؟ ہم اس عبارت کا مفہوم سہل اور آسان انداز میں عرض کرنے کی کوشش کریں گے۔ جہاں تک اس کی علمی مباحث کا تعلق ہے تو حقیقت یہ ہے کہ اہل علم اور اہل تصوف و معرفت شاہ اسمعیل شہیدؒ کی عشق ومحبت سے بھرپور اس عبارت پر عش عش کراٹھے ہیں۔ اہل نظر اس عالمانہ، فقیہانہ، اور عاشقانہ عبارت کو پڑھ کر حضرت شہید کی بالغ نظری اور فراست و فقاہت کی داد دیئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ مگر افسوس کہ ان کے ظالم و نادان دشمن جان بوجھ کر ان کی عبارت کا غلط مطلب بیان کرکے خدا کے عذاب کو دعوت دیتے ہیں اور یا بیچاروں کا ذہن نارسا علمی حقائق و باریکیوں کو سمجھنے سے ہی قاصر ہے اور ع

چوں ندید ند حقیقت رہ افسانہ زدند

پہلے عبارت ملاحظہ فرمائیں۔ حضرت شاہ صاحب نماز کے متعلق مسائل بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"صرف ہمت بسوئے شیخ وامثال آں از معظمین گو جناب رسالتمآب باشد بچندیں مرتبہ بدتر از استغراق در صورتِ گاؤ خرِ خود است کہ خیال آں با تعظیم اجلال بسوایدائے دل انسان مے چسپد بخلاف خیال گاؤ خر نہ آں قدر چسپیدگی مے بود و نہ تعظیم بلکہ مہان و محقر بود"۔

ترجمہ: (نماز میں صوفیائے کرام کا) اپنی تمام توجہ کو اپنے شیخ اور شیخ جیسی بزرگ ہستیوں کی طرف لگا دینا اگرچہ وہ شخصیت جناب رسالتمآب (ﷺ) کی ہی ہو، اپنی گائے اور گدھے کے خیال میں مستغرق ہو جانے (ڈوب جانے) سے کئی درجہ برا ہے کیونکہ بزرگ ہستیوں کا خیال تو تعظیم اور بزرگی کے ساتھ انسان کے دل کی گہرائیوں میں جا چپکتا ہے اور بیل اور گدھے کا خیال، نہ تو اس قدر دل کو لگتا ہے اور نہ اس میں تعظیم ملحوظ ہوتی ہے بلکہ حقیر و ذلیل ہوتا ہے۔

یہ ہے اس عبارت کا سلیس اور آسان ترجمہ۔ اس میں حضرت شاہ صاحبؒ نے آنحضرت ﷺ کے بارے میں معظم، اجلال، تعظیم، اور رسالتمآب جیسے شاندار الفاظ استعمال فرمائے۔ رسول خدا ﷺ کی توہین کا اس عبارت میں اشارہ تک نہیں ملتا۔ مگر شہیدؒ کے ظالم دشمن اس عبارت کا مفہوم بہت خوفناک بنا کر بیان کرتے ہیں۔ خصوصاً اس عبارت میں میں موجود دو لفظوں پر زیادہ زور دیتے ہیں اور اپنی خصلت بد کے مطابق ان کا مطلب و مفہوم لب ولہجہ کے ذریعہ بدل کر عام مسلمانوں خصوصاً دیہاتیوں کو دھوکہ دینے کی کوشش کرتے ہیں۔ سادہ لوح مسلمان جب ان دلدگان بدعت کا خود ساختہ ترجمہ و مطلب سنتے ہیں تو حیران رہ جاتے ہیں اور شاہ شہید رحمۃ اللہ علیہ کی مخالفت پر آمادہ ہو جاتے ہیں۔ وہ دو لفظ یہ ہیں کہ انہوں نے نماز میں

گھوڑے گدھے کے خیال کو بد اور حضور ﷺ کے خیال کو بدتر کہا۔

سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ حضرت شاہ صاحبؒ نماز میں حضور ﷺ کے خیال آنے کو ہرگز نقصان دہ نہیں سمجھتے وہ تو ''صرف ہمت'' کو نقصان دہ سمجھتے ہیں ''صرف ہمت'' کا ترجمہ یار لوگوں نے ''خیال'' کردیا۔ حالانکہ اس کا مطلب خیال نہیں۔ اس کا مطلب ہے کامل توجہ کسی کے دھیان میں خود کو غرق کردینا۔ کسی ایک ہستی پر دھیان جمالینا۔ سب سے یکسو ہوکر ایک طرف متوجہ ہوجانا۔ غرض اس کا ترجمہ و مطلب خیال آنا نہیں بلکہ خیال میں کھوجانا ہے۔ گویا خیال اور صرف ہمت میں زمین و آسمان کا فرق ہے مگر اندھے دشمنوں کو یہ فرق نظر نہیں آتا۔

اتنی بات تو ہر مسلمان جانتا ہوگا کہ نماز میں نمازی کی کامل توجہ کا حقدار اللہ تعالیٰ ہی ہے جان بوجھ کر اپنی توجہ اللہ کے سوا کسی اور کی طرف پھیرنا نمازی کیلئے درست نہیں۔ ارشاد خداوندی ہے: اَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِذِکْرِیْ'' اور میری یاد کی نماز پڑھا کرو۔ نیز ارشاد ہے: ''قُوْمُوْا لِلّٰہِ قٰنِتِیْنَ اور کھڑے رہو اللہ کے آگے ادب سے۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں: ان تعبد اللہ کانک تراہ (الحدیث) اللہ کی عبادت اس طرح کرو گویا تو اسے دیکھ رہا ہے اگر یہ نہ ہوسکے تو یہ خیال باندھ لو کہ بلاشبہ وہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔

اب جبکہ نماز میں خدائے پاک کے سوا کسی اور کی طرف صرف ہمت (صوفیانہ توجہ) کی اجازت نہیں تو اس لئے حضرت شاہ صاحب کسی اور کی طرف صرف ہمت کو نقصان دہ بتاتے ہیں اور ساتھ ہی یہ وضاحت بھی فرماتے ہیں کہ اگر صرف ہمت کسی گھٹیا اور کم تر چیز کی طرف ہوگی تو نقصان کم ہوگا اور اگر اعلیٰ ہستی کی طرف صرف ہمت ہوگی تو زیادہ نقصان دہ ہے۔ اس عبارت میں نہ تو حضور اکرم ﷺ کی کوئی توہین کی گئی ہے اور نہ کسی قسم کی گستاخی کا ارتکاب کیا گیا ہے۔

ہم ایک مثال عرض کرتے ہیں امید ہے کہ اس مثال سے حضرت شاہ صاحبؒ کی عبارت کا مفہوم سمجھنا زیادہ آسان ہوگا۔

ایک مریض ہے طبیب اسے قیمتی دوا کھلانا چاہتا ہے مگر اس قیمتی دوا کی خاطر خواہ اثرات ظاہر ہونے کیلئے طبیب یہ ضروری سمجھتا ہے کہ مریض ۱۶ گھنٹے پیاسا رکھا جائے۔ مریض کی جان بچانے کی خاطر اس کے لواحقین اور تیمارداروں نے اس کو گھر کے ایک کمرہ میں بند کردیا اور تمام

اہل خانہ اور آنے جانے والوں سے کہہ دیا کہ مریض کے پاس کوئی بھی پانی یا پینے کی کوئی اور چیز لے کر نہ جائے۔ شدید گرمی کے موسم میں مریض نے جیسے تیسے بارہ گھنٹے گزار لئے۔ بارہ گھنٹے بعد جب مریض کو شدید پیاس لگی ہوئی تھی۔ ایک شخص گرم اور بدبودار پانی ایک گلاس لئے مریض کے کمرے میں چلا گیا۔ تیمارداروں کو پتہ چلا تو دوڑ کر کمرے میں گئے اور فوراً گلاس انڈیل دیا اور گلاس لانے والے کو ڈانٹا کہ تو نے بڑی نامناسب حرکت کی کہ پیاسے مریض کے پاس پانی لایا۔ گرم اور بدبودار سہی مگر پانی تو ہے۔

اس کے ایک گھنٹہ بعد ایک اور شخص انتہائی ٹھنڈے اور عمدہ شربت کا لبالب بھرا جگ مریض کے کمرے میں لے گیا۔ تیمارداروں اور نگرانی کرنے والوں نے دیکھا تو تیزی سے اس کے پیچھے دوڑے اور جگ اس کے ہاتھوں سے چھین کر اس سے کہا کہ تم نے تو پہلے والے شخص سے بھی کہیں زیادہ بری حرکت کی وہ گرم اور بدبودار پانی لے کر گیا تھا۔ مگر تم نے تو ظلم کی حد کر دی اس درجہ عمدہ خوش رنگ خوش ذائقہ اور ٹھنڈا شربت ایسے مریض کے پاس لے گئے جو اس وقت بے حد پیاسا ہے۔

اب ذرا اس مثال پر غور فرمائیے۔ تیماردار حضرات گرم پانی لے جانے والے سے کہہ رہے ہیں کہ "تو نے نامناسب حرکت کی" اور شربت لے جانے والے سے کہہ رہے ہیں کہ "تو نے زیادہ بری حرکت کی"، "اور ظلم کی انتہاء کر دی" کیا کوئی شخص کہہ سکتا ہے کہ تیمارداروں نے "شربت کی توہین کر دی" اور اسے بدبودار پانی سے بھی کم اور حقیر جانا (کیونکہ) بدبودار پانی لے جانے والے کو انہوں نے قدر سخت الفاظ میں تنبیہ نہیں کی جس قدر سخت و شدید الفاظ میں شربت پلانے والے کو ڈانٹا۔ ظاہر ہے کہ کوئی بھی ایسا نہیں سمجھے گا۔ معمولی عقل و شعور والا بھی سمجھ سکتا ہے کہ تیمارداروں نے شربت کی قطعاً تحقیر نہیں کی اس لئے کہ شربت کو تو وہ خود خوش رنگ، خوش ذائقہ اور ٹھنڈا و عمدہ کہہ رہے ہیں جب کہ اس پانی کو گرم اور بدبودار کہہ رہے ہیں۔

ٹھیک اسی طرح حضرت شاہ صاحبؒ کی طرف منسوب عبارت مذکورہ کی بناء پر یہ بات منسوب کرنا جھوٹ اور فریب دہی کے سوا کچھ نہیں کہ انہوں نے نبی اکرم ﷺ کی توہین کی ہے۔ دیکھئے جیسے مریض کے تیمارداروں نے شربت کے متعلق "خوش رنگ، خوش ذائقہ اور عمدہ و

ٹھنڈا'' کے الفاظ استعمال کئے تھے اسی طرح حضرت شاہ صاحبؒ نے آنحضرت ﷺ کے بارے میں ''اجلال، تعظیم، معظم اور رسالتمآب'' جیسے شاندار الفاظ استعمال فرمائے اور جس طرح تیمارداروں نے پانی کو گرم اور بدبودار کہا تھا اسی طرح حضرت شاہ صاحبؒ نے بیل گدھے کو حقیر اور بے وقعت فرمایا۔ اب جیسے کسی کا یہ کہنا حماقت اور جہالت ہے کہ تیمارداروں نے شربت کی توہین و تحقیر اسی طرح یہ کہنا بھی حماقت ہے، جہالت، اور شرارت ہے کہ شاہ صاحبؒ نے پیغمبر کی توہین کردی۔ حقیقت یہ ہے کہ نہ مریض کے تیمارداروں نے شربت کی توہین کی اور نہ حضرت شاہ صاحبؒ نے حضور اکرم ﷺ کی توہین کی۔

رہی یہ بات کہ پھر تیمارداروں نے مریض کے پاس شربت لے جانے والے کو زیادہ سخت الفاظ میں کیوں ڈانٹا تو اس کی وجہ ظاہر ہے کہ تیماردار جانتے تھے کہ گندے اور غلیظ پانی کے پینے سے مریض کو باز رکھنا مشکل نہیں اول تو اس کا اپنا ضمیر ہی اسے گندہ پانی نہیں پینے دے گا بصورت دیگر گھر والوں کے معمولی سمجھانے بجھانے سے باز رہ جائے گا لیکن خوش رنگ اور ٹھنڈے شربت کے پینے سے اسے روکنا بہت مشکل ہے۔ بس اسی بنا پر گندہ پانی لے جانے والوں کو تیمارداروں نے کم تنبیہ کی اور شربت لے جانے والے کو زیادہ۔ خلاصہ یہ کہ مریض پر معالج اور نمازی پر خدا کی طرف سے لگائی گئی پابندیوں میں جو چیز جس درجہ دخل انداز ہوگی وہ چیز اسی درجہ میں مضر کہلائے گی۔ شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ مقدس و معظم ہستیوں کے خیال میں خود کو مستغرق کرنا زیادہ مضر ہے کیونکہ ان ذی شان ہستیوں کا خیال دل کی گہرائیوں میں جا چپکتا ہے اور پھر نہیں ہٹتا۔ شاہ صاحب کے احمق اور بے علم مخالفین کے سیاہ قلوب کو چونکہ دنیوی چیزوں کا خیال ہی زیادہ چپکتا ہے۔ اس لئے خدا کے رسول ﷺ کے خیال کا دل میں چپکنے والی بات ان کی سمجھ میں نہیں آتی۔

اب حضرت شہیدؒ کی عبارت پر غور فرمائیے کہ نماز میں گھوڑے، بیل اور گدھے کے خیال میں ڈوب جانا برا ہے مگر کسی عظیم ہستی کی طرف توجہ لگا دینا زیادہ برا ہے، اس کی وجہ بھی حضرت شاہ صاحبؒ نے خود ہی بیان فرمادی ہے کہ گدھا گھوڑا حقیر اور بے وزن ہیں ان سے انسان کو خاص دلچسپی نہیں ہوتی (کہ ان کے خیال میں ڈوب جانے کے بعد ڈوبا ہی رہے) لیکن

عظیم الشان ہستیوں کی طرف اگر صرف ہمت ہوگی تو پھران عظیم الشان ہستیوں سے توجہ ہٹانا بہت مشکل ہو جائے گا کیونکہ ان محترم ہستیوں کا خیال انسان کے دل کی گہرائیوں میں جا چپکتا ہے۔گویا حضرت شاہ صاحبؒ گھوڑے گدھے کے خیال کو غلیظ اور گندے پانی جیسا سمجھ رہے ہیں اور بزرگان دین خصوصا نبی اکرم ﷺ کے خیال کو شدید پیاسے کیلئے خوش رنگ، خوش ذائقہ عمدہ اور ٹھنڈے شربت جیسا سمجھ رہے ہیں۔کوئی بتائے کہ اس میں توہین اور گستاخی کیا نام کو بھی ہے؟۔

مزید وضاحت وتشفی کی غرض سے ہم ایک واقعہ لکھ دینا بھی مناسب سمجھتے ہیں۔

ایک خطیب نے رمضان شریف کے ایک جمعہ کے اجتماع میں تقریر کرتے ہوئے روزہ رمضان سے متعلق یہ مسئلہ بیان کیا کہ: روزے کی حالت میں اگر تم میں سے کوئی شخص میرے منہ کا اُگلا ہوا نوالہ کھالے تو اس کا روزہ ٹوٹ جائے گا مگر کفارہ اس پر نہیں آئے گا۔اسی طرح آپ حضرات میں سے کسی صاحب کے منہ کا اُگلا ہوا لقمہ اگر میں کھالوں تو میرا بھی روزہ ٹوٹ جائیگا مگر کفارہ لازم نہیں۔البتہ اگر رسول اللہ ﷺ کے مبارک منہ کا اُگلا ہوا لقمہ کھالوں یا آپ میں سے کوئی کھالے تو نہ صرف یہ کہ روزہ ٹوٹ جائے گا بلکہ کھانے والے پر کفارہ (ساٹھ روزے) بھی لازم ہوگا۔ایسے ہی حضور اکرم ﷺ کے اُگلے ہوئے نوالے کو ابو بکرؓ، فاروق اعظمؓ، حضرت عثمانؓ علیؓ اور دیگر تمام صحابہ آئمہ امت اولیاء امت اور صحیح العقیدہ مسلمانوں میں سے کوئی کھالے تو اس کا روزہ ٹوٹ جائے گا اور کفارہ بھی ہوگا۔

خطیب سے یہ مسئلہ سن کر سب سامعین حیرت سے اس کا منہ تکنے لگے۔بعض کے ماتھوں پر شکن نمودار ہوئے وہ اسے حضور ﷺ کی توہین تصور کرنے لگے۔بعض حاضرین نے ایک دوسرے سے سرگوشی کی کہ یہ تو عجیب مسئلہ ہے۔ہمارے اُگلے ہوئے لقمے کے کھانے سے کھانے والے پر صرف ایک روزہ اور نبی ﷺ کا لقمہ کھانے والے پر اکسٹھ روزے؟

خطیب بھانپ گیا کہ لوگوں کو یہ بات اچھی نہیں لگی، چنانچہ خطیب نے کہا کہ جس بات سے تم ناخوش ہو رہے ہو اور ناگواری محسوس کر رہے ہو تشریح کے بعد اسی بات پر جھوم اٹھو گے۔ اور پھر خطیب نے وضاحت کی کہ روزے کا اصول اور ضابطہ یہ ہے کہ گھٹیا اور بے وقعت اور ایسی

چیز کہ جس سے گھن آئے کھانے سے صرف روزہ ٹوٹ جاتا ہے کفارہ لازم نہیں آتا، مگر اعلیٰ بڑھیا ور عمدہ غذا، دوا اور لذت کے طور پر کھانے والی چیز کے کھانے سے روزہ بھی ٹوٹ جاتا ہے اور کفارہ بھی لازم آتا ہے، زمزم پینے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے اور قضاء وکفارہ دونوں لازم ہوتے ہیں۔ اسی طرح رینٹھ چاٹنے سے صرف قضاء لازم آئے گی مگر شہد چاٹنے سے کفارہ بھی۔

اب دیکھئے! چونکہ میرے اگلے ہوئے لقمے سے آپ نفرت کرتے ہیں اور آپ کے اگلے ہوئے نوالے سے مجھے گھن آتی ہے اس لئے اگر ہم ایک دوسرے کا لقمہ کھالیں گے تو صرف قضاء ہوگی کفارہ نہ ہوگا مگر چونکہ حضور ﷺ کے مبارک منہ کے لقمے سے کسی صحیح العقیدہ مسلمان کو گھن آنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا بلکہ ہر مسلمان حضور کے منہ کے نوالے کو بہت بڑی نعمت سمجھتا ہے۔ مسلمان کی نظر میں کائنات میں حضور کے لقمے سے اعلیٰ، مقدس اور محبوب ترین غذا اور کوئی نہیں ایک مسلمان کیلئے حضور کا لقمہ دوا بھی ہے شفاء بھی اور اعلیٰ ترین غذا بھی۔ دور صحابہ تو خیر دور صحابہ تھا آج اس گئے گزرے دور میں بھی ایسے کروڑوں مسلمان موجود ہیں کہ ان کے سامنے اگر مختلف پلیٹوں میں شہد، کھیر، حلوا، کباب دیگر لذیذ چیزیں رکھ دی جائیں اور دوسری طرف ایک پلیٹ میں ان کے آقا ومولیٰ کے مبارک دہن سے نکلا ہوا لقمہ رکھ دیا جائے تو وہ تمام پلیٹوں کی لذیذ چیزوں کو ٹھکرا کر بڑی بے تابی و بے قراری سے اپنے آقا ومولیٰ کے لقمے پر ٹوٹ پڑیں گے،

زمانہ محوِ حیرت ہے میری شانِ گدائی پر
کہ میں ہر شے کو ٹھکرا کر تمہاری خاک پا مانگوں

حاصل یہ کہ حضور ﷺ کا لقمہ معاذ اللہ گھٹیا نہیں اس لئے اس کے کھانے سے قضاء کے ساتھ کفارہ بھی لازم آئے گا۔ گویا آنحضرت ﷺ کا لقمہ کھالینے پر کفارہ آنا توہین کیلئے نہیں بلکہ احترام واکرام اور اظہارِ شان کیلئے ہے۔ اپنے خطیب کا یہ بیان اور وضاحت سننے کے بعد ان حضرات پر وجد کیسی کیفیت طاری ہوگئی جو وضاحت سے پہلے ماتھوں پر شکن ڈالے ہوئے تھے، جس بیان کو وہ حضور ﷺ کی توہین سمجھ رہے تھے بہت جلد انہیں معلوم ہوگیا کہ وہ بیان تو ان کے آقا ومولیٰ کی تعظیم و توقیر اور ان کے جلال واکرام کا بیان ہے۔

اس موقع پر خطیب نے کہا کہ اگر کوئی شخص میرے آج کے اس بیان کو سادہ لوح دیہاتی مسلمانوں کے سامنے اس طرح بیان کرے گا کہ "فلاں مولوی نے کہا کہ میرا لقمہ کھانے سے صرف روزہ ٹوٹتا ہے کفارہ نہیں آئے گا مگر نبی ﷺ کا لقمہ کھانے سے روزہ بھی ٹوٹ جاتا ہے اور کفارہ بھی لازم ہوجاتا ہے" تو ظاہر ہے کہ وہ بیچارہ بھڑک اٹھے گا اور کہے گا کہ خدا غارت کرے اس گستاخ مولوی کو، اسی طرح اگر کوئی یہ بات میری والدہ یا والد کو کہے اور اگر انہیں تفصیل کی خبر نہ ہو تو وہ یقیناً خفا ہوں گے اور میری ہدایت کیلئے دعا کریں گے۔ خطیب نے کہا کہ اگر میرے اس بیان کو کوئی حضرت شاہ صاحبؒ کے ظالم دشمنوں کی طرح اس ظالمانہ انداز سے بیان کرے،

"مسلمانو! مسلمانو! خدارا ان ناپاک ملعونی شیطانی کلموں کو غور کرو محمد رسول اللہ ﷺ کا لقمہ کھانے سے اکسٹھ روزے رکھنے پڑیں گے اور اس نابکار مولوی اور اس کے مقتدیوں کے لقمے کھانے سے صرف ایک روزہ۔ مسلمانو! للہ انصاف! رینٹھ چاٹنے غلیظ بدبودار گوشت کھانے سے صرف ایک روزہ مگر محمد رسول اللہ ﷺ کے اُگلے ہوئے نوالے کے کھانے سے اکسٹھ روزے! مسلمانو! کیا ایسا کلمہ کسی اسلامی زبان وقلم سے نکلنے کا ہے۔ حاش للہ"۔

(حضرت شہید رحمۃ اللہ علیہ کی اس عالمانہ عبارت کے خودساختہ مفہوم کے اول وآخر میں بریلی کے پوپ رضاخان صاحب نے "الکوکبۃ الشہابیۃ" میں انہی الفاظ میں واویلا کیا ہے)

تو ظاہر ہے کہ اس خوفناک اندازِ بیان سے سادہ لوح اور مسئلہ کی حقیقت سے بے خبر مسلمان "وہ کچھ کہیں گے کہ خدا کی پناہ"۔

قارئین محترم! خطیب کے بیان کو ایک بار پھر غور سے پڑھئے اور پھر بتائے کہ خطیب کے بیان میں کوئی ادنی سا شائبہ بھی توہین رسالت کا پایا جاتا ہے۔ بالکل یہی حال حضرت شاہ اسمٰعیل شہیدؒ کی اس زیر بحث عبارت کا ہے جس میں گستاخی وتوہین کا تو قطعاً اشارہ ہی نہیں۔ حضرت کی عبارت عاشقانہ عالمانہ وفاضلانہ ہے مگر ناہنجار دشمن اسے ظالمانہ وگستاخانہ عبارت کے طور پر پیش کرتے ہیں اور یوں عوام الناس کو بہکاتے اور اپنے دام تزویر میں

پھنساتے ہیں اور یہ ظالم خود کو اور اپنے حوریوں کو اہل حق کی دشمنی کے باعث جہنم کے شعلوں کا ایندھن بناتے ہیں۔ حضرت شاہ صاحبؒ کی عبارت کا مفہوم اس کے سوا اور کیا ہے کہ جیسے روزے کی حالت میں گھٹیا چیز کھانا کم نقصان دہ ہے اور اعلیٰ چیز کھانا زیادہ نقصان دہ ہے۔ اسی طرح نماز میں گھٹیا چیزوں کے خیالات میں منہمک ہو جانا کم نقصان دہ اور عظیم ہستیوں کے خیالات میں منہمک ہو جانا زیادہ نقصان دہ ہوتا ہے۔ گھوڑا بیل جبھی حضرت شہید انہیں محقر لکھتے ہیں اور ان کے خیال میں منہمک ہونے کو کم نقصان دہ بتاتے ہیں۔ آقا دو عالم ﷺ اعلیٰ ترین و افضل ترین ہستی ہیں جبھی تو حضرت شہیدؒ انہیں عظمت والی ذات جلالت والی ہستی اور رسول نہیں رسالتمآب لکھتے ہیں اور اسی لئے نماز کے دوران ان کے خیال میں غرق ہو جانے کو نماز کیلئے نقصان دہ بتاتے ہیں۔ غرض یہ کہ شاہ صاحب کا یہ لکھنا کہ نماز میں حضور ﷺ کے خیال میں خود کو مستغرق کر دینا زیادہ برا ہے یہ آپ کی توہین کیلئے نہیں بلکہ ایسا آپ کی بلند و بالا شان اور بے نظیر عظمتوں اور بلند تر درجات کی وجہ سے ہے۔ کوئی دلدادہ بدعت اسے نہ سمجھتا ہو تو اس میں شہید کا کیا قصور ہے؟

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم　　　　چشمہ آفتاب راہ چہ گناہ

اور اب آخر میں شہید کے عشق و محبت میں لبریز اس جملہ پر ایک بار پھر غور فرمائیے

"خیال آں با تعظیم و اجلال بسویدائے دل انسان می چسپد"

یعنی آقائے کائنات ﷺ کے خیال میں اس قدر مٹھاس ہے اتنی زیادہ حلاوت و شیرینی ہے اور اس درجہ کشش ہے کہ وہ انسان کے دل کی گہرائیوں میں اتر جاتا ہے اور پھر چپک کر رہ جاتا ہے۔ ہر شخص اپنے دل کی کیفیت خود ہی زیادہ جان سکتا ہے۔ شاہ اسمٰعیل شہیدؒ نے اپنی دلی کیفیت کا اظہار اس جملہ میں کر دیا اور پھر دوسرے مسلمانوں کی حالت و کیفیت کو بھی اپنی حالت پر قیاس کیا کہ جیسے میرے دل کی گہرائیوں میں آنحضرت ﷺ کا خیال اپنی تمام عظمتوں اور انتہائی جلالتِ شان کے ساتھ جا چپکتا ہے دوسرے مسلمانوں کے قلوب کی گہرائیوں میں بھی اسی طرح چپکتا ہوگا۔ اور حقیقت بھی یہی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کی ذات، ان کے نام اور ان کے ذکر و خیال میں رب العالمین نے کچھ ایسی کشش اور ایسی حلاوت و مٹھاس رکھ دی ہے کہ صحیح العقیدہ انسان ایسی کشش اور مٹھاس دوسری کسی چیز میں نہیں

حضرت شہید کے عشق و محبت میں ڈوبے ہوئے اس جملے کا مطلب خان صاحب اور ان کے متبعین کی سمجھ میں نہیں آ رہا وجہ یہ ہے کہ جو دل و دماغ مسلسل غلط کاریوں کے نتیجے میں سلامتی سے محروم ہوجاتے ہیں۔ان کیلئے کشش دوسری چیزوں میں ہوتی ہے۔اللہ کے رسول کے خیال اور ان کی سنت میں نہیں۔

آئے ایک بار پھر یہ شاندار روح پرور اور وجد آفریں جملہ دہرا کر اپنے قلب و روح کی بشاشت و انبساط کا سامان کریں:

خیال آں با تعظیم واجلال بسویدائے دل انسان می چسپد

کتنے مبارک ہیں وہ قدسی صفات لوگ جن کے پاک دلوں کو حضور ﷺ کی یاد اپنا گھر بنالے اور ان کے دل کی گہرائیوں میں آپ ﷺ کا خیال چپک کر رہ جاتا ہے۔

اب ذرا رسول اللہ ﷺ کے ایک جلیل المرتبت صحابی حضرت انس ؓ سے پوچھتے ہیں کہ دوران نماز جب رخ زیبا پر نظر پڑ گئی تھی تو اس وقت عاشقانِ رسالت ﷺ کی کیفیت کیا تھی؟

بخاری شریف میں ہے کہ:

"حضور ﷺ کے مرض وصال کے دنوں میں حضرت ابوبکر ؓ نماز پڑھاتے تھے حتی کے جب پیر کا دن ہوا اور صحابہ کرام نماز میں صف باندھے ہوئے تھے تو جناب رسالتماب ﷺ نے حجرہ اقدس کا پردہ کھولا اور کھڑے ہو کر ہمیں دیکھ رہے تھے چہرہ اقدس گویا قرآن کا ورق تھا پھر آپ تبسم فرماتے ہوئے ہنسے، فھممنا ان نفتتن من الفرح برویۃ النبی ﷺ۔ رسول پاک ﷺ کے چہرے کو دیکھنے کی وجہ سے مارے خوشی کے ہم نے ارادہ کیا ان نفتتن کہ فتنہ میں مبتلا ہوجائیں (یعنی نماز کی نیت توڑ دیں)

(بخاری۔ج:۱۔ص:۹۳)

جیسے چہرہ انور کو دیکھ کر حضرات صحابہ کرام ؓ کا وفورِ مسرت سے یہ حالت ہوگئی تھی کہ نماز توڑنے کا ارادہ کرلیا، ایسے ہی صوفیاء کرام اور صحیح العقیدہ مسلمان کا ان کے خیال و دھیان میں مستغرق ہونے کے بعد فرحت کا یہ عالم ہوتا ہے کہ اپنے آپ پر قابو نہیں رہتا اور نماز کے ختم ہوجانے یا

خراب ہو جانے کا خطرہ پیدا ہو جاتا ہے۔

اے حقیقی عشق ومحبت کے جذبات واحساسات سے عاری لوگو! اپنے امام اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مجدد ملت یکے از علامات قیامت کے طریقہ غلیظہ کی پیروی کرتے ہوئے کیا بخاری شریف کی اس حدیث پاک کے متعلق یہ کہو گے کہ:

''مسلمانو! مسلمانو! خدارا ان۔۔۔۔کلموں پر غور کرو، ہماشما کے دیکھنے سے تو فتنے میں پڑنے کا ارادہ نہ کیا مگر محمد رسول اللہ ﷺ کے چہرہ کو دیکھنے سے فتنہ میں پڑنے کا قصد کیا۔ مسلمانو!۔۔ مسلمانو! انصاف! کرو۔ لوگ حضور ﷺ کے چہرے کو دیکھ کر ہدایت پاتے ہیں۔۔ انسؓ۔۔۔۔کہ ہم نے چہرے کو دیکھنے کی وجہ سے فتنہ میں پڑنے کا ارادہ کیا۔ مسلمانو اللہ انصاف کیجئے۔۔۔کیا ایسا۔۔۔کلمہ کسی۔۔۔۔زبان وقلم سے نکل سکتا ہے''۔

ع شرم تم کو مگر نہیں آتی

اس حدیث پاک کے بعد حضرت شہیدؒ کی زیر بحث الہامی عبارت کے اس کیفیت زا جملے کا ترجمہ مزے لے لے کر پڑھئے گا:

''ان کا خیال تعظیم و بزرگی کے ساتھ دل کی گہرائیوں میں جا چپکتا ہے''

اے گروہ اہل بدعت! اور اے فریب خوردہ مسلمانو! اپنے دلوں کو بدعت کی آلائش اور اہل حق کے کینہ وکدورت سے پاک کرو۔ اپنی ان حرکتوں پر خدا سے معافی طلب کرو تاکہ تمہیں مجاہد فی سبیل اللہ عاشق رسول ﷺ حضرت شاہ اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کی یہ بات سمجھ میں آجائے کہ خدا کے رسول کی ذات، بات میں، ذکر میں زبردست حلاوت ومٹھاس اور بے پناہ کشش موجود ہے اور ان کی یاد اور ان کا خیال اپنی تمام تر عظمتوں اور رعنائیوں کے ساتھ قلب مومن میں جا چپکتا ہے۔

علمائے دیوبند کے نزدیک نماز میں نبی اکرم ﷺ کا خیال آنا لازمی امر ہے

مفتی اعظم ہند حضرت مولانا عزیز الرحمن صاحب لکھتے ہیں:

''جب نماز میں خود التحیات میں اور درود شریف میں آنحضرت ﷺ کا ذکر ہے تو

خیال آنا تو ضرور ہوا باقی نماز خالص عبادت اللہ کیلئے ہے غیر اللہ کا خیال بھی سبیل التعظیم والعبادۃ نہ آنا چاہئے اور نماز ہر حال میں صحیح ہے کیونکہ خیال پر باز پرس نہیں"۔ (فتاوی دار العلوم دیوبند، ج ا، ص ۲۲۴)

معلوم ہوا کہ علمائے اہل السنۃ والجماعۃ کے نزدیک نماز میں فقط خیال رسول ﷺ آنا برا نہیں جیسا کہ رضا خانی حضرات دھوکا دیتے ہیں بلکہ خود صراط مستقیم میں ایسے خیال کو "خلعت فاخرہ" کہا گیا ہے صراط مستقیم میں صرف اور صرف، صرف ہمت کو برا کہا گیا ہے۔

رضا خانیوں کا فراڈ اور بد دیانتیاں ملاحظہ ہوں

ہم نے انتہائی شرح وبسط کے ساتھ صراط مستقیم پر اعتراض کا جواب دے دیا ہے اب اس کے مقابلے میں رضا خانیوں کا فراڈ بھی ملاحظہ فرمالیں کہ کیسے کیسے جھوٹ بول کر ان لوگوں نے اپنی آخرت برباد کی:

(۱) مفتی احمد یار: نماز میں حضور علیہ السلام کا خیال لانا اپنے گدھے اور بیل کے خیال میں ڈوب جانے سے بدتر ہے"۔

(جاء الحق، ص ۲۲۷)

(۲) نظام الدین ملتانی بریلوی: نبی علیہ السلام کا نماز میں خیال آنا بیل اور گدھے اور کنجری کے زنا سے بھی ظلم اور بدتر ہے نعوذ باللہ

(انوار شریعت، ص ۳۲۱)

(۳) کوکب نورانی: نماز میں حضور اکرم ﷺ کی طرف خیال کا صرف جانا بھی بیل گدھے کے خیال میں ڈوب جانے سے بھی بہت برا ہے۔

(۴) شیر محمد جمشیدی نے بھی کوکب نورانی کی یہی خود ساختہ عبارت نقل کیا دیکھو "فیصلہ کیجئے ص ۶۲"۔

(۵) حنیف قریشی رضا خانی: نماز میں نبی پاک ﷺ کا خیال گدھے اور بیل کے خیال کے برابر بھی نہیں بلکہ اس سے بھی برا ہے معاذ اللہ (مناظرہ گستاخ کون، ص ۵۳)

(۶) غلام مہر علی لکھتا ہے: دیوبندیوں کا امام کہے کہ حضور ﷺ کا صرف خیال لانا ہی

گدھے کے تصور میں سراسر ڈوب جانے سے بھی کئی درجہ بدتر ہے۔ (دیوبندی مذہب ،ص ۱۷۴)

(۷) کاشف اقبال رضاخانی لکھتا ہے: نماز میں حضور ﷺ کا خیال بیل گدھے کے خیال سے کئی درجے بدتر ہے نعوذ باللہ

(دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف ،ص ۶۶)

صراط مستقیم کے متعلق ایک اور فراڈ

قارئین کرام ''صراط مستقیم'' حضرت شاہ اسمعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کی مستقل تصنیف نہیں ہے بلکہ حضرت سید احمد شہیدؒ کے ملفوظات کا مجموعہ ہے یہ ملفوظات حضرت شاہ اسمعیل شہیدؒ اور حضرت مولانا عبدالحئیؒ نے جمع کئے۔ کتاب کے کل چار ابواب ہیں اور ایک خاتمہ۔ پہلا اور چوتھا باب حضرت شاہ اسمعیل شہیدؒ نے جمع کیا جبکہ دوسرا اور تیسرا باب مولانا عبدالحئی بڈھانویؒ نے جمع کیا ۔دوسرا باب ایک مقدمہ اور چار حصوں پر جبکہ ایک خاتمہ پر مشتمل ہے۔ رضاخانی بدعتی جو عبارت پیش کرتے ہیں وہ اسی دوسرے باب کی ہے۔ اب انصاف کا تقاضہ یہ تھا کہ گالیاں دینی تھیں فتوے لگانے تھے تو سب سے پہلے جن کے ملفوظات ہیں یعنی سید احمد شہیدؒ اس کے بعد جس نے جمع کئے یعنی مولانا عبدالحئی بڈھانویؒ کو دیتے اس کے بعد حضرت شاہ اسمعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کا نمبر آتا مگر اس اختلاف میں ان دو حضرات کا آج تک کوئی رضاخانی نام نہیں لیتا مگر شاہ اسمعیل شہیدؒ سے چونکہ دلی بغض وعناد ہے اس لئے ان ہی کے خلاف ایک طوفان بدتمیزی کھڑا کیا ہوا ہے۔ حنیف قریشی رضاخانی کہتا ہے کہ ہمیں اس سے غرض نہیں کہ عبارت کس نے لکھی بس عبارت گستاخانہ ہے تو جواب یہ ہے کہ جب غرض نہیں تو آج تک صرف شاہ اسمعیل شہیدؒ کا نام لے کر ہفوات کیوں بکی جارہی ہیں آخر ان دو حضرات کو چھوڑ کر صرف شاہ صاحب کو نشانہ بنانے کا مقصد کیا ہے؟

صراط مستقیم پر عمومی اعتراضات اور ان کے جوابات

اعتراض ۱: تمہارے نزدیک نبی کریم ﷺ کے خیال سے نماز ٹوٹ جاتی ہے۔ حالانکہ

درود پڑھو گے تو نبی کا خیال آئے گا التحیات پڑھو گے تو نبی کا خیال آئے گا ایک حدیث میں ہے کہ صحابہ نماز میں نبی کریم ﷺ کے چہرے کو دیکھتے اور داڑھی ہلنے سے اندازہ لگا لیتے کہ آقا ﷺ قرات کر رہے ہیں۔

جواب: یہ الزام صریح بہتان ہے فتاوی دار العلوم دیوبند کے حوالے سے ماقبل میں گزر چکا ہے کہ نبی کریم ﷺ کا خیال تو نماز میں آنا لازمی امر ہے۔ نیز صحابہ کرام رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین اگر نماز میں چہرہ مبارک کو دیکھتے تو اس کے ہم منکر نہیں ہم نے کب کہا کہ نماز میں کسی کی طرف التفات کرنے سے نماز ٹوٹ جاتی ہے البتہ آپ کے اکابر کے حوالے ہم نے ماقبل میں دے دئے کہ نماز میں کسی بزرگ کی طرف محض توجہ کرنا بھی موجب لعنت ہے۔ جہاں تک صحابہ کرام کا داڑھی مبارک کو دیکھنا ہے تو یہ بھی صرف التفات اور نظر کا جانا ہے اس کے ہم منکر نہیں ہم تو منکر صرف ہمت کے ہیں اور ایسی تعظیم کے ہیں جو نماز سے مقصود ہے ہمت ہے تو کسی ایک بزرگ کا حوالہ پیش کرو کہ وہ نماز میں نبی کریم ﷺ کی طرف "صرف ہمت" کرتے۔

صراط مستقیم کے حوالے سے چیلنج

قرآن کی کوئی ایک آیت صاحب قرآن ﷺ کی کوئی ایک حدیث یاران رسول ﷺ کا کوئی ایک عمل پیش کردو کہ نماز میں صرف ہمت کرنا جائز ہے۔

اعتراض ۲: صراط مستقیم میں نبی کریم ﷺ کے نام کے ساتھ گدھے کا ذکر ہے اور یہ توہین ہے۔

جواب: کسی بات کو سمجھانے کیلئے کسی عظیم شے کے ساتھ حقیر کا ذکر کرنا یہ وہ اسلوب ہے جس کا ثبوت قرآن وحدیث میں بھی ملتا ہے چنانچہ قرآن میں ہے: اتخذوا احبارھم و رھبانھم اربابا من دون اللہ والمسیح بن مریم (سورہ توبہ)

ٹھہرایا انہوں نے اپنے مولویوں اور درویشوں کو مالک (رب) اپنا اللہ کے علاوہ اور مسیح ابن مریم کو

اس آیت مبارکہ میں یہودیوں کے عام مولویوں کو ایک اولوالعزم نبی کے ساتھ ذکر کیا گیا

ہے۔ مشکوۃ شریف میں حدیث ہے:

ان قلوب بنی آدم کلھا بین اصبعین من اصابع الرحمان کقلب واحد (مشکوۃ، کتاب الایمان، باب الایمان بالقدر)

کہ سب بنی آدم کے دل اللہ کی انگلیوں میں سے دو انگلیوں کے درمیان میں ایک قلب کی طرح۔

ملا علی قاری حنفیؒ "کلھا" کی تشریح میں فرماتے ہیں:

یشمل الانبیاء والاولیاء والفجرۃ والکفرۃ من الاشقیاء (مرقات، ج۱، ص۲۵۹)

شامل ہے انبیاء اور اولیاء اور گناہ گار اور بد بخت کافروں کو۔

یہاں بھی مقدس انبیاء واولیاء کے ساتھ نجس کفار کا ذکر موجود ہے۔ اب ذرا اپنے گھر کا اسلوب بھی دیکھ لو مفتی احمد یار گجراتی لکھتا ہے:

"عصائے موسوی سانپ کی شکل ہو کر سب کچھ نگل گیا تھا ایسے ہی ہمارے حضور نوری بشر ہیں"۔

(مراۃ المناجع، ج۱، ص۲۴)

یہاں سانپ کے ساتھ حضور کا ذکر ہے بلکہ اس نے تو سور اور کتوں کے ساتھ بھی حضور ﷺ کا ذکر کیا ہے ملاحظہ ہو:

"رب کی مرضی یہ تھی کہ سور کا گوشت میں حرام کروں اور اس کے باقی اجزاء میرے حبیب فرمائیں جیسے اس نے صرف سور کو حرام کیا باقی کتا بلا وغیرہ اس کے حبیب نے"۔ (نور العرفان، ص۳۲ بقرۃ آیت ۱۷۲ حاشیہ ۴)

مزید حوالے ملاحظہ کرتے جائیں جس میں معظم ذوات کے ساتھ رذیل اشیاء کا ذکر ہے اور وہ بھی تقابل کی صورت میں:

"سانپ کی پھونک میں زہر نیولے کے پھونک میں تریاق ہے ایسے ہی قرآن خوان کی پھونک میں شفا ہے"۔ (تفسیر نعیمی، ج۱، ص۵۲۱)

"حضور ﷺ اپنے غلاموں کے ضرور نگران بھی ہیں حافظ بھی، کفار کے نہ نگران ہیں نہ حافظ پالتو کتے کا نگران مالک ہوتا ہے آوارہ کتوں کا نہ کوئی نگران نہ حافظ شکاری جانوروں کی طرح جس کا جی چاہے اسے مار دے مسلمان حضور ﷺ کی

حفاظت میں ہیں"۔ (تفسیر نعیمی، ج ۷، ص ۶۴۶)

"اے کفارتم مجھ سے گھبراؤ نہیں میں تمہاری جنس سے ہوں یعنی بشر ہوں شکاری جانوروں کی سی آواز نکال کر شکار کرتا ہے"۔ (جاء الحق، ص ۱۸۳)

قاضی بیضاوی "حضرت عیسی علیہ السلام واماں مریم کے بارے میں لکھتے ہیں:

کانا یاکلان الطعام و یفتقران الیه افتقار الحیوانات (تفسیر بیضاوی ص ۱۰۸)

لو جی بیضاوی نے تو غضب ہی ڈھا دیا نہ صرف "الحیوانات" کے ساتھ ان کا ذکر کر دیا بلکہ یہ بھی کہہ دیا کہ جس طرح دیگر حیوانات (حیوانات جنس ہے اور کتا خنزیر گدھا وغیرہم اس کی انواع) کھانے پینے کے محتاج ہیں مائی مریم اور حضرت عیسی علیہ السلام بھی محتاج ہیں۔

اگر رتی برابر غیرت ہے تو ان پر سے اپنے گستاخی کا فتوی ہٹا کر دکھاؤ میں بھی دیکھتا ہوں کہ کیسے ہٹاتے ہو شہید کی کرامت دیکھو کہ آپ کا اپنا پھندا آپ کے اپنے گلے میں ایسے اٹک گیا کہ اب جتنا کھینچو گے اتنا ہی سخت ہوتا جائے گا۔ یہی نتیجہ ہوتا ہے بنا علم کے تحقیق کے میدان میں آنے کا۔ یہ اصول حنیف قریشی نے بھی وضع کیا جہاں سے آپ نے سرقہ کیا۔ ملاحظہ ہو گستاخ کون ص ۵۴۔

اعتراض نمبر ۳: صراط مستقیم شاہ اسمٰعیل کی تصنیف ہے دیو بندی اس کا انکار کرتے ہیں۔

جواب: دراصل بات یہ ہے کہ بریلوی اور عقل دونوں متضاد چیزیں ہیں۔ بریلویوں کی سب سے بڑی بیماری بناء الفاسد علی الفاسد ہے یہ لوگ اپنا خود ساختہ مطلب ومفہوم ہمارے ذمہ لگا کر پھر اس کے رد میں دلائل دیتے چلے جاتے ہیں اور کہتے ہیں دیکھو ہم نے دیو بندی کی بات کے رد میں بیسیوں دلائل دے دیئے۔ حالانکہ ایک دلیل بھی ہمارے خلاف نہیں ہوتی۔ یہی حرکت بریلویوں کے اس پورے مضمون میں آپ کو نظر آئے گی۔

دعوی تو یہ کہ دیو بندی اس کو شاہ اسمٰعیل شہید کی تصنیف نہیں مانتے اور دلیل میں جو عبارت پیش کی وہ بھی ملاحظہ فرمائیں:

"آخر کیا وجہ ہے کہ مولوی احمد رضا خان سے لے کر شوکت سیالوی اور حنیف قریشی تک سب اس

عبارت کو شاہ اسمٰعیل کی طرف منسوب کرتے چلے آئے ہیں ہمارا تمام بریلویوں سے مطالبہ ہے کہ اس عبارت پر مناظرہ کرنے سے پہلے یا کلام کرنے سے پہلے اس سوال کا جواب دو ورنہ لکھ کر دو کہ مولوی احمد رضا خان نے جھوٹ بولا، کراچی کے مولوی کوکب نے جھوٹ بولا، حنیف قریشی اور شوکت سیالوی نے جھوٹ بولا، جب تک یہ لکھ کر نہ دو گے مناظرہ میں آگے بات نہ ہوگی (بریلوی حضرات کی طرف سے شاہ اسمٰعیل کی طرف نسبت کرنے کے جو دلائل دیئے جاتے ہیں ان کا جواب آگے آئے گا)۔ (صراط مستقیم پر اعتراضات کا جائزہ ص ۳۱)

مفتی صاحب اور ہمارا سوال تو ''عبارت'' کے متعلق ہے جبکہ آپ اسے ''کتاب'' پر محمول کر رہے ہیں۔ مفتی صاحب نے اس عبارت و کتاب کا پس منظر اپنی کتاب کے ص ۲۱ تا ۲۹ تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے جسے معترض میلاد کے لڈو سمجھ کر ہضم کر گئے۔

بات سیدھی سی ہے (مگر اعتراض کرنے والی عقل الٹی ہے) ہمارا مطالبہ صرف اتنا ہے کہ یہ صراط مستقیم دراصل سید احمد شہید کے ملفوظات ہیں پھر عبارت معترضہ دوسرے باب کی ہے جس کے جامع عبد الحئی رحمہ اللہ ہیں اگر یہ عبارت واقعی اتنی گستاخانہ تھی تو سب سے پہلے سید احمد شہید پھر عبد الحئی پر فتوی لگنا چاہئے تھا، آخر کیا وجہ ہے کہ ان حضرات کا آج تک اس پورے شیطانی کھیل میں تو نام تک نہیں لیا گیا اور جو مظلوم صرف جامع ہے اسے ہر جگہ بدنام کیا جارہا ہے۔ دیکھو احمد رضا خان بریلوی کے ملفوظات مصطفی رضا خان نے جمع کیا تو اگر صرف جامع و مرتب ہونے کی حیثیت سے اس کی نسبت کوئی مصطفی رضا خان کی طرف کردے تو ٹھیک ہے مگر اس کے اندر سارے مواد کو احمد رضا خان کی طرف منسوب کیا جاتا ہے اور بریلویوں نے بھی آج تک اس کا انکار نہیں کیا۔ ہم کہنا چاہ رہے ہیں کہ ملفوظات کے مرتب و جمع کرنے کی حد تک تو اگر کوئی کتاب کی نسبت شاہ اسمٰعیل شہیدؒ کی طرف کرتا ہے تو ہمیں اس پر کوئی اعتراض نہیں جیسا کہ فتاوی رشیدیہ اور دیگر کتب میں اسے شاہ صاحب ہی کی تصنیف کہا گیا مگر چونکہ اس کا سارا مواد سید احمد شہیدؒ کے ملفوظات پر مشتمل ہے اس لئے بلا واسطہ اس کے اول مخاطب سید صاحب ہونے چاہئے تھے۔ اس مختصر وضاحت کے بعد آپ کے بزعم خویش ہمارے خلاف دیئے گئے تمام حوالوں کا جواب ہو گیا کہ اس میں سے کوئی بھی حوالہ ہمارے خلاف نہیں۔

مفتی حنیف قریشی کہتا ہے:

ہمیں اس سے کوئی غرض نہیں کہ یہ عبارت کس نے لکھی (جس نے بھی لکھی عبارت گستاخانہ ہے) (گستاخ کون ص ۵۵)

جب کوئی غرض نہیں کہ کس نے لکھی تو احمد رضا خان سے لیکر آج تک کے نو مولود معترضین نے اسے قطعی و یقینی طور پر شاہ صاحب ہی کی طرف کیوں منسوب کیا؟ کیوں آج تک ایک بار بھی اس عبارت کو سید احمد و عبدالحئی مرحومین کی طرف منسوب کر کے ان پر فتوی نہیں لگایا گیا یہ وہ بنیادی سوال ہے جسے کا جواب سارے زندہ مردہ رضا خانی قیامت کی صبح تک نہیں دے سکتے۔

اعتراض ۴: دیوبندیوں ہمارے اعتراضات کا جواب دینے کے بجائے ہمت کرتے رہے صرف ہمت کے حقیقی معنی توجہ کرنے کے ہیں۔

جواب: لعنۃ اللہ علی الکاذبین علمائے اہلسنت نے آپ کے ایک ایک الزام کا ایسا منہ توڑ جواب دیا ہے کہ آپ کا دل ہی بہتر جانتا ہے۔ مگر میں نہ مانوں کا علاج ہمارے پاس نہیں، صرف ہمت کا معنی صرف توجہ کرنا یہ بھی آپ کا دجل ہے وفریب ہے اس اصطلاح کی مکمل توضیح وتشریح مفتی حماد صاحب کی کتاب کے ص ۳۲ تا ۴۲ پر موجود ہے جس کو آپ نے چھوا تک نہیں اور انشاء اللہ اس مدلل توضیح کا ردتا قیامت آپ کی پوری جماعت کے ناتواں کندھوں پر پڑا رہے گا یقین نہ آئے تو کوشش کر کے دیکھ لیں۔ نیز اگر آپ کو یہ گلہ ہے کہ صرف ہمت کے معنی توجہ کرنے کے ہی ہیں اور اسی سے صراط مستقیم میں منع کیا ہے تو اس توجہ سے منع اشرف سیالوی اور نقی علی خان نے بھی کیا ان پر کیا فتوی ہے؟

اعتراض نمبر ۵: عبارت میں صرف ہمت سے مراد "وسوسہ" ہے کیونکہ انہی کا ذکر چل رہا ہے۔

جواب: اللہ رے...... اللہ...... شوق تکفیر۔ ایک شخص خود اپنی عبارت میں مخصوص اصطلاح کا استعمال کرتا ہے مگر یہ تکفیری کہتے ہیں کہ نہیں اس لفظ کو اس اصطلاحی معنی پر محمول نہیں کریں گے کیونکہ پھر شوق تکفیر کس طرح پورا ہوگا؟ بلکہ پیچھے وسوسوں کا ذکر چل رہا ہے اس لئے یہاں بھی وسوسہ مراد ہوگا اور لو جی ہم نے ایک مسلمان کو کافر بنا کر وہ عظیم خدمت سرانجام دے دی جس پر

جتنی داد ہمیں ہمارا باوا شیطان دے کم ہے۔ اللہ کے بندے یہ کس جگہ لکھا ہوا ہے اگر ایک ہی بحث میں مختلف الفاظ و اصطلاحات بیان کئے جائیں تو ان سب کا ایک ہی معنی لیا جائے گا؟ کیا اس سے زیادہ کوڑھ مغزی کا مظاہر کچھ اور ہو سکتا ہے؟ اگر عبارت سے مراد محض ''وسوسہ'' ہوتا تو یہاں بھی وسوسے کا لفظ استعمال کرتے مگر خاص حضور ﷺ اور پیر کے ذکر کے وقت وسوسے کی جگہ صرف ہمت کا لفظ استعمال کرنا ہی پکار پکار کر کہہ رہا ہے کہ مراد محض وسوسہ نہیں بلکہ صرف ہمت ہی ہے۔ نہ جانے کیوں آپ کو اسی بحث میں یہ عبارت نظر نہ آئی:

''یہ سمجھنا چاہئے کہ غریب مسائل کا سمجھ میں آجانا اور ارواح مشائخ وفرشتوں کا کشف نماز میں برا ہے بلکہ اس کام کا ارادہ کرنا اور اپنی ''ہمت'' کو ''اسی طرف متوجہ'' کرنا اور نیت میں اسی مدعا کا ملا دینا مخلص لوگوں کے خلوص کے مخالف ہے''۔ (صراط مستقیم ص۹۶)

غور کرو کس قدر وضاحت سے فرمارہے ہیں کہ محض وسوسہ خیال ارادہ کی بات نہیں بلکہ اپنی پوری ہمت کو اسی طرف متوجہ کرنے پر ساری گفتگو ہو رہی ہے۔ وسوسے کا لفظ نظر آگیا مگر یہاں موجود ''ہمت'' کا لفظ نظر کیوں نہیں آیا؟ کہ یہ تکفیری مشین گن کی نالی میں پھنس جاتا؟ اگر محض خیالات و وساوس کو برا جانتے تو سید صاحب ہرگز یہ نہ فرماتے:

''اور ارواح فرشتوں کا کشف ان فاخرہ خلعتوں میں سے ہے جو حضور حق میں مستغرق بااخلاص لوگوں کو نہایت مہربانیوں کی وجہ سے عطا ہوکرتا ہے''۔ (ایضا ص۹۶)

نیز عبارت کا سیاق وسباق بھی بتا رہا ہے کہ یہاں صرف ہمت سے مراد صرف وسوسہ یا خیال نہیں چنانچہ سید صاحب فرمانا چاہتے ہیں کہ نماز میں مختلف وساوس و خیالات آسکتے ہیں مگر بعض خیالات بعض سے برے ہوسکتے ہیں دیکھو ہوسکتا ہے کبھی زنا کا وسوسہ آجائے کبھی بیوی سے جماع کا تو بیوی سے جماع کے مقابلے میں زنا کا وسوسہ زیادہ سخت ہے اس پر زیادہ توبہ استغفار کرنی چاہئے۔ پھر آگے مستقل صوفیاء کے ایک طریق کا ذکر کر رہے ہیں کہ ان کے ہاں شغل برزخ شائع ہے اب ظاہر ہے کہ وہ یہ شغل برزخ محض خیال یا وسوسے کی بنیاد پر تو نہیں کرتے

ہوں گے بلکہ پوری ہمت و توجہ اسطرف گامزن کردیتے ہیں اس لئے نماز میں شیخ یا حضور ﷺ کی طرف ہمت کا لگا دینا کہ دل سے بالکل چپاں ہو جائے اور خدا کا تصور ہی نہ رہے وہ استغفراق جو رب کی جناب میں ہونا چاہئے تھا وہ رکوع و سجود جو رب کی بندگی میں کرنا چاہئے تھا اب نبی کے نقش پا ڈھونڈنے کیلئے کئے جارہے ہیں تو یقیناً یہ ایک برا فعل بلکہ شرک ہے ایسی نماز والے پر رب کی طرف سے پھٹکار ہے البتہ اگر گدھے وغیرہ کی طرف توجہ کو پھیر دیا جائے تو وہ ایک ذلیل و حقیر شے ہے اس کی طرف توجہ جائے گی ہی نہیں اگر چلی بھی گئی تو دل سے چسپیدگی کی کوئی صورت نہیں اس لئے گاؤخر کی جگہ پیر و مرشد و حضور کی طرف نماز میں صرف ہمت کرنا زیادہ خطرناک ہے۔عبارت کے اندر خود ''گدھے کی صورت میں مستغرق'' کا لفظ پکار پکار کر کہہ رہا ہے کہ محض وسوسے کا ذکر نہیں بلکہ ''استغراق'' کی بات ہورہی ہے۔

بالفرض علی سبیل التنزل وسوسے کا ہی ذکر ہو تو وساوس کے مختلف مراتب ہیں انہی میں سے ایک صرف ہمت کو لے لیں اور پھر
اسکی وہی توضیح مراد لیں جو مفتی حماد صاحب یا دیگر علماء دیوبند کرتے ہیں۔

رہی علامہ ڈاکٹر خالد محمود صاحب مدظلہ العالی کی عبارت تو اس کو بھی آپ نے سیاق و سباق سے کاٹ کر پیش کیا ڈاکٹر صاحب نے اس اعتراض کا جواب بڑے دلنشین انداز میں ''مطالعہ بریلویت جلد اول ص ۲۸۵ تا ۲۹۳ پر دیا جس کا کوئی جواب آپ کے پاس نہیں۔ڈاکٹر صاحب کی مراد بھی محض ''خیال آنا یا لانا نہیں'' بلکہ وہ خیال مراد ہے جو صرف ہمت کے ساتھ ہو چنانچہ ایک مقام پر لکھتے ہیں:

''ہاں اگر کوئی شخص نماز میں اللہ تعالی سے ہمت پھیر کر اپنے پیر و مرشد کی طرف توجہ باندھ لے تو اس صرف ہمت سے وہ شرک کی دلدل میں جا گرے گا کیونکہ نماز خالصۃ اللہ کی عبادت تھی نماز میں خدا سے ہمت پھیر کر کسی اور کی طرف ہمت لے جانا عبادت کو اس دوسرے سے متعلق کرنا ہے اور ظاہر ہے کہ اسلام میں عبادت اللہ کے سوا کسی کی نہیں۔پس نماز میں پیر و مرشد یا کسی ولی طرف ہمت کو پھیرنا شرک ہے۔وہ مرید اگر نماز کے باہر اپنے پیر و مرشد کی طرف ہمت پھیرتا ہے اور توجہ کرتا ہے تو ممکن ہے اسے شاذلی طریق پر کچھ رعایت مل جائے لیکن نماز میں اللہ سے

اپنی توجہ ہٹا کر اسے اپنے پیرومرشد یا کسی ولی وپیغمبر پر لگا دینا عبادت کے مقام توحید کی سب سے بڑی آفت ہے۔ مومن کی نماز اس طرح ہونی چاہیئے کہ پوری نماز میں اس کی توجہ صرف خدا کی طرف رہے۔ پیغمبر کی طرف بھی دھیان ہو تو اللہ کے دربار میں ہو اللہ سے صرف ہمت کر کے نہ ہو خدا سے کسی صورت میں دھیان نہ پھیرا جائے اور نہ کسی اور کی نیت باندھی جائے"۔

(مطالعہ بریلویت ج ا ص ۲۸۶)

آپ نے اپنی بنائی ہوئی خودساختہ عبارت جو مطالعہ بریلویت کے حوالے سے لکھی ہے وہ ہمیں وہاں نہیں ملی البتہ عبارت کے پہلے جز خیال آنے اور خیال لانے میں فرق ہے...... کے بعد علامہ صاحب متصل ہی یہ بھی تو لکھتے ہیں:

"مندرجہ بالا تفصیل سے یہ مسئلہ واضح ہو جاتا ہے کہ نماز میں دنیوی چیزوں کا خیال آنا زیادہ سے زیادہ عبادت کے نور سے محروم کر دیتا ہے لیکن اپنے ارادے اور توجہ سے کسی پیرومرشد کی طرف توجہ باندھنا یہاں تک کہ اور کسی کی طرف دھیان نہ رہے اور اس بزرگ کی طرف کامل صرف ہمت ہو جائے اور وہ بھی نماز میں تو یہ عمل ایمان سے محروم بھی کر سکتا ہے"۔

(مطالعہ ج ا ص ۲۸۸)

اپنے امام احمد رضا خان کی سنت سیئہ پر عمل کرتے ہوئے جب تک آپ لوگ دھوکہ فراڈ نہ کر لیں چین نہیں نہ آتا۔ غرض علامہ صاحب بھی محض خیال کی بات نہیں کر رہے بلکہ خیال کو اس طور پر لانا کہ پوری توجہ اور ہمت اس پر مرکوز ہو جائے کہ کسی اور کا دھیان ہی نہ رہے اس کی بات کر رہے ہیں صراط مستقیم میں بھی خیال سے مراد یہی ہے۔ حیرت ہے ایک دو دفعہ وسوسے کا ذکر آنے پر تو آپ صرف ہمت کو بھی وسوسے پر محمول کر رہے ہیں مگر یہاں بار بار ہمت کی گردان کی وجہ سے خیال کو نہ جانے صرف ہمت پر محمول کیوں نہیں کر رہے ہیں؟

تو جناب والا محض ان بڑی بڑی کتابوں کے نام لکھ دینے سے آپ کا علمی روب ہم پر پڑنے والا نہیں کیونکہ ان کتابوں کو سمجھنے کی لیاقت ہی سرے سے آپ میں نہیں۔ علامہ صاحب کی اس عبارت کے متعلق مزید وضاحت کیلئے ان کا تحقیقی مقالہ "نماز کا مقام توحید" ملاحظہ فرمائیں جو دارالنعیم لاہور سے شائع ہو چکا ہے۔

آپ نے جو آگے روایات پیش کی ان سے ہمارے مدعا پر کوئی فرق نہیں پڑتا۔ البتہ اشرف سیالوی نے چونکہ توجہ کرنے سے بھی منع کر دیا ہے اس لئے یہ ساری روایات آپ کے عقیدے کے متضاد ہیں اس لئے ہمارے حق میں اور اپنے خلاف دلائل دینے پر شکریہ۔ آپ جیسے ایک دو اور محقق اس جماعت کو مل جائے تو اسے کسی سے دشمنی مول لینے کی ضرورت نہیں۔

نعمانی صاحب وخالد صاحب کی عبارات میں کوئی ٹکراؤ نہیں

ان کی عبارت میں ٹکراؤ آپ کو محض اپنی الٹی عقل کی وجہ سے نظر آرہا ہے حیرت ہے بنتے ہو محقق اور اردو کتابیں سمجھنے تک کی لیاقت نہیں۔ خیال آنے خیال لانے کو نہ تو حضرت سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ نے برا کہا بلکہ خود بخود خیال آنے کو تو وہ خلعت فاخرہ میں شمار کر رہے ہیں نہ علامہ ڈاکٹر خالد محمود صاحب نے نہ نعمانی صاحب نے۔ ان تینوں کے نزدیک نماز میں وہی خیال برا ہے جو اس طور پر ہو کہ اس طرف پوری توجہ ارادے اور صرف ہمت کو متوجہ کر دیا جائے کہ ذات باری تعالیٰ کی طرف بالکل کوئی دھیان ہی نہ رہے اس امر کی وضاحت ماقبل میں ہو چکی ہے۔

کیا نماز میں حضور ﷺ کی تعظیم شرک ہے؟

بالکل وہ تعظیم جو علی وجہ العبادۃ ہو بالکل شرک ہے اس پر آپ کو کیا تکلیف ہے؟ اگر اتنا ہی تعظیم کا ہیضہ لگا ہوا ہے تو کھل کر کہیں کہ ہم نماز اللہ کیلئے نہیں بلکہ نبی کریم ﷺ کی تعظیم کیلئے پڑھتے ہیں؟ عنوان تو آپ نے باندھا تعظیم شرک ہے اور عنوان کے تحت بحث میں اسی موروثی دجل کا مظاہرہ کرتے ہوئے بار بار ہماری طرف یہ عقیدہ منسوب کیا کہ ہم نماز میں نبی کریم ﷺ کے خیال ہی کو شرک کہتے ہیں اگر پوری جماعت رضائیہ میں کوئی ایک شخص بھی ایسا موجود ہے جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر یہ احساس ہے کہ میں نے مر کر اللہ کو اپنی ان کذب بیانیوں کا حساب دینا ہے تو وہ بتائے ہم نے کہاں لکھا ہے کہ نماز میں نبی کریم ﷺ کا خیال شرک ہے؟ مفتی حماد صاحب نے اوراق سیاہ نہیں کئے بلکہ آپ کو اپنے سیاہ دل کی وجہ سے اس میں سیاہی نظر آرہی ہے۔

ملا علی قاری کی طرف آپ نے یہ عبارت منسوب کی کہ وہ دوران عبادت سجدہ کر کے اس کو تعظیم

سمجھتے، حالانکہ ملا علی قاری کی عربی عبارت کتاب میں موجود ہے ان کا مقصود یہ بیان کرنا نہیں کہ سجدے کو تعظیم سمجھتے بلکہ سجدہ کرتے تعظیم کی وجہ سے نیز ان کی عبارت یہ ہے جو پکار پکار کو آپ کو مشرک کہہ رہی ہے شائد اسی وجہ سے پوری عبارت نقل کرنے کی جرات آپ کو نہ ہوئی:

والمبالغہ فی تعظیم الانبیاء و ذالک ھو الشرک

(صراط مستقیم پر اعتراضات کا جائزہ ص ۶۴)

کہئے جناب آپ تو نبی کی تعظیم کو ہی نماز سمجھتے ہیں مگر ملا علی قاری تو فرمارہے ہیں کہ انبیاء کی تعظیم میں مبالغہ کرنا ہی شرک ہے۔ ہم نے تو صریح حوالہ نہیں حوالہ جات پیش کر دیئے اگر آپ میں غیرت ہے تو ہمارا چیلنج ہے کوئی حدیث ایسی پیش کریں جس میں یہ ہو کہ رکوع و سجود میرے نقش پا ڈھونڈنے کیلئے نماز میں کرنا۔ ھاتوا برھانکم ان کنتم صادقین۔

قارئین کرام صراط مستقیم کے متعلق احادیث سے یہ مدلل بحث صراط مستقیم پر اعتراضات کا جائزہ ص ۴۶ تا ۵۷ پر موجود ہے جو دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے جس کا کوئی جواب ان مشرکوں کے پاس نہیں سوائے اس کہ وہ جعلی عبارتیں جعلی موقف ہماری طرف منسوب کر کے پھر اس کا رد کرنا شروع کر دیں اور سینہ پھلا کر کہیں دیکھو ہم نے جواب دے دیا۔

اعتراض ۶: غلام حسین نقشبندی اسی عبارت پر اعتراض کرتے ہوئے لکھتا ہے:

گھگڑوی صاحب لکھتے ہیں: چاہئے تو یہ تھا کہ ایسے بے پرواہ عابد اور مغفل نمازی پر (یعنی جس نمازی کو نماز میں حضور ﷺ کا خیال آئے) اس پر آسمان سے فوراً بجلی گرتی اور وہ بھسم ہو جاتا آندھی آتی اور اس کو کسی گمنام کنویں اور گھڑے میں پھینک دیتی آسمان سے پتھر برسائے جاتے اور اس کا بھیجا نکال لیا جاتا آگ آتی اور اس کو جلا کر راکھ کا ڈھیر بنادیتی زمین شق ہوتی اور یہ سارے کا سارا اس میں دھنسا دیا جاتا۔

آگے لکھتے ہیں:

آخر میں اگر توبہ نصیب ہو اور خاتمہ بالخیر سے ہو جائے تو دیگر گناہوں کی طرح یہ جرم بھی معاف ہو جائے گا (عبارات اکابر، ص ۹۸)

قارئین کرام! سرفراز صاحب گھگڑوی کا یہ تبصرہ صاف بتارہا ہے کہ علمائے دیوبند کے نزدیک

حضور ﷺ کا خیال مبارک نماز میں اتنا برا ہے کہ ایسے مغفل نمازی پر اللہ کا عذاب آنا چاہیے

(شمشیر حسینی ص ۳۵، ۳۶)

جواب: رضاخانی معترض نے پدری عادت سے مجبور ہوکر عبارت کو نقل کرنے میں انتہائی رضاخانیت (یعنی فریب وفراڈ) کا مظاہرہ کیا ہے مکمل عبارت سیاق وسباق کے ساتھ ملاحظہ ہو:

اس کو یوں سمجھئے کہ اگر کوئی شخص دنیا کی کسی عدالت میں کسی جج اور کسی مجسٹریٹ کے سامنے کھڑا ہو اور اس کو بیان دے رہا ہو مگر وہ بجائے اس سے ہم کلام ہونے کے عدالت کے وقت میں جج کی موجودگی میں کسی اور سے کلام کر رہا ہو یا جج کی طرف توجہ کرنے کے بجائے قصداً کسی اور طرف دیکھ رہا ہو تو بہت ممکن ہے کہ اس پر توہین عدالت کا مقدمہ چلے اور اپنے کئے کا خمیازہ بھگتے۔ یہ برائے نام حاکم اس احکم الحاکمین کے مقابلہ میں اور یہ مجازی عدالتیں رب العزت کی سچی عدالت کے مقابلہ کیا وقعت رکھتی ہے؟ چاہئے تو یہ تھا کہ ایسے بے پرواہ عابد اور مغفل نمازی پر (یعنی جس نمازی کو نماز میں حضور ﷺ کا خیال بطریق صرف ہمت آئے) اس پر آسمان سے فوراً بجلی گرتی اور وہ بھسم ہوجاتا آندھی آتی اور اس کو کسی گمنام کنویں اور گھڑے میں پھینک دیتی آسمان سے پتھر برسائے جاتے اور اس کا بھیجا نکال لیا جاتا آگ آتی اور اس کو جلا کر راکھ کا ڈھیر بنا دیتی زمین شق ہوتی اور یہ سارے کا سارا اس میں دھنسا دیا جاتا مگر پروردگار تو ارحم الراحمین ہے وہ بایں ہمہ اس سے درگزر فرماتا ہے آخر میں اگر توبہ نصیب ہو اور خاتمہ بالخیر سے ہوجائے تو دیگر گناہوں کی طرح یہ جرم بھی معاف ہوجائے گا (عبارات اکابر، ص ۹۷، ۹۸)

قارئین کرام! مکمل عبارت آپ نے پڑھ لی اس میں کہیں بھی امام اہلسنت ؒ نے یہ نہیں لکھا کہ معاذ اللہ نماز میں نبی کریم ﷺ کا خیال آنے پر عذاب آنا چاہئے وہ تو یہ فرما رہے ہیں کہ نماز میں نمازی بجائے رب کی طرف اپنی تمام تر توجہ مبذول کرنے کے، بجائے اس کی بندگی کی طرف اپنے خیالات کو مذکور رکھنے کے بجائے اللہ کی ذات کو بالکل بھول کر غیر اللہ کی طرف اپنے خیالات کو مرکوز کرلے تو یہ آدمی اس لائق ہے کہ اس پر اللہ کا عذاب آجائے جب عارضی عدالتیں ان گستاخی کو برداشت نہیں کرسکتی کہ جج کے بجائے آپ اس کے سامنے کسی اور کی طرف محو گفتگو ہوں تو اللہ کی بارگاہ میں اس قسم کی گستاخی کس طرح قابل برداشت ہوسکتی ہے؟ ایسی نمازیں

رضاخانیوں ہی کو مبارک مگر چونکہ رضاخانیوں کی نمازیں اسی قسم کی ہوتی ہیں اس لئے ان کو امام اہلسنت کی اس عبارت سے قلبی تکلیف ہونا لازمی امر ہے۔

اعتراض ۷: صفدر صاحب کی نرالی گپ: اور جس کا معنی آپ نے ہمت کو لگا دینا پڑھے ہیں اس کے معنی محض تصور اور خیال آنا کے نہیں ہیں جیسا کہ خان صاحب اور ان کے متوسلین کرتے ہیں بلکہ وہ خیال ہے جس میں قصد اور ارادہ اپنی پوری ہمت لگا دی جائے (عبارات اکابر ص۹۸) یعنی دہلوی صاحب نے حضور ﷺ کے جس خیال کو نماز میں گدھے کے خیال سے برا کہا ہے وہ خیال ہے جو ارادۃً قصداً ہو

(شمشیر حسینی، ص ۳۷، ۳۸)

جواب: پھر وہی دھوکا اور فراڈ صرف خیال، قصد، ارادہ کا ذکر نہیں بلکہ اس کے ساتھ عبارت میں صاف طور پر ''ہمت'' کا لفظ موجود ہے جس کی مکمل تشریح ما قبل میں گزر چکی ہے اور رضاخانی اسی کو نہ سمجھتے ہوئے بار بار ''خیال'' کی رٹ لگا کر اپنی جہالتوں اور تعصبات کا مظاہرہ کر رہے ہیں۔

مزید تفصیل کیلئے:

صراط مستقیم کی عبارت کی مزید توضیح کیلئے حضرت علامہ ڈاکٹر خالد محمود صاحب مدظلہ العالی کی کتاب ''نماز م کا مقام توحید'' اور مفتی حماد صاحب نقشبندی کی کتاب ''صراط مستقیم پر اعتراضات کا جائزہ'' ملاحظہ فرمائیں۔

اعتراض ۸: امام الانبیاء ﷺ اور دیگر تمام انبیاء چمار سے زیادہ ذلیل اور ذرہ ناچیز سے کمتر ہیں۔ نعوذ باللہ

یہ بدبودار عنوان قائم کر کے رضاخانی ترجمان لکھتا ہے:

''دیوبندی مذہب کے امام مولوی اسمٰعیل دہلوی لکھتے ہیں کہ: یہ یقین جان لینا چاہئے کہ ہر مخلوق بڑا (انبیاء و اولیاء) ہو یا چھوٹا (ہم تم) وہ اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی ذلیل ہے۔ (تقویۃ الایمان، ص ۸۴، طبع دہلی)

اللہ کی شان بہت بڑی ہے کہ سب انبیاء واولیاء اس کے روبرو ذرہ نا چیز سے بھی کمتر ہیں (تقویۃ الایمان، ص ۵۶)۔

(دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف، ص ۶۷، شمشیر حسینی، ص ۲۸، ۲۴، دیوبند سے بریلی ص ۳۴، ۳۵، دیوبندی مذہب، ص ۲۰۶، ۲۰۷، ۱۷۸)

جواب: رضاخانیوں نے سنت آباء پر عمل کرتے ہوئے عبارات کونقل کرنے اور مفہوم کو بیان کرنے میں دجل وفریب کا مظاہرہ کیا ہے راقم الحروف اس اعتراض کا تفصیلی جواب ''نورسنت شمارہ ۷''میں دے چکا ہے جواب مفید اضافوں کے ساتھ یہاں ہدیہ قارئین کیا جاتا ہے۔

میرے محترم پہلے آپ تقویۃ الایمان کی پوری عبارت ملاحظہ فرمائیں اس کے بعد انشاء اللہ فقیر اپنی معروضات عرض کرے گا:

تقویۃ الایمان کی عبارت

واذقال لقمان لبنیہ وھو یعظہ یابنی لاتشرک باللہ ان الشرک لظلم عظیم

(پ ۲۱ سورہ لقمان)

ترجمہ!اور فرمایا اللہ تعالی نے سورہ لقمان میں جب کہا لقمانؑ نے اپنے بیٹے کو اور نصیحت کرتا تھا اس کو اے بیٹے میرے مت شریک بنا اللہ کا بے شک شریک بنانا بڑی بے انصافی ہے۔

ف: یعنی اللہ صاحب نے لقمانؑ کو عقل مندی دی تھی سو انھوں نے اس سے سمجھا کہ بے انصافی یہی ہے کہ کسی کا حق اور کسی کو پکڑا دینا اور جس نے اللہ کا حق اس کی مخلوق کو دیا تو بڑے سے بڑے کا حق لے کر ذلیل سے ذلیل کو دے دیا جیسے بادشاہ کا تاج ایک چمار کے سر پر رکھ دیجئے اس سے بڑی بے انصافی کیا ہوگی؟

اور یہ یقین کر لینا چاہئے کہ ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا وہ اللہ تعالی کی شان کے آگے چمار سے بھی ذلیل ہے۔

پہلی گزارش (تحقیق جواب)

بریلویوں کی طرف سے اس عبارت پر اعتراض محض تعصب کا شاخسانہ ہے اگر یہ لوگ مصنف کے طرز کلام اور تقریر کے رویہ کو غور اور تامل سے اور ساری کتاب کو انصاف کی رو سے

دیکھتے تو ہرگز یہ اعتراض نہ کرتے۔ اللہ رب العزت نے مشرکوں اور کافروں کو غور و تدبر نہ کرنے پر بارہا الزام دیا ہے اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰن اہل علم پر کچھ چھپا نہیں کہ یہ اعتراض بوگس ہے اور حقیقت یہ ہے کہ تعصب، اور ضد کا علاج ہمارے پاس کچھ نہیں۔

نا کس کا صفا کیش سے مطلب نہ بر آئے
جو کور ہو عینک سے اسے کب نظر آئے

مولنا حکیم برکات احمد صاحب (جن کو بریلوی اپنے اکابر میں شمار کرتے ہیں) نے کیا خوب کہا کہ:

"اکابر علماء کا یہ طریقہ ہے کہ جو کسی عالم کی تصنیف میں غلطی ہو جائے تو اس کو حتی الامکان بناتے ہیں اگر صحیح ہو تو فھو المراد اور اگر وہ غلطی صحیح نہ ہو سکے تو مصنف کو برائی سے یاد نہ کرے چہ جائے کہ اس کو کافر کہیں اگر تقویۃ الایمان میں کوئی غلطی نظر آئے تو اس کو حتی الامکان صحیح کرنا چاہئے اگر صحیح نہ ہو سکے تو اس کو چھوڑ دے مصنف کتاب کو کافر نہ کہے یہ متقدمین علماء کے خلاف ہے اگر تقویۃ الایمان سمجھ میں نہیں آتی تو اس کو نہ دیکھیں"۔

(مولانا حکیم سید برکات احمد سیرت و علوم: ص ۱۹۰: برکات اکیڈمی کراچی ۱۹۹۳)

اہل علم پر یہ بات خوب واضح ہے کہ حضرت شاہ اسمعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کا مقصد اللہ تعالیٰ کی حکمتوں اور قدرت کاملہ کو بیان کرنا ہے اور اس کے مقابلے میں مخلوق کی عاجزی ضعف اور کمزوری کو بیان کرنا ہے۔ حضرت شاہ صاحب نے اپنی بات کو بیان کرنے کیلئے جس پیرایہ کو اختیار کیا ہے وہ ہرگز کسی ولی یا نبی کی توہین پر مبنی نہیں۔ دیکھیں اللہ تعالیٰ عیسائیوں کے فاسد عقائد کو رد کرتے ہوئے فرماتا ہے لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ قُلْ فَمَنْ يَّمْلِكُ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا اِنْ اَرَادَ اَنْ يُّهْلِكَ الْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَاُمَّهٗ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا۔ جن کو خدا نے عقل دی ہے وہ جانتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ معاذ اللہ قابل ہلاکت اور عذاب کے نہیں ہیں اللہ تعالیٰ نے صرف ایسے معتقدوں کے گمان فاسد کے رد کیلئے ایسی تنبیہ اور

زجر فرمائی ہے کہ وہ لوگ عقیدہ باطل سے توبہ کریں اور خدائے قہار وجبار کا حکم بجا لائیں تو صاحب تقویۃ الایمان نے جاہل عوام کے گمان باطل اور زعم فاسد کا رد کیا ہے کہ جو یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ فلاں مخلوق یا فلاں ہستی جو چاہیں سو کریں کوئی ان کو پوچھنے والا نہیں وہ مختار کل ہیں خدائی اختیارات کے مالک ہیں تو ایسے لوگوں کے گمان کو رد کرتے ہوئے شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی زیادہ ذلیل ہے۔غور فرمائیں کہ یہاں بیان دو نسبتوں کا ہے ایک تو نسبت مخلوق کی خالق سے ہے اور دوسری نسبت ایک مخلوق کی دوسری مخلوق سے اور یہاں پہلی نسبت کا بیان ہے گویا مقصود صاحب تقویۃ الایمان کا صرف یہی ہے کہ نسبت مخلوق کے مراتب کی خالق کے مراتب کی نسبت کے ساتھ بالکل کچھ بھی نہیں ایک ذرہ برابر بھی مخلوق کا مرتبہ خالق کے مراتب کے آگے نہیں اس واسطے کے تمام مخلوق حادث محتاج ہے قدیم پیدا کرنے والے قدرت کامل رکھنے والے کی اس سے اس کو کچھ بھی مناسبت ومشابہت نہیں لیس کمثلہ شیء اس کی تو شان یہ ہے کہ اذا اراد شیئا ان یقول لہ کن فیکون پس صاحب تقویۃ الایمان کا یہ قول ہے کہ ہر مخلوق اللہ تعالی کی شان کے آگے چمار سے بھی زیادہ ذلیل ہے بہت بجا اور بالکل درست ہے کیونکہ ہر موحد مسلمان کا یہی اعتقاد ہے کہ اس عزیز ذو انتقام کے آگے ہر مخلوق ذلیل یعنی نہایت ضعیف اور عاجز بے سروسامان ہے۔یہاں ذلت کا لفظ بھی اسی لئے استعمال کیا گیا کہ اس کی نقیض عزت ہے ہے جس کے معنی قوت اور وہ دائمی قدیمی سوائے اللہ کے کسی کو نہیں وہ خود فرماتا ہے کہ میں ذلت سے منزہ ومبرہ ہوں ولم یکن لہ ولی من الذل یعنی وہ رب ایسا نہیں کہ اسے کسی ذلیل یعنی کمزور کی حاجت ہو۔

پس وہ خالق بے نیاز وغنی ہے اور ہر مخلوق سراسر احتیاج ومحتاج ہے اس ذات کے ساتھ اس کی کسی طرح برابری شرکت اور مقابلہ نہیں کیونکہ وہ خالق مطلق اور رزاق برحق ہے ازل سے ابد تک عزیز وقوی و، مالک الملک قاہر وغالب قدیم ہے ولہ الکبریاء فی السموت والارض اور حدیث قدسی الکبریاء ردائی والعظمۃ ازاری اس عزیز السلطان کی شان ہے

چنانچہ وہ خود اپنی شان کے متعلق فرماتا ہے کہ ان کل من فی السموت والارض

الا اتی الرحمن عبدا اسی آیت کی تفسیر میں ابو البرکات عبداللہ بن احمد بن محمود النسفیؒ فرماتے ہیں:

ای خاضعا، ذلیلا منقادا۔ (تفسیر نسفی ج ۲، ص ۳۵۴، دار بن کثیر بیروت)

اور صاحب جلالین نے تو صاف تصریح کر دی کہ ان میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت عزیر علیہ السلام بھی داخل ہیں چنانچہ وہ فرماتے ہیں کہ:

ای ذلیلا خاضعا یوم القیامۃ منھم عزیر و عیسی۔ (جلالین، ص ۲۶۰)

آخر یہ معترضین صاحب جلالین پر کوئی فتوی کیوں نہیں لگاتے جو ان اولوالعزم انبیاء کا نام لیکر لفظ ''ذلیل'' کی نسبت ان کی طرف کررہے ہیں۔۔۔؟؟؟؟ ان پر فتوے کیوں نہیں۔۔؟؟ کسی نے کیا ہی خوب کہا

ہنر بچشم عداوت قبیح تر باشد حسد بحاسد طبعے فصیح تر باشد

امام راغب اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی عبد کے معنی ذلیل کے لکھے ہیں تو ان پر کوئی فتوی کیوں نہیں جس طرح ان کا مقصد توہین نہیں بلکہ یہ بتانا ہے کہ اس واحد القہار ذات کے سامنے تمام مخلوق ہے وہ ضعیف وناتواں ہے جس کو ذلیل سے تعبیر کیا ہے پس یہی مقصود تقویۃ الایمان کی اس عبارت کا ہے حیرت تو یہ ہے کہ صاحب تقویۃ الایمان نے نہ تو کسی ولی کا ذکر کیا نہ نبی کا مگر پھر بھی وہ گستاخ اور یہ حضرات انبیاء علیہم السلام کا نام لکھ کر یہی الفاظ استعمال کررہے ہیں مگر پھر بھی ولیاء اللہ۔ مگر

ان بزرگوں کو برا کہنے سے کیا پھل پاؤ گے
دیکھ لو گے تم بھی کل اس کی کیا سزا پاؤ گے

صاحب جلالین قرآن پاک کی آیت ما المسیح ابن مریم الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل و امہ صدیقہ کانا یا کلان الطعام کی تفسیر میں لکھتے ہیں کانا یا کلان الطعام کغیر ھما من الحیوانات (ص ۱۰۴) غور فرمائیں یہاں تو ایک اولوالعزم نبی اور ان کی پاکباز والدہ کو بسبب احتیاج اور ضعیف ہونے کے جانوروں سے تشبیہ دے دی گئی اور حیوانات کے ساتھ ان کا ذکر کر دیا گیا اب کوئی بریلوی حضرات کی طرح شرم وحیاء کا کرتہ تین سال کی عمر میں

اٹھالے اور کہے کہ:

حیوانات میں تو کتا بھی ہے----

خنزیر بھی ہے-----

گدھا بھی ہے----

الو بھی ہے-----

گویا صاحب جلالین نے معاذ اللہ------اندازہ لگائیں بات کہاں تک پہنچ گئی؟ تو اگر صاحب تقویۃ الایمان نے مخلوق کی کمزوری وعاجزی کو ثابت کرنے کیلئے مطلقا مخلوق کیلئے چمار (موچی) کا لفظ استعمال کر دیا تو کسی کو کیا تکلیف--؟؟ بتائیں کیا جلالین میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت مریم علیہ السلام کو بسبب احتیاج کے اور اختیار نہ ہونے کے مانند اور جانوروں کی طرح لکھنا کیا ان کی حقارت اور گستاخ کرنے کیلئے لکھا گیا ہے--؟؟؟؟ نعوذ باللہ من سوء الفہم

شیخ سعدی بھی اسی قہار عزیز وجبار کی شان میں فرماتے ہیں کہ

گر بمحشر خطاب قہر کنند

انبیاء را چہ جائے معذرت است

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک جگہ دجال کی نیند کو پیارے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نیند سے تشبیہ دے دی تو احمد رضا خان صاحب لکھتے ہیں کہ:

"اقول لقد ثقلت ھذہ الکاف علی"

(فتاوی رضویہ: ج ۱: ص ۱۳۰۔ سنی دار الاشاعت ۱۹۶۷)

غور فرمائیں یہاں تو صرف یہ کہہ کر عبارت سے صرف نظر کیا جا رہا ہے کہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کا یہ کاف سے تشبیہ دینا میرے مزاج پر بہت بھاری گزرا لیکن اگر اس طرح کے پیرائے علمائے دیوبند کی کتابوں میں عام مخلوق کیلئے استعمال کر لئے جائیں تو فورا کفر کے فتوے ہائے ہائے انبیاء علیہم السلام کی گستاخی کر دی---

حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ اس قہار وجبار ذات کی کبریائی اور مخلوق کی بے چارگی ان الفاظ

میں بیان کرتے ہیں:

"واما معرفت دوم آں بود کہ از صفت وی نخیزد، ولکن از ناباکی و قدر آں خیزد کہ از وی من ترسد، چنانچہ کسی در چنگال افتد و بترسد نہ از گناہ خویش لیکن از آنکہ صفت شیری داند کہ طبع وی ہلاک کردن است و آنکہ بہ وی و بہ ضعیفی وی ہیچ پاک ندارد، وایں خوف تمام تر و فاضل تر، و ہر کہ صفات حق تعالی بشناخت وجلالت و بزرگی و توانائی و بے باکی وی بداں آنست کہ اگر ہمہ عالم ہلاک کنند و جاوید د دوزخ دارد، یک ذرہ از مملکت وی کم نشود و آنچہ آں را رقت و شفقت گویند از حقیقت آں ذات او منزہ است، جائی آں بود کہ بترسد وایں ترس انبیاء را نیز بود اگر چہ دانند کہ از معصیت معصوم اند و ہر کہ بخدائے تعالی عارف تر بود ترساں تر باشد و رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) از ایں گفت "من عارف ترین شمام بخدائے و ترساں ترین و برائے ایں گفت انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء و ہر کہ جاہل تر بود ایمن تر بود و وحی آمد بداود (علیہ السلام) کہ یاد اود از من چناں ترس کہ از شیر خشمگین ترسی۔

(کیمیائے سعادت، ج ۲، ص ۴۰۱، ۴۰۲، طبع تہران)

ترجمہ: معرفت کی دوسری صورت یہ ہے کہ اپنے عیوب اور معاصی کے باعث یہ خوف نہ ہو بلکہ وہ جس سے ڈرتا ہے اس کی بے باکی اور قدرت اس کی معرفت کا سبب بنی ہو، مثلاً جب کوئی آدمی شیر کے پنجے میں گرفتار ہو جاتا ہے تو اس وقت وہ اپنی غلطی اور کوتاہی کے سبب سے نہیں ڈرتا بلکہ اس بات سے ڈر رہا ہوتا ہے کہ شیر درندہ جانور ہے اور اس کو پنجے میں گرفتار ہونے والے کی کمزوری کی کچھ پرواہ نہیں، یہ خوف بہت فضیلت رکھتا ہے، پس جس نے اللہ کی صفت قدرت کو پہچانا اس کی بزرگی قوت اور بے پروائی کو جانا اور سمجھ گیا کہ اگر وہ سارے عالم کو ہلاک کردے اور ہمیشہ کیلئے دوزخ میں رکھے تو اس کی بادشاہت سے ایک ذرہ بھی کم نہیں ہوگا اور بے جا نرمی و شفقت بے جا سے اس

کی ذات پاک ہے تو یقیناوہ ڈرے گا ایسا خوف انبیاء کرام کو بھی ہوتا ہے اگرچہ وہ معصوم اور گناہوں سے پاک ہیں اور جس شخص کو یہ درجہ معرفت جس قدر زیادہ حاصل ہوگا وہ اسی قدر (اس ذات بے نیاز سے) زیادہ ڈرنے والا ہوگا اسی لئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ یقینا میں تم میں سب سے زیادہ اپنے رب کی معرفت رکھنے والا ہوں اور تمہاری نسبت سب سے زیادہ اس سے ڈرنے والا بھی ہوں اسی سبب سے اللہ تعالی نے فرمایا کہ اس کے بندوں میں سب سے زیادہ ڈرنے والے اہل علم ہی ہیں اور جو اس کے عرفان ذات و صفات سے جس قدر بے بہر اور جاہل ہوگا وہ اس کی ذات سے اتنا ہی زیادہ بے خوف ہوگا۔ حضرت داود علیہ السلام کی طرف وحی آئی کہ اے داود! مجھ سے ایسا ڈر جیسے شیر سے ڈرتا ہے۔

امام غزالیؒ کی روحانی و علمی وجاہت کا کوئی جاہل ہی منکر ہوسکتا ہے جب انھوں نے اللہ کی قدرت کاملہ اور اس کی بے پرواہ ذات کی بڑائی و کبریائی کو ثابت کرنے کیلئے بھیڑئے اور درندے کی مثال دے دی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت داود علیہ السلام کے ناموں کی اس میں تصریح کردی تو اگر شاہ صاحب نے مخلوق کیلئے چمار کی مثال دے دی یا ذلیل کا لفظ استعمال کرلیا تو کسی کو کیا تکلیف؟۔

غرض اس طرح کی مثالیں معاذ اللہ کسی کی توہین یا تنقیص کو بیان کرنے کیلئے نہیں بلکہ اللہ رب العزت کی طاقت وقدرت اور مخلوق کی بے بسی کو ظاہر کرنے کیلئے بیان کی جاتی ہیں حضرت شاہ صاحب نے جو اسلوب اختیار کیا وہ قرآن وسنت اور بزرگان دین کے اسلوب بیان کے عین مطابق ہے۔ تو پھر آخر یہ دشمنی صرف شاہ صاحب سے ہی کیوں۔؟؟؟

شاہ صاحب کی عبارت میں ''آگے'' کا لفظ ہے جس کا عام معنیٰ ''مقابلہ'' ہوتا ہے۔ جیسے کہا جاتا ہے کہ چاند کی سورج کے آگے کیا حیثیت ہے یعنی چاند کی سورج کے مقابلے میں کیا حیثیت ہے۔ اسی طرح کہتے ہیں کہ صدر کے حکم کے آگے تھانیدار کے حکم کی کوئی وقعت نہیں تو اس کا مطلب ہوتا ہے کہ صدر کے حکم کے مقابلے میں تھانیدار کے حکم کی کوئی وقعت نہیں۔ حضرت شاہ صاحب کی عبارت میں آگے کا لفظ اسی مقابلہ کے معنیٰ میں استعمال ہوا ہے یعنی خالق کے مقابلہ میں۔

اسی طرح ''ذلت'' کے لفظ کے متعلق وضاحت کردوں کہ ذلت کے معنی ضعف کمزوری قلت کے ہیں امام راغب اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

الذل ما كان عن القهر۔۔یقال الذل و القل، و الذلة و القلة (مفردات القرآن، ص ۱۳۶)

غرض ذلت کے معنی کمزور، عاجز ناتواں ہونا دوسرے کے مقابلے میں، اور عزت کے معنی قوت وغلبہ امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ قرآن پاک کی آیت ولقد نصرکم اللہ ببدر و انتم اذلۃ کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

قال صاحب الكشاف الاذلة جمع قلة۔۔۔انه تعالى قال و لله العزة ولرسوله وللمومنين فلابد من تفسير هذا الذل بمعنى لا ينافي مدلول هذه الآية، و ذالک هو تفسيره بقلة العدد و ضعف الحال و قلة السلاح و المال و عدم القدرة على مقاومة العدو و معنى الذل الضعف عن المقاومة و نقيضه العز و هو القوة و الغلبة۔

(تفسیر کبیر، ج ۸، ص ۲۲۸)

یہاں یہ بات بھی قابل غور ہے کہ امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ نے خود اس آیت کی نقیض اور معارضے میں قرآن پاک کی ایک اور آیت و للہ العزۃ ولرسولہ و اللمومنین کو پیش کر کے اس کا جواب دیا بریلویوں کے مناظر اعظم عمر اچھروی نے بھی مقیاس حنفیت میں اسی آیت کو تقویۃ الایمان کی اس عبارت کی نقیض میں پیش کر کے واویلا کیا مگر شاہ صاحب کی کرامت تو دیکھئے کہ اس کا جواب امام رازی نے اس وقت دے دیا جب ابھی عمر اچھروی پیدا بھی نہیں ہوئے تھے۔۔

اس حوالے سے صاف ظاہر ہے کہ ہر مخلوق خالق بدیع السموت کے قوت وغلبہ وعزت کے مقابلے میں بلاریب ذلیل ہے یعنی ذرہ کے مانند ضعیف وناتواں کس قدر افسوس کی بات ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین کو تو کفار مشرکین اور عاجز مخلوق کے مقابلے میں ذلیل کہا جارہا ہے مگر وہی اسلوب جب شاہ صاحب مخلوق اور خالق کے درمیان نسبت کو بیان کرنے کیلئے اختیار کریں تو کفر گستاخی توہین کے فتوے۔

تفسیر ابوسعود میں ہے کہ:

اذلۃ جمع ذلیل و انما جمع قلۃ للایذان باتصافہم حینئذ بوصفی القلۃ والذلۃ اذا کانوا اثلاثمائۃ و بضعۃ عشر و کان ضعف حالھم فی الغایۃ (تفسیر ابوسعود ج ۱ ص ۴۰۹)۔

پس قرآن شریف اور تفسیروں سے واضح ہوا کہ اس مالک الملک نے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو بسبب ضعف وقلت مال کے کفار کے مقابلے میں ذلیل فرمایا تو مخلوق اس مالک الملک کی عزت کاملہ وسلطنت قاہرہ کے آگے اور قوت باہرہ کے سامنے کیوں کر ضعیف ونحیف وذلیل نہ گنے جائیں اس لئے کہ ذلت وضعف محتاج انسان کا نشان ہے اور فرمان رب اس پر دلیل ہے وہ خود فرماتا خلق الانسان ضعیفا اور یہ شان تو اسی کی ہے ھو القاھر فوق عبادہ۔

پھر حضرت شاہ صاحب نے بادشاہ اور چمار کا ذکر کر کے واضح کر دیا کہ یہاں ذلیل کے معنی کمزور ضعیف اور بے سروسامان کے ہیں نہ کہ حقیر، کمینہ اور بے عزت جیسا کہ بریلوی حضرات لوگوں کو مغالطہ دیتے ہیں کیونکہ ہر شخص جانتا ہے کہ موچی بادشاہ کے مقابلے میں کمزور ضعیف تو ہوتا ہے بے عزت اور کمینہ نہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ بریلوی نادار اور ضعیف کو ہی کمینہ سمجھتے ہوں کیونکہ ان حضرات کی ساری توجہ دنیا کے مال ومتاع ہی پر ہوتی ہے اسی دنیاوی متاع کیلئے اپنا ایمان بھی بگاڑا اور لوگوں کے ایمان بگاڑنے پر بھی تلے ہوئے ہیں۔ بے عزت، حقیر اور رسوا تو وہ ہوتا ہے جو بدعمل، بدکردار، بدعقیدہ ہو جو شخص غلط عقائد رکھتا ہو، غلط کام کرتا ہو بے عزت ورسوا وہی ہوتا ہے خواہ ہفت اقلیم کی بادشاہت رکھتا ہو اور جو شخص خدا کے پسندیدہ کام کرتا ہو وہ خواہ کتنا کمزور وضعیف کیوں نہ ہو بے عزت وحقیر نہیں ہوتا کہ ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم۔ غرض عبارت کا مطلب صرف اتنا ہے کہ ہر مخلوق چاہے وہ طاقتور ہو یا کمزور، دولت مند ہو یا نادار اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں اس سے بھی زیادہ کمزور وناتواں ہوتی ہے جتنا کہ ایک موچی بادشاہ کے مقابلے میں ضعیف اور کمزور ہوتا ہے۔

تقویۃ الایمان کی عبارت میں بریلوی مولوی اکثر ''بڑا'' ''چھوٹا'' کے لفظ سے دھوکہ دیتے ہیں کہ بڑے سے مراد انبیاء علیہم السلام ہیں اور چھوٹے سے مراد اولیاء اللہ (جیسا کہ احمد

سعید کاظمی نے الحق المبین میں لکھا) حالانکہ چھوٹا بڑے سے مراد عوام اور بادشاہ بھی ہو سکتے ہیں، طاقتور اور کمزور بھی بڑا چھوٹا کہلائے جا سکتے ہیں، جب کہا جاتا ہے "بڑا ملک چھوٹے ملک پر حملہ نہ کرے" تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ طاقتور ملک کمزور ملک پر حملہ نہ کرے، اسی طرح مالدار اور نادار پر بھی چھوٹے بڑے کا اطلاق ہو سکتا ہے، زیادہ عمر والوں اور کم عمر والوں کو بھی بڑا چھوٹا کہا جاتا ہے غرضیکہ چھوٹے بڑے کے بہت سے معنی مراد لئے جا سکتے ہیں مگر برا ہو تعصب کا کہ بریلویوں نے ہر حال میں یہ رٹ لگائی ہے کہ نہیں بڑے سے مراد انبیاء ہیں اور چھوٹے سے مراد اولیاء اللہ۔ اگر کفر ایسے ہی ثابت ہوتا ہے تو احمد رضا خان صاحب کا ایک شعر ملاحظہ ہو:

واہ کیا مرتبہ اے غوث ہے بالا تیرا
اونچے اونچوں کے سروں سے قدم اعلیٰ تیرا

(حدائق بخشش: حصہ اول: ص ۴۔ مدینہ پبلشنگ)

اب کوئی کہے کہ یہاں اس شعر میں اونچے سے مراد تو اولیاء اللہ ہیں اور اس اونچے سے بھی اونچوں سے مراد انبیاء علیہم السلام ہیں گویا احمد رضا خان صاحب کے نزدیک شیخ جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا مرتبہ معاذ اللہ انبیاء سے بھی بڑھ کر ہے۔ کیا کوئی بریلوی ہماری اس تشریح کو تسلیم کرے گا؟ ایک جگہ ایک بریلوی کے سامنے جب فقیر نے یہی شعر پیش کیا تو کہا کہ اعلیٰ حضرت نے دیگر مقامات پر بیان کیا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کا رتبہ سب سے اونچا ہے لہٰذا انبیاء اس شعر سے خارج ہیں میں نے فوراً کہا کہ اللہ کے بندے شاہ اسمعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ نے جو جگہ جگہ انبیاء کی شان و مراتب کو بیان کیا کیا وہ تجھے نظر نہیں آتی؟

حضرت خواجہ نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

"کسی شخص کا ایمان اس وقت تک کامل نہیں ہو سکتا جب تک اس کے سامنے ساری خلقت اس طرح ظاہر نہ ہو گویا وہ اونٹ کی مینگنی ہے"۔ (فوائد الفواد: ص ۲۲۳۔ علماء اکیڈمی محکمہ اوقاف پنجاب)

پشاور کے معروف بریلوی عالم پیر محمد چشتی صاحب لکھتے ہیں کہ:

"تمام مخلوق میں وہ (یعنی ذوات قدسیہ انبیاء مرسلین علیہم الصلوۃ والسلام) بھی شامل ہیں"۔

(اصول تکفیر: ص ۱۹۷)

جواب دیں کیا اس اصول کے تحت "ساری خلقت" کے لفظ میں انبیاء مرسلین شامل نہیں؟ احمد رضا خان صاحب اس عبارت کا جواب دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ مخلوق کی دو قسمیں ہیں ایک تو انبیاء اولیاء اللہ نیک مومنین اور دوسری مخلوق جو دینی اعتبار سے کسی عظمت کے لائق نہیں ان کے بدترو ذلیل تو کفار مشرکین مثل وہابیہ دیوبندیہ غیر مقلدین پھر باقی ضالین، اس قسم کی عبارتوں میں یہی دوسری قسم کی مخلوق مراد ہیں اور انبیاء اولیاء اللہ اس سے مستثنیٰ ہیں۔

(ملخصا۔عبارات اکابر کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ: ص ۱۱۸ تا ۱۲۱)

غور فرمائیں عبارت میں دور دور تک اس تقسیم کا کوئی ذکر نہیں مگر چونکہ اس عبارت پر فتوی لگانے پر مزارات کی آمدنی رکنے کا اندیشہ تھا اس لئے اتنی دور کی کوڑی لائے تو ہم بھی کہہ سکتے ہیں کہ تقویۃ الایمان میں ہر مخلوق سے مراد وہ مخلوق ہے جن کی دینی اعتبار سے کوئی عظمت نہیں ان کے بدترو ذلیل تو کفار مشرکین مثل رضا خانی، مرزائی اور شیعہ ہیں۔ اس عبارت میں مقصود انہی کو بیان کرنا ہے کہ بڑے سے مراد تو ان کے بڑے پیشوا جیسے احمد رضا خان صاحب، نعیم الدین مراد آبادی صاحب، مرزا قادیانی اور چھوٹے سے مراد بعد کے پیر فقیر تو شاہ صاحب فرمارہے ہیں کہ اللہ کو چھوڑ کر ان جیسوں کو حاجت روا مشکل کشا اپنا نبی ماننا ایسا ہے کہ جیسے کسی بڑی ہستی کا منصب ان جیسے ذلیلوں کو دے دیا جائے۔ بریلوی حضرات سیخ پا نہ ہوں کیونکہ جب وہ اس عبارت میں انبیاء واولیاء کو داخل کرنے کی جسارت کر سکتے ہیں تو یہ مشق احمد رضا خان، نعیم الدین اور دیگر بریلوی مشکل کشاؤں پر کیوں نہیں کی جاسکتی؟۔

دوسری گزارش

اس تفصیل کے بعد اس بات کو بھی ملحوظ خاطر رکھیں کہ مذکو بارہ بالہ عبارت میں نہ تو انبیاء علیہم السلام اور نہ ہی اولیاء اللہ رحمہم اللہ کی صراحت ہے نہ ذکر بلکہ مطلقا ایک بات ہے اور انشاء اللہ آگے آئے گا کہ بعض اوقات اجمال کا حکم اور ہوتا ہے تفصیل کا حکم اور ہوتا ہے۔ لیکن اگر بالفرض یہاں معترضین کے نزدیک گستاخی اس بنیاد پر ہے کہ اولیاء یا انبیاء کو ذلیل کہا گیا اور یہ کفر اور گستاخی ہے تو پھر آخر یہ دشنام طرازیاں صرف شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہی کے خلاف کیوں

؟ کیونکہ خود بریلوی بھی جن لوگوں کو اپنے اکابرین میں شمار کرتے ہیں ان میں سے بعض کی عبارات میں تو انبیاء علیہم السلام کا نام لے کر ان کیلئے ''ذلیل'' کا لفظ استعمال کیا گیا ہے چند حوالہ جات ملاحظہ ہوں:

احمد رضا خان صاحب کی طرف سے حضور ﷺ کیلئے ''ذلت'' کے لفظ کا استعمال:

احمد رضا خان اپنے شاعرانہ مجموعے حدائق بخشش میں حضور ﷺ کے بارے میں ایک شعر یوں بیان کرتے ہیں:

کثرت بعد قلت پہ اکثر درود　　　عزت بعد ذلت پہ لاکھوں سلام

(حدائق بخشش، حصہ دوم، ص ۲۹، مدینہ پبلشنگ کراچی)

غور فرمائیں کس واضح انداز میں یہاں حضور ﷺ کیلئے کہا جا رہا ہے کہ پہلے آپ ذلیل تھے معاذ اللہ ذلت میں تھے بعد میں جب صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی کثرت ہوئی تو آپ کو عزت ملی۔۔کیا نبی کریم ﷺ کا نام لے کر ان کو ذلت والا کہنا ان کی توہین نہیں۔۔؟؟؟ نصیر الدین گولڑوی بریلوی پر جب اسی قسم کا ایک اعتراض ہوا تو احمد رضا خان کے اسی شعر کو پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> ''اس محولہ بالا شعر میں کس عزت اور کس ذلت کا ذکر فرما رہے ہیں۔ کیا ان کو شان رسالت کا علم نہ تھا کہ انھوں نے ذلت کی نسبت آپ کی ذات عالیہ کی طرف کردی، کیا وہ آپ کے نزدیک فتویٰ گستاخی کی زد میں نہیں آتے؟ اگر نہیں تو کیوں''۔

(لطمۃ الغیب علی ازالۃ الریب، ص ۴۲، مہریہ نصیریہ پبلیشرز گولڑہ)

اب ہم یہاں بریلویوں سے وہی مطالبہ کرتے ہیں جو نصیر الدین گولڑوی نے کیا اور کیا ہی خوب کہا کہ:

> اگر آپ کے نزدیک ذات انبیاء کی طرف کسی قسم کی ذلت یا رسوائی کا انتساب یا یہ عقیدہ رکھنا کہ اس طبقے پر بھی بصورت امتحان ذلت آسکتی ہے انبیاء کی گستاخی ہے تو لیجئے سب سے پہلے آپ مولانا احمد رضا خان پر گستاخی کا فتوی

داغئیے اور جس بے باکی سے آپ کے سحاب قلم نے مجھ پر وہابیت اور گمراہی وغیرہ کے الفاظ برسائے ہیں، خدارا ایسی ہی حق گوئی کا مظاہرہ ذرا فاضل بریلوی کے حق میں بھی کر دکھائیں۔ مگر وہ بھی کتابی صورت میں، اور آج کے بعد سٹیجوں پر بھی اسی طرح فاضل بریلوی کے بے ادب اور گستاخ ہونے کا اعلان فرمائیں، جس طرح میرے لئے زحمت فرمایا کرتے تھے"۔ (ایضا ص ۴۴)

قارئین کرام!!! اور اہل انصاف بریلوی اس عبارت کو غور سے پڑھیں اور بار بار پڑھیں اور پوچھیے بریلوی حضرات سے کہ کیا وجہ ہے کہ اپنے بڑوں کی ان عبارتوں کو تو آپ نے چھپا رکھا ہے جنھوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم اور تمام انبیاء کی صراحت کر کے ان کو ذلت کا شکار کہا ہے اور شاہ صاحب کی عبارت جس میں کسی ولی یا نبی کی صراحت نہیں اس کے خلاف ہر چھوٹے بڑے بریلوی کی گز بھر زبان نکلی ہوئی ہوتی ہے۔۔؟؟؟ کیا یہ کھلی منافقت نہیں؟؟؟ کیا یہ محض تعصب ضد اور ہٹ دھرمی نہیں۔۔؟؟؟

رضاخانی تاویل:

بعض ہٹ دھرم رضاخانیوں سے جب اس شعر کا کوئی معقول جواب نہ بن پڑا تو اپنی اردو دانی کو ثبوت دیتے ہوئے کہا کہ یہاں شعر میں "بَعد" نہیں "بُعد" ہے اس پر نصب کی جگہ ضمہ پڑھا جائے۔ اس سلسلے میں عرض ہے کہ ہم نے پیر نصیر کا حوالہ پیش کر دیا ہے جو خود بھی ہفت زبان شاعر تھا جس نے یہاں بعد نہیں بُعد پڑھا ہے۔ اسی طرح خان محمد قادری کی شرح سلام رضا پر اس شعر میں بعد پر فتح لگا کر اعراب واضح کیا گیا ہے (شرح سلام رضا، ص ۲۰۰، مرکز تحقیقات اسلامیہ)

پھر اس شعر کا مطلب بیان کیا یعنی پہلے قلت اور بے سروسامانی تھی مگر اب کثرت وعزت اور غلبہ کا دور دورہ ہو گیا (ایضا ص ۲۰۲)

یہاں پہلے کے لفظ نے خود وضاحت کر دی کہ شعر میں بُعد نہیں بعد مراد ہے۔ اسی طرح مفتی غلام حسن قادری لکھتا ہے:

''ذلت، رسوائی (شرح حدائق بخشش، ص ۱۰۱۲)
اللہ تعالی نے اپنے محبوب کے دین کو جس کے ماننے والے ابتداء میں کم تھے مگر بعد میں اس قدر زیادہ ہو گئے کہ گنتی مشکل ہو گئی اور اس طرح کمزوری کے بعد اللہ تعالی نے اپنے دین کو عزت اور طاقت اور غلبہ عطا فرمایا''۔ (ایضاص ۱۰۱۳)

لیجئے کیا اب بھی کسی کو یہ تاویل کرتے ہوئے شرم نہیں آتی؟

صاحبزادہ الحاج غلام جیلانی سلطان صاحب کی اجازت اور اہتمام سے حضرت سلطان باہو کی ایک کتاب کا اردو ترجمہ شائع کیا گیا ہے اس کی ایک عبارت ملاحظہ فرمائیں:

آدم علیہ السلام کی ذلت شہوت کی وجہ سے تھی

(اسرار قادری، ص ۶۰ شبیر برادرز)

معاذ اللہ عبارت کو بار بار پڑھیں اور پوچھئے بریلوی حضرات سے کہ کیا کسی عاشق رسول ﷺ نے کبھی اس کتاب اس کے شائع کرنے والوں اور اس کو پڑھ کر اب تک خاموش رہنے والوں کے خلاف بھی قلم اٹھایا۔۔؟؟؟ اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو آخر یہ کھلی منافقت کیوں۔۔؟؟ یہ گستاخی کے فتوے صرف اہلحق پر کیوں۔۔؟؟

صاحب جلالین جو بریلوی حضرات کے ہاں بھی مسلم مفسر ہیں سورہ طہ کی آیت ان کل من فی السموت والارض اتی الرحمن عبدا کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

ای ذلیلا خاضعا یوم القیامۃ منھم عزیر و عیسی۔ (جلالین، ص ۲۶۰)

غور فرمائیں کس طرح حضرت عیسی علیہ السلام اور حضرت عزیر علیہ السلام کا نام لیکر ان کیلئے ''ذلیل'' کا لفظ استعمال کیا گیا بریلوی جواب دیں اگر تقویۃ الایمان کی عبارت گستاخانہ ہے تو اس سے بڑھ کر گستاخی ہم نے جلالین سے ثابت کر دی تمہارے قلم ان کے خلاف کیوں نہیں چلتے؟؟؟۔۔ کہاں گئے تمہارے عشق رسول کے دعوے۔۔؟؟؟

مولوی نصیر الدین سیالوی لکھتے ہیں کہ:

''ترھقھم ذلۃ نیز ارشاد باری تعالی ان الذین اتخذو العجل سینالھم غضب من ربھم ذلۃ ان آیا بینات پر نظر نہیں پڑی اور غور نہیں کیا کہ ان آیات میں ذلت کا لفظ کن معنوں میں آیا

ہے۔جلد از جلد توبہ کریں اور بارگاہ رسالت میں گستاخی کرنے اور گستاخوں کی وکالت کرنے سے باز آجائیں"۔(عبارات اکابر کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ:ص ۱۱۳)

تو یہی سوال ہم بریلویوں سے بھی کرتے ہیں کہ صاحب جلالین کی عبارت میں "ذلیلا" کس معنی میں آیا ہے اگر کہو کہ ولقد نصرکم اللہ ببدر وانتم اذلہ میں جس معنی میں آیا ہے وہی یہاں ہیں تو کیا بریلویوں کی نظر سے یہ آیات نہیں گزریں جن کا ذکر سیالوی نے کیا اگر گزریں ہیں تو اب فوراً توبہ کریں اور گستاخوں کی وکالت سے باز آجائیں۔جس اصول سے صاحب جلالین کی عبارت کو ان آیات سے مستثنیٰ کر دیا جائے گا انشاء اللہ اسی اصول سے تقویۃ الایمان کا استثناء بھی پیش کر دیا جائے گا۔

اگر بریلویوں کے یہ فتوے واقعی عشق رسالت کی بنیاد پر ہیں تو کریں ہمت اور لگائیں ایک عدد فتوی صاحب جلالین پر، لکھیں ایک کتاب اس عبارت کے خلاف، منعقد کریں ایک جلسہ صاحب جلالین کی گستاخی پر، لیکن یہ لوگ ایسا کبھی نہیں کریں گے کیونکہ ان کی روزی روٹی تو علمائے دیوبند کو بدنام کرنے کے ساتھ جڑی ہوئی ہے۔ہم جلالین کی اس عبارت کا ترجمہ نہیں کر رہے اور ترجمہ بریلوی حضرات پر چھوڑ رہے ہیں جو ترجمہ اس عبارت کا بریلوی حضرات کریں گے جو مطلب یہ بیان کریں گے وہی ترجمہ اور وہی مطلب ہماری طرف سے تقویۃ الایمان کی عبارت کا مان لیں

ما کان جوابکم فھو جوابنا

اسی آیت کی تفسیر میں ابو البرکات عبداللہ بن احمد بن محمود النسفیؒ فرماتے ہیں:

ای خاضعا، ذلیلا منقادا۔(تفسیر نسفی ج ۲،ص ۳۵۴، دار ابن کثیر بیروت)

اور ہم اوپر ثابت کر چکے ہیں کہ ان آنے والوں میں سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور عزیر علیہ السلام بھی ہیں تو اب کیا فتوی ہے بریلوی حضرات کا علامہ نسفی پر۔۔۔؟؟؟

سبع سنابل بریلوی اکابرین کے ہاں مستند اور بارگاہ رسالت ﷺ میں مقبول کتاب ہے اس کا ترجمہ مفتی خلیل خان برکاتی نے کیا اس میں قرآن پاک کی آیت ادعوا ربکم تضرعا وخفیۃ میں تضرعا کا ترجمہ ذلت کا خواری کرتے ہیں۔

(سبع سنابل، ص ۲۵۶ حامد اینڈ کمپنی، لاہور)

بریلوی حضرات سے ہمارا سوال ہے کہ کیا اس آیت کے مخاطب صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین، تمام اولیاء اللہ، فقہاء محدثین، اور خود نبی کریم ﷺ ہیں یا نہیں؟ اگر نہیں تو کس دلیل سے اگر ہاں تو کیا ان کیلئے ذلیل اور خوار کا لفظ استعمال کر کے برکاتی صاحب کافر گستاخ اور بے ادب ٹھرتے ہیں یا نہیں۔۔؟؟؟

اوراق غم کے مصنف احمد رضا خان کے خلیفہ ہیں وہ حضرت آدم علیہ السلام کے بارے میں لکھتے ہیں کہ:

''وہ آدم جو سلطان مملکت بہشت تھے۔ وہ آدم جو متوج بتاج عزت تھے آج شکار تیر مذلت ہیں''۔ (اوراق غم، ص ۲، منظور عام سٹیم پریس لاہور)

''حضرت عمر نے عرض کیا: پھر ہم دین میں ذلت کیوں گوارا کریں''۔

(رضائے مصطفیٰ: ص ۶: اپریل ۲۰۱۲)

قارئین کرام! تقویۃ الایمان کی جس عبارت پر اعتراض کیا گیا تھا اس میں نہ تو کسی نبی کی صراحت ہے نہ ولی کی جبکہ ہم نے مندرجہ بالا حوالہ جات میں ثابت کر دیا کہ احمد رضا خان، پیر نصیر، مولوی ابوالحسنات، صاحب جلالین، اسرا قادری، سبع سنابل، تفسیر نسفی میں انبیاء علیہم السلام بلکہ نبی کریم ﷺ کا نام لیکر ان کے لئے ذلت اور ذلیل کے الفاظ استعمال کئے گئے ہیں۔۔ پس اگر یہ کفر اور گستاخی ہے تو یہ حضرات صاحب تقویۃ الایمان سے کہیں بڑھ کر گستاخ اور بے ادب ہیں مگر کیا وجہ ہے کہ بریلوی حضرات پھر بھی ان کو اپنے اکابر میں سے تسلیم کرتے ہیں۔؟ آج تک ایک چھوٹا سا کتابچہ، چند منٹ کی تقریر ان گستاخیوں کے خلاف نہیں لکھی گئی نہ کہی گئی۔؟؟ اگر یہ عبارتیں گستاخانہ نہیں تو صاحب تقویۃ الایمان کیوں گستاخ ٹھرے۔۔؟؟؟ تقویۃ الایمان کی عبارت کس طرح گستاخی بن گئی۔۔؟؟؟

بریلویوں میں شرم کا کچھ بھی اثر نہیں
اعتراض اوروں پر اپنی خبر نہیں

شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ لکھتے ہیں:

یوسف علیہ السلام لما صبر علی الاخذ و الصبودیۃ و السجن و الذل و وافق فعل ربہ عزوجل صحت نجابتہ و صار ملکا نقل من الذل الی العزۃ

اس کا ترجمہ بریلوی عالم کرتا ہے:

حضرت یوسف علیہ السلام جب گرفتاری اور غلامی اور قید خانہ اور ذلت پر صبر کیا اور اپنے رب عزوجل کے فعل کی نجابت وشرافت صحیح رہی اور بادشاہ بن گئے ذلت سے عزت کی طرف"۔

(فیوض غوث یزدانی ترجمہ فتح الربانی، ص ۳۵۸)

شیخ عبدالقدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

سرور ذلیلاں در معرفت جلیل سرور انبیاء است دریں ذکر دفتے از فکر مشاہدہ کردم ذل حضرت رسالت علیہ السلام بحضرت خدائے تعالیٰ کہ اوراست دانستم کہ امین است وما ینطق عن الھوی۔

ترجمہ: انتہاء یہ ہے کہ بندہ جب اپنی حقیقت جانے گا تو اپنے آپ کو ذلیل پاوے گا اور بزرگوں کا بزرگ اللہ ہی ہے اور بندہ ذلیل، ذلیل اس لئے ہوتا ہے کہ اپنے تمام وجود کے ساتھ محتاج جلیل کا ہوتا ہے اور وہی جلیل ہوتا ہے سوائے شرکت اسمی وجود کے بندہ کا وجود بجز ذلیل ہونے کے نہیں ہے سردار ذلیلوں کا معرفت رب جلیل میں سرور انبیاء کا ہے اس ذکر میں جس وقت میں فکر ومشاہدہ دے متوجہ ہوتا ہوں ذلت حضرت رسالت علیہ السلام کو مقابلہ حضرت خدائے تعالیٰ کے کہ اس کو سچ جانتا ہوں کہ آپ ﷺ امانت دار ہیں۔

(مکتوب، صد وشت وپنجم)

مکتوبات کی اسنادی حیثیت رضاخانیوں کو بھی مسلم ہے چنانچہ مولانا عبدالسمیع رامپوری صاحب لکھتے ہیں:

"حضرت قطب العالم شیخ عبدالقدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ مکتوب صد وہشتاد و دوم مکتوبات قدوسی میں لکھتے ہیں"۔ (انوار ساطعہ، ص ۱۲۵)

اسی طرح حضرت شاہ نظام الدین اولیاء دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ایمان کسے تمام نہ شد تا ہمہ خلق نزدیک او ہمچنیں نہ نماید کہ پشک شتر (فوائد الفواد ص ۶۷ مطبوعہ حسینی دہلی)

ترجمہ: جب تک اس کے سامنے ساری خلقت اس طرح ظاہر نہ ہو گیا ہو گویا اونٹ کی مینگنی ہے

(فوائد الفواد مترجم، ص ۲۲۳، پنجاب علماء بورڈ)

فوائد الفواد کی استنادی حیثیت

مولوی نعیم الدین لکھتا ہے کہ یہ عبارت الحاقی ہے کسی نے شامل کی ہے۔ (اطیب البیان ،عبارات اکابر کا تحقیقی جائزہ)

جواب: الحاقی ہے تو اس کا ثبوت کیا ہے؟ مولانا احمد رضا خان صاحب لکھتے ہیں:

"بالجملہ ایسے اکابر کی روایات معتمد کو بے وجہ وجیہ رد کرنا یا سخت جہالت ہے یا خباثت ورضلالت والعیاذ باللہ سبحانہ وتعالی اور بے دلیل دعوی الحاقی محض مردود ورنہ تصانیف آئمہ سے ایمان اٹھ جائے اور نظام شریعت درہم برہم نظر آئے جو سند پیش کیجئے مخالف کہہ دے یہ الحاقی ہے چلئے تمسک واستناد کا دروازہ ہی بند ہو گیا"۔

(انھار الانھار، ص ۹، مطبع اہلسنت بریلی، فتاوی رضویہ، ج ۷، ص ۵۷۶)

اور فوائد الفواد کے متعلق شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی بھی سن لیجئے:

"میر حسن را کتابے است مسمی بفوائد الفواد در آنجا ملفوظات شیخ را جمع کردہ در نمایت متانت الفاظ ولطافت معانی آں کتاب درمیان خلفاء و مریداں شیخ نظام الدین دستور است گویند کہ میر خسرو گفتے کاشکے تمام تصنیفات من بنام حسن بودے وایں کتاب از من بودے وایں سخن ناشی از غایت محبتے است کہ میر خسرو را نسبت بہ پیر خود بود

(اخبار الاخیار، ص ۱۰۱)

ترجمہ: میر حسن بن علا سنجری کی ایک کتاب ہے بنام فوائد الفواد اس میں ملفوظات شیخ کو نہایت متانت الفاظ اور لطافت معانی کے ساتھ جمع کیا ہے یہ

کتاب درمیان خلفاء ومریدان شیخ نظام الدین گویا دستور ہے کہتے ہیں کہ میر خسرو کہتے تھے کہ کاش کہ تمام تصنیفات میری بنام ہجری کے ہوتیں اور یہ کتاب میری تصنیف سے ہوتی اور یہ بات غایت درجہ ظاہر کرنے والی ہے اس محبت کو جو میر خسرو کو اپنے پیر کی نسبت تھی۔

شیخ یحیٰی منیری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

اے برادر عزاو ہمہ عزہا را نعمت ذل کشیدہ است وجلال او ہمہ جلالہا را داغ صغفار برسر نہادہ وکمال او ہمہ کمال ہا را رقم نقصان زدہ ہستی او ہمہ ہا را خط نیستی کشیدہ و الوہیت او ہمہ عالم را لباس بندگی وسرافگندگی پوشانیدہ چشم بکشا حسرت آدم مین وفریاد نوح بشنو بی کامی خلیل بین وحدیث مصیبت یعقوب شنو چاہ زنداں یوسف ماہ روی بین وآرہ برفرق نہ کریا مگر و تیغ بر گردن یحیٰی بین جگر سوختہ ودل کباب گشتہ محمد رسول اللہ ﷺ بین وبرخوان کل شیء ھالک الا وجہہ (مکتوبات صدی، مکتوب ۸۰،۳، ص ۱۱۹)

اے بھائی اس کی عزتوں نے تمام عزتوں کے وصف کو ذلت میں کھینچ دیا ہے اور اس کے جلال وعظمت نے تمام بزرگیوں پر داغ چھٹائی کا رکھ دیا ہے اس کے کمال نے تمام کمالوں کو نشانہ نقصان کا لگا دیا ہے اس کی ہستی نے تمام ہستیوں پر نیستی کا خط کھینچ دیا ہے اس کی معبودیت نے تمام جہان کو لباس غلامی اور عاجزی کا پہنا دیا آنکھ کھول اور حسرت آدم علیہ السلام اور فریاد نوح علیہ السلام کی سن اور لاچاری اور بے بسی ابراہیم علیہ السلام کی دیکھ اور بات مصیبت یعقوب علیہ السلام کی سن وہ چاہ قید خانہ یوسف علیہ السلام ہر ایک کا دیکھ اور آرہ بانگ برزکریا علیہ السلام کے دیکھ اور تلوار گردن پر یحیٰی کی دیکھ اور کلیجہ جزا ہوا اور دل بھنا ہوا محمد رسول اللہ ﷺ کا دیکھ اور پڑھ عالم کی ہر چیز ہلاک ہو جانے والی ہے مگر حق تعالیٰ کی ذات پاک۔

قطب عالم حضرت عبدالقدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

انہ عبد ذلیل والرب رب جلیل سرگردانی در مقام عبودیت وذل کہ در مقابلہ عالم ربوبیت ہمہ راست بر طریق عموم انبیاء واولیاء ہمہ حیران وسرگرداں اند

(مکتوب، صدو پنجاہ ونہم)

بے شک وہ بندہ ذلیل ہے اور رب بزرگی والا سرگردانی مقام عبودیت میں اور ذلیل ہونا وجود کا عالم ربوبیت کے مقابلہ میں سب سچ ہے بطریق عموم کے انبیاء اور اولیاء تمام حیران و پریشان ہیں۔

آخر میں احمد رضا خان صاحب کے والد نقی علی خان صاحب کی عبارت ملاحظہ ہو:

امام حجۃ الاسلام محمد بن غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں موسیٰ علیہ وعلی نبینا الصلوۃ والسلام پر وحی ہوئی اے موسیٰ جب تو مجھے یاد کرے اس حال میں یاد کر کہ تو اپنے اعضاء توڑتا ہو اور میری یاد کے وقت خاشع وساکن ہو جا اور جب مجھے یاد کرے اپنی زبان کو دل کے پیچھے کر اور جب میرے روبرو کھڑا ہو تو بندہ ذلیل کی طرح کھڑا ہو"۔

(جواہر البیان، ص ۴۷)

ذرہ ناچیز والی عبارت

کے متعلق رضا خانی یہ دھوکا دیتے ہیں کہ اس کا مطلب ہے کہ اللہ کے ہاں ذرہ کا کوئی مقام تو ہے مگر انبیاء ذرہ ناچیز سے بھی گئے گزرے ہیں ان کا کوئی مقام نہیں العیاذ باللہ۔ حالانکہ یہ صریح دھوکا ہے وہاں تو صاف اللہ تعالیٰ کی عظمت کبرائی اور بڑائی کا ذکر ہو رہا ہے اور رب کی عزت کبرائی، عظمت، بڑائی کے مقابلے میں مخلوق خواہ انبیاء ہی کیوں نہ ہوں ان کی عظمت اور کبرائی ذرہ کے برابر بھی نہیں مخلوق کی عظمت کو خالق کی عظمت سے کیا تعلق؟ بریلوی صدر الافاضل نعیم الدین بریلوی لکھتا ہے:

"حضور اقدس علیہ الصلوۃ والسلام کے علم کو علم الٰہی سے کوئی نسبت نہیں ذرہ کو آفتاب سے اور قطرہ کو سمندر سے جو نسبت ہے وہ بھی یہاں متصور نہیں کہاں خالق اور کہاں مخلوق مماثلت ومساوات کا تو ذکر ہی نہیں"۔

(الکلمۃ العلیا، ص ۴،۳)

ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں

واصله الاحتقار فان كل شيء في العالم بالنظر الى عظمة الله حقير (الفتوحات، ص ۶۰۰)

اصل اس کا احتقار ہے پس ہر چیز عالم کی اللہ تعالیٰ کی عظمت کے سامنے حقیر ہے۔
نعیم الدین مراد آبادی لکھتا ہے کہ حضور ﷺ کے علم کو اللہ کے علم سے وہ نسبت بھی نہیں جو ذرہ کو آفتاب سے اور قطرے کو سمندر سے، یہ انداز بیان ان کے نزدیک حضور ﷺ کی توہین نہیں مگر شاہ مظلوم جب اللہ کی عظمت کے مقابلے میں انبیاء اور اولیاء کی عظمتوں کو ذرے سے کمتر کہہ دیں تو کفر کے فتوے۔شاہ صاحب کی عبارت میں ذرہ کا لفظ صرف سمجھانے کیلئے ہے یہ مطلب نہیں کہ ذرے کی تو حیثیت ہے ان ذوات مقدسہ کی نہیں۔مولانا احمد رضا خان صاحب کہتے ہیں:

"میں نے اپنی کتابوں میں تصریح کردی ہے کہ اگر تمام اولین و آخرین کا علم جمع کیا جائے تو اس کو علم الٰہی سے وہ نسبت ہرگز نہیں ہوسکتی جو ایک قطرے کے کروڑویں حصہ کو کروڑ سمندر سے"۔(ملفوظات حصہ اول،ص ۴۳)

تیسری گزارش:

قارئین کرام! یہاں یہ بات بھی قابل غور و لائق توجہ ہے کہ اگر بالفرض یہ مان بھی لیا جائے کہ معاذ اللہ تقویۃ الایمان کی اس عبارت میں انبیاء علیہم السلام کی توہین ہے تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ احمد رضا خان نے تقویۃ الایمان لفظ بلفظ پڑھی اس کے خلاف کتابیں بھی شائع کی ہیں مگر کہیں بھی احمد رضا خان نے حضرت شاہ اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کی تکفیر نہیں کی۔چنانچہ تمہید ایمان میں حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق لکھتے ہیں کہ:

"علمائے محتاطین انہیں (شاہ صاحب کو) کافر نہ کہیں یہی صواب ہے وھو الجواب وبہ یفتی وعلیہ الفتوی وھو المذھب وعلیہ الاعتماد وفیہ السلامۃ وفیہ السداد"۔

(تمہید ایمان،ص ۵۳،مکتبۃ المدینہ)

اسی طرح الکوکبۃ الشہابیہ جو خاص حضرت شاہ صاحب کے خلاف لکھی اس کے آخر میں بھی واشگاف الفاظ میں یہ اعلان کرتے ہیں کہ ہم ان کی تکفیر نہیں کرتے اور اس باب میں اپنی زبان کو ان کی تکفیر سے روکتے ہیں ملاحظہ ہو:(الکوکبۃ الشہابیہ،ص ۶۰،مطبوعہ لاہور)
جبکہ دوسری طرف وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ:

"تمام مسلمانوں کا اجماع ہے کہ جو حضور اقدس ﷺ کی شان پاک میں گستاخی کرے وہ کافر ہے اور جو اس کے معذب یا کافر ہونے میں شک کرے وہ بھی کافر ہے"۔

(تمہید ایمان، ص ۳۶)

غور فرمائیں یہاں صاف طور پر احمد رضا خان نے فتوی دیا ہے کہ نبی کریم ﷺ کی شان میں گستاخی کرنے والا کافر اور جو اس کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر اور اس پر اجماع نقل کیا ہے اس لئے فقہاء و متکلمین کی تقسیم کرنا باطل ہوا، پس اگر معاذ اللہ صاحب تقویۃ الایمان گستاخ ہیں تو یقیناً معاذ اللہ کافر بھی ہونگے مگر دوسری طرف احمد رضا خان ایسے گستاخ کو مسلمان ماننے کی وجہ سے خود کافر ہو گئے ہیں۔ لہذا اگر تقویۃ الایمان کی مذکورہ بالا عبارت گستاخانہ ہے تو پہلے احمد رضا خان کے ایمان اور کفر پر بحث ہوگی جو اس عبارت کے لکھنے والے کو مسلمان کہہ رہے ہیں۔۔ اور اگر احمد رضا خان کو اپنے ہی اقراری کفر سے بچانا ہے تو لامحالہ تقویۃ الایمان کی اس عبارت کو بے غبار تسلیم کرنا پڑے گا۔

حضرت شاہ صاحب کی کرامت تو دیکھئے کہ جیسے ہی باطل پرستوں نے ان کے خلاف زبان دراز کی خود ان باطل پرستوں کے امام وعدہ معاف گواہ بن کر آگئے اور یہ گواہی دے دی کہ حضرت شاہ صاحب گستاخ نہیں بلکہ مسلمان اور اہل لا الہ الا اللہ ہیں۔

تکفیر مسلم ہی ہے جن کا مشغلہ تم دیکھنا
عنقریب ان کا بھی اب یوم حساب آجائے گا

بریلوی حضرات کہتے ہیں کہ اعلی حضرت نے تکفیر اس وجہ سے نہیں کہ شاہ اسمعیل شہید کو ان عبارات کا کفر ہونا معلوم نہ تھا جس کی وجہ سے وہ التزام کفر سے بچ گئے حالانکہ شفا شریف میں ہے کہ کسی نے نبی ﷺ کی گستاخی کی اور پھر کہا کہ مجھے علم نہ تھا کافر ہو جائے گا ہرگز جہالت کا عذر مسموع نہ ہوگا اور اس کی سزا قتل ہی ہوگی۔ (شفاء شریف: ج ۲: ص ۱۴۲) ایک تاویل یہ بھی کرتے ہیں کہ احتمال تھا کہ یہ عبارات شاہ صاحب کی نہیں حالانکہ احمد رضا خان نے الکوکبۃ الشہابیہ میں چیخ چیخ کر کہا ہے کہ یہ گستاخیاں شاہ اسمعیل شہید ہی نے کی ہیں۔ احمد رضا خان

کو بچانے کیلئے لزوم والتزام کی آڑ میں بریلوی حضرات نے جوگل کھلائے ہیں وہ خود ایک صاحب مستقل مضمون کا متقاضی ہے اگر اس جواب کے جواب الجواب میں کسی بریلوی نے ان باتوں کو بیان کرنا چاہا تو پھر تفصیل سے گفتگو ہوگی۔

آخری گزارش

مصطفی رضا خان صاحب لکھتے ہیں کہ:

"یہاں وہابیہ سخت دھوکا دیتے ہیں کہ جب تنقیص وتوہین شان رسالت کفر ہے تو اسماعیل نے بھی کی۔ وجہ کیا ہے کہ اشرفعلی وغیرہ ایسے کافر ہوں کہ ان کے کفر میں شک کرنے والا بھی کافر ہو اور اسمعیل ایسا نہ ہو؟ مگر مسلمان ہوشیار ہوں یہاں خبثاء کا سخت دھوکا ہے۔ اصل یہ ہے کہ اسماعیل اور حال کے وہابیہ کے اقوال میں فرق ہے۔ ہم اہل سنت متکلمین کا مذہب یہ ہے کہ جب تک کسی قول میں تاویل کی گنجائش ہوگی تکفیر سے زبان روکی جائے گی کہ ممکن ہے اس نے اس قول سے یہی معنی مراد لیا ہو"۔

(حاشیہ ملفوظات اعلی حضرت (تحریف شدہ): ص ۱۷۲: مکتبۃ المدینہ)

اس ایڈیشن پر الیاس قادری عطاری صاحب کی تقریظ موجود ہے اور اسے دعوت اسلامی کی مجلس مدینۃ العلمیہ نے شائع کیا ہے جو بریلوی مفتیان وعلماء پر مشتمل بورڈ ہے۔ یہاں حاشیہ نگار نے متکلمین کا نام استعمال کر کے خان صاحب کو بچانے کی جو ناکام کوشش کی ہے فی الوقت اس کا رد مقصود نہیں صرف اس طرف توجہ دلانا مقصود ہے کہ مصطفی رضا خان کہنا چاہ رہے ہیں کہ متکلمین کے ہاں اگر کسی عبارت میں ایسی تاویل ہوسکتی ہے جو کفریہ نہ ہو جس کی وجہ سے قائل پر کفر کا فتوی نہیں لگتا ہے تو ہم اسی تاویل کو اختیار کر کے کفر کا فتوی نہ دیں گے۔ اب ہم پوری جماعت رضویہ سے سوال کرتے ہیں کہ آخر وہ کونسا صحیح مفہوم ہے جو اس عبارت سے مستفاد ہوتا ہے جس کی بنیاد پر کفر کا فتوی نہیں لگے گا؟ اور احمد رضا خان، ان کے بیٹے اور دعوت اسلامی کے ذمہ داران نے اسی صحیح تاویل کو اختیار کر کے فتوائے تکفیر سے اعراض کیا؟۔ بریلوی حضرات اس تاویل کی وضاحت کریں اور ساتھ میں یہ بھی جواب دیں کہ آج کل کے جو بریلوی ان عبارات میں کسی بھی

قسم کی تاویل نہ مان کر احمد رضا خان کے دین و ایمان سے پھر گئے ہیں کیا وہ مسلمان رہے ہیں یا نہیں؟

الحمدللہ ہم نے اس مختصر وضاحت سے ثابت کر دیا کہ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت قرآن وسنت اور بزرگان دین کے اسلوب کے عین مطابق ہے اور خود مخالفین کے ہاں بھی اس عبارت میں کفر کا معنی مراد نہیں لیا جا سکتا جس کی وجہ سے وہ تکفیر بھی نہیں کر رہے ہیں پس انصاف کا تقاضہ تو یہ ہے کہ اگر یہ گستاخی ہے تو پہلے فتویٰ قرآن وسنت اور ان بزرگان دین اور بریلوی اکابر کے خلاف لگنا چاہئے حضرت شاہ صاحب تو محض ان کے مقلد کہلائیں گے۔ اللہ پاک ہمیں سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اعتراض ۲۲: حضور ﷺ اور دیگر تمام انبیاء بڑے بھائی ہیں اور ہم چھوٹے۔

نعوذ باللہ

یہ عنوان قائم کر کے رضا خانی لکھتا ہے:

مولوی اسمعیل دہلوی لکھتے ہیں کہ انبیاء اولیاء امام زادے پیر وشہید یعنی جتنے اللہ کے مقرب بندے ہیں وہ سب انسان ہی ہیں اور بندے عاجز اور ہمارے بھائی ہیں مگر ان کو اللہ نے بڑائی دی وہ بڑے بھائی ہوئے۔ (تقویۃ الایمان، ص ۶۰)

(دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف، ص ۶۷، دیوبندی مذہب، ص ۱۷۶، شمشیر حسینی ص ۱۴، دیوبند سے بریلی، ص ۳۳، دعوت انصاف، ص ۶۸، الحق المبین، ص ۱۷)

جواب: یہ اعتراض کچھ عرصہ پہلے پشاور کے ایک بریلوی نے خط کی صورت میں ارسال کیا تھا جس کا جواب راقم نے لکھا تھا وہی جواب یہاں ہدیہ قارئین ہے۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا آپ ﷺ کو بھائی کہنا

محترم آپ لکھتے ہیں: ''عبارات اکابر میں سرفراز خان صفدر نے جو تاویل کی ہے وہ غلط ہے حضور ﷺ نے صحابہ کو بھائی کہا ہے لیکن صحابہ نے نبی کو بھائی نہیں کہا ہے اگر کہا ہے تو حوالہ دیں''۔

تو محترم حوالہ ملاحظہ ہو:

جب نبی اکرم ﷺ نے اماں عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح کا پیغام حضرت صدیقؓ کے پاس بھیجا تو یار غار نے فرمایا: فقال له ابو بکر انما انا اخوک

(بخاری، ج ۲، ص ۷۶۰، باب تزویج الصغار من الکبار)

حضرت صدیق اکبرؓ نے نبی کریم ﷺ سے فرمایا محبوب میں تو آپ کا بھائی ہوں۔

الحمد للہ قادری صاحب! میں نے آپ کا مطالبہ پورا کر دیا اب میرے آپ سے صرف دو سوال ہیں:

(۱) یہاں اخوک میں کونسی اخوت مراد ہے؟

(۲) صدیق اکبر نے جو نبی اکرم ﷺ کو بھائی کہا تو بڑا بھائی سمجھا یا چھوٹا یا برابر کا؟

تمام صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا نبی ﷺ کو اپنا بھائی سمجھنا

ایک بار نبی اکرم ﷺ کے سامنے اپنے بھائیوں کو دیکھنے کی خواہش کا اظہار کیا تو صحابہ کرام نے متعجب ہو کر فرمایا:

اولسنا اخوانک قال انتم اصحابی (مشکوۃ، ج ۱، ص ۴۱)

کیا ہم آپ کے بھائی نہیں ہیں؟ نبی کریم ﷺ نے فرمایا تم تو میرے صحابہ ہو

اس حدیث میں محدثین کی تشریح:

امام نووی شافعیؒ، علامہ قاضی عیاضؒ اور علامہ باجیؒ کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ آپ کے اس قول ''انتم اصحابی'' کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ صحابہ آپ کے بھائی نہ تھے بلکہ وہ آپ کے بھائی بھی تھے اور ایک زائد فضیلت یعنی صحابیت سے بھی مشرف تھے اور بعد میں آنے والے صرف آپ کے بھائی ہیں صحابہ نہیں جیسا کہ اللہ قرآن میں فرماتا ہے انما المومنون اخوۃ۔ اصل عبارت ملاحظہ ہو:

قوله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بل انتم اصحابی لیس نفیا لاخوتهم ولكن ذكر

مزيتهم الزائدة بالصحبة فهو لاء اخوة صحابة والذين لم ياتوا اخوة ليسوا بصحابة كما قال الله تعالى انما المومنون اخوة (شرح مسلم للنووی، ج ۱، ص ۱۲۷، قدیمی کتب خانہ کراچی)

یہی بات ملا علی قاری حنفیؒ نے بھی لکھی:

ليس هذا نفيا لاخوتهم لكن ذكر لهم مزية بالصحبة على الاخوة فهم اخوة وصحابة واللاحقون اخوة فحسب قال تعالى انما المومنون اخوة

(مرقاۃ، ج ۲، ص ۲۳، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

یہی بات علامہ قسطلانیؒ نے موطا کی شرح میں بھی لکھی ہے جو اس وقت مدرسہ میں ہے اس لئے صفحہ وجلد نقل کرنے سے قاصر ہوں البتہ حوالے کا ذمہ دار ہوں۔

اولوالعزم انبیاء علیہم السلام کا آپ ﷺ کو بھائی کہنا

جب آپ ﷺ معراج پر تشریف لے گئے تو مختلف انبیاء علیہم السلام نے آپ کو ''اخ بھائی'' کہہ کر آپ کا استقبال کیا:

فاتيت عيسى ويحيى فقال مرحبا بك من اخ و نبى

فاتيت على يوسف فسلمت عليه فقال مرحبا بك من اخ و نبى

فاتيت على ادريس فسلمت عليه فقال مرحبا بك من اخ و نبى

فاتيت على هارون فسلمت عليه فقال مرحبا بك من اخ و نبى

فاتيت على موسى فسلمت عليه فقال مرحبا بك من اخ و نبى

(بخاری، ج ۱، ص ۴۵۵، قدیمی کتب خانہ)

الحمدللہ! میں نے آپ کے مطالبہ پر شاہ اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کے موقف کو قرآن ، حدیث ، اولوالعزم انبیاء اور محدثین سے ثابت کر دیا ہے اب اسے گستاخی کہنا اپنی آخرت کو برباد کرنے کے مترادف ہے۔

جبرئیل کا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو بھائی کہنا

ایک روایت میں آتا ہے کہ حضور ﷺ جبرائیل کے ساتھ محو گفتگو تھے کہ عمر فاروق تشریف لائے تو جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا الیس هذا اخوک عمر بن الخطاب فقلت بلی یا اخی (الریاض النضرۃ، ج ۲، ص ۲۷۴، دارالمعرفہ بیروت) یا رسول اللہ کیا یہ آپ کے بھائی عمر خطاب نہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کیوں نہیں وہی ہیں۔

بریلوی علماء کے حوالہ جات:

بھائی کہنے پر رضا خانی کتب کے حوالہ جات

(۱) بریلوی پیر حافظ محمد حسین صاحب مجددی لکھتے ہیں:

اگر ان کی مراد (بڑے بھائی سے) اسلامی برادری ہے تو پھر بڑا بھائی کہنے سے کچھ فائدہ نہیں کیونکہ تمام مومنین چھوٹے بڑے یکساں بھائی ہیں "۔ (العقائد الصحیحہ فی تردید الوہابیہ، ص: ۴۷)

(۲) مفتی احمد یار نعیمی لکھتے ہیں:

آدم علیہ السلام ایک ہیں مگر ان کی اولاد میں مومن بھی ہے کافر بھی مشرک بھی منافق بھی پھر مومنین میں اولیاء بھی ہیں انبیاء بھی ہیں حضور ﷺ بھی۔ گویا ایک درخت میں ایسے مختلف پھل لگا دیتا ہے کہ اس میں فرعون ہے اسی میں موسیٰ علیہ السلام اسی میں ابوجہل ہے اسی میں حضور محمد مصطفی ﷺ یہ کمال قدرت ہے اسکی رحمت کی بھی دلیل ہے کہ سارے انسان اس رشتہ سے بھائی بھائی ہیں"۔

(تفسیر نعیمی، ج ۷، ص: ۴۰۷)

(۳) بریلوی شیخ الحدیث غلام رسول سعیدی لکھتا ہے:

"علامہ ابن عبد البر نے کہا کہ تمام اہل ایمان آپ کے دینی بھائی ہیں ...... قیامت تک کے تمام مسلمان آپ کے دینی بھائی ہیں"۔

(تبیان القرآن، ج ۷، ص: ۲۳۰، ۲۳۱)

(۴) مولوی اشرف سیالوی لکھتا ہے:

''جب آنحضرت ﷺ کے بعض نبی بھائی''۔ (تحقیقات، ص:۳۱۱)

(۵) ماقبل میں مقیاس حنفیت ص ۲۰۲ کے حوالے سے گزرا کہ نبی ہمارے باپ ہیں جبکہ حدیث میں آیا ہے کہ بڑے بھائی کا درجہ چھوٹے بھائی پر ایسا ہی ہے جیسے باپ کا (مشکوۃ) تو باپ کہنے سے بھی تو بڑے بھائی کا درجہ ہی ثابت ہوا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

پہلے سوال کا جواب: آپ لکھتے ہیں: مفتی صاحب اس عبارت میں اسمائیل دہلوی (صحیح املاء اسمعیل) نے تاجدار کائنات کو بڑا بھائی کہا ہے خود اللہ نے قرآن میں حضور ﷺ کو ''یا محمد'' ''یا اخا مومنین'' کہہ کر نہیں پکارا بلکہ یا ایھا النبی، یارسول اللہ وغیرہ وغیرہ القابات سے پکارا حالانکہ وہ رب ہے تو ہم غلاموں کو کیا حق کہ ان کو بڑا بھائی کہے۔

جواب: اس کا الزامی جواب تو یہ ہے کہ آپ کے علماء نے، محدثین نے، صحابہ نے نبی کریم ﷺ کو بھائی کہا ہے تو یہ سوال پہلے آپ ان کے سامنے رکھیں وہاں سے جو جواب موصول ہو وہ ہمیں بھی مسلم ہے۔ ثانیاً آپ کا یہ سوال ہی درست نہیں شاہ صاحب نے کہیں بھی اپنی کتاب میں یہ نہیں لکھا کہ انہیں ''یا اخا مومنین'' کہہ کر پکارو یا معاذ اللہ ہمارے بڑے بھائی کہہ کر یاد کرو۔ وہ تو حدیث کی تشریح میں عقیدے کی ضمن میں ایک بات کر رہے ہیں۔ آپ کے حکیم الامت صاحب ''کان بشرا من البشر'' کے جواب میں لکھتے ہیں:

> ''بشر یا بھائی کہہ کر پکارنا یا محاورہ میں نبی علیہ السلام کو یہ کہنا حرام ہے عقیدہ کے بیان یا دریافت مسائل کے اور احکام ہیں حضرت صدیقہ یا صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہما عام گفتگو میں حضور علیہ السلام کو بھائی یا بشر نہ کہتے تھے یہاں ضرورۃ اس کلمہ کو استعمال فرمایا''۔

(جاء الحق، ص ۱۸۹، ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور)

تو محترم آپ کا سوال عام محاورے کے متعلق ہے اور عام محاورے میں ہم بھی نبی کریم ﷺ

کو بھائی یا بشر کہہ کر پکارنے کو ناجائز سمجھتے ہیں ہاں عقیدہ کا بیان اور ہوگا۔ حضرت شاہ صاحبؒ نے بھی عقیدے کے بیان میں یہ بات کہی۔ آپ ہم سے تو سوال کرتے ہیں مگر آپ کے حکیم الامت فرماتے ہیں کہ صدیق اکبرؓ ضرورۃ نبی کو بھائی کہہ کر پکار لیتے تھے "اب میرا آپ سے سوال ہے کہ قرآن تو نبی کو بقول آپ کے یا محمد، یا ایھا النبی، کہہ کر پکارے اور صدیق اکبر نبی کو بھائی کہے تو آپ کا فتویٰ کس پر لگ رہا ہے؟

لطیفہ: محترم آپ تو کہتے ہیں کہ قرآن میں نبی کریم ﷺ کو "یا محمد" کہہ کر پکارا جب کہ آپ کے حکیم صاحب لکھتے ہیں:

"حضور ﷺ کو یا محمد...... کے الفاظ سے یاد کرنا حرام ہے"۔ (جاء الحق، ص ۱۸۰)

محترم آپ قرآن کو درست سمجھتے ہیں یا اپنے حکیم الامت کے اس قول کو؟

انما المومنون اخوۃ پر معارضہ

آپ لکھتے ہیں: اگر تم کہتے ہو کہ قرآن میں ہیں کہ مسلمان آپس میں بھائی ہیں اور حضور ﷺ بھی مومن ہیں لہذا آپ ہم مسلمانوں کے بھائی ہوئے تو میں کہوں گا کہ خدا کو بھی بھائی کہو کیونکہ وہ بھی مومن ہے قرآن میں ہے الملک القدوس السلام المومن اور ہر مومن آپس میں بھائی لہذا خدا بھی مسلمانوں کا بھائی (معاذ اللہ)

جواب: یہ مغالطہ دراصل مفتی احمد یار گجراتی نے جاء الحق، ص ۱۸۷، پر پیش کیا اور مفتی حنیف قریشی نے پنڈی مناظرے میں طالب الرحمن غیر مقلد کو یہی جواب دیا۔

اس کا پہلا جواب تو یہ ہے کہ یہ سوال، "قاضی عیاضؒ"، "علامہ باجیؒ"، "علامہ نوویؒ"، "علامہ قسطلانیؒ"، "ملا علی قاریؒ" سے کیا جائے جو "انما المومنون اخوۃ" ہی سے تمام صحابہ، قیامت تک آنے والے تمام مومنین اور نبی کریم ﷺ کے درمیان اخوت ثابت کر رہے ہیں وہ جو جواب دیں ہم بھی مان لیں گے۔

ثانیا یہ قیاس مع الفارق ہے مخلوق کا حکم کچھ اور ہے خالق کا حکم کچھ اور ہے۔ ایک چیز کی نسبت جب خالق کی طرف ہوگی تو اس کا مطلب ومفہوم کچھ اور ہوگا اور اسی چیز کی

نسبت جب مخلوق کی طرف ہوگی تو اس کا مطلب اور مفہوم کچھ اور ہوگا۔ دیکھیں اللہ بھی سمیع وبصیر ہے اور آپ بھی مگر کیا آپ کا سمع وبصر اللہ کے سمیع وبصیر ہونے جیسا ہے؟ معاذ اللہ۔ تو انما المومنون الآیہ کی نسبت جب خالق کی طرف ہوگی تو مطلب کچھ اور ہوگا اور جب مومن کے مادے کی نسبت مخلوق کی طرف ہوگی تو مطلب کچھ اور ہوگا اور وہ مطلب آپ کے اعلیٰ حضرت نے ''امان بخشنے والے (کنز الایمان، الحشر آیت ۲۳)'' کیا ہے۔

ہمارا مطالبہ: انما المومنون اخوۃ عام ہے آپ اس میں نبی کریم ﷺ، انبیاء، اولیاء کو شامل نہیں مانتے بلکہ اس آیت کو خاص کر رہے ہیں تو آخر آپ کے پاس اس آیت پر مخصص کیا ہے؟ کونسی قطعی آیت آپ کے پاس ہے جس سے آپ اس آیت کو خاص کر رہے ہیں؟ محض خیالات باطلہ سے تو کسی آیت میں تخصیص نہیں کی جاسکتی۔

بڑے بھائی سے معارضہ بھی جہالت: آپ کے یہ تمام سوالات ماقبل میں ذکر کردہ مسلمہ اکابر کے خلاف بھی جاتے ہیں۔ بڑے بھائی سے معارضہ جہالت ہے کہ بڑا بھائی نبی نہیں۔ خدا کے بندے یہاں صرف بڑا بھائی نہیں امام الانبیاء ہیں تو دونوں کو ایک دوسرے پر قیاس کیسے کیا جاسکتا ہے؟ ہم نبی کو معاذ اللہ صرف بھائی نہیں بلکہ امام الانبیاء بھی مانتے ہیں جبکہ آپ کے سوالات صرف بڑے بھائی کے متعلق ہیں۔

شاہ اسمعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کا حکم: آپ پوچھتے ہیں: ''اگر یہ بے ادبی ہے تو: سائیل (صحیح اسماعیل) دہلوی پر کیا فتوی لگے گا؟ تو جناب آپ نے خود ہی اپنے دوسرے خط جو علم غیب کے متعلق ہے کی پہلی سطر میں ''اسمائیل دہلوی مرحوم'' لکھا ہوا ہے اگر بقول آپ کے معاذ اللہ یہ سب گستاخیاں کرنے کے بعد بھی اسماعیل دہلوی ''مرحوم'' رہے رب کی رحمت کے سزاوار رہے مسلمان ہیں تو ہم سے کونسا فتوی مطلوب ہے؟

الحمد للہ آج مورخہ ۱۳ ربیع الاول ۱۴۳۶ھ، ۶ جنوری ۲۰۱۴ء بعد از نماز ظہر آپ کا خط موصول ہوا اور آج ہی کے دن بعد از نماز مغرب ۷:۲۲ پر جواب کی تکمیل سے فراغت ہوئی۔ اللہ پاک تادم مرگ ان اولیاء اللہ کا دفاع کرنا نصیب کرے۔ آمین۔

بھائی کہنے پر ہمیں کوئی اعتراض نہیں

مفتی حنیف قریشی کہتا ہے:

''اس سے ہمیں کوئی غرض نہیں کہ نبی ﷺ نے کسی کو بھائی یا صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے کسی نے نبی ﷺ کو بھائی کہا ہمیں تو اس پر اعتراض ہے کہ یہ تعلیم دینا کہ ان کی تعظیم فقط بڑے بھائی جتنی کرو''۔

(گستاخ کون، ص ۹۶)

ایک اور مقام پر لکھتے ہیں:

''ہمیں اس پر کوئی جھگڑا نہیں کہ نبی ﷺ کسی کو اپنا بھائی کہہ دیں یا کسی صحابی رضی اللہ تعالی عنہ نے رسول اللہ ﷺ کو بھائی کہا ہو''۔

(گستاخ کون، ص: ۱۱۷)

اس سے معلوم ہوا کہ رضا خانیوں کے نزدیک نبی کریم ﷺ کو ''بھائی'' کہنا کوئی گستاخی یا بے ادبی نہیں نہ ہی ان کو ایسا کہنے سے کوئی غرض ہے۔ حالانکہ کاشف اقبال رضا خانی نے اپنی کتاب ''دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف، ص: ۵۷'' پر نبی کریم ﷺ کو بھائی کہنے کو گستاخی کہا تفصیل آگے آرہی ہے۔ اسی طرح غلام حسین نقشبندی رضا خانی لکھتا ہے:

''جب حضرت علی کہ جن کو خود حضور نے فرمایا تو میرا بھائی ہے حضور کو بھائی نہ کہیں تو چودھویں صدی میں انگریز کے ٹکڑوں پر پلنے والے مولویوں کو کیا حق پہنچتا ہے کہ حضور کو بھائی کہیں؟''۔

(شمشیر حسینی، ص: ۲۱، ۲۲)

غلام حسین رضا خانی کا یہ فتوی صحابہؓ اور خود اس کے مولوی پر بھی چسپاں ہو رہا ہے معاذ اللہ۔ گویا ماقبل میں جن اکابر کا ذکر ہوا ہے بشمول مفتی حنیف قریشی کہ انگریز کے ٹکڑوں پر پلنے والے ہیں۔

مولوی عمر اچھروی لکھتا ہے:

''نبی علیہ الصلوۃ والسلام بفرمان خود اور بقانون الہی وازواجہ امھاتھم کہ

بمنزلہ باپ ثابت ہوں اور یہ بھائی کہیں اور آپ کے تمام فضائل کا انکار کریں۔'' (مقیاس حنفیت، ص: ۲۰۲)

معلوم ہوا کہ حنیف قریشی سمیت ما قبل میں ذکر کردہ تمام علماء نے نبی کریم ﷺ کے فضائل کا انکار کیا ہے جو نبی کریم ﷺ کو بھائی کہہ رہے ہیں۔ نیز اگر رضا خانیوں کو بھائی کہنے پر اعتراض نہیں تو یہ لایعنی سوالات کیوں کرتے ہیں کہ بھائی کو گالی دینے سے تھپڑ مارنے سے کوئی کافر نہیں ہوتا۔

جہاں تک حنیف قریشی نے یہ اعتراض کیا کہ یہ لوگ نبی کریم ﷺ کا بھی اتنا ہی احترام کرتے ہیں جتنا بڑے بھائی کا معاذ اللہ ہمیں اصل اعتراض اس پر ہے کہ ان کی تعظیم فقط بڑے بھائی جتنی کرو تو یہ بھی دھوکا و دجل ہے۔ علماء دیوبند کا عقیدہ یہ ہے:

''جو اس کا قائل ہو کہ نبی کریم علیہ السلام کو ہم پر بس اتنی ہی فضیلت ہے جتنی بڑے بھائی کو چھوٹے بھائی پر ہوتی ہے تو اس کے متعلق ہمارا عقیدہ ہے کہ وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے''۔

(المھند علی المفند عربی اردو، ص: ۴۹، سوال نمبر ۷ بحوالہ شمشیر حسینی، ص: ۲۱)

رہی بات شاہ اسمعیل شہیدؒ کی وہ عبارت جس پر ان کو اعتراض ہے کہ اس میں نبی کی تعظیم کو فقط بڑے بھائی جتنی تعظیم کرنے کو کہا ہے تو اس کو بھی ان لوگوں نے ادھورا نقل کیا ہے پوری عبارت بمع سیاق وسباق اس طرح ہے:

''انسان آپس میں سب بھائی ہیں جو بڑا بزرگ ہو وہ بڑا بھائی ہے سو اس کی بڑے بھائی کی سی تعظیم کیجئے اور مالک سب کا اللہ ہے بندگی اسی کو چاہئے اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اولیاء وانبیاء امام وامام زادہ پیرو شہید یعنی جتنے اللہ کے مقرب بندے ہیں وہ سب انسان ہی ہیں اور بندے عاجز اور ہمارے بھائی مگر ان کو اللہ نے بڑائی دی وہ بڑے بھائی ہوئے ہم کو ان کی فرماں برداری کا حکم ہے ہم ان کے چھوٹے ہیں سو ان کی تعظیم انسانوں کی سی کرنی چاہئے نہ خدا کی سی''۔ (تقویۃ الایمان، ص ۸۵)

اس آخری خط کشیدہ حصے کو کسی نے بھی نقل نہیں کیا حضرت نے یہ کہیں نہیں کہا کہ ان کی تعظیم فقط بڑے بھائی جتنی کرنی چاہئے بلکہ وہ تو یہ لکھ رہے ہیں کہ ان کی تعظیم انسانوں کی سی کرنی چاہئے خدا کی طرح نہیں بس یہی بات ان مشرکین پاک و ہند کو ہضم نہ ہوئی اور شاہ صاحب پر اتہامات کی بوچھاڑ کردی۔ جہاں وہ بڑے بھائی کی سی تعظیم کا کہہ رہے ہیں وہاں ''انسان'' کا ذکر ہے یعنی مطلق اور جہاں انبیاء اولیاء کا ذکر آیا تو وہاں تعظیم انسانوں کی سی کرنی چاہئے کا جملہ ذکر کیا مگر ان رضا خانیوں نے کس طرح خوف خدا سے بے نیاز ہو کر عبارت کو توڑ مروڑ کر پیش کیا۔ علامہ خرپوتی شارح قصیدہ بردہ لکھتے ہیں:

''اتقن فی الحکم بالمدحۃ حتی لا تجاوز عن الحد الانسانی الی الوصف الصمدانی''۔

(شرح خرپوتی، ص: ۱۳۹، مکتبۃ المدینہ کراچی)

اعتراض ۲۳: حضور ﷺ کی گنوار جیسی حیثیت۔ نعوذ باللہ

یہ بدبودار عنوان قائم کر کے رضا خانی معترض لکھتا ہے:

اشرف المخلوقات محمد رسول اللہ ﷺ کی تو اس کی دربار میں یہ حالت ہے کہ ایک گنوار کے منہ سے اتنی بات سنتے ہی مارے دہشت کے بے حواس ہو گئے۔ تقویۃ الایمان، ص ۵۶۔

(دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف، ص ۶۸، دیوبندی مذہب، ص ۱۹۶، دیوبند سے بریلی ص ۱۸، الحق المبین، ص ۹۷، الکوکبۃ الشہابیہ، ص ۶۴)

الجواب: یہاں رضا خانیوں نے انتہائی دھوکا، دجل و فریب کا مظاہرہ کیا عنوان تو یہ دیا کہ معاذ اللہ حضور ﷺ کی گنوار جیسی حالت و حیثیت ہے اور جو عبارت لکھی اس میں دور دور تک اس بات کا کوئی نام و نشان تک نہیں۔ گویا یہ ان گستاخوں کے اپنے دل کی سیاہی ہے جسے وہ علماء دیوبند کی طرف منسوب کر رہے ہیں۔ رضا خانی نے جو شاہ صاحبؒ کی عبارت نقل کی اس کے شروع میں ہے:

''اشرف المخلوقات محمد رسول اللہ ﷺ''

کے الفاظ ہیں کیا رضا خانیوں کے نزدیک ''گنوار'' بھی معاذ اللہ رسول اللہ اور تمام

مخلوقات میں سب سے افضل ہوتا ہے؟ اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو یہ الفاظ کہہ کر وہ حضور ﷺ کی ذات کو معاذ اللہ گنوار جیسی حیثیت کیسے دے سکتے ہیں؟ مجھے حیرت ہوتی ہے کہ اس قسم کے غلط عنوانات قائم کر کے ان لوگوں کے ہاتھوں پر رعشہ بھی طاری نہیں ہوتا؟ اس عبارت میں ”بے حواس“ کے الفاظ ہیں اس سے مراد پریشانی اور اضطراب ہے۔

(نور اللغات، ج ۱، ص ۵۸۴)

یعنی حضور ﷺ اس گنوار کی بات سن کر مضطرب اور پریشان ہو گئے۔ پوری عبارت بمع سیاق وسباق ملاحظہ ہو:

”(حدیث کا ترجمہ) مشکوۃ کے باب بدء الخلق میں لکھا ہے کہ ابوداود نے ذکر کیا کہ جبیرؓ نے نقل کیا کہ آیا پیغمبر خدا کے پاس ایک گنوار پس کہا کہ سختی میں پڑ گئی جانیں اور بھوکے مرتے ہیں کنبے اور مر گئے مواشی سو مینہ مانگو اللہ سے ہمارے لئے، کیوں ہم سفارش چاہتے ہیں تمہاری اللہ کے پاس اور اللہ کی تمہاری پاس پیغمبر خدا نے فرمایا کہ نرالا ہے اللہ نرالا ہے اللہ۔ اللہ کی پاکی یہاں تک بولتے رہے کہ اس کا اثر ان کے یاروں کے چہروں میں ہونے لگا پھر فرمایا کہ کیا بے وقوف ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی کی سفارش نہیں کرتا اس کی شان اس سے بہت بڑی ہے کیا بے وقوف ہے تو جانتا ہے کیا چیز ہے اللہ بے شک تخت اس کا اس کے آسمان پر اسی طرح ہے اور بتلایا اپنی انگلیوں سے کہ قبر کی طرح اور بے شک وہ چڑ چڑ بولتا ہے اس سے جیسا چڑ چڑ بولے پالان اونٹ کا سوار کے بوجھ سے۔

ف: یعنی ملک عرب میں قحط پڑا تھا کہ ایک گنوار نے پیغمبر خدا کے روبرو اس کی سختی بیان کی اور دعا طلب کی اور یہ کہا کہ تمہاری سفارش اللہ کے پاس ہم چاہتے ہیں اور اللہ کی تمہاری پاس سو یہ بات سن کر پیغمبر خدا بہت خوف و دہشت میں آ گئے اور اللہ کی بڑائی ان کے منہ سے نکلنے لگی اور ساری مجلس کے لوگوں کے چہرے اللہ کی عظمت سے متغیر ہو گئے پھر اس شخص کو سمجھایا کہ کسی کو جو کسی کے پاس اپنا سفارشی ٹھہرائے تو یوں ہوتا ہے کہ اصل کاروبار اس کے اختیار میں ہو اور سفارش کرنے والے کی خاطر سے وہ کر دے سو جب یہ کہا اللہ کو سفارشی ہم نے اللہ کے پاس ٹھہرایا سو گویا اصل مختار پیغمبر کو سمجھا اور اللہ کو سفارشی سو یہ بات محض غلط ہے اللہ کی شان بہت بڑی ہے کہ سب انبیاء اور اولیاء اس کے روبرو ایک ذرہ ناچیز سے بھی کمتر ہیں کہ سارے آسمان و

زمین کو عرش اس کا قبہ کی طرح گھیر رہا ہے اور باوجود اس بڑائی کے اس شہنشاہ کی عظمت نہیں تھام سکتا بلکہ اس کی عظمت سے چڑ چڑ بولتا ہے۔ سو کسی مخلوق کی کیا طاقت کہ اس کی بڑائی کا بیان بھی کر سکے اور اس کی عظمت کے میدان میں اپنا خیال اور وہم بھی دوڑا سکے پھر کسی کام میں دخل کرنے کی اور اس کی سلطنت میں ہاتھ ڈالنے کی تو کس کو قدرت؟ وہ خود مالک الملک بغیر لشکر اور فوج کسی اور بغیر کسی وزیر اور مشیر کے ایک آن میں کروڑوں کام کرتا رہتا ہے وہ کس کے روبرو سفارش کرے اور کس کا منہ کہ اس کے سامنے کسی کام کا مختار بن کر بیٹھے سبحان اللہ اشرف المخلوقات محمد رسول اللہ ﷺ کی تو اس کی دربار میں یہ حالت ہے کہ ایک گنوار کے منہ سے اتنی بات سنتے ہی مارے دہشت کے بے حواس ہو گئے اور عرش سے فرش تک جو اللہ کی عظمت بھری ہوئی ہے بیان کرنے لگے پھر کیا کہیے ان لوگوں کو کہ اس مالک الملک سے ایک بھائی بندی کا سا رشتہ یا دوستی آشنائی کا سا علاقہ سمجھ کر کیا کیا بڑھ بڑھ کر باتیں کرتے ہیں کوئی کہتا ہے کہ میں اپنے رب کو ایک کوڑی کو مول لیا اور کوئی کہتا ہے کہ میں اپنے رب دو برس بڑا ہوں اور کوئی کہتا ہے کہ اگر میرا رب میرے پیر کے سوا کسی اور صورت میں ظاہر ہو تو ہرگز اس کو نہ دیکھوں اور کسی سے یہ بیت کہی ہے"۔ (تقویۃ الایمان، ص ۷۷ تا ۷۹)

اس سے واضح ہوا کہ یہاں ''بدحواس'' سے مراد پریشانی اور اضطراب ہے جو اس کے لغوی معنی ہیں اور لغت میں موجود ہیں۔ بریلوی عالم حسن علی رضوی لکھتا ہے:

''مذکورہ بالا لفظ بھی ذو معنی ہیں قائل کو کفر سے بچایا جائے گا اور لفظ کو غیر کفریہ معنی پر محمول کیا جائے گا''۔ (برق آسمانی، ص ۱۴۷)

بریلوی مفتی احمد یار گجراتی حضرت صالح علیہ السلام کے متعلق لکھتے ہیں:

''صرف ایک بار نہیں بارہا جادو کیا گیا جس سے آپ کے ہوش و حواس بجا نہ رہے''۔

(نور العرفان، ص ۴۴۸)

اب کسی بریلوی میں غیرت ہے کہ اپنے مفتی پر بھی فتوی لگائے جو نبی کو بدحواس کہہ رہا ہے؟

اعتراض ۲۴: انبیاء و اولیاء کو سفارشی ماننے والا ابو جہل جیسا مشرک ہے۔

نعوذ باللہ

یہ عنوان قائم کر کے رضا خانی لکھتا ہے:

’’مولوی اسمعیل دہلوی لکھتے ہیں کہ جو کسی (انبیاء اولیاء) کو اپنا وکیل سفارشی سمجھے اور نذر و نیاز کرے گو اس کو اللہ کا بندہ اور مخلوق سمجھے ابو جہل اور وہ شرک میں برابر ہے (تقویۃ الایمان، ص ۸)

(دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف، ص ۶۸، دیوبند سے بریلی، ص ۴۴، الحق المبین، ص ۸۴)

اور کوکب نورانی اس پر مزید لکھتا ہے:

’’نبی اور ولی کو اللہ کی مخلوق اور بندہ جان کر وکیل اور سفارشی سمجھنے والا مدد کیلئے پکارنے والا نذر و نیاز کرنے والا مسلمان اور کافر ابو جہل شرک میں برابر ہیں (تقویۃ الایمان ص ۷، ۲۷)۔ (دیوبند سے بریلی، ص ۳۵)

الجواب: رضا خانیوں کے دجل و فریب اور عبارت میں تحریف کے فن کو دیکھتے ہوئے علماء یہود بھی شرما جاتے ہوں گے اگر کسی رضا خانی میں جرات ہے تو مندرجہ بالا عبارت بعینھا تقویۃ الایمان میں دکھا کر منہ مانگا انعام وصول کر لے۔ پوری عبارت اس طرح ہے

’’اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالی نے کسی کو عالم میں تصرف کرنے کی قدرت نہیں دی اور کوئی کسی کی حمایت نہیں کر سکتا اور یہ بھی معلوم ہوا کہ پیغمبر خدا کے وقت میں بھی کافر بھی بتوں کو اللہ کے برابر نہیں جانتے تھے بلکہ اس کی مخلوق اور اسی کا بندہ سمجھتے تھے اور ان کے اس کے مقابل کی طاقت ثابت نہیں کرتے تھے مگر یہی پکارنا اور منتیں ماننی اور نذر و نیاز کرنی اور ان کو اپنا وکیل اور سفارشی سمجھنا بھی انکا رکفر و شرک تھا سو جو کوئی کسی سے یہ معاملہ کرے گا اس کو اللہ کا بندہ اور مخلوق ہی سمجھے سو ابو جہل اور وہ شرک میں برابر ہے۔ (تقویۃ الایمان، ص ۱۳، ۱۴)

یہ محض رضا خانیوں کا خبث باطن ہے کہ وہ اس قسم کی عبارات میں انبیاء و اولیاء کو بزور قلم داخل کر دیتے ہیں اس عبارت میں کہیں بھی انبیاء و اولیاء کا ذکر نہیں حضرت شاہ

صاحب تو انبیاء کو سفارشی سمجھتے ہیں چنانچہ خود لکھتے ہیں:
"انبیاء واولیاء کی سفارش جو ہے سو اللہ کے اختیار میں ہے"۔ (تقویۃ الایمان، ص ۱۲)
جب وہ اللہ کے اختیار سے انبیاء واولیاء کی سفارش وشفاعت کے عند اللہ قائل ہیں اس کو تسلیم کررہے ہیں تو کیا وہ انبیاء کی سفارش کے قائل کو معاذ اللہ ابوجہل جیسا مشرک سمجھ سکتے ہیں؟ بالفرض یہاں انبیاء واولیاء ہی مراد ہوں تب بھی حضرت شاہ صاحب کی مراد واضح ہے کہ جس طرح پچھلے مشرک اولیاء اللہ کو مشکل کشا حاجت روا اور کار عالم میں مدبر سمجھ کر ان کی نذر ونیاز کرتے اور ان کو ایسا سفارشی سمجھتے کہ اللہ کو بھی ان کی سفارش رد کرنے کا اختیار نہیں ہوتا آج بھی اگر کوئی انبیاء واولیاء کو اس قسم کا سفارشی سمجھ کر ان کی نذر ونیاز کرے تو بلاشبہ وہ اور ابوجہل شرک میں برابر ہیں۔ چنانچہ شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ مشرکین مکہ کے بارے میں لکھتے ہیں:

ولم یکن ھولآء المشرکون یشرکون احدا فی خلق الجواھر وتدبیر الامور العظام ولا یثبتون لاحد قدرۃ الممانعۃ اذا ابرم اللہ تعالی امرا وانما کان اشراکھم فی امور خاصۃ ببعض العباد ویظنون ان سلطانا عظیما من السلاطین کما یرسل عبیدہ المخصوصین الی نواحی مملکتہ ویجعلون مختارین متصرفین فی امور جزئیۃ الی ان یصدر عنہ حکم صریح فی امر خاص ولا یقوم بشئون الرعیۃ وامورھم الجزئیۃ بنفسہ بل یکل الرعیۃ الی ولاۃ والحکام ویقبل شفاعتھم فی حق الذین یخدمونھم ویتوسلون بھم کذالک... و ان اللہ تعالی یقبل شفاعۃ عبادہ وان لم یرض بھا۔

(الفوز الکبیر، ص ۲۳، ۲۲)
ترجمہ مشرکین نہیں شریک ٹھہراتے تھے کسی کو کائنات کی چیزوں کے پیدا کرنے میں اور بڑے بڑے معاملات کی تدبیر وانتظام میں اور نہیں ثابت

کرتے تھے کسی کیلئے روکنے اور رد کرنے کی قدرت جب اللہ تعالی قطعی فیصلہ فرمادیں کسی کام کا، اور بے شک ان کا شرک ایسے معاملات میں تھا جو بعض بندوں کے ساتھ خاص ہیں اور وہ گمان کرتے تھے کہ بادشاہوں میں سے ایک عظیم الشان بادشاہ جس طرح اپنے مخصوص بندوں کو اپنی سلطنت کے اطراف وجوانب میں بھیجتا ہے اوران کو جزوی معاملات میں خودمختاررو متصرف بنادیتا ہے اس عظیم الشان بادشاہ کی طرف سے صریح حکم صادر ہونے تک کسی خاص معاملہ میں اور وہ بادشاہ رعیت کے معاملات اوران کے جزوی کاموں کوخودانجام نہیں دیتا بلکہ رعیت کے معاملات سرداروں اورحاکموں کوسپرد کردیتا ہے اورران کی سفارش ان لوگوں کے حق میں قبول کرتا ہے جوان حکام کی خدمت کرتے ہیں اوران کووسیلہ بناتے ہیں..... اوراللہ تعالی اپنے بندوں کی سفارش قبول کرتا ہے اگرچہ وہ اس شفاعت سے خوش نہ ہو۔

اعتراض ۲۵: رسول کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا۔ نعوذ باللہ.

یہ عنوان قائم کرکے رضاخانی لکھتا ہے:

مولوی اسمعیل دہلوی لکھتے ہیں کہ سارا کاروبار جہاں اللہ ہی کے چاہنے سے ہوتا ہے رسول کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا۔

(تقویۃ الایمان، ص ۵۸)۔ (دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف، ص ۶۸)

الجواب: قارئین کرام! عنوان لگانے میں اس آدمی نے کتنا دجل سے کام لیا حضرت شاہ صاحبؒ تو یہ لکھ رہے ہیں کہ سارا کاروبار جہاں اللہ کی مشیت وارادہ سے چلتا ہے اور چل رہا ہے کسی نبی، پیر، فقیر کو اس میں کوئی دخل نہیں مگر عنوان میں اس قید کو اڑادیا اور یہ تاثر دینے کی کوشش کی کہ گویا شاہ شہیدؒ نبی اکرم ﷺ کیلئے ہر قسم کے اختیار کی نفی کررہے ہیں۔

قرآن مجید میں اللہ تعالی فرماتا ہے:

مایفتح اللہ للناس من رحمۃ فلا ممسک لھا و ما یمسک فلا مرسل لہ من بعدہ وھو العزیز الحکیم یا ایھا الناس اذکروا نعمت اللہ علیکم ھل من خالق غیر اللہ یرزقکم من السمآء والارض لا الہ الا ھو فانی تؤفکون (پارہ ۲۲، سورۃ الزمر)

ترجمہ: اللہ نے جو رحمت لوگوں کیلئے کھول دے اس کو کوئی بند کرنے والا نہیں اور اللہ جو کچھ بند کر دے اس کو کوئی جاری کرنے والا نہیں اور وہ غالب حکمت والا ہے اے لوگو تم پر اللہ کے جو احسانات ہیں ان کو یاد کرو کیا اللہ کے سوا کوئی خالق ہے جو تم کو آسمان اور زمین میں رزق پہنچاتا ہے (جب کوئی نہیں) تو اس کے سوا عبادت کے کوئی لائق نہیں سو تم کہاں پھرے جا رہے ہو۔

ایک اور مقام پر فرماتا ہے:

قل ادعوا الذین زعمتم من دون اللہ لا یملکون مثقال ذرۃ فی السموت ولا فی الارض وما لھم فیھما من شرک و ما لہ فھم من ظھیر

(پارہ ۲۲، سورۃ السباء)

ترجمہ: آپ فرما دیجئے جن کو تم خدا کے سوا (مشکل کشا) سمجھ رہے ہو ان کو پکارو وہ ذرہ برابر اختیار نہیں رکھتے نہ آسمانوں میں نہ زمین میں اور نہ ان کی ان دونوں میں کوئی شرکت ہے اور نہ ان میں سے کوئی اللہ کا مددگار۔

صاف اللہ نے اعلان فرما دیا کہ زمینوں اور آسمانوں کا نظام چلانے والی ذات صرف رب تعالی کی ہے اس میں اس کے سوا کوئی اس کا شریک اس کا مددگار نہیں۔

شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ لکھتے ہیں:

''اول توحید کہ بداند کہ خدا یکے است بجمیع صفاتِ کمال موصوف و ہر چہ در عالم رود از نفع وضرر و خیر وشر و منع و عطا جملہ بحکم وتقدیر اوست وفائدہ آں عدم التفات است بسوئے مخلوقات از ضرر ونفع و وجود وعدم ایشاں

(اشعۃ اللمعات، ج ۱، ص ۷۵)

ترجمہ: پہلی چیز توحید ہے اور وہ یہ ہے کہ بندہ اس کا اعتقاد رکھے کہ اللہ تعالیٰ ایک ہے اور تمام صفات کمال سے موصوف ہے اور اس پوری کائنات میں نفع ونقصان خیر وشر اور منع وعطا کے حوالے سے جو بھی کچھ رونما ہوتا ہے وہ سب اس کے حکم اور تقدیر کے تحت ہوتا ہے اس عقیدہ توحید سے یہ فائدہ پہنچتا ہے کہ بندے کی توجہ تمام مخلوق کے نفع وضرر اور ان کے ہونے نہ ہونے سے کٹ جاتی ہے۔

(بحوالہ اعانت واستعانت، ص ۷۳ از پیر نصیر الدین گولڑوی بریلوی)

اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ فرماتے ہیں:

یعنی قریب است کہ آدمیاں وجلیبان بدآں بندہ ہجوم آوردہ مانند نمدہ تہ ہم توشوندیکی ازاں بندہ طلب فرزندی کند ودیگری طلب روزی ودیگر طلب خدمات دنیا ودیگری کشف کون وعلیٰ ھذا القیاس بسبب ایں ہجوم آورن ہمہ اوقات اورا منقص ومشوش میکنند وہم خود درورطہ شرک وکفر گرفتار می شوند ومی فہمند کہ چوں نورالہی نجانہ درونی ایں بندہ بسبب کمال ذکر وعبادت نزول فرمود گویا ایں بندہ شریک کارخانہ خدائی شد اورا وجاہتی وقدرتی نزد حق تعالیٰ پیدا شد کہ ہر چیز ایں بگوید حق تعالیٰ بعمل آرد چنانچہ وردنیا مہمان را خاطر داری میزبان ہمیشہ مرتبہ می باشد ولہذا اہل دنیا متجسس مے باشند کہ بادشاہ امیر وحاکم وفوجدار درخانہ ہر کہ مے آیند از وی حل مشکلات وحاجات روائی مے جویند وہمیں خیال فاسد کہ درحق بندگان خدا باخدا بہم میدسانند درورطہ پیرپرستی وگورپرستی می افتند ودریں حادثہ جنیاں وآدمیاں ہر دو شریک اند وترا منصب رسالت تلقین است اگر ازیں امر درحق خود خوف کنی پس بایں ہر دو فرقہ واشگاف قل انما ادعوا ربی یعنی بگو سوائے ایں نیست کہ من مے خوانم پروردگار خود را تا ظلمت کدہ دل مرا بنور تجلی خود مشرف سازد ولا اشرک بہ احدا پس ہرگز شریک نمیکنم با او ہیچ کس را وچوں من با او ہیچکس را شریک نکردم وبخواندن پروردگار خود مشغول شدم پس از دیگراں کے روا خواہم داشت کہ مرا بخوانند یا

مدا باد شریک مقدر کنندہ واگداین ہمدو فرقہ از توقع نفعے جاضرے داشتہ تد بخوانند و شریک مقدر کنند پس صاف قل لا املک لکم ضرا ولا رشدا یعنی بگو تحقیق من ہدگز مالک نیستم بدائی شبا ضرائے و نہ تدبید مطلب اس را چنانچہ بیش از من وکلا و سفدائے جنیاں وارواح ضالہ بنی آدم اہل دنیا را بطمع منفعتی و خوف مضد تمہائے وسی فدیفتند و خود را نیز داآنہا مالک نفع وضرر نمود میکردند کہ حالا این دفتدگا و خورد واگداز حادثہ و مصیبتی بستو پناہ آرند و بخواہند کہ از غضب خدا در دامن تو پناہ گیدند پوست بدکنندہ قل انی لن یجیدنی من اللہ احد یعنی بگو تحقیق من خود دریں حالت ام کہ ہدگز پناہ نمی توانند داوامدا از غضب خدا ہیچ کس ولن اجد من دونہ ملتحدا یعنی ہدگز نخواہم یافت در وجداں خود را ہیچ وقت سوائے خدا ہیچ جائی رجوع ومیلان نا بسوئے آن رجوع والتجا کنیم (تفسیر عزیزی، ج ۲، ص ۲۱۰، ۲۱۱، مکتبہ حقانیہ)

ترجمہ: قریب ہے کہ آدمی اور جن اس بندہ (محمد ﷺ) پر ہجوم کر کے نمدے کی طرح پتہ نرتہ جم جاویں کوئی بندہ اس سے لڑکا مانگتا ہے کوئی روزی مانگتا ہے اور کوئی دوسری دنیا کی طلب مانگتا ہے اور کوئی کشف کرنی طلب کرتا ہے وعلی ہذا القیاس بسبب اس ہجوم کے تمام اوقات میں اس بندہ کے خلل ڈالتے اور اس کی خاطر پریشان کرتے ہیں اور خود آپ شرک و کفر میں مبتلا ہوتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ نور الٰہی نے اس بندے کے اندرونی قلب میں بسبب کمال ذکر وعبادت کے نزول فرمایا ہے گویا یہ بندہ شریک کارخانہ اللہ تعالیٰ کا ہو گیا اور اس بندہ کی وجاہت وقدرت و منزلت درگاہ حق تعالیٰ میں پیدا ہے کہ جو یہ کہے حق تعالیٰ عمل میں لائے جس طرح دنیا میں مہمان داری میزبان کی اسی مرتبہ ہوتی ہے اسی لئے اہل دنیا تلاش میں رہتے ہیں کہ بادشاہ امیر وحاکم و فوجدار جسکے گھر میں آتے ہیں اس سے حل مشکلات اور حاجت روائی چاہتے ہیں اور یہی خیال فاسد حق میں بندگان اللہ کے حق تعالیٰ کی جناب میں کر کے پیر پرستی اور گور پرستی میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور اسی امر میں جنات اور آدمی دونوں شریک ہیں اور تم کو اے محمد ﷺ منصب رسالت تلقین ہے اگر اس امر کا اپنے حق میں خوف کرتے ہو پس ان دونوں فرقوں کو صاف صاف جتا دو یعنی کہہ دو کہ سوائے اس کے نہیں کہ میں تو پکارتا ہوں اپنے پروردگار کو تا کہ مجھ کو دل کی تاریکیوں سے اپنے نور تجلی سے منور فرما دے یعنی اور ہرگز شریک نہیں کرتا میں اس کے ساتھ کسی کو اور جو میں

نے اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کیا اور اپنے پروردگار کی پکار میں مشغول ہوا تو دوسروں سے کس طرح میں روا رکھوں گا کہ مجھ کو پکاریں یا مجھ کو اس کیساتھ شریک مقرر کریں اور یہ دونوں فرقے تجھ کو شریک ٹھرا کر اپنے نفع ونقصان کی تجھ سے امید رکھ کر تجھے پکاریں تو صاف کہہ دو اور تحقیق میں ہرگز مالک نہیں ہوں تمہارے نقصان کا اور نہ مطلب اس کی تدبیر کا جس طرح وکیل اور سفیر جنات اور گمراہ لوگوں کی روحیں اہل دنیا کو نفع کی لالچ اور نقصان کے خوف سے اپنا گرویدہ کرتے تھے اور اپنے آپ کو لوگوں کے نزدیک مالک نفع اور ضرر ظاہر کرتے تھے کہ اب یہ دفتر گاؤخرد ہوا اور اگر کسی حادثہ اور کسی مصیبت نے تیرے دامن میں پناہ پکڑیں تو بے لاگ کھلی بات کہہ دو اور تحقیق میں خود ہی اس حال میں ہوں کہ ہرگز پناہ نہ دے سکے گا مجھ کو کوئی شخص اللہ تعالی کے غضب سے یعنی اور ہرگز نہ پاؤں گا میں اپنے لئے کسی وقت اللہ کے سوا کوئی رجوع لانے اور مائل ہوجانے کی تاکہ اس کی طرف رجوع اور التجا کروں میں"۔

رضا خانیو! آنکھیں کھول کر پڑھو جو بات شاہ اسمٰعیل شہیدؒ فرمارہے ہیں وہی بات کہ کارخانہ قدرت میں نبی کریم ﷺ کو شریک سمجھنا اور ان کو نفع ونقصان کا مالک مشکل کشا حاجت روا سمجھنا گویا خدا کا شریک بنانا ہے اور یہ شرک جلی ہے وہی بات شاہ عبد العزیز محدث دہلویؒ بھی کررہے ہیں۔اب جو فتوی شاہ صاحب پر لگایا ہمت کرو اور وہی فتوی ان کے چاچا محدثؒ پر بھی لگاؤ۔اب تمہارا یہ کہنا کہ ہمارے عقائد وہی ہیں جو شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ کے ہیں نرا جھوٹ نہیں تو اور کیا ہے؟

اعتراض ۲۶: اللہ کے سوا کسی کو نہ مان۔نعوذ باللہ

یہ عنوان قائم کرکے رضاخانی لکھتا ہے:مولوی اسمعیل دہلوی لکھتے ہیں کہ:اللہ کے سوا کسی کو نہ مان (تقویۃ الایمان،ص ۸) اللہ کو ماننے اس کے سوا کسی کو نہ مانے (تقویۃ الایمان ۱۴) اوروں کو ماننا محض خبط ہے (تقویۃ الایمان،ص ۸)۔

(دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف،ص ۶۸, ۶۹، دیوبندی سے بریلوی،ص ۳۵،الحق المبین،ص ۴۷)

مولوی غلام حسین نقشبندی لکھتا ہے:

اس عقیدے سے انبیاء وملائکہ اور کتب سماویہ کا انکار لازم آتا ہے جو کفر ہے۔

(شمشیر حسینی، ص ۲۴،۲۵)

یاد رہے کہ یہ اعتراض سب سے پہلے مولانا احمد رضا خان نے الکوکبۃ الشہابیہ ص ۱۸،۱۹ پر کیا تھا۔

الجواب: حقیقت یہ ہے کہ آدمی اگر شرم وحیاء کا جامہ اتار دے تو پھر وہ ہر حد تک جاسکتا ہے۔ مولانا احمد رضا خان اور ان کے متبعین نے سیاق وسباق سے ہٹ کر جس طرح شاہ صاحب کی کتاب کی ایک ہی مضمون کی تین عبارتیں کانٹ چھانٹ کر پیش کی اور اس سے وہ مطلب کشید کیا جو بڑے سے بڑے بے حیاء کو بھی نہ سوجھا ہوگا۔ مگر جن لوگوں نے دین کو پیٹ کے بدلے میں فروخت کردیا ہو ان سے اس طرح کی حیاء سوز حرکتیں کچھ بعید نہیں۔ ان لوگوں کو اتنی بھی شرم وحیاء نہیں کہ کل کو اگر کسی نے اصل کتاب کی طرف مراجعت کرلی اور ہمارے دجل وفریب کا پردہ چاک کردیا تو ہم کیا منہ دکھائیں گے مگر

بے حیاء باش ہرچہ خواہی کند

ہم آپ کے سامنے مکمل مضمون پیش کرتے ہیں۔ شاہ اسمٰعیل شہیدؒ باب اول توحید وشرک کے بیان ص ۱۳ پر فرماتے ہیں:

"اس آیت سے معلوم ہوا کہ جو کوئی کسی کو اپنا حمایتی سمجھے گا کہ یہی جان کر اس کے پوجنے کے سبب سے خدا کی نزدیکی حاصل ہوتی ہے سو وہ بھی مشرک ہے اور جھوٹا اور اللہ کا ناشکر اور اللہ تعالیٰ نے سورہ مومنون میں فرمایا:

قل من بیدہ ملکوت کل شیء وھو یجیر ولا یجار علیہ ان کنتم تعلمون سیقولون اللہ قل فانی تسحرون

کہ کون ہے وہ شخص کہ اس کے ہاتھ میں ہے تصرف ہر چیز کا اور وہ حمایت کرتا ہے اور اس کے مقابل کوئی نہیں کرسکتا جو تم جانتے ہو سو وہی کہہ دیں گے کہ اللہ ہے کہہ پھر کہاں سے خبطی ہوجاتے ہو۔

ف: یعنی جب کافروں سے بھی پوچھتے کہ سارے عالم میں تصرف کس کا

ہے اور اس کے مقابل کوئی حمایتی کھڑا نہ ہو سکے تو وہ بھی یہی کہیں گے کہ یہ اللہ ہی کی شان ہے پھر اوروں کو ماننا محض خبط ہے۔

(تقویۃ الایمان)

قارئین کرام! غور فرمائیں کہ شاہ صاحب تو مشرکین عرب کا رد کر رہے ہیں اور اس میں بھی کوئی بات اپنی طرف سے نہیں کر رہے ہیں بلکہ قرآن کی آیت پیش کر رہے ہیں کہ جب زمین و آسمان کی کل بادشاہت اس میں تصرف کامل صرف اللہ تعالی ہی کو حاصل ہے اور اس کے مقابل کوئی کسی کا سفارشی اور حمایتی نہیں بن سکتا تو اللہ کو چھوڑ کر ان معبودان باطلہ کو مشکل کشا حاجت روا سمجھ کر پوجنا محض خبط اور بے وقوفی ہے۔

بات کیا چل رہی ہے، عبارت نقل کیا ہو رہی ہے، سمجھایا کیا جا رہا ہے، اور ان رضا خانیوں کے اعلی حضرت سے لیکر ادنی حضرت تک کیا لن ترانیاں کی جا رہی ہیں انصاف پسند حضرات خود ہی فیصلہ کرلیں۔ چونکہ شاہ صاحبؒ نے ان مشرکین پاک و ہند کے روحانی آباء واجداد پر چوٹ کی اس لئے اس کا بدلہ ان رضا خانیوں نے جھوٹ بول کر لیا۔ اب اگلی والی عبارت بھی ملاحظہ ہو:

وقال اللہ تعالی وما ارسلنک من قبلک من رسول الا نوحی الیہ انہ لا الہ الا انا فاعبدون

فرمایا اللہ نے یعنی سورہ انبیاء میں اور نہیں بھیجا ہم نے تجھ سے پہلے کوئی رسول مگر اس کو یہی حکم بھیجا کہ بے شک بات یوں ہے کوئی ماننے کے لائق نہیں سوائے میرے سو بندگی کرو میری۔

ف: یعنی جتنے پیغمبر آئے سو وہ اللہ کی طرف سے یہی حکم لائے ہیں کہ اللہ کو ماننے اور اس کے سوا کسی کو نہ ماننے اس آیت سے معلوم ہوا کہ شرک سے منع اور توحید کا حکم سب شریعتوں میں ہے سو یہی راہ نجات ہے اس کے سوا اور سب راہیں غلط ہیں۔ (تقویۃ الایمان، ص ۲۲، ۲۳)

قارئین کرام! آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ یہاں بھی وہ شرک کی بات کر رہے ہیں کہ معبود ہونے اور عبادت کے لائق ہونے میں صرف اللہ کو ماننے اس کے سوا کسی کو نہ

مانے۔نہ یہ کہ وہ معاذ اللہ انبیاء، کتب سماویہ، روز آخرت کے ماننے سے انکار کر رہے ہیں۔ نبی کریم ﷺ کو ماننے کے بارے میں تو شاہ صاحب خود فرماتے ہیں:

”الٰہی ہزار ہا شکر تیری ذات پاک کا کہ ہم کو تو نے ہزاروں نعمتیں دیں اور اپنا سچا دین بتایا اور سیدھی راہ پر چلایا اور اصل توحید سکھائی اور اپنے حبیب محمد ﷺ کی امت میں بنایا اور ان کی راہ سیکھنے کا شوق دیا اور ان کے نائبوں کی جو ان کی راہ بتاتے ہیں اور ان کے طریقے پر چلاتے ہیں ان کی محبت دی سوائے ہمارے پروردگار ہمارے تو اپنے حبیب پر اور اس کی آل واصحاب پر اور اس کے سب نائبوں پر ہزار ہزار درود وسلام بھیج اور اس کی پیروی کرنے والوں پر رحمت کر اور اسی کے تابعوں میں گن رکھ آمین رب العالمین“۔

(تقویۃ الایمان، ص۶)

جو محمد ﷺ ان کی آل واصحاب اور ان کے نائب صحابہ تابعین، اولیاء امت محدثین، فقہاء کے رستے پر چلنے اور مرنے کی دعا مانگ رہا ہو اس کے بارے میں یہ کہنا کہ سوائے اللہ کے کسی کو نہ ماننے کی دعوت دے رہا ہے کھلا تعصب نہیں تو اور کیا ہے؟ اور ایمان کے بارے میں اسی صفحہ پر لکھتے ہیں:

”اصل بندگی ایمان کا درست کرنا ہے کہ ج کے ایمان میں کچھ خلل ہے اس کی کوئی بندگی قبول نہیں اور جس کا ایمان سیدھا ہے اس کی تھوڑی بندگی بھی بہت ہے سو ہر آدمی کو چاہئے کہ ایمان کو درست کرنے میں بڑی کوشش کرے اور اس کے حاصل کرنے کو سب چیزوں سے مقدم رکھے۔

(تقویۃ الایمان، ص۶)

اب یہ کہنا کہ شاہ صاحب نے ایمان کے ماننے سے انکار کر دیا تمام ایمانیات کا انکار کر دیا کھلی بددیانتی نہیں تو اور کیا ہے؟۔اب ذرا سنو شیخ المشائخ محبوب سبحانی پیر جیلانیؒ فرماتے ہیں:

یاغلام لا تکن مع النفس و لا مع الھوی و لا مع الدنیا و لا مع الاخـرۃ و لا

تتابع سوی الحق عز و جل

اے غلام تو نفس اور خواہشات نفسانیہ اور دنیا و آخرت کا ساتھی مت بن اور سوائے حق عز و جل کے کسی کی پیروی اور متابعت مت کر۔ (الفتح الربانی، ص ۸۴، فرید بک سٹال) اس کتاب پر تقدیم بریلوی عالم عبدالحکیم شرف قادری کی ہے اور مترجم کے بارے میں لکھتے ہیں:

"الفتح الربانی کے متعدد تراجم چھپ چکے ہیں پیش نظر ترجمہ فاضل جلیل حضرت مولانا مفتی محمد ابراہیم قادری بدایونی کا ہے"۔

(الفتح الربانی، ص ۷۲، ۷۳)

اب جواب دو کیا شیخ صاحبؒ نے انبیاء و صحابہ و اولیاء، علماء و فقہاء کی متابعت اور پیروی سے منع کر کے کیا معاذ اللہ کفر اور گستاخی کی ہے یا نہیں؟ یا یہ کفر کے گولے صرف مظلوم شہید کیلئے ہیں؟

اعتراض ۲۷: حضور ﷺ اور دیگر انبیاء و اولیاء کو اپنی قبر و حشر کے حال کا بھی علم نہیں۔ نعوذ باللہ

یہ عنوان قائم کر کے رضا خانی لکھتا ہے:

مولوی اسمعیل دہلوی لکھتے ہیں کہ: جو کچھ اللہ اپنے بندوں سے معاملہ کرے گا خواہ دنیا میں خواہ قبر میں خواہ آخرت میں سو اس کی حقیقت کسی کو معلوم نہیں نہ نبی کو نہ ولی کو نہ اپنا حال نہ دوسرے کا (تقویۃ الایمان، ص ۲۹)

(دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف، ص ۶۸، کوکبۃ الشہابیہ، ص ۵۲، دیوبندی مذہب ص ۱۸۶، دیوبند سے بریلی، ص ۵۲)

الجواب: اس عبارت میں بھی رضا خانیوں نے تحریف کا مظاہرہ کیا مکمل عبارت اس طرح ہے:

اخرج البخاری عن ام العلاء قالت قال رسول اللہ ﷺ واللہ

لا ادری و انا رسول اللہ ما یفعل بی و لا بکم

مشکوۃ کے باب البقاء والخوف میں لکھا ہے کہ بخاری نے ذکر کیا کہ نقل کیا ام العلاء نے کہ کہا پیغمبر خدا نے کہ قسم اللہ کی نہیں جانتا پس حالانکہ میں رسول ہوں کہ کیا معاملہ ہوگا مجھ اور کیا تم سے۔

ف: یعنی جو کچھ اللہ اپنے بندوں سے معاملہ کرے گا خواہ دنیا میں خواہ قبر میں خواہ آخرت میں سو اس کی حقیقت کسی کو معلوم نہیں نہ نبی کو نہ ولی کو نہ اپنا حال نہ دوسرے کا اور اگر کچھ بات اللہ نے کسی اپنے مقبول بندے کو وحی سے یا الہام سے بتائی کہ فلانے کا انجام بخیر ہے یا برا سو وہ بات مجمل ہے اور اس سے زیادہ معلوم کر لینا اور اس کی تفصیل دریافت کرنی ان کے اختیار سے باہر ہے۔

(تقویۃ الایمان، ص ۳۸)

حضرت شہیدؒ کا مقصود یہ ہرگز نہیں کہ معاذ اللہ انبیاء کو اپنے انجام کی بالکل خبر نہیں بلکہ وہ تو یہ کہہ رہے ہیں کہ آخرت میں کس کے ساتھ کیا معاملہ ہوگا اس کی تفصیل کسی کو معلوم نہیں۔ ہاں مجملاً یہ بات ضرور ہے کہ انبیاء واولیاء کا خاتمہ بالخیر ہوتا ہے۔ آخر کی خط کشیدہ عبارت جو حضرت کے مقصود کو واضح کر رہی ہے ان رضاخانیوں نے نقل نہ کی تو عام عوام کو دھوکا دیا جا سکے۔ اب چند اکابر کی عبارات ملاحظہ ہو کہ جو بات شاہ صاحب نے کی وہی بات یہ علماء بھی کر رہے ہیں:

شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ لکھتے ہیں:

ظاہر ایں حدیث آنست کہ عاقبت مبہم است و ہیچ کسی نمیداند کہ آخر چہ خواہد شد و چہ کار خواہد کرد و ایں درباب انبیاء و رسل خصوصا در حق سید المرسلین صلوات اللہ وسلامہ علیہ وعلیہم منفی ست بدلائل قطعیہ کہ دلالت دارند بجزم و یقین بحسن عاقبت ایشاں یا مراد عوام دریافت احوال عاقبت چہ در دنیا و چہ در

آخرت بتفصیل چہ علم باحوال غیب بتفصیل جز پروردگار تعالی را نباشد اگرچہ مجملا معلوم است کہ عاقبت انبیاء علیہم السلام بخیر است

(اشعۃ اللمعات، ج،ص)

ترجمہ: ظاہر اس حدیث سے یہ ہے کہ انجام مبہم ہے اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ آخر کیا ہوگا اور کیا کام کرے گا اور یہ درباره انبیاء اور رسل خصوصا سید المرسلین ﷺ کے حق میں نفی کیا گیا ہے بدلائل قطعیہ کے کہ دلالت رکھتی ہے جزم ویقین کے ساتھ ان کے حسن عاقبت پر یا مراد عوام دریافت احوال عاقبت کا ہے کیا دنیا اور کیا دین میں بتفصیل کیونکہ علم احوال غیب کا بتفصیل سوائے پروردگار تعالی کے کوئی نہیں جانتا اگرچہ مجملا معلوم ہے کہ عاقبت انبیاء بخیر ہے۔

پس اگر شاہ صاحب یہ بات کرنے کی وجہ سے گستاخ ہیں تو معاذ اللہ شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ پر بھی فتوی لگاؤ جو وہی بات کر رہے ہیں جو شاہ صاحبؒ نے کہی ہے کہ عاقبت کا حال تفصیلی طور پر کہ میرے ساتھ کیا ہوگا اور تمہارے ساتھ اس کا مجھے علم نہیں ہاں مجملا معلوم ہے کہ عاقبت انشاء اللہ بخیر ہوگی۔ مفتی احمد یار گجراتی بریلوی لکھتا ہے:

بفضلہ تعالی ہر مومن کو خاتمہ خراب ہو جانے کا اندیشہ ہوتا ہے اسی خوف پر ایمان کی بنیاد قائم ہے وہ ہی اندیشہ یہاں مراد ہے یہ خوف ہر گناہگار بلکہ ابرار واخیار کو مرتے دم تک رہتا ہے جبکہ حضرت یوسفؑ موسی علیہم الصلوۃ والسلام دعا فرماتے ہیں توفنی مسلما والحقنی بالصالحین تو اور کسی کا کیا ذکر"۔

(تفسیر نعیمی، ج ۷، ص ۴۷۳)

اعتراض ۲۸: خدا چاہے تو کروڑوں محمد ﷺ کے برابر پیدا کر ڈال۔ نعوذ باللہ

یہ عنوان قائم کر کے رضا خانی لکھتا ہے: "مولوی اسمعیل دہلوی لکھتے ہیں کہ:

اس شہنشاہ (اللہ) کی تو یہ شان ہے کہ ایک آن میں ایک حکم کن سے چاہے تو کروڑوں نبی اور ولی اور جن اور فرشتہ جبریل اور محمد ﷺ کے برابر پیدا کر ڈالے۔ (تقویۃ الایمان

(۳۱

(دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف، ص ۶۹، دیوبند سے بریلی، ص ۳۳، باطل اپنے آئینہ میں، ص ۶۶، دیوبندی مذہب، ص ۱۹۷، الحق المبین، ص ۴۷)

ایک رضاخانی تو یہاں تک لکھتا ہے: ”یہ عبارت مرزائیوں کو تقویت دیتی ہے“۔ (شمشیر حسینی، ص ۲۶)

الجواب: کوئی ان مشرکین پاک وہند اور منکرین قدرت خداوندی سے پوچھے کہ اس میں استغفار پڑھنے اور سرگستاخی کی کونسی بات پوشیدہ ہے۔ ایسا کر دینا رب تعالیٰ کی قدرت نہیں تو کیا بریلی کے کسی مزار کے چنڈو خان مجاور کی کرامت ہے؟ وہ رب تعالیٰ فعال لما یرید ہے اس کو قدرت ہے کہ جو چاہے جس طرح چاہے پیدا کر ڈالے وہ اگر پہلی بار نبی کریم ﷺ کو پیدا کر سکتا ہے تو اب دوبارہ پیدا کر دینے میں کیا عجز مانع آ گیا؟ ہمارا ابھی عقیدہ ہے کہ رب تعالیٰ نے محمد مصطفیٰ ﷺ جیسا ایک ہی پیدا کیا اب قیامت تک آپ ﷺ کی طرح کوئی اور پیدا نہ ہوگا

رخ مصطفیٰ وہ آئینہ کہ اب ایسا دوسرا آئینہ
نہ ہماری بزم خیال میں نہ دکان آئینہ ساز میں

بات صرف رب تعالیٰ کی قدرت کی ہو رہی ہے کہ اگر وہ چاہے تو ایسا کر سکتا ہے مگر کرے گا مرزائیوں کو تقویت تو تب ہو جب بالفعل ایسا ہو بھی جائے۔ جو بات شاہ صاحبؒ نے فرمائی ہے وہی بات ان سے پہلے کے اکابر نے بھی فرمائی ہے کیا وہ سب بھی معاذ اللہ منکرین ختم نبوت اور مرزائیوں کے دست راست تھے؟:

مفسر قرآن امام رازیؒ لکھتے ہیں:

لِاَنَّهَا تَدُلُّ عَلَى الْقُدْرَةِ اَنْ يَّبْعَثَ فِىْ كُلِّ قَرْيَةٍ نَذِيْرًا مِثْلَ مُحَمَّدٍ وَ اَنَّهُ لَا حَاجَةَ بِالْحَضْرَةِ الْاِلٰهِيَّةِ اِلٰى مُحَمَّدٍ اَلْبَتَّةَ وَ قَوْلُهُ لَوْ يَدُلُّ عَلٰى اَنَّهُ سُبْحَانَهُ وَ تَعَالٰى لَا يَفْعَلُ ذَالِكَ فَبِالنَّظْرِ اِلَى الْاَوَّلِ يَحْصُلُ التَّادِيْبُ وَ بِالنَّظْرِ اِلَى الثَّانِىْ يَحْصُلُ الْاِعْزَازُ

(تفسیر کبیر ج ۲۴، ص ۴۷۴، فرقان آیۃ ۵۱)

یہ آیت دلالت کرتی ہے قدرت رکھنے کے اس بات پر کہ اللہ بھیجے ہر بستی میں ڈرانے والا مثل محمد ﷺ کے اور اس پر کہ اللہ تعالیٰ کو محمد ﷺ کی طرف (اپنے دین پہچانے) کی احتیاج نہیں ہے اور لفظ ''لو'' کے فرمانے سے معلوم ہوتا ہے کہ حق تعالیٰ ایسا ہرگز نہیں کریگا پس بنظر اول سے تادیب نبی ﷺ حاصل ہے اور بنظر ثانی آپ ﷺ کا اعزاز ظاہر ہے۔

اور شیخ یحیٰ منیری رحمۃ اللہ علیہ جن کے بارے میں آپ کے بھی ممدوح شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ لکھتے ہیں:

''شیخ شرف الدین یحیٰ منیری رحمۃ اللہ علیہ وی از مشاہیر مشائخ ہندوستان ست چہ احتیاج کہ کس ذکر مناقب او کند اورا تصانیف عالی است از جملہ تصانیف او مکتوبات مشہور تر ولطیف ترین تصانیف اوست بسیاری از آداب طریقت واسرار حقیقت در آنجا اندراج یافتہ''۔

(اخبار الاخیار، ص ۱۱۷)

یہی شیخ اپنے انہی لطیف ومشہور ترین مکتوبات میں لکھتے ہیں:

''چون در عظمت وعزت بی نیازی اونظر کنی ہمہ موجودات عدم دینی وچون بسلطان عظمت وقدرت اونگری ہمہ معدومات را موجودات یابی اگر خواہد در ہر لحظہ صد ہزار چون محمد ﷺ بیافریند وہر نفسے از انفاس ایشان مقام قاب قوسین دہد''

(مکتوبات، ص ۱۱۰، مکتوب نمبر ۳۵)

جو اس کی عظمت وعزت پر نظر کرے تمام موجودات کے عدم پر نظر پڑے اور جو اس کی بادشاہت عظمت وقدرت کا دھیان کرے تمام معدومات کو موجود پائے اگر چاہے تو ایک آن میں لکھ مانند (جیسے) محمد ﷺ پیدا

فرمادے اور ان میں سے ہر ایک کو قاب قوسین کا مقام عطا فرمادے۔

اگر شاہ صاحبؒ کی یہ عبارت معاذ اللہ مرزائیت نوازی ہے تو ان سے پہلے رازیؒ اور میبریؒ یہ گناہ کر چکے ہیں اور دہلویؒ ان کی تائید کرتے ہوئے نظر آرہے ہیں تو سارا زور خطابت و جوش کتابت صرف شاہ صاحبؒ کے خلاف ہی کیوں؟ لیجئے اب ہم آخر میں آپ ہی کے گھر کے دو ایسے حوالے پیش کر رہے ہیں جس بعد آپ کی طبعیت اس معاملے میں بالکل صاف ہوجائے گی بریلوی فقیہ ملت مفتی جلال الدین سابق صدر شعبہ افتاء دار العلوم اہل سنت فیض الرسول فتوی دیتا ہے:

''بے شک سرکار اقدس آخر الانبیاء ﷺ کے بعد کسی نبی کا پیدا ہونا شرعا محال اور عقلا ممکن بالذات ہے (یعنی پیدا ہوسکتا ہے) اما الاول فلورود النص ولکن رسول اللہ و خاتم النبیین واما الثانی فلان خلق النبی بعد نبینا علیہ التحیۃ والثناء من المقدورات الالھیۃ وکل مقدور الھی ممکن لیکن سرکار اقدس خاتم النبیین ﷺ کے بعد دوسرا خاتم الانبیاء پیدا ہونا محال بالذات ہے لان ختم النبوۃ وصف لا یقبل الاشتراک عقلا ولا یکون موصوفہ الا واحدا وھو نبینا رحمۃ للعالمین ﷺ اسی لئے وصف ختم نبوت میں سرکار اقدس ﷺ کا نظیر و مثل محال بالذات ہے...... اس آیت کریمہ کے نزول سے قبل سرکار مصطفی ﷺ کے بعد کسی نبی کا پیدا ہونا دو طرح ممکن تھا ایک بطور امکان وقوعی دوسرا بطور امکان ذاتی ورود آیت کریمہ نے صرف امکان وقوعی ختم کیا امکان ذاتی ختم نہیں ہوا''۔ (فتاوی فیض الرسول، ج۱،ص ۹، ۱۰)

اور نور الحسن شاہ کیلانوالہ لکھتا ہے:

''اس میں کلام نہیں کہ اس خلاق العلیم نے جیسا یہ سلسلہ انبیاء و مرسلین ابتداء سے انتہاء تک اور دنیا و مافیھا بلکہ تمام موجودات کو پیدا کیا ہے ،ایسی مخلوقات یعنی اس کی مثل لاکھوں کروڑوں کی تعداد میں پیدا کر سکتے ہیں۔ بہرصورت اس امر پر قادر ہے''۔

(الانسان فی القرآن،ص ۳۷۱، دار التبلیغ آستانہ کیلیانوالہ شریف بار سوم)

آئے ہم آپ کو بتاتے ہیں کہ مرزائیت کو کس نے تقویت دی بریلوی فرقہ کے بانی مولوی احمد رضا خان لکھتا ہے کہ شیخ عبدالقادر جیلانی تمام صفات (جس میں نبوت ختم نبوت بھی ہے) میں حضور ﷺ ان کے اندر متجلی تھے معاذ اللہ:

"حضور پرنور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالی عنہ حضور اقدس وانور سیدی عالم ﷺ کے وارث کامل ونائب تام وآئینہ ذات ہیں کہ حضور پرنور ﷺ مع اپنی جمیع صفاتِ جمال وجلال وکمال وافضال کے ان میں متجلی ہیں"۔

(فتاوی افریقہ، ص ۱۱۶)

مرزا قادیانی نے اسی عقیدے کو لیا کہ میرے آنے سے ختم نبوت پر اس لئے فرق نہیں پڑتا کہ میں کوئی نیا نبی تھوڑی ہوں مجھ میں وہی محمد ﷺ جو چودہ سو سال پہلے تھے دوبارہ متجلی ہوکر آگئے ہیں۔ معاذ اللہ۔

اعتراض ۲۹: حضور ﷺ اور دیگر انبیاء گاؤں کے چودھری جیسے۔ نعوذ باللہ

یہ سراپا دجل وفریب پر مبنی عنوان قائم کر کے رضا خانی لکھتا ہے:

مولوی اسمٰعیل دہلوی لکھتے ہیں کہ جیسا ہر قوم کا چودھری اور گاؤں کا زمیندار سوان معنوں کو ہر پیغمبر اپنی امت کا سردار ہے۔ تقویۃ الایمان، ص ۲۴۔

(دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف، ص ۶۹، دیوبند سے بریلی، ص ۳۴، شمشیر حسینی ص ۲۹، باطل اپنے آئینہ میں، ص ۳۷، دیوبندی مذہب، ص ۱۸۲، گستاخ کون ص ۱۶۷، الحق المبین، ص ۸۱)

الجواب: عبارت کو سیاق وسباق سے کاٹ کر جو مطلب ان رضا خانیوں نے کشید کیا ہے یقیناً ان کے مربی شیطان کو بھی نہ سوجھا ہوگا ہم آپ کے سامنے مکمل عبارت بمع سیاق و سباق پیش کرتے ہیں جس کو پڑھنے کے بعد آپ ان رضا خانیوں کی دیانت پر ششدر رہ جائیں گے:

"اب سننا چاہیے کہ سردار کے لفظ کے دو معنی ہیں ایک تو یہ کہ وہ خود مالک ومختار ہو اور کسی کا محکوم نہ ہو خود آپ جو چاہے سو کرے جیسے ظاہر میں بادشاہ

سو یہ بات اللہ ہی کی شان ہے ان معنوں کو اس کے سوا کوئی سردار نہیں اور دوسرے یہ کہ رعیتی ہی ہو مگر اور رعیتوں سے امتیاز رکھتا ہو کہ اصل حاکم کا حکم اول اس پر آئے اس کی زبانی اوروں کو پہنچے جیسا کہ ہر قوم کا چودھری اور گاؤں کا زمیندار سو ان معنوں کو ہر پیغمبر اپنی امت کا سردار ہے اور ہر امام اپنے وقت کے لوگوں کا اور ہر مجتہد اپنے تابعوں کا اور ہر بزرگ اپنے مریدوں کا اور ہر عالم اپنے شاگردوں کا کہ یہ بڑے لوگ اول کے حکم پر آپ قائم ہوتے ہیں اور پیچھے اپنے چھوٹوں کو سکھاتے ہیں سو اسی طرح سے ہمارے پیغمبر سارے جہاں کے سردار ہیں کہ اللہ کے نزدیک ان کا رتبہ سب سے بڑا ہے اور اللہ کے احکام پر سب سے زیادہ قائم ہیں اور لوگ اللہ کی راہ سیکھنے میں ان کے محتاج ہیں ان معنوں کو ان کو سارے جہاں کا سردار کہنا کچھ مضائقہ نہیں بلکہ ضرور یوں ہی جاننا چاہئے''۔

(تقویۃ الایمان، ص ۹۰)

کس واضح الفاظ میں حضرت شاہ شہیدؒ فرما رہے ہیں کہ ہمارے سرکار دو عالم ﷺ تمام جہاں کے سردار ہیں ان کے برابر رتبہ کسی کا نہیں گویا

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

کا مصداق ہیں۔ مگر ان رضا خانیوں کا دھوکا ملاحظہ ہو تاثر یہ دینا چاہئے کہ اہل سنت انبیاء کا مقام صرف گاؤں کے کسی زمیندار جتنا سمجھتے ہیں معاذ اللہ کیا ان عبد الدینار والدراہم کے ہاں گاؤں کا چودھری سارے جہاں کا سردار ہوتا ہے؟ اللہ کے ہاں سب سے بڑے رتبہ والا ہوتا ہے؟ جو عبارت ان ظالموں نے پیش کی اس کا مقصد صرف اتنا ہے کہ اللہ کے احکام اس کی وحی و تجلیات کا سب سے پہلا مرکز انبیاء کی ذوات قدسیہ ہوتے ہیں اللہ کے فرامین و ارشادات سب سے پہلے انبیاء پر نازل ہوتے ہیں پھر ان کے توسط سے پوری امت کو ان احکامات سے آگاہ کیا جاتا ہے پھر ان کے بعد درجہ بدرجہ یہ کام ہوتا ہے شاگردوں کو استاد کے ذریعہ سے، مریدوں کو شیخ کے ذریعہ سے، مقلدین کو مجتہدین کے ذریعہ سے اس اعتبار سے یہ تمامی حضرات اپنے حلقہ ارادت میں سردار ہیں (جو حضرات

شاہ صاحبؒ پر ترک تقلید وتصوف کا الزام لگاتے ہیں وہ بھی اس عبارت کوغور سے پڑھیں) پھر عوامی انداز میں اس کو ایک مثال کے ذریعہ سمجھاتے ہیں کہ جیسے بادشاہ کا فرمان سب سے پہلے وزیر اعظم پھر اس کے نائبین اس طرح درجہ بدرجہ گاؤں کے چودھری یا زمیندار کو ملتا ہے کہ وہ اس سے اپنی رعایا کو آگاہ کردیں۔اب کوئی ان جاہلوں سے پوچھے کہ اس میں توہین وگستاخی کی آخر کونسی بات ہے؟

ان کا ایک رضاخانی مولوی لکھتا ہے:

''اس عبارت میں بھی نبی علیہ السلام کو گاؤں کے زمیندار اور قوم کے چوھری کے ساتھ لاکھڑا کیا ہے''۔(گستاخ کون،ص ۱۶۷)

اب ہم رضاخانیوں کے حوالے پیش کرتے ہیں کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کو کس کس کے ساتھ لاکھڑا کیا ہے۔

رسول تو بس وزیر اعظم جیسے۔معاذ اللہ

مفتی احمد یار گجراتی لکھتا ہے:

''جیسے وزیر اعظم کی وزارت تاحد مملکت ہوتی ہے ایسے ہی رسول اعظم کی رسالت تاحد الوہیت ہے''۔(تفسیر نعیمی،ج ۱،ص ۲۶۵)

تقویۃ الایمان میں ''جیسے'' کا لفظ ہے تو یہاں بھی،وہاں چودھری کا لفظ ہے تو یہاں وزیر اعظم کا اب جواب دو کیا تمہارا مفتی نبی اکرم ﷺ کو پاکستان،اسرائیل،ہندوستان،امریکا کے وزیر اعظم کے برابر سمجھتا ہے؟

رسول وفرشتے تو بس چپڑاسی جیسے ہیں۔معاذ اللہ

خیال رہے کہ رب تعالی رسولوں،فرشتوں کے ذریعہ ہم سے کلام کرتا ہے جیسے بادشاہ حکام یا چپڑاسیوں کے ذریعہ ہم سے کلام کرتا ہے''۔

(تفسیر نعیمی،ج ۹،ص ۲۰۸)

تقویۃ الایمان میں جیسے،زمیندار و چودھری کا لفظ ہے تو یہاں جیسے اور چپڑاسی کا لفظ موجود ہے تو جواب دو کیا تمہارے نزدیک رسول وفرشتے معاذ اللہ چپڑاسیوں کے برابر ہیں؟

قرآن خواں کی پھونک تو بس نیولے کی طرح ہے۔ معاذ اللہ

سانپ کی پھونک میں زہر نیولے کی پھونک میں تریاق ہے ایسے ہی قرآن خوان کی پھونک میں شفا اور جادوگر کی پھونک میں بیماری''۔

(تفسیر نعیمی، ج ۱، ص ۵۲۱)

دین کا کام کرنے والے تو بس دلال ہیں۔ معاذ اللہ

''ایمان کی حفاظت کی بیمہ کمپنی بھی ہے جو اللہ کے فضل سے اس دولت کو منزل مقصود تک پہنچانے کا ٹھیکہ لیتی ہے اس کمپنی کا ہیڈ اکوارٹر مدینہ منورہ میں ہے اور اس کی شاخیں بغداد اور اجمیر اور پیران کلیر وغیرہ میں کھلی ہوئی ہیں اور اس کی برانچ شاخیں تقریبا ہر جگہ ہیں اور اس کے دلال ہر جگہ پھر رہے ہیں''۔ (تفسیر نعیمی، ج ۱، ص ۵۵۷)

اعتراض ۳۰: حضور ﷺ اور دیگر انبیاء و اولیاء کی تعریف عام بشر سے بھی کم کرو۔ نعوذ باللہ

اس عنوان کے تحت رضا خانی لکھتا ہے:

مولوی اسمٰعیل دہلوی رقمطراز ہیں کہ کسی بزرگ کی تعریف میں زبان سنبھال کر بولو جو بشر کی تعریف ہو سو وہی کرو سو اس میں بھی اختصار ہی کرو۔ تقویۃ الایمان، ص ۶۳۔

(دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف، ص ۶۷، الحق المبین، ص، ۷۷)

الجواب: یہاں بھی رضا خانیوں نے مکمل عبارت پیش نہیں کی حضرت شہیدؒ مشکوۃ کی حدیث پیش کرتے ہوئے فرماتے ہیں (صرف ترجمہ پیش کیا جارہا ہے)

مشکوۃ کے باب المفاخرہ میں لکھا ہے کہ ابوداؤد نے ذکر کیا کہ مطرف نے نقل کیا کہ آیا میں بنی عامر کے ایلچیوں کے ساتھ پیغمبر خدا کے پاس پھر کہا ہم نے کہ تم سردار ہو ہمارے سو فرمایا کہ سردار تو اللہ ہے پھر کہا کہ ہم نے کہ بڑے ہمارے ہو بزرگی میں اور بڑے سخی ہو فرمایا کہ خیر اس طرح کا کلام کہو اس میں بھی تھوڑا کلام کرو اور تم کو کہیں بے ادب نہ کرے

شیطان‘‘۔

ف: یعنی کسی بزرگ کی شان میں زبان سنبھال کر بولو اور جو بشر کی سی تعریف ہو وہی کرو سو اس میں بھی اختصار کرو اور اس میدان میں منہ زور گھوڑے کی طرح مت دوڑو کہ کہیں اللہ کی جناب میں بے ادبی نہ ہو جائے‘‘۔ (تقویۃ الایمان، ص ۸۹)

حضرت شاہ شہید صاحبؒ نے جو کچھ کہا وہ مذکورہ حدیث ہی کا مفہوم ومطلب ہے نہ معلوم رضاخانیوں کو اس سے کیا تکلیف ہے؟ بزرگان دین کی ’’بشری نہیں‘‘ تو کیا ’’خدا کی سی‘‘ تعریف کریں؟

ملا علی قاریؒ ’’او بعض قولکم‘‘ کا مطلب بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

’’قولوا اقولکم یعنی قولوا ھذا القول او اقل منہ ولا تبالغوا فی مدحی بحیث تمدحوننی بشیء یلیق بالخالق ولا یلیق بالمخلوق‘‘۔ (مرقاۃ، ج۹، ص ۱۲۵)

ہاں اس طرح کی تعریف کرو بلکہ اس سے بھی کم کرو اور میری مدح سرائی میں مبالغہ آرائی مت کرو اس طور پر کہ ایسی چیز سے میری مدح کرو کہ جو اللہ کی شان کے لائق ہو اور مخلوق کی شان کے لائق نہ ہو۔

علامہ خرپوتی کا حوالہ ماقبل میں گزر چکا ہے کہ انبیاء کی مدح سرائی میں مبالغہ سے بچو اور انہیں حد انسانیت سے نکال کر خدائی کے منصب پر فائز مت کر دینا۔ (شرح خرپوتی، ص ۱۳۹)

پھر رضاخانیوں کا دجل وفریب ملاحظہ ہو کہ عبارت میں ’’بزرگ‘‘ کے لفظ ہیں انہوں نے اسے ’’انبیاء واولیاء‘‘ سے بدل دیا۔ نیز ’’اختصار‘‘ کا معنی قطعی طور پر ’’کمی کرنا‘‘ بھی رضاخانیوں کی جہالت ہے کیونکہ لغت میں اس کا یہ معنی موجود ہے:

’’بہت سے مطلب کو تھوڑے لفظوں میں ظاہر کرنا
گوش سامع کو گراں طول سخن ہے اے امیر
اختصار اچھا ہے بیتوں کا بڑھانا کیا ضرور‘‘۔ (نور اللغات، ج۱، ص ۲۹۰)

یعنی فصیح الفاظ کا استعمال کہ الفاظ تو کم سے کم ہوں مگر معنی ان کا بہت وسیع ہو۔
علامہ ابن علی مقری لکھتے ہیں:
الاختصار: الکلام و حقیقتہ الاقتصار علی تقلیل اللفظ دون المعنی
(المصباح المنیر فی غریب شرح الکبیر للرافعی، ج۱، ص۱۷۰، المکتبۃ العلمیہ بیروت)

آپ حضرات نے رضا خانی خطیب کو تو سنا ہوگا بیان کرتے ہوئے کہتا ہے کہ نبی کریم ﷺ کے فضائل وکمالات بھلا کون بیان کرسکتا ہے اور کس زبان میں یہ طاقت ہے البتہ ''مختصرا'' کچھ باتیں عرض کرتا ہوں۔ تو کیا رضا خانی اس کا یہ مطلب لیں گے کہ وہ خطیب نبی کریم ﷺ کی شان میں ''کمی'' کررہا ہے؟ زبان زد عام شعر کا مصرعہ ہے

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

تو کیا یہاں بھی مختصر کا معنی نبی کی شان میں کمی کرنا لوگے؟ اگر نہیں اور یقینا نہیں تو شاہ صاحبؒ کی عبارت سامنے آتے ہی تمہاری آنکھوں پر شیطینیت کے پردے کیوں آجاتے ہیں؟

حیرت ہے کہ آج ملت بریلویت کو ''بشر'' کے لفظ میں توہین محسوس ہوتی ہے مگر پیر مہر علی شاہ صاحب تو کہتے ہیں کہ بشر کا لفظ ہی متصف بصفت کمال ہے یعنی دنیا میں جتنے بھی کمالات ہیں ان سب سے ایک بشر کا لفظ ہی متصف ہے اس کے ساتھ کسی دوسرے لقب کی ضرورت ہی نہیں یہ بشر ہی تمام صفات والقابات کیلئے کافی ہے ملاحظہ ہو:

"بشر کے معنی میں بحسب لغت عربیہ عظمت وکمال پایا جاتا ہے یا حقارت میری ناقص رائے میں لفظ بشر مفہوما ومصداقا متضمن بکمال ہے"۔ (مکتوبات، ص۱۵۷)

اعتراض ۱۳۱: حضور ﷺ کسی چیز کے بھی مختار نہیں۔ نعوذ باللہ

یہ عنوان قائم کرکے رضا خانی لکھتا ہے:
''مولوی اسمٰعیل دہلوی لکھتے ہیں کہ جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں''۔ (تقویۃ الایمان، ص۴۷)

(دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف ،ص ۶۹ ، دیوبندی مذہب ،ص ۱۸۱ ،الکوکبۃ الشہابیۃ ،ص ۵۱ ، باطل اپنے آئینہ میں ،ص ۶۸ ، دیوبند سے بریلی ،ص ۴۳ ،شمشیر حسینی ،ص ۲۶ ،الحق المبین ،ص ۷۴)

الجواب : اس عبارت کا مطلب سمجھنے کیلئے پہلے یہ سمجھیں کہ تقویۃ الایمان میں انبیاء ، اولیاء اللہ ، ملائکہ ، بھوت پریت ، بتوں کیلئے کس قسم کے تصرفات واختیار کی نفی کی گئی ہے تو تصرف کے عقیدے کی چند صورتیں ہیں :

صورت اول : کہ کوئی شخص یہ عقیدہ رکھے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ کو کائنات میں تصرف کی کن فیکون قدرت ازخود حاصل ہے اور وہ صرف اپنے ارادہ و مشیت سے بغیر اسباب و آلات کے جو چاہتا ہے کرسکتا ہے اور کرتا ہے اسی طرح تصرف کی قدرت اللہ کے ماسوا فلاں ہستی کو بھی ازخود یعنی اللہ کی عطا کے بغیر حاصل ہے ظاہر ہے کہ یہ عقیدہ اس درجہ کا شرک ہے جو ابوجہل ابولہب وغیرہ مشرکین میں بھی نہیں تھا وہ بھی اپنے بتوں میں خدائی صفات کو خدا کی عطا سے مانتے۔

دوسری صورت

’’کائنات میں تصرف کی قدرت‘‘ کے عقیدے کی دوسری صورت یہ ہے کہ کسی نبی یا ولی یا پیر یا شہید یا اللہ تعالیٰ کے سوا کسی بھی واقعی یا فرضی یا وہمی ہستی کے بارے میں یہ عقیدہ رکھا جائے کہ وہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے ایسے پیارے چہیتے اور ایسے مقرب ہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کو ایک درجہ اور دائرہ میں ’’کن فیکونی تصرف کی قدرت‘‘ دے دی ہے یعنی اب وہ صرف اپنے ارادہ وحکم سے تصرف کرسکتے ہیں۔ کسی کا کام بنا اور بگاڑ سکتے ہیں ، ہماری حاجتیں پوری کرسکتے ہیں اور یہ ان کے اختیار میں ہے۔

یہ بعینہ وہ عقیدہ ہے جو مشرکین عرب اپنے معبودوں اور دیوتاؤں کے بارے میں رکھتے تھے اور دنیا کی اکثر قوموں میں یہی شرک رہا ہے۔ اس سلسلہ میں حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی کتاب ’’الفوز الکبیر‘‘ کی ایک مختصر عبارت یہاں بھی پڑھ لی جائے۔

شرک آنست کو غیر خدا را صفات مختصر خدا اثبات نماز ید مثل تصرف در عالم

باراده که تعبیر ازاں بکن فیکونی لے شود۔ (الفوز الکبیر ص ۸)

شرک یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی ہستی کیلئے اللہ تعالیٰ کی خاص صفات ثابت کی جائیں مثلاً اپنے ارادہ سے عالم میں وہ تصرف کرنا جس کو ''کن فیکونی'' تصرف کہا جاتا ہے۔

آگے حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کی بھی وضاحت کی ہے کہ مشرکین عرب اپنے معبودوں کیلئے خدا تعالیٰ کا عطاء کیا ہوا محدود اختیار اور تصرف کی محدود قدرت مانتے تھے لیکن عقیدہ رکھتے تھے کہ اس محدود دائرہ میں وہ اپنے ارادہ اور اختیار سے جو چاہیں کر سکتے ہیں اور کرتے ہیں، یہی ان کا شرک تھا، بہر حال اللہ تبارک وتعالیٰ کے سوا کسی ہستی کیلئے بھی اس طرح کے کن فیکونی اختیار تصرف کا عقیدہ رکھنا بلاشبہ شرک ہے۔ اگرچہ اس کو خدا کی عطاء سے مانے۔

ناظرین کرام! یہاں حضرت قاضی ثناء اللہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی ایک عبارت اور پڑھ لیں، ارشاد الطالبین میں فرماتے ہیں۔

اولیاء قادر نیستند برایجاد معدوم یا اعدام موجود پس نسبت کردن ایجاد و اعدام واعطاء رزق یا اولاد و دفع بلا و مرض وغیر آں بسوئے شان کفر است۔ (ارشاد الطالبین ص ۲۰)

اولیاء اللہ کو یہ قدرت نہیں ہے کہ کسی غیر موجود کو وجود بخش دیں یا کسی موجود کو معدوم اور نیست کر دیں پس کسی چیز کو وجود بخشنے یا معدوم کر دینے یا کسی کو رزق یا اولاد دینے یا کسی سے کوئی بیماری یا کوئی بلا دور کر دینے کی کسی بزرگ ولی کی طرف نسبت کرنا کفر ہے۔

انشاء اللہ العزیز ہم عنقریب تفصیل سے عرض کریں گے کہ حضرت شاہ اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور دوسرے اکابر علماء اہلسنت نے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام واولیاء کرام کیلئے کائنات میں تصرف کی قدرت ثابت کرنے کو جو شرک یا کفر لکھا ہے وہ عقیدۂ تصرف کی یہی دوسری صورت ہے جس کو حضرت شاہ ولی اللہ اور حضرت قاضی ثناء اللہ نے بھی شرک وکفر قرار دیا ہے۔

تیسری صورت

تصرف کے عقیدہ کی تیسری صورت یہ ہے کہ کسی نبی یا ولی کیلئے پہلی یا دوسری صورت اختیاری کن فیکونی تصرف کی قدرت کا عقیدہ تو نہ رکھا جائے لیکن یہ اعتقاد رکھا جائے کہ خود اللہ تبارک وتعالیٰ جب چاہتا ہے اپنی قدرت اور اپنے حکم سے بطور معجزہ یا کرامت کے ان کے ہاتھ سے عالم کون میں تصرف کرا دیتا ہے۔ وہ تصرف اگرچہ ان کے ہاتھ سے ہوتا ہے لیکن دراصل وہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا فعل اور تصرف ہوتا ہے۔ جو ان کے ہاتھ پہ ظاہر ہوتا ہے، وہ ان کا اس طرح کا اختیاری فعل نہیں ہوتا جس طرح ان کے دوسرے عام اختیاری افعال ہوتے ہیں۔ پھر بھی چونکہ وہ ان کے ہاتھ سے ظاہر ہوتا ہے اس لئے اس کی نسبت ان کی طرف کی جاتی ہے اور اس کو ان کا معجزہ اور ان کی کرامت کہا جاتا ہے تو یہ عقیدہ بالکل برحق ہے۔

اسی طرح انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اور اولیاء کرام کے بارے میں یہ عقیدہ بھی برحق ہے کہ وہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے مقبول اور مستجاب الدعوات بندے ہیں جب وہ کسی معاملہ میں قلب کی پوری توجہ اور الحاح کے ساتھ اللہ تبارک وتعالیٰ سے دعا کریں تو اکثر ایسا ہوتا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ ان کی دعائیں قبول فرما کے اپنی کن فیکونی قدرت سے وہ کام کر ہی دیتا ہے تو اگرچہ وہ کام اور وہ تصرف اللہ تبارک وتعالیٰ کا فعل اور تصرف ہوتا ہے لیکن چونکہ اس کا سبب اور وسیلہ اس مقبول اور مقرب بندہ کی توجہ اور دعا ہوتی ہے۔ اس لئے اس کام اور تصرف کی نسبت اس مقبول بندہ کی طرف بھی کر دی جاتی ہے۔ بہرحال تصرف کی دونوں شکلیں برحق ہیں۔

تصرف کی چوتھی صورت

تصرف کی ایک صورت اور اس کا ایک درجہ وہ ہے جس کی صلاحیت اللہ تبارک وتعالیٰ نے کم یا بیش سب بندوں کو عطاء فرمائی ہے اور وہ ہے خداداد قوت وصلاحیت اور اس عالم اسباب میں پیدا کئے ہوئے اسباب وآلات کے ذریعہ جادو یا مسمریزم جیسے کسی فن اور باطنی توجہ جیسے کسی عمل کے ذریعہ اس عالم کی اشیاء میں اور احوال میں تصرف کرنا، سو یہ تصرف جیسا کہ ہم سب کا تجربہ ہے، ہم بندے اپنے ارادہ اور اختیار سے اور اپنی خداداد قدرت سے کرتے ہیں اور یہ ہمارا فعل ہوتا ہے، ہم اس کے بارے میں مسول اور اس کے گناہ یا ثواب کے مستحق ہوتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ تصرف کی اس چوتھی صورت کے بارے میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔

بحث واختلاف تصرف کی کس صورت میں ہے!

بحث واختلاف اسی تصرف میں ہے جو بغیر اسباب وآلات کے اور بغیر کسی فن اور عمل کے صرف اپنی قدرت اور اپنے ارادہ اور حکم سے کن فیکونی طریقہ ہو۔ اسے جیسا کہ ہم عرض کر چکے ہیں۔ یہ صرف اللہ تبارک وتعالیٰ ہی کی شان وصفت ہے۔

انما امرہ اذا اراد شیئا ان یقول لہ کن فیکون۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے کسی نبی یا ولی اور کسی مخلوق کو اس تصرف کی قدرت عطاء نہیں فرمائی۔ ہاں مشرکین اپنے معبودوں اور دیوتاؤں کے بارے میں اس قسم کے تصرف کا عقیدہ رکھتے تھے اور بہت سے جاہل قبر پرست اور تعزیہ پرست قسم کے مسلمان، اماموں اور پیروں اور شہیدوں کے بارے میں اسی طرح کے تصرف کا عقیدہ رکھتے ہیں۔ اس لئے حاجتی بن کر ان کے مزاروں پر جاتے ہیں اور ان سے حاجتیں اور مرادیں مانگتے اور ان کے نام کی منت مانتے ہیں۔ تقویۃ الایمان میں اسی قسم کے تصرف واختیار کی نفی کی گئی ہے چنانچہ چند عبارات ملاحظہ ہوں:

"سننا چاہئے کہ اکثر لوگ پیروں اور پیغمبروں اور اماموں کو اور شہیدوں کو اور فرشتوں کو اور پریوں کو مشکل کے وقت پکارتے ہیں اور ان سے مرادیں مانگتے ہیں اور ان کی منتیں مانتے ہیں اور حاجت برائی کیلئے ان کی نذر ونیاز کرتے ہیں اور بلا کے ٹلنے کیلئے اپنے بیٹوں کو ان کی طرف نسبت کرتے ہیں، کوئی اپنے بیٹے کا نام عبدالنبی رکھتا ہے، کوئی علی بخش، کوئی حسین بخش اور پیر بخش اور مدار بخش، کوئی سالار بخش، کوئی غلام محی الدین، کوئی .... اور ان کے جینے کیلئے کوئی کسی کے نام کی چوٹی رکھتا ہے۔ کوئی کسی کے نام کی بدھی پہناتا ہے، کوئی کسی کے نام کے کپڑے پہناتا ہے، کوئی کسی کے نام کی بیڑی ڈالتا ہے، کوئی کسی کے نام کے جانور کرتا ہے، کوئی مشکل کے وقت دوہائی دیتا ہے، کوئی اپنی باتوں میں کسی کے نام کی قسم کھاتا ہے، غرض کہ جو کچھ ہندو اپنے بتوں سے کرتے ہیں سو وہ سب کچھ جھوٹے مسلمان انبیاء واولیاء سے اور اماموں اور شہیدوں اور فرشتوں اور پریوں سے کر گزرتے ہیں۔ سبحان اللہ یہ منہ اور یہ دعویٰ"۔

پھر چند سطور کے بعد فرماتے ہیں۔

''پھر اگر کوئی سمجھانے والا ان لوگوں سے کہے کہ تم دعویٰ ایمان کا رکھتے ہو اور افعال شرک کے کرتے ہو۔ یہ دونوں راہیں ملائے دیتے ہو۔ اس کا جواب دیتے ہیں کہ ہم تو شرک نہیں کرتے بلکہ اپنا عقیدہ انبیاء واولیاء کی جناب میں ظاہر کرتے ہیں۔ شرک جب ہوتا ہے کہ ہم ان انبیاء واولیاء کو پیروں وشہیدوں کو اللہ کے برابر سمجھتے سو یوں تو ہم نہیں سمجھتے بلکہ ہم ان کو اللہ کا بندہ اور اسی کی مخلوق (مانتے ہیں) اور یہ قدرت وتصرف اسی نے ان کو بخشی ہے اس کی مرضی سے عالم میں تصرف کرتے ہیں''۔ (تقویۃ الایمان ص ۶، ۷)

اس عبارت سے وضاحت کے ساتھ یہ بھی معلوم ہوگیا کہ تقویۃ الایمان میں حضرت شاہ شہید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا خاص خطاب کیسے جاہل اور گمراہ مسلمانوں سے ہے اور وہ کیسے کیسے مشرکانہ خرافاتی عقیدے رکھتے تھے اور اپنے اپنے جاہلانہ خیالات کے مطابق نبیوں، ولیوں، پیروں، شہیدوں کو اور مدار بخش، سالار بخش وغیرہ اصلی یا فرضی گزرے ہوئے بزرگوں کو اور بھوتوں، پریوں کو حاجت روا اور مشکل کشا سمجھ کر ان کی منتیں مانتے اور نذریں چڑھاتے تھے۔ ان کے نام کی قربانیاں کرتے تھے، بقول حضرت شہید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے، ہندو اپنے بتوں اور دیوتاؤں کے ساتھ جو کچھ کرتے تھے یہ گمراہ نام کے مسلمان، اماموں اور پیروں، شہیدوں اور بھوتوں کے ساتھ وہ سب کچھ کرتے تھے، ان کے بارے میں تصرف کا عقیدہ رکھتے تھے اور کہتے تھے کہ اس تصرف کی قدرت ان کو خدا تعالیٰ نے دے دی ہے۔ وہ تین صفحے کے بعد اسی بیان میں حضرت شہید رحمۃ اللہ علیہ پر لکھتے ہیں۔

''عالم میں ارادہ سے تصرف کرنا اور اپنا حکم جاری کرنا اور اپنی خواہش سے مارنا اور جلانا، روزی کی کشائش اور تنگی کرنی اور تندرست و بیمار کر دینا فتح وشکست دینی، اقبال وادبار دینا، مرادیں پوری کرنا، حاجتیں برلائی، بلائیں ٹالنی، مشکل میں دستگیری کرنی، برے وقت میں پہنچنا، سب اللہ ہی کی شان ہے اور کسی انبیاء واولیاء کی، پیر وشہید کی بھوت وپری کی یہ شان نہیں جو کوئی کسی کو ایسا تصرف ثابت کرے اور اس سے مرادیں مانگے اور اس توقع پر نذر ونیاز کرے اور اس

کی منتیں مانے اور اس کو مصیبت کے وقت پکارے سو وہ مشرک ہو جاتا ہے اور اس کو اشراک فی التصرف کہتے ہیں یعنی اللہ کا سا تصرف ثابت کرنا محض شرک ہے پھر خواہ یوں سمجھے کہ ان کاموں میں طاقت ان کو خود بخود، خواہ یوں سمجھے کہ اللہ نے ان کو ایسی قدرت بخشی ہے ہر طرح شرک ثابت ہوتا ہے"۔

(تقویۃ الایمان ص ۱۱۔۲۱)

ان عبارتوں میں تصرف کے جس عقیدے کو شرک قرار دیا گیا ہے وہ وہی اللہ تبارک وتعالیٰ کا سا تصرف ہے جس کا عقیدہ مشرکین عرب رکھتے تھے۔ (ماخوذ از بریلوی فتنہ کا نیا روپ)

اب آئے عبارت معترضہ کے سیاق وسباق کی طرف شاہ صاحب ؒ لکھتے ہیں:

رقال اللہ تعالی یا صاحبی السجن اارباب متفرقون خیر ام اللہ الواحد القھار ماتعبدون من دونہ الا اسماء سمیتموھا انتم و اباءکم ما انزل اللہ بھا من سلطن ان الحکم الا للہ امر ا الا تعبدون الا ایاہ ذالک الدین القیم ولکن اکثر الناس لا یعلمون

اور کہا اللہ تعالیٰ نے یعنی سورہ یوسف میں کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے قید خانہ میں اور قیدیوں سے کہا اے رفیقو! قید خانے کے، کیا کئی مالک جدا جدا بہتر ہیں یا اللہ ایک زبردست نہیں مانتے ہو تم ورے اس کے مگر کئی ناموں کو کہ ٹھرائے ہیں تم نے اور تمہارے باپ دادوں نے نہیں اتاری اللہ نے ان کی کچھ سند نہیں حکم کسی کا سوائے اللہ کے اس نے تو یہی حکم کیا ہے کہ کسی کو اس کے سوائے مت مانو یہی ہے دین مضبوط مگر اکثر لوگ نہیں جانتے

ف: یعنی اول تو غلام کے حق میں کئی مالک ہونے سے بہت نقصان کرتا ہے بلکہ ایک مالک زبردست چاہئے کہ سب مراد اس کی پوری کر دے اور سب کاروبار اس کے بنا دے اور دوسرے یہ کہ ان مالکوں کی کچھ حقیقت بھی نہیں وہ کچھ چیز اصل میں نہیں ہیں بلکہ آپ ہی لوگ خیال باندھ لیتے ہیں کہ مینہ برسانا کسی اور کے اختیار میں ہے اور دانا اگانا کسی اور کے اختیار میں ہے اور اولاد کوئی اور دیتا ہے اور تندرستی کوئی اور پھر آپ ہی ان کے نام

ٹھہرا لیتے ہیں فلانے کام کے مختار کا نام یہ ہے اور فلانے کا یہ پھر آپ ہی ان کو مانتے ہیں اور ان کو کاموں کے وقت پکارتے ہیں پھر اسی طرح ایک مدت میں یہ رسم جاری ہو جاتی ہے حالانکہ وہ سب محض اپنے خیالات میں ہیں کچھ ان کی حقیقت نہیں وہاں نہ اللہ کے سوا کوئی اور ہے اور نہ کسی کا یہ نام اگر کسی کا یہ نام ہے تو اس کو کسی کاروبار میں دخل نہیں سو سب خیال ہی خیال ہے اس نام کا کوئی شخص وہاں مالک اور مختار نہیں جو ان کاموں کا مختار ہے اس کا نام اللہ ہے محمد یا علی نہیں اور جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں سو ایسا شخص کہ جس کا نام محمد یا علی ہو اور اس کے اختیار میں عالم کے سب کاروبار ہوں ایسا حقیقت میں کوئی شخص نہیں محض اپنا خیال ہے سو اس قسم کے خیال باندھنے کا اللہ نے تو حکم نہیں دیا اور کسی کا حکم اس کے مقابل معتبر نہیں''۔ (تقویۃ الایمان، ص ۵۶,۵۷)

عبارت کا مکمل مضمون صاف بتا رہا ہے کہ اس میں اسی تصرف و اختیار کی نفی ہے جو از قبیل شرک ہے۔ شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ لکھتے ہیں:

در تفویض امر دین بہ پیغمبر سخن است تا چہ رسد مذہب صحیح آنست کہ امر تشریع مفوض پیغمبر نمی باشد زیرا کہ منصب پیغمبری منصب رسالت و ایلچی گری ست نہ نیابت خداوند شرکت در کارخانہ خدا آنچہ کہ خدائے تعالی حلال و حرام فرماید آنرا رسول تبلیغ می کنند و بس از طرف خود اختیار ندارد اگر تفویض امر دین بہ پیغمبر مے شد اورا عتاب چرا میشد حالانکہ اورا بمواضع بسیار مثل اخذ فدیہ از اساری بدر و تحریم ماریہ قبطیہ و دان دادن منافقین در تخلف از غزوہ تبوک وغیرہ ذالک عتاب شدید واقع شدہ''۔ (تحفہ اثناء عشریہ، ص ۱۷۰)

پیغمبر کو دین کی باتیں سپرد کر دینے میں کلام ہے پھر کسی دوسرے کی کیا مجال مذہب صحیح اس میں یہ ہے کہ امر تشریعی حوالے پیغمبر کے نہیں ہوتے کیونکہ منصب پیغمبری و منصب رسالت پہنچا دینا نہ نیابت خدا اور نہ شرکت کارخانہ خدا میں جو کچھ اللہ تعالی حلال و حرام کا حکم فرماتا ہے اس کو رسول پہنچا دیتا ہے اور اس میں رسول اپنی طرف سے کچھ اختیار نہیں رکھتا اور اگر

حوالے کر دینا امر دین پیغمبر کو ہوتا تو ان کو عتاب کیونکر ہوتا؟ حالانکہ ان کو بہت سارے مواقع میں مثل اخذ فدیہ اسیران بدر اور تحریم ماریہ قبطیہ اور اجازت دینے منافقین کو تخلف غزوہ تبوک وغیرہ ذالک امور میں عتاب شدید واقع ہوا ہے۔

جو بات حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ فرمارہے ہیں وہی بات ان کے بھتیجے شاہ اسمعیل شہیدؒ نے فرمائی، دراصل شاہ شہیدؒ اس عبارت میں شیعہ ورضاخانیوں کے اس عقیدے کا رد کر رہے ہیں جس کا ذکر شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ نے اپنی کتاب میں کیا چنانچہ لکھتے ہیں:

”فرقہ اثنینیہ اند گویند محمد وعلی ہر دو الٰہ اند“۔ (تحفہ، ص ۱۳)

فرقہ اثنینیہ کہتے ہیں کہ محمد وعلی دونوں الٰہ ہیں۔

اسی طرح مفوضہ کا عقیدہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”فرقہ مفوضہ از شیعہ قائل اند بشرکت محمد وعلی در خلقت دنیا“۔ (تحفہ، ۱۵۳)

فرقہ مفوضہ شیعہ میں سے اس کا عقیدہ ہے کہ محمد وعلی دنیا کی تخلیق میں شریک تھے۔

پس شاہ اسمعیل شہیدؒ شیعوں کے اس عقیدے کو سامنے رکھ کر کہہ رہے ہیں کہ تم نے جو محمد و علی کو الٰہی صفات سے متصف کر دیا کارخانہ قدرت کا ان کو مالک بنا دیا تو یہ اس معاملے میں کچھ اختیار نہیں رکھتے۔

اعتراض ۲۳: صرف محمد وعلی کہنے پر رضاخانیوں کا اعتراض

مولوی غلام مہر علی اسی عبارت کے متعلق لکھتا ہے:

”حضور ﷺ کے اسم گرامی کو بغیر کسی خطاب عزت کے اس طرح بولنا کہ محمد و محمد صاحب یہ ہندوؤں اور سکھوں کا طریقہ ہے...... اور اس طرح کہنا حضور کی سخت بے ادبی ہے“۔ (دیوبندی مذہب، ص ۱۸۱)

الجواب:

الزامی حوالہ جات

شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ لکھتے ہیں:

(۱) ’’فرقہ اثنینیہ اند گویند محمد وعلی ہر دو الہ اند‘‘۔ (تحفہ، ص ۱۳)

فرقہ اثنینیہ کہتے ہیں کہ محمد وعلی دونوں الہ ہیں۔

(۲) اسی طرح مفوضہ کا عقیدہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

’’فرقہ مفوضہ از شیعہ قائل اند بشرکت محمد وعلی در خلقت دنیا‘‘۔ (تحفہ، ۱۵۳)

فرقہ مفوضہ شیعہ میں سے اس کا عقیدہ ہے کہ محمد وعلی دنیا کی تخلیق میں شریک تھے۔

(۳) مزید ایک حوالہ ملاحظہ ہو:

’’فرقہ شانزدہم ذبابیہ اند وایشان محمد را نبی انکار رند وعلی را الہ گویند‘‘۔ (تحفہ اثنا عشریہ، ص ۱۳)

سولہواں فرقہ ذبابیہ ہے جو محمد کے نبی ہونے کے انکاری ہیں اور علی کو الہ کہتے ہیں۔

رضا خانیو! جواب دو کیا شاہ صاحب بھی معاذ اللہ ہندو وسکھ اور یہودی تھے؟ جبکہ رضا خانی کاشف اقبال کہہ چکا کہ ہم شاہ محدث دہلویؒ کے عقیدے پر ہیں پس ان سے عبارات میں رضا خانی جو تاویل کریں وہی تقویۃ الایمان کی عبارت میں کرلیں۔

(۴) مولانا کرم دین دبیر صاحبؒ جن کو عبدالحکیم شرف قادری نے اپنے اکابر میں سے تسلیم کیا ہے اپنی کتاب تذکرہ اکابر اہلسنت ص ۴۰۹ تا ۴۱۱، ۶ صفحات پر ان کا تعارف کروایا ہے ان کی کتاب ’’آفتاب ہدایت‘‘ کا تعارف کراتے ہوئے لکھتے ہیں:

’’آپ کی تصانیف میں آفتاب ہدایت کو سب سے زیادہ مقبولیت حاصل ہوئی اور ہاتھوں ہاتھ کئی ایڈیشن فروخت ہوگئے مولانا کو امیر ملت پیر سید جماعت علی شاہ...... سے والہانہ عقیدت تھی آفتاب ہدایت کا انتساب حضرت امیر ملت کے نام تھا جو پہلے ایڈیشن میں اب بھی دیکھا جا سکتا ہے‘‘۔ (تذکرہ اکابر اہلسنت، ص ۴۱۳، ۴۱۴)

(۵) یہی کرم دین صاحب مرحوم لکھتے ہیں:

ہارونؑ وموسیٰؑ نے عارضی طور پر‘‘۔ (آفتاب ہدایت، ص ۱۵۴، طبع اول)

یہاں پر بھی کوئی تعظیمی کلمہ نہیں کیا یہ بھی معاذ اللہ ہندو سکھوں کے طریق پر تھے؟ ہو سکتا ہے کہ کوئی کہے کہ علیہ السلام کی نشانی "ؑ" تو لکھا ہوا ہے تو بریلوی مذہب میں یہ علامت بھی گستاخی و ناجائز ہے (فتاوی مصطفویہ، ص ۵۸۰)

(۶) مولانا احمد رضا خان بریلوی کے مندرجہ ذیل اشعار بھی ملاحظہ ہو:

زہے عزت و اعتلائے محمد کہ عرش حق زیر پائے محمد

سرائے محمد...... رضائے محمد...... برائے محمد...... رضائے محمد...... برائے محمد...... لقائے محمد...... دعائے محمد۔

(رضائے مصطفی، ص ۲، جنوری ۲۰۱۰)

ان تمام اشعار میں کہیں بھی محمد مصطفی احمد مجتبیٰ ﷺ کے نام نامی اسم گرامی کے ساتھ تعظیمی لقب موجود نہیں فقط نام "محمد" اور وہ بھی بدون درود شریف مذکور ہے۔

(۷) بریلوی مولوی سید محمد عارف رضوی کا یہ شعر بھی ملاحظہ ہو:

روؤں یاد مصطفی میں چوموں نام مصطفی (رضائے مصطفی، ص ۱۰، جنوری ۲۰۱۰)

مصطفی ﷺ کے ساتھ کوئی تعظیمی لقب موجود نہیں۔ بریلوی نباض قوم ابوداؤد صادق کے اسی رسالے میں ہے:

(۸) "سلطان الواعظین علامہ ابوالنور محمد بشیر کوٹلی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب فرمایا...... محمد کا جب یوم میلاد آئے تو بدعت کے فتوے انہیں یاد آئے"۔

(رضائے مصطفی، ص ۱۰، ۱۱، مارچ ۲۰۱۱)

رضاخانی سوچ کا مظاہرہ یہاں کیا جائے تو عبارت پر اعتراض یوں ہوگا کہ اپنے مولوی کا نام لکھا تو "سلطان الواعظین، علامہ، رحمۃ اللہ علیہ" اور جب امام الانبیاء علیہ السلام کے نام لکھنے کی باری آئی تو صرف "محمد"......؟

(۹) "اس شان محمد پر قربان جہاں ہوگا"۔ (رضائے مصطفی، ص ۳، جون ۲۰۱۱)

(۱۰) بریلوی شاعر اہلسنت پروفیسر محمد اکرم رضا خانی لکھتا ہے:

پیغام زندگی ہے محمد کے شہر میں — رحمت سے لو لگی ہے محمد کے شہر میں
نعمت پر اک ملی ہے محمد کے شہر میں — خیرات بٹ رہی ہے محمد کے شہر میں

فیضان سرمدی ہے محمد کے شہر میں
اکمال شاعری ہے محمد کے شہر میں
(رضائے مصطفی، ص ۳، مئی ۲۰۱۲)

(۱۱) یہ بھی پڑھو:

''بھلا کیا اور کو دیکھیں محمد ہم کو کافی ہے''۔ (رضائے مصطفی، ص ۵، جون ۲۰۱۲)

ہوسکتا ہے کہ کوئی سطحی اشکال کرے کہ یہ تو اشعار ہیں تو جوابا عرض ہے کہ ایک چیز کو تم نے بے ادبی و گستاخی قرار دے دیا تو گستاخی تو گستاخی ہے یہ کس کتاب میں لکھا ہے کہ نثر میں تو نبی کریم ﷺ کی گستاخی حرام ہے اور اشعار میں وہ گستاخی اور سکھوں و ہندوؤں کا طریق عین ایمان اور دلیل عشق و محبت ہے؟

(۱۲) مولانا احمد رضا خان لکھتا ہے:

''محمد ہی اول و آخر ہے''۔ (ختم النبوۃ، ص ۸۲)

(۱۳) اور ذرا حضرت صدیق اکبرؓ کے خطبہ کا یہ حصہ بھی ملاحظہ ہو:

من کان یعبد محمد فان محمد قد مات

(۱۴) اماں عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے یہ الفاظ بھی پڑھو:

قال قائل لابی بکر ھذا رسول اللہ ﷺ (مشکوۃ، ج ۲، ص ۳۸۶، مکتبہ رحمانیہ)

اماں عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ایک کہنے والے نے ابوبکر سے کہا۔ کوئی تعظیمی لقب نہیں۔

(۱۵) جب نبی اکرم ﷺ نے ایک شخص کو مال غنیمت نہ دیا تو حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے فورا کھڑے ہوکر نبی اکرم ﷺ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: مالک عن فلانٍ (مشکوۃ، ج ۲، ص ۳۶۴)

''مالک'' بالکل عام الفاظ ہیں کوئی تعظیمی لقب نہیں اب رضاخانی جواب دیں کہ صحابی رسول ﷺ نے یہ کیوں نہیں فرمایا کہ ''مالک یا رسول اللہ ﷺ'' جو جواب وہ اس کا دیں وہی تقویۃ الایمان کے حاشیہ پر لکھ لیں۔

(۱۶) مولوی احمد رضا خان لکھتا ہے:

اللہ کی قسم رب محمد بھی ان کی گھات میں ہے''۔ (فتاوی رضویہ جدید، ج ۱۵، ص ۸۵)

(۱۷) اے محمد کیا تجھے اس کا غم ہے''۔(فتاوی رضویہ ج ۱۵، ص ۶۳۷)

(۱۸) محمد احمد رضوی خلیفہ مولوی احمد رضا خان لکھتا ہے: ''بعض حضرات کہتے ہیں کہ ابوبکر وغیرہ فرشتوں سے افضل ہیں''۔(تمہید عبد الشکور سالمی، ص ۶۳۔فرید بک سٹال لاہور)

(۱۹) ''اے ابراہیم آپ ہماری سفارش کیجئے''۔(ایضاً، ص ۲۷۶، ۲۷۷)

(۲۰) ''اے موسیٰ آپ ہماری سفارش کیجئے''۔(ایضاً، ص ۲۷۷)

(۲۱) ''خلفاء اربعہ (ابوبکر، عمر، عثمان، علی) کی خلافت حق اور ثابت ہے''۔(ایضاً، ص ۳۶۱)

(۲۲) ''ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا سنت سے ثابت ہے کہ شیخین (یعنی ابوبکر وعمر) کو تو فضیلت دے اور ختنین (دونوں دامادوں یعنی عثمان وعلی) سے محبت کرے اور ان ہی سے روایت ہے کہ فرمایا تم ابوبکر وعمر کو فضیلت دو اور عثمان علی سے محبت کرو''۔(ایضاً، ص ۳۶۴)

بریکیٹ کے الفاظ کتاب میں موجود ہیں اب رضا خانی سوچ کا مظاہرہ کریں کہ امام ابو حنیفہؒ کے نام کے ساتھ تو ''رضی اللہ تعالیٰ عنہ'' اور صحابہ کے نام اس بے ادبی سے؟

(۲۳) ''ابوبکر تمام صحابہ سے افضل ہے''۔(ایضاً، ص ۳۶۱)

الحمد للہ سرسری مطالعہ کے بعد چند کتب سے یہ ۲۳ عدد حوالے ہیں جو آپ کے سامنے رکھ دئے گئے ہیں مزید حوالے بھی ہیں مگر ماننے والے کیلئے ایک بھی کافی اور نہ ماننے والے کیلئے دفتر کے دفتر بھی ناکافی۔اب اگر رضا خانیوں میں غیرت شرم وحیاء اور انصاف ودیانت کا مادہ ہے تو ان علماء پر بھی وہی فتوے لگائیں جو شہید مظلومؒ پر لگائے۔

تحقیقی جواب

اس کا یہ ہے کہ شاہ صاحب کی عبارت میں ''محمد وعلی'' سے مراد قطعی طور پر محمد مصطفی ﷺ اور علی المرتضی کرم اللہ وجہہ کی شخصیت مراد نہیں بلکہ وہ تو مشرکین پاک وہند کے موہومہ شخصیات کا رد کر رہے ہیں چنانچہ ان کی عبارت میں ''آپ ہی لوگ خیال باندھ لیتے ہیں''، ''اور پھر آپ ہی ان کے نام ٹھرا لیتے ہیں''، ''حالانکہ وہ سب محض اپنے خیالات میں ہیں کچھ ان کی حقیقت نہیں'' کے جملے واضح قرینہ ہیں کہ وہ یہاں ایسے محمد وعلی کا

ذکر کر رہے ہیں جو مشرکین کے وہمی محمد وعلی ہیں جنکا حقیقت سے نہ کوئی واسطہ ہے اور نہ حقیقت میں ان کا کوئی وجود۔ احمد رضا خان نے جو فتاوی رضویہ میں خدا کو جی بھر کر گالیاں دی ہیں اس پر عنوان قائم کیا کہ وہابیوں دیوبندیوں کا وہمی خدا پس اگر ایک وہمی وخیالی خدا بنا کر اسے جی بھر کر گالیاں دی جا سکتی ہیں تو یہاں تو صرف محمد وعلی موہومہ اشخاص کے نام مذکور ہیں نہ کوئی گالی نہ بے ادبی تو رضا خانیوں پر آسمان کیوں پھٹنے لگ جاتا ہے؟

الحمد للہ، اللہ رب العزت نے شاہ شہیدؒ کی برکت سے عبارت کی ایسی توجیہ ذہن میں ڈالی جو ان اوراق کے علاوہ آپ کو کہیں نہیں ملے گی۔ فللہ الحمد علی ذالک۔

لطیفہ: مولانا کرم دین والد مولانا قاضی مظہر حسین صاحبؒ لکھتے ہیں:

"اور حال کہ شیعہ اگرچہ بظاہر آپ کی الوہیت کے قائل نہیں تاہم اوصاف ایسے بیان کرتے ہیں جو آپ کو درجہ الوہیت پر پہنچا دیتے ہیں چنانچہ علم ما کان وما یکون ان کو حاصل ہونا اشیائے حلال وحرام کرنے کا اختیار موت وحیات پر اختیار وغیرہ وغیرہ بہت سی ایسی اوصاف ہیں جو شان الوہیت تک پہنچا دیتی ہیں"۔

(آفتاب صداقت، ص ۱۶۱، طبع اول)

یہی بات جب شاہ اسمعیل شہیدؒ کرتے ہیں اور ان امور پر انبیاء واولیاء کے اختیار کی نفی کرتے ہیں تو فوراً فتوے بازی شروع ہو جاتی ہے۔

اعتراض ۳۳: زمین کے خزانے نبی ﷺ کے پاس اور تم کہتے ہو کہ ان کو کسی چیز کا اختیار نہیں

یہی مولوی غلام مہر علی لکھتا ہے: "نبی نے فرمایا کہ مجھے زمین کے خزانوں کی کنجیاں عطا فرمائی گئی ہیں اور تم کہتے ہو محمد وعلی کو کسی چیز کا اختیار نہیں"۔ (ملخصاً دیوبندی مذہب، ص ۱۸۲)

الجواب: جو روایت رضا خانی اس باب میں پیش کرتے ہیں اس کا معنی علماء نے یہ لکھا

۷:
"المراد منها ما یفتح لامته من بعده من الفتوح و قیل المعـادن"۔
(فتح الباری، ج ۶، ص ۱۲۸)

ترجمہ: مراد ان خزانوں سے جو امت کیلئے آپ ﷺ کے بعد فتوحات واقع ہوئیں اور کہا گیا کہ مراد کانیں (معدنیات) ہیں۔

ملا علی قاری حنفیؒ نے بھی یہی لکھا کہ اس سے مراد مختلف شہروں کو فتح کرنا اللہ تعالی نے آپ ﷺ پر اور آپ ﷺ کی امت پر آسان کر دیا اور ان مفتوحہ علاقوں میں جو خزانے ملیں ان کے مالک بنے یہ بھی کہا گیا ہے آپ کی امت پر معدنی ذخائر جیسے سونا چاندی وغیرہ کھول دیگا اور وہ اس کے مالک بن جائیں گے"۔ (مرقاۃ، ج ۱۰، ص ۴۲۸)

اور ظاہر ہے کہ یہ سب چیزیں اسباب و وسائل کے درجے میں ہیں کوئی بھی اس کا منکر نہیں اسی طرح رضاخانی ہمارے اکابر کی چند کرامات کو بھی اس موقع پر ذکر کرتے ہیں ماقبل میں ان کی وضاحت ہو چکی ہے کوئی بھی اس کا منکر نہیں چنانچہ شاہ اسمٰعیل شہیدؒ خود لکھتے ہیں:

"حکیم علی الاطلاق ایشاں را واسطہ در تصرفات کونیہ میگرداند مثل نزول امطار و نمو اشجار...... و تغلیب احوال وادوار و تحول اقبال و ادبار سلاطین و انقلابات حالات اغنیاء و مساکین...... و رفع بلاء و دفع بلاء و امثال ذالک

اللہ تعالی جو حکیم مطلق ہے ان اولیاء مقربین کو عالم کون کے تصرفات میں واسطہ بناتا ہے جیسے بارشوں کا نازل ہونا اور درختوں کا نشو نما پانا...... اور حالات کا پلٹا کھانا بادشاہوں پر اقبال یا ادبار آنا دولت مندوں فقراء و مساکین کے احوال کا بدل جانا بلاؤں کا ٹل جانا ان جیسے دوسرے تصرفات۔

آگے شاہ صاحبؒ مثال دے کر سمجھاتے ہیں کہ سورج اور چاند کے ذریعہ دنیا کو جو روشنی ملتی ہے وہ روشنی یہ چاند اور سورج خود پیدا نہیں کرتے نہ خود ہم کو پہنچاتے ہیں بلکہ اللہ کے حکم و ارادہ سے ایسا ہوتا ہے یہ سورج و چاند محض واسطہ اور سبب ہے اگر کوئی یہ سمجھے کہ یہ ہم کو روشنی پہنچاتے ہیں تو مشرکانہ عقیدہ ہے اسی طرح اللہ کے مقبول بندے بھی اللہ کی

رحمت کا واسطہ ہوتے ہیں ان سے جو تصرف عالم میں ہوتے ہیں وہ خود ان کا فعل وتصرف نہیں ہوتا۔ آگے لکھتے ہیں:

پس انچہ از تغیرات وتقلبات مذکورہ چہ دار اقطار عالم واطوار بنی آدم حادث میگردد ہمہ از قدرت کاملہ ایشاں نیست نہ از نتائج طاقت امکانی نہ اینکہ حق جلا وعلا ایشاں را قدرت آثار تصرف عالم عطا فرمودہ کاروبار بنی آدم بایشاں تفویض نمودہ پس ایشاں بامر الٰہی قدرت خود صرف میمایندو ایں تصرفات گونا گوں وتغیرات بوقلموں در عالم کون برروئے کارے آرند کہ ایں اعتقاد شرک محض است وکفر بحت ہر کہ بجناب ایشاں ایں عقیدہ قبیحہ داشتہ باشد بے شک شرک مردود است وکافر مطرود۔ بالجملہ نزول تقدیر الٰہی بنا بر وجاہت کسے یا دعائے کسے از مقبولین امرے دیگر وصدور تصرفات کونی از ہماں مقبول اگر چہ بامر اللہ باشد امرے دیگر کہ اول عین اسلام است وثانی محض کفر"۔ (منصب امامت، ص ۴۹۔ ۵۰)

پس تغیرات وحالات میں جو تبدیلیاں (جنکا اوپر ذکر ہوا) اس عالم میں یا انسانوں کے احوال میں پیدا اور ظاہر ہوتی ہیں وہ سب ان اولیاء مقربین کی قدرت وطاقت کا نتیجہ نہیں ہوتی اور نہ ایسا ہے کہ اللہ تعالی نے عالم میں تصرف کرنے کی قدرت ان کو دے دی ہو اور انسانوں کے معاملات ان کے حوالے کر دئے ہوں اور وہ بامر الٰہی اپنی قدرت سے یہ تصرفات عالم کون میں کرتے ہوں ایسا عقیدہ رکھنا خالص کفر وشرک ہے جو کوئی ان اولیاء اللہ کے بارے میں یہ قبیح عقیدہ رکھے (کہ وہ اپنی قدرت سے یہ تصرفات کرتے ہیں) وہ بلاشبہ مشرک وکافر ہے۔ الحاصل کسی مقرب بندے کے خاص مقام قرب ووجاہت کی بنیاد پر یا کسی مقبول بندے کی دعا پر تقدیر الٰہی کا نازل ہونا اور کسی تصرف کا اللہ تعالی کی طرف سے فیصلہ ہو جانا ایک الگ چیز ہے اور خود اس مقبول بندے سے عالم کون میں تصرفات کا ہونا اگرچہ بامر عطاء الٰہی ہو دوسری بات ہے پہلی بات عین اسلام ہے دوسرا عقیدہ خالص کفر۔

ایک سھو کی طرف اشارہ : منصب امامت کا جو ترجمہ حکیم محمد حسین علوی مرحوم نے کیا ہے جو مطبوعہ طیبہ پبلی شرز لاہور اس وقت مارکیٹ میں موجود ہے اس میں اس مقام پر حکیم صاحب نے ترجمہ کو بالکل مسخ کر دیا ہے اور ذاتی وعطائی کی لایعنی تقسیم کر دی اللہ پاک اس غلطی پر ان سے درگزر فرمائے۔ آمین۔ لہذا اس ترجمہ سے دھوکا نہ کھائیں۔

اعتراض ۴۳: حضور ﷺ کفار جیسے ہیں۔ نعوذ باللہ

یہ بے ہودہ اور غلیظ عنوان قائم کر کے رضا خانی ترجمان لکھتا ہے: مولوی اسمٰعیل دہلوی رقمطراز ہیں کہ: اللہ تعالیٰ اپنے نبی کو بشریت میں ان مشرکوں کے برابر کیوں کر دیا جس کی نجاست قرآن مجید سے ثابت ہے۔

(خط ملحقہ تقویۃ الایمان مع تذکیر الاخوان، ص ۲۳۱، طبع کراچی)

(دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف، ص ۷۰، دیوبندی مذہب، ص ۲۰۱)

الجواب : قارئین کرام! آپ خود ملاحظہ فرما سکتے ہیں کہ اس رضا خانی نے جو عبارت پیش کی اس میں کہیں بھی یہ نہیں لکھا کہ معاذ اللہ حضور ﷺ کفار جیسے ہیں جس سے متبادر صفات، ذات، کمالات میں مماثلت معلوم ہوتی ہے۔ پھر جو عبارت پیش کی وہ کسی خط کی ہے اصل کتاب کی نہیں جس پر کوئی حتمی یقینی دلیل موجود نہیں کہ یہ خط شاہ شہیدؒ کا ہی ہے۔ رضا خانیوں کو دوسروں پر اعتراض کرنے کے بجائے اپنے گھر کا گند دیکھنا چاہئے بریلوی حکیم الامت مفتی احمد یار گجراتی لکھتا ہے:

"انما انا بشر مثلکم کفار سے خطاب ہے"۔ (جاء الحق، ص ۱۸۳)

اور کفار میں ابوجہل، ابولہب، عتبہ، شیبہ بھی ہے اب اسی آیت کا جو ترجمہ مولانا احمد رضا خان نے کیا وہ بھی ملاحظہ ہو

"تم فرماؤ ظاہری صورت بشری میں تو میں تم جیسا ہوں" (کنز الایمان مع خزائن العرفان، ص ۳۶۴)

اس کا مطلب یہ ہوا کہ العیاذ باللہ نبی کریم ﷺ صورت وشباہت میں ان غلیظ کافروں جیسے

ہیں؟ بریلوی مفتی احمد یار گجراتی لکھتا ہے: ''انما انا بشر مثلکم میں تم جیسا بشر ہی ہوں'' (تفسیر نعیمی، ج ۷، ص ۵۵۷) رضا خانی نے عنوان میں ''جیسے'' کا لفظ لکھا شاہ صاحب کی طرف منسوب خط میں ''جیسے، جیسا'' کے لفظ نہیں مگر مفتی صاحب کی عبارت میں ''جیسا'' کا لفظ موجود ہے اب اگر انصاف و دیانت ہے تو اپنے اس مفتی پر بھی فتوی کفر لگاؤ۔

اعتراض ۳۵: حفظ الایمان کی عبارت پر اعتراض کا جواب

اس کے بعد کاشف اقبال نے اپنے اکابر کی پیروی میں حفظ الایمان کی عبارت کو پیش کر کے اس پر اعتراض کیا ہے تفصیلی جواب ملاحظہ ہو۔

توضیح البیان فی حفظ الایمان

الحمدلله رب العالمين والصلوة والسلام على خاتم الانبياء والمرسلين

بریلوی فرقے کے بانی مولوی احمد رضا خان صاحب حضرت حکیم الامت مجدد دین و ملت مولانا اشرف علی تھانوی نور اللہ مرقدہ کے متعلق اپنے مذہب کی بنیادی کتاب ''حسام الحرمین'' کے صفحہ ۷۴ پر فرماتے ہیں کہ:

اور اس فرقہ وہابیہ شیطانیہ کے بڑوں میں سے ایک اور شخص اسی گنگوہی کے دم چھلوں میں سے جسے اشرف علی تھانوی کہتے ہیں۔ اس نے ایک چھوٹی سے رسلیا تصنیف کی چار ورق کی بھی نہیں۔ اور اس میں تصریح کی کہ غیب کی باتوں کا جیسا علم رسول اللہ ﷺ کو ہے ایسا تو ہر بچے اور پاگل بلکہ ہر جانور اور ہر چوپائے کو حاصل ہے اور اس کی ملعون عبارت یہ ہے:

آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور کی کیا تخصیص ہے ایسا علم غیب تو زید و عمرو بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کیلئے بھی حاصل ہے۔ الی قولہ اور اگر تمام علوم غیبیہ مراد ہیں اس طرح کہ اس کا ایک فرد بھی خارج نہ رہے تو اس کا بطلان دلیل نقلی و عقلی سے ثابت ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اللہ تعالی کی مہر کا اثر دیکھو یہ شخص کیسی برابری کر رہا ہے رسول اللہ ﷺ اور چنیں و چناں میں۔

{حسام الحرمین مع تمہید ایمان، ص ۷۴، مطبوعہ کراچی ۱۹۹۹ء}

الجواب: اس جگہ احمد رضا خان صاحب نے حکیم الامتؒ کے متعلق جو سخت اور متعفن کلمات استعمال کئے ان کا جواب تو ہم کچھ بھی نہیں دے سکتے اس کا ترکی بہ ترکی جواب وہی بازاری دے سکتا ہے جو گالیوں کے فن میں مجددانہ شان رکھتا ہو۔ ہم تو اس فن سے بالکل عاری ہیں ادھر قرآن حکیم کا ارشاد ہے کہ:

اے رسول آپ میرے ایمان والے بندوں سے کہئے کہ وہ بات کہیں جو اچھی ہو تحقیق شیطان پھوٹ ڈلواتا ہے ان کے درمیان بے شک شیطان ان کا کھلا دشمن ہے۔ (بنی اسرائیل، ۵۳)۔

اس کے بعد ہم اصل موضوع کی طرف آتے ہیں لگتا ہے کہ حسام الحرمین لکھتے وقت اس شخص نے قسم کھائی تھی کہ کسی معاملہ میں بھی سچائی اور دیانت داری سے کام نہیں لوں گا غور تو کیجئے کہاں حفظ الایمان کی اصل عبارت اور اس کا حقیقی اور واقعی مطلب اور کجا خان صاحب کا تصنیف کردہ یہ لعنتی مضمون کہ غیب کی باتوں کا جیسا علم رسول اللہ ﷺ کو ہے ایسا تو ہر پاگل ہر چوپائے کو ہے معاذ اللہ۔ کاش کہ احمد رضا خان صاحب اپنا فیصلہ سنانے سے پہلے حفظ الایمان کی پوری عبارت نقل کردیتے تو ہمیں جواب لکھنے کی زحمت ہی گوارا نہ کرنا پڑتی اور قارئین کرام خود فیصلہ فرمالیتے۔

حفظ الایمان دراصل ایک مختصر رسالہ ہے جس میں تین بحثیں ہیں اور تیسری بحث یہ ہے:

حضور ﷺ کو عالم الغیب کہنا درست ہے یا نہیں؟

واضح رہے کہ مولانا کی بحث اس میں نہیں کہ حضور ﷺ کو علم غیب تھا یا نہیں؟ اور تھا تو کتنا بلکہ حکیم الامتؒ صرف اتنا ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ حضور ﷺ کو عالم الغیب کہنا درست ہے یا نہیں، اور ان دونوں باتوں میں بہت بڑا فرق ہے۔ کسی صفت کا واقع میں کسی ذات کیلئے ثابت ہونا اس کو مستلزم نہیں کہ اس کا اطلاق بھی اس پر جائز ہو۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کو ہر چیز کا خالق بتلایا گیا ہے لیکن اس کے باوجود فقہاء کرامؒ نے تصریح کی ہے کہ اللہ تعالیٰ کو خالق القردة والخنازیر کہنا جائز نہیں۔۔ اسی طرح بادشاہ کی طرف سے لشکر کو جو عطایا وظائف دیئے جاتے ہیں اہل عرب ان پر رزق کا اطلاق کرتے ہیں چنانچہ لغت کی عام کتابوں میں ہے کہ:

"رزق الامیر الجند (امیر نے لشکر کو رزق دیا) لیکن اس کے باوجود بادشاہ کو رازق یا رزاق کہنا درست نہیں۔ اور حضور ﷺ کے خصائل مبارکہ کے متعلق حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ "آپ ﷺ خود ہی اپنی نعل مبارکہ کو ٹانک لیا کرتے تھے اور خود ہی اپنی بکری دوہ لیا کرتے تھے"۔

لیکن اس کے باوجود حضور اقدس ﷺ کو خاصف النعل اور حالب الشاۃ نہیں کہا جاسکتا بہرحال یہ حقیقت ناقابل انکار ہے کہ بعض اوقات ایک صفت کسی ذات میں پائی جاتی ہے مگر اس کا اطلاق درست نہیں ہوتا۔

ہم امید کرتے ہیں کہ اس تمہید سے قارئین کرام سمجھ گئے ہونگے کہ حضور ﷺ کو علم غیب ہونا نہ ہونا ایک الگ بحث ہے اور آپ ﷺ کی ذات مقدسہ پر عالم الغیب کے اطلاق کا جواز و عدم جواز یہ ایک الگ مسئلہ ہے۔ اور ان دونوں میں باہم تلازم بھی نہیں۔ جب یہ بات ذہن نشین ہوگئی تو اب سمجھئے کہ حفظ الایمان میں اس موقع پر حضرت حکیم الامتؒ کا مقصد صرف یہ ثابت کرنا ہے کہ حضور ﷺ کی ذات مقدسہ پر عالم الغیب کا اطلاق کیا جانا جائز ہے یا نہیں اور حضور ﷺ کو جس طرح خاتم النبیین، سید المرسلین، رحمۃ للعالمین وغیرہ وغیرہ القابات سے یاد کرسکتے ہیں اسی طرح لفظ "عالم الغیب" سے بھی کیا حضور ﷺ کو یاد کیا جاسکتا ہے؟۔ اور اس مدعا کی دو دلیلیں حضرت حکیم الامتؒ نے پیش کی ہیں۔

پہلی دلیل کا خلاصہ صرف اس قدر ہے کہ چونکہ عام طور پر شریعت کے محاورات میں عالم الغیب اسی کو کہا جاتا ہے جس کو غیب کی باتیں بلا واسطہ اور بغیر کسی کے بتلائے ہوئے معلوم ہوں (اور یہ شان صرف اللہ تعالیٰ کی ہے) لہٰذا کسی دوسرے کو عالم الغیب کہا جائے گا تو اس عرف عام کی وجہ سے لوگوں کا ذہن اسی طرف جائے گا کہ ان کو بھی بلا واسطہ غیب کا علم ہے (اور یہ عقیدہ صریح شرک ہے) پس اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو عالم الغیب کہنا بغیر کسی ایسے قرینہ کے جس سے معلوم ہوسکے کہ قائل کی مراد علم غیب بلا واسطہ نہیں ہے اس لئے نادرست ہوگا کہ اس سے ایک مشرکانہ خیال کا شبہ ہوتا ہے قرآن کریم میں ایسے کلمات سے منع فرمایا گیا ہے۔

مگر چونکہ خان صاحب احمد رضا خان کو اس دلیل پر کوئی اعتراض نہیں اور اپنی کتاب

الدولۃ المکیہ میں ایک جگہ اسی بات کو کافی تفصیل سے ذکر کیا ہے اس لئے ہم اس کی تصویب و تائید میں کچھ عرض کرنے کی ضرورت محسوس نہیں کرتے۔ اب حکیم الامتؒ کی دوسری دلیل کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور اسی میں وہ عبارت واقع ہے جسکے متعلق خان صاحب کا دعوی ہے کہ اس میں تصریح ہے کہ غیب کی باتوں کا جیسا علم رسول خدا ﷺ کو ہے ایسا تو ہر بچے ہر پاگل اور ہر جانور اور ہر چارپائے کو حاصل ہے۔

لیکن ہم حفظ الایمان کی اصل عبارت نقل کرنے سے پہلے ناظرین کی سہولت کیلئے یہ بتلا دینا مناسب سمجھتے ہیں کہ اس دوسری دلیل میں مولانا نے مسئلہ کی دو شقیں کر کے ان میں سے ہر ایک کو غلط اور باطل ثابت کیا ہے اور حاصل مولانا کی اس دوسری دلیل کا صرف یہ ہے کہ جو شخص حضور ﷺ کی ذات مقدسہ پر عالم الغیب کا اطلاق کرتا ہے اور آپ ﷺ کو عالم الغیب کہتا ہے (مثلاً زید) وہ یا تو اس وجہ سے کہتا ہے کہ اس کے نزدیک حضور ﷺ کو بعض غیب کا علم ہے یا اس وجہ سے کہ آپ ﷺ کو کلی غیب کا علم ہے یہ دوسری شق تو اس وجہ سے باطل ہے کہ حضور ﷺ کو کلی غیب کا علم نہ ہونا دلائل عقلیہ ونقلیہ سے ثابت ہے (جیسا کہ آگے آرہا ہے) اور پہلی شق (یعنی مطلق بعض علم غیب کی وجہ سے حضور ﷺ کو عالم الغیب کہنا) اس لئے باطل ہے کہ اس صورت میں لازم آئے گا کہ ہر انسان بلکہ حیوانات تک کو عالم الغیب کہا جائے کیونکہ غیب کی بعض باتوں کا علم تو سب کو ہے جیسا کہ آگے اس کی تفصیل آرہی ہے۔

یہ ہے مولانا کی ساری تقریر کا خلاصہ اس کے بعد ہم حفظ الایمان کی اصل عبارت مع توضیح کے درج کرتے ہیں۔ حضرت مولاناؒ پہلی دلیل کی تقریر سے فارغ ہونے کے بعد فرماتے ہیں کہ:

حفظ الایمان کی عبارت اور اس کی توضیح:

آپ ﷺ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا (یعنی آنحضرت ﷺ کی ذات اقدس پر "عالم الغیب" کا اطلاق کرنا) اگر بقول زید صحیح ہے تو دریافت طلب امر (اسی زید سے) یہ امر ہے کہ اس غیب سے مراد (یعنی اس غیب سے جو لفظ عالم الغیب میں واقع ہے اور جس کی وجہ سے وہ آنحضرت ﷺ کو عالم الغیب کہتا ہے) بعض غیب ہیں یا کل غیب (یہاں حضرت حکیم الامتؒ

اس شخص سے جو حضور ﷺ کو عالم الغیب کہتا ہے اور اس کو جائز سمجھتا ہے جس کا فرضی نام زید ہے، یہ دریافت فرما رہے ہیں کہ تم جو حضور ﷺ کو عالم الغیب کہہ رہے ہو تو کس اعتبار سے آیا اس وجہ سے کہ حضور ﷺ کو بعض علم غیب ہے یا اس وجہ سے کل علم غیب ہے) اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں (یعنی تم حضور ﷺ کو بعض علوم غیبیہ کی وجہ سے عالم الغیب کہہ رہے ہو اور تمہارا اصول یہی ہے کہ جس کو غیب کی بعض باتیں معلوم ہونگی اس کو تم عالم الغیب کہو گے) تو اس میں (یعنی مطلق بعض غیب کے علم میں اور اس کی وجہ سے حضور ﷺ کو عالم الغیب کہنے میں) حضور ﷺ کی کیا تخصیص ہے؟ ایسا (بعض علم غیب کہ کسی کو عالم الغیب کہنے میں تم ضروری سمجھتے ہو یعنی مطلق بعض مغیبات کا علم) تو زید و عمرو بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لئے بھی حاصل ہے کیونکہ ہر شخص کو کسی نہ کسی ایسی بات کا علم ہوتا ہے جو دوسرے شخص سے مخفی ہے تو چاہئے کہ (تمہارے اس اصول کی بناء پر کہ مطلق بعض غیب کے علم کی وجہ سے بھی عالم الغیب کہا جا سکتا ہے) سب کو عالم الغیب کہا جاوے۔

حفظ الایمان کی عبارت میں خان صاحب کی تحریفات کی تفصیل

یہ تھی حضرت حکیم الامتؒ کی اصل عبارت اور یہ تھا اس کا صاف اور صریح مطلب جو ہم نے عرض کیا۔ لیکن خان صاحب نے اپنی حاشیہ آرائی سے اس میں وہ معنی ڈالے کہ شیطان بھی جس کو سن کر پناہ مانگے۔ اس سلسلہ میں خان صاحب نے جو تحریفات کی ہیں اس کی مختصر تفصیل یہ ہے:

(۱) حفظ الایمان کی عبارت میں "ایسا" کا لفظ آیا تھا اور اس سے مطلق بعض غیوب کا علم تھا نہ کہ حضور ﷺ کا علم اقدس مگر خان صاحب نے اس سے حضور ﷺ کا علم شریف مراد لیا اور لکھ مارا کہ "اس میں تصریح ہے کہ غیب۔۔۔ الخ

(۲) حفظ الایمان کی اصل عبارت اس طرح تھی

"ایسا علم غیب تو زید و عمرو بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کیلئے بھی حاصل ہے کیونکہ ہر شخص کو کسی نہ کسی ایسی بات کا علم ہوتا ہے جو دوسرے شخص سے مخفی ہے۔

خان صاحب نے اس آخری خط کشیدہ حصہ درمیان میں سے بالکل اڑا دیا کیونکہ اس سے صراحۃً معلوم ہوجاتا ہے کہ زید وعمرو وغیرہ کے متعلق جو علم تسلیم کیا گیا ہے وہ مطلق بعض غیب کا علم ہے نہ کہ معاذ اللہ رسول خدا ﷺ کا علم شریف۔

(۳) حفظ الایمان میں مذکورہ بالا عبارت کے بعد الزامی نتیجہ کے طور پر یہ فقرہ تھا

تو چاہئے کہ سب کو عالم الغیب کہا جاوے۔

خان صاحب نے اس کو بھی بالکل اڑا دیا کیونکہ اس فقرے سے یہ بات بالکل واضح ہوجاتی ہے کہ مصنف حفظ الایمان حضور ﷺ کے علم مبارک کی مقدار میں کلام نہیں فرما رہے ہیں بلکہ ان کی بحث صرف عالم الغیب کے اطلاق میں ہے اور اتنا معلوم ہوجانے کے بعد رضا خان کی ساری کاروائی کی حقیقت کھل جاتی ہے۔ بہرحال آپ حضرات نے دیکھ لیا کہ کس طرح خان صاحب نے ان عبارتوں کو بالکل ہضم کر دیا جس سے اس عبارت کا صحیح معنی معلوم ہوسکتا تھا اور صرف شروع کی اور درمیان کی عبارت کو ہضم کر کے آخر کا فقرہ جوڑ دیا اور چالاکی یہ کی کہ عربی عبارت میں اس کا کوئی اشارہ بھی نہیں دیا جس سے معلوم ہوتا کہ یہ الگ الگ عبارتیں ہیں اور بیچ کا حصہ غائب کیا گیا ہے۔ یہ ہے اس مذہب کے بانی کی امانت ودیانت۔

حفظ الایمان کی مزید توضیح

اگرچہ خان صاحب کی دیانت اور ان کے فتوے کا حال تو ہمارے ناظرین کو اسی قدر بیان سے معلوم ہوگیا ہوگا مگر ہم بحث کی مزید توضیح کیلئے اس کے خاص خاص گوشوں پر کچھ اور روشنی ڈالنا چاہتے ہیں:

حضرت حکیم الامتؒ کی دوسری دلیل کا حاصل صرف اس قدر ہے کہ حضور ﷺ کو عالم الغیب کہنے کی دو صورتیں ہوسکتی ہیں ایک یہ کہ کلی غیب کی وجہ سے اور دوسری یہ کہ بعض کی وجہ سے پہلی شق تو اس لئے باطل ہے کہ آپ ﷺ کو کلی علم غیب کا نہ ہونا دلائل عقلیہ ونقلیہ سے ثابت ہے اور دوسری اس لئے باطل کہ بعض غیب کی چیزوں کا علم دنیا کی دوسری حقیر چیزوں کو بھی ہے تو اس اصول پر سب کو عالم الغیب کہنا پڑے گا جو ہر طرح سے باطل ہے۔ اگر اس دلیل کے اجزاء کی

تحلیل کی جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ اس کے بنیادی مقدمات صرف یہ ہیں:

(۱) جب تک مبداء کسی چیز کے ساتھ قائم نہ ہو اس پر مشتق کا اطلاق نہیں کیا جاسکتا مثلاً کسی کو عالم جب ہی کہا جا سکتا ہے جب کہ اس کی ذات میں علم کی صفت پائی جائے اور کاتب وہی کہلائے گا جو وصف کتابت کے ساتھ موصوف ہو۔

(۲) علت کے ساتھ معلول کا پایا جانا بھی ضروری ہے۔

(۳) حضور ﷺ کو کل غیوب کا علم حاصل نہ تھا۔

(۴) مطلق بعض مغیبات کی خبر غیر انبیاء علیہم السلام بلکہ غیر انسانوں کو بھی ہو جاتی ہے۔

(۵) ہر زید و عمرو کو عالم الغیب نہیں کہا جا سکتا۔

ان مقدمات میں سے پہلے دونوں اور اخری دونوں تو عقلی مسلمات میں سے ہیں اور گویا بدیہی ہیں جس سے دنیا کا کوئی عاقل بھی انکار نہیں کر سکتا۔ اس لئے سر دست ہم صرف تیسرے اور چوتھے مقدمے کو خان صاحب ہی کی تحریرات سے ثابت کرتے ہیں۔

مدعی لاکھ پہ بھاری ہے گواہی تیری

حفظ الایمان کے اہم مقدمات کا ثبوت خود خان صاحب کی تصریحات سے

حضرت مولانا تھانویؒ کی دلیل کا تیسرا مقدمہ یہ تھا کہ "آنحضرت ﷺ کو کل غیوب کی علم حاصل نہ تھا۔ اس کا ثبوت خان صاحب کی کتابوں سے ملاحظہ ہو:

ہمارا یہ دعوی نہیں ہے کہ رسول خدا ﷺ کا علم شریف تمام معلومات الٰہیہ کو محیط ہے کیونکہ یہ تو مخلوق کیلئے محال ہے۔

اور آگے لکھتے ہیں کہ:

اور ہم عطائے الٰہی سے بھی بعض علم ہی ملنا مانتے ہیں نہ کہ جمیع

(الدولۃ المکیہ، ص ۲۸، خالص الاعتقاد، ص ۲۳)

اور یہی خان صاحب تمہید ایمان ص ۳۴ پر فرماتے ہیں کہ:

حضور ﷺ کا علم بھی جمیع معلومات الٰہی کو محیط نہیں۔

اس کے علاوہ مزید بھی کئی عبارات ہیں جس سے یہ بات واضح ہوئی کہ خان صاحب کے نزدیک بھی حضور ﷺ کو کل غیب کا علم حاصل نہ تھا۔ حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل کا چوتھا قابل غور مقدمہ یہ تھا کہ ''مطلق بعض مغیبات کی خبر غیر انبیاء علیہم السلام بلکہ غیر انسانوں کو بھی ہوجاتی ہے۔ اس کا ثبوت بھی خود خان صاحب کی کتابوں سے ملاحظہ ہو:

الدولۃ المکیہ کے ص ۱۳ پر لکھتے ہیں کہ

بے شک ہم ایمان لائے ہیں قیامت پر اور جنت پر اور دوزخ پر اور اللہ تعالیٰ کی ساتوں صفات اصلیہ پر اور یہ سب کچھ غیب ہے اور ہم کو اس کا علم تفصیلی حاصل ہے اس طور پر کہ ہمارے علم میں ان میں سے ہر ایک دوسرے سے ممتاز ہے۔

خان صاحب کی اس عبارت سے معلوم ہوا کہ غیب کی کچھ باتوں کا علم ہر مومن کو حاصل ہے۔

خان صاحب کے والد بزرگوار کو بھی غیب کا علم تھا:

موصوف اپنے ابا حضور کی ایک پیشنگوئی کے متعلق فرماتے ہیں کہ:

یہ چودہ برس کی پیشنگوئی حضرت نے فرمائی۔ اللہ تعالیٰ اپنے مقبول بندوں کو کہ حضور ﷺ کے غلامان غلام کے کفش بردار ہیں، علوم غیب دیتا ہے۔

(ملفوظات، حصہ چہارم، ص ۱۴۳، ۱۴۴، مطبوعہ لاہور}۔

خان صاحب کے نزدیک گدھے کو بھی بعض غیوب کا علم ہے

خان صاحب اپنے ملفوظات میں ایک جگہ ایک گدھے کے متعلق فرماتے ہیں کہ:

ہم مصر گئے تھے وہاں ایک جلسہ بڑا بھاری تھا۔ دیکھا کہ ایک شخص ہے اس کے پاس ایک گدھا ہے اس کی آنکھوں پر ایک پٹی بندھی ہوئی ہے۔ ایک چیز ایک شخص کی دوسرے کے پاس رکھ دی جاتی ہے۔ بس گدھے سے پوچھا جاتا ہے گدھا ساری مجلس میں دورہ کرتا ہے جس کے پاس ہوتی ہے سامنے جا کر سر ٹیک دیتا ہے۔ (ملفوظات، حصہ چہارم، ص ۳۴۲)

خان صاحب کے اس ملفوظ سے معلوم ہوا کہ گدھے کو بھی بعض اوقات بعض مخفی باتوں کا علم ہوجاتا ہے وھوالمقصود۔

دنیا کی ہر چیز کو بعض غیوب کا علم حاصل ہے

ہر شے مکلف ہے حضور اقدس ﷺ پر ایمان لانے اور خدا کی تسبیح کے ساتھ (ملفوظات، ص ۴۱۸، حصہ چہارم)

ایک ایک روحانیت تو ہر ہر نبات ہر ہر جماد سے متعلق ہے اسے خواہ اس کی روح کہا جائے یا کچھ اور اور وہی مکلف ہے ایمان و تسبیح کے ساتھ حدیث میں ہے (ترجمہ پر اکتفاء کیا جاتا ہے) کوئی شے ایسی نہیں جو مجھ کو خدا کا رسول نہ جانتی ہو سوا سرکش جن اور انسانوں کے۔ (ایضاص ۴۲۰)

خان صاحب کے ان ارشادات سے معلوم ہوا کہ

(۱) ہر مومن کو غیب کی کچھ باتوں کا علم ضرور ہوتا ہے۔

(۲) غیر مسلموں کو بھی کشف ہوتا ہے۔

(۳) گدھے جیسے احمق جانور کو بھی بعض مخفی باتوں کا علم ہوجاتا ہے۔

(۴) کائنات کی ہر چیز حتی کے نباتات و جمادات کو بھی غیب کی کچھ باتوں کا علم ہوتا ہے۔

اور یہی حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل کا چوتھا بنیادی مقدمہ تھا۔ الحمد للہ خان صاحب نے جن باتوں کی بنیاد پر حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت پر کفر کا فتوی لگایا تھا وہی مضمون ہم نے احمد رضا خان صاحب کی کتابوں سے ثابت کر دیا اگر یہ کفر ہے تو احمد رضا خان صاحب اس کفر میں برابر کے شریک ہیں۔

چہ خواہی گفت قربانت شوم تا من ہماں گویم

یاد رہے کہ حکیم الامتؒ کی پہلی دلیل کہ مخلوق پر عالم الغیب کا اطلاق کیا جانا حرام ہے اور عرف میں اس کا اطلاق اس ذات پر ہوتا ہے کہ جسے ذاتی طور پر علم غیب حاصل ہو یہ بھی خان صاحب کو مسلم ہے لیکن چونکہ اس پر کوئی اعتراض نہیں کیا اس لئے اس کی وضاحت ضروری

نہیں سمجھتے ورنہ مطالبہ پر یہ دونوں باتیں بھی انشاء اللہ خان صاحب ہی کی کتابوں سے ثابت کرنے کیلئے تیار ہیں۔

اگرچہ اس عبارت کے متعلق اب مزید کچھ کہنے کی ضرورت نہیں مگر ہم مزید توضیح کیلئے ایک مثالی فوٹو پیش کرتے ہیں تاکہ بات مزید واضح ہوجائے۔

فرض کیجئے کسی ملک کا بادشاہ بہت بڑا مخیر ہے اس کے یہاں لنگر خانہ جاری ہے اور صبح و شام ہزاروں مسکینوں اور محتاجوں کا کھانا کھلایا جاتا ہے۔ اب کوئی احمق مثلاً زید کہتا ہے کہ میں تو اس بادشاہ کو رازق کہوں گا۔ اس پر ایک دوسرا شخص مثلاً عمرو کہے کہ بھائی تم جو اس بادشاہ کو رازق کہتے ہو کس وجہ سے؟ آیا اس وجہ سے کہ وہ ساری مخلوق کو رزق دیتا ہے؟ یا اس وجہ سے کہ بعض انسانوں کو کھانا کھلاتا ہے؟ پہلی شق تو بداہۃ باطل ہے اور اب دوسری صورت یعنی یہ کہ اس بادشاہ کو صرف اسی وجہ سے رازق کہا جارہا ہے کہ وہ بعض انسانوں کو کھانا کھلاتا ہے تو اس میں اس کی کوئی تخصیص نہیں ہے کیونکہ ایک غریب انسان اور ایک معمولی مزدور بھی کم ازکم اپنے بچوں کا پیٹ بھرتا ہے اور انسان تو انسان چھوٹی چھوٹی چڑیاں بھی اپنے بچوں کو دانہ دیتی ہے۔ تو پھر تمہارے اس اصول پر چاہئے کہ سب کو رازق کہا جائے۔۔ الخ

غور فرمایا جائے کہ کیا عمرو کہ اس کلام کا یہ مطلب ہے کہ اس نے مخیر اور فیاض بادشاہ اور ہر غریب انسان اور ہر معمولی مزدور کو بالکل برابر کردیا اور اس نے ہر انسان اور ہر معمولی مزدور کو اس فیاض بادشاہ کے برابر فیاض مان لیا۔ ظاہر ہے کہ ایسا سمجھنا سمجھنے والی کی حماقت ہے۔ پس حفظ الایمان میں جو کچھ کہا گیا وہ اس سے زیادہ نہیں۔

لفظ "ایسا" کی تحقیق

رضاخانی مذہب کے مناظر اکثر مناظروں یا کتابوں میں اس بات کا بھی واویلا کرتے ہیں کہ مولانا اشرف علی تھانوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت میں "ایسا" کا لفظ تشبیہ کیلئے ہے اور اس کے ذریعہ سے وہ حضور ﷺ کے علم کو چوپائیوں سے تشبیہ دے رہے ہیں۔ حالانکہ یہ ان کی جہالت ہے اس لئے کہ لفظ "ایسا" اگر "جیسا" کے ساتھ ہو تب تو تشبیہ کیلئے آتا ہے مگر یہی "ایسا" جب بغیر "جیسا" کے ہو تو تشبیہ کیلئے آنا ضروری نہیں جیسے ہم کہتے ہیں کہ "خدا ایسا قادر ہے" تو کیا

یہاں خدا کی قدرت کو کسی سے تشبیہ دیجا رہی ہے۔۔؟؟ ہرگز نہیں۔ لغت سے اس کی دلیل مطلوب ہو تو ملاحظہ ہو:

ایسا: اس قدر، اتنا (فقرہ) ایسا مارا کہ ادھ منوا کر دیا۔

(نور اللغات، ج۱، ص ۴۲۵، از مولوی نورالحسن مرحوم)

ایسا: اس قدر، اتنا، (فقرہ) ایسا کھانا کھایا کہ بدہضمی ہوگئی۔

(فرہنگ آصفیہ، ج۱، ص ۳۳۳)

اس قسم کا، اس شکل کا، (فقرہ) ایسا قلمدان ہر ایک سے بننا دشوار ہے، آتش:

محبوب نہیں باغ جہاں میں کوئی ایسا — بو رکھتا ہے گل ایسی نہ لذت نہ ثمر ایسی

اس قدر۔ برق

اس بادہ کش کا جسم ہے ایسا لطیف وصاف — زنار پر گمان ہے موج شراب کا

(امیر اللغات، ج۲، ص ۳۰۲، از امیر بینائی مرحوم)

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ لفظ ایسا ہر حال میں ہرگز تشبیہ کیلئے نہیں آتا بلکہ اتنا کے معنی اس قدر کے معنی میں بھی مستعمل ہے۔۔ جیسا کہ اردو فقروں اور اشعار میں اس کا استعمال ہوا ہے تو اب حفظ الایمان کی عبارت کا مفہوم بھی یہی ہوگا کہ اتنا علم غیب یعنی مطلق بعض علم غیب کہ جسے تم عالم الغیب کے اطلاق کیلئے جائز سمجھتے ہو غیر انبیاء بلکہ غیر انسانوں کو بھی حاصل ہے۔

اور بالفرض اگر عبارت میں ایسا کو تشبیہ کیلئے مان بھی لیا جائے تب بھی اس سے کوئی گستاخی لازم نہیں آتی اس لئے کہ ایسا اس صورت میں ہوتا کہ جب حضور ﷺ کے علم کو تشبیہ دی جارہی ہوتی جبکہ یہاں مطلق بعض غیوب کی بحث ہو رہی ہے نہ کہ حضور ﷺ کے علم شریف کی مقدار کا۔

عقائد کی کتابوں سے حفظ الایمان کی عبارت کے مفہوم کا ثبوت

قارئین کرام بریلوی حضرات پر ہر طرح سے اتمام حجت کیلئے ہم یہاں علامہ جرجانیؒ کی کتاب کا ذکر کرتے ہیں جس میں وہی بات کہی گئی جو کہ

حکیم الامت صاحبؒ نے فرمائی اور فیصلہ قارئین کرام پر چھوڑتے ہیں:

امام اہلسنت شریف جرجانی رحمۃ اللہ علیہ اپنی مایہ ناز کتاب میں فرماتے ہیں کہ:

قلنا ماذکرتم مردود بوجوہ اذالاطلاع علی جمیع المغیبات لا یجب للنبی اتفاقا منا ومنکم ولھذا قال سید الانبیاء ولو کنت اعلم الغیب لاستکثرت من الخیر و ما مسنی السوء والبعض ای الاطلاع علی البعض لا یختص بہ ای النبی۔

{شرح مواقف، موقف سادس، مرصد اول، مقصد اول، ج ۳، ص ۱۷۵}

اور جو کچھ تم نے کہا چند وجوہ سے مردود ہے اس لئے کہ تمہاری مراد اس اطلاع علی المغیبات سے کیا ہے کل مغیبات پر اطلاع ہونی چاہئے یا بعض پر کل مغیبات پر مطلع ہونا تو کسی کے نزدیک بھی ضروری نہیں نہ ہمارے نزدیک نہ تمہارے نزدیک اور اسی وجہ سے جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ولو کنت۔۔۔الخ اور بعض مغیبات پر مطلع ہو جانا نبی کے ساتھ خاص نہیں (یعنی یہ غیر نبی میں بھی پائی جاتی ہے)

قارئین کرام یہ عبارت علامہ جرجانیؒ نے فلاسفہ کے عقیدے کے رد میں لکھی غور فرمائیں فلاسفہ کی جگہ اگر زید کو رکھیں اور سید جرجانی رحمۃ اللہ علیہ کی جگہ حضرت حکیم الامتؒ کو رکھیں اور پھر اس کی روشنی میں ہمیں بتلائیں کہ حفظ الایمان اور اس عبارت کے مفہوم میں کیا فرق ہے۔۔اگر اس کے بعد بھی کوئی شخص حفظ الایمان کے خلاف کب کشائی کرتا ہے تو اس کا علاج ہمارے پاس نہیں۔۔۔اس کو موت ہی سمجھا سکتی ہے ہم تو اس سے عاجز ہیں

سوف تری اذن کشف الغبار اتحت رجلک فرس ام حمار

انصاف۔۔۔انصاف۔۔۔انصاف

حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کا موقف

قارئین دنیا جہاں کا یہ مسلمہ اصول ہے کہ اپنی کسی بات کی وضاحت خود کہنے والے شخص سے بہتر کوئی نہیں کرسکتا غالب کے اشعار جس طرح مرزا غالب کو سمجھ آئے کوئی دوسرا اس طرح نہیں سمجھ سکتا اسی اصول کے تحت آئیں ہم مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھتے ہیں کہ انھوں نے اس عبارت سے کیا مطلب لیا اور جو مضمون احمد رضا خان نے ان کی طرف

منسوب کیا اس کے متعلق وہ کیا کہتے ہیں چناچہ حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ مولانا مرتضی حسن چاند پوری رحمۃ اللہ علیہ کو جب اس بہتان کو علم ہوا تو انھوں نے اس عبارت کے متعلق حضرت والا کو ایک خط بھیجا اور ان سے چند سوال کئے جس کا جواب انھوں نے یہ دیا

(۱) میں نے یہ خبیث مضمون (یعنی حسام الحرمین میں جو میری طرف منسوب کیا گیا ہے) کسی کتاب میں نہیں لکھا۔لکھنا تو درکنار میرے قلب میں بھی اس مضمون کا کبھی خطرہ نہیں گزرا۔

(۲) میری کسی عبارت سے یہ مضمون لازم نہیں آتا چنانچہ اخیر میں عرض کروں گا

(۳) جب میں اس مضمون کو خبیث سمجھتا ہوں اور میرے دل میں بھی کبھی اس کا خطرہ نہیں گزرا جیسا کہ اوپر معروض ہوا تو میری مراد کیسے ہوسکتی ہے۔

(۴) جو شخص ایسا اعتقاد رکھے یا بلا اعتقاد صراحۃ یا اشارۃ یہ بات کہے میں اس شخص کو خارج از اسلام سمجھتا ہوں کہ وہ تکذیب کرتا ہے نصوص قطعیہ کی اور تنقیص کرتا ہے حضور سرور دو عالم فخر بنی آدم ﷺ کی۔ {بسط البنان مع حفظ الایمان، ص ۱۰۶}

اس کے بعد خود حضرت حکیم الامتؒ نے اس عبارت کی وضاحت کردی جس پر ہم نے ماقبل میں تفصیلی گفتگو کی جس کی تفصیل آپ اس رسالہ بسط البنان میں ملاحظہ فرماسکتے ہیں جو حفظ الایمان ہی کے ساتھ چھپ رہا ہے۔

قارئین کرام آخر یہ کونسا اصول ہے کہ ایک شخص خود کہے کہ جو ایسا عقیدہ رکھے وہ نصوص کا انکار کررہا ہے ایسا عقیدہ خبیث عقیدہ ہے اور ایسا عقیدہ رکھنے والا اسلام سے خارج ہے۔۔۔اس کے باوجود بھی کہا جائے کہ یہی عقیدہ تو آپ کا ہے۔۔۔کیا کوئی ہمیں بتائے گا کہ اس وضاحت کے بعد بھی وہ کونسا اصول ہے جس کے تحت تکفیری فتوے سے رجوع نہیں کیا گیا۔۔۔اگر دنیا میں انصاف و دیانت ختم نہیں ہوگئی تو کوئی ہمیں اس سوال کا جواب ضرور دے۔

حفظ الایمان مولوی احمد رضا خان کے اصولوں کی روشنی میں

قارئین کرام کسی شخص کی تکفیر کیلئے مولوی احمد رضا خان نے جو اصول مقرر کیا ہے اگر اس کی روشنی میں دیکھا جائے تو حفظ الایمان کی عبارت میں نہ تو کوئی خرابی ہے اور نہ اس عبارت کی بنیاد پر حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کی تکفیر کی جاسکتی ہے۔۔ چنانچہ خود احمد رضا خان صاحب لکھتے ہیں کہ

☆ فقہاء کرام نے یہ فرمایا ہے کہ جس سے کوئی لفظ ایسا صادر ہو جس میں سو پہلو نکل سکیں ان میں ۹۹ پہلو کفر کی طرف جاتے ہوں اور ایک اسلام کی طرف تو جب تک ثابت نہ ہو جائے کہ اس نے خاص کوئی پہلو کفر کا مراد رکھا ہے ہم اسے کافر نہ کہیں گے آخر ایک پہلو اسلام کا بھی تو ہے کیا معلوم کہ شائد اس نے یہی پہلو مراد رکھا ہو اور ساتھ ہی فرماتے ہیں۔۔۔

پھر آگے خود اس کی مثال دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

مثلاً زید کہے عمرو کو علم قطعی یعنی غیب کا ہے۔ اس کلام میں اتنے پہلو ہیں:

(۱) عمرا اپنی ذات سے غیب دان ہے یہ صریح کفر و شرک ہے۔۔۔ (۲) عمرو آپ تو غیب دان نہیں مگر جن علم غیب رکھتے ہیں ان کو بتائے سے اسے غیب کا علم یقینی حاصل ہو جاتا ہے یہ بھی کفر ہے۔۔ (۳) عمرو نجومی ہے (۴) رمال ہے (۵) سامندرک جانتا ہے، ہاتھ دیکھتا ہے (۶) کوے وغیرہ کی آواز (۷) حشرات الارض کے بدن پر گرنے (۸) کسی پرندے یا وحشی چرندے کے داہنے یا بائیں نکل جانے (۹) آنکھ یا دیگر اعضاء۔۔۔

غرض اس طرح کی کل ۲۰ مثالیں دی جو آپ اصل عکسی حوالے میں ملاحظہ فرمالیں گے پھر ۲۱ معنی لیتے ہوئے لکھتے ہیں (۲۱) عمرو کو رسول اللہ ﷺ کے واسطہ سے سمعاً یا عیناً یا الہاماً بعض غیوب کا علم قطعی اللہ عزوجل نے دیا یا دیتا ہے یہ خالص اسلام ہے۔۔

تو محققین فقہاء اس قائل کو کافر نہ کہیں گے اگرچہ اس بات کے اکیس پہلوؤں میں بیس کفر ہیں مگر ایک اسلام کا بھی ہے احتیاط و تحسین ظن کے سبب اس کا کلام اسی پہلو پر حمل کریں گے جب تک ثابت نہ ہو کہ اس نے کوئی پہلو کفر ہی مراد لیا۔

{تمہید ایمان، ص ۴۳۔۴۵، مطبوعہ کراچی ۱۹۹۹}۔

اللہ اکبر قارئین کرام غور فرمائیں کہ بات بات پر کفر کے فتوے دینے والوں کے قلم سے اللہ رب العزت نے کیسی بات لکھوادی خود خان صاحب فرمارہے ہیں کہ ایک شخص کے قول میں بیس کفریات ہیں ایک اسلام ہے ہم اس اسلام پر فتوی دیں گے۔۔۔اب میں اہل انصاف سے کہتا ہوں کہ آخرت کو سامنے رکھ کر فیصلہ فرمائیں کہ کیا حکیم الامتؒ کی عبارت میں کوئی پہلو کفر کا ہے؟؟؟۔۔۔اور اگر بالفرض ایسا ہوتا بھی تو کیا خود مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کفریہ احتمال کو رد کر کے عین اسلام والی بات نہ کہہ دی۔۔۔؟؟؟؟ کیا تمہید ایمان کی اس عبارت کے ہوتے ہوئے حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کی تکفیر کی جاسکتی ہے؟؟؟۔۔اس کا فیصلہ ہم قارئین کرام کے ضمیر پر چھوڑتے ہیں۔

امکان کذب پر جب احمد رضا خان کی طرف سے عقائد کی کتابوں کا کوئی معقول جواب نہ دیا جاسکا تو انھوں نے اپنی جان بچانے کیلئے ایک نرالا اصول نکالا کہ ان کتابوں کا اصل مقصد صرف مدمقابل کو خاموش کرنا ہوتا ہے اس طرح کی فلسفیانہ اور الزامی عبارتوں کا مقصد اپنا عقیدہ ظاہر کرنا نہیں ہوتا عقیدہ وہی ہوتا ہے جو متون کتابوں میں موجود ہو اس لئے بالفرض اگر ان کتابوں میں کوئی ایسی بات ہو جو متون کتابوں کے خلاف ہو تو ہم اس کو تسلیم نہیں کریں گے لہٰذا امکان کذب پر یہ عبارات پیش نہ کی جائیں اس لئے کہ یہ تو ان کا اصل عقیدہ ہی نہیں اصل عبارت ملاحظہ ہو:

☆ جب بدمذہبوں کا شیوع ہوا اور گمراہ متکلبوں نے عوام مسلمین کو بہکانے کیلئے اپنے عقائد باطلہ پر عقلی ونقلی مغالطے پیش کرنے شروع کیے علمائے اہلسنت والجماعت کو حاجت ہوئی کہ ان کے دلائل باطلہ کا رد کریں اپنے عقائد حقہ پر دلائل قائم کریں یہاں سے کلام متاخرین کی بنا پڑی۔اب کہ استدلال بحث ومباحثہ کا پھاٹک کھلا خواپنے دلائل وجوابات کی جانچ پرکھ کی حاجت ہوئی اذہان مختلف ہوتے ہیں۔اور بحث واستخراج میں خطاواصابت آدمی کے ساتھ لگے ہوتے ہیں ایک نے مذہب پر ایک دلیل قائم فرمائی یا مخالف کے کسی اعتراض کا جواب دیا دوسرے نے اس پر بحث کردی کہ اپنے مذہب پر یہ دلیل کمزور ہے مخالف کی طرف

ے اس کارد یہ ہوسکتا ہے اس ردو بحث کا اثر فقط اسی دلیل وجواب تک ہوتا ہے عام ازیں کہ اس دلیل وجواب ہی میں تصور ہو جیسا کہ بحث کرنے والے کا بیان ہے یا خود اس باحث ہی کی نظر نے خطا کی دلیل وجواب صحیح وصواب ہو۔ بہر حال معاذ اللہ اس کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ اپنا اصل مذہب باطل یا مخالف کا ضلال حق ہے ۔۔۔۔ نہ معاذ اللہ یہ بحث کرنے والا اپنا عقیدہ بدلتا ہے ---

عقیدہ وہ ہوتا ہے جو متون ومسائل میں بیان کر دیا بالائی تقریریں اس کے موافق ہیں تو حق ہیں مخالف ہیں تو وہی ان کی بحث بازیاں اور ذہن آزمائیاں اور قلم کی جولانیاں ہیں۔

{سبحن السبوح، ص ۱۷۳، نوری کتب خانہ لاہور، ۲۰۰۳}

قارئین کرام اس عبارت کو بار بار پڑھیں اور فیصلہ کریں کہ آخر حفظ الایمان بھی تو کوئی باقاعدہ تصنیف نہیں تھی بلکہ اسی بحث ومباحثہ اور مخالفین کے باطل عقائد کے رد میں چند سوالوں کا جواب ہے ۔۔۔ اور احمد رضا خان صاحب نے خود اس میں تصریح کر دی کہ ان کتابوں کو ان حضرات کے اصل عقائد شمار نہیں کیا جا سکتا ۔۔۔ بالفرض اگر حفظ الایمان میں وہی بات کہی گئی ہوتی جو احمد رضا خان نے ان کی طرف منسوب کی تب بھی یہ عقیدہ حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کا نہیں تھا۔ بلکہ ان کا اصل عقیدہ وہی ہے جو انھوں نے متون میں بیان کر دیا ۔۔ بریلوی حضرات احمد رضا خان کی اس عبارت کو بار بار پڑھیں اور غور کریں کہ آج وہ جن کتابوں پر اعتراض کر رہے ہیں ان سب کا تعلق اسی قسم کی کتابوں ہی سے تو ہے جس کے متعلق آپ کے اعلحضرت فرماتے ہیں کہ اصل عقیدہ اس میں نہیں ہوتا اس لئے اس قسم کی کتابوں میں کوئی بھی بات اگر ہو تو وہ بطور عقیدہ ان کی طرف منسوب نہ کی جائے گی۔۔۔

میں اس موضوع پر اس سے زیادہ کچھ نہیں کہنا چاہوں گا۔ بریلوی حضرات ہرگز اس اعتراض سے رجوع نہیں کر سکتے کہ ان کے پیٹ روزی روٹی کا مسئلہ ہے لیکن اہل انصاف اور خوف خدا رکھنے والوں کیلئے بہت کچھ عرض کر دیا گیا ہے۔

اللہ پاک سمجھنے کی توفیق دے۔

الزامی عبارات:

بریلوی حضرات کہتے ہیں کہ "ایسا، ایسے" کے الفاظ تشبیہ وتمثیل کیلئے آتے ہیں حفظ الایمان میں بھی چونکہ ایسا کا لفظ ہے اور اس میں نبی اکرم ﷺ کے علم کو معاذ اللہ جانوروں کے علم سے تشبیہ دی گئی ہے اس لئے اس میں گستاخی ہے تو اب اس پر ذرا الزامی عبارات دیکھو۔

مفتی احمد یار گجراتی لکھتا ہے:

"کسی کو الو گدھا کہہ دو تو وہ رنجیدہ ہو جاتا ہے اور حضرت قبلہ وکعبہ کہہ دو تو خوش ہوتا ہے حالانکہ الو گدھا بھی مخلوق ہیں اور قبلہ وکعبہ بھی ایسے ہی خالق کے مختلف ناموں میں مختلف تاثیریں ہیں"۔ (رسائل نعیمیہ، ص ۳۷۲)

اس میں اللہ تعالیٰ کے مقدس ناموں کو ایسے کے ساتھ الو وگدھے کے ناموں سے تشبیہ دی گئی کیا یہ گستاخی نہیں؟

(۲) انبیاء نے اپنے آپ کو ظالم ضال خطاوار وغیرہ فرمایا ہے اگر ہم یہ لفظ ان کی شان میں بولیں تو کافر ہو جائیں ایسے ہی حضور سے فرمایا گیا اپنے کو بشر کہو۔ (نور العرفان، ص ۸۰۲)

یہاں بھی مفتی صاحب نے نبی اکرم ﷺ کی بشریت کو ظالم، ضال سے تشبیہ دے کر ان کے برابر کر دیا؟

(۳) جب لاٹھی سانپ کی شکل میں ہوگی تو کھائے گی پیئے گی مگر ہوگی لاٹھی یہ کھانا پینا اس کی اس شکل کا اثر ہوگا ایسے ہی حضور اکرم ﷺ اللہ کے نور ہیں جب بشری لباس میں آئے تو نوری بشر تھے۔ یہ کھانا پینا نکاح وفات اسی بشریت کے احکام ہیں"۔ (نور العرفان، ص ۸۰۵)

کیا یہاں بھی حضور ﷺ کی نورانیت کو "ایسے" کے لفظ سے تشبیہ دے کر سانپ کے برابر کر دیا؟

(۴) مولوی اشرف سیالوی لکھتا ہے:

"وہاں سب لوگوں نے اللہ رب العزت کے سوال الست بربکم کے جواب میں بلیٰ کہا تھا لیکن یہاں کوئی شداد کوئی فرعون کوئی ہامان اور ابولہب بن گئے اس کی وجہ یہی ہے کہ عالم ارواح وعالم اجساد کا معاملہ مختلف ہے اسی طرح نبی مکرم ﷺ

عالم ارواح میں ملائکہ وانبیاء کے نبی تھے لیکن یہاں نہ کوئی ملک نہ نبی پھر آپ نبی کس کے تھے“۔

(نبوت مصطفی ﷺ، ص ۶۲)

یہاں کیا نبی کریم ﷺ کی تمثیل فرعون، ہامان سے نہیں دی جارہی ہے اس پر تو بریلوی بھی چلا اٹھے

آپ نے بڑی دیدہ دلیری سے اور بے باکی سے سید المرسلین حضرت محمد ﷺ کے عالم ارواح میں نبی ہونے اور بقول آپ کے عالم اجساد میں تقریبا ۴۰ سال تک نبی نہ ہونے کا موازنہ حکم خداوندی کے مطابق جانوروں سے بھی بدتر کفار بلکہ کفار کے سرداروں کے کفر سے کردیا“۔

(نبوت مصطفی ﷺ ہر آن ہر لحظہ، ص ۶۳)

(۵) مولانا احمد رضا خان سے سوال ہوا:

ایک عالم نے اپنے وعظ میں کہا اے مسلمانوں آپ لوگوں کو سمجھانے کیلئے ایک مثال دیتا ہوں اس کے بعد آپ لوگ خیال کریں کہ قوت ایمانی میں کہا تک ضعف ہوگیا ہے دیکھو کسی حاکم کا چپراسی سمن لے کر آتا ہے تو اس کا کس قدر خوف ہوتا ہے حالانکہ حاکم ایک بندہ مثل وشاسمن آدھے پیسے کا غذ جس پر معمولی مضمون ہوتا ہے چپراسی ۶،۵ روپے کا ملازم ہوتا ہے مگر حالت یہ ہوتی ہے کہ اس کے خوف کے مارے لوگ روپوش ہوجاتے ہیں لاچاری سے لینا ہی پڑتا ہے بعدہ وکیل کی تلاش اور روپے کا صرف کرنا کذا وکذا اور اللہ تعالی احکام الحاکمین کہ وہم بھر میں تہہ وبالا کرسکتا ہے اس کا حکم نامہ قرآن پاک ومقدس کہ جس کے ایک ایک حرف پر دس بیس تیس نیکی کا وعدہ ہے وہ رسول اللہ ﷺ لائے.....

الجواب: حاش للہ اس میں نہ تشبیہ ہے نہ تمثیل نہ اصلا معاذ اللہ توہین کی بو۔

(فتاوی رضویہ جدید، ج ۱۵، ص ۱۵۰)

اب دیکھیں مولوی واعظ خود کہہ رہا ہے کہ میں ایک مثال دے رہا ہوں اور پھر نبی کریم ﷺ کیلئے

پھر اسی کی مثال دیتا ہے مگر چونکہ بندہ اپنا تھا اس لئے احمد رضا خان صاحب قسم کھا کر کہتے ہیں کہ نہیں مثال نہیں نہ اس میں تمثیل نہ تشبیہ۔ حضرت تھانویؒ تو چیخ چیخ کر کہہ رہے ہیں کہ میں نے تمثیل و تشبیہ نہیں دی وہاں تو تشبیہ و تمثیل ہو جائے اور یہاں ایک آدمی خود کہے کہ میں مثال دے رہا ہوں مگر یہاں نہ تمثیل ہو نہ تشبیہ یہ وجہ فرق کیوں؟

(۶) مفتی عبدالمجید سعیدی، اشرف سیالوی کے متعلق لکھتا ہے:

''مصنف تحقیقات نے جو حدیث لا یقاس بنا احد سے انحراف کرتے ہوئے سید عالم ﷺ کا نبوت والا معاملہ کافروں، مشرکوں، منافقوں سے ملا کر جس سوئے ادبی کا ارتکاب کیا ہے وہ اس پر مستزاد ہے حالانکہ نبوت جب سلب سے پاک ہے اور سلب نبوت محال ہے تو اسے غیر نبی اور کافر و مشرک اور منافق کے کفر و شرک و نفاق سے ملا دینا اس امر کی نشاندہی کرتا ہے کہ وہ سلب نبوت کے قائل نہ ہوتے تو یہ بات کبھی منہ سے نہ نکالتے اور گندی تشبیہ سے پرہیز کرتے''۔ (سندیلوی کا چیلنج منظور ہے، ص ۳۴)

(۷) ''سانپ اور بھینس اگرچہ اللہ کی مخلوق ہے اور اس کی روزی کھاتے پیتے ہیں مگر سانپ کے پاس زہر ہے اور بھینس کے پاس دودھ اس لئے آپ سانپ کو مارتے ہیں اور بھینس کی خدمت کرتے ہیں ایسے ہی کفار کے پاس کفر کا زہر ہے اور حضرات انبیاء، اولیاء، علماء کے پاس ایمان کا دودھ ہے''۔ (تفسیر نعیمی، ج ۳، ص ۳۶۴، سورہ آل عمران، آیت ۳۳)

(۸) پیر کرم شاہ ازہری لکھتا ہے:

''جس طرح انکو من جانب اللہ اپنی نبوت پر یقین محکم ہوتا ہے اس بارے میں انہیں قطعاً کوئی تردد نہیں ہے اس طرح ان پر جو وحی اتاری جاتی ہے جو فرشتے ان کی طرف بھیجے جاتے ہیں جن انوار و تجلیات کا انہیں مشاہدہ کرایا جاتا ہے ان کے بارے میں انہیں ذرا تردد نہیں ہوتا یہ علم اور یقین اللہ تعالیٰ کی طرف سے انہیں عطا کیا جاتا ہے اسی طرح کا یقین حسب مراتب انسانوں بلکہ حیوانوں کو بھی مرحمت ہوتا ہے''۔ (ضیاء النبی ﷺ، ج ۲، ص ۵۱۹)

اس عبارت میں انبیاء کے یقین کو جانوروں کے یقین سے تشبیہ دی جارہی ہے۔

تشبیہ میں مساوات لازم نہیں

بریلوی حضرات کہتے ہیں کہ اس عبارت میں نبی اکرم ﷺ کے علم کو معاذ اللہ جانوروں سے تشبیہ دے کر ان کے برابر کر دیا ہے اس لئے گستاخی ہے ہم خود بریلوی کتب کے حوالہ جات نقل کرتے ہیں جس میں انہوں نے تسلیم کیا ہے کہ تمثیل وتشبیہ میں برابری لازم نہیں پس جب یہ قاعدہ ہی درست نہیں تو اعتراض بھی لغو ہوا۔

(۱) ڈاکٹر الطاف حسین اور خلیل رانا لکھتا ہے:

"مشابہت سے مساوات بھی لازم نہیں آتی چہ جائیکہ مشبہ کی برتری کا قول کیا جائے"۔

(افضلیت غوث الاعظم، ص ۸۶)

(۲) مفتی حنیف قریشی آف پنڈی لکھتا ہے:

"تشبیہ اور استعارہ سے مشبہ ومشبہ بہ کی برابری سمجھنا پرلے درجے کی حماقت وجہالت ہے"۔ (مناظرہ گستاخ کون، ص ۵۳۹)

(۳) مولوی ابوکلیم صدیق فانی لکھتا ہے:

"مثال کے بیان سے مقصد کسی بات کو عام فہم انداز میں بیان کرنا مقصود ہوتا ہے یہ مطلب ہرگز نہیں ہوتا کہ جس چیز کیلئے مثال دی جارہی ہے مثال اس کا عین ہے اور ہو بہو اس پر صادق آتی ہے۔ محدث حافظ ابن قیم جوزی لکھتے ہیں: انہ لا یلزم تشبیہ الشیء بالشیء مساواتہ لہ (المنار المنیف ص ۶۰ طبع بیروت) یعنی کسی شے کو کسی شے تشبیہ دی جائے تو یہ لازم نہیں آتا کہ یہ شے اس کے برابر ہے۔ حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلویؒ فرماتے ہیں: تشبیہ اور استعارہ سے مشبہ اور مشبہ بہ سے برابری سمجھنا پرلے درجے کی حماقت (بے وقوفی) ہے"۔

(آئینہ اہلسنت، ص ۳۹۰)

مناظرہ بریلی کے متعلق بد ترین جھوٹ

کاشف اقبال رضا خانی لکھتا ہے کہ اس عبارت پر سردار احمد گرداسپوری ثم لائلپوری (فیصل آباد) نے فاتح رضا خانیت مولانا منظور نعمانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے مناظرہ کیا اور انہیں شکست دی اور ایک لاجواب کتاب موت کا پیغام دیوبندیوں کے نام لکھی

(ملخصا دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف، ص ۷۰)

حالانکہ یہ اس کا بدترین جھوٹ ہے حضرت مولانا منظور نعمانی صاحبؒ نے تین دن بریلی کے اندر رضا خانیوں کے گھر میں منظر اسلام کے شیخ الحدیث سردار احمد گورداسپوری کے ساتھ اس عبارت پر مناظرہ کیا اور بریلویوں کے گھر میں رضا خانیوں کی ایسی دھجیاں اڑائیں کہ تیسرے دن رضا خانیوں نے خود میدان مناظرہ میں اپنی عادتِ بد کے مطابق شور ڈال کر میدان سے فرار کا راستہ اختیار کیا اس پورے مناظرے کی شاندار روئیداد ''فتح بریلی کا دلکش نظارہ'' کے نام سے شائع ہوئی جو آج بھی ''فتوحات نعمانیہ'' میں شامل ہے اگر اس مناظرے میں بریلوی شیخ الحدیث کو شکست، ذلت و ہزیمت کا سامنا نہیں کرنا پڑا تھا تو اسے بریلی چھوڑ کر فیصل آباد پاکستان آنے کی ضرورت کیوں پیش آگئی تھی؟۔ جہاں تک بات ہے کتاب ''موت کا پیغام دیوبندیوں کے نام'' تو اس کا جواب سردار احمد گورداسپوری اور حشمت علی رضوی کی زندگی ہی میں شوال ۱۳۵۶ھ میں مولانا ابوالرضاء محمد عطاء اللہ قاسمیؒ نے ''پاپائے رضا خانیت کو جہنم کی بشارت'' کے نام سے دے دیا تھا جو انہی کی زندگی میں شائع ہوگیا تھا اور اس وقت بھی ''الشہاب الثاقب'' کے آخر میں یہ رسالہ موجود ہے آج تک کسی رضا خانی کو اس کا جواب لکھنے کی جرات نہ ہوئی اور نہ ان شاء اللہ ہوگی۔

نوٹ: رضا خانی اس موقع پر ہمارے اکابر سے لفظ ''ایسا'' کے متعلق بعض بظاہر تضاد دکھاتے ہیں اس کے جواب کیلئے اسی کتاب یعنی ''پاپائے رضا خانیت کو جہنم کی بشارت'' یا متکلم اسلام مولانا الیاس گھمن صاحب مدظلہ العالی کی کتاب ''حسام الحرمین کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ'' کا مطالعہ کریں۔

اعتراض ۳۶: براہین قاطعہ پر اعتراض اور اس کا جواب

بریلوی مذہب کے امام احمد رضا خاں بریلوی لکھتے ہیں:

حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ پر تنقیص شان سید الانبیاء ﷺ کا ناپاک بہتان

ومنهم الوهابية الشيطانية هم كالفرقة الشيطانية من الروافض كانوا اتباع شيطان الطاق وهؤلاء اتباع شيطان الآفاق ابليس العين وهم ايضا اذناب ذلک المكذب الكنكوهي فانه صرح فی کتابه البراهين القاطعة وما هي والله الا القاطعة لما امر الله به ان يوصل بان شيخهم ابليس اوسع علما من رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم وهذا نصه الشنيع بلفظه الفظيع ص ۴۷ شيطان وملک الموت کو الخ ان هذه السعة فی العلم ثبت للشيطان وملک الموت بالنص وای نص قطعی فی سعة علم رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم حتی ترد به النصوص جميعاً ويثبت شرو كتب قبله ان هذا الشرک ليس فيه حبة خردل من ايمان ۔''

{ترجمہ}

چوتھا فرقہ وہابیہ شیطانیہ ہے، اور وہ رافضیوں کے فرقہ شیطانیہ کی طرح ہیں، وہ شیطان الطاق کے پیرو تھے، اور یہ شیطان آفاق ابلیس لعین کے پیرو ہیں، اور یہ بھی اس تکذیب خدا کرنے والے گنگوہی کے دم چھلے ہیں کہ اس نے اپنی کتاب براہین قاطعہ میں تصریح کی، اور خدا کی قسم وہ قطع نہیں کرتی مگر ان چیزوں کو جن کو جوڑنے کا اللہ عزوجل نے حکم فرمایا ہے، ان کے پیر ابلیس کا علم نبی ﷺ کے علم سے زیادہ ہے، اور یہ اس کا برا قول خود اس کے بد الفاظ میں صفحہ نمبر ۴۷ پر ہے۔

''شیطان وملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی، فخر عالم کی وسعت علم کی کون سی نص قطعی ہے کہ جس سے تمام نصوص کو رد کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے۔''

اس سے پہلے لکھا کہ شرک نہیں تو کونسا ایمان کا حصہ ہے۔الخ

(ماخوذ: حسام الحرمین صفحہ نمبر ۱۵، ۱۴۔ ۱۳۲۴ھ احمد رضا خاں، مطبع اہلسنت والجماعت جمادی الاولی ۱۳۲۶ھ بار اول)

خیال رہے صرف خط کشیدہ ڈیڑھ سطر عبارت حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری کی ہے، باقی تمام عبارت جناب احمد رضا خاں بریلوی کی ہے۔

ملاحظہ فرمائیں اصل واقعہ اور حقیقت:

مولوی عبدالسمیع صاحب رامپوری نے ''انوار ساطعہ'' نامی ایک کتاب بدعات

کے حق میں تحریر فرمائی ہے۔
اس میں وہ لکھتے ہیں:۔
تیسری قباحت کا جواب: کہتے ہیں کہ حضرت (محمد ﷺ) کی نسبت یہ اعتقاد رکھنا کہ جہاں مولود پڑھا جاتا ہے وہاں تشریف لاتے ہیں شرک ہے۔۔۔۔۔۔۔۔

نیز لکھتے ہیں:
تفسیر معالم التنزیل اور "رسالہ برزخ" جلال الدین سیوطی اور شرح مواہب علامہ زرقانی میں ہے کہ "ملک الموت (فرشتہ) قابض ہے تمام ارواح، جن وانس، حیوانات اور تمام مخلوقات کا، اللہ نے کر دیا ہے دنیا کو اس (فرشتہ) کے آگے چھوٹے خوان کے" اور ایک روایت میں ہے کہ "مثل طشت (تھال) کے اور ادھر سے لیتا ہے جان اور ادھر سے" اب خیال کرو کہ ایک آن میں مشرق سے مغرب تک کس قدر چیونٹی، مچھر، مکوڑے اور چرند وپرند اور درند اور آدمی مرتے ہیں، ہر جگہ ملک الموت موجود ہوتا ہے، دیکھو شیطان ہر جگہ موجود ہے، درمختار کی مسائل نماز میں لکھا ہے کہ شیطان اولاد آدم کے ساتھ دن کو رہتا ہے اور اس کا بیٹا آدمیوں کے ساتھ رات کو رہتا ہے، علامہ شامی نے اس کی شرح میں لکھا ہے کہ شیطان تمام جنس آدم کے ساتھ رہتا ہے، مگر جس کو اللہ نے بچالیا ہے۔

بعد اس کے لکھا ہے "واقدرہ علی ذلک کما اقدر ملک الموت علی نظیر ذلک یعنی اللہ تعالیٰ نے شیطان کو اس بات کی قدرت دی ہے جس طرح ملک الموت کو سب جگہ موجود ہونے پر قادر کر دیا ہے۔ انتہی

اب عالم اجسام محسوسہ میں اس کی مثال سمجھئے۔ کوئی آدمی مشرق سے مغرب تک آبادی دنیا کی سیر کرے، جہاں جاوے گا چاند کو موجود پاوے گا اور سورج کو بھی پاوے گا، پھر وہ کہے کہ ایک چاند سب جگہ موجود ہے اور ایک سورج سب جگہ موجود ہے، تمہارے قاعدہ سے چاہیے وہ کافر ہو جاوے کہ اس نے چاند کو ہر جگہ موجود کہا، حالانکہ تحقیق یہ ہے کہ نہ وہ کافر، خاص مسلمان ہے۔

نیز لکھتے ہیں:

اب فکر کرنا چاہیے کہ جب چاند سورج ہر جگہ موجود اور ہر جگہ زمین پر شیطان موجود ہے اور ملک الموت موجود ہے تو یہ صفت خاص خدا کی کہاں ہوئی جس میں رسول اللہ ﷺ کو شریک کرنے سے مشرک اور کافر ہو جاوے اور تماشا یہ کہ اصحابِ محفل میلا د تو زمین کی تمام جگہ، پاک ناپاک مجالس مذہبی وغیر مذہبی میں حاضر ہونا رسول اللہ ﷺ کا نہیں دعویٰ کرتے، ملک الموت اور ابلیس کا حاضر ہونا اس سے بھی زیادہ تر مقامات، پاک ناپاک، کفر غیر کفر میں پایا جاتا ہے۔ الخ (انوار ساطعہ)

تبصرہ:

خیال رہے کہ غیر ضروری الفاظ ترک کر دیئے گئے ہیں، اور کچھ جملوں کا صرف مفہوم یا مطلب لکھ دیا گیا ہے، مولوی عبد السمیع صاحب مؤلف ''انوار ساطعہ'' نے صرف ''قیاس'' گمان اور ظن سے کام چلایا ہے، افسوس اس بات کا ہے کہ ان لوگوں کو صرف شیطان ہی نظر آتا ہے اور حضور ﷺ کی ذات شریفہ کے مقابلہ میں اس کو لاتے ہیں، پھر اگر کوئی ان کو ان کے قوانین اور انہی کی زبان میں جواب دے تو کافر، آخر کیوں؟ عبارت کے آخری جملوں میں خود یہ اقرار کیا ہے یعنی ''تماشا یہ کہ اصحابِ محفل میلا د تو زمین کی تمام جگہ، پاک ناپاک مجالسِ مذہبی وغیر مذہبی میں حاضر ہونا رسول اللہ ﷺ کا نہیں دعویٰ کرتے، ملک الموت اور ابلیس کا حاضر ہونا اس سے بھی زیادہ تر مقامات، پاک ناپاک، کفر غیر کفر میں پایا جاتا ہے۔

مولوی عبد السمیع لفظ ''اس سے بھی زیادہ تر مقامات'' لکھ کر بھی پکے ٹھکے مسلمان رہے۔

ملاحظہ فرمائیں مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری کی عبارت:

وہ لکھتے ہیں:

''تمام امت کا یہ اعتقاد ہے کہ جناب فخر عالم ﷺ کو اور سب مخلوق کو جس قدر علم

حق تعالیٰ نے عنایت کر دیا اس سے ایک ذرہ بھی زیادہ ثابت کرنا شرک ہے، سب کتب شرعیہ ہی میں یہی مستفاد (ثابت) ہے۔ قال اللہ تعالیٰ: و عندہ مفاتح الغیب لا یعلمھا الا ھو۔ (انعام:۵۹) ☆اور اسی (اللہ) کے پاس ہیں کنجیاں غیب کی نہیں جانتا انہیں اس کے سوا کوئی۔

اور یہ مسئلہ مشہور (کتب فقہ) بحر الرائق، عالمگیریہ اور درمختار وغیرہ میں ہے کہ ''اگر نکاح کرے بہ شہادت اللہ تعالیٰ اور نبی ﷺ کے کافر ہو جاتا ہے بسبب اعتقاد علم غیب کے نبی علیہ السلام کی نسبت، پس فقط مجلس نکاح کے اعتقاد علم میں کافر لکھا ہے، یہ کسی نے نہیں لکھا کہ اگر اس کا اعتقاد ''کما و کیفا و مساوۃ'' علم الٰہی تعالیٰ شانہ کا ہے تو کافر ہو گیا ورنہ نہیں''۔

(یعنی اس لئے کافر نہیں لکھا کہ اس کا اعتقاد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اور حضور ﷺ کے علم میں تعداد و کیفیات کے اعتبار سے برابری ہے، بلکہ صرف ایک مجلس نکاح میں حضور علیہ السلام کو گواہ بنانے کی وجہ سے کافر لکھا ہے، کیونکہ اس کا یہ اعتقاد ہے کہ حضور غیب جانتے ہیں۔ راقم)

مؤلف (عبدالسمیع صاحب) کی تحریر سے یہی مفہوم (ظاہر) ہوتا ہے، کیونکہ وہ کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ تو عرش سے زمین تک جانتا ہے اور حاضر ہے اور نبی ﷺ فقط مجلس مولود میں حاضر ہوتے تو کہاں برابری اور شرک ہوا، پس اس سے صاف ظاہر ہے کہ اس قدر علم غیب کو وہ شرک نہیں جانتا، حالانکہ تمام کتابوں میں فقط مجلس نکاح کے حضور (حاضری) کو ہی شرک لکھا ہے۔ (الیٰ قولہ) عقیدہ اہل سنت کا یہ ہے کہ کوئی صفت صفات حق تعالیٰ کی بندہ میں نہیں ہوتی اور جو کچھ اپنی صفات کا ظل (عکس نمونہ) کسی کو عطا فرماتے ہیں، اس سے زیادہ ہرگز کسی میں ہونا ممکن نہیں۔ (الیٰ قولہ) شیطان کو جس قدر وسعت دی (جیسا کہ بریلوی مذہب کے علامہ کاظمی ملتانی لکھتے ہیں ''بخاری جلد ۲ ص ۱۰۶۲ میں صاف مذکور ہے کہ شیطان تمام بنی آدم کی رگوں میں خون کی طرح دوڑتا ہے وہ اپنی یہ علمی و عملی قوت بنی آدم کو گمراہ کرنے کے لئے کرتا ہے۔'' التبیان: ص ۱/۱۵۵) اور ملک الموت اور

چاند و سورج کو جس قدر وضع تک بنایا ہے اس سے زیادہ کی ان کو کچھ قدرت نہیں، اور زیادہ ان سے کوئی کام نہیں نکلتا (الیٰ قولہ)

الحاصل غور کرنا چاہیے کہ شیطان و ملک الموت کا حال دیکھ کر علم محیط زمین کا فخر عالم کو خلاف نصوص قطعیہ کے بلا دلیل محض قیاس فاسدہ سے ثابت کرنا شرک نہیں تو کونسا ایمان کا حصہ ہے۔ شیطان و ملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی، فخر عالم کی وسعت علم کی کونسی نص قطعی ہے کہ جس سے تمام نصوص کو رد کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے۔

مختصر تبصرہ:

خیال رہے کہ جناب احمد رضا خاں بریلوی نے عبارت مذکورہ بالا کی آخری چار سطروں میں سے نیچے والی دو یا تین سطریں نکال کر اس کے شروع میں کچھ اپنی عبارت ملا کر عبارت یوں بنائی۔ یعنی

''ان کے پیر ابلیس کا علم نبی ﷺ کے علم سے زیادہ ہے، اور اس کا برا قول خود اس کے بد الفاظ میں ص ۴۷ پر ہے۔ شیطان و ملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی فخر عالم کی وسعت علم کی کون سی نص قطعی ہے کہ تمام نصوص کو رد کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے''۔

اگر جناب احمد رضا خان بریلوی مذکورہ عبارت کی صرف آخری چار سطریں لکھ کر لے جاتا تو اس کو لینے کے دینے پڑ جاتے کیونکہ پوری عبارت کی حقیقت صرف ''علم محیط کا'' سے ظاہر ہو جاتی، جس کا مطلب ہے پوری زمین کی تمام چھوٹی بڑی مخلوقات کا علم چاہے وہ زمین کے اندر ہے چاہے وہ زمین کے باہر ہے، جس کی تفصیل آگے آرہی ہے، نیز جو مختصر عبارت احمد رضا خاں نے لکھی ہے اس کی مختصر حقیقت

مثلاً۔۔۔۔۔۔۔ ''شیطان کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی'' اس وسعت سے مراد بخاری شریف کی وہ حدیث ہے جو اوپر علامہ کاظمی صاحب کے حوالے سے گزری ہے یعنی ''شیطان تمام انسانوں کی رگوں میں خون کی طرح دوڑتا ہے۔''

''فخر عالم کی وسعت علم کی کونسی نص قطعی ہے'' یعنی جس طرح شیطان ہر آدمی کے ساتھ ہے، اسی طرح حضور ﷺ کا ہر انسان کے ساتھ ہونا کس ثبوت سے ثابت ہے۔

میں پوری بریلوی عوام اور بریلوی علماء کو یہ چیلنج دیتا ہوں کہ وہ حضور علیہ السلام کا صرف اپنی حیات شریفہ میں اور صرف تمام صحابہ کرام کے ساتھ ہر آن ہر گھڑی ہونا ثابت کریں، اگر ثابت نہ کر سکے اور انشاء اللہ قیامت تک ثابت نہیں کرسکو گے بلکہ آپ کا اپنا باطل ہونا ضرور یقینی ہے۔

مذکورہ ذیل عبارات کو سمجھیں:

{بریلوی جماعت و مذہب کے مفتی احمد یار گجراتی لکھتے ہیں}

(۱)

قل یتوفکم ملک الموت الذی وکل بکم۔
(السجدہ:۱۱)
آپ فرمائیں وفات دیتا ہے موت کا فرشتہ جو تم پر مقرر ہے
ف ۳: حضرت عزرائیل علیہ السلام جن کے ذمہ سب کی جان نکالنا ہے یہ تمام کی موت کے وقت اور موت کی جگہ سے خبردار ہیں اس لئے کسی کو وقت سے پہلے اور غلط مقام پر نہیں مارتے (نور العرفان: ص ۶۶۳)

(۲) حتی اذا جآء احدکم الموت توفتہ رسلنا وھم لا یفرطون۔(الانعام:۶۱)

ترجمہ: یہاں تک کہ جب تم میں کسی کی موت آتی ہے ہمارے فرشتے اس کی روح قبض کرتے ہیں اور وہ قصور نہیں کرتے۔

(۲)

قال انظرنی الی یوم یبعثون قال انک من المنظرین قال فبما اغویتنی لاقعدن لھم صراطک المستقیم ثم لاٰتینھم من بین ایدیھم ومن خلفھم وعن ایمانھم وعن شمائلھم۔(اعراف:۱۷،۱۴ پ ۸)

بولا (شیطان) مجھے فرصت دے اس دن تک کہ لوگ اٹھائے جائیں (اللہ نے فرمایا) تجھے مہلت ہے، (شیطان) بولا قسم اس کی کہ تو نے مجھے گمراہ کیا میں ضرور تیرے سیدھے راستہ پر ان کی تاک میں بیٹھوں گا، پھر ضرور میں ان کے پاس آؤں گا ان کے آگے اور پیچھے اور داہنے اور بائیں سے۔

ف ۳: یعنی باپ کا بدلہ اولاد سے لوں گا ان کے دلوں میں وسوسے ڈالوں گا، گناہوں کی رغبت دلاؤں گا، نیکی سے روکوں گا، بعض کو کافر و مشرک بنادوں گا۔(بخاری جلد ۲ ص ۱۰۶۲)

ف: معلوم ہوا کہ وہ ہر جگہ حاضر ہیں اور ہر جگہ ناظر، کہ اس کے بغیر یہ کام انجام نہیں پا سکتا، ساری دنیا ان کے سامنے ایسی ہے جیسے ہمارے سامنے ہتھیلی (الی قولہ) جب ان۔۔۔۔
فرشتوں کے علم کا یہ حال ہے۔۔۔۔۔۔
تو جو تمام خلق سے زیادہ اعلم ہیں مدینہ والے سلطان ﷺ، ان کے علوم کا کیا پوچھنا۔
(تفسیر نور العرفان: ص ۲۱۴)

(صاف مذکور ہے کہ شیطان تمام بنی (یعنی اولاد) آدم کی رگوں میں خون کی طرح دوڑتا ہے وہ اپنی یہ علمی وعملی قوت بنی آدم کو گمراہ کرنے کے لئے استعمال کرتا ہے۔ ماخوذ: تفسیر التبیان پ ۱ ص: ۱۵۵، مصنف علامہ کاظمی صاحب)
شیطان بیماری ہے اور نبی ﷺ علاج ۔۔۔۔ جب بیماری کی قوت یہ ہے تو نبی کا علم اس سے زیادہ ہونا چاہیے۔
(ماخوذ: تفسیر نور العرفان: ص ۲۴۱)

{خلاصہ}

(۱)

(۱) جب ان فرشتوں کے علم کا یہ حال ہے، تو جو تمام خلق سے زیادہ اعلم ہیں مدینہ والے سلطان ﷺ ان کے علوم کا کیا پوچھنا۔ مفتی احمد یار

(۲)

شیطان بیماری ہے اور نبی ﷺ علاج، جب بیماری کی قوت یہ ہے تو نبی کا علم اس سے زیادہ ہونا چاہیے۔ مفتی احمد یار

{لطیفہ}

زید کہتا ہے کہ مفتی احمد یار خان نے ملک الموت اور شیطان کے لئے علم محیط زمین کا قرآنی آیات سے ثابت مانا ہے یعنی زمین پر جتنے انسان بستے ہیں ملک الموت ان تمام کی موت اور موت کی جگہ سے خبردار ہے اور ہر جگہ حاضر و ناظر۔ اور شیطان کے لئے بھی ایسے ہی ثابت مانا ہے، یعنی شیطان تمام اولاد آدم کی رگوں میں خون کی طرح دوڑتا ہے (جیسا کہ اوپر مذکور ہے)
لیکن اس کے بعد مفتی احمد یار خان نے بغیر کسی ثبوت کے اور ملک الموت اور شیطان کے حال کو دیکھ کر علم محیط زمین کا حضور علیہ السلام کے لئے بھی ثابت مانا ہے، یعنی ہر جگہ حاضر

ناظر اور تمام انسانوں کے احوال کو جاننا ثابت مانا ہے۔ لہٰذا مفتی احمد یار خان نے ان قرآنی آیات کو رد کر کے ایک شرک ثابت کیا ہے، جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ نہ آپ ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں اور نہ آپ روئے زمین کے تمام انسانوں کے احوال جانتے ہیں اور شرک اس لئے ہے کہ

فتاویٰ عالم گیر و حاشیہ فتاویٰ قاضی خان وغیرھا میں وارد ہے کہ۔ جس نے کہا کہ میں نکاح میں فرشتوں اور رسول اور خدا کو گواہ کرتا ہوں اس نے کفر کیا کیونکہ اس نے اعتقاد کیا کہ فرشتے اور رسول غیب جانتے ہیں۔ الخ

(ج ۶ ص ۳۲۶، مکتبہ ماجدیہ عیدگاہ طوغی ۱۴۰۳ پاکستان)

بکر نے زید پر کفر کا فتویٰ لگا دیا:

بکر نے زید کی تمام تحریروں کو چھوڑ کر صرف یہ الفاظ لکھے ہیں کہ زید نے شیطان کے لئے علم محیط زمین کا قرآنی آیات سے ثابت مانا ہے اور حضور ﷺ کے لئے ثابت نہیں مانا۔ پس یہی حال بریلوی جماعت کے امام جناب احمد رضا خاں کا ہے کہ انہوں نے حضرت مولانا خلیل احمد صاحب محدث سہارنپوری کی ایک مکمل اور طویل عبارت (جس کا عنوان علم غیب اور حاضر و ناظر ہے) سے چند الفاظ حسب منشاء نکال کر ان پر کفر کا من گھڑت فتویٰ حاصل کیا۔

تبصرہ: قارئین!

آپ اس بات سے بخوبی واقف ہو گئے ہوں گے کہ یہ بحث حضور علیہ السلام اور شیطان کے علم کی نہیں ہے، بلکہ صرف اور صرف حاضر و ناظر اور علم غیب کے مسئلہ میں ہے، کیونکہ اکثر بریلوی جماعت کا یہ عقیدہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام خاص کر اور اولیاء کرام عام طور پر علم غیب اور ہر جگہ حاضر و ناظر ہونے کی طاقت وقدرت رکھتے ہیں اور چونکہ قرآن کریم علم غیب اور حاضر و ناظر کے عقیدہ اور نظریہ کو یکسر جھٹلاتا ہے، اس بنا پر یہ فرقہ غیر ضروری چیزوں کا سہارا لیتا ہے اور خاص کر شیطان کو اپنے ہتھیار کے طور پر استعمال

کرتا ہے جیسا کہ ظاہر ہے، شیطان بدترین مخلوق شمار کیا جاتا ہے، اور حضور علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی تمام مخلوقات میں سے افضل ترین انسان ہیں، اسی وجہ سے ان پڑھ سادہ لوح عوام کو گمراہ کرنے اور سیدھے راستہ سے ہٹانے کے لئے ان کو یہ سبق پڑھایا جاتا ہے کہ جب شیطان کو یہ علم اور اتنی قدرت ہے جو گھٹیا مخلوق ہے تو حضرات انبیاء علیہم السلام کو عام طور پر اور حضور علیہ السلام کو خاص طور پر شیطان سے زیادہ علم وقدرت ہونی چاہیے۔

جس کی چند مثالیں یہ ہیں۔ مثلاً

(۱) ہر جگہ ہوا ہے، اس لئے ہوا اور روشنی کی ہر وقت ہر چیز کو ضرورت ہے، اور حبیب خدا علیہ السلام کی بھی ہر مخلوق الٰہی کو ہر وقت ضرورت ہے تو لازم ہے کہ حضور علیہ السلام کی ہر جگہ جلوہ گری ہے۔۔۔۔۔۔۔۔ (جاء الحق ص ۱۶۱، مصنف مفتی احمد یار خاں گجراتی)

سوال:

ہوا تو ہر آدمی استعمال کرتا ہے اور اسے محسوس بھی کرتا ہے، لیکن حضور علیہ السلام تو نظر نہیں آتے؟

(۲) شیطان دنیا کو گمراہ کرنے والا ہے، اور نبی علیہ السلام دنیا کے ہادی۔۔۔۔ رب تعالیٰ نے شیطان کو گمراہ کرنے کے لئے اتنا وسیع علم دیا کہ دنیا کا کوئی شخص اس کی نگاہ سے غائب نہیں، جب گمراہ کرنے والے کو اتنا علم دیا گیا، تو ضروری ہے کہ دنیا کے طبیب مطلق ﷺ ہدایت دینے کے لئے اس سے کہیں زیادہ علم والے ہوں، کہ آپ ہر شخص کو اس کی بیماری کو اس کی استعداد کو اس کے علاج کو جانیں، ورنہ ہدایت مکمل نہ ہوگی، اور رب تعالیٰ پر اعتراض پڑے گا کہ اس نے گمراہ کرنے والے کو قوی کیا، اور ہادی کو کمزور رکھا، لہٰذا گمراہی تو کامل رہی اور ہدایت ناقص۔

(جاء الحق ص ۸۴ مصنف مفتی احمد یار خاں گجراتی)

یہ تو سب جانتے ہیں کہ حضور علیہ السلام کے اکثر رشتہ دار بے ایمان ہو کر مرے

ہیں، تو تمہارے قانون کے مطابق شیطانی قدرت بڑھ گئی۔

(۳) شیطان نے آدم علیہ السلام سے جو گفتگو کی وہ قوی (طاقتور) وسوسوں کے ذریعہ کی، اس نے زمین سے ہی وسوسے کی زبان میں وہ کچھ کہہ دیا جو کہنا چاہتا تھا، شیطان کو اللہ تعالیٰ نے اتنے تصرفات (واختیارات) کی طاقت دی ہے وہ کہیں بھی ہو لوگوں کے دلوں میں وسوسے ڈال دیتا ہے، اور حضرت عزرائیل ملک الموت فرشتے کو اتنی طاقت حاصل ہے کہ وہ ایک وقت میں تمام روئے زمین کے کونے کونے میں روح قبض کرسکتا ہے ،اور سید الانبیاء محمد ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے ان سے زیادہ تصرفات (اختیار) کی طاقت دی ہے (ثبوت؟ یہ نہ پوچھو ورنہ کفر کا فتویٰ تیار ہے۔ راقم) تو اس میں دوسرے کسی کا کیا نقصان ہے، آپ اپنے امتی کی حالت زار کو دیکھیں اس کی حاجت کو پورا کریں وہ کہیں بھی ہو، اس میں نہ کوئی شرک ہے اور نہ ہی عقلاً محال۔

(ماخوذ: تذکرۃ الانبیاء ص ۶۸، ۶۹ مصنف قاضی عبد الرزاق چشتی مکتبہ ضیائیہ بوہڑ بازار ،راولپنڈی)

(۴) جب چاند وسورج ہر جگہ موجود۔۔۔ اور ہر جگہ زمین پر شیطان موجود ہے اور ملک الموت ہر جگہ موجود ہے تو یہ صفت خاص خدا کی کہاں ہوئی جس میں رسول اللہ ﷺ کو شریک کرنے سے مشرک اور کافر ہو جائے۔

(انوار ساطعہ مصنف مولوی عبد السمیع صاحب)

تبصرہ:

حضرات گرامی! یہ ہے وہ گلدستہ انوار جو بریلوی جماعت کا جزو ایمان ہے ،انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام کی صفات کو شیطان کی صفات پر قیاس کر کے ثابت کرنا بریلوی جماعت کا خاص مذہب ہے، پس جس کسی نے بھی اس کے خلاف آواز اٹھائی، اس پر فتویٰ لگ گیا کہ یہ گستاخ رسول ﷺ ہے اس کے کفر میں شک کرنے والا بھی کافر۔۔۔۔ سبحان اللہ۔ (الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے) یعنی اپنے کرتوت پر شرمانے کی

بجائے تنقید کرنے والے کو آنکھیں دکھانا۔اور یہ بھی ذہن میں رہے کہ جب یہ لوگ جھوٹے پڑتے ہیں تو شور شرابہ یہ کرتے ہیں کہ فلاں گستاخ رسول ہے، فلاں گستاخ رسول ہے۔

اب ہم ذیل میں مولانا خلیل احمد صاحب محدث سہارن پوری کی متنازعہ عبارت لکھتے ہیں
۔۔۔۔۔۔۔

الحاصل غور کرنا چاہیے کہ شیطان و ملک الموت کا حال دیکھ کر علم محیط زمین کا فخر عالم کو خلاف نصوص قطعیہ کے بلا دلیل محض قیاس فاسدہ سے ثابت کرنا شرک نہیں تو کون سا ایمان کا حصہ ہے۔شیطان و ملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی۔فخر عالم کی وسعت علم کی کونسی نص قطعی ہے، کہ جس سے تمام نصوص کو رد کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے ۔۔۔الخ۔

یہ بات ذہن میں رہے کہ جناب احمد رضا خاں صاحب بریلوی نے عبارت کے ابتدائی جملے چھوڑ دیئے صرف ان کی خبر نقل کی اور جس چیز کی خبر دی گئی ہے وہ تو سرے سے نقل ہی نہیں کی خالی خبر سے کیا معلوم کہ پہلے کیا لکھا ہے۔مثلاً

شیطان و ملک الموت کو ''یہ'' وسعت نص سے ثابت ہوئی۔الخ:

اس عبارت میں لفظ ''یہ'' اسم اشارہ قریب ہے، یعنی لفظ ''یہ'' کسی قریبی شئے ، یا قریبی عبارت کی طرف اشارہ کرتا ہے، مثلاً یہ مقدمہ قابل سماعت ہی نہیں، یہ مقدمہ دوبارہ قابل تفتیش ہے، ان دونوں عبارتوں میں جس مقدمہ کی طرف اشارہ ہے، وہ وہی مقدمہ ہوگا جو اوپر ذکر ہوا ہوگا، اگر مقدمہ کا سرے سے وجود ہی نہ ہو تو جج یہ کیسے لکھے گا کہ یہ مقدمہ قابل سماعت ہی نہیں ۔۔۔۔۔۔۔ دوسری مثال۔علم ایک بہت بڑی دولت ہے، یہ خرچ کرنے سے کم نہیں ہوتی، اس عبارت میں لفظ ''یہ'' صاف طور پر اشارہ کر رہا ہے کہ وہ کون سی دولت ہے جو خرچ کرنے سے کم نہیں ہوتی، اگر پیچھے سے یہ الفاظ نہ ہوں (یعنی علم بڑی دولت ہے) تو کیسے پتہ چلے گا کہ وہ کیا چیز ہے جو خرچ کرنے سے کم نہیں ہوتی۔۔

امید ہے کہ آپ نے اس تشریح کو اچھی طرح سمجھ لیا ہوگا۔

جناب مولانا خلیل احمد صاحب محدث سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ کوئی معمولی عالم نہیں تھے کہ انہوں نے بیٹھے بٹھائے یونہی لکھ دیا کہ (معاذ اللہ) شیطان لعین کا علم حضور علیہ السلام کے علم شریف سے زیادہ ہے، یہ حرکت تو جناب احمد رضا خاں نے کی ہے۔

حضرت سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ نے جو یہ لکھا ہے کہ شیطان و ملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی، جہاں یہ وسعت ثابت ہے وہ کون سی جگہ ہے؟ کیونکہ جناب احمد رضا خاں کی نقل کی ہوئی عبارت میں تو کہیں نہیں، آخر ہے کہاں؟ جب ایک شخص کہہ رہا ہے کہ فلاں چیز نص سے ثابت ہے تو ہمیں پہلے وہ نص تلاش کرنی چاہئے، احمد رضا خاں نے عبارت مکمل کیوں نہ لکھی؟ بددیانتی کیوں کی؟

ایک لطیفہ:

پولیس ایک شخص کو قتل کے شبہ میں گرفتار کرتی ہے، وہ شخص کہتا ہے کہ یہ قتل میں نے نہیں کیا، بلکہ مجدد صاحب نے کیا ہے، اور اس کا میرے پاس ثبوت بھی ہے اور گواہ بھی ہیں، اب پولیس کا فرض بنتا ہے کہ گواہوں سے تصدیق کرے اور ثبوت بھی دیکھے، نہ کہ پولیس (یعنی ان پڑھ عوام) قتل کے شبہ میں گرفتار کئے ہوئے شخص کے گلے میں پڑ جائے کہ نہیں نہیں یہ قتل تو نے ہی کیا ہے کیونکہ ہمارے اعلیٰ حضرت اور مجدد صاحب کی زبان اور قلم شریف بغیر مرضی خدا تعالیٰ کے نہ ہلتا ہے اور نہ کچھ لکھتا ہے، اب آپ فیصلہ فرمائیں کہ سچائی بیچاری ایسی ان پڑھ سرکار کے آگے کیا کرسکتی ہے؟ ملاحظہ فرمائیں۔

جناب احمد رضا خاں بریلوی کے اصول:

اصول نمبر: (۱)

اور رسالہ ''اعلام الاذکیاء'' جس کی تصدیق جناب احمد رضا خاں نے فرمائی تھی، ۱۳۲۳ھ مطابق ۱۹۰۵ء کا زمانہ حج کا تھا۔۔۔۔۔۔۔۔جناب احمد رضا خاں بریلوی مکہ مکرمہ پہونچے ہی تھے کہ کچھ دنوں بعد جناب شیخ محمد معصوم صاحب نقشبندی رامپوری

مرحوم (جو ان دنوں "والی" شریف مکہ کے مشیروں میں شمار ہوتے تھے) کے پاس ہندوستان سے ایک محضر نامہ پہنچا۔

جناب احمد رضا خاں بریلوی فرماتے ہیں:

"سننے میں آیا کہ وہابیہ پہلے سے آئے ہوئے ہیں جن میں بعض وزراء ریاست دیگر اہل ثروت بھی ہیں، حضرت نے شریف مکہ تک رسائی پیدا کی ہے اور مسئلہ علم غیب چھیڑا ہے اور اس کے متعلق کچھ سوال اعلم علماء مکہ حضرت شیخ صالح کمال سابق قاضی مکہ و مفتی حنفیہ کی خدمت میں پیش ہوا ہے میں حضرت موصوف کی خدمت میں گیا ــــــــ میں نے بعد سلام و مصافحہ مسئلہ علم غیب کی تقریر شروع کی ــــــــ جب میں نے تقریر ختم کی تو وہ چپکے سے اٹھتے ہوئے قریب الماری رکھی تھی وہاں تشریف لے گئے اور ایک کاغذ نکال کر لائے جس پر مولوی سلامت اللہ صاحب رامپوری کے رسالہ "اعلام الاذکیاء" کے اس قول کے متعلق کہ حضور ﷺ کو ھو الاول والآخر والظاہر والباطن وھو بکل شئ علیم لکھا چند سوالات تھے اور جواب کی چار سطریں ناتمام اٹھا لائے مجھے دکھایا اور فرمایا تیرا آنا اللہ کی رحمت تھا ورنہ مولوی سلامت اللہ کے کفر کا فتویٰ یہاں سے جا چلتا ــــــــ اور آپ سے جواب مقصود ہے۔"

(ملفوظات احمد رضا خاں ص ۱۵۷،۱۵۶ حصہ دوم مطبوعہ کراچی)

دوسری جگہ لکھتے ہیں:

پہلا سوال اس عبارت سے جو فاضل ابو الذکا سلامت اللہ کے رسالہ "اعلام الاذکیاء" مطبوعہ ہند آخر میں واقع ہوئی بلفظ

وصلی اللہ علی من ھو الاول والآخر والظاھر والباطن وھو بکل شئ علیم۔	اور اللہ درود بھیجے ان پر جو اول آخر ظاہر و باطن ہیں اور وہ ہر شے کو جاننے والے ہیں۔ (الحدید)

جواب: یہ رسالہ مصنف نے میرے پاس تقریظ کے لئے بھیجا تھا۔ (علی قولہ) مجھے یاد نہیں آتا کہ اصل مسودہ میں کیا تھا، مگر اس رسالہ کا جو عربی ترجمہ مؤلف

نے کیا۔۔۔۔۔۔۔۔اس میں لفظ یوں ہے۔

وصلی من هو الاول والاخر والظاهر والباطن وهو بكل شئ عليم علی مظهر هو الاول والاخر والظاهر والباطن وهو بكل شئ عليم۔	درود بھیجے وہ جو اول آخر و ظاہر و باطن اور ہر چیز کا دانا ہے ان پر جو اس آیت کے مظہر ہیں، وہی اول و آخر ظاہر و باطن اور وہی ہر چیز کا دانا ہے۔

اس میں کسی وہم والے کے وہم کی گنجائش نہیں۔۔۔۔۔۔۔۔اور کچھ تعصب نہیں کہ مطبع کا تب سے ''مظہر'' کا لفظ من ھو سے بدل گیا ہو۔۔۔اگر ہم فرض کر لیں کہ اصل عبارت اس طرح ہے جیسے چھپی ہے تو میں مجیب (یعنی مولوی سلامت اللہ) کو پہچانتا ہوں کہ وہ عالم سنی صحیح العقیدہ ہیں۔۔۔۔۔۔۔۔اور ہر مسلمان پر فرض عین ہے کہ اپنے بھائی کا کلام جو تا حد قدرت بہتر سے بہتر معنیٰ و توجیہ پر حمل کرے۔

جواب دوم:

یہ ہے کہ تمہیں کیا ہوا کہ لفظ مَنْ بسکون اسم موصول بنا کر پڑھتے ہو اس مَنِّ بہ دو کسر نون آیت کریمہ کی طرف مضاف کر کے کیوں نہیں پڑھتے یعنی اللہ تعالیٰ پر درود بھیجے جو اس آیت کریمہ کی نعمت ہیں اور وہ محمد ﷺ ہیں۔ الخ

(ماخوذ: الدولۃ المکیۃ، مصنف احمد رضا خاں ص ۱۹۷، ۱۹۱ عربی، اردو، باہتمام دار العلوم امجدیہ کراچی)

خلاصہ:

نمبر ۱: تعجب نہیں کہ مطبع کے کاتب سے ''مظہر'' کا لفظ مَنْ ھُوَ سے بدل گیا ہو۔

نمبر ۲: اور ہر مسلمانوں پر فرض عین ہے کہ اپنے بھائی کا کلام تا حد قدرت بہتر سے بہتر معنیٰ و توجیہ پر حمل کرے۔

نمبر ۳: تمہیں کیا ہوا کہ لفظ مَنْ کو بسکون نون اسم موصول بنا کر پڑھتے ہوا سے مَنّ بہ تشدید و کسر نون آیت کریمہ کی طرف مضاف کر کے کیوں نہیں پڑھتے۔

قارئین!

ہمیں اس موقعہ پر یہ غرض نہیں ہے کہ جناب احمد رضا خاں بریلوی پر کیا گزری اور انہوں نے جو کچھ لکھا ہے سچ اور صحیح لکھا ہے یا غلط؟ ہمیں تو یہ دیکھنا ہے کہ جناب احمد رضا خاں بریلوی نے اپنے بچاؤ کیلئے کیا کیا تدبیریں اختیار کیں اور کیا کیا اصول تحریر فرمائے ہیں۔

اصول نمبر ۲:

جناب احمد رضا خاں بریلوی کا اپنے ہی ہم خیال اور خاص قریبی تعلق کے لوگوں سے اذان جمعہ ثانی پر اختلاف ہوا، انہوں نے حرمین شریفین سے فتویٰ منگوایا جو ان کے خلاف تھا، اب اعلیٰ حضرت صاحب ان کو مشورہ دے رہے ہیں کہ جو سوال بھیجیں ایک دوسرے کی تحقیق سے بھیجیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

جو صاحب عرب شریف سے فتویٰ لینا چاہیں بات پوری پیش کریں، جسے دین مراد نہ ہو حق کی تحقیق سے غرض نہ ہو صرف ہار جیت مقصود ہو اس کا حساب اللہ واحد قہار پر ہے، انشاء اللہ العزیز مولا تعالیٰ ایسے کو راہ نہ دے گا۔۔۔۔۔۔اور جن کو دین مقصود ہے حق کی سچی تحقیق منظور ہے وہ ہم سے فرمائیں اور اپنے سوالات کا عربی میں ترجمہ کردیں اور ان میں جہاں جہاں حوالے دیئے ہیں وہاں ان کا خلاصہ مضامین لکھ دیں اور یہ حضرات اگر کسی اور سوال کا اضافہ کرنا چاہیں بڑھالیں اگر اس کی رو سے ہمیں کوئی اضافہ کرنا ہو ہم کو دیں، یوں اتفاق سے سوالات حرمین شریف کو جائیں اس کے بعد دیکھیں کیا جواب ملتا ہے، اہل ایمان خدا لگتی کہیں کہ یہ جو ہم نے کہا ہے عین انصاف ہے یا نہیں؟ جب ہم اور آپ ایک ہیں تو کیوں پھٹے پھٹے رہیں؟ کیوں دشمن سے ملیں؟ کیوں انہیں ساتھ لیکر چلیں؟ کیوں الگ الگ ہار جیت کا مشورہ کیجئے؟۔الخ

(ماخوذ: اذان کا حق نما فیصلہ ص ۸ مصنف حامد رضا خاں مطبع اہلسنت جماعت واقع بریلی میں طبع ہوا)

قارئین!

جناب احمد رضا خاں بریلوی نے اپنی ذات کے بچاؤ اور حفاظت کے لئے جو مذکورہ اصول تحریر فرمائے ہیں ان کو بھی پڑھیں اور انہوں نے اپنے مخالفین اور ان کی تحریرات پر جو ظلم کیا ہے یعنی اپنے مخالفین کی تحریرات میں سے اپنی مرضی اور ضرورت کے الفاظ اور جملے اور سطریں نکال کر اور ان کو جوڑ کر ان پر کفر کے جعلی فتوؤں کی جو بھرمار کی ہے ان کو بھی پڑھیں پھر فیصلہ فرمائیں کہ جناب احمد رضا خاں بریلوی کیسے آدمی ہیں اور وہ مجدد، اعلیٰ حضرت اور امام کہلوانے کے حق دار ہیں؟

{اب ملاحظہ فرمائیں حضرت سہارنپوری کی عبارت کا خلاصہ}

(۱) الحاصل غور کرنا چاہئے کہ شیطان و ملک الموت کا حال دیکھ کر:

یعنی شیطان و ملک الموت کا وہ حال جو سننے اور دیکھنے سے معلوم ہے اور جس کو مولوی عبدالسمیع صاحب نے اپنے دعویٰ میں پیش کیا جو پیچھے گزر چکا ہے، مثلاً شیطان ہر انسان کے ساتھ ہوتا ہے چاہے بد ہو یا نیک، پس جہاں انسان ہوگا وہاں شیطان ضرور ہوگا، تو ثابت ہوا کہ شیطان پوری زمین پر موجود، اور اسی طرح ملک الموت (فرشتہ) جہاں جہاں مخلوق خدا مرے گی وہاں وہاں موت کا فرشتہ موجود، تو اس پر مولانا خلیل احمد صاحب فرماتے ہیں، نمبر ۲ علم محیط زمین کا فخر عالم کو خلاف نصوص قطعیہ کے بلا دلیل محض قیاس فاسدہ سے ثابت کرنا شرک نہیں تو کون سا ایمان کا حصہ ہے۔ الخ

(۲) علم محیط زمین کا:

اس کو بولتے ہیں جس کے علم سے زمین کا کوئی ذرہ بھی باہر نہ ہو، یعنی زمین کے ہر ذرہ ذرہ کی کیفیت اور اس کی حقیقت وضرورت سے واقف ہو، خلاصہ یہ کہ جس طرح شیطان کو اللہ تعالیٰ نے یہ قدرت دی ہے کہ وہ یہ جانتا ہے کہ کس کس جگہ انسان بستے ہیں اور ان کو کیسے کیسے گمراہ کرنا ہے اور اسی طرح ملک الموت کو اللہ تعالیٰ نے یہ طاقت وقدرت دی ہے کہ وہ ایک ہی وقت میں کروڑوں مخلوق کی جان نکال لیتے ہیں، پھر یہ کہ تمام مخلوق

ایک جگہ جمع بھی نہیں، بلکہ پوری زمین پر تمام مخلوقات پھیلی ہوئی ہیں۔ تو اسی طرح شیطان و ملک الموت کا حال دیکھ کر محض اپنے خیال فاسدہ سے یہ کہنا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی زمین کے ہر ٹکڑے اور ہر جگہ پر حاضر و موجود ہیں، اور آپ تمام انسانوں کے حالات اور واقعات اور ان کی ضروریات سے واقف ہیں، اور ایسا عقیدہ رکھنا اور ایسا کہنا قرآن کریم اور حالات اور واقعات کو جھٹلانا ہے جن سے یہ ثابت ہے کہ نہ آپ ہر جگہ موجود ہیں اور نہ آپ کو تمام انسانوں کے حالات و واقعات و ضروریات کا علم ہے، پھر جس چیز کا ثبوت قرآن و حدیث میں نہ ہو، محض اپنے گمان و ظن سے اسے ثابت کرنا شرک ہے، کیونکہ اس علم یا صفت کا خالق دوسرے کو ٹھہرایا، حالانکہ خالق صرف ایک اللہ ہے۔

(۳) شیطان و ملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی۔ الخ:

یعنی شیطان و ملک الموت کو جو قدرت اور علم حاصل ہے اس کا ثبوت تو حالات اور واقعات سے ثابت ہے (جیسا کہ اوپر گزرا اور آگے آرہا ہے)

(۴) فخر عالم کی وسعت علم کی کونسی نص قطعی ہے کہ جس سے تمام نصوص کو رد کر کے ایک شرک پیدا کرتا ہے

اب وہی پیچھے والی بات دوبارہ آگئی کہ حضور علیہ السلام کے لئے تمام زمین کا علم ثابت کرنا اور شیطان و ملک الموت کی طرح آپ کو ہر جگہ موجود ماننا (مولوی عبد السمیع صاحب) کس دلیل یا قرآن و حدیث سے ثابت کرتا ہے، جبکہ اس کے خلاف قرآن و حدیث سے ثابت ہے یعنی نہ آپ ہر جگہ موجود ہیں اور نہ آپ کو پوری زمین کا علم ہے۔ الخ (آپ ایک بار جناب احمد رضا خاں صاحب کی عبارت کو پڑھیں اور سمجھیں)۔

چنانچہ احمد رضا خاں لکھتے ہیں:

انکے پیر ابلیس کا علم نبی ﷺ کے علم سے زیادہ ہے اور یہ اس کا برا قول خود اسکے بد الفاظ میں ہے، شیطان و ملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی، فخر عالم کی وسعت علم کی کونسی نص قطعی ہے کہ جس سے تمام نصوص کو رد کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے۔ (ختم شد)

حضرات گرامی!
معلوم ہونا چاہئے کہ اوپر والی عبارت جس پر لکیر لگی ہوئی ہے وہ جناب احمد رضا خاں نے اپنی طرف سے لکھی ہے، باقی عبارت حضرت سہارنپوری کی تمام عبارت کا آخری ٹکڑا ہے ایسی عبارت کو عرب لے جانے کی ضرورت نہ تھی بلکہ ہندوستان میں موجود علمائے کرام ہی کفر کا فتویٰ آسانی سے لگا سکتے تھے، لیکن وہ کتاب کو ضرور دیکھتے، جب کتاب کو دیکھتے تو اصل حقیقت کھل جاتی۔

شیطان وملک الموت کی حقیقت قرآن وحدیث سے سمجھیں

نمبر:(۱) شیطان کا حال:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

قال انظرنی الی یوم یبعثون۔ قال انک من المنظرین۔ قال فبما اغویتنی لاقعدن لهم صراطک المستقیم۔ ثم لأتینهم من بین ایدیهم ومن خلفهم وعن ایمانهم وعن شمائلهم۔

(الاعراف: ۱۴،۱۷)

اس (شیطان) نے کہا کہ مجھ کو مہلت دیجئے قیامت کے دن تک، اللہ تعالیٰ نے فرمایا تجھ کو مہلت دی گئی، اس نے کہا بسبب اسکے کہ آپ نے مجھکو گمراہ کیا ہے میں قسم کھاتا ہوں کے میں انکے لئے آپکی سیدھی راہ پر بیٹھوں گا، پھر ان پر حملہ کروں گا انکے آگے سے بھی اور ان کے پیچھے سے بھی اور ان کے داہنی جانب سے بھی اور ان کی بائیں جانب سے بھی۔

پیرکرم شاہ صاحب الازہری لکھتے ہیں:
حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا (صرف ترجمہ)

یعنی شیطان نے کہا اے رب مجھے تیری عزت کی قسم جب ان کی روحیں ان کے جسم میں رہیں گی میں ان کو گمراہ کرتا رہوں گا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا مجھے بھی اپنی عزت وجلال کی قسم جب تک یہ مجھ سے مغفرت طلب کرتے رہیں گے میں ان کو معاف کرتا رہوں گا۔

(قرطبی۔ ماخوذ: ضیاء القرآن ج ص ۵۴۲)

(۲) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ کوئی مرد جب کسی عورت کے ساتھ تنہائی میں یک جان ہوتا ہے تو وہاں تیسری ہستی شیطان کی ہوتی ہے جو دونوں کے دلوں میں جماع کی خواہش پیدا کر دیتی ہے۔

(مشکوٰۃ مترجم باب النکاح ج ۲ ص ۹۱ محمد سعید اینڈ کمپنی کراچی)

(۳) بریلوی جماعت کے علامہ غلام رسول سعیدی لکھتے ہیں:

نبی کریم ﷺ نے فرمایا شیطان انسان کی رگوں میں خون کی طرح جاری وساری ہے۔

(مسلم ج ۷ ص ۶۳۸ مصنف غلام رسول سعیدی)

(۴) مولوی عبدالسمیع صاحب رامپوری اسی مذکورہ بحث میں لکھتے ہیں (فقہ کی مشہور کتاب درمختار کے مسائل نماز میں) لکھا ہے کہ شیطان اولاد آدم کے ساتھ دن کو رہتا ہے اور اس کا بیٹا آدمیوں کے ساتھ رات کو رہتا ہے، علامہ شامی نے اس کی شرح میں لکھا ہے کہ آدم کے ساتھ رہتا ہے، مگر جس کو اللہ تعالیٰ نے بچا لیا ہے، بعد اس کے لکھا ہے، یعنی اللہ تعالیٰ نے شیطان کو اس بات کی قدرت دی ہے جس طرح ملک الموت کو سب جگہ موجود ہونے پر قادر کر دیا ہے۔

(۱) ملک الموت کا حال:

قل یتوفکم ملک الموت الذی وکل بکم۔ (السجدہ:۱۱)
آپ فرما دیجئے تمہیں وفات دیتا ہے موت کا فرشتہ جو تم پر مقرر ہے۔

قال اللہ تعالی: حتی اذا جاء احدکم الموت توفته رسلنا وھم لا یفرطون ☆ (الانعام:۶۱)
یہاں تک کہ جب آ پہنچتی ہے تم میں سے کسی کو موت تو قبضہ میں لے لیتے ہیں اسکو ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے اور وہ کوتاہی نہیں کرتے۔

بریلوی مذہب کے مفتی احمد یار خاں گجراتی لکھتے ہیں:

روح البیان، خازن اور تفسیر کبیر میں زیر آیت حتی اذا جاء احدکم الموت۔ (الانعام:۶۱) ہے۔

یعنی ملک الموت کے لئے زمین طشت (یعنی تھال) کی طرح کر دی گئی ہے ،جہاں سے چاہیں لے لیں۔۔۔۔ملک الموت پر روح قبض کرنے میں کوئی دشواری نہیں ،اگرچہ روحیں زیادہ ہوں اور کئی جگہ میں ہوں۔ (جاء الحق: ص۱۵۹)

علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

(اخرج) ابی ابن حاتم و ابو الشیخ عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ انہ سئل عن نفسین اتفق موتھا فی طرفۃ عین واحدہ فی المشرق و آخر بالمغرب کیف قدر ملک الموت علیھا قال ماقدرۃ ملک الموت علی اھل المشارق والمغارب والظلمات والھواء والبحور الا کرجل بین یدیہ مائدۃ یتناول من أیھا شاء۔

ابن حاتم وابوالشیخ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباسؓ سے دوآدمیوں کے متعلق پوچھا گیا جن کی موت ایک لمحہ میں واقع ہوئی تھی، لیکن ایک مشرق میں تھا اور ایک مغرب میں، تو ملک الموت ان پر کیسے قادر ہوا، تو آپ نے فرمایا کہ ملک الموت کی قدرت مشرق و مغرب والوں اور تاریکیوں اور ہواؤں اور سمندروں پر ایسی ہے جیسے کسی شخص کے سامنے دسترخوان ہو اور وہ اس میں سے جو چاہے اٹھائے۔

(ماخوذ: الحبائک فی اخبار الملائک لامام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ ص ۴۳ مطبع مصر)

تبصرہ:

قارئین! آپ نے قرآن وحدیث سے یہ بات ذہن نشین کرلی کہ جہاں اور جس جگہ بھی انسان ہوگا، وہاں ملک الموت اور شیطان بھی موجود ہوگا، پھر یہ بات کسی ایک زمانہ کے ساتھ خاص نہیں بلکہ آدم علیہ السلام کے ساتھ یہ سلسلہ شروع ہوا اور قیامت تک جاری رہے گا۔

نیز کیا آپ نے اپنی عمر کے کسی حصہ یا کسی وقت میں یہ بات کہیں سنی یا کہیں پڑھی کہ فلاں آدمی یا کوئی نبی یا ولی آدم علیہ السلام سے لیکر تا قیامت تک یا اپنے وقت سے لیکر تا قیامت تک زندہ ہے اور زندہ رہے گا؟ یا حضور علیہ السلام کے بارے میں کسی

کتاب یا کسی عالم کے ذریعہ سے آپ کو یہ معلوم ہو کہ آپ اپنی حیات شریفہ میں کئی جگہ اور کئی مقامات پر موجود ہوتے تھے؟ یا آپ نے یہ فرمایا ہو کہ میں ہر جگہ موجود ہوتا ہوں ،یا صحابہ کرام سے یہ فرمایا ہو کہ جو کچھ تم کرتے ہو میں سب کچھ دیکھتا ہوں ، یا کسی قرآنی آیت یا کسی حدیث مبارکہ سے ایسی باتیں ثابت ہیں؟

کیا حضور ﷺ ہر جگہ اور ہر وقت موجود ہیں؟

(۱) اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

ذلک من انباء الغیب نوحیہ الیک وما کنت لدیھم اذیلقون اقلامھم ایھم یکفل مریم۔ وما کنت لدیھم اذ یختصمون ★ (آل عمران: ۴۴)

یہ خبریں غیب کی ہیں جو ہم وحی کرتے ہیں تجھ کو اور تو نہ تھا ان کے پاس جب ڈالنے لگے اپنے قلم کو کہ کون پرورش میں لے مریم کو اور تو نہ تھا ان کے پاس جب وہ جھگڑتے تھے۔

بریلوی جماعت کے علامہ غلام رسول سعیدی لکھتے ہیں:

ان آیات میں حضرت زکریا، حضرت یحییٰ علیہما السلام اور حضرت مریم رضی اللہ عنہا کے گذشتہ واقعات کی خبر دی گئی ہے، اور یہ غیب کی وہ خبریں ہیں جن پر آپ از خود مطلع تھے نہ آپ کی قوم کا کوئی اور فرد مطلع تھا۔ نہ آپ نے مکتب (یعنی مدرسہ) میں جا کر کسی سے ان کے متعلق کچھ سنا تھا نہ کسی کتاب میں کچھ پڑھا تھا، اور نہ آپ ان کے زمانہ میں موجود تھے کہ آپ نے ان واقعات کا مشاہدہ کر (یعنی آنکھوں سے دیکھ) لیا ہو۔۔۔۔۔۔۔۔تو ثابت ہو گیا کہ آپ نے ان گذشتہ واقعات کی جو صحیح صحیح خبریں بیان کیں ہیں ان کے علم کا ذریعہ صرف اللہ تعالیٰ کی نازل کی ہوئی وحی تھی، اور اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرائیل کے ذریعہ وحی نازل کر کے آپ کو ان واقعات سے باخبر کیا اور آپ پر وحی نازل کرنے کا ثبوت آپ کی نبوت کا ثبوت ہے۔

(ماخوذ: تبیان القرآن ج ۲ ص ۱۵۸)

آل عمران کی آیت: ۱۱ سے لیکر آیت: ۳۲ زمانہ نزول ۲ ھ ہے۔ آیت: ۳۳ سے آیت: ۱۷ تک ۳۸ آیت: ۹ ھ میں نازل ہوئیں۔

(تبیان القرآن ج ۲ ص ۱۳ مصنف علامہ سعیدی)

حضرات گرامی!

قرآن کریم اور علامہ غلام رسول سعیدی کی تحریر و تحقیق سے یہ ثابت ہو گیا کہ نبوت ملنے کے ۲۲ سال بعد تک آپ کو ایسی کوئی قدرت و طاقت نہ تھی جس سے آپ غیب یعنی گزرے ہوئے واقعات کو جان سکیں، کیا آپ یہ ثبوت پیش کر سکتے ہیں، کہ حضور علیہ السلام کی ولادت شریفہ سے چھ یا سات صدیاں پہلے جب یہ واقعات پیش آئے تو اس وقت شیطان ان لوگوں کے ساتھ نہیں تھا؟ اور اگر تھا تو شیطان کو تو چھ سات صدیاں پہلے ان واقعات کا علم ہو گیا اور وہ بھی بغیر وحی کے جبکہ حضور علیہ السلام کو ان واقعات کا علم وحی سے ہوا اور وہ بھی چھ سات صدیاں گزرنے کے بعد۔

(۲) اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

ولا تقولن لشیئ انی فاعل ذلک غدًا الا ان یشاء اللہ۔ (الکہف: ۲۳۔۲۴)	اور ہرگز کسی بات کو نہ کہنا کہ میں کل یہ کردوں گا۔ مگر یہ کہ اللہ چاہے۔

بریلوی جماعت کے مفتی احمد یار خاں گجراتی لکھتے ہیں؛

(شان نزول) مکہ والوں نے حضور ﷺ سے اصحاب کہف کا حال دریافت کیا تو حضور نے فرمایا پھر بتائیں گے (پھر نہیں کل بتاؤں گا۔ غداً کے معنی کل کے ہیں۔) اور انشاء اللہ فرمانا یاد نہ رہا تو کئی روز تک وحی نہ آئی، اس وقت تک اللہ تعالیٰ نے حضور سے اصحاب کہف کے واقعہ کی تفصیل بیان نہ فرمائی تھی۔

(ترجمہ قرآن کنزالایمان تفسیری حاشیہ نور العرفان ص ۴۷۲)

اور علامہ غلام رسول سعیدی صاحب لکھتے ہیں کہ؛

رسول اللہ ﷺ پندرہ دن تک انتظار فرماتے رہے اور وحی نہیں آئی اور نہ آپ کے پاس حضرت جبرائیل آئے، اور اھل مکہ نے آپ کے متعلق بری باتیں کہنا شروع کر دیں، اور رسول اللہ ﷺ ان کی باتیں سن سن کر غمگین ہوتے۔

(تبیان القرآن ۷/۳۴)

ملک روم میں جزیرہ افسوس کے شہر افسوس کے رہنے والے چھ سات باایمان نوجوان جو

مذہباً نصرانی تھے ۲۴۸ تا ۲۶۱ء میں اپنے زمانہ کے کافر بادشاہ ”وقیانوس“ نام کے خوف سے ایک غار میں جا چھپے تھے، کہا گیا ہے کہ ان کا کتا بھی ساتھ تھا، وہ سب قدرت الٰہی کے اس غار میں زمانہ دراز تک سوتے رہے اور سو رہے ہیں، سو جو ذات اس پر قادر ہے کہ اصحاب کہف کو تین سو سال سلا کر پھر ان کو اسی طرح اٹھا دے، وہ اس پر بھی قادر ہے کہ وہ مردوں کو زندہ کر دے۔۔۔۔ الخ۔ (تبیان القرآن ص ۵۲ ج ۷)

تبصرہ:

چھ سات ایمان دار نوجوان کافر بادشاہ کے خوف سے ایک غار میں جا چھپے تھے تین صدیاں وہ سوتے رہے، اللہ تعالیٰ نے انہیں نیند سے بیدار کیا، پھر سلا دیا یعنی موت دیدی، مشرکین مکہ نے انہیں کے متعلق حضور علیہ السلام سے سوال کیا، حضور ﷺ نے فرمایا کہ میں کل بتا دوں گا، لیکن پندرہ دن تک وحی نہ آئی قریش یا مشرکین مکہ نے آپ کے متعلق بری باتیں کہنا شروع کر دیں، آپ ان کی باتیں سن سن کر غمگین ہوتے، جیسا کہ اوپر علامہ سعیدی کے حوالہ سے ظاہر ہے تو ثابت ہوا کہ حضور ﷺ کو اپنی حیات شریفہ میں ایسی کوئی قدرت حاصل نہ تھی جس سے آپ غیب کی باتیں جان لیتے، اگر غیب جاننے کی قدرت ہوتی تو اتنی تکالیف کیوں اٹھانی پڑتیں؟ لیکن جب وہ یعنی اصحاب کہف کافر بادشاہ کے خوف سے ایک غار میں جا چھپے تو کیا اس وقت شیطان موجود نہیں تھا؟ کیا بادشاہ کے دل میں انہوں نے وسوسہ نہیں ڈالا جس کی وجہ سے وہ بادشاہ ان نوجوانوں کا دشمن ہو گیا؟ پھر جب مشرکین مکہ نے حضور ﷺ سے اصحاب کہف کے بارے میں سوال کیا تو کیا اس وقت شیطان مشرکین مکہ کے دلوں میں یہ وسوسے نہیں ڈال رہا تھا کہ تم ایسا کرو؟

جو لوگ بات بات پر کفر کے فتوے لگاتے ہیں اور بات بات پر کہتے ہیں کہ شیطان کو یہ قدرت ہے تو حضور ﷺ کو کیوں نہیں، اور شیطان کو فلاں بات کا علم ہے تو حضور ﷺ کو کیوں نہ ہو، وہ ان واقعات اور حالات سے عبرت پکڑیں اور اپنے ایمان کی خیر منائیں۔

(۳) اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَاِذْ یَمْکُرُ بِکَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لِیُثْبِتُوْکَ اَوْ یَقْتُلُوْکَ اَوْ یُخْرِجُوْکَ وَیَمْکُرُوْنَ وَیَمْکُرُ اللّٰہُ ۔ وَاللّٰہُ خَیْرُ الْمَاکِرِیْنَ ۔ (الانفال : ۳۰)

اور اے محبوب یاد کرو جب کافر تمہارے ساتھ مکر کرتے کہ تمہیں بند کرلیں یا قتل کردیں یا نکال دیں، اور وہ اپنا سا مکر کررہے تھے اور اللہ اپنی خفیہ تدبیر فرما رہا تھا۔

بریلوی جماعت کے مفتی احمد یار خاں گجراتی اس آیت کا شان نزول بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کفار قریش اپنے کمیٹی گھر میں جمع ہو کر حضور ﷺ کی ایذا رسانی کے متعلق مشورہ کرنے لگے، شیطان ایک بڈھے آدمی کی شکل میں آیا اور بولا کہ میں شیخ نجدی ہوں اور تمہیں مفید مشورہ دینے آیا ہوں کفار نے اسے بھی شامل کرلیا، ابوالبختری بولا کہ حضور کو مضبوط مکان میں قید کرنا دینا چاہیے، تاکہ لوگ ان سے نہ مل سکیں اور آپ وہاں ہلاک ہوجائیں، شیخ نجدی نے کہا کہ ان کے یار و مددگار انہیں وہاں سے نکال لیں گے، ہشام بن عمر بولا کہ حضور کو جلاوطن کردیا جائے ،شیطان بولا کہ پھر وہ دوسری جگہ جاکر اپنا دین پھیلائیں گے، اور بڑی جماعت تیار کرکے تم پر چڑھائی کردیں گے، ابوجہل بولا کہ ہر خاندان کے کچھ لوگ تیز تلواریں لے کر کھڑے ہوجائیں جو حضور پر یک بارگی حملہ سے شہید کردیں بنی (یعنی قوم) ہاشم سب قبیلوں کا مقابلہ نہ کرسکیں گے اور ہم سے خون بہا لے لیں گے۔۔۔۔۔۔۔شیطان نے یہ رائے پسند کی اور سب کفار کا اس پر اتفاق ہوگیا، جبرائیل امین نے اس مشورہ کی حضور کو خبر کردی اور عرض کیا کہ آج شب اپنی آرام گاہ میں قیام نہ فرمائیں اور اب مدینہ ہجرت کرجائیں۔۔۔الخ

(ترجمہ کنز الایمان حاشیہ تفسیر نور العرفان ص ۲۶۲)

غور فرمائیں!

حضور علیہ السلام مکہ میں اور قریش یعنی کفار بھی مکہ ہی میں آپ کے خلاف خفیہ سازشیں کررہے ہیں، اور بقول مفتی احمد یار خاں گجراتی کے شیطان بھی انسانی شکل میں اس سازش میں شریک ہے اور حضور علیہ السلام کو جبرائیل امین نے اس خفیہ میٹنگ کی اطلاع دی ، اس واقع سے حضور علیہ السلام کا ہر جگہ موجود ہونا ثابت ہوتا ہے، یا حاضر و

ناظر کا عقیدہ جھوٹا ہونا ثابت ہوتا ہے؟ قرآن کریم سے ثابت ہو گیا کہ آپ ہر جگہ حاضر و ناظر یعنی موجود نہیں، لیکن شیطان بغیر بلائے خود اس خفیہ میٹنگ میں شامل ہے۔

(۴) اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وممن حولکم من الاعراب منافقون ومن اھل المدینۃ مردوا علی النفاق لاتعلمھم نحن نعلمھم ۔(التوبۃ:۱۰۱)

اور تمہارے آس پاس بسنے والے دیہاتیوں سے کچھ منافق ہیں اور کچھ مدینہ کے رہنے والے پکے ہو گئے ہیں نفاق میں، تم انہیں نہیں جانتے، ہم جانتے ہیں انہیں۔

بریلوی جماعت کے ہم خیال پیر کرم شاہ صاحب الازہری اس آیت کے تحت لکھتے ہیں۔
یعنی وہ اتنے ماہر منافق ہیں کہ اپنی بد باطنی (یعنی اندر کی خرابی) اور دلی خباثت کو کسی طرح ظاہر نہیں ہونے دیتے، کوئی بڑے سے بڑا زیرک (وعقلمند) بھی اس پر مطلع نہیں ہو پاتا، اور تو اور آپ بھی اپنے نفس کی صفائی اور فراست کی تیزی کے باوجود اللہ تعالیٰ کے بتائے بغیر انہیں نہیں پہچان سکتے، ہاں اللہ تعالیٰ سے ان کی فریب کاریاں پوشیدہ نہیں۔
(ضیاء القرآن ج ۲ ص ۲۴، ۲۵)

نتیجہ:

نمبر(۱) ''لاتعلمھم'' (آپ انہیں نہیں جانتے) القرآن نمبر (۲) اور تو اور، آپ بھی اپنے نفس کی صفائی اور فراست کی تیزی کے باوجود اللہ تعالیٰ کے بتائے بغیر انہیں نہیں پہچان سکتے۔ (پیر کرم شاہ)

بریلوی جماعت کے علامہ سید نعیم الدین مرادآبادی اس موقع پر لکھتے ہیں:
حضور سے منافقین کا حال جاننے کی نفی باعتبار ما سبق ہے (یعنی اس وقت تک آپ منافقین کے حال کو نہیں جانتے تھے جب تک کہ آپ کو بتا نہیں دیا گیا۔) اور اس کا علم بعد میں عطا ہوا، (خزائن العرفان: ص ۲۴۲)

قارئین!

حضور علیہ السلام بھی مدینہ میں، اور منافقین بھی مدینہ میں، لیکن ان کے نفاق یعنی ان کی اندرونی خباثت کا علم آپ کو نہیں (جیسا کہ آپ نے اوپر پڑھا) اور کیا شیطان ان کے حالات سے واقف نہیں، اگر کہو کہ نہیں تو ان کے اندر نفاق کی خباثت کا وسوسہ کس نے ڈالا؟ نبی کریم ﷺ نے فرمایا شیطان انسان کے رگوں میں خون کی طرح جاری وساری ہے۔

(حوالہ اوپر گذر چکا ہے)

بریلوی جماعت کے علامہ احمد سعید کاظمی لکھتے ہیں:

بخاری ج ۲ ص ۱۰۶۲ میں صاف مذکور ہے کہ شیطان تمام بنی آدم کی رگوں میں خون کی طرح دوڑتا ہے، وہ اپنی یہ علمی وعملی قوت بنی آدم کو گمراہ کرنے کے لئے استعمال کرتا ہے۔ (ماخوذ: تبیان القرآن تفسیر پ ۱ ص ۱۵۵)

بریلوی جماعت کے غزالی زماں علامہ سعید احمد صاحب کاظمی لکھتے ہیں:

قرآن وحدیث میں کوئی ایسی نص (وثبوت اور دلیل) وارد نہیں ہوئی جس سے رسول اللہ ﷺ کے حق میں محیط زمین کے علم کی نفی ہوتی ہو۔۔۔الخ۔

(الحق المبین: ص ۷۳)

سمجھیں، محیط زمین کے علم کی نفی ہوتی ہو، مطلب اس کا یہ ہے کہ حضور علیہ السلام کو پوری زمین کے ذرہ ذرہ اور پوری مخلوقات کے اندر اور باہر کے تمام حالات کا علم ہے کیونکہ کاظمی صاحب نے فرمادیا ہے کہ قرآن وحدیث سے یہ ثابت نہیں کہ آپ کو پوری زمین کا علم نہیں لیکن میں کہتا ہوں کہ قرآن مجید میں ہے: ومن اهل المدينة مردوا على النفاق لا تعلمهم۔ (توبۃ :۱۰۱) کچھ مدینہ کے رہنے والے پکے ہوگئے ہیں نفاق میں تم نہیں جانتے انہیں۔ کیوں جی یہ آیت قرآن کریم کی نہیں اور مدینہ شہر جس میں خود حضور ﷺ بھی رہتے تھے زمین کا ٹکڑا نہیں؟ آگے چلیں۔۔۔۔

نمبر (۵) بریلوی جماعت کے شیخ الحدیث علامہ غلام رسول سعیدی لکھتے ہیں:

مسلم، امام بیہقی اور دیگر ائمہ حدیث نے روایت کیا ہے، کہ کفار قریش نے آپ سے مسجد اقصیٰ کی نشانیاں پوچھنی شروع کیں، آپ نے ان نشانیوں کو (سفر معراج کے موقعہ پر۔ اقبال) محفوظ نہیں رکھا تھا، سو آپؐ ان کے سوالات سے بہت پریشان ہوئے تب اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس کو اٹھا کر آپ کے سامنے رکھ دیا وہ آپ سے بیت المقدس کی نشانیاں پوچھتے رہے اور آپ دیکھ دیکھ کر بیان فرماتے رہے۔۔۔۔

(اردو شرح مسلم جلد ا ص ۷۶۸)

بریلوی جماعت کے صاحبزادہ افتخار الحسن صاحب لکھتے ہیں:

مشرکین نے پوچھا اے محمد (ﷺ) اگر تم وہاں گئے ہو تو بتاؤ اس (مسجد اقصیٰ) کی دیواریں کتنی ہیں اور کیسی ہیں۔۔۔۔۔ اس کے مینار کتنے اور کیسے ہیں۔۔۔۔ اس کے دروازے کتنے اور کیسے ہیں۔۔۔۔۔۔ سید الانبیاء ﷺ نے فرمایا! فَكُرِبْتُ كُرْبَةً مَا كُرِبْتُ مِثْلَهُ قط کہ میں اتنا غمگین ہوا کہ اس سے پہلے ایسا کبھی نہ ہوا تھا، اور یہ پریشانی ہونی ایک لازمی امر تھا، اس لئے کہ نبی کریم ﷺ مسجد اقصیٰ میں گئے تو ضرور تھے لیکن وہاں اتنی دیر تو نہیں ٹھہرے تھے کہ اس کی دیواریں اور اس کے مینار اور اس کے دروازے گننے کا وقت ملتا۔۔۔ الخ۔

(ماخوذ: المعراج ص ۲۳۱، ۲۳۲ مصنف سید افتخار الحسن ناشر مکتبہ نوریہ، رضویہ گلبرگ اے فیصل آباد، پاکستان)

تبصرہ: سید احمد سعید کاظمی صاحب کے دعویٰ سے (جو اوپر گزرا) یہ ثابت ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک قرآن وحدیث وہ ہے جو کچھ وہ کہہ دیں اور لکھ دیں، آپ دیکھیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ میں اتنا غمگین ہوا کہ پہلے ایسا کبھی نہیں ہوا، حالانکہ آپ مسجد اقصیٰ میں گئے بھی تھے اور انبیاء کرام کو اس مسجد میں نماز بھی پڑھائی، باوجود دیکھنے کے

آپ قریش کے سوال کرنے یعنی پوچھنے پر، پریشان اور غمگین ہو گئے، کیوں غمگین ہو گئے، آپ کو علم تھا اس وجہ سے غمگین ہوئے؟ یا علم نہ ہونے کی وجہ سے غمگین ہو گئے؟ اگر آپ یہ کہیں کے حضور علیہ السلام کو علم تو پوری زمین کا ہے یعنی زمین کے اندر اور زمین کے اوپر جو کچھ ہے ہر چیز کا علم ہے، لیکن بوجہ حکمت آپ غمگین ہوئے تو یہ بہتان اور جہالت ہے جس کی مثال کہیں ملنا مشکل ہے، تو ثابت ہوا کہ بریلوی جماعت کے مولوی حضرات ہوں یا ان پڑھ عوام۔۔۔۔۔۔۔۔ان کے نزدیک قرآن وحدیث معتبر نہیں العیاذ باللہ، اگر قرآن وحدیث ان کے نزدیک معتبر ہوتے تو وہ کبھی بھی ایسے دعوے نہ کرتے جن دعووں کو قرآن وحدیث غلط ثابت کرتے ہیں۔

بریلوی جماعت کے امام مولوی احمد رضا خاں بریلوی فرماتے ہیں:

حدیث صحیح ہے کہ جبرائیل کل کسی وقت حاضری کا وعدہ کر کے چلے گئے دوسرے دن انتظار رہا، مگر وعدے میں دیر ہوئی، اور جبرائیل حاضر نہ ہوئے، سرکار باہر تشریف لائے، ملاحظہ فرمایا کہ جبرائیل علیہ السلام دردولت پر حاضر ہیں فرمایا کیوں، عرض کیا ۔۔۔۔۔رحمت کے فرشتے اس گھر میں نہیں آتے جس میں کتا ہو یا تصویر ہو، (حضور) اندر تشریف لائے سب طرف تلاش کیا کچھ نہ تھا، پلنگ کے نیچے ایک کتے کا پلا (بچہ) نکلا، اسے نکالا حاضر ہوئے۔

(ماخوذ: ملفوظات اعلیٰ حضرت ص ۳۵۳ مرتبہ مصطفی خان بن احمد رضا خاں، ناشر محمد علی کار خانہ اسلامی کتب دکان نمبر ۲ گڈوائی بلڈنگ اردو بازار کراچی)

خلاصہ: (۱) انتظار رہا وعدہ میں دیر ہوئی۔ (۲) باہر تشریف لائے تو جبرائیل دروازے پر حاضر ہیں۔ (۳) اندر تشریف لائے سب طرف تلاش کیا کچھ نہ تھا۔

یہ تحریریں صاف بتا رہی ہیں کہ جبرائیل امین باہر ہیں مگر آپ ﷺ کو معلوم نہیں، جبرائیل کے بتانے پر کہ اندر کتا ہے پھر بھی تلاش کیا جا رہا ہے مگر مل نہیں رہا، تلاش کرنے کے بعد پلنگ کے نیچے سے ملا۔ خیال رہے کہ تلاش وہ چیز کی جاتی ہے جس کے بارے میں

معلوم نہ ہو، لیکن جو چیز معلوم ہوتی ہے کہ فلاں جگہ پر ہے اسے کوئی بھی تلاش نہیں کرتا ۔۔۔۔۔۔مفتی احمد یار خاں گجراتی کا فتویٰ تو یہ ہے کہ اگر کوئی کہے کہ فلاں کا علم حضور ﷺ سے زیادہ ہے وہ کافر ہے (جیسا کہ پیچھے گزر چکا ہے) جبرائیل تو باہر سے بتا رہے ہیں کہ اندر کتا ہے، لیکن حضور علیہ السلام اپنے گھر میں اسے تلاش فرما رہے ہیں اور وہ مل نہیں رہا۔

خلاصہ مضمون بالا:

نمبر:(۱) ومن اھل المدینۃ مردوا علی النفاق لا تعلمھم۔ (التوبۃ :۱۰۱)

اور مدینہ کے رہنے والے پکے ہو گئے ہیں نفاق میں، نہیں جانتے تم انہیں (مکمل دیکھئے نمبر ۴)

نمبر:(۲) مشرکین نے پوچھا۔ مسجد اقصیٰ کے دروازے، منار اور دیواریں کتنی ہیں۔

میں غمگین ہوا کہ ایسا کبھی ہوا تھا۔ (اوپر دیکھئے نمبر ۵)

نمبر:(۳) اندر تشریف لائے سب طرف تلاش کیا کچھ نہ تھا۔ (اوپر دیکھئے نمبر ۶)

توجہ فرمائیں! مدینہ کے منافقین کے نفاق کا علم نہیں، ثابت ہوا کہ آپ ہر جگہ موجود نہیں نہ یہ قدرت رکھتے ہیں اور بیت المقدس کے بارے میں علم نہیں، تو معلوم ہوا کہ نہ آپ ہر جگہ موجود نہیں اور نہ یہ قدرت رکھتے ہیں کہ موجود ہو جائیں، گھر کے اندر کتا ہے اور تلاش کیا جا رہا ہے ثابت ہوا کہ نہ پورے گھر کے اندر کا علم ہے اور نہ آپ پورے گھر میں ہر جگہ موجود ہیں، تو پھر معلوم نہیں کہ وفات کے بعد آپ ﷺ کو زمین کے ذرہ ذرہ اور تمام انسانوں کے اندرونی اور بیرونی حالات کا علم کیسے اور کس ذریعہ سے حاصل ہوا؟ حالانکہ وحی کا سلسلہ بند ہو چکا اور آپ اپنی حیات شریفہ میں عرب کی سرزمین ہو یا

شہر مدینہ، وہاں ہر جگہ اور ہر وقت موجود نہیں، حالانکہ اس وقت اس علم اور قدرت کی اہم ضرورت تھی، لیکن آپ ﷺ کی وفات کے بعد (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ) اللہ تعالیٰ کو آپ کی اتنی ضرورت پڑ گئی کہ آپ کو زمین کے ذرہ ذرہ کا علم عطا فرما دیا اور یہ قدرت بھی عطا فرمادی کہ جہاں کچھ لوگ فرقہ بازی کو رواج دینے اور بدعات کو جاری کرنے کے لئے اکٹھے ہوں تو وہاں حاضر ہو جایا کریں۔ العیاذ باللہ۔ واہ رے واہ ایک تو چوری دوسرے سینہ زوری یعنی ایک طرف تو حضور علیہ السلام کے پیش کئے ہوئے دین کے مقابلہ میں ایک نیا دین گھڑنا، پھر یہ بھی ثابت کرنا کہ حضور علیہ السلام کو (معاذ اللہ) ہماری اتنی ضرورت ہے کہ جب ہم اکٹھے ہوتے ہیں تو فوراً آپ تشریف لاتے ہیں۔ سبحان اللہ

نمبر: (۷) مولوی عبدالسمیع صاحب رامپوری جن کے سبب یہ سارا قصہ چل رہا ہے لکھتے ہیں:

تماشا یہ ہے کہ اصحاب محفل میلاد ۔۔۔۔۔ تو زمین کی تمام جگہ پاک ناپاک مجلس مذہبی وغیر مذہبی میں حاضر ہونا رسول اللہ ﷺ کا نہیں دعویٰ کرتے ملک الموت اور ابلیس کا حاضر ہونا اس سے بھی زیادہ تر مقامات پاک ناپاک کفر غیر کفر میں پایا جاتا ہے

(انوار ساطعہ ص ۱۸۱)

خلاصہ یہ کہ:

ہمارا دعویٰ صرف اتنا ہے کہ نبی ﷺ جہاں جہاں میلاد منائی جارہی ہے (جیسا کہ کراچی میں آج کل مرد عورتیں لڑکے لڑکیاں اکٹھے جلوس نکالتے ہیں۔) صرف انہی مقامات پر حاضر ہوتے ہیں اور باقی جگہوں کا دعویٰ نہیں کرتے، لیکن اس کے مقابلہ میں ملک الموت اور شیطان زیادہ تر مقامات یعنی یوں سمجھو کہ پوری زمین پر حاضر ہوتے ہیں۔

حضرات گرامی!

آپ ٹھنڈے دل سے فیصلہ فرمائیں ۔۔۔۔ مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری اس لئے کافر ٹھہرے کہ وہ ابلیس کا علم نبی ﷺ سے زیادہ بتلاتے ہیں ۔۔۔۔۔۔ جبکہ

مولوی عبد السمیع صاحب صاف صاف فرمار ہے ہیں کہ ابلیس کا حاضر ہونا اس سے بھی زیادہ تر مقامات میں پایا جاتا ہے۔

ایسے لوگوں کے بارے میں فقہائے کرام کا فتویٰ:

(۱) تزوج شهود وقال رسول خدای درفرشتگان را گواه کردم یکفر لانه اعتقدان الرسول والملک یعلمون الغیب۔

جس نے کہا میں نے نکاح میں فرشتوں اور رسول خدا کو گواہ کرتا ہوں اس نے کفر کیا، کیونکہ اس نے اعتقاد رکھا کہ فرشتے اور رسول غیب کا علم رکھتے ہیں۔

وعن هذا قال علماءنا من قال ارواح المشایخ حاضرة یکفر۔ (ماخوذ: حاشیہ فتاویٰ عالم گیری ج ۶ ص ۳۲۶ مکتبہ ماجدیہ عید گاہ طوغی روڈ کوئٹہ

ہمارے علماء نے فرمایا ہے کہ جس نے کہا کہ مشائخ کی روحیں حاضر ہوتی ہیں وہ کافر ہو جائے گا۔

(۲) وفي الخانية والخلاصة لو تزوج بشهادة ورسوله لا ينعقد النكاح ويكفر الاعتقاده ان النبي صلی اللہ علیہ والہ وسلم يعلم الغيب۔ (ماخوذ: بحر الرائق شرح کنز الدقائق ج ۳ ص ۸۸ مصنف الشیخ ابو حنیفہ ثانی زین العابدین بن نجیم الدین المصری متوفی ۹۷۰ھ)

یعنی بحوالہ قاضی خاں اور خلاصۃ الفتاوی لکھتے ہیں کہ اگر کوئی شخص اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کو گواہ بنا کر نکاح کرے تو نکاح منعقد نہ ہوگا اور ایسے شخص کی تکفیر کی جائے گی اسکے اس اعتقاد کی وجہ سے کہ نبی کریم ﷺ غیب جانتے ہیں

حضرات!

آپ نے پڑھ لیا کہ حضرات فقہاء احناف کے نزدیک یہ مسئلہ اتنا واضح اور بے غبار ہے کہ وہ بغیر کسی خوف اور (عطائی وغیر عطائی چکر کے) ایسے شخص کی تکفیر کرتے ہیں جو آنحضرت ﷺ (کو ہر جگہ حاضر وناظر اور آپ) کے لئے صرف ایک نکاح کی جگہ میں علم غیب ثابت کرتا ہے۔

دوسری طرف پڑھیں مولوی عبدالسمیع صاحب اسی بحث کے شروع میں لکھتے ہیں:

(فقہ حنفی کی مشہور کتاب) درمختار کی مسائل نماز میں لکھا ہے کہ شیطان اولاد آدم کے ساتھ دن کو رہتا ہے اور اس کا بیٹا آدمیوں کے ساتھ رات کو رہتا ہے، علامہ شامی نے اس (عبارت) کی شرح میں لکھا ہے کہ شیطان تمام اولاد آدم کے ساتھ رہتا ہے، مگر جس کو اللہ نے بچا لیا، بعد اس کے لکھا ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے شیطان کو اس بات کی قدرت دی ہے جس طرح ملک الموت کو سب جگہ موجود ہونے پر قادر کر دیا ہے، آپ نے فقہاء کرام کی دونوں عبارتوں کو پڑھا۔ مثلاً

جس نے کہا میں نکاح میں فرشتوں اور رسول خدا کو گواہ کرتا ہوں اس نے کفر کیا کیونکہ اس نے اعتقاد رکھا کہ فرشتے اور رسول غیب کا علم رکھتے ہیں۔

فقہاء کرام کی انہی عبارتوں کا حوالہ دیتے ہوئے مولانا خلیل احمد سہارنپوری نے یہ لکھا ہے کہ:

نمبر:(۱) شیطان و ملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی۔

نمبر:(۲) فخر عالم کی وسعت علم کی کون سی نص قطعی ہے کہ جس سے تمام نصوص کو رد کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے۔

نتیجہ: فقہائے کرام کی عبارتوں اور فتووں سے بریلوی جماعت کے امام احمد رضا خاں اور اس کی جماعت کافر ٹھہرتی ہے جبکہ احمد رضا خاں کے فتوے سے مولانا خلیل احمد صاحب اور فقہاء کرام کافر ٹھہرتے ہیں۔

اب یہ فیصلہ قارئین پر چھوڑتے ہیں کہ کون سچا ہے؟

بوارق اللامیہ اور تقدیس الوکیل کے متعلق رضا خانی گپ

رضا خانی مولوی لکھتا ہے:

"مناظر اسلام مولانا غلام دستگیر قصوری نے مولوی خلیل احمد انبیٹھوی سے اس کی کفریہ عبارات پر مناظرہ کر کے اس کو عبرتناک شکست دی تھی ...... براہین قاطعہ کا مستقل رد

مولانا نذیر اللہ خان رحمۃ اللہ علیہ نے بوارق اللامعہ کے نام سے تحریر فرمایا تھا جو اس وقت شائع ہوا تھا فقیر کے پاس موجود ہے''۔

(دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف، ص ۱۷)

یہاں پر بھی جدی پشتی جھوٹ کا اظہار کیا گیا ہے غلام دستگیر قصوری کو اس مناظرے میں عبرتناک شکست ہوئی تھی تفصیل کیلئے تو آپ حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ کی سوانح ''تذکرۃ الخلیل'' ملاحظہ فرمائیں جس میں مختصراً اس مناظرے کی روئیداد مذکور ہے۔ سردست اتنا عرض کریں گے کہ جس آدمی کو یہ شخص مناظر اسلام کہہ رہا ہے اس کی جہالت کا اقرار خود رضا خانی اکابر نے بھی کیا ہے تو جیت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوسکتا۔ چنانچہ جب قصوری صاحب کا مناظرہ ایک غیر مقلد سے ہونے لگا تو مدد کیلئے پیر مہر علی شاہ صاحب مرحوم کو بلایا جب پیر صاحب ان کے پاس پہنچے تو پھر کیا ہوا خود پیر صاحب کی زبانی پڑھیں:

''الغرض حسب وعدہ میں وہاں پہنچا تو اچانک مولوی غلام دستگیر صاحب تشریف لائے اس سے پہلے مولوی صاحب کا میرے ساتھ کوئی تعلق و تعارف نہ تھا میں نے خلوت میں بطور علمی تحقیق کے مولوی صاحب سے ایک بات دریافت کی کہ مولوی صاحب اگر مباحثہ میں مخالف یہ اعتراض کرے تو آپ کے پاس کیا جواب ہوگا مولوی صاحب خاموش ہو گئے اس سے معلوم ہوا کہ مولوی صاحب کا سرمایہ علمی نہ ہونے کے برابر ہے''۔

(ملفوظات مہریہ، ص ۲۹)

لو جی جب خود تسلیم ہے کہ مباحثہ میں فریق مخالف کے سوالات کا کوئی معقول جواب اس کے پاس نہیں اور علمی سرمایہ نہ ہونے کے برابر ہے تو اس آدمی نے خاک زبدۃ المحدثین حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ کو شکست دی ہوگی؟ پھر اس مناظرے میں اس آدمی کی حالت اور مناظرے کی حالت خود پیر صاحب نے یوں بیان کی:

''میں نے ذرا یہ محسوس کیا کہ معاملہ ہاتھ سے جاتا معلوم ہوتا ہے اس لئے

میں نے ڈپٹی صاحب کو مخاطب کر کے کہا''۔(ملفوظات، ص۲۹)

یاد رہے کہ اس مباحثہ میں فریق مخالف ایک نابینا غیر مقلد عالم تھے اور مباحثہ بھی کسی پیچیدہ علمی نکتہ ومسئلہ پر نہ تھا بلکہ حدیث میں ''قریۃ'' کا لفظ دکھانے پر تھا مگر خود پڑھ لیں کہ بریلویوں کا یہ مناظر اسلام کس طرح ایک نابینا عالم کے سامنے چاروں شانے چت پڑا ہوا ہے۔ اور پیر صاحب جن کو ثالث بنایا گیا تھا ان کو بیچ میں کودنا پڑا۔ آگے ملاحظہ ہو:

''جب مجلس برخاست ہوئی اور ہم وہاں سے نکلے تو مولوی غلام دستگیر صاحب نہایت شکریہ ادا کرنے لگے اور اثنائے راہ میرا ہاتھ پکڑ کر کہنے لگے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو میرے لئے تائید غیبی بنا کر بھیج دیا ورنہ کام مشکل تھا''۔(ملفوظات مہریہ، ص۳۰)

یاد رہے کہ تقدیس الوکیل نامی ایک کتاب کی مولانا اللہ وسایا صاحب نے اپنی ایک کتاب میں تعریف کی ہے راقم نے جب اس سلسلے میں مولانا سے رابطہ کیا تو انہوں نے جواب دیا کہ یہ کاتب کی غلطی ہے بعد میں ہمارے رفیق مناظر اسلام حضرت مفتی مجاہد صاحب مدظلہ العالی نے گجرات میں خصوصی طور پر مولانا اللہ وسایا صاحب سے اس سلسلے میں گفتگو کی تو انہوں نے فرمایا کہ دراصل تقدیس الوکیل کے نام سے مولوی قصوری صاحب کی دو کتابیں ہیں میں نے جس کتاب کی تائید کی اس میں مسلک اکابر کے خلاف کوئی بات نہیں البتہ اگر پھر بھی اس میں کوئی بات بالفرض مسلک اکابر کے خلاف ہے تو میں اس سے بھی رجوع کرتا ہوں بعد میں اس کی تحریر مولانا مفتی مجاہد صاحب حفظہ اللہ کو بطور ریکارڈ بھی دی۔

یاد رہے کہ قصوری صاحب کے رسائل شائع ہو چکے ہیں جس میں تقدیس الوکیل کے نام سے واقعۃ دو رسالے موجود ہیں۔ دونوں حضرات اس وقت الحمد للہ بقید حیات ہیں کوئی بھی صاحب جا کر ان سے تصدیق کر سکتا ہے۔

جہاں تک مولوی نذیر احمد رامپوری صاحب مرحوم کی بات ہے تو ان کی بوارق اللامعہ الحمد للہ اس راقم کے پاس بھی موجود ہے اور اس کتاب میں موصوف دارالعلوم

دیوبند اور اس کے بانی حجۃ الاسلام مولانا قاسم نانوتویؒ کے بارے میں لکھتے ہیں:

''مجھ کو خوف اس کا ہے کہ مولوی محمد قاسم صاحب مرحوم نے جو دیوبند کے مدرسہ کی تعمیر فرمائی اہل اسلام کو علم دین کی راہ بتلائی''۔

(بوارق اللامیہ، ص ۲۴ مطبوعہ ممبئی)

کیوں جناب آپ تو دارالعلوم دیوبند کو معاذ اللہ اسلام دشمن مدرسہ اور حجۃ الاسلام کو گستاخ کہتے ہیں یہ تو انہیں مرحوم اور اہل اسلام کو علم دین کی راہ بتلانے والا کہہ رہے ہیں اب رد آپ کا کیا یا ہمارا؟ ان کا یہ نظریہ تسلیم کیوں نہیں؟ الحمد للہ کاشف صاحب ہم آپ کی طرح دو تین اردو کی کتابیں پڑھ کر گھر کے مناظر نہیں بنے بیٹھے ہیں جس بنیاد پر کھڑے ہیں پتھر سے زیادہ مضبوط ہے ہمارے سامنے سوچ سمجھ کر بات کیا کریں۔

اعتراض ۳۷: تحذیر الناس پر اعتراض

اس کے بعد رضا خانی نے تحذیر الناس پر وہی گھسا پٹا اعتراض کیا ہے اس کا تفصیلی جواب ملاحظہ ہو۔

تحذیر الناس کا پس منظر تحقیق اثر ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما

حجۃ الاسلام بانی دارالعلوم دیوبند حضرت مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی مایہ ناز تصنیف ''تحذیر الناس من انکار اثر ابن عباس'' دراصل مولانا احسن نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے ایک استفتاء جو اثر ابن عباس کی تصحیح و توضیح کے متعلق ہے کا جواب ہے۔ جس میں اس اثر کے متعلق پوچھا گیا تھا کہ اس سے بظاہر ختم نبوت کا انکار لازم آرہا ہے لہٰذا اس کی کوئی ایسی تاویل کردی جائے جس سے اس حدیث کا انکار بھی لازم نہ آیا اور معنی بھی درست ہو جائے۔ اس اثر کا خلاصہ یہ ہے کہ جس طرح سات زمین و سات آسمان ہیں اور ان کے درمیان پانچ سو سال کی مسافت ہے ان ساتوں زمینوں میں ایسے نبی ہیں جیسے تمہارے انبیاء مثلاً تمہارے آدم علیہ السلام جیسے، تمہارے نوحؑ جیسے وغیرہ اور جس طرح تمہارا نبی ﷺ ہیں اسی طرح ان ساتوں زمین میں بھی نبی ﷺ کی طرح ہیں۔ یعنی جس طرح ہر زمین کا اول نبی ہے اسی طرح آخری نبی بھی ہے۔ اب اشکال یہ ہوا کہ جب ہر زمین

میں ایک نبی ہے حتی کہ ہمارے نبی ﷺ جیسا بھی نبی ہے تو ان میں آخری نبی کونسا ہے ہماری یعنی پہلی زمین والا یا دوسری الی آخر الارض؟ حالانکہ قرآن میں تو ہے ما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین اور نبی کریم ﷺ کی حدیث ہے کہ انا خاتم النبیین لا نبی بعدی۔ حضرت نے کہا کہ روایت کا انکار نہ کرو یہ تو شیعہ کا طریق ہے کہ وہ صحابی کے قول کا انکار کرتے ہیں۔ حضرت نے اس سوال کے جواب میں "تحذیر الناس" کے نام سے ایک جواب لکھا۔ یار لوگوں نے جس طرح اپنی علمی بے مائیگی، ضد و تعصب کی وجہ سے اس مایہ ناز تصنیف پر لایعنی اعتراضات کئے اسی طرح اس صحیح حدیث کا انکار بھی کیا۔ اس لئے اول تو راقم اس اثر کی صحت کو ثابت کرنا چاہتا ہے۔ راقم کا یہ مضمون ماہنامہ ندائے دار العلوم دیوبند تمبر ۲۰۱۵ کے شمارے میں بھی شائع ہو چکا ہے۔

تصحیح اثر ابن عباس

أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ يَعْقُوبَ الثَّقَفِيُّ ثَنَا عُبَيْدُ بْنُ غَنَّامٍ النَّخَعِيُّ أَنْبَأَ عَلِيُّ بْنُ حَكِيمٍ حَدَّثَنَا شَرِيكٌ " عَنْ عَطَاءِ ابْنِ السَّائِبِ عَنْ أَبِي الضُّحَى عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّهُ قَالَ: اَللّٰهُ الَّذِىْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَمِنَ الْأَرْضِ مِثْلَهُنَّ (الطلاق: ۱۲) قَالَ سَبْعُ أَرَضِينَ فِي كُلِّ أَرْضٍ نَبِيٌّ " كَنَبِيِّكُمْ وَآدَمُ كَآدَمَ وَنُوحٌ " كَنُوحٍ وَأَبْرَاهِيمُ كَأَبْرَاهِيمَ وَعِيسَى كَعِيسَى

(هذا حديث صحيح الاسناد قال في التلخيص صحيح، المستدرك على الصحيحين، ج ۲، ص ۵۳۵، رقم الحديث ۳۸۲۲، دار الكتب العلميه، بيروت)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ سورۃ الطلاق کی آیت اللہ الذی خلق سبع سموت الآیۃ کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے سات آسمانوں کی طرح سات زمینیں پیدا کی ہر زمین میں تمہارے نبی کی طرح نبی ہیں تمہارے آدم کی طرح آدم ہیں تمہارے نوح کی طرح نوح ہیں ابراہیم کی طرح ابراہیم ہیں اور عیسیٰ کی طرح عیسیٰ ہیں۔

امام حاکم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث سند کے اعتبار سے صحیح ہے اور امام ذہبیؒ نے بھی تلخیص میں اس کو صحیح کہا۔

ایک اور سند کے ساتھ یہ روایت مختصرا بھی وارد ہے:

حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ الْحَسَنِ الْقَاضِيُّ ثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْحُسَيْنِ ثَنَا آدَمُ بْنُ أَبِي إِيَاسٍ ثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ عَنْ أَبِي الضُّحٰى عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ فِي قَوْلِهِ عَزَّ وَ جَلَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَمِنَ الْأَرْضِ مِثْلَهُنَّ قَالَ فِي كُلِّ أَرْضٍ نَحْوُ إِبْرَاهِيمَ

هٰذَا حَدِيثٌ "صَحِيحٌ" عَلٰى شَرْطِ الشَّيْخَيْنِ وَ لَمْ يُخْرِجَاهُ قَالَ فِي التَّلْخِيصِ عَلٰى شَرْطِ الْبُخَارِيِّ وَ مُسْلِمٍ

(المستدرک علی الصحیحین، رقم الحدیث ۳۸۲۳)

امام حاکم فرماتے ہیں کہ یہ روایت علی شرط الشیخین ہے اور امام ذہبی بھی ان کے قول کی تائید کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ علی شرط البخاری والمسلم ہے۔ علامہ سیوطی رحمہ اللہ اس روایت کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

أَخْرَجَ ابْنُ جَرِيرٍ وَ ابْنُ أَبِي حَاتِمٍ والحاکم صححه والبیهقی فی شعب الایمان وفی کتاب الأسماء والصفات

(الدر المنثور، ج ٦، ص ۲۳۸، دار المعرفة، بیروت)

امام بیہقی اس روایت کے متعلق فرماتے ہیں:

صحیح

(کتاب الأسماء والصفات، ج ۲، ص ۲۶۸، ۲۶۷، رقم الحدیث ۸۳۲، ۸۳۱)

یہ روایت صحیح ہے

علامہ زرقانیؒ سے سوال ہوا کہ کیا سات آسمانوں کی طرح سات زمینیں ہیں اور کیا ان میں مخلوقات بھی ہیں؟

تو فرمایا جی ہاں اور ابن حجر کے حوالے سے فرمایا کہ اس پر یہ روایت دلالت کرتی ہے جو ابن عباسؓ سے مختصرا و مطولا منقول ہے اور پھر امام بیہقی کے حوالے سے اس روایت کی تصحیح نقل کی ہے۔

(اجوبۃ للأسئلة، السوال الخامس والسادس والاربعون)

اسی طرح قاضی بدرالدین شبلی الحنفی رحمہ اللہ نے ایک مسئلہ کہ کیا کبھی جنات میں بھی رسول مبعوث ہوئے امام ضحاک کا ایک قول پیش کیا اور پھر اس کو مدلل کرنے کیلئے اثر ابن عباس کو استدلال پیش کیا اور پھر فرمایا کہ اس روایت کا ایک شاہد بھی ہے جسکو امام حاکم نے عمرو بن مرۃ عن ابی الضحی کے طریق سے نقل کیا ہے اور میرے استاذ امام ذہبیؒ اس روایت کے متعلق فرماتے ہیں:

هذا حديث على شرط البخاري و مسلم ورجاله ائمة

(آکام المرجان فی احکام الجان، ص ۶۴، ۶۳، مکتبة القرآن بمصر)

یہ حدیث علی شرط البخاری و مسلم ہے اور اس حدیث کے راوی بڑے بڑے آئمہ ہیں۔

اسی طرح یہ روایت تصحیح کے ساتھ علامہ قاضی شوکانی غیر مقلد نے "فتح القدیر، ج ۵، ص ۲۹۵، دار ابن کثیر"، عینی حنفی رحمۃ اللہ علیہ نے "عمدة القاری، ج ۱۵، ص ۱۱۱، دار الاحیاء التراث، علامہ عجلونی رحمۃ اللہ علیہ نے "کشف الخفاء، رقم الحدیث ۳۱۶"، علامہ مناوی رحمۃ اللہ علیہ نے "فیض القدیر شرح الجامع الصغیر، ج ۱۲، ص ۴۰۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت" پر بھی نقل کی ہے۔

جبکہ رضاخانیوں بریلویوں کی محبوب ترین تفسیر "روح البیان" میں علامہ حقی نے اسے اپنے موقف پر بطور استدلال پیش کیا اور "آکام المرجان" والے کے حوالے سے اس روایت کو صحیح کہا

(روح البیان، ج ۳، ص ۱۰۵، دار الفکر بیروت)

نیز ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب "اتحاف المہرۃ، ج ۸، ص ۶۵، رقم الحدیث ۸۹۲۲، اور حافظ عمادالدین ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے "تفسیر ابن کثیر، ج ۸، ص ۱۵۶، ۱۵۷، دار الطیبہ، ریاض" میں "تصحیح" کے ساتھ اس روایت کو درج کیا ہے۔

یاد رہے کہ ان تمام مفسرین و محدثین نے اس حدیث کو مع التصحیح نقل کرنے کے بعد اس پر سکوت کیا اور کوئی جرح نہیں کی۔ اس روایت کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جس میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما فرماتے ہیں کہ اگر میں "و من فی الارض مثلهن" کی تفسیر تمہارے سامنے بیان کردوں تو مجھے اندیشہ ہے کہ تم کفر کر بیٹھو اور تمہارا کفر یہی ہوگا کہ تم اس کی حقیقت

جاننے کے بعد اس کا انکار کر بیٹھو گے۔

قال ابن جریر حدثنا عمرو بن علی حدثنا وکیع حدثنا الاعمش عن ابراھیم بن مھاجر عن مجاھد عن ابن عباس فی قولہ (سبع سموٰت و من الارض مثلھن) قال لو حدثتکم بتفسیرھا لکفرتم و کفرکم تکذیبکم بھا

و ھدثنا ابن حمید حدثنا یعقوب بن عبد اللہ بن سعد القمی الاشعری عن جعفر بن ابی المغیرۃ الخزاعی عن سعید بن جبیر قال قال رجل لابن عباس (اللہ الذی خلق سبع سموت و من الارض مثلھن) فقال ابن عباس مایؤمنک ان اخبرتک بھا فتکفر

(تفسیر ابن کثیر، ج۸، ص۱۵۶، دار الطیبہ ریاض، تفسیر المراغی، ج۲۸، ص۱۵۱، مصطفی البابی مصر)

خلاصہ بحث

قارئین کرام! ملاحظہ فرمائیں کہ یہ اتنے بڑے بڑے آئمہ اس حدیث کی تصحیح کر رہے ہیں کوئی اس کو علی شرط البخاری والمسلم کہہ رہا ہے تو کوئی کہہ رہا ہے کہ اس کے راوی بڑے بڑے آئمہ ہیں تو کوئی اس کو اپنے استدلال میں پیش کر رہا ہے تو کوئی اس کی تصحیح نقل کرنے کے بعد اس پر سکوت کر کے اس روایت کے صحیح ہونے کی تائید کر رہا ہے تو اب ایسی صحیح ترین روایت کو ماننے سے کیا صرف اس وجہ سے انکار کر دیا جائے کہ اس کا ظاہر مفہوم ختم نبوت کے خلاف ہے یا اس روایت کا مطلب ہمیں سمجھ نہیں آتا یا شیخ نانوتوی رحمہ اللہ علیہ نے اس کو صحیح کہا؟ اللہ پاک جزائے خیر دے قاسم العلوم والخیرات حجۃ اللہ فی الارض حضرت امام نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کو کہ اس حدیث کا ایسا دلنشین مطلب بیان کیا کہ حدیث کی صحت بھی برقرار رہی اور نبی کریم علیہ الصلوۃ والسلام کی ختم نبوت پر بھی کوئی حرف نہ آیا۔ تفصیل کیلئے ''تحذیر الناس'' کا مطالعہ کریں۔

بریلوی شیخ الحدیث اور اثر ابن عباس

مولوی غلام رسول سعیدی بریلوی مفتی اعظم پاکستان پروفیسر منیب الرحمن صاحب کے مدرسے کا شیخ الحدیث ہے اس سے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ موصوف بریلوی مسلک میں کس پائے کے عالم ہیں۔ ان کی تفسیر ''تبیان القرآن'' کے متعلق مفتی منیب الرحمن صاحب لکھتے ہیں:

"میں اہلسنت و جماعت کو یہ خوشخبری سنانا بھی اپنی سعادت سمجھتا ہوں کہ مصنفات علامہ سعیدی ،شرح صحیح مسلم اور تبیان القرآن کو ہمارے عہد کے دو ممتاز اکابر اہلسنت علامہ عبدالحکیم شرف قادری اور علامہ محمد اشرف سیالوی مداللہ ظلہما العالی نے مسلک اہلسنت و جماعت کیلئے متفق علیہا قرار دیا ہے، یہ امر ملحوظ رہے کہ یہ دونوں اکابر ہمارے مسلک کے لئے حجت و استناد کی حیثیت رکھتے ہیں"۔

(تفہیم المسائل، ج ۳،ص ۱۷، ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور)

معلوم ہوا کہ تبیان القرآن رضاخانیوں کے ہاں مسلم و متفق علیہ وستاویز ہے۔اور علامہ سعیدی کے متعلق یہی موصوف نام نہاد مفتی اعظم لکھتے ہیں:

شیخ الحدیث علامہ غلام رسول سعیدی مدظلہم کی تفسیر تبیان القرآن اور شرح صحیح مسلم سے بھی استفادہ کرتے رہتے ہیں اور براہ راست بھی ان سے رہنمائی حاصل کرتے ہیں ان کا وجود اہلسنت و جماعت کیلئے ایک نعمت غیر مترقبہ ہے"۔

(تفہیم المسائل، ج ۳،ص ۱۶، ضیاء القراان پبلی کیشنز)

تو بریلویوں کیلئے یہ نعمت غیر مترقبہ اپنی تفسیر تبیان القرآن میں لکھتا ہے:

امام ابن ابی حاتم متوفی ۳۲۷ھ روایت کرتے ہیں:

ابوالضحی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما سے من الارض مثلھن (الطلاق: ۱۲) کی تفسیر میں روایت کیا ہے: یہ سات زمینیں ہیں ہر زمین میں تمہاری طرح نبی کی مثل ایک نبی ہے اور آدم کی مثل آدم ہیں اور نوح کی مثل نوح ہیں اور ابراہیم کی مثل ابراہیم ہیں اور عیسی کی مثل عیسی ۔(تفسیر امام ابن ابی حاتم۔رقم الحدیث ۱۸۹۱۹، مکتبہ نزار مصطفی مکہ مکرمہ ۱۴۱۷ھ)

امام مقاتل بن سلیمان متوفی ۱۵۰ھ نے بھی اس حدیث کا ذکر کیا ہے (تفسیر مقاتل بن حیان ،ج ۳،ص ۳۷۵)

نیز امام ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ حاکم نیشاپوری متوفی ۴۰۵ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

ابوالضحی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اللہ الذی خلق سبع سموت و من الارض

مثلھن (الطلاق: ۱۲) کی تفسیر میں روایت کیا ہے کہ حضرت ابن عباس نے فرمایا سات زمینیں ہیں ہر زمین میں تمہارے نبی کی مثل ایک نبی ہے اور حضرت آدم کی مثل آدم ہیں اور حضرت نوح کی مثل نوح ہیں اور حضرت ابراہیم کی مثل ابراہیم ہیں اور حضرت عیسی کی مثل عیسی ہیں۔ امام حاکم نے کہا یہ حدیث صحیح الاسناد ہے امام بخاری اور امام مسلم نے اس کو روایت نہیں کیا حافظ ذہبی نے بھی کہا یہ حدیث صحیح ہے۔

(المستدرک، ج ۲،ص ۴۹۳،طبع قدیم ،المستدرک ،رقم الحدیث ۳۸۲۲،المکتبۃ العصریۃ ۱۴۲۰ھ)

امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی نے اس حدیث کو دو سندوں سے روایت کیا ہے، ایک سند ہے از عطاء بن السائب از ابی الضحی از ابن عباس ہے اور دوسری سند از عمرو بن مرہ از ابی الضحی از ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما۔ امام بیہقی لکھتے ہیں اس حدیث کی سند حضرت ابن عباس سے صحیح ہے اور راوی مرہ کے ساتھ شاذ ہے اور میں نہیں جانتا کہ اطوالضحی کا کوئی متابع ہے۔

(کتاب الاسماء والصفات،ص ۳۸۹،۳۹۰،دار الاحیاء التراث العربی، بیروت)

علامہ عبدالرحمن بن علی بن محمد جوزی متوفی ۵۹۷ھ اس حدیث کے متعلق لکھتے ہیں اس حدیث کی دو سندیں ہیں ایک حضرت ابن عباس تک متصل ہے اور دوسری سند ابوالضحی پر موقوف ہے الخ (زاد المسیر ،ج ۸،ص ۳۰۰،مکتبہ اسلامی بیروت ۱۴۰۷ھ)

اثر ابن عباس کے متعلق محدثین اور مشاہیر علماء کی آراء

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں علامہ ابن التین نے کہا ہے کہ بعض لوگوں کا قول ہے کہ زمین واحد ہے ابن التین نے کہا یہ قول قرآن وسنت سے مردود ہے میں کہتا ہوں کہ ہوسکتا ہے کہ ان کی مراد یہ ہو کہ سات زمینیں متصل ہیں ورنہ یہ قول قرآن اور حدیث کے صریح مخالف ہے سات زمینوں پر دلیل یہ ہے کہ امام ابن حجر نے از ابوالضحی از ابن عباس ومن الارض مثلھن (الطلاق: ۱۲) کی تفسیر میں روایت کیا ہے:

"ہر زمین میں حضرت ابراہیم کی مثل ہے جس طرح زمین کے اوپر مخلوق ہے اور اس کی سند صحیح ہے

اور امام حاکم اور امام بیہقی نے اس کی طویل متن سے روایت کیا ہے کہ سات زمینیں ہیں اور ہر زمین میں تمہارے آدم کی طرح آدم ہیں اور تمہارے نوح کی طرح نوح ہیں اور تمہارے ابراہیم کی طرح ابراہیم ہیں اور تمہارے عیسی کی طرح عیسی ہیں اور تمہارے نبی کی طرح نبی ہیں ۔امام بیہقی نے کہا اس حدیث کی سند صحیح ہے مگر یہ مرہ کے ساتھ شاذ ہے اور امام ابن ابی حاتم نے از مجاہد از ابن عباس روایت کیا ہے کہ اگر میں تم سے اس کی تفسیر بیان کروں تو تم کفر کرو گے اور تمہارا کفر اس روایت کی تکذیب ہے۔اہل ہیئت یہ کہتے ہیں کہ ہر چند کہ زمین اوپر تلے ہیں مگر ان کے درمیان مسافت نہیں ہے اور ساتویں زمین سپاٹ ہے اس کا کوئی بطن نہیں ہے اور اس کے وسط میں مرکز ہے اور وہ ایک فرض نقطہ ہے لیکن ان کے اقوال پر کوئی دلیل نہیں ہے اور سنن ابوداؤد اور سنن ترمذی میں حضرت عباس بن عبدالمطلب سے مرفوعا روایت ہے کہ ہر دو آسمانوں کے درمیان اکہتر یا بہتر سال کی مسافت ہے لیکن ان حدیثوں میں اس طرح تطبیق ہو سکتی ہے کہ مسافت کا یہ فرق رفتار کی تیزی اور کمی پر مبنی ہے۔

(فتح الباری، ج ۶، ص ۴۴۳ ۵, ۴۳، دار الفکر بیروت ۱۴۲۰ھ)

علامہ شہاب الدین سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ لکھتے ہیں:

علامہ ابو الحیان اندلسی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما کے اس اثر کو موضوع قرار دیا ہے لیکن میں کہتا ہوں اس اثر کے صحیح ہونے میں کوئی عقلی اور شرعی مانع نہیں ہے۔(روح المعانی ،ج ۲۸، ص ۲۱۱، دار الفکر بیروت ۱۴۱۷ھ)

(بحوالہ تبیان القرآن، ج ۱۲، ص ۹۲ تا ۹۴ فرید بک سٹال لاہور الطبع الخامس جنوری ۲۰۱۱)

اثر ابن عباس پر اعتراضات کا تحقیقی جائزہ

{اعتراض نمبر ۱}: اس حدیث کی تصحیح امام حاکم نے کی ہے اور حاکم حدیث کی تصحیح میں متساہل ہیں اس لئے اس کی تصحیح کا اعتبار نہیں۔

{جواب}: درست کہا مگر روایت کی تصحیح میں صرف امام حاکم متفرد نہیں بلکہ امام بیہقی وامام ذہبی نے بھی ان کی موافقت کی ہے اور آپ نے یہ بھی پڑھا ہوگا کہ جب حاکم کی تصحیح پر ذہبی موافقت کرے تو روایت قابل قبول ہوگی۔

{اعتراض نمبر ۲}: ذہبی نے اس کو صحیح نہیں کہا بلکہ حسن کہا ہے اور دونوں میں بون بعید ہے۔

{جواب}: ہم نے ماقبل میں صراحت کے ساتھ امام ذہبیؒ سے ''صحیح علی شرط البخاری والمسلم'' کے الفاظ نقل کئے ہیں البتہ ''آکام المرجان'' والے نے ذہبی کے حوالے سے ''حسن'' کا لفظ نقل کیا ہے لیکن یہ ہمارے خلاف نہیں کیونکہ بہت سے متقدمین حسن اور صحیح میں فرق نہیں کرتے بلکہ حسن کو صحیح ہی میں شمار کرتے ہیں بلکہ امام حاکم کا تو عام صنیع ہی یہی ہے کہ وہ صحیح پر حسن کا اطلاق کرتے ہیں تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو:

(تدریب الراوی شرح تقریب النووی، ص ۱۳۸: قدیمی کتب خانہ۔ کراچی)

پس جب دونوں میں کوئی فرق نہیں تو اس اعتبار سے لا منافاۃ بین تصحیح الحاکم والبیھقی وتحسین الذھبی فافھم۔

{اعتراض نمبر ۳}: آپ کی ذکر کردہ پہلی روایت میں عطاء ابن السائب ہیں اور ان سے روایت کرنے والے ''شریک'' ہیں اور عطاء بن سائب آخر عمر میں اختلاط کا شکار ہو گئے تھے اور امام نووی نے شرح مسلم میں لکھا ہے کہ شعبہ وسفیان کے علاوہ جنہوں نے بھی عطاء بن سائب سے روایت کیا ہے وہ حالت اختلاط میں روایت کیا ہے۔

{جواب}: امام نووی نے ابن معین کے حوالے سے جو لکھا یہ بسبب ان کے تتبع کے ہے۔ جو کہ درست نہیں اس لئے کہ شعبہ وسفیان کے علاوہ دیگر حضرات نے بھی حالت اختلاط سے پہلے عطاء ابن السائب سے روایت کیا ہے۔ چنانچہ حافظ بن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں عطاء بن سائب سے اختلاط سے قبل روایت کرنے والے شعبۃ وسفیان کے علاوہ: زہیر، زائدۃ، حماد بن زید، ایوب اور ان کے علاوہ بھی کئی ہیں۔

(تہذیب التہذیب، ج ۷، ص ۱۸۴: دار الفکر۔ بیروت)

اور ابن مزی نے تو صاف صریح لکھا ہے کہ عطاء بن السائب سے قدیما قبل الاختلاط نقل کرنے والوں میں سے ''شریک'' بھی ہیں۔

(تہذیب الکمال، ج ۲۰، ص ۸۶)

ابوعوانہ کا نام بھی ان حضرات میں ملتا ہے جنہوں نے حالت صحت میں عطاء بن سائب سے

روایت کی ہے۔

(الجرح والتعدیل، ج ۱۳ص ۱۷۴)

پھراس اشکال کے ہوتے ہوئے بھی ذہبی و بیہقی نے اس کو صحیح کہا جواس بات کی دلیل ہے کہ یہ اعتراض درست نہیں۔

{اعتراض نمبر ۴}: اس کی سند میں واقدی کذاب ہے۔

{جواب}: ہم نے مکمل سند پیش کردی ہے اس میں واقدی کا نام دکھانے پر منہ مانگا انعام۔

{اعتراض نمبر ۵}: یہ حدیث شاذ ہے اور حدیث صحیح کیلئے شرط یہ ہے کہ وہ شذوذ سے پاک ہو لہذا یہ حدیث صحیح نہیں ہے۔

جواب: یہ بھی اہل بدعت کا نرا مغالطہ ہے وہ اس طرح کہ شاذ علی الاطلاق صحت کے منافی نہیں بلکہ اس میں تفصیل ہے کہ ایک شاذ وہ ہے جو ''مقبول'' ہے اور ایک شاذ وہ ہے جو''مردود'' ہے ۔شاذ مردود تو وہ ہے جس میں ثقہ راوی اپنے سے اوثق راوی کی مخالفت کرے سو یہ شاذ صحت کے منافی ہے۔

اور شاذ مقبول ہے کہ جس میں صرف ایک ثقہ راوی روایت نقل کرے اس تفرد کی وجہ سے شاذ ہو تو یہ شاذ مردود نہیں بلکہ مقبول ہے اور ایسی شاذ روایت صحیح میں شمار ہوتی ہے۔ چنانچہ امام نوویؒ حدیث صحیح کی تعریف میں ایک شرط یہ لگائی کہ وہ شاذ نہ ہو تو سیوطی اس شاذ کی تفصیل میں فرماتے ہیں کہ شاذ تین قسم پر ہے (۱) ثقہ کی اوثق کی مخالفت (۲) مطلقا ثقہ کا تفرد (۳) مطلقا راوی کا تفرد۔ نووی جس شاذ کو صحت کے منافی سمجھ رہے ہیں وہ شاذ کی پہلی قسم یعنی ثقہ کا اپنے سے اوثق کی مخالفت کرنا۔

اسی طرح امام نووی جہاں شاذ کی تعریف بیان کرتے ہیں وہاں فرماتے ہیں کہ اگر راوی اپنے سے زیادہ حافظ وضابط کی مخالفت کرے تو یہ شاذ مردود میں شمار ہوگا البتہ اگر مخالفت نہ ہو عادل ضابط حافظ ہو اور محض تفرد کی وجہ سے شاذ ہو تو یہ شاذ صحت کے منافی نہیں۔

اسی طرح شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ فرماتے ہیں کہ شاذ اگر تفرد راوی کی وجہ سے ہو اور اوثق کی مخالفت نہ ہو تو یہ صحت کے منافی نہیں بلکہ صحیح ہے۔

پھر یہ بھی یاد رہے کہ حدیث صحیح کا شذوذ سے پاک ہونا محدثین کے نزدیک شرط ہے فقہاء کے نزدیک نہیں یہی وجہ ہے کہ علامہ خطابی نے صحیح کی تعریف ان الفاظ میں کی کہ: جس کی سند متصل ہو اور راوی عادل ہوں۔

خلاصہ بحث یہ کہ شاذ علی الاطلاق صحت کے منافی نہیں بلکہ صرف وہ شاذ مردود ہے جس میں ثقہ اوثق کی مخالفت کرے اور اثر ابن عباس شاذ مردود میں سے نہیں بلکہ شاذ مقبول میں سے ہے کیونکہ ابی الضحی خود ثقہ ہے اور اپنے سے اوثق کسی راوی کی مخالفت نہیں کر رہا مگر چونکہ اس کا متابع نہیں لہذا اس تفرد کی وجہ سے اس کو شاذ کہہ دیا گیا۔

پھر جن علماء نے اس روایت کی تصحیح کی ہے کیا اہل بدعت ان سے زیادہ علم اصول کے سمجھنے والے ہیں کہ وہ اس پر صحیح کا حکم لگا کر قبول کر رہے ہیں اور اہل بدعت اسے شاذ کہہ کر رد کر رہے ہیں؟

حوالہ جات کی عبارات

قَالَ الْعِرَاقِیُ: وَاَمَّا السَّلَامَۃُ مِنَ الشُّذُوْذِ وَالْعِلَّۃِ فَقَالَ ابْنُ دَقِیْقِ العید فی الاقتراح ان اصحاب الحدیث زادوا ذالک فی حد الصحیح قال فیہ نظر علی مقتضی نظر الفقہاء فان کثیرا من العلل التی یعلل بہا المحدثون لا تجری علی اصول الفقہاء قال العراقی والجواب ان من یصنف فی علم الحدیث انما یذکر الحد عند اہلہ لا عند غیرہم من اہل العلم آخر وکون الفقہاء والاصولیین لا یشترطون فی الصحیح ہذین الشرطین لا یفسد الحد عند من یشترطہما ولذا قال ابن الصلاح بعد الحد فہذا ہو الحدیث الذی یحکم لہ بالصحۃ بلا خلاف بین اہل الحدیث وقد یختلفون فی صحۃ بعض الاحادیث لاختلافہم فی وجود ہذہ الاوصاف فیہ او لاختلافہم فی اشراط بعضہا کما فی المرسل

(تدریب الراوی، ص ۶۰، قدیمی کتب خانہ کراچی)

(۲) لم یصح بمرادہ من الشذوذ ہنا، وقد ذکر فی نوعہ ثلاثۃ اقوال احدہا مخالفۃ الثقۃ لارجح منہ والثانی تفرد الثقۃ مطلقا والثالث تفرد الراوی مطلقا ورد الآخرین فالظاہر انہ ارادہنا الاول

(تدریب الراوی، ص ۲۰، قدیمی کتب خانہ۔کراچی)

(۳) قال النووی وان لم یخالف الراوی فان کان عدلا حافظا موثوقا بضبطہ کان تفردہ صحیحا وان لم یوثق بضبطہ ولم یبعد عن درجۃ الضابط کان حسنا وان بعد کان شاذا منکرا مردودا والحاصل ان الشاذ المردود ھو الفرد المخالف والفرد الذی لیس فی رواتہ من الثقۃ والضبط مایجبر بہ تفردہ

(تدریب الراوی، ص ۲۰۷، قدیمی کتب خانہ۔کراچی)

(۴) قال الشیخ المحقق وبعض الناس یفسرون الشاذ بمفرد الراوی من غیر اعتبار مخالفۃ للثقات کما سبق ویقولون صحیح شاذ وصحیح غیر شاذ فالشذوذ بھذا المعنی ایضا لا ینافی الصحۃ کالغرابۃ والذی یذکر فی مقام الطعن ھو مخالف للثقات

(مقدمہ مشکوۃ، ص ۷۔مکتبہ رحمانیہ۔لاہور)

امام نانوتوی رحمہ اللہ سے اس اعتراض کا جواب

اللہ کی کروڑوں رحمتیں نازل ہوں حجۃ الاسلام پر کہ جنہوں نے تحذیر الناس پر یار لوگوں کی طرف سے کئے جانے والے تمام اعتراضات کے جوابات اپنی زندگی ہی میں دے دئے تھے اس اعتراض کا جواب میں مولانا نے تحذیر الناس میں دیا ہے وہ وہی ہے جیسے راقم نے ماقبل میں نقل کیا ملاحظہ ہو:

”اور جس نے اس کو شاذ کہا ہے جیسے امام بیہقی تو انہوں نے صحیح کہہ کر شاذ کہا ہے اور اس طرح سے شاذ کہنا مطاعن حدیث میں سے نہیں سمجھا جاتا

کما قال سید الشریف فی رسالتہ فی اصول الحدیث قال الشافعی الشاذ ما رواہ الثقۃ مخالفا لما راوہ الناس قال ابن الصلاح فیہ تفصیل فما خالف مفردہ واحفظ منہ واضبط فشاذ ومردود وان لم یخالف وھو عدل ضابط فصحیح وان رواہ غیر ضابط لکن لا یبعد عن درجۃ الضابط فحسن وان بعد فمنکر

اس سے صاف ظاہر ہے کہ شاذ کے دو معنی ہیں ایک تو یہ کہ روایت ثقہ کی مخالف روایات ثقات ہو دوسرے یہ کہ اس کا راوی فقط ایک ہی ثقہ ہو سو بایں معنی اخیر منجملہ اقسام صحیح ہے نہ ضد صحیح چنانچہ

شیخ عبدالحق دہلویؒ فرماتے ہیں

قال الشیخ عبدالحق المحدث الدهلوی فی رسالة اصول الحدیث التی طبعها مولانا احمد علی فی اول المشکوة المطبوعة بعض الناس یفسرون الشاذ بمفرد الراوی من غیر اعتبار مخالفة للثقات کما سبق و یقولون صحیح شاذ و صحیح غیر شاذ فالشذوذ بهذا المعنی ایضا لا ینافی الصحة کالغرابة والذی یذکر فی مقام الطعن هو مخالف للثقات۔ انتهی

یہ عبارت بعینہ وہی کہتی ہے جو میں نے عرض کیا سو لفظ شاذ سے کوئی صاحب دھوکہ نہ کھائیں اور یہ نہ سمجھیں کہ جب اثر مذکور شاذ ہوا تو صحیح کیونکر ہو سکتا ہے وہ شذوذ جو قادح صحت ہے بمعنی مخالفت ثقات ہے چنانچہ سید شریف ہی رسالہ مذکور میں تعریف صحیح میں یہ فرماتے ہیں:

هو ما اتصل سنده بنقل العدل الضابط عن مثله و سلم عن شذوذ و علة و نعنی بالمتصل مالم یکن مقطوعا بای وجه کان و بالعدل من لم یکن مستور العدالة و لا مجروحا و بالضابط من یکون حافظا متیقظا و بالشذوذ ما یرویه الثقة مخالفا لما یرویه الناس و بالعلة ما فیه اسباب خفیة غامضة قادحة

اس تقریر سے اہل علم پر روشن ہو گیا ہو گا کہ شذوذ بمعنی مخالفت ثقات مراد نہیں کیونکہ شذوذ بمعنی مخالفت ثقات صحت کیلئے مضر ہے جو حدیث بایں معنی شاذ ہے وہ صحیح نہیں ہو سکتی"۔

(تحذیر الناس، ص ۲۴، کتب خانہ رحیمیہ۔ دیوبند، ص ۸۳، ادارہ تحقیقات اہل سنت۔ لاہور)

اندازہ لگائیں کہ امام کی اصول حدیث پر کتنی گہری نظر تھی۔ حضرت نانوتوی رحمہ اللہ نے جو پہلی عبارت پیش کی وہ:

علم اصول الحدیث لسید الشریف الجرجانی المتوفی ۸۱۶ھ، ص: ۶۰، دار ابن حزم۔ بیروت پر موجود ہے۔

دوسری عبارت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ کی ہے جسکا حوالہ گزر چکا ہے۔

جبکہ تیسری عبارت جرجانیؒ ہی کی علم اصول الحدیث، ص: ۲۸ پر موجود ہے۔

علامہ سخاویؒ نے بھی یہی بات لکھی کہ محدثین جس شاذ کو صحت کے منافی سمجھتے ہیں وہ صرف وہ شاذ

ہے کہ جس میں اوثق کی مخالفت کی جائے فقط۔

قال السخاوی: والمحدثون یسمونہ شاذا لانھم فسروا الشذوذ المشترط نفیہ ھنا بمخالفۃ الراوی فی روایتہ من ھو ارجح منہ عند تعسر الجمع بین الروایتین۔

(فتح المغیث بشرح الفیۃ الحدیث، ج ۱، ص ۲۶، مکتبۃ دار المنہاج الریاض، الطبعۃ الاولی ۱۴۲۶ھ)

{اعتراض نمبر ۶}: سند کے صحیح ہونے سے متن کا صحیح ہونا لازم نہیں آتا چنانچہ یہ ممکن ہے کہ کسی روایت کی سند صحیح ہو مگر متن میں کوئی علت قادحہ ہو۔

{جواب}: پہلی بات تو یہ ہے کہ یہ اعتراض تو ہر حدیث پر ہوسکتا ہے چنانچہ جس نے کسی حدیث کا انکار کرنا ہو کہہ دے کہ سند تو ٹھیک ہے مگر سند کے درست ہونے سے متن کا درست ہونا لازم نہیں آتا۔ پھر یہ اعتراض بھی قلت فہم کی وجہ سے ہے اس لئے کہ محدثین میں سے جب کوئی کسی روایت کو نقل کرے اور اس کے متعلق "صحیح الاسناد" کہے تو یہ اس کے متنا وسندا صحیح ہونے کی دلیل ہے اور آئمہ نے اثر ابن عباس کو روایت کرتے ہوئے اس پر صحیح کا حکم لگایا اور کوئی علۃ قادحہ بیان نہیں کی امام بیہقی نے اگرچہ شاذ کہا مگر وہ اثر کی صحت کیلئے قادح نہیں جیسا کہ بیان ہو چکا۔ نقل کردہ اصول پر دلائل ملاحظہ ہو:

غَيْرَ أَنَّ الْمُصَنِّفَ الْمُعْتَمَدَ فِيْهِمْ إِذَا اقْتَصَرَ عَلَى قَوْلِهِ: إِنَّهُ صَحِيْحُ الْإِسْنَادِ وَلَمْ يَذْكُرْ لَهُ عِلَّةً لَمْ يَقْدَحْ فِيْهِ فَالظَّاهِرُ مِنْهُ الْحُكْمُ بِأَنَّهُ صَحِيْحٌ" فِيْ نَفْسِهِ لِأَنَّ عَدَمَ الْعِلَّةِ وَالْقَادِحِ هُوَ الْأَصْلُ۔

(الرفع والتکمیل، ص ۸۴، ۸۳، المرصد الرابع، مکتبۃ ابن تیمیۃ، مقدمۃ ابن صلاح ، ص ۴۳۔ فتح المغیث، ج ۱، ص ۸۸، المکتبۃ السلفیۃ)

وقال العراقی: وکذالک ان اقتصر علی قولہ حسن الاسناد ولم یعقبہ بضعف فھو ایضا محکوم لہ بالحسن۔

(شرح التبصرۃ والتذکرۃ، ص ۵۶)

{اعتراض نمبر ۷}: ابن کثیر نے البدایۃ والنہایۃ میں اس کو اسرائیلیات میں شمار کیا ہے۔

{جواب}: اللہ پاک ان پر اپنی رحمت کرے ان کا یہ قول بلا دلیل ہے۔ اصول یہ ہے کہ جب صحابی کا قول قیاس کے موافق نہ ہو تو وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث پر محمول کیا جائے گا۔ یعنی صحابی کا قول جب مدرک بالقیاس نہ ہو تو مسند حدیث پر محمول کیا جائے گا۔

ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فِيهِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ لَمْ يَكُنْ يَأْخُذُ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ وَ أَنَّ الصَّحَابِيَّ الَّذِي يَكُونُ كَذَلِكَ إِذَا أَخْبَرَ بِمَا لَا مَجَالَ لِلرَّأْيِ فِيهِ يَكُونُ لِلْحَدِيثِ حُكْمُ الرَّفْعِ

(فتح الباری، ج۶، ص ۳۵۳، دار المعرفۃ۔ بیروت)

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ حدیث اہل کتاب سے نہیں لی اور جو صحابی ایسا ہو اور اس کی حدیث میں رائے کا احتمال بھی نہ ہو تو وہ مرفوع کے حکم میں ہے

قریب قریب یہی بات (فتح المغیث، ج ۱، ص ۱۲۸، شرح التبصرۃ، ج ۱، ص ۱۷۱) پر بھی موجود ہے۔

اور حضرت ابن عباسؓ اہل کتاب سے لینے کے سخت مخالف تھے چنانچہ خود فرماتے ہیں:

یامشر المسلمین کیف تسالون اہل الکتاب عن شیء و کتابکم الذی انزل اللہ علی حبیبکم احدث اخبار باللہ محضا لم یشب و قد حدثکم اللہ ان اہل الکتاب قد بدلوا من کتب اللہ و غیروا افکتبوا بایدھیم الکتب قالوا ھو من عند اللہ لیشتروا بہ ثمنا قلیلا

(بخاری)

اے مسلمانو! تم اہل کتاب سے کسی چیز کے بارے میں کیسے پوچھ سکتے ہو جبکہ تمہارے پاس تو ایسی کتاب موجود ہے جس کو اللہ نے تمہارے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر اتارا جو صرف اللہ تعالیٰ کی باتیں بیان کرتا ہے جس میں کسی قسم کا شک نہیں کیا جا سکتا اور ہاں اللہ تعالیٰ نے تمہیں یہ بات بھی بتلادی کہ اہل کتاب نے اپنی کتابوں کو تبدیل کر دیا تھا۔ الخ

اور اثر مذکور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی سے مروی ہے اور مدرک بالقیاس بھی نہیں لہذا یہ حکما مرفوع ہے اور کسی قول بلا دلیل کی بنیاد پر اس صحیح ترین روایت کو رد نہیں کیا جا سکتا۔

الحمد للہ راقم الحروف نے انتہائی مختصر انداز میں اس اثر پر ہونے والے اعتراضات کے جوابات

دے دیے ہیں اگر کوئی اور اعتراض ہو تو وہ بھی پیش کر دیا جائے انشاء اللہ۔ یار زندہ صحبت باقی
نوٹ: یہ تمام اعتراضات "سہ ماہی سواد اعظم دہلی، ص ۱۱ تا ۱۵، ج ۲ ش ۳" سے لئے گئے ہیں

اثر ابن عباس کی تصحیح کرنے والوں پر رضا خانی فتوے

ماقبل میں تفصیل سے گزر چکا کہ کتنے بڑے بڑے آئمہ نے اس روایت کی تصحیح کی پھر جنہوں نے اس کو روایت کیا ظاہر وہ بھی اس کی تصحیح پر متفق ہیں مگر دوسری طرف رضا خانی فتوے ملاحظہ ہوں:

(۱) تبسیم شاہ بخاری آف اٹک لکھتے ہیں:

"اس اثر کو صحیح ماننے سے جہاں حضور اکرم ﷺ کی مثل اور نظیر ہونے کا عقیدہ پیدا ہوتا ہے وہیں ختم نبوت کے اجماعی عقیدے پر بھی زد پڑتی ہے"۔

(ختم نبوت اور تحذیر الناس، ص ۴۱)

بریلوی ضیغم اہلسنت حسن علی رضوی صاحب لکھتے ہیں:

"ان (مولوی نقی علی خان والد احمد رضا خان بریلوی۔ از ناقل) کی رائے میں اثر ابن عباس کی صحت قبول کرنے کے بعد مولانا محمد احسن منکر خاتم النبیین ٹھرتے تھے"۔

(محاسبہ دیوبندیت، ج ۲، ص ۱۵۴، تنظیم اہلسنت کراچی)

غلام نصیر الدین سیالوی ابن اشرف سیالوی صاحب لکھتے ہیں:

"اگر نانوتوی صاحب ختم زمانی کے قائل تھے تو وہ اثر ابن عباس کی تصحیح و تقویت کیوں کر رہے ہیں"۔

(عبارات اکابر کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ، ج ۱، ص ۱۹۲)

خلاصہ کلام یہ کہ معاذ اللہ ماقبل میں ذکر کردہ یہ تمام آئمہ ختم نبوت کے منکر تھے تو الزام صرف امام نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ پر کیوں؟۔

بریلویوں سے ہمارا مطالبہ

جب یہ اثر درست ہے تو اب اس کا کوئی ایسا معنی بیان کرو کہ حضور ﷺ کی ختم نبوت کا انکار لازم نہ آتا ہو اور ہاں اس کیلئے تحذیر الناس کو ہرگز ہاتھ مت لگانا۔

نوٹ: اس اثر پر مزید تحقیق اور رضا خانیوں کے تمام اعتراضات کے تشفی بخش جوابات کیلئے بندے کی کتاب "ازالۃ الوسواس عن اثر ابن عباس رضی اللہ عنہ" کا مطالعہ کریں۔

(حسام الحرمین میں پیش کی جانے والی عبارات کا جائزہ)

قارئین کرام اس باب میں ہم تحذیر الناس پر اعتراض کا تفصیلی جائزہ لیں گے۔ مولوی احمد رضا خان صاحب اپنی کتاب حسام الحرمین میں مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق لکھتے ہیں۔

قاسم نانوتوی صاحب تحذیر الناس وھو القائل فیہ لو فرض فی زمنہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم بل لو حدث بعدہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نبی جدید لم یخل ذالک بخاتمیتہ وانما یتخیل العوام انہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خاتم النبین بمعنی اخر النبین انہ لا فضل فیہ اصلاً عنہ اھل الفھم۔

(حسام الحرمین: مکتبہ نبویہ گنج بخش روڈ لاہور اکتوبر ۱۹۷۵)

ترجمہ: قاسم نانوتوی جس کی تحذیر الناس ہے اور اس نے اپنے رسالہ میں لکھا ہے بلکہ بالفرض آپ کے زمانے میں بھی کہیں اور کوئی نبی ہو جب بھی آپ کا خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے بلکہ بالفرض اگر بعد زمانہ نبوی بھی کوئی نبی پیدا ہو تو بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا عوام کے خیال میں رسول اللہ کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ سب میں آخری نبی ہیں مگر اہل فہم پر روشن ہے ہے کہ تقدم و تاخر زمانہ میں بالذات کچھ فضیلت نہیں۔

چیلنج

ہم دنیا میں موجود ہر ایک چھوٹے بڑے بریلوی کو یہ دعوت دیتے ہیں کہ اگر ان میں ذرا بھی ایمان وانصاف کا مادہ ہے تو تحذیر الناس کی یہ خود ساختہ عبارت جس کو مولوی احمد رضا خان صاحب نے حسام الحرمین میں نقل کیا ہے اسی ترتیب کے ساتھ تحذیر الناس کے کسی ایک صفحے پر دکھا دیں۔

قارئین کرام! مولوی احمد رضا خان صاحب علمائے اہلسنت کی تکفیر کے شوق میں اس قدر مغلوب ہو چکے تھے کہ نہ انہیں موت کا خوف آیا نہ یوم آخرت میں حساب وکتاب کا خیال آیا انگریز کے چند سکوں کی خاطر اپنے انصاف و دیانت کے موتیوں کو یوں بیچا کہ تحذیر الناس کی ص ۱۴ سے عبارت کا ایک ٹکڑا اسکے بعد ص ۲۸ سے ایک ٹکڑا اور آخر میں ص ۳ سے ایک ٹکڑا اٹھا کر انہیں آپس میں یوں جوڑ دیا کہ یہ مسلسل ایک عبارت معلوم ہوتی ہے اور یوں ایک کفری مضمون تیار کر لیا۔

مولوی احمد رضا خان صاحب نے پہلی عبارت ص ۱۴ کی یوں لکھی۔

بلکہ اگر بالفرض آپ کے زمانے میں بھی کہیں اور نبی ہو جب بھی آپ کا خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے۔

حالانکہ پوری عبارت اس طرح ہے:

غرض اختتام اگر بایں معنی تجویز کیا جائے جو میں نے عرض کیا تو آپ کا خاتم ہونا انبیاء گزشتہ کی نسبت خاص نہیں ہوگا۔۔۔۔

مولوی احمد رضا خان صاحب نے ص ۲۸ کی عبارت یوں لکھی:

بلکہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہیں آئے گا۔

حالانکہ پوری عبارت اس طرح ہے:

"ہاں اگر خاتمیت بہ معنی اتصاف ذاتی بوصف نبوت لیجئے جیسا اس ہیچمدان ان نے عرض کیا تو پھر سوائے رسول اللہ ﷺ اور کسی کو افراد مقصود بالخلق میں سے مماثل نبی نہیں کہہ سکتے بلکہ اس صورت میں فقط انبیاء کے افراد خارجی ہی پر آپ کی فضیلت ثابت نہ ہوگی افراد مقدرہ پر آپ کی فضیلت ثابت ہوجائے گی بلکہ بالفرض بعد زمانہ نبوی بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہیں آئے گا چہ جائیکہ آپ کے معاصر کسی اور زمین میں یا فرض کیجئے اس زمین میں کوئی اور نبی تجویز کیا جائے۔

تحذیر الناس کے ص ۱۴ کی عبارت کے ۳ جز ہیں:

(۱) غرض اختتام اگر بایں معنی تجویز کیا جائے جو میں نے عرض کیا

(۲) تو آپ کو خاتم ہونا انبیاء گزشتہ کی نسبت خاص نہیں ہوگا

(۳) بلکہ اگر بالفرض آپ کے زمانے میں بھی کہیں اور نبی ہو جب بھی آپ کا خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے۔

پہلا حصہ شرط ہے دوسرا جزا اور تیسرا حصہ جزاء پر معطوف ہے مولوی احمد رضا خان صاحب شرط جزاء کو ہضم کر گئے اور صرف معطوف کو ذکر کر دیا۔

ص ۲۸ کی عبارت کے چار جزء ہیں:

(۱) ہاں اگر خاتمیت ۔۔۔الی عرض کیا

(۲) تو پھر سوائے۔۔۔الی نہیں کہہ سکتے۔

(۳) بلکہ اس صورت میں الی ثابت ہوجائیگی۔

(۴) بلکہ اگر بالفرض۔۔۔الی اخرہ۔

پہلا حصہ شرط ہے دوسرا جزا تیسرا اور چوتھا حصہ جزاء پر معطوف ہے۔ مولوی احمد رضا خان صاحب نے شرط کو بھی غائب کر دیا جزا کو بھی اور دو معطوفوں میں سے ایک معطوف کو بھی ہضم کر لیا۔

اہل علم حضرت اس بات کو خوب جانتے ہونگے کہ اگر جملہ شرطیہ میں سے شرط یا جزاء کو

حذف کردیں تو باقی الفاظ جملہ نہیں بنا کرتے۔

(قطبی ص ۶۸ شرح ابن عقیل ج ا ص ۱۱۶ التصریح علی التوضیح ج ا ص ۲۶)

غور فرمائیں جس عبارت سے جملہ ہی نہ بنے وہ بھلا کسی کا عقیدہ کیسے ہوسکتا ہے......؟

مولوی احمد رضا خان نے تحذیر الناس کے ص ۳ کی عبارت کے ترجمہ بھی بدترین خیانت کی اصل عبارت ''مگر اہل فہم پر روشن ہوگا کہ تقدم وتاخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں'' ہے

اس عبارت میں فضیلت بالذات کی نفی کی گئی ہے نہ کہ مطلقاً فضیلت کی نفی کی گئی مگر خان صاحب نے اس عربی ترجمہ اس طرح کیا

مع انه لا فضل فيه اصلاً عند اهل الفهم

جسکا مطلب ہوا کہ نبی علیہ السلام کے آخری نبی ہونے میں اہل فہم کے نزدیک بالکل بھی فضیلت نہیں۔بالذات فضیلت نہ ہونا اور بالکل فضیلت نہ ہونا ان دونوں میں کتنا فرق ہے اہل لسان پر مخفی نہیں۔بالذات کی نفی کا مفہوم بالعرض کا اثبات ہے اور مفہوم تصانیف کا معتبر ہوتا ہے (فتاوی شامی۔ج ۳۔ص ۶۴۴) پھر تحذیر الناس کی عبارت میں ''مگر'' کا لفظ تھا مگر خان صاحب مگر کا ترجمہ ''مع'' کرتے ہیں کوئی ہمیں بتائے کہ مگر کا ترجمہ مع کس عربی لغت میں ہے؟

اتنی صریح خیانتوں اور بددیانتوں کے بعد بھی کوئی یہ کہہ سکتا ہے کہ احمد رضا خان نے یہ اعتراضات یا یہ فتوے عشق رسالت کی بناء پر دیئے۔۔؟ ہرگز نہیں۔اگر کوئی احمد رضا خان صاحب کی طرح اس بے حیائی اور بے شرمی پر اتر آئے تو سوسو کفر خود احمد رضا خان کی کتابوں سے نکالے جاسکتے ہیں۔مثلاً چند مثالیں ملاحظہ ہو۔

کوئی کہے کہ احمد رضا خان کافر ہے اس لئے کہ اس نے اپنی شان میں کہا
نص قطعی قرآن ہے لولا محمد ما خلقتک

(جزاءاللہ عدوہ)

حالانکہ نہ تو یہ نص قطعی قرآن ہے نہ احمد رضا خان کی شان ہے۔اسی طرح کوئی کہے کہ احمد رضا خان کافر ہے اس نے نبی علیہ السلام کی ختم نبوت کا انکار کیا اور اپنی کتاب میں یہ غلیظ عقیدہ لکھا کہ معاذ اللہ

یعقوب علیہ السلام خاتم الانبیآء

(جزاء اللہ عدوہ)

پہلی عبارت کے دو ٹکڑے ہیں ایک ص ۷ سے لیا گیا دوسرا ص ۸ سے جبکہ دوسری عبارت ص ۱۰ کی ہے اور بیچ میں سے صرف ایک لفظ "ؤ" کو ہٹا دیا گیا ہے۔ بلکہ عبارت تو بہت دور اگر صرف اعراب تبدیل کر دیئے جائیں تو احمد رضا خان صاحب کی کتابوں سے کفر ثابت کیا جا سکتا ہے مثلاً وہ لکھتے ہیں:

فیاتون عیسیٰ فیقولون اشفع لنا الی ربک فلیقیض بیننا فیقول انی لست ھنا کم انی اتخذت الھا من دون اللہ۔

(جزاء اللہ عدوہ ص ۱۴)

یہاں "اتخذت" کو مجہول کی جگہ معروف پڑھ لیں اور پھر دیکھیں کہ کتنا بڑا کفر بنتا ہے۔

وہ بریلوی جو کہتے ہیں کہ عبارات آگے پیچھے یا ناقص نقل کر دینے سے کیا ہو گیا اس میں اعتراض والی کیا بات ہے۔ یقیناً ان لوگوں کی آنکھیں اب کھل گئی ہونگی۔ ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ مکہ مکرمہ جیسے مقدس شہر میں ایسی خیانت اور دھوکہ دہی کرنے والے شخص پر بریلوی تین حرف بھیجتے مگر دل خون کے آنسو روتا ہے کہ بجائے شرم وحیاء کے الٹا ایسی بد دیانتیوں کو عین اسلام ثابت کیا جاتا ہے۔ ایسی حرکتیں کرنے والوں کو اعلیٰ حضرت مجدد مائۃ حاضرہ کا لقب دیا جاتا ہے ایسی صریح بد دیانتیوں پر مشتمل کتاب کے بارے میں یہ کہا جاتا ہے کہ

کتاب لا ریب فیہ

مگر پھر یہ کہہ کر دل کو تسلی دے دیتے ہیں کہ کیا مسیلمہ کذاب کو نبی ماننے والے اسی دنیا کے باسی نہ تھے؟ کیا مرزا قادیانی جیسے شخص کو نبی ماننے والے آج بھی دنیا میں موجود نہیں ہیں؟۔

معروف بریلوی عالم دین مفتی عبدالمجید سعیدی بریلوی صاحب لکھتے ہیں کہ:

"گنگوہی صاحب جو جب اپنی بات بنتی نظر نہ آئی تو انہوں نے اپنا الو سیدھا کرنے کی غرض سے حدیث کا درمیانی والا حصہ اڑا کر اس کے آخری حصہ کو پہلے حصہ سے ملا دیا جس سے عام قاری کو دھوکہ لگتا ہے کہ یہ بھی شائد اس پہلے

حصہ کا جز ہے"۔

(مصباح سنت، ج ا،ص ۳۳۳: قادریہ پبلشرز کراچی)

یہی بات ہم بریلویوں کو کرتے ہیں کہ مولوی احمد رضا خان کو جب اپنی بات بنتی نظر نہ آئی اور حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی عبارات سے کفریہ مضمون تیار نہ کرسکے تو اپنا الو سیدھا کرنے کیلئے عبارت کو آگے پیچھے جوڑ کر اور قطع و برید کرکے عوام کو دھوکا دیا جب حدیث کا آخری ٹکڑا پہلے کے ساتھ ملا دینے سے دھوکہ دیا جا سکتا ہے تو تو عبارات کو آگے پیچھے کرکے ترجمہ غلط نقل کرکے کہیں کی عبارت کہیں جوڑ کو عوام کو دھوکا کیوں نہیں دیا جا سکتا اور اس "کرتب" کا نام دھوکہ کیوں نہیں؟

تحذیر الناس کی مذکورہ بالا تینوں عبارتوں کی وضاحت

تمہید:

قارئین کرام پہلے بطور تمہید اس بات پر غور کریں کہ رسول پاک ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے خاتم النبیین کہا اس کی کیا وجہ ہو سکتی ہے؟ میرے خیال میں اس کی کئی وجوہ ہو سکتی ہیں:

(۱) چونکہ آپ کی لائی ہوئی کتاب کی ابدی حفاظت کا وعدہ تھا اس لئے آئندہ کسی نئے نبی کی ضرورت نہ تھی اس لئے نبوت کا دروازہ بھی بند کر دیا گیا۔

(۲) اللہ تعالیٰ کو منظور تھا کہ آپ کے بعد کوئی نیا نبی مبعوث نہ ہو آخر نبوت کا یہ سلسلہ کہیں ختم بھی تو کرنا ہے اس لئے آپ کو آخری نبی کہا گیا اور اس آخری نبی کہنے کی وجہ یہ تھی کہ ان جھوٹے مدعیان نبوت کا دروازہ بند کر دیا جائے جو آپ کے بعد نبوت کا دعویٰ کریں۔

(۳) آپ ﷺ کا دین ہر لحاظ سے کامل و مکمل تھا اس لئے آپ کے بعد کسی اور پیغمبر کی ضرورت نہ ہو سکتی تھی جب ضرورت ہی باقی نہ رہی تو آپ کو آخری نبی بنایا گیا۔

(۴) علم الٰہی میں مقدر تھا کہ آپ کی تیار کردہ جماعت صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اس دین کے آخر تک وفادار رہیں گے اور علمائے امت کا ایک طبقہ آخر تک حق پر قائم رہے گا اس کیلئے بعد نبوت کا دروازہ بند کر دیا گیا۔

یہ وجوہ بے شک برحق ہیں لیکن علت العلل نہیں بنیادی وجہ آپ ﷺ کی ختم نبوت کی

ایسی ہونی چاہیے جس میں آنحضرت ﷺ کی اپنی شان کا بیان ہو جب ختم نبوت کا تاج آپ ﷺ کے سر مبارک پر رکھا گیا تو آپ کی شان لازمی طور پر اس میں ملحوظ ہونی چاہیے۔ ان وجوہات میں سے پہلی وجہ میں قرآن کریم کی شان کا بیان ہے دوسری میں امت کے فتنوں سے حفاظت ہے تیسری میں دین کی شان ملحوظ ہے اور چوتھی میں اصحاب رسول ﷺ کی شان کا بیان ہے لیکن ان کمالات کا دائرہ جس مرکز کے گرد کھچ رہا ہے اس کی اپنی ذاتی شان کہیں اس میں مذکور نہیں یہ وجوہ اپنی جگہ درست ہیں لیکن یہ آپ ﷺ کی شان خاتمیت کے آثار ہیں ان کے پیچھے علت العلل وہ درکار ہے جو حضور اکرم ﷺ کی ذات گرامی سے متعلق ہو۔ اور حضرت مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ ''تحذیر الناس'' میں اسی علت العلل کی طرف راہنمائی کرنا چاہتے ہیں اور وہ آپ کے الفاظ میں یہ ہے:

''بالجملہ رسول ﷺ وصف نبوت میں موصوف بالذات ہیں اور سوا آپ کے اور انبیاء موصوف بالعرض''۔

مطلب یہ کہ رسول خدا (روحی وقلبی فداہ ﷺ) کے لئے نفس الامر میں دو قسم کی خاتمیت ثابت ہے۔ ایک زمانی جس کا مطلب صرف اتنا ہے کہ آپ سب سے آخری نبی ہیں آپ کا زمانہ تمام انبیاء علیہم السلام کے بعد ہے اور آپ کے بعد اب کوئی نبی مبعوث نہ ہوگا۔

دوسرے خاتمیت ذاتی۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ آپ وصفِ نبوت کے ساتھ بالذات موصوف ہیں۔ اور دوسرے انبیاء علیہم السلام بالعرض۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو براہِ راست نبوت عطا فرمائی اور دوسرے انبیاء علیہم السلام کو حضور ﷺ کے واسطے سے۔ جس طرح (بلاتشبیہ) خداوند تعالیٰ نے آفتاب کو بغیر کسی واسطے کے روشن فرمایا اور اس کی روشنی عالمِ اسباب میں کسی دوسری روشن چیز سے مستفاد نہیں، اسی طرح اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو کمالات نبوت براہِ راست بلاکسی واسطے کے عطا فرمائے، اور آپ کی نبوت کسی دوسرے نبی کی نبوت سے مستفاد نہیں اور جس طرح کہ اللہ تعالیٰ نے مہتاب اور دوسرے ستاروں کو آفتاب کے واسطہ سے منور فرمایا اور وہ اپنی نورانیت میں آفتاب کے نور کے محتاج ہیں۔ اسی طرح انبیاء علیہم السلام کو کمالاتِ نبوت آنحضرت ﷺ کے واسطے سے عطا فرمائے گئے۔ اور وہ حضرات باآنکہ

حقیقۃ نبی ہیں لیکن اپنی نبوت میں آفتاب آسمان نبوت حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فیض کے دست نگر ہیں (وَ هٰذَا كُلُّهُ بِإِذْنِ اللهِ تعالی اور جس طرح کہ ہر موصوف بالعرض کا سلسلہ کسی موصوف بالذات پر ختم ہو جاتا ہے اور آگے نہیں مثلاً تہہ خانوں میں آئینوں کے ذریعہ جو روشنی پہنچائی گئی ہے، اس کے متعلق کہا جاسکتا ہے کہ وہ آئینہ سے آئی ہے اور آئینہ کی روشنی کو کہا جاسکتا ہے کہ وہ آفتاب کا عکس ہے لیکن آفتاب پر جا کر یہ سلسلہ ختم ہو جاتا ہے اور کوئی نہیں کہہ سکتا کہ آفتاب کی روشنی عالم اسباب میں فلاں روشن چیز کا عکس ہے۔ (کیونکہ آفتاب کو اللہ تعالیٰ نے خود روشن فرمایا، اسی طرح تمام انبیاء علیہم السلام کی نبوت کے متعلق تو کہا جاسکتا ہے کہ وہ حضرت خاتم الانبیاء ﷺ کی نبوت سے مستفاد ہیں لیکن آنحضرت ﷺ پر جا کر یہ سلسلہ ختم ہو جاتا ہے اور آپ کے متعلق کوئی نہیں کہہ سکتا کہ آپ کی نبوت سے مستفاد ہے (کیونکہ آپ باذن اللہ تعالیٰ نبی بالذات ہیں) پس اسی کو خاتمِ ذاتی کہا جاتا ہے اور اسی مرتبہ کا نام خاتمیتِ ذاتیہ ہے

اس مختصر تمہید کے بعد عرض ہے کہ حضرت مولانا نانوتوی مرحومؒ اور بعض دوسرے محققین کی تحقیق یہ ہے کہ قرآن پاک میں جو آنحضرت ﷺ کو خاتم النبیین فرمایا گیا ہے۔ اس سے آپ کے لئے دونوں قسم کی خاتمیت ثابت ہے ذاتی بھی اور زمانی بھی۔ اور عوام اس سے محض ایک قسم کی خاتمیت مراد لیتے ہیں، یعنی صرف زمانی۔

بہر حال حضرت مولانا مرحوم اور عوام کا نزاع نہ ختم نبوت زمانی میں ہے نہ اس میں کہ قرآنی لفظ سے خاتم زمانی مراد لی جائے (کیونکہ مولانا کو یہ دونوں چیزیں تسلیم ہیں) بلکہ نزاع صرف اس میں ہے کہ لفظ خاتم النبیین سے خاتمیت زمانی کے ساتھ خاتمیتِ ذاتی بھی مراد لی جائے یا نہیں؟ حضرت مولانا اس کے قائل اور مثبت ہیں انہوں نے اس کی چند صورتیں لکھی ہیں۔

۱: ایک یہ کہ لفظِ خاتم کو خاتمیتِ زمانی اور ذاتی کیلئے مشترک معنوی مانا جائے اور جس طرح مشترک معنوی کے متعدد افراد مراد لئے جاتے ہیں، اسی طرح یہاں آیۃ کریمہ میں بھی دونوں قسم کی خاتمیت مراد لیجائے۔

۲: دوسری صورت یہ ہے کہ ایک معنی کو حقیقی اور دوسرے کو مجازی کہا جائے اور آیۃ کریمہ میں لفظ خاتم النبیین بطور عموم مجاز ایک ایسے عام معنی مراد لئے جائیں جو دونوں قسم کی

خاتمیت کو حاوی ہوں۔

ان دونوں صورتوں میں لفظِ خاتم کی دلالت دونوں قسم کی خاتمیت پر ایک ساتھ اور مطابقی ہوگی۔

۳: تیسری صورت یہ ہے کہ قرآن کریم کے لفظِ خاتم سے صرف خاتمیتِ ذاتی مراد لی جائے، مگر چونکہ اس کیلئے بدلائلِ عقلیہ ونقلیہ خاتمیت زمانی لازم ہے لہٰذا اس صورت میں بھی خاتمیت زمانی پر آیات کریمہ کی دلالت بطورالتزام ہوگی۔

ان تینوں صورتوں کے لکھنے کے بعد "تحذیر الناس" کے صفحہ ۹ پر حضرت مولانا نے جس کو اپنا مختار بتلایا ہے، وہ یہ ہے کہ خاتمیت کو جنس مانا جائے اور ختم زمانی وختم ذاتی کو اس کی دو نوعیں قرار دیا جائے اور قرآن کریم کے لفظ خاتم سے یہ دونوعیں بیک وقت مراد لے لی جائیں جس طرح کہ آیۃ کریمہ اِنَّمَا الْخَمْرُ وَ المیسر و الْاَنْصَابُ وَ الْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّیْطٰنِ میں بیک وقت "رجس" سے دونوں قسم کی نجاستیں مراد لی جاتی ہیں۔ بلکہ غور کیا جائے تو یہاں ختمِ زمانی اور ختم ذاتی میں اس قدر بعد نہیں جس قدر نجاست اور جوئے کی نجاست میں۔

لفظ خاتم النبیین کی تفسیر کے متعلق حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مسلک کا خلاصہ صرف اسی قدر ہے اس کا حاصل صرف اتنا ہے کہ رسول اللہ ﷺ خاتم زمانی بھی ہیں اور خاتم ذاتی بھی۔ اور یہ دنوں قسم کی خاتمیت آپ کے لئے قرآن کریم کے اسی لفظ خاتم النبیین سے نکلتی ہے۔

تحذیر الناس کی عبارتوں کا صحیح مطلب:

اس کے بعد ہم ان تینوں فقروں کا صحیح مطلب عرض کرتے ہیں جن کو جوڑ کر مولوی احمد رضا خان صاحب نے جوڑ کر کفر کا مضمون بنالیا ہے۔

ان میں سے پہلا فقرہ صفحہ ۱۴ کا ہے اور یہاں حضرت مرحوم اپنی مذکورہ بالا تحقیق کے موافق خاتمیت ذاتی کا کا بیان فرمارہے ہیں۔ اس موقع پر "تحذیر الناس" کی پوری عبارت اس طرح تھی۔

۱ ا:۔۔۔ غرض اختتام اگر بایں معنی تجویز کیا جائے جو میں نے عرض کیا تو آپ کا

خاتم ہونا انبیاءِ گزشتہ ہی کی نسبت خاص نہ ہوگا، بلکہ اگر بالفرض آپ کے زمانہ میں بھی کہیں اور کوئی نبی ہو جب بھی آپ کا خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے۔"

خان صاحب نے اس عبارت کا خط کشیدہ حصہ جس سے ہر شخص یہ سمجھ لیتا کہ مولانا کی یہ عبارت خاتمیت ذاتی کے متعلق ہے نہ کہ زمانی کے متعلق ہے یعنی اختتام بایں معنی تجویز کیا کس معنی میں؟ اس معنی میں کہ آپ ﷺ کی نبوت ذاتی ہے کسی سے مستفاد نہیں دیگر انبیاء علیہم السلام کی نبوت آپ کے واسطے سے ہے تو اگر بالفرض محال آپ کے بعد بھی کوئی نبی آجائے تو اس ختم نبوت ذاتی میں کوئی فرق نہیں پڑے گا کیونکہ اس صورت میں بھی اس کی نبوت آپ ہی کے فیض اور واسطے سے ہوگی مگر چونکہ آپ اللہ کے آخری نبی ہیں اس لئے آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا" کو حذف کر کے ایک ناتمام ٹکڑا نقل کر دیا۔ اور پھر غضب یہ کیا کہ اس کو صفحہ ۲۸ کے ایک فقرے کے ساتھ اس طرح جوڑا کہ صفحہ کے نمبر کا تو ذکر ہی کیا ہے، درمیان میں ختم فقرہ کی علامت (ڈیش) بھی نہیں دیا اور پھر اس دوسرے فقرہ کی نقل میں بھی صریح خیانت کی۔ اس موقع پر پوری عبارت اس طرح تھی۔

"ہاں اگر خاتمیت بمعنی اتصافِ ذاتی بوصف نبوت لیجئے جیسا اس ہیچمدان نے عرض کیا ہے تو پھر سوائے رسول اللہ ﷺ اور کسی کو افرادِ مقصود بالخلق میں سے مماثل نبوی ﷺ نہیں کہہ سکتے بلکہ اس صورت میں فقط انبیاء کے افراد خارجی ہی پر آپ کی فضیلت ثابت نہ ہوگی۔ افرادِ مقدرہ پر بھی آپ کی فضیلت ثابت ہو جائے گی، بلکہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی صلعم بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیتِ محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا"۔

اس عبارت میں بھی مولوی احمد رضا خان صاحب نے یہ کاروائی کہ اس کا ابتدائی حصہ جس سے صاف معلوم ہو سکتا تھا کہ یہاں صرف خاتمیت ذاتی کا ذکر ہے نہ کہ زمانی کا، نیز آنحضرت ﷺ کی افضلیت کے متعلق بھی مصنفِ "تحذیر الناس" کا عقیدہ اس سے معلوم ہو جاتا ہے، اس اہم حصہ کو خان صاحب نے حذف کر کے صرف آخری خط کشیدہ فقرہ نقل کر دیا اور دوسری کاروائی یہ کی کہ اس ناتمام فقرہ کو بھی صفحہ ۳ ایک ناتمام فقرہ سے اس طرح جوڑ دیا کہ وہاں بھی درمیان میں ڈیش تک نہیں دیا۔

بہر حال صفحہ ۱۴ اور صفحہ ۲۸ کے ان دونوں فقروں میں حضرت مرحوم صرف خاتمیتِ ذاتی کے متعلق بتا رہے ہیں کہ یہ ایسی خاتمیت ہے کہ اگر بالفرض آپ کے زمانہ میں یا آپ کے بعد اور کوئی نبی ہو، تب بھی اس خاتمیت میں کچھ فرق نہیں آئے گا۔ رہی خاتمیت زمانی، اس کا یہاں کوئی ذکر نہیں، اور نہ کوئی ذی ہوش یہ تسلیم کر سکتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کسی نبی کے ہونے سے خاتمیت زمانی میں کوئی فرق نہیں آتا۔

اہل عام فہم مثال سے مولانا نانوتوی علیہ الرحمۃ کے مطلب کی توضیح:

بلاشبہ اس کی مثال بالکل ایسی ہے جیسے کسی ملک میں کوئی وبائی مرض پھیلا بادشاہ کی طرف سے یکے بعد دیگرے بہت سے طبیب بھیجے گئے اور انہوں نے اپنی قابلیت کے موافق مریضوں کا علاج کیا اخیر میں اس رحیم و کریم بادشاہ نے سب سے بڑا اور سب سے زیادہ حاذق طبیب جو پہلے تمام طبیبوں کا استاد بھی ہے بھیجا اور اعلان کر دیا کہ اب اس کے بعد کوئی طبیب نہیں آئے گا۔ آئندہ جب کبھی کوئی مریض ہو، وہ اسی آخری طبیب کا نسخہ استعمال کرے، اُسی سے شفا ہوگی۔ بلکہ اس کے بعد جو شاہی طبیب ہونے کا دعوے کرے، وہ جھوٹا اور واجب القتل ہے۔ چنانچہ دنیا کا وہ آخری طبیب آیا اور اس نے آکر اپنا شفاخانہ کھولا۔ جوق در جوق مریض اس کے دارالشفاء میں داخل ہو کر شفایاب ہوئے۔ بادشاہ نے اپنے اس طبیب کو ایک حکم نامہ میں ''خاتم الاطباء'' کا خطاب بھی دیا۔ اب عوام تو یوں سمجھتے ہیں کہ اس کا مطلب صرف یہ ہے کہ یہ طبیب زمانہ کے اعتبار سے سب سے آخری طبیب ہے اور اس کے بعد اب کوئی طبیب بادشاہ کی طرف سے نہیں آئے گا اور اہل فہم کا ایک گروہ (جو بالیقین جانتا ہے کہ یہ طبیب فی الواقع آخری طبیب ہے مگر اس عظیم الشان طبیب کو خاتم الاطباء صرف اسی وجہ سے نہیں کہا گیا ہے کہ وہ آخری طبیب ہے بلکہ اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ تمام پہلے طبیبوں کو طب کا سلسلہ اسی جلیل القدر طبیب پر ختم ہے یعنی وہ سب اس کے شاگرد ہیں۔ ان سب نے طب اسی سے سیکھا ہے۔ لہٰذا اس دوسری وجہ سے بھی وہ خاتم الاطباء ہے اور یہ دونوں قسم کی خاتمیت اسی ایک خاتم الاطباء کے لفظ سے نکلتی ہے۔ بلکہ اگر تم غور کرو گے تو تم کو بھی معلوم ہو جائے گا کہ بادشاہ نے اس حاذق طبیب کو جو سب سے آخر میں بھیجا ہے اس کی وجہ بھی یہی ہے کہ یہ فن طب میں سب سے فائق، سب سے ماہر اور سارے

طبیبوں کا استاد ہے اور قاعدہ ہے کہ بڑے سے بڑے طبیب کی طرف اخیر ہی میں رجوع کیا جاتا ہے۔ مقدمات تمام تحتانی مراحل طے کرنیکے بعد ہی بادشاہ معظم کی عدالت عالیہ میں پہنچتے ہیں۔ بہر حال یہ طبیب صرف زمانہ ہی کے اعتبار سے خاتم نہیں بلکہ اپنے فن کے کمال کے اعتبار سے بھی خاتم ہے اور یہ دوسری خاتمیت ایسی ہے کہ اگر بالفرض اس کے زمانہ میں یا اس کے بعد بھی کوئی طبیب آجائے تو اس کی اس خاتمیت میں کوئی فرق نہیں آتا۔

انصاف فرمائیں کہ اہل فہم کے اس گروہ کے متعلق ان کے کسی معاند دشمن کا یہ کہنا کہ یہ لوگ اس خاتم الاطباء کو آخری طبیب نہیں مانتے اور اس کی اس حیثیت کے منکر ہیں، کتنی بڑی تلبیس اور کس قدر عریاں بے حیائی ہے۔ جبکہ اہل فہم کا گروہ اس شاہی طبیب کو ذاتی اور مرتبی حیثیت سے خاتم الاطباء ماننے کے ساتھ یہ بھی صاف صاف کہتا ہے کہ زمانہ کے اعتبار سے بھی یہی آخری طبیب ہے اور اس کے بعد اب کوئی طبیب بادشاہ کی طرف سے نہیں آئے گا بلکہ جو کوئی اس کے بعد طبیب ہونے کا دعوی کرے وہ واجب القتل ہے۔

بالکل اسی طرح بلاتشبیہ اللہ تعالی دنیا میں کفر کے مریضوں کی شفاء کے واسطے سے انبیاء علیہم السلام کو بھیجتا رہا اور آخر میں نبی کریم ﷺ جن کے واسطے سے ان تمام انبیاء علیہم السلام کو نبوت ملی اور آپ ان تمام انبیاء علیہم السلام کے استاد اور مربی تھے آخر میں بھیجا اور آپ کو خاتم النبیین کا لقب دیا بایں معنی کہ آپ ﷺ زمانے کے لحاظ سے بھی آخری نبی ہیں اور کمالات کے اعتبار سے بھی آخر کہ تمام انبیاء کی نبوت کا فیض آپ پر آکر ختم ہو جاتا ہے جسے ہم نے خاتم ذاتی سے تعبیر کیا تو اگر بالفرض آپ کے زمانے میں بھی کوئی نبی آجائے تو اس ختم ذاتی میں کوئی فرق نہیں آئے گا کہ اس کی نبوت آپ ہی سے مستفاد ہوگی۔

یہاں تک تحذیر الناس کے صفحہ ۱۴ و ۲۸ کے فقروں کا صحیح مطلب عرض کیا گیا ہے۔ رہا تیسرا فقرہ جس کو خان صاحب نے سب سے اخیر میں نقل کیا ہے، وہ تحذیر الناس کے تیسرے صفحہ کا ہے۔ اور یوں سمجھنا چاہئے کہ گویا تحذیر الناس اسی سے شروع ہوتی ہے۔ الفاظ یہ ہیں۔

> ''بعد حمد وصلوۃ کے قبل عرض جواب یہ گزارش ہے کہ اول معنی خاتم النبیین معلوم کرنا چاہئیں تا کہ فہم جواب میں کچھ دقت نہ ہو، سو عوام کے خیال میں تو رسول

اللہ صلعم کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ کا زمانہ انبیاء سابق کے زمانہ کے بعد اور آپ سب میں آخر نبی ہیں۔ مگر اہل فہم پر روشن ہوگا کہ تقدم یا تاخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں۔''

اس عبارت میں دو چیزیں قابلِ لحاظ ہیں۔ ایک یہ کہ یہاں مولانا مرحوم مسئلہ ختم نبوت پر کلام نہیں فرمارہے ہیں بلکہ لفظِ خاتم کے معنی پر کلام فرمارہے ہیں۔ دوسرے یہ کہ خاتم سے ختم زمانی مراد لینے کو مولانا عوام کا خیال نہیں کہہ رہے بلکہ ختم زمانی میں حصر کرنے کو عوام کا خیال بتلایا ہے۔ اور عوام کے اسی نظریہ سے مولاناؒ کو اختلاف ہے ورنہ خاتمیت سے خاتم زمانی مع خاتمیتِ ذاتی مراد لینا خود مولانا مرحوم کا مسلکِ مختار ہے۔ جیسا کہ پہلے عرض کیا جاچکا ہے اور تحذیر الناس کے صفحہ ۸ و ۹ پر مولانا نے پوری تفصیل کے ساتھ اس کو بیان فرمایا ہے۔

بہرحال چونکہ خود حضرت مولانا کے نزدیک لفظ خاتم النبیین سے ختم زمانی بھی مراد ہے۔ اس لئے ماننا پڑے گا کہ یہاں صرف حصر کو مولانا نے عوام کا خیال بتلایا ہے اور مولانا کا مطلب صرف یہ ہے کہ عوام تو یہ سمجھتے ہیں کی حضور ﷺ کے لئے لفظ ''خاتم النبیین'' سے صرف خاتمیت زمانی ہی ثابت ہوتی ہے اس کے سوا کچھ نہیں ثابت ہوتا اور اہل فہم کے نزدیک اصل حقیقت یہ ہے کہ قرآن مجید کے اس لفظ سے حضور ﷺ کے لئے خاتمیت زمانی بھی ثابت ہوتی ہے اور خاتمیت ذاتی بھی۔

موصوف اپنے رسالہ ''جزاء اللہ عدوہ'' کے صفحہ ۲۳ پر لکھتے ہیں۔

''اور نصوص متواترہ اولیاء کرام وائمہ عظام وعلماء اعلام سے مبرہن ہوچکا کہ ہر نعمت قلیل یا۔۔۔۔ کبیر، جسمانی یا روحانی، دینی یا دنیوی، ظاہری یا باطنی۔ روز اول سے اب تک ۔۔۔۔ اب سے قیامت تک، قیامت سے آخرت، آخرت سے ابد تک، مومن یا کافر، مطیع یا فاجر۔۔۔ جن یا حیوان، بلکہ تمام ما سوی اللہ میں جسے جو کچھ ملی یا ملتی ہے یا ملے گی، اُس کی کلی۔۔۔ کے صبائے کرم سے کھلی اور کھلتی اور کھلے گی۔ انہیں کے ہاتھوں پر بٹی اور بٹتی ہے اور ۔۔۔ یہ سر الوجود اور اصل الوجود، خلیفۃ اللہ الاعظم وولی نعمت عالم ہیں ﷺ یہ خود ۔۔۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ''انا ابو القاسم اللہ یعطی وانا قسم'' رواہ۔۔۔ و

صحیح واقرہ الناقدون۔"

فاضل بریلوی کی اس عبارت سے معلوم ہوا کہ عالم میں جو کچھ نعمت روحانی یا جسمانی، دنیوی یا دینی، ظاہری۔۔۔۔ کو ملی ہے وہ آنحضرت ﷺ ہی کے دست کرم کا نتیجہ ہے اور چونکہ نبوت بھی ایک اعلیٰ درجہ کی۔۔۔۔۔ ہے لہذا وہ بھی دوسرے انبیاء علیہم السلام کو حضور ﷺ ہی کے واسطہ سے ملی ہے۔اور اسی حقیقت کا نام۔۔۔ مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ کی اصطلاح میں خاتمیت ذاتی اور خاتمیت مرتبی ہے۔

کسی کو ختم نبوت کا منکر کب کہا جائے گا؟

کوکب نورانی کا اصول:

مولوی کوکب نورانی اوکاڑوی احمد رضا خان صاحب پر انکار ختم نبوت کے متعلق ایک الزام پر لکھتے ہیں کہ:

""جو ہانس برگ سے بریلی کے مصنف نے اعلیٰ حضرت بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں لکھا ہے کہ "اعلیٰ حضرت بریلوی چوں کہ "قادری" کہلاتے ہیں اس لئے وہ شیخ عبدالقادر کے تابع ہیں، اس طرح اعلیٰ حضرت خود کو نبی کہہ رہے ہیں۔ یہ بلاشبہ اعلیٰ حضرت بریلوی پر بہتان ہے جو ہانس برگ سے بریلی کے مصنف اور اس کے حامی اس بہتان طرازی کی سزا انشاء اللہ ضرور پائیں گے اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خان بریلوی۔۔۔۔ پر شدید بہتان لگانے والے دیوبندی وہابی تبلیغی ذرا کھلی آنکھوں سے اعلیٰ حضرت بریلوی کا ختم نبوت کے بارے میں عقیدہ وفتوی ملاحظہ فرمائیں جو اعلیٰ حضرت بریلوی نے اپنی کتاب ""جزاء اللہ عدوہ باباہ ختم النبوۃ میں تحریر فرمایا۔۔

اس کے بعد احمد رضا خان صاحب کی مذکورہ کتاب کی عبارت لکھنے کے بعد لکھتے ہیں کہ:

""اعلیٰ حضرت بریلوی۔۔۔۔ کے خود اپنے قلم سے ختم نبوت کے موضوع پر پوری کتاب اور واضح فتوے کے باوجود جو ہانس برگ سے بریلی کے مصنف کا اعلیٰ حضرت بریلی۔۔۔۔ پر بہتان لگانا بلاشبہ دیوبندیوں وہابیوں کے بدباطن اور کذاب ہونے کی کھلی دلیل ہے"۔

(سفید و سیاہ ص ۱۶۳۔۱۶۴، ضیاء القرآن پہلی کیشنز ۲۰۰۱)

دیکھیے احمد رضا خان صاحب پر انکار ختم نبوت کا اعتراض کیا گیا تو نورانی صاحب فوراً چیخ پڑے کہ فلاں فلاں کتاب میں احمد رضا خان صاحب نے ختم نبوت کا واشگاف انداز میں اعلان فرمایا اس سے اصول معلوم ہوا کہ کوئی اگر واضح طور پر اپنا عقیدہ بیان کر دے ختم نبوت کے متعلق تو اسکی دوسری مجمل عبارات سے انکار ختم نبوت سمجھنا بریلویوں کے نزدیک بد باطنی اور کذاب ہونے کی نشانی ہے۔

اب آیئے اسی اصول پر تحذیر الناس کو پرکھتے ہیں اور بریلویوں کو انہی کی زبان میں جواب دیتے ہیں کہ

مولانا نانوتویؒ پر انکار ختم نبوت کا الزام بہتان ہے جسکی سزا یہ بریلوی قیامت کے روز انشاء اللہ ضرور پائیں گے۔

حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ پر انکار ختم نبوت کا یہ بے ہودہ الزام لگانے والے ذرا کھلی آنکھوں سے ختم نبوت کے بارے میں حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ وفتوی ملاحظہ فرمائیں:

حضرت نانوتوی لکھتے ہیں کہ:

(۱) خاتمیت زمانی اپنا دین وایمان ہے ناحق کی تہمت کا البتہ کچھ علاج نہیں۔

(مناظرہ عجیبیہ ص ۵۶ مکتبہ قاسم العلوم ۱۹۷۸)

(۲) معنیٰ حقیقی خاتم تو میرے نزدیک بھی وہی "آخر" ہے۔

(مناظرہ عجیبیہ ص ۱۳۲)

(۳) اپنا دین وایمان ہے بعد رسول اللہ ﷺ کسی اور نبی کے ہونے کا احتمال نہیں جو اس میں تاویل کرے اس کو کافر سمجھتا ہوں۔

(مناظرہ عجیبیہ ص ۱۴۴)

(۴) حضرت نانوتوی لکھتے ہیں کہ:

"ایسے ہی دین موسوی اور دین عیسوی اپنے اپنے زمانہ میں مناسب تھے اور اس زمانہ میں یہی مناسب ہے کہ اتباع دین محمدی کیا جائے کیونکہ اور دینوں کی

میعادیں ختم ہو گئیں۔ اب اسی دین محمدی کا وقت ہے عذاب آخرت اور غضب خداوندی سے نجات اس وقت رسول ﷺ ہی کی اتباع میں منحصر ہے"۔

(مباحثہ شاہجہانپور: ص ۳۲، کتب خانہ اعزازیہ دیوبند)

ظالمو! آنکھیں کھول کر اس عبارت کو پڑھو اگر معاذ اللہ حضرت نانوتوی نبی کریم ﷺ کے بعد کسی نبی کے آنے کے مدعی ہوتے تو اس کی اتباع میں نجات اخروی سمجھتے یا نبی کریم ﷺ کی اتباع میں نجات اخروی سمجھتے؟ حضرت نے کس صراحت کے ساتھ یہاں نبی کریم ﷺ کے دین کو آخری دین اور آپ کو اللہ کا آخری نبی تسلیم کیا۔

(۵) ایک اور عبارت ملاحظہ ہو:

"دین خاتم النبیین کو دیکھا تو تمام عالم کیلئے دیکھا وجہ اس کی یہ ہے کہ بنی آدم میں حضرت خاتم اس صورت میں بمنزلہ بادشاہ اعظم ہوئے جیسا اس کا حکم تمام اقلیم میں جاری ہوتا ہے ایسا ہی حکم خاتم یعنی دین خاتم تمام عالم میں جاری ہونا چاہئے ورنہ اس دین کو لیکر آنا بیکار ہے"۔

(انتصار الاسلام : ص ۵۸، کتب خانہ اعزازیہ دیوبند)

بریلوی شیخ الحدیث کی زبانی حضرت نانوتوی کا عقیدہ ختم نبوت

موجودہ دور کے معروف بریلوی عالم غلام رسول سعیدی مولانا نانوتوی کا عقیدہ ختم نبوت ان الفاظ میں نقل کرتے ہیں۔

حضرت خاتم المرسلین ﷺ کی خاتمیت زمانی تو سب کے نزدیک مسلمہ ہے۔۔۔ ہاں یہ مسلمہ ہے کہ خاتمیت زمانی اجماعی عقیدہ ہے۔

(تبیان القرآن: ج ۱۲ ص ۹۵، فرید بک سٹال لاہور ۲۰۰۱)

آگے غلام رسول سعیدی صاحب لکھتے ہیں کہ:

شیخ نانوتوی نے اتنی صراحت کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کی خاتمیت زمانی کو تسلیم ہے۔ (ص ۹۵۔۹۶)

مولانا نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے اپنے قلم سے ختم نبوت پر اس قدر واضح عبارات جس

کو بریلوی بھی تسلیم کریں کہ باوجود بریلوی رضاخانیوں کا حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ پر الزام لگانا کہ وہ ختم نبوت زمانی کے منکر تھے بلاشبہ بریلوی رضاخانیوں کے بدباطنی اور کذاب ہونے کی کھلی دلیل ہے۔

انہیں کی مطلب کی کہہ رہا ہوں زباں میری بات ان کی
انہیں کی محفل اجاڑ رہا ہوں چراغ میرا رات ان کی

قارئین کرام! خدارا دل پر ہاتھ رکھ کر بتائے ایک شخص اتنی صراحت کے ساتھ کہہ رہا ہو کہ میں نبی کریم ﷺ کی ختم نبوت زمانی کو ایمانیات میں سے تصور کرتا ہوں اور میرا یہ عقیدہ ہے کہ جو کوئی آپ ﷺ کے بعد کسی اور مدعی نبوت کو تسلیم کرے وہ کافر ہے مگر اس کے بعد بھی کیا یہ کھلی ہوئی ہٹ دھرمی اور کھلا ہوا تعصب نہیں کہ اتنی صراحت کے بعد بھی حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ پر یہ الزام لگایا جائے کہ نہیں وہ تو ختم نبوت کے منکر تھے معاذ اللہ۔

مولوی احمد رضا خان صاحب ایک جگہ لکھتے ہیں کہ:

"جائز ہے کہ جبکہ انہیں بندہ خدا اور اس کی بارگاہ میں وسیلہ جانے اور انہیں باذن الٰہی والمدبرات امرا سے مانے اور اعتقاد کرے کہ بے حکم خدا ذرا نہیں ہل سکتا اور اللہ عزوجل کے دئے بغیر کوئی ایک حبہ بھی نہیں دے سکتا ایک حرف نہیں سن سکتا پلک نہیں ہلا سکتا اور بے شک سب مسلمانوں کا یہی اعتقاد ہے اس کے خلاف کا ان پر گمان محض بدگمانی وحرام ہے"۔

(احکام شریعت: حصہ اول، ص ۳۴۔ضیاء القرآن پبلیکیشنز)

غور فرمائیں جب بات اپنے شرکیہ عقائد پر بات آئی تو فورا کیسے چیخ پڑے کہ ہم جو کہتے ہیں اس پر یقین کرو خواہ مخواہ میں بدگمانی نہ کرو کہ یہ حرام ہے مگر کوئی حضرت جی سے پوچھے کہ علمائے دیوبند پر جھوٹے الزامات لگاتے وقت یہ اصول کہاں چلا جاتا ہے؟

اور ذرا بریلوی حکیم الامت کی اس عبارت کو بھی غور سے پڑھیں:

"مسلمان بھائی پر بدگمانیاں نہ کیا کرو اگر اس کے کام یا کلام میں اچھا پہلو نکل سکتا ہو تو اسے خواہ مخواہ برے پہلو پر محمول نہ کرو، اس لئے علماء فرماتے ہیں کہ

اگر کسی مسلمان کے کلام میں ۹۹ معنی کفر کے ہوں ایک معنی ایمان کا تو اسے اس بنا پر کافر نہ کہو اس سے موجودہ وہابیوں کو عبرت پکڑنی چاہئے جو مسلمانوں کو بات بات پر مشرک کہہ دیتے ہیں"۔

(نور العرفان: ص ۸۵۴۔ نعیمی کتب خانہ)

مفتی صاحب وہابیوں کو تو عبرت پکڑنی چاہئے مگر آپ لوگوں کو عبرت نہیں پکڑنی چاہئے کہ جنہیں کسی کو کافر بنانے کا اتنا شوق ہے کہ اگر اس کی سیدھی سادھی عبارتوں سے کفر نہیں نکلتا تو آگے پیچھے مختلف عبارتوں کے ٹکڑے جوڑ توڑ کر اسے کافر بنادو اور وہ بیچارہ چیختا رہے کہ یہ کیا ظلم ہے میرا یہ عقیدہ نہیں ہے مگر تم بدگمانی کرتے رہو کہ نہیں تمہارا عقیدہ یہی ہے جو ہم کہہ رہے ہیں عقیدہ تمہارا مگر من مانی تشریح کرنے کا حق ہمارا۔۔۔!!!

کہئے مفتی صاحب کیا اسی کا نام انصاف ہے؟ کیا یہی دیانت کے اصول ہیں؟ کیا اسی دورخی پر آپ کو افتاء کا منصب سونپا گیا تھا؟

اصول تکفیر

قارئین کرام کہاں علمائے اہل اسلام کا کسی کے بارے میں تکفیر کا حکم کرنے میں حد درجہ احتیاط اور کہاں بریلویوں کی یہ تھوک تکفیر؟ ایک شخص چیخ چیخ کر کہہ رہا ہے کہ میری عبارت کا یہ مطلب نہیں جو تم لے رہے ہو اس کو تو میں خود بھی کفر کہتا ہوں اس کا مطلب یہ ہے کہ مگر ضد اور ہٹ دھرمی کی انتہاء کے نہیں تم جھوٹ بول رہے مطلب وہی ہے جو ہم بیان کر رہے ہیں کیونکہ ہم نے انگریز سے اس کا بدل لے لیا اور ہم نے اب یہ ڈالر ہر حال میں حلال کرنے ہیں۔

مشہور حنفی بزرگ حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

الذی مبتدی ای القول الذی یجب ان یقال ھو الاحتراز عن التکفیر فی اھل التاویل وان کان تاویلھم خطاء فی فھم التاویل فان رماء المصلین الموحدین القائمین المزکین القادئین للکتاب التابعین للسنۃ فی جمیع الابواب خطر بفتحتین ای ذو خطر و یجوز ان یکون بفتح بکسر و الخطاء فی ترک الف کافر اھون فی الخطاء سفک

محجمة من مسلم و فی نسمة من دم مسلم واحد ولذا قال علمائنا اذا وجد تسعة و تسعون وجها تشير الی تکفیر مسلم و وجه واحد الی ابقائه علی اسلامی فینبغی للمفتی و القاضی ان یعملا بذالک الوجه وھو مستفاد من قوله علیه السلام ادرأ الحدود عن المسلمین استطعتم فان وجدتم للمسلم مخرجا فخلو نبیله فان الامام لان یخطی فی العفو خیر له من ان یخطیء فی العقوبة رواہ الترمذی وغیرہ والحاکم وصححوہ (شرح الشفاء: ج ۲ ص ۴۳۵)

مسلمان کو کافر کہنے کے بارے میں جس بات کا حکم کرنا واجب ہے وہ یہ ہے کہ اہل تاویل کو اگرچہ اپنی تاویل میں خطاء پر ہوں کافر کہنے سے احتراز کرنا چاہئے اس لئے کہ نماز ادا کرنے والے اللہ تعالیٰ کی توحید پر ایمان لانے والے اور روزہ رکھنے والے زکوٰۃ ادا کرنے والے قرآن مجید کی تلاوت کرنے والے اور تمام ابواب میں اتباع سنت کرنے والے مسلمانوں کو کافر اور مباح الدم قرار دینے میں بڑا خطرہ ہے حالانکہ ہزاروں کافروں کے بارے میں خطا کرنا ایک مسلمان کے بارے میں خطا کرنے سے زیادہ ہلکا ہے اسی وجہ سے ہمارے علماء نے فرمایا ہے اگر مسلم کے کلام میں ننانوے وجہیں کفر کی ہوں اور ایک وجہ اس کے اسلام پر باقی رہنے کی طرف مشیر ہو تو مفتی اور قاضی پر ضروری ہے کہ اس ایک ہی وجہ پر عمل کریں یعنی اس کو کافر قرار نہ دیں مسلمان کہیں۔

ہمارے علماء نے کسی مسلمان کو کافر قرار دینے میں کس قدر احتیاط فرمائی ہے اس کیلئے صرف ایک مثال ملاحظہ فرمالیں:

درمختار باب المرتدین میں معروضات ابو اسعود سے ایک سوال نقل کیا ہے:

ان طالب ذکر عندہ حدیث نبوی فقال اکل حدیث النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صدق یعمل بھا فاجاب بانه یکفر

ایک طالب علم کے سامنے نبی کریم ﷺ کی حدیث بیان کی گئی اس نے کہا کہ کیا یہ سب احادیث نبی ﷺ کی سچی ہیں کہ ان پر عمل کیا جائے؟ مفتی نے اس طالب علم پر حکم کفر دے دیا۔

علامہ طحطاوی جلد نمبر ۲ ص ۴۸۲ پر مفتی کے جواب میں فرماتے ہیں کہ:

قوله فاجاب بانه يكفر فيه ان الكلام هذا القائل محملا حسنا بان يكون مراده انه لا يعمل الا بالصحيح منها والحسن في اثبات الاحكام ولا يعمل فيه بالضعيف۔

ترجمہ یعنی اس طالب علم کے کلام پر مفتی کا فتوی کفر مسلم نہیں اس لئے کہ کلام کا اچھا محمل ہوسکتا ہے بایں طور کہ اس کی مراد یہ ہو کہ اثبات احکام میں حدیث صحیح یا حسن پر عمل کیا جاتا ہے حدیث ضعیف پر نہیں۔

آگے فرماتے ہیں ان يكون مراده انما نسخ منها لا يعمل به اى وهذا الحديث الذى سمعه اما ضعيف لا يثبت حكمه و اما منسوخ یعنی کہ حدیث منسوخ پر عمل نہیں کیا جاتا اب آگے فرماتے ہیں یعنی یہ حدیث جو اس نے سنی ضعیف ہے یا منسوخ۔

پھر فرماتے ہیں "وبارادته ذالک او باحتمالها لا يحكم عليه بالكفر" اس طالب کی جب یہ مراد ہو اور اس مراد کا احتمال بھی ہو تو اس پر کفر کا حکم نہیں لگایا جائے گا۔

اور مجدد مائۃ دہم ملا علی قاری الحنفی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ:

فی المسالة المذكورة تصريح بانه يقبل من صاحبها التاويل"

(منح الروض الازہر فی شرح فقہ الاکبر: ص ۴۴۶، دار البشائر الاسلامیہ بیروت ۱۹۹۸)

مسئلہ مذکورہ میں اس بات کی تصریح ہے کہ صاحب کلام کی ہر تاویل مقبول ہوگی۔

جب حضرت نانوتوی صراحت کے ساتھ تحذیر الناس کا مطلب خود بیان کر رہے ہیں اور جس عقیدے کو ان کی طرف منسوب کیا جارہا ہے اسے وہ کفر کہہ رہے ہیں تو ان سب کے باوجود ان کو معاذ اللہ قطعی کافر کہنا کیا ان سب اکابر احناف کے اصول وقواعد سے کھلی بغاوت نہیں؟

دلچسپ بات یہ ہے کہ خود احمد رضا خان بھی اس اصول کو تسلیم کرتے ہیں چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ:

"فقہاء کرام نے یہ فرمایا ہے کہ جس مسلمان سے کوئی لفظ ایسا صادر ہو جس میں سو پہلو نکل سکیں ان میں ۹۹ پہلو کفر کی طرف جاتے ہوں اور ایک اسلام کی طرف تو جب تک ثابت نہ ہو جائے کہ اس نے خاص کوئی پہلو کفر کا مراد رکھا ہے ہم اسے کافر نہ کہیں گے آخر ایک پہلو اسلام بھی تو ہے کیا معلوم شائد اس نے

یہی پہلو مراد رکھا ہو اور ساتھ ہی فرماتے ہیں اگر واقع میں اس کی مراد کوئی پہلوئے کفر ہے تو ہماری تاویل سے اسے فائدہ نہ ہوگا۔ وہ عند اللہ کافر ہی ہوگا''۔

(تمہید ایمان مع حسام الحرمین: ص ۴۳، مکتبۃ المدینہ کراچی)

یہاں مولوی احمد رضا خان صاحب نے صاف تصریح کی ہے کہ اگر کسی کے کلام میں ۹۹ پہلو ہو اور ایک پہلو اسلام کا اور اس نے کوئی تصریح نہ کی ہو تو ہم اسلام والے پہلو کو ہی مراد لیں گے تو پھر یہ کس قدر تعصب ہے کہ حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت جس میں سرے سے کفر کا پہلو ہی نہیں معاذ اللہ اور جو معنی بریلوی اس سے لیتے ہیں اسے خود حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کفر کہہ رہے ہیں اور اس عبارت کا صحیح مطلب و مفہوم بھی واضح کر رہے ہیں تو اس سب کے باوجود انہیں کافر کہنا آخر کیوں؟

ایک اور انداز:

بریلویوں کے موجودہ نام نہاد مناظر اسلام مولوی حنیف قریشی صاحب نے ایک کتاب لکھی آزر کون۔؟

اس میں یہ صاحب لکھتے ہیں کہ:

> ''آزر کو ابراہیم علیہ السلام کا والد کہنے کی صورت میں مذکورہ اور علاوہ ازیں ان تمام روایات کا انکار لازم آئے گا جن میں نبی اکرم ﷺ کے نسب پاک کی طہارت ثابت ہے اور قرآن مجید کی آیت وتقلبک فی الساجدین سے بھی تعارض لازم آئے گا''۔
>
> (آزر کون تھا؟ ص ۱۵۵ اسلامک بک کارپوریشن)

اس کتاب کا پیش لفظ لکھنے والے مولوی امتیاز حسین صاحب لکھتے ہیں کہ:

> ''ایک بے لگام بے ادب مفتری نے انبیاء کرام علیہم السلام کے نسب کی طہارت پر سر عام طعن کرتے ہوئے کافر و مشرک آزر کو خلاف حقیقت جد الانبیاء حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا باپ ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی''۔
>
> (آزر کون تھا؟ ص ۹)

ان عبارات سے ثابت ہوا کہ جو آزر کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کا باپ کہے وہ:

۱۔ ان روایات کا منکر ہے جن میں نبی علیہ السلام کے نسب کی طہارت کا ذکر ہے۔

۲۔ قرآن کی آیتوں میں تعارض پیدا کرنے والا ہے۔

۳۔ بے لگام ہے۔

۴۔ بے ادب ہے۔

۵۔ مفتری ہے۔

انبیاء علیہم السلام کے نسب پر سر عام طعن کرنے والا ہے۔

پھر اسی کتاب کے ص ۵۷ پر ہے کہ حضرت امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ حضرت آزر کو ابراہیم علیہ السلام کا والد کہتے ہیں۔ تو اب ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ مفتی حنیف قریشی صاحب ان پانچوں فتوؤں کا ہار بنا کر علامہ سیوطی کے گلے میں ڈالتے مگر چونکہ اس طرح کرنے پر روٹیوں کی جگہ جوتیاں ملتیں اس لئے کہنے لگے۔

"معترض صاحب نے آزر کو ابراہیم علیہ السلام کا والد ثابت کرنے کیلئے جلالین کا حوالہ نقل کیا اور حاشیہ نے ہی بتا دیا کہ امام سیوطی آزر کو ابراہیم علیہ السلام کا چچا کہتے ہیں تو ایک ہی شخص کیلئے دو قول ہو لقبہ و اسمہ تارخ و ان آزر عم ابراھیم کا اثبات ہوا یعنی امام سیوطی ایک طرف تو آزر کو ابراہیم علیہ السلام کا چچا کہہ رہے ہیں اور دوسری طرف کہہ رہے ہیں کہ آزر ابراہیم علیہ السلام کے والد کا لقب ہے تو آپ کے دو اقوال میں تعارض آیا اور ہر دو کا احتمال تو اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال جب احتمال آئے تو استدلال باطل ہو جاتا ہے لہٰذا معترض کا استدلال باطل ہوا۔ (ص ۵۷)

تو جناب اگر بقول آپ کہ اگر ایک گستاخ رسول کو اذا جاء الاحتمال کے اصول کے تحت چھوٹ دی جا سکتی ہے تو دوسروں کیلئے یہ اصول کیوں نہیں؟؟ یعنی آپ لوگ مانتے ہیں کہ حضرت نانوتوی نے ختم زمانی کا اقرار کیا ہے پر تحذیر الناس میں انکار تو دو اقوال میں تعارض آیا اور ہر دو کا احتمال لہٰذا اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال۔

یاد رہے کہ یہ صرف الزامی جواب ہے۔

ایک اور انداز

بریلوی اشرف العلماء مولوی اشرف سیالوی صاحب لکھتے ہیں:

"اپنے اپنے عقیدے کی تشریح کا حق متعلقہ فریق کو ہوتا ہے دوسرا فریق ان کے متعلق قطعاً یہ نہیں کہہ سکتا کہ یہ تمہارا عقیدہ ہے"۔

(تنویر الابصار: ص ۷: ضیاء القرآن پبلیکیشنز لاہور)

اللہ اکبر! قارئین کرام! دیکھا اللہ نے کس طرح حق بات بریلوی مصنف کے قلم سے نکلوادی حقیقت یہ ہے کہ بریلوی حضرات سے ہمارا اختلاف ہی یہی ہے کہ وہ ہمارے عقائد کی تشریح اپنے من مانے مطلب کے مطابق کرتے ہیں اور پھر وہ عقائد جنہیں ہم بھی کفر کہتے ہیں ہماری طرف زبردستی منسوب کر کے کہتے ہیں کہ تم لاکھ بار کہو کہ یہ تمہارا عقیدہ ہے ہم نہیں مانتے بلکہ ہمارے نزدیک تمہارا عقیدہ وہی ہے جو ہم کہہ رہے ہیں لہٰذا اس سے توبہ کرو۔

ہم بریلوی حضرات سے گزارش کرنا چاہیں گے کہ اس اصول کی روشنی میں حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ اور ہمارا عقیدہ بالکل واضح ہے کہ ہم نبی کریم علیہ السلام کو اللہ کا آخری نبی مانتے ہیں اور آپ کے بعد کسی بھی مدعی نبوت کو کافر جانتے ہیں یہی ہمارا عقیدہ جسے ہم نے بدلائل ثابت بھی کر دیا ہے لہٰذا اب بریلوی حضرات کو قطعاً یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ کہیں کہ نہیں معاذ اللہ تمہارا عقیدہ تو یہ ہے کہ تم نبی کریم ﷺ کے ختم نبوت کے منکر ہو۔

تحذیر الناس کی تائید میں حوالہ جات

(۱) عارف باللہ حضرت مولانا رومیؒ آج سے کئی سو سال پہلے خاتم النبیین کا یہ مطلب بیان کر چکے ہیں جو حضرت نانوتوی نے بیان کیا چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ:

بہر ایں خاتم شد ست او کہ بجود
مثل اونی بود ونی خواہند بود
چونکہ در صنعت بردا دوست
نی تو گوئی ختم صنعت بر تو است

(مثنوی مولانا روم، دفتر ششم: ص ۱۰ طبع نولکشور پریس، و، ص ۱۸، ۱۹ محمود المطابع کانپور ۱۳۲۱ھ)

ترجمہ: اسی لئے وہ خاتم بنے کیونکہ فیض رسانی میں نہ کوئی آپ کا مثل ہوا اور نہ آئندہ آپ کے مثل ہونگے جب کوئی استاد کاریگری میں بازی لے جاتا ہے کیا تو نہیں کہتا کاریگری اسی پر ختم ہے۔

یعنی آپ کے خاتم اسی لئے ہوئے کہ فیض رسانی میں نہ کوئی آپ کا مثل ہوا اور نہ آئندہ آپ کا مثل ہونگے یعنی آپ کا لقب خاتم بوجہ ختم زمانی کے تو ہے ہی لیکن اس میں منحصر نہیں بلکہ اس وجہ سے بھی ہے کہ آپ پر کمالات ختم ہوئے۔

بتائے خاتم کے اس معنی میں جو مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ نے ان اشعار میں بیان کئے، اور حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے بیان کردہ معنی میں کیا فرق ہے؟

(۲) اسی طرح علامہ خفاجی اپنی کتاب ''شرح نسیم الریاض'' میں فرماتے ہیں:

انی عبداللہ و خاتم النبیین و خاتم بکسر التاء و فتحھا اخرھم و من بہ کمالھم۔

(شرح نسیم الریاض: ج ۳ ص ۱۳۔ دارالکتب العلمیہ بیروت)

ترجمہ: خاتم تا کے کسرے اور فتحہ کے ساتھ بمعنی نبیوں کے آخر اور وہ ذات جس پر تمام نبیوں کا کمال ختم ہوگیا۔

یعنی ''خاتم'' کو دونوں طرح سے پڑھ سکتے ہیں ایک تو تا کے کسرے کے ساتھ اس صورت میں معنی ہوگا کہ جو تمام انبیاء کے آخر میں آنے والے ہیں مگر اسی خاتم سے ایک اور معنی بھی مفہوم ہوتا ہے جب آپ اس کو بفتح التا پڑھیں تو اس صورت میں معنی ہوگا کہ آپ ﷺ نبوت کے اعتبار سے تو آخری نبی ہیں آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی تو نہیں آئے گا مگر ایک معنی یہ بھی ہے کہ جتنے بھی انبیاء علیہم السلام ہیں ان تمام کے کمالات آپ پر آکر ختم ہوجاتے ہیں۔

(۳) حکیم ترمذیؒ لکھتے ہیں:

''فاتو امحمدا فھو خاتم النبیین و معناہ عندنا ان النبوۃ تمت باجمعھا لمحمد ﷺ فجعل قلبہ لکمال النبوۃ وعاء علیہ ثم ختم''۔ (ختم الاولیاء، ص ۳۱)

(۴) شیخ عبدالکریم جیلیؒ متوفی ۸۰۵ھ لکھتے ہیں:

''فکان خاتم النبیین لانہ لم یدع حکمۃ و لا ھدی و لا علما و لا سرا الا و قد نبہ علیہ و اشار الیہ قدر مایلیق بالنبیین لذالک السر اما تصریحا و اما تلویحا و اما اشارۃ و اما کنایۃ و اما استعارۃ و اما محکما و اما مفسرا و اما مو و لا و اما متشابھا الی غیر ذالک من انواع

الکمال البیان۔ فلم یبق لغیرہ مدخلا فاستقل بالامر و ختم النبوۃ لانہ ماترک شیئا یحتاج الیہ الا و قد جاء بہ، فلا یجد الذی یاتی بعدہ من الکمل شیاء مما ینبغی انہ ینبہ علیہ الا و قد فعل و ﷺ ذالک فیتبعہ ھذا الکامل کما نبہ علیہ و یصیر تابعا فانقطع حکم النبوۃ التشریع بعدہ، و کان محمد ﷺ خاتم النبیین لانہ جاء بالکمال و لم یجیء احد بذالک"

(الانسان الکامل فی معرفۃ الاواخر والاوائل، ص ۱۱۹، ۱۲۰، دار الکتب العلمیہ بیروت)

(۵) علامہ قسطلانی رحمہ اللہ متوفی ۹۲۳ھ لکھتے ہیں:

"خاتم المرسلین ذکر العلماء فی حکمہ کونہ خاتم النبیین و المرسلین او جھا منھا ان یکون الختم بالرحمۃ و اراد اللہ ان لا یطول مکث امتہ تحت الارض اکراما لہ"۔

(شرح مواہب اللدنیہ، ج ۴، ص ۱۸۵، ۱۸۶، فی ذکر اسماۂ، دار الکتب العلمیہ بیروت)

(۶) امام محمد بن یوسف صالحی متوفی ۹۴۲ھ لکھتے ہیں:

"الخاتم بفتحھا ذکرھا و نقل ذالک عن ضبط ثعلب و کذا فی المھمات لابن عساکر قال: و اما الخاتم بالفتح فمعناہ انہ احسن الانبیاء خلقا و خلقا و لانہ ﷺ جمال الانبیاء ﷺ کالخاتم الذی یتجمل بہ"۔

(سبل الھدی والرشاد فی سیرۃ خیر العباد، ج ۱، ص ۵۵۸ مطبوعہ قاہرہ)

(۷) نقی علی خان والد احمد رضا خان لکھتا ہے:

"اور آخر النبیین اور خاتم النبیین بھی ہیں اور جو اس لفظ کو بموجب قرات عاصم رحمۃ اللہ علیہ کے خاتم النبیین بفتح تا پڑھیں تو ایک اور خاصہ آپ کا ثابت ہوتا ہے"۔ (انوار جمال مصطفی، ص ۲۶۳)

(۸) بریلوی مفتی اعظم افغانستان لکھتا ہے:

"یعنی جو بھی رتبہ عالم امکان میں تھا آپ ﷺ پر ختم کردیا گیا اور ہر وہ نعمت جو خداوند تعالی نے اپنی مخلوق کیلئے مقدر کر رکھی تھی آپ ﷺ پر تمام و کامل کردی گئی اس لئے آپ کو خاتم النبیین بنایا"۔

(عید میلاد النبی ﷺ کا بنیادی مقدمہ، ص ۳۹)

اس عبارت میں بھی آپ ﷺ کو رتبی اعتبار سے خاتم النبیین مانا گیا اس کتاب پر شاہ تراب الحق قادری اور پروفیسر مسعود احمد کی تقاریظ ثبت ہیں۔

(۹) پیر محمد حسین شاہ علی پوری ابن پیر جماعت علی شاہ لکھتا ہے:

''آنحضرت ﷺ کا خاتم النبیین ہونا اس امر کو واضح کررہا ہے کہ نبوت کا ختم ہونا اس کے کمال کی نشانی ہے یعنی نبوت میں جن اوصاف حسنہ اور اخلاق حمیدہ کی کمی رہ گئی تھی ان کو ہمارے نبی اکرم ﷺ نے تشریف لاکر پورا کیا ہے''۔

(افضل الرسل ﷺ، ص ۱۳۳، انجمن خدام الصوفیہ ڈسکہ)

اس عبارت میں بھی نبی اکرم ﷺ کے خاتم النبیین ہونے کو صرف زمانی کے بجائے کمالات کے اعتبار سے مانا گیا ہے۔

بریلوی علماء کے فتاوی جات

تبسم شاہ بخاری لکھتا ہے:

''قرآن حکیم نے جب خاتم النبیین فرمادیا تو آیت آپ کے آخری نبی ہونے میں نص قطعی ہوگئی آخری نبی کا معنی خود حضور ﷺ نے بتایا صحابہ کرام تابعین اور تمام امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوۃ والسلام کا عقیدہ ایمان اسی پر رہا اور اسی پر رہے گا جملہ آئمہ کرام مفسرین ومحدثین نے قرآن وحدیث کی روشنی میں یہی بتایا کہ خاتم بمعنی آخری نبی ہے اسی پر اجماع ہے اور اسی پر تواتر ثابت ہے اس معنی میں نہ کوئی تاویل مانی جائے گی نہ کوئی تخصیص بلکہ تاویل وتخصیص کرنے والا بھی خارج از اسلام ہوگا اور سمجھ بوجھ کر بھی ایسے کافر کے کفر میں شک کرنے والا اپنے ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھے گا''۔ (ختم نبوت اور تحذیر الناس، ص ۲۳)

شریف الحق امجدی لکھتا ہے:

''حضور اقدس ﷺ نے اور صحابہ کرام نے اور سلف وخلف پوری امت نے خاتم النبیین کے معنی صرف آخرالانبیاء بتایا یعنی حضور اقدس ﷺ کے زمانہ میں یا حضور اقدس ﷺ کے زمانے کے بعد کسی کو بھی منصب نبوت نہیں مل سکتا اور کوئی نبی نہیں ہوسکتا وہ بھی اس قید کے ساتھ کہ اس میں نہ تو کسی تاویل کی گنجائش ہے نہ کسی تخصیص کی تصریحیں فرمادیں کہ اگر کوئی اس میں کسی قسم کی تاویل یا کوئی تخصیص کرلے تو وہ کافر ہے''۔

(مسئلہ تکفیر اور امام احمد رضا مندرجہ دیوبندیوں سے لاجواب سوالات، ص ۶۸)

ماقبل میں جن علماء نے خاتم کا معنی آخری نبی کے علاوہ دیگر بھی کئے وہ ان فتاوی کی روشنی میں معاذاللہ سب کے سب کافر ٹھرے بلکہ احمد سعید کاظمی تو برملا اعتراف کرتا ہے:

''ہاں یہ ممکن ہے کہ لفظ خاتم النبیین کی بے شمار ایسی توجیہات نکلتی ہیں جو اس کے مدلول قطعی معنی متواتر کی موید اور اس کی موافق ہوں کیونکہ قرآن مجید کا ایک ایک حرف مطالب لاتعداد و لاتحصی کا حامل ہے''۔

(مقالات کاظمی، ج ۳۔ص ۳۴۷)

بریلوی شیخ الحدیث غلام رسول سعیدی اپنے مناظر غلام دستگیر قصوری کے حوالے سے لکھتا ہے:

''مولانا غلام دستگیر قصوری نے اس اشکال کے جواب میں لکھا ہے کہ ہر ایک کی خاتمیت اضافی ہے یعنی ان زمینوں میں جو نبی ہیں ان کی خاتمیت ان زمینوں کے اعتبار سے ہے اور نبی ﷺ کی خاتمیت اس زمین میں مبعوث ہونے والے انبیاء کے اعتبار سے ہے''۔ (تبیان القرآن، ج ۱۲،ص ۹۴)

بریلوی مولوی نے نبی کریم ﷺ کی ختم نبوت کی تخصیص اسی زمین سے کر کے اپنے ہی مولوی کے فتوے کی رو سے کفر کا ارتکاب کیا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

قارئین کرام تحذیر الناس میں حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بیان فرمایا کہ جس طرح خاتم النبیین کا ایک معنی یہ ہے کہ آپ ﷺ سب سے آخری نبی ہیں اسی طرح اسی خاتم النبیین سے ایک معنی یہ بھی مستفاد ہوتا ہے کہ تمام انبیاء کے جتنے کمالات ہیں ان سب کے بھی آپ ﷺ خاتم ہیں اس لئے کہ آپ ہی اصل الانبیاء اور نبی الانبیاء ہیں آپ ہی کے فیض سے تمام انبیاء علیہم السلام کو نبوت ملی اور آپ ہی کی ذات وہ بابرکت ذات ہے کہ جس کے وسیلے سے تمام انبیاء علیہم السلام نور نبوت سے مستفیض ہوئے۔

حقیقت ہے کہ حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے جو موقف پیش کیا وہ کوئی جدید موقف نہیں ہے بلکہ اس سے پہلے بھی علماء و اکابر امت مختلف انداز میں ان باتوں کو بیان کر چکے ہیں ختم نبوت کا ایک معنی ''ختم مرتبی'' بھی ہے اس پر ہم علامہ خفاجی رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ رومی رحمۃ اللہ

علیہ و دیگر اکابر کی عبارات پیش کی جا چکی ہیں۔ یہاں اس موقع پر اب ہم نبی کریم ﷺ کے نبی الانبیاء ہونے پر نہ صرف اکابر امت بلکہ خود بریلوی اکابر کی بھی چند عبارات پیش کرنا چاہتے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں۔

(۱) شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

''آپ ﷺ نبی تھے جبکہ آدم علیہ السلام ابھی روح و جسم کے درمیان تھے جیسا کہ امام ترمذی نے حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کیا ہے نیز عالم ارواح میں آپ کی روح مبارکہ سے انبیاء علیہم السلام کی ارواح مقدسہ کو فیض حاصل ہوا''۔ (مدارج النبوۃ: ج ا ص ۱۱۵)

(۲) علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

''فالنبی ﷺ هو نبی الانبیاء۔ فنبوته و رسالته اعم و اعظم و اکمل''۔ (الحاوی للفتاوی: ج ۲، ص ۳۲۵)

سو نبی کریم ﷺ وہ نبی الانبیاء ہیں۔ آپ کی نبوت و رسالت زیادہ عام اور عظیم الشان و کمل ہے۔

(۳) ملا علی قاری الحنفی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

و اما هو ﷺ فخوطب بيا ايها النبی و بيا ايها الرسول لكونه موصوفا بجميع اوصاف المرسلين و فی قوله تعالى و لكن رسول الله و خاتم النبيين ايما الى ما ورد فی بعض احاديث الاسراء جعلتك اول النبيين خلقا و اخرهم بعثا رواه البزاز من حديث ابی هريرة۔ قال الامام فخر الدين الرازی بالحق ان محمدا ﷺ قبل الرسالة ما كان على شرع نبی من الانبياء و هو المختار عند المحققين من الحنفية لانه لم يكن امة نبی قط لكنه كان فی مقام النبوة قبل الرسالة و كان يعمل بما هو الحق الذی ظهر عليه فی مقام النبوته بالوحی الخفی و الكشوف الصادقة من الشريعة ابراهيم و غيرها كذا نقله فی شرح عمدة النسفی۔ و فيه دلالة على ان نبوته لم يكن منحصرة فيما بعد الاربعين كما قال جماعة بل اشارة الى انه من يوم ولادته متصف بنعت نبوته بل يدل حديث كنت نبيا و ادم بين الروح و الجسد على انه موصوف بوصف النبوة فی عالم الرواح قبل خلق الاشباح و هذا وصف خاص له لانه محمول على خلقه للنبوة و استعداده للرسالة كما يفهم من كلام الامام حجة الاسلام فانه

حینئذ لا یتمیز عن غیرہ حتی یصلح ان یکون ممد حابھذا النعت بین الانام“۔

(شرح فقہ الاکبر: ص ۱۳۴، ۱۳۳۔دار النفائس بیروت)

ترجمہ: اور آپ ﷺ کو خطاب کیا گیا یا ایھا النبی اور یا ایھا الرسول کے ساتھ کیونکہ آپ تمام پیغمبروں کے اوصاف کے ساتھ موصوف ہیں اور اللہ کے قول ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین میں اشارہ ہے اس کی طرف جو وارد ہوا معراج کی بعض احادیث میں کہ میں نے تجھے پیدا کرنے میں سب انبیاء سے اول اور بھیجنے میں سب سے آخری بنایا رواہ البزار عن ابی ہریرۃ۔امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ رسالت سے پہلے کسی نبی کی شریعت پر نہ تھے محققین حنفیہ کے نزدیک بھی یہ مختار ہے کیونکہ آپ کسی نبی کی امتی نہ تھے لیکن آپ رسالت سے پہلے نبوت کے مقام پر تھے اور عمل کرتے تھے اس حق پر جو آپ پر ظاہر ہوتا تھا اپنے مقام نبوت میں وحی خفی اور کشوف صادقہ کے ساتھ ابراہیم علیہ السلام یا ان کی علاوہ کی شریعت سے اسی طرح قونوی نے شرح عمدہ میں نقل کیا۔اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ آپ کی نبوت چالیس سال کے بعد میں منحصر نہیں جیسا کہ ایک جماعت نے کہا بلکہ اشارہ ہے اس طرف کہ آپ ﷺ اپنی پیدائش کے دن سے ہی وصف نبوت سے موصوف ہیں بلکہ حدیث کنت نبیا و ادم بین الروح و الجسد اس پر دلالت کرتی ہے کہ آپ عالم ارواح میں صورتوں کے پیدا ہونے سے پہلے نبوت کے ساتھ موصوف تھے اور یہ وصف آپ کے ساتھ خاص ہے حدیث کا یہ معنٰی نہیں کہ آپ کو نبوت کیلئے پیدا کیا گیا تھا یا آپ کو رسالت کیلئے تیار کیا ہوا تھا جیسا کہ سمجھا گیا ہے امام حجۃ الاسلام کے کلام سے۔اس لئے کہ اس وقت آپ دوسروں سے ممتاز نہ ہونگے حتی کے درست ہو کہ مخلوق کے درمیان اس وصف کے ساتھ آپ ہی کی تعریف کی جائے۔

(۴) علامہ سبکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

امام تقی الملۃ والدین ابو الحسن علی بن عبد الکافی سبکی رحمۃ اللہ علیہ نے اس آیت کی تفسیر میں ایک نفیس رسالہ ”التعظیم و المنۃ فی لتومنن بہ ولتنصرنہ“ لکھا اور اس میں آیت مذکور سے ثابت فرمایا کہ ہمارے حضور ﷺ سب انبیاء کے نبی ہیں اور تمام انبیاء و مرسلین اور ان کی امتیں سب حضور کی امتی“۔

(تجلی الیقین: ۱۴۳ از احمد رضا خان صاحب)

بریلوی اکابر کے چند حوالے

(۵) مولوی نقی علی خان صاحب لکھتے ہیں:

بعض علماء فرماتے ہیں کہ آپ منصب نبوت میں اصل تھے گویا پیغمبروں کو آپ سے وہ نسبت تھی جو صوبوں کو وزیروں اور بادشاہوں سے ہوتی ہے اور ظاہر ہے کہ حکم خلیفہ کا اصل کے سامنے باقی نہیں رہتا۔ آب و آمد و تیمم برخاست دیکھو۔ قرآن نے توریت وانجیل کو منسوخ قرار دیا پیغمبر اس آفتاب ہدایت سے نسبت ستاروں کی رکھتے ہیں کہ اس سے نور حاصل کر کے اوروں کو راہ بتاتے ہیں اور اس کی غیبت میں لوگ ان سے راہ پاتے ہیں اور فائدہ اٹھاتے ہیں جس وقت آفتاب نکلتا ہے تمام عالم میں صرف اسی کا حکم جاری ہوتا ہے کسی کا دخل نہیں رہتا''۔

(انوار جمال مصطفیٰ: ص ۲۴۹)

عبارت پر غور فرمائیں کہ مولوی نقی علی کہتے ہیں کہ جس طرح آفتاب کی روشنی اس کی ذاتی روشنی ہوتی کسی سے مستفاد نہیں اور ستاروں کی روشنی آفتاب سے مستفاد ہوتی ہے اسی طرح نبی کریم ﷺ آفتاب ہدایت ہیں کہ آپ وصف نبوت میں کسی دوسرے نبی کے محتاج نہیں مگر تمام انبیاء کو نبوت آپ ﷺ کے فیض سے حاصل ہوئی۔ یہاں ایک اور بات بھی قابل غور ہے مولوی نقی علی خان نے نبی ﷺ کی نبوت کو ''اصل'' کہا بریلوی یہ اعتراض کرتے ہیں کہ حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے نبی ﷺ کی نبوت کو ذاتی کہا باقی انبیاء کی نبوت کو عارضی جس کا جواب آگے آرہا ہے لیکن اگر ہم بھی بریلوی حضرات کی طرح جہالت پر اتر آئیں تو ہم بھی یہاں کہہ سکتے ہیں کہ مولوی نقی علی خان صاحب نے نبی ﷺ کی نبوت کو ''اصل'' کہا اور ''اصل'' کے مقابلے میں ''نقل'' آتی ہے تو گویا حضور ﷺ کی نبوت تو ''اصلی'' ہوئی اور باقی انبیاء کی نبوت ''نقلی'' معاذ اللہ۔ اسی طرح بعض بریلوی حضرات نے یہ اعتراض بھی کیا ہے کہ ''ذاتی'' اور ''عرضی'' کی تقسیم کر کے نانوتوی صاحب نے انبیاء کو ایک دوسرے پر فضیلت دی حالانکہ نبی کریم ﷺ نے ایسا کرنے سے منع کیا ہے مگر مولوی نقی علی خان کی اس عبارت پر بھی غور فرمائیں کہ وہ نبی کریم ﷺ کے بارے میں کہہ

رہے ہیں کہ آپ ﷺ کو دیگر انبیاء سے ہی نسبت ہے جو بادشاہ کو وزیروں اور گورنروں سے ہوتی ہے کیا یہ ایک دوسرے پر فضیلت نہیں؟ کیا ہمارے بریلوی صاحبان یہاں پر بھی کچھ کہنا مناسب سمجھیں گے؟

(۶) بانی بریلویت مولوی احمد رضا خان صاحب لکھتے ہیں:

''محمد ﷺ اصل الاصول ہیں محمد ﷺ رسولوں کے رسول ہیں''۔

(تجلی الیقین: ص ۲۳)

(۷) مولوی امجد علی اعظم گڑھی لکھتا ہے:

''حضور نبی الانبیاء ہیں اور تمام انبیاء حضور کے امتی سب نے اپنے اپنے عہد کریم میں حضور کی نیابت میں کام کیا''۔

(بہار شریعت: حصہ اول، ص ۱۸ شیخ غلام علی اینڈ سنز)

(۸) بریلوی حکیم الامت مفتی احمد یار گجراتی صاحب لکھتے ہیں:

''یہ بھی سمجھنا چاہئے کہ حضور علیہ السلام کی موجودگی میں تمام پیغمبروں کے دین کیوں منسوخ کردئے گئے؟ دنیا کا قاعدہ ہے کہ ہر چیز اپنی اصل پر پہنچ کر ٹھہر جاتی ہے بلکہ اپنے آپ کو اس اصل میں گم کر دیتی ہے رات بھر ستارے جگمگاتے ہیں مگر جہاں سورج چمکا سب چھپ گئے کیونکہ سب تاروں میں سورج ہی کا تو نور تھا۔ تمام دریا سمندر کی طرف بھاگے جاتے ہیں کیونکہ ہر دریا سمندر سے بنا ہے سمندر سے بادل آیا پہاڑوں پر بارش بن کر یا برف بن کر گرا اس سے دریا بنا دریا اپنی اصل کی طرف بھاگا ایسا بھاگا کہ جس پل نے، درخت نے، کسی عمارت نے، اس کو روکنا چاہا اس کو بھی گرا دیا مگر جہاں سمندر کے قریب پہنچا شور بھی جاتا رہا، روانی میں کمی ہوگئی اور جب سمندر سے ملا تو اس طرح فنا اور گم ہوگیا کہ گویا تھا ہی نہیں اور زبان حال سے کہا

من تو شدم تو من شدی من تن شدم تو جاں شدی
تا کس نہ گوید بعد ازیں من دیگرم تو دیگری

اسی طرح تمام انبیاء کرام تارے ہیں حضور آفتاب حضور کو قرآن میں فرمایا گیا سراجا منیرا یا تمام انبیاء کرام دریا ہیں حضور ﷺ ان دریاؤں کے سمندر تمام نبوتیں ادھر ہی چلی آ رہی ہیں فرعونی ہامانی نمرودی ہزار ہا طاقتیں سامنے آئیں ان کو پاش پاش کر دیا مگر مگر سمندر نبوت کو پا کر سب نے اپنے آپ کو اس

میں گم کر دیا صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم

(شان حبیب الرحمن: ص ۳۶، ۳۷، از ہر بک ڈپو آرام باغ کراچی)

قارئین کرام! اس عبارت کو غور سے پڑھیں مفتی صاحب نے تحذیر الناس ہی کے مضمون کو آسان انداز میں بیان کر دیا تحذیر الناس میں نبی کریم ﷺ کی نبوت کو بالذات کہا یہاں اصل کے لفظ سے تعبیر کیا۔ پھر حضرت نانوتوی نے سورج کی مثال دی سمندر کی مثال نہ دی کیونکہ سمندر سے پانی نکالا جائے تو کچھ نہ کچھ کمی آتی ہے جو پانی سمندر سے لیا جائے وہ سمندر میں نہ رہے گا لیکن زمین پر جو دھوپ ہوتی ہے وہ سورج کی روشنی ہوتی ہے اور اس وقت سورج کی روشنی میں اس سے کوئی کمی واقع نہیں ہوتی بلکہ زمین کی یہ روشنی اس وقت بھی سورج کے ساتھ ہے سورج کے غروب ہونے سے یہ روشنی ختم ہو جاتی ہے معلوم ہوا کہ حضرت نانوتوی کا ذہن جہاں تک گیا مفتی احمد یار نعیمی صاحب کے ذہن کی رسائی وہاں تک نہ ہوئی۔

قارئین کرام! حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ اگر لفظ خاتم النبیین سے آخری نبی کا معنی لینے کے ساتھ ساتھ نبی الانبیاء کا مفہوم اخذ کریں تو ان کی تعریف کیوں نہ کی جائے؟ ان کو برا کس لئے کہا جائے؟

مولوی محمد اسمعیل نقشبندی کو اس بات سے بڑی تکلیف ہے کہ مولانا نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے تحذیر الناس میں نبی کریم ﷺ کی نبوت کیلئے آفتاب اور باقی انبیاء کیلئے ستاروں کی مثال کیوں دی اور کیوں نبی ﷺ کی نبوت کو ذاتی باقی انبیاء کی نبوت کو عرضی کہا اس طرح تو نبی کریم ﷺ کو دوسرے انبیاء پر فوقیت دی جارہی ہے جبکہ نبی کریم ﷺ نے ایسا کرنے سے منع کیا ہے۔

(عظمت حبیب کبریا ورد عبارات کفریہ۔ مصدقہ مولوی حسن علی رضوی)

آفتاب وستاروں کی وہی مثالیں حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب سے سرقہ کر کے آپ کے اکابر نے بھی اپنی کتابوں میں بیان کی اسی طرح اگر نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے ''ذاتی نبوت'' کی اصطلاح استعمال فرمائی تو یہاں اسے ''اصلی نبوت'' سے تعبیر کر دیا گیا (ولا مشاحۃ فی الاصطلاحات) تو کیا مولوی اسمعیل صاحب یہاں اپنے اکابر پر بھی اسی طرح برسیں

گے؟ کس قدر تعصب اور ہٹ دھرمی ہے کہ ایک طرف تو علمائے دیوبند کو یہ الزام دیا جائے کہ یہ نبی کریم ﷺ کے فضائل وکمالات کے منکر ہیں لیکن جب علمائے دیوبند نبی کریم ﷺ کے فضائل بیان کرنا شروع کر دیں تو یہ اعتراض شروع ہو جاتا ہے کہ تم نبی کریم ﷺ کو دیگر انبیاء پر کیوں فضیلت دے رہے ہو؟ ایسا کرنے سے تو خود نبی کریم ﷺ سے منع کیا ہے۔ یعنی ہر حال میں ہم نے تم پر کفر وگستاخی کے فتوے لگانے ہیں کیونکہ ہمارے پیٹ کا دھندہ ہی اسی میں ہے ہمارے اعلیٰ حضرت بریلی میں جو کفر ساز مشین گن نصب کر کے گئے تھے اس کی گن گھرج کو کسی طرح ہم نے خاموش نہیں ہونے دینا تا کہ انگریز سرکار لڑاؤ اور حکومت کرو کے اصول کے تحت ہم سے راضی ہو اور یوں اس مہنگائی کے دور میں ہم معاش کی فکر سے آزاد ہوں۔

اسی طرح بریلوی مذہب کے بانی مولوی احمد رضا خان صاحب نے بھی تو لکھا ہے کہ آخر النبیین کا ایک اور معنی بھی ہے اور وہ معنی یہ ہیں کہ آپ ﷺ درجے میں سب سے آخر تھے آپ ﷺ سے آگے بڑھا ہوا کوئی نہیں ان کے خیال میں آخر کا لفظ ''اولیت مرتبی'' کے معنی میں ہے اور ''آخر النبیین'' کے معنی ''اول النبیین'' کے ہیں۔ پس ان کے نزدیک لفظ ''خاتم'' ''خاتمیت مرتبی'' کا بیان ہوگا۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ:

نماز اقصیٰ میں تھا یہی سر عیاں ہو معنی اول آخر
کہ دست بستہ ہیں پیچھے حاضر جو سلطنت آگے کر گئے تھے

(حدائق بخشش، حصہ اول، ص ۱۱۰)

یعنی حضور ﷺ نے معراج کی رات مسجد اقصیٰ میں تمام انبیاء کرام کی امامت فرمائی یہ آپ ﷺ کے سب سے افضل رسول ہونے کا کھلا نشان تھا۔ مسجد اقصیٰ کی اس نماز میں یہ راز پنہاں تھا کہ آخر النبیین کے معنی اول النبیین کھل کر سب کے سامنے آجائیں اور ختم نبوت مرتبی پوری طرح واضح ہو جائے۔ آخر کا معنی اول ہو یہ کسی لغت میں نہیں۔ ہاں درجے کی انتہاء مراد لیجائے تو اس کے معنی اول ہو سکتے ہیں اب بریلوی ہی بتائیں کیا مولوی احمد رضا خان صاحب نے خاتم النبیین کے متعارف معنی چھوڑ کر کیا ایک نئے معنی نہ کیا؟ اگر مولوی احمد رضا خان اس حرکت پر مجرم نہیں تو کیا مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کو کیا انگریز کو خوش کرنے کیلئے مجرم گردانا جا رہا ہے؟

مندرجہ بالا عبارات پر بریلوی فتوے

تبسم شاہ بخاری لکھتا ہے:

''حضور ﷺ کی نبوت بالذات اور دیگر انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کی نبوت و رسالت کو محض بالعرض اور مجازی نبوت و رسالت قرار دینا قرآن مجید میں تحریف معنوی اور انبیاء کی نبوت کا صریح انکار ہے''۔

(ختم نبوت اور تحذیر الناس، ص ۱۹۷)

اور غلام نصیر الدین سیالوی لکھتا ہے:

''دوسرے انبیاء وصف نبوت کے ساتھ بالعرض متصف ہیں حضور ﷺ بالذات متصف ہیں لہذا سلسلہ نبوت آپ پر ختم ہو گیا۔ سرفراز صاحب قاسم نانوتوی کی اس عبارت کو ختم نبوت زمانی پر بطور دلیل کے پیش کرتے ہیں حالانکہ اس طرح تو باقی انبیاء علیہم السلام کی نبوت سے تو انکار ہو جائے گا''۔

(عبارات اکابر کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ، ج ۱، ص ۱۹۸)

ان حضرات نے نبوت کی ذاتی و عرضی تقسیم کو کفر و انکار ختم نبوت قرار دیا اس کا تفصیلی جواب تو آگے آرہا ہے مگر یہاں بریلوی اکابر نے نبی اکرم ﷺ کیلئے اصل الانبیاء یعنی اصل کا لفظ استعمال کیا اور غلام مہر علی لکھتا ہے:

''یہاں ذات کا بدل اصل اور اصل کا بدل ذات موجود ہے''۔ (دیوبندی مذہب، ص ۵۹۵)

گویا ذات و اصل ایک ہی چیز ہیں اب جن جن علماء نے نبی اکرم ﷺ کی نبوت اصل کی طرف تقسیم کی وہ سب ذاتی نبوت کے قائل ہو کر مندرجہ بالا علماء بریلویہ کے فتوے کی رو سے کافر و ختم نبوت کے منکر ہیں۔ ایک اور عبارت ملاحظہ ہو:

''یقیناً حضور ذاتی و زمانی ہر طرح خاتم النبیین ہیں اور حضور کی ختم نبوت ذاتی پر سینکڑوں دوسرے دلائل بھی موجود ہیں''۔ (دیوبندی مذہب، ص ۱۷۱، ۱۷۲)

جب نبی اکرم ﷺ کی ذاتی نبوت پر سینکڑوں دلائل موجود ہیں تو بریلوی جواب دیں کہ وہ سینکڑوں دلائل ماننے والے معاذ اللہ کافر ہیں یا ان دلائل کو ماننے پر ختم نبوت کا انکار لازم کرنے والے

کافر ہیں؟

کاظمی صاحب کا شکوہ اور اس کا جواب

بریلوی رازی وغزالی لکھتا ہے:

"ہمیں نانوتوی صاحب سے یہ شکوہ نہیں کہ انہوں نے رسول ﷺ کیلئے تاخر زمانی تسلیم نہیں کی یا یہ کہ انہوں نے رسول ﷺ کے بعد مدعیان نبوت کی تکذیب وتکفیر نہیں کی انہوں نے یہ سب کچھ کیا مگر قرآن کے معنی منقول متواتر کو عوام کا خیال قرار دے کر اپنے سب کئے کرائے پر پانی پھیر دیا"۔

(مقالات کاظمی، ص ۳۵۱، ج ۱)

یہ حوالہ ان حضرات کے منہ پر ایک طمانچہ ہے جو کہتے ہیں کہ حجۃ الاسلام امام نانوتویؒ نے تاخر زمانی یعنی آپ ﷺ کے آخری نبی ہونے کا انکار کیا یا آپ کے بعد کسی جدید نبی کے آنے کے قائل تھے ہاں گلا یہ کہ تاخر زمانی کو عوام کا خیال بتایا تو یہ بھی کاظمی صاحب کی سینہ زوری ہے جس کا جواب آگے آرہا ہے لیکن ہم یہاں حکیم ترمذی رحمہ اللہ کی ایک عبارت پیش کررہے ہیں بریلوی حضرات ذرا اس پر بھی کوئی فتوی لگائیں:

"فان الذی عمی عن خبر ھذا، یظن ان خاتم النبیین تاویلہ انہ آخرھم مبعثا فای منقبۃ فی ھذا؟ و ای علم فی ھذا تاویل البلہ والجھلۃ"۔

(ختم الاولیاء، ص ۳۴۱، دار الکتب العلمیہ بیروت)

اگر حضرت نانوتوی نے عوام کا خیال بتایا تو یہاں حکیم ترمذیؒ فرمارہے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کیلئے خاتم النبیین کا معنی صرف بعثت کے اعتبار سے آخری ماننا اس میں بھلا حضور کی کونسی تعریف ہے یہ معنی تو بے وقوفوں اور جاہلوں والا معنی ہے۔ اب ہے کسی میں جرات فتوی لگانے کی؟

بالفرض بعد زمانہ نبوی بھی کوئی نبی آجائے

رضاخانی حضرات اس عبارات پر بہت اعتراض کرتے ہیں اور اس سلسلے میں ان کے دو مایہ ناز اعتراض ہیں جن کو یہاں نقل کیا جارہا ہے:

اعتراض: ۱: بعض دیوبندی کہتے ہیں کہ یہاں بالفرض کا لفظ ہے لہذا عبارت ٹھیک ہے

ان سے چند استفسار کئے جاتے ہیں امید ہے وہ جواب دیں گے اگر کوئی کہے بالفرض کسی کی دونوں آنکھیں نکال دی جائیں تو اس کی بینائی میں کچھ فرق نہیں آئے گا تو کیا اس کی بینائی میں فرق نہیں آئے گا؟ اگر کوئی کہے بالفرض کوئی مسلمان اللہ کے الہ ہونے کے بعد کسی اور کو الہ مانے تو اس کے عقیدہ توحید میں کچھ فرق نہیں آئے گا اگر مسؤلہ بالا عبارت ٹھیک ہیں تو تحذیر الناس کی عبارت بھی ٹھیک ہے''۔ (عبارات اکابر کا تحقیقی جائزہ، ج ۱، ص ۲۰۲)

جواب: مندرجہ بالا عبارات وسوال بالکل ٹھیک ہیں لہذا اب تحذیر الناس کو بھی ٹھیک مانو اس لئے کہ ان میں صرف فرض کیا گیا ہے اور ظاہر ہے کہ صرف فرض کر لینے سے کہ فرض کر لو کسی کی دونوں آنکھیں نکال دی جائیں تو واقعۃً اس کی بینائی میں کوئی فرق نہیں آئے گا اس لئے کہ یہ تو صرف فرض کرنا ہے فرق تو تب آئے گا جب حقیقۃً بھی اس کی آنکھیں نکال دی جائیں۔ دیکھو مولوی احمد رضا خان لکھتا ہے:

> ''ٹھیک ہے یہ شرطیہ ہے جس کیلئے مقدم اور تالی کا امکان ضروری نہیں اللہ عز و جل فرماتا ہے:
>
> قُلْ اِنْ کَانَ لِلرَّحْمٰنِ وَلَد ''فَاَنَا اَوَّلُ الْعَابِدِیْنَ اے محبوب تم فرما دو کہ اگر رحمن کیلئے کوئی بچہ ہوتا تو اسے سب سے پہلے میں پوجتا''۔
>
> (ملفوظات، حصہ دوم، ص ۱۶۱)

تو کیا اس آیت میں بیٹا ہونے اور اس کو پوجنے کو فرض کر دینے سے رب کی الوہیت اور محمد ﷺ کی توحید میں کوئی فرق آ گیا؟ ایک بریلوی مجھے کہنے لگا کہ فرض کر لو کہ تم اپنی بیوی کو طلاق دے دو تو اس کی زوجیت میں کوئی فرق نہیں آئے گا'' میں نے کہا کہ بالکل جی کوئی فرق نہیں آئے گا میں نے فرض کر لیا اب بھی وہ میری بیوی ہے تو کہتا ہے کہ پھر دو نہ جب فرق نہیں آئے گا میں نے کہا بے وقوف جب دے دوں گا تو فرض تھوڑی رہے گا وہ تو حقیقۃً ہو جائے گا۔ ان بیوقوفوں کو ابھی تک قضیہ فرضیہ اور قضیہ حقیقیہ میں فرق معلوم نہ ہو سکا اور اسی کا گلہ قمر الدین سیالوی صاحب نے بھی کیا کہ ہمارے لوگوں سے یہی غلطی یہاں ہوئی۔

اعتراض ۲: نانوتوی صاحب کہہ رہے ہیں کہ آپ کے زمانہ میں یا آپ کے زمانہ کے بعد

اگر بالفرض کوئی نبی پیدا ہو جائے تو آپ کی خاتمیت میں کچھ فرق نہیں آتا حالانکہ جب مقدم محال ہو تو تالی بھی محال ہونا چاہئے کیونکہ مقدم تالی کو مستلزم ہوتا ہے اور جو محال کو مستلزم ہو وہ خود محال ہوتا ہے"۔ (عبارات اکابر کا تحقیقی جائزہ، ج ۲، ص ۷۴۳)

اور تبسم شاہ بخاری لکھتا ہے:

جیسے تھوڑی دیر کیلئے متعدد خداؤں کا ہونا (جو کہ محال ہے) تسلیم کر لیا جائے یعنی لو کان فیھما الھۃ تو نظام کائنات برباد ہو جائے (یعنی فساد لازم آیا) اسی طرح جب حضور ﷺ کے بعد کسی نبی کا آنا (جو کہ محال ہے) تسلیم کر لیا جائے تو اس میں آپ کی شان میں فرق آتا ہے (یعنی فساد لازم آیا) یہ کہنا کہ خاتمیت مرتبی میں فرق نہیں آتا قطعاً باطل ہے اس طرح فرض کرنے سے تو کوئی محال لازم نہ آئے تو وہ محال نہیں یعنی نبی کا آنا پھر محال نہ رہا اور یہ عقیدہ بجائے خود کفر ہے ......لو حرف شرط ہے اور دو جملوں پر آتا ہے اور یہ سبب نفی جملہ اول کے نفی جملہ ثانیہ پر دلالت کرتا ہے اور زمانہ ماضی کا جیسے لو کان فیھما الھۃ الا اللہ لفسدتا یعنی نہ اور خدا تھے نہ زمین و آسمان برباد ہوئے اب نانوتوی صاحب کا جملہ دیکھئے "اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی ﷺ کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی (مرتبی) میں کچھ فرق نہیں آئے گا"۔ یہ دو جملے اوپر بتائے گئے قاعدے کلیے کے مطابق درست نہیں ان جملوں میں جملہ اول نفی کا جملہ بنتا ہی نہیں اگر بالفرض (یعنی لو) یہ سبب نفی جملہ اول کے، نفی جملہ ثانی پر دلالت نہیں کرتا یا نفی ثانی کی بناء پر نفی اول نہیں دیکھئے اگر یوں لکھے: "نہ کوئی نبی آیا، نہ خاتمیت مرتبی میں فرق پڑا" اس طرح نفی جملہ اول نے نفی جملہ ثانی پر دلالت کی مگر پرستان تحذیر الناس کہتے ہیں کہ نبی آ بھی جائے تب بھی خاتمیت مرتبی میں فرق نہیں پڑتا اس طرح نفی جملہ اول کا نفی جملہ ثانی پر دلالت کا کلیہ فٹ نہیں بیٹھتا لہذا معلوم ہوا کہ جملے کی ترکیب اور معنوی ساخت ہی غلط ہے اور طعنے ہمیں دئے جا رہے ہیں"۔ (ختم نبوت اور تحذیر الناس، ص ۲۷۱، ۲۷۲)

جواب: یہ بھی ان دونوں حضرات کی جہالت ہے اس لئے کہ ہم ماقبل میں بریلوی اکابر کے حوالے ہی سے ثابت کر چکے ہیں کہ بالفرض آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی آ جائے تب بھی آپ ﷺ کی ختم نبوت مرتبی میں کوئی فرق نہیں آئے گا مگر یہ جاہل یہی رٹ لگا رہے ہیں کہ نہیں فرق آئے گا

مولانا نانوتویؒ کی تو عبارت ہی غلط ہے ملا علی قاری حنفیؒ لکھتے ہیں:

لو عاش ابراھیم و صار انبیاو کذالو صار عمر نبیا لکانا من اتباعہ علیہ السلام (موضوعات کبری، ص ۱۹۲)

اگر آنحضرت ﷺ کے صاحبزادے حضرت ابراہیمؓ زندہ رہتے اور نبی ہو جاتے اسی طرح اگر حضرت عمرؓ نبی ہو جاتے تو دونوں آپ کے پیروکاروں سے ہوتے۔

ان حضرات کے اصول کے مطابق یہ عبارت غلط بلکہ کفر ہے کیونکہ ملا علی قاری یہی کہہ رہے ہیں کہ ان حضرات کے آنے سے بھی آپ ﷺ کی ختم نبوت مرتبی پر کوئی فرق نہیں پڑتا کہ یہ آپ ہی کے تابع اور آپ ﷺ کی نبوت کے واسطے سے ہوتے جو حضرات حضرت نانوتویؒ کی عبارت کو غلط کہہ رہے ہیں وہ ملا علی قاریؒ کے بارے میں بھی کوئی فیصلہ صادر کریں۔

پھر آپ کا یہ کہنا بھی سراسر سینہ زوری ہے کہ اگر نبی آجائے تو آپ ﷺ کی نبوت پر فرق پڑے گا مگر نانوتوی صاحب اس کا انکار کر رہے ہیں اس لئے کہ حضرت نانوتوی یہاں سرے سے ختم نبوت زمانی کی بات ہی نہیں کر رہے ہیں جو فرق آنے یا نہ آنے کا سوال ہو وہ تو یہ قضیہ فرضیہ "ختم نبوت رتبی" کے متعلق لکھ رہے ہیں کہ اس صورت میں بھی آپ ﷺ کی ختم نبوت رتبی' میں کوئی فرق نہیں پڑے گا اس لئے کہ اس نئے نبی کی نبوت بھی آپ ہی سے مستفاد ہوگی۔ فافهم۔

بریلویوں کے دادا امام مولوی نقی علی خان صاحب لکھتے ہیں:

"اس آیت یہ بات بخوبی ثابت ہوتی ہے کہ آپ منصب نبوت میں اصل اصول ہیں۔ اگر اور پیغمبر آپ کا زمانہ پاتے آپ پر ایمان لاتے اور تصدیق اور تائید آپ کی کرتے"۔ (سرور القلوب؛ ص ۲۲۶ شبیر برادرز)

اب بتائے جب اور پیغمبر آپ کے زمانہ پاتے تو کیا اس صورت میں آپ کی ختم نبوت میں فرق آتا؟ ظاہر ہے کے نہیں لیکن یہ ختم نبوت مرتبی کا بیان ہوگا کہ آپ ختم نبوت میں اصلِ اصول ٹھہرے آپ اس وقت سے منصب نبوت میں اصل الاصول ہیں جب ابھی آدم علیہ السلام میں روح و جسد کا علاقہ بھی قائم نہ ہوا تھا۔ بایں ہمہ سب انبیاء پیدا ہوتے رہے اور کسی کا آنا آپ کی اس ختم نبوت مرتبی کو نہ توڑ سکا پھر جب آپ بالفعل یہاں تشریف لائے تو آپ کی ختم نبوت ذاتی

بھی ساتھ قائم ہوگئی اب ایمان کیلئے ختم نبوت ذاتی اور زمانی دونوں کا تسلیم کرنا لازم ہوا۔ مولوی نقی علی خان صاحب نے اگر کے لفظ کے ساتھ قضیہ شرطیہ بیان کیا جس کیلئے تحقق ضروری نہیں یہی بات حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے کی۔

مگر ان تمام حضرات کی عبارات کو چھوڑ کر صرف حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت پر معاذ اللہ کفر کا فتویٰ لگانا اگر مولوی احمد رضا خان کے ایصال ثواب کیلئے نہیں تو کیا انگریزوں کے کھاتے میں ڈالنے کیلئے تھا؟

نیز اگر یہ حضرات اپنے مطالعہ کو وسعت دیتے تو ان کے علم میں ہوتا کہ قضیہ شرطیہ کبھی اس وقت بھی صادق ہوجاتا ہے جب مقدم کاذب ہو تالی صادق ہو اس کی مثال یوں دیتے ہیں ان کان زید حمارا کان حیوانا (قطبی، ص ۱۱۳) اگر زید حمار ہو تو حیوان ہو۔ زید ایک انسان ہے اس کا حمار ہونا جھوٹ ہے لیکن بصورت حمار ہونے کے اس کا جاندار ہونا لازم ہے اگرچہ جاندار وہ پہلے سے ہے۔ اسی طرح سمجھو آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی آجائے یہ جھوٹ ہے کیونکہ آپ ﷺ آخری نبی ہیں خاتمیت زمانی باقی نہیں رہے گی لیکن بالفرض آ بھی جائے تو آپ ﷺ کی ختم نبوت رتبی میں کوئی فرق نہیں آئے گا۔ پس جس طرح قطبی کی مثال میں مقدم کاذب تالی صادق اسی طرح حضرت نانوتویؒ کی عبارت میں مقدم کاذب اور تالی صادق ہے۔ مگر ان جہلاء کے نزدیک تو خیر سے ان جملوں کی معنوی ساخت ہی غلط ہے۔

نیز جس کو آپ قاعدہ کلیہ کہہ رہے ہیں علماء نحو و بلاغت نے اس کے قاعدہ کلیہ ہونے پر سخت تنقید کی ہے (دیکھو عقود الجمان مع الشرح، ص ۱۳۱، ۱۳۲، حاشیۃ الخضری علی شرح ابن عقیل، ج ۲، ص ۱۲۷، ۱۲۸) ملا جامی حرف لو کا ایک استعمال یہ بتاتے ہیں کہ اس سے کسی چیز کے استمرار و دوام کو بیان کرنا مقصود ہوتا ہے پھر مثال دیتے ہیں لو اھاننی ؛ لاکرمتہ اگر وہ میری توہین کرتا تو میں اس کی عزت کرتا۔ جب دوسرے کی طرف سے توہین کے باوجود ادھر سے عزت ہے تو ادھر سے عزت ہو تو عزت کیوں نہ ہوگی (شرح جامی، ص ۳۹۷) اسی طرح سمجھو کہ اگر بالفرض خاتمیت زمانی نہ ہوتی تب بھی آپ کیلئے خاتمیت رتبی پائی جاتی اور جب آپ کیلئے خاتمیت زمانی ثابت ہے تو دلالۃ النص کے طور پر خاتمیت رتبی بدرجہ اولی پائی گئی۔

علامہ ابن ہشام نے مغنی اللبیب عن کتاب الاعاریب ،ص ۲۵۷ تا ۲۶۴ پر لو کے معنی پر بڑی تفصیلی بحث کی ہے اور اس کی تصریح کی ہے کہ لو شرط اور جواب دونوں کے امتناع کیلئے آتا ہے مگر کہیں یہ قاعدہ باطل ٹھراتا ہے پھر اس پر کئی مثالیں دی ہیں ہم صرف ایک آیت نقل کرنے پر اکتفاء کرتے ہیں:

وَلَوْ اَنَّنَا نَزَّلْنَا اِلَیْهِمُ الْمَلَائِكَةَ وَ كَلَّمَهُمُ الْمَوْتٰى وَ حَشَرْنَا عَلَیْهِمْ كُلَّ شَیْءٍ قُبُلًا مَّا كَانُوْا لِیُؤْمِنُوْا اِلَّا اَنْ یَّشَآءَ اللّٰهُ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ یَجْهَلُوْنَ (الانعام ۱۱۱)

اور اگر ہم ان کی طرف فرشتے اتارتے اور ان سے مردے باتیں کرتے اور ہم ہر چیز ان کے سامنے اٹھا لیتے جب بھی وہ ایمان لانے والے نہ تھے مگر یہ کہ خدا چاہتا لیکن ان میں بہت نرے جاہل ہیں (کنز الایمان)

اس آیت کا معنی تو یہی ہے کہ اگر ان کفار کے مطلوبہ معجزات دکھا بھی دئے جاتے تو یہ تب بھی ایمان نہ لاتے الا یہ کہ اللہ چاہے۔اور جب انہوں نے مطلوبہ معجزات نہ دیکھے تو دلالۃ النص کے طور پر بدرجہ اولی ایمان نہ لائے مگر تبسم شاہ کے قاعدے کے مطابق اس کا معنی یہ بنتا ہے کہ ان کفار کے سامنے یہ معجزات ظاہر نہ ہوئے اور وہ ایمان لے آئے ۔کیونکہ حضرت صاحب کا قاعدہ کلیہ تو یہ تھا:

”لو حرف شرط ہے اور دو جملوں پر آتا ہے اور بہ سبب نفی جملہ اول کے نفی جملہ ثانیہ پر دلالت کرتا ہے اور زمانہ ماضی کا“

نبی فرض کرنا

نانوتوی صاحب نے کہا کہ اگر بالفرض آپ کے بعد بھی کوئی نبی ہو جبکہ حضور علیہ السلام پر نبوت ختم ہے آپ کے بعد کسی کو نبی فرض کرنا کفر اور ختم نبوت کا انکار ہے۔حالانکہ ان کو کہنا چاہئے تھا کہ بالفرض آپ کے بعد بھی کوئی نبی آتا تب ضرور نبی ﷺ کی ختم نبوت میں فرق آتا ہے۔

جواب:

اگر یہ کفر ہے تو مظلوم نانوتوی ہی اس کفر میں معاذ اللہ تنہا نہیں۔حضرت مجدد الف ثانی

رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

(۱) اگر فرضاً دریں امت پیغمبر مبعوث مے شد موافق فقہ حنفی عمل میکرد۔
اگر بالفرض اس امت میں کوئی پیغمبر مبعوث ہوتا تو فقہ حنفی کے موافق عمل کرتا۔

(مکتوبات مترجم سعید احمد نقشبندی بریلوی مکتوب ۲۸۲ ،جلد دوم ص ۷۵۳۔ اعتقاد پبلشنگ ہاؤس دہلی)

(۲) فقیہ ابو اللیث سمرقندی نے اس سوال کے جواب میں کہ میدان جہاد میں اگر کوئی پیغمبر کسی مسلمان کی اوٹ میں آجائے تو مسلمان کیا کرے آپ نے فرمایا یسئل ذالک النبی، یہ مسئلہ اس نبی سے پوچھ لیا جائے۔

(الاشباہ والنظائر ص ۲۷۳)

(۳) احمد یار گجراتی صاحب کہتے ہیں کہ:
اگر قادیانی نبی ہوتا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں ہوتا۔
(نور العرفان ص ۱۶۶ سورۃ انعام آیت ۸۴)

اپنے حکیم الامت صاحب کی مندرجہ بالا عبارت کو غور سے پڑھئے اور بتائے کہ صرف الفاظ کی تبدیلی کے علاوہ اس عبارت میں اور حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت میں کیا فرق ہے ؟۔ مفتی صاحب کہتے ہیں کہ اگر مرزا نبی ہوتا تو حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد میں سے ہوتا حالانکہ آپ کے اصول کے تحت یہ سراسر کفر ہے اس لئے کہ اس عبارت کا مطلب تو یہ ہوا کہ آج اگر کسی نے اپنا نسب حضرت آدم علیہ السلام سے ثابت کر دیا تو معاذ اللہ اس کا نبی ہونا درست ہو جائے گا؟ حالانکہ ہمارا عقیدہ ہے کہ اگر بالفرض نبی کریم ﷺ کے بعد بھی کوئی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد سے ہو تب بھی نبی نہیں ہو سکتا کیونکہ نبوت کا دروازہ بند ہو چکا ہے۔ اگر محض فرض کر لینے سے امکان نبوت اور انکار نبوت لازم آرہا ہے تو فتوی صرف حضرت نانوتویؒ پر کیوں ۔۔؟؟ ان حضرات پر بھی تو کچھ لب کشائی فرمائیں۔

نہ من تنہا دریں میخانہ مستم
جنید و شبلی و عطار ہم مست

(۴) بریلوی فقیہ ملت لکھتا ہے:

''بے شک سرکار اقدس آخر الانبیاء ﷺ کے بعد کسی نبی کا پیدا ہونا شرعاً محال اور عقلاً ممکن بالذات ہے''۔

(فتاوی فیض الرسول، ج۱ص۹)

(۵) مولانا احمد رضا خان لکھتا ہے:

''اگر نبوت ختم نہ ہوتی تو حضور غوث پاک نبی ہوتے اگر چہ اپنے مفہوم شرطی پر صحیح وجائز اطلاق ہے''۔

(عرفان شریعت، ص ۸۴)

ان عبارات میں ''اگر'' کا لفظ ہے جو عربی ''لو'' کے معنی کیلئے آتا ہے اور لو فرض کیلئے آتا ہے ۔(سبحان السبوح، ص ۱۳۹)

(۶) مولوی غلام نصیر الدین سیالوی لکھتا ہے:

''پھر اگر عبد الحیٰ صاحب کی اگر یہ بات مان لی جائے جیسا کہ وہابی باور کراتے ہیں تو پھر ان کی کتابوں میں یہ تو بھی لکھا ہوا ہے کہ نبی پاک کے بعد غیر تشریعی نبی آسکتا ہے صاحب شریعت نبی نہیں آسکتا''۔

(عبارات اکابر کا تحقیقی جائزہ، ص ۳۶۱، ج۱)

مولانا عبد الحیٰ لکھنویؒ کو بریلوی اپنے اکابر میں سے مانتے ہیں چنانچہ عبد المجید سعیدی لکھتا ہے:

''دیو بندی حضرات خوش فہمی سے سنی عالم دین حضرت مولانا عبد الحیٰ لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ کو ان کی کثرت تصانیف کی بناء پر اپنے کھاتے میں ڈالنے کی کوشش کرتے ہیں کہ ایں خیال است ومحال است وجنوں''۔

(تنبیہات، ص ۱۲۴)

مولوی عمر اچھروی لکھتا ہے:

''احناف کا عقیدہ ہے کہ نبی ﷺ کے خاتم النبیین ہونے کے بعد کسی نبی کو فرض کرنا بھی کفر ہے''۔(مقیاس حنفیت، ص ۲۱۰)

اور مولوی حسن علی رضوی لکھتا ہے:

''اگر فرض کر لیا جائے کہ حضور کے بعد بھی دوسرا نبی پیدا ہوسکتا ہے تو پھر حضور

آخرالانبیاء کیسے قرار پائیں گے۔ حضور کے بعد بھی نئے نبی کے پیدا ہونے کو
فرض کرنا کھلے طور پر بتا رہا ہے کہ مولوی قاسم نانوتوی کے نزدیک خاتمیت محمدی
کا معنی ختم زمانی نہیں بلکہ ختم ذاتی ہے لہذا ان حقائق سے ثابت ہوگیا کہ مولوی
قاسم صاحب خاتم الانبیاء یعنی آخرالانبیاء کا انکار کر کے ضروریات دین کے منکر
ہوئے اور بحکم شریعت اسلامیہ......کافر و مرتد ہوئے''۔

(محاسبہ دیوبندیت، ج ۲، ص ۴۵۸)

اس حوالے سے دو باتیں معلوم ہوئیں ماقبل میں جن علماء کے حوالے دئے کہ جنہوں نے کسی نبی کو فرض کیا وہ ایک تو ختم نبوت سے مراد ذاتی نبوت لے کر مولانا قاسم نانوتویؒ کے ہمنوا ہوئے دوسری بات یہ سب کے سب ضروریات دین کے منکر ہو کر بحکم حسن علی رضوی کافر و مرتد بھی ہوئے۔

تحذیر الناس پر اعتراض کرنے والے خود کفر تلے

الحمدللہ ماقبل کی تقریر سے ثابت ہوگیا کہ تحذیر الناس پر اعتراض کرنے والے خود کفر کی زد میں آرہے ہیں اور آئے بھی کیوں نہ کہ یہ کتاب خالص اصول اسلام پر لکھی گئی شریف الحق امجدی اس بات کا برملا اعتراف کرتا ہے:

''نانوتوی صاحب جیسا بیدار مغز محقق ماہر مناظر'' (دیوبندیوں سے لاجواب سوالات، ص ۷۶)

تو ایسے محقق و بیدار مغز مناظر کی تحقیقات عالیہ پر اعتراض کرنا خود اپنی مٹی پلید کرنے کے مترادف ہے۔

□□□□□□□□□□□□□□□□

تحذیر الناس کی عبارات کی توضیح پر اعتراضات کا جائزہ

یہ اعتراضات زیادہ تر عبارات اکابر کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ سے لئے گئے ہیں

اعتراض نمبر ۱:

خاتم النبیین کے معنی سب میں آخری نبی ہونے کو جو تفاسیر واحادیث اور اجماع امت سے قطعی اور متواتر طور پر ثابت ہو چکے ہیں انہیں عوام اور جاہلوں کا خیال بتلانا نہیں یعنی حضور علیہ السلام صحابہ کرام آئمہ دین کو کوتاں فہم ٹھہرانا تمام امت کو عوام اور نافہم قرار دینا۔ یہ سب کفر ہے۔

جواب:

یہ اعتراض سراسر جاہلانہ ہے۔ حضرت نانوتویؒ نے اس آیت کے معنی آخری نبی ہونے کو عوام اور کوتاہ فہم کا عقیدہ ہرگز نہیں کہا اس لئے کہ اس آیت کے معنی آخری نبی ہونا تو خود حضرت نانوتویؒ کو بھی مسلم ہے انہوں نے اس آیت کے معنی کو صرف آخری نبی ہونے میں منحصر کرنے کو عوام کا خیال بتایا۔

یعنی اس کے ظاہر معنی تو یہی ہیں کہ آپ ﷺ اللہ کے آخری نبی ہیں آپ پر نبوت ختم ہے مگر راسخین فی العلم کے ہاں اس آیت سے نہ صرف حضور ﷺ کا ختم نبوت زمانی ہونا ثابت ہورہا ہے بلکہ ختم نبوت مرتبی کا بھی اثبات ہورہا ہے۔

مولوی احمد رضا خان صاحب لکھتے ہیں کہ

عوام سے مراد وہ ہوتے ہیں جو حقائق تک نہ پہنچے ہوں چاہے عالم کہلاتے ہوں

(فہارس فتاویٰ رضویہ ص ۴۰۱)

اسی طرح مولوی احمد رضا خان صاحب کہتے ہیں کہ:

”اغنم علیک ان جعلتک اخرالانبیاء کیا تمہیں اس بات کا غم ہوا ہے کہ میں نے تمہیں سب سے پچھلا نبی کیا؟ عرض کی نہیں اے رب میرے۔ ارشاد فرمایا میں نے انہیں اس لئے سب سے پچھلی امت بنایا کہ سب امتوں کو ان کے سامنے رسوا کروں“۔

(ملفوظات، حصہ سوم۔ص ۳۱۲)

حضور ﷺ کو اس کا افسوس نہ ہونا اپنی جگہ مسلم لیکن اس عبارت سے یہ بات ضرور ٹپکتی ہے کہ مولوی احمد رضا خان کے خیال میں کہ حضور ﷺ اپنے آخری نبی ہونا پر چنداں خوش بھی نہ تھے، اورآپ کے آخری نبی ہونے میں صرف اس امت کا اعزاز تھا اس میں آپ کی بالذات فضیلت کوئی نہ تھی۔العیاذ باللہ۔ کہئے بریلوی حضرات اپنے اعلی حضرت پر بھی کسی قسم کا فتوی لگانے کی جرات کریں گے؟

اعتراض نمبر ۲:

معنی متواتر قطعی جو ثابت بالحدیث واجماع ہیں کچھ فضیلت نہ ماننا (یہ بھی کفر ہے۔)۔

جواب:

یہ بھی آپ کا دجل وفریب ہے اور یہی دجل وفریب احمد رضا خان صاحب نے حسام الحرمین کیا۔حضرت نانوتویؒ نے تاخر زمانی میں بالذات افضلیت ہونے کا انکار کیا ہے نہ کہ مطلقاً فضیلت کا انکار کیا ہے۔بالذات فضیلت اور مطلقاً فضیلت میں زمین آسمان کا فرق ہے جیسا کہ اہل لسان پر مخفی نہیں۔اس کو ایک مثال سے سمجھئے

اگر تاخر زمانی یعنی صرف بعد میں آنا ہی فضیلت کا باعث تو حضرت علیؓ کو حضرت ابوبکر صدیقؓ حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ سے افضل مانیں......؟ مگر کوئی بھی اس کا قائل نہیں تو حضرت نانوتویؒ بھی کہہ رہے ہیں کہ آخر میں آنا یقیناً فضیلت کا باعث ہے لیکن فضیلت کا باعث صرف اسی ایک وصف کو سمجھنا اور فضیلت کو اسی میں منحصر کرنا یہ درست نہیں۔

اعتراض نمبر ۳:

اعلی حضرت نے تحذیر الناس کی جو عبارات نقل کی ہے ان میں سے ہر ایک مستقل کفر ہے لہذا عبارات کو آگے پیچھے نقل کر کے بددیانتی کا الزام لگانا درست نہیں۔

جواب:

اگر ہر عبارت کو معاذ اللہ مستقل کفر جانا جائے تو احمد رضا خان صاحب نے تحذیر

الناس کی ایک عبارت یہ نقل کی کہ:

"بلکہ بالغرض آپ کے زمانہ میں بھی کہیں اور کوئی نبی ہو جب بھی آپ کا خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے"۔

(حسام الحرمین مع تمھید ایمان ص ۷۰ مکتبہ المدینہ)

یہ ٹکڑا تحذیر الناس ص ۶۵ مطبوعہ ادارہ تحقیقات اہلسنت سے لیا گیا ہے۔ اگر اس عبارت کو بھی معاذ اللہ مستقل کفر مانا جائے تو خود احمد رضا خان کافر ہو جاتا ہے کہ وہ خود ملفوظات میں کہتا ہے

عرض: حضرت خضر علیہ السلام نبی ہیں یا نہیں۔

ارشاد: جمہور کا مذہب یہی اور صحیح بھی یہی ہے کہ وہ نبی ہیں زندہ ہیں خدمت بحر انہیں سے متعلق ہے۔ اور الیاس علیہ السلام بر (خشکی) میں ہیں پھر فرمایا چار نبی زندہ ہیں کہ ان کو و عدہ الہیہ ابھی آیا ہی نہیں۔

(ملفوظات حصہ چہارم ص ۳۸۰ فرید بک سٹال، غیر تحریف شدہ ایڈیشن)

غور فرمائیں جب یہ چار نبی زندہ ہیں اب تک تو لا محالہ نبی علیہ السلام کے زمانے (ظاہری حیات) میں بھی زندہ ہونگے تو حضرت نانوتویؒ کا یہ کہنا کہ بالفرض آپ کے زمانے میں بھی کہیں اور کوئی نبی ہو جب بھی آپ ﷺ کا خاتم ہونا بدستور باقی ہے۔

اگر معاذ اللہ کفر ہے تو احمد رضا خان نے ان سے بھی بڑھ کر کفر کیا کہ حضرت نانوتوی تو قضیہ فرضیہ مان رہے ہیں اور وہ بھی ایک نبی کیلئے اور رضا خان صاحب قضیہ حقیقیہ مان رہے ہیں وہ بھی چار انبیاء کیلئے۔

اعتراض نمبر ۴:

خاتم النبین کا یہ معنی کہ حضور علیہ السلام بالذات نبی ہیں اور باقی انبیاء بالعرض نبی ہیں کس حدیث میں ہے اور کونسی تفسیر میں ہے۔

جواب:

لگتا ہے سیالوی صاحب آپ کو اب تک ذاتی اور عرضی کا معنی ہی معلوم نہیں اور اسے

اردو والا ذاتی اور عرضی سمجھ رہے ہیں تو سنئے

ملا مبین شرح سلم العلوم میں فرماتے ہیں۔

الذاتی فی اللغۃ ما کان منسوباً الی الذات فی الاصطلاح ھو ما لیس لعارض۔ (ص ۱۱۲)

ذاتی اصطلاح منطق میں اس وصف کو کہتے ہیں جو عارض نہ ہوئی ہو۔

تو جناب اس تعریف کی بناء پر حضور علیہ السلام بالذات نبی ہیں کا معنی یہ ہوں گے کہ حقیقت محمدیہ ﷺ جب سے نبوت کی شان سے آرستہ ہیں آپ پر کوئی ایسا وقت نہیں کہ آپ پہلے وجود میں آئے ہوں پھر نبوت ملی ہو۔

جیسا کہ حدیث ہے کہ کنت نبیاً و ادم بین الماء و الجسد

اور شرح مطالع میں ذاتی اور عرضی کے بہت سے معنی لکھے ہیں جن میں سے دو یہ ہیں:

الخامس ان یکون دائم الثبوت للموضوع و ما لا یدوم ھو العرضی۔ السادس ان یحصل لموضوعہ بلا واسطۃ و فی مقابلتہ العرضی۔

(مطالع الانوار فی الحکمۃ والمنطق للقاضی سراج: ص ۶۵ مطبوعہ ۱۳۰۳ھ)

ترجمہ: ذاتی اور عرضی کا پانچواں معنی وہ ہے کہ جو چیز اپنے موضوع کے لئے ہمیشہ ثابت ہو وہ ذاتی ہے اور جو چیز دوامی نہ ہو وہ عرضی ہے چھٹا معنی یہ ہے کہ جو چیز موضوع کو بلا واسطہ ہو وہ ذاتی ہے اور جو کسی واسطہ سے حاصل ہو وہ عرضی ہے۔

تو معلوم ہوا کہ آپ ﷺ نبی بالذات ہیں کہ نبوت آپ کیلئے ہمیشہ سے ثابت ہے اور ہمیشہ تک ثابت رہے گی اور چونکہ باقی انبیاء کو نبوت آپ کے بعد ملی لہٰذا وہ نبوت بالعرض سے متصف ہوئے اور چھٹے معنی کے لحاظ سے بھی آپ بالذات نبی ہیں کہ آپ کی نبوت بلا واسطہ ہے اور باقی انبیاء کو نبوت آپ کے واسطے سے ملی لہٰذا وہ نبوت بالعرض سے متصف ہوئے۔

بتایئے قرآن کی کونسی آیت اور کونسی حدیث اس کے معارض ہے۔۔؟؟

چلیں ہم اسے آپ کے والد صاحب اشرف سیالوی صاحب سے ہی ثابت کر دیتے ہیں وہ لکھتے ہیں۔

تمام رسولوں اور نبیوں کی نبوتیں رحمۃ للعالمینؐ کی بدولت اور آپ کے طفیل ہیں
(کوثر الخیرات ص ۹۹)

یہ الگ بات ہے کہ آپ کے والد صاحب اب اس عقیدے پر نہیں رہے اور آپ کا اور اشرف سیالوی کا اب جدید عقیدہ یہ ہے کہ نبی علیہ السلام پہلے سے نبی نہ تھے بلکہ ۴۰ سال کی عمر میں آپ کو نبوت دی گئی۔

پس جب یہ ثابت ہوا کہ نبوت بالعرض کا معنی یہ ہے کہ آپ سب سے پہلے نبی ہیں اور آپ کو نبوت بلا واسطہ ملی اور باقی انبیآء کی نبوت بالعرض ہے کہ ان کو نبوت آپ کے واسطے اور آپ کے بعد ملی تو اب نبوت بالذات اور نبوت بالعرض کی قرآن وحدیث سے ایک ایک دلیل بھی ملاحظہ فرمالیں تا کہ آپ کا مطالبہ پورا ہو جائے۔

اللہ تعالیٰ قرآن میں فرماتا ہے کہ:

واذا اخذ اللہ میثاق النبیین لما اتیتکم من کتاب و حکمۃ ثم جاء کم رسول مصدق لما معکم لتؤمنن بہ لتنصرنہ

یہ آیت اس بات کا واضح بیان ہے کہ آپ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے مرتبہ نبوت پر فائض کیا اور دوسرے انبیاء سے عہد لیا کہ اگر بالفرض وہ بھی آپ کے زمانے میں ہوں تو آپ ﷺ کی پیروی کے بغیر ان کو کوئی چارہ نہیں۔

آپ کے مولوی احمد رضا خان صاحب اس آیت کے متعلق لکھتے ہیں کہ:

امام علامہ تقی الملۃ والدین ابوالحسن علی بن عبدالکافی سبکی رحمۃ اللہ علیہ نے اس آیت کی تفسیر میں ایک نفیس رسالہ ''التعظیم والمنۃ فی لتؤمنن بہ ولتنصرن لکھا اور اس میں آیت مذکورہ سے ثابت فرمایا کہ ہمارے حضور صلوت اللہ وسلامہ علیہ سب انبیاء کے نبی ہیں اور تمام انبیاء و مرسلین اور ان کی امتیں سب حضور کی امتی۔ حضور کی نبوت و رسالت زمانہ سیدنا ابوالبشر علیہ الصلوۃ والسلام سے روز قیامت تک جمیع خلق اللہ کو عام شامل ہے اور حضور کا ارشاد و کنت نبیا وادم بین الروح والجسد اپنے معنی حقیقی پر ہے، اگر ہمارے حضور حضرت آدم و نوح و ابراہیم و موسیٰ و عیسیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہم وسلم کے زمانے میں ظہور فرماتے ان پر فرض ہوتا کہ حضور پر ایمان لاتے اور حضور

کے مددگار ہوتے۔اسی کا اللہ تعالیٰ نے ان سے عہد لیا تھا اور حضور کے نبی الانبیاء ہونے ہی کا باعث ہے کہ شب اسراء تمام انبیاء و مرسلین نے حضور کی اقتداء کی اور اس کا پورا ظہور ونشور ہوگا جب حضور کے زیر لواء آدم و من سواکافہ رسل و انبیاء ہونگے۔صلوٰت اللہ وسلامہ علیہ وعلیہم اجمعین ۔۔۔محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رسولوں کے رسول ہیں۔۔۔غرض صاف صاف جتارہے ہیں کہ مقصود اصلی ایک وہی ہیں باقی سب تابع و طفیلی۔

(تجلی الیقین ۲۲/ ۲۳/ ۲۴، پروگریسو بکس لاہور)

الحمدللہ سیالوی صاحب ہم نے تو آپ کا مطالبہ پورا کردیا اب ذرا ہماری گزارش بھی سن لیں۔

آپ نے کہا کہ حضرت نانوتویؒ نے یہ معنی کس حدیث کس تفسیر میں ہے۔

اسی طرح اپنی کتاب کے ص ۲۰۱ پر لکھتے ہیں کہ:

''جو قرآن کی تفسیر اپنی رائے سے کرے وہ کافر ہے''۔

دوسری طرف احمد رضا خان صاحب لکھتے ہیں کہ:

اقول توبہ کے معنی ہیں نافرمانی سے بازآنا جس کی معصیت کی ہے اس سے عہد اطاعت کی تجدید کرکے اسے راضی کرنا اور نص قطعی قرآن سے ثابت کہ اللہ عزوجل کا ہر گنہگار حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا گنہگار ہے قال اللہ تعالیٰ من یطع الرسول فقد اطاع اللہ ویلزمہ عکس النقیض من لم یطع اللہ لم یطع الرسول وھو معنی قولنا من عصی اللہ فقہ عصی الرسول اور قرآن عظیم حکم دیتا ہے کہ اللہ ورسول کو راضی کرو قال اللہ تعالیٰ واللہ ورسولہ احق ان یرضوہ ان کانوا مومنین سب سے زیادہ راضی کرنے کے مستحق اللہ ورسول ہیں اگر یہ لوگ ایمان رکھتے ہیں۔۔۔

یہ نفیس فوائد کہ اعتطر اداز بان پر آگئے قابل حفظ ہیں کہ اس رسالے کے غیر میں نہ ملیں گے۔

(جزاء اللہ عدوہ باباہ ختم النبوۃ ص ۴۸، مکتبہ نبویہ گنج بخش روڈ ۱۹۹۸)

خط کشیدہ الفاظ پر غور فرمائیں خان صاحب کہتے ہیں کہ میں نے جو توبہ کا مطلب اور ان آیات میں نے جو نکتہ بیان کیا ہے وہ میرے اس کتاب کے علاوہ کہیں اور نہیں ملیں گے۔

اب سوال یہ ہے کہ احمد رضا خان صاحب کی بیان کردہ یہ فوائد یا نکات یا تفسیر جو بھی آپ کہہ لیں کسی حدیث یا تفسیر میں ہے؟

اگر ہیں تو احمد رضا خان صاحب کا اپنے دعوے میں کاذب ہونا لازم آرہا ہے، اگر نہیں تو آپ کے فتوے کی رو سے کافر، کہئے کیا جواب ہے؟ میرے خیال میں کافر کہنے سے کاذب تسلیم کرلینا زیادہ آسان رہے گا۔

آپ کے مفتی احمد یار گجراتی صاحب لکھتے ہیں۔

لن تنالوا البر حتی تنفقوا مما تحبون (آل عمران: ۹۲)

شب برات کا حلوہ اور میت کی فاتحہ اس کھانے پر کرنا جو میت کو مرغوب تھی اس سے مستنبط ہے۔ (نور العرفان ص ۱۴۱، نعیمی کتب خانہ)

کہئے جناب اس آیت کی تفسیر میں ''شب برأت کا حلوہ'' کس مسلم بین الفریقین مفسر نے کیا ہے؟

آنجناب تو بزعم خویش مناظر اعظم صاحب اور اشرف العلماء کے فرزند ہیں کئی تفاسیروں کا مطالعہ کر چکے ہونگے ورنہ اپنا فتوی تو آپ کو یاد ہی ہوگا۔

اعتراض نمبر ۵:

اگر ایک آدمی نماز کی فرضیت کا قائل ہو اور اس کی فرضیت کے منکر کو کافر قرار دے لیکن آیت کریمہ اقیموا الصلوٰۃ کا معنی تبدیل کرتے ہوئے اس کا معنی ورزش کرنا قرار دے تو کیا وہ کافر نہیں ہو جائے گا تو جو حکم اس کا ہوگا وہی حکم نانوتوی صاحب کا ہوگا۔

جواب:

آپ کا یہ قیاس بھی قیاس مع الفارق بلکہ جہالت ہے حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے کہیں بھی خاتم النبین کے منصوص معنی تبدیل نہیں کئے بلکہ وہی معنی بیان کئے جو قرآن وسنت سے ثابت اور جس پر اجماع امت ہے اگر انہوں نے خاتم زمانی کے ساتھ خاتم مرتبی کو بیان کردیا تو دونوں میں کوئی منافات نہیں بلکہ خاتم زمانی خاتم مرتبی کو لازم ہے۔

دیکھیں سورۃ بقرۃ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم کا واقعہ منقول ہے کہ بنی اسرائیل

میں ایک شخص کو قتل کر دیا گیا تھا قاتل کیلئے بچھڑا ذبح کیا گیا۔ مگر دوسری طرف صوفیاء کا گروہ اس واقعہ کی تفسیر یوں کرتے ہیں کہ بقرہ سے مراد نفس ہے چنانچہ خود احمد یار گجراتی صاحب لکھتے ہیں:

ہر قوم بچھڑے کی پجاری ہے جو چیز رب سے غافل کرے وہی بچھڑا ہے۔۔الخ

(تفسیر نعیمی ص ۳۴۱)

اب بتایئے کیا احمد یار گجراتی بقرہ کی یہ تفسیر کر کے تفسیر ماثورہ کے منکر ہو گئے۔۔؟؟

اسکی ایک اور مثال سمجھئے حق تعالیٰ نے بنی اسرائیل میں قرآن پاک کو شفاء کہا ہے ایک عالم کہتا ہے کہ اگر اس کو شفاء جسمانی و روحانی دونوں سے مطلق رکھائے تب تو دونوں صحتوں کی شفاء مراد ہوگی۔ لیکن اگر ایک ہی مراد ہو تو قرآن کریم کے شایان شان شفاء روحانی ہے۔ تو ظاہر ہے کوئی احمق بھی اس سے یہ نہیں سمجھے گا کہ اس نے قرآن کی شفاء جسمانی کی تاثیر سے انکار کر دیا۔ مگر برا ہو تعصب کا کہ سیالوی صاحب اور ان کی جماعت کو ہر چیز الٹی ہی نظر آتی ہے۔ شاید سیالوی صاحب کے نزدیک کچھ لکھ دینے کا نام ہی جواب ہوتا ہے۔

سیالوی صاحب کے ان لچر اعتراضات کو دیکھ کر یقین آ گیا کہ سیالوی صاحب بریلی جانے والے کام کر رہے ہیں۔

(بریلی جانے کا کام کیا: مقولہ بریلی میں چند سال پیشتر بہت بڑا پاگل خانہ تھا۔۔۔۔اس شخص کی نسبت کہتے ہیں جو پاگلوں کی کوئی حرکت یا خلاف عقل کوئی کام کرے۔ نور اللغات ص ۶۲۱ ج ۱)

اعتراض نمبر ۶:

نانوتوی صاحب نے نبی علیہ السلام کی نبوت کی بالذات مانا باقی انبیاء کی نبوت کو بالعرض اس سے تو باقی انبیاء کی نبوت کا انکار ہو جائیگا اس لئے کہ جو کسی وصف سے بالعرض موصوف ہو اس کے ساتھ اس کا اتصاف مجازی ہوتا ہے۔ جیسے جالس فی السفینۃ کو بھی متحرک کہا جاتا ہے کشتی وصف متحرک کے ساتھ حقیقتاً متصف ہے اور جو اس میں سوار ہے وہ مجازاً متصف تو اس سے اسکی نفی کرنا بھی جائز ہے۔

جواب:

ہم نے اعتراض نمبر ۴ کے جواب میں بالذات اور بالعرض کی وضاحت قدرے تفصیل سے کردی ہے اس کو دوبارہ پڑھ لیں۔حضرت نانوتویؒ فرماتے ہیں کہ تمام انبیآء کی نبوت اور رسالت حق ہے پر جناب رسول علیہ السلام کے درجہ کا کوئی نہیں آپؐ کی نبوت بالذات یعنی اولاً اور باقی انبیآء کی نبوت آپ کے فیض اور واسطے سے ہے۔

معترض صاحب کو شاید معلوم نہیں کہ واسطہ فی العروض میں وصف کی نفی بالذات کی ہوتی ہے نہ کہ وصف بالعرض کی جالس فی السفینۃ سے حرکت کی نفی نہیں بلکہ بالذات حرکت کی نفی ہے اور جالس فی السفینہ متحرک بالعرض ہوتا ہے اس سے اس کی نفی نہیں ہوتی۔لہٰذا دوسرے انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام سے بالعرض نبوت کی نفی ہرگز درست نہیں ہاں بالذات کی نفی ضرور ہے لیکن بالذات نبوت ان کے لئے ثابت ہی کب ہے۔فافہم۔

اعتراض نمبر ۷:

نانوتوی صاحب نے لکھا کہ آپ ﷺ کو نبوت قدیم عطا فرمائی اور دیگر انبیآء کو نبوت حادث عطا فرمائی۔جب آپ خود حادث ہیں تو نبوت جو صفت ہے آپ کو وہ کیسے قدیم ثابت ہوگی۔(عبارات اکابر ص ۲۰۰)

جواب:

خدا آپ کو عبارت سمجھنے کی توفیق دے حضرت مولانا نانوتویؒ کی عبارت میں قدوم و حدوث سے مراد قدم اضافی ہے نہ کہ حقیقی اور یہاں پر ''قدم'' ''مقدم'' کے معنی میں ہے مطلب یہ کہ آپ کی نبوت بہ نسبت دوسرے انبیآء کے قدیم ہے۔

چنانچہ حضرت نانوتویؒ لکھتے ہیں:

> ''علاوہ بریں حدیث کنت نبیأو ادم بین الماءو الطین بھی اسی جانب مشیر ہے کیونکہ فرقِ قدم نبوت اور حدوث نبوت باوجود ۔۔دنوعی خوب جب ہی چسپاں ہوسکتا ہے کہ ایک جا یہ وصف ذاتی ہو اور دوسری جا عرضی اور فرق قدم وحدوث اور دوام وعروض فہم ہو تو اس حدیث سے ظاہر ہے ہر کوئی سمجھ سکتا ہے کہ اگر نبوت کا ایسا قدیم ہونا کچھ آپ ہی کے ساتھ مخصوص نہ ہوتا تو آپ مقام

اختصاص میں یوں نہ فرماتے"۔ (تحذیر الناس ص ۵۰)

اسی طرح حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ:

"آفتاب کا نور کسی اور کا فیض نہیں اور ہماری غرض وصف ذاتی ہونے سے اتنی ہی تھی" (تحذیر الناس ص ۴۳)

یعنی جس طرح آفتاب کا نور کسی اور جرم سماوی کا فیض نہیں جب سے اسے خدا نے بنایا یہ دائما نورانی ہے حضور ﷺ کی نبوت بھی کسی اور کا فیضان نہیں جب سے خدا نے آپ کی روح مقدسہ کو پیدا فرمایا موصوف بالنبوۃ فرمایا حضرت لکھتے ہیں کہ:

"آپ موصوف بالوصف نبوۃ بالذات ہیں اور سوا آپ کے اور نبی موصوف نبوت بالعرض اوروں کی نبوت آپ کا فیض ہے اور آپ کی نبوت کسی اور کا فیض نہیں آپ پر سلسلہ نبوت ختم ہو جاتا ہے غرض آپ جیسے نبی الامت ہیں ویسے ہی نبی الانبیاء بھی ہیں"۔ (تحذیر الناس ص ۴۴)

ان تصریحات اور مثالوں سے واضح ہے کہ حضرت مولانا مرحوم کی لفظ قدم سے مراد کیا تھی آپ اسے پہلے کے مضمون میں استعمال فرما رہے تھے ازلی کے مضمون میں نہیں۔ اگر بریلویوں کے نزدیک اس قسم کے لچر اعتراضات کا نام "کفر" تو ایک عدد کفر کا فتوی "محکمہ آثار قدیمہ" پر بھی لگادیں کیا بریلوی یہاں "قدیمہ" کا معنی "ازلی" کریں گے؟

بریلویوں کے اشرف العلماء مولوی اشرف سیالوی لکھتے ہیں کہ:

"علامہ قسطلانی اور علامہ آلوسی نے نور نبیک اور کنت نبیا کا مصداق حقیقت محمدیہ علی صاحبہا الصلوۃ والتحیۃ ہونا بیان فرمایا ہے جس سے قدم نبوت واضح ہوتا ہے"۔ (کوثر الخیرات۔ ص ۹۶)

امید کرتا ہوں کہ جو فتوی بریلویوں نے حضرت حجۃ الاسلام کیلئے تجویز کیا تھا وہی اشرف سیالوی صاحب پر بھی لگائیں گے ورنہ بروز قیامت اس ناانصافی پر خدا کو کیا جواب دیں گے؟۔ علامہ سید شریف جرجانی رحمۃ اللہ علیہ "قدم" کے ایک معنی بیان کرتے ہیں کہ:

هو كون الشيء غير محتاج الى الغير"۔

(التعریفات: ص ۱۸۳، دار الکتب العلمیہ بیروت)

کہ کسی شے کا اپنے غیر کی طرف محتاج نہ ہونا۔

تو یہاں بھی حضور ﷺ کے وصف نبوت کے قدیم ہونے سے مراد ہے کہ آپ ﷺ اپنی نبوت میں کسی دوسرے نبی کے محتاج نہیں ہیں،

اعتراض نمبر ۸:

سیالوی صاحب بالفرض والی عبارت نقل کرنے کے بعد کہتے ہیں:

ان کے نزدیک اگر نیا نبی آجائے تو خاتمیت میں کچھ فرق نہیں آتا تو جب خاتمیت زمانی جو لازم تھی وہ باطل ہوگئی تو خاتمیت ذاتی جو ملزوم تھی وہ بھی باطل ہوگئی کیونکہ لازم کا بطلان ملزوم کے بطلان پر دلیل ہوتا ہے۔ (عبارات اکابر ص ۲۰۱، رد شہاب ثاقب ۲۳۳)

جواب:

اس اعتراض کا جواب ایک مثال کے ذریعہ سمجھیں

آفتاب کا طلوع ملزوم ہے اور دن کا ہونا اسکو لازم ہے۔ اگر ہم دن کے وقت کسی دوسرے آفتاب کا وجود فرض کریں اور یہ دعویٰ کریں کہ چونکہ یہ دوسرا اسی کا نائب اور اس سے روشنی حاصل کرتا ہے اس لئے آفتاب کی خاتمیت مرتبی قائم ہے۔ تو اس فرض سے آفتاب کے لازم یعنی دن کے وجود کو کیا نقصان پہنچے گا؟

کیا آپ کے خیال میں رات ہوجائیگی؟ ذرا سوچ کر جواب دیجئے گا پھر جب ملزوم ہی باطل نہیں تو لازم کیسے باطل ہوگیا؟ بالکل اسی طرح بالفرض یعنی بفرض محال اگر کوئی دوسرا نبی دنیا میں پیدا ہوجائے تو آپ کی خاتمیت مرتبی پھر بھی قائم ہے اور چونکہ خاتمیت زمانی بھی اس کو لازم ہے اس لئے ناممکن ہے کہ کوئی دوسرا نبی پیدا ہو۔

اعتراض نمبر ۹:

نانوتوی صاحب نے ختم زمانی کا مقام مدح میں ہونے سے انکار کیا ہے اور کہا ہے کہ آخری نبی ہونے میں آپ کی کوئی فضیلت نہیں جبکہ خود حضور نے اپنے خاتم النبین ہونے کو مقام مدح میں ذکر کیا ہے۔ (ملخصاً ص ۱۹۱ عبارات اکابر)

جواب:

یہ اعتراض بھی بالکل جاہلانہ ہے۔ حضرت نے ختم نبوت زمانی کی فضیلت مطلقہ کا ہرگز انکار نہیں کیا جیسا کہ بریلوی سمجھ رہے ہیں ہم بار بار اس کی وضاحت کر چکے ہیں۔ اگر وہ اسکے منکر ہوتے تو تحذیر الناس میں جگہ جگہ نبی علیہ السلام کیلئے اس کا اثبات کیوں کرتے؟

بلکہ حضرت نانوتویؒ خاتم النبین کو خاتم زمانی کے معنی ہی میں منحصر کردینے اور بالذات اسی کو مقام مدح اور مقام فضیلت ماننے کے منکر ہیں۔ اس کو ایک مثال سے سمجھئے: قاعدہ یہ ہے کہ مقام مدح میں ممدوح کے اعلیٰ اوصاف کو ضرور ذکر کیا جاتا ہے۔ مثلاً کوئی عالم فقیہ بھی ہو محدث بھی ہو مفسر بھی ہو اور ساتھ ہی حافظ قرآن بھی ہو تو اس موقع پر صرف اتنا ہی نہیں کہا جائے گا کہ وہ حافظ قرآن ہیں بلکہ ان کے دوسرے اعلیٰ اوصاف ضرور ذکر کئے جائینگے۔

پس ایسے ہی سمجھئے کہ مولانا محمد قاسم صاحب کی اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ چونکہ خاتمیت زمانی میں بالذات فضیلت نہیں بلکہ بالعرض فضیلت ہے۔ اس لئے لفظِ خاتم النبین سے اگر صرف خاتمیت زمانی ہی مراد لی جائے گی تو پھر مقام مدح میں اس کا ذکر کرنا کیونکہ صحیح ہوگا ہاں اگر اس لفظ سے خاتمیت ذاتی بھی مراد لی جائے گی تو پھر یہی لفظ مقام مدح کیلئے بہت زیادہ مناسب ہوگا۔ کیونکہ یہ خاتمیت ذاتی حضور ﷺ کی نہایت اعلیٰ صفت ہے۔

اعتراض نمبر ۱۰:

نانوتوی صاحب نے کہا کہ موصوف بالعرض کا سلسلہ موصوف بالذات پر ختم ہوجاتا ہے اس طرح تو آپ ﷺ کے بعد کسی کو ایمان اور صاحب علم نہیں ہونا چاہئے کہ تحذیر الناس میں ہے کہ آپ ﷺ ایمان اور علم سے موصوف بالذات ہیں باقی بالعرض۔

ملخصاً (عبارات اکابر ص ۱۹۹)

جواب:

یہاں پر بھی آپ کو عبارت سمجھنے میں غلطی ہوئی ہے۔

حضرت نے جو ارشاد فرمایا کہ موصوف بالعرض کا قصہ موصوف بالذات پر ختم ہوجاتا ہے اس کا یہ مطلب نہیں کہ موصوف بالذات ہمیشہ آخر میں آتا ہے بلکہ جب ہم موصوف بالعرض کے بارے میں سوچیں کہ یہ وصف کہاں سے آیا تو ہماری سوچ کی وہاں انتہاء ہوجائے۔

مثال:

کائنات موجود ہیں کائنات میں بہت سی صفات وجود پائی جاتی ہیں مثلاً انسان سنتا ہے دیکھتا ہے مگر یہ صفات اس کی فانی ہے جب یہ فانی ہے تو اس کا وجود اپنا نہیں وجود ذاتی نہ ہوا بلکہ وجود عرضی ہوا تو کائنات وجود کے ساتھ بالعرض ہے اس کا وجود کسی ایسی ہستی سے آیا ہے جسکا وجود اپنا ہے اور وہ اللہ ہے چونکہ اس کا وجود اپنا ہے اس لئے یہ سوچنا بالکل بے کار ہے کہ اللہ کو کس نے پیدا کیا۔

تو اب سمجھیں کہ نبی ﷺ ایمان سے موصوف بالذات ہیں یعنی آپ علیہ السلام سب سے اول ایمان سے متصف ہیں اور باقی آپ کے واسطے آپ کے فیض سے متصف ہیں سو باقی افراد کا ایمان بالعرض ہوا اور آپ کا بالذات جس طرح کہ مفتی احمد یار گجراتی صاحب لکھتے ہیں کہ :

اور بالفرض یہی معنی ہو جو آپ لے رہے ہیں تب بھی ہمارے مخالف نہیں کہ نبی علیہ السلام ایمان کے جس درجہ پر فائز تھے یقیناً آپ علیہ السلام کو ایسا ایمان آپ کے بعد کسی کو حاصل نہ ہوا نہ ہو سکے گا۔

اعتراض نمبر ۱۱:

مفتی شفیع صاحب نے ھدیۃ المھدیین میں لکھا کہ اس آیت سے آپ علیہ السلام کا آخری نبی ہونا ثابت ہوتا ہے جو اسکے علاوہ کوئی اور معنی نہیں۔ مولانا ادریس صاحب نے مسک الختام میں یہی کہا۔ اور یہی کچھ آپ کے بہت سے علماء نے اپنی کتابوں میں لکھا ہے۔

جواب:

حضرت مفتی شفیع صاحب یا حضرت مولانا ادریس صاحب یا ہمارے دیگر اکابر کی ان عبارات میں ''حصر حقیقی'' نہیں بلکہ ''اضافی'' ہے ان حضرات کی یہ کتابیں مرزائیوں کی رد میں ہیں مرزائی چونکہ ظاہری معنی میں ختم زمانی کے قطعی منکر ہیں اس لئے ان کتابوں میں ان کی ملحدانہ تاویلات اور تخصیصات کا رد کیا گیا ہے ان عبارات میں حصر بالنظر الی تاویلات الملاحدۃ ہے۔ اس کی نظیر ہم خود احمد رضا خان صاحب سے پیش کردیتے ہیں:

مولوی احمد رضا خان صاحب نے اپنی کتاب جزاء اللہ عدوہ کے حاشیہ میں لکھتے ہیں کہ

''علامہ حقی اور میرک نے حضور کے فضائل کے بیان میں لکھا تھا کہ آپ کی امت کی توبہ صرف استغفار سے قبول ہو جاتی ہے اس پر ملا علی قاریؒ نے جمع الوسائل میں اعتراض کیا کہ اس کا قائل علماء میں سے کوئی بھی نہیں ہوا ہے اور لکھا کہ توبہ کے عین رکن ہیں (۱) ندامت گزشتہ معصیت پر (۲) ترک فی الحال (۳) اور آئندہ اس گناہ سے باز رہنے کا پختہ ارادہ۔

فاضل بریلوی ملا علی قاری کے اس اعتراض کا جواب دیتے ہوئے اخیر میں لکھتے ہیں:

المقصود الحصر بالنسبہ الی ما کان علی الامم السابقۃ من الامر

یعنی علامہ اور میرک کا مطلب یہ نہیں ہے کہ بس قبولیت توبہ کیلئے صرف استغفار ہی کی ضرورت ہے ندامت وغیرہ ارکان توبہ ضروری نہیں بلکہ یہ حصر ان تکالیف شاقہ کے لحاظ سے ہے جو اگلی امتوں کو قبولیت توبہ کیلئے اٹھانی پڑتی تھیں گویا علامہ حقی اور میرک کے اس قول کا مطلب یہ ہے کہ امت محمدیہ کو توبہ کی قبولیت کیلئے استغفار کافی ہے ان کو قتل النفس امور شاقہ کی ضرورت نہیں ۔(جزآء اللہ عدوہ ص ۲۶,۲۵)

پس جس طرح حقی اور میرک کے حصر کو مولوی احمد رضا خان صاحب نے حصر اضافی بالنسبۃ الی ما کان علی الامم السابقہ قرار دیا ہے اسی طرح مفتی شفیع صاحب یا مولانا ادریس صاحب یا صاحب روح المعانی کی عبارات سے جو حصر مفہوم ہوتا ہے وہ بھی حصر اضافی بالنسبۃ الی تاویلات الملاحدۃ ہے۔

اعتراض نمبر ۱۲:

تمام امت کا حصر پر اجماع ہے کہ آیت خاتم النبین سے صرف اور صرف تاخر زمانی مراد ہے بس۔

جواب:

ہرگز نہیں یہ سراسر سینہ زوری ہے آپ قیامت کی صبح تک یہ ثابت نہیں کر سکتے کہ ''خاتم النبیین'' سے صرف اور صرف ''ختم زمانی'' ثابت ہے بس اور کچھ نہیں۔ اگر کہیں حصر ہے تو وہ حصر اضافی ہے نہ حصر حقیقی۔ اور حصر پر اجماع ہو بھی کیسے سکتا ہے جب خود آقا کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد پاک

ہے کہ:

لکل آیۃ ظھر و بطن و لکل حرف حدو لکل حد مطلع

علامہ سیوطی اس حدیث کی تشریح میں لکھتے ہیں کہ حدیث میں ظھر سے مراد وہ معانی ہیں جو ظاہر کے اعتبار سے اہل علم کیلئے کھول دئے گئے ہیں اور بطن سے مراد وہ چھپے ہوئے اسرار ہیں جس پر اللہ تعالی صرف ارباب حقائق کو آگاہ کرتا ہے ان کی اصل عبارت ملاحظہ ہو:

ان ظھرھا ما ظھر ھا من معانیھا لاھل العلم بالظاھر و بطنھا ما تضمنتہ من الاسرار التی اطلع اللہ علیھا ارباب الحقائق۔ (الاتقان فی علوم القرآن: ج ۲،ص ۳۶۶، ۳۶۷، دارالکتب العلمیہ)

اور آگے اس حدیث کا ایک مطلب نقل کرتے ہیں کہ:

لا یفقہ الرجل کل الفقہ حتی یجعل للقرآن وجوھا

(الاتقان فی علوم القرآن: ج ۲،ص ۳۶۷، دارالکتب العلمیہ)

آدمی اس وقت تک کامل فقیہ نہیں ہوسکتا جب تک قرآن کیلئے متعدد توجیہات نہ نکال لے۔

کیا حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کا قصور صرف یہ ہے کہ انہوں نے اس حدیث کے مطابق ان حقائق ودقائق کو کھول لیا جن پر اللہ نے ان کو مطلع فرمادیا تھا؟ اور آپ کے مولوی احمد رضا خان صاحب لکھتے ہیں کہ:

قال البعض العلماء لکل آیۃ ستون الف فھم

(الدولۃ المکیۃ: ص ۹۸، مکتبہ رضویہ آرام باغ)

بعض علماء نے فرمایا ہر آیت کیلئے ساٹھ ہزار مفہوم ہیں

و عن بعض الاولیاء من بیت ابی فضل و جدنا تحت کل حرف من القرآن اربعمائۃ الف لک من المعانی و کل حرف منہ لہ معان فی موضع غیر المعانی التی لہ فی موضع اخر۔ (الدولۃ المکیۃ: ص ۱۰۰، مکتبہ رضویہ آرام باغ)

بعض اولیاء سے منقول ہے کہ ہم نے قرآن کریم کے ہر حرف کے تحت میں چالیس کروڑ معانی پائے اور اس کے ہر حرف کے ایک مقام میں جو معانی ہیں وہ ان معانی کے سوا ہیں جو دوسرے

مقام میں ہیں۔
کہیے جب بقول آپ کے اعلی حضرت کے ہر آیت سے ساٹھ ہزار مفاہیم نکل سکتے ہیں اور قرآن کے ہر حرف سے چالیس کروڑ معانی نکل سکتے ہیں تو ''خاتم النبیین'' کیلئے صرف ایک معانی پر حصر کے اجماع کا دعوی کیا دروغ گوئی نہیں؟ کیا اجماع صرف اس لئے کہ حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے جو موقف پیش کیا اس سے نبی کریم ﷺ کی فضیلت ثابت ہوتی ہے جو آپ کو تسلیم نہیں؟

عتراض نمبر ۱۳: آپ نے کہا کہ نانوتوی صاحب نے جو بات کی وہ اس سے پہلے بھی علماء لکھ چکے ہیں حالانکہ نانوتوی صاحب خود اس کے منکر ہیں ان کا تو دعوی ہے کہ یہ مفہوم پہلی بار انہی کے ذہن میں آیا چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ:
''اگر بوجہ کم التفاتی بڑوں کا فہم کسی مضمون تک نہ پہنچا تو ان کی شان میں کیا نقصان آ گیا اور کسی طفل ناداں نے کوئی ٹھکانے کی بات کہہ دی تو کیا اتنی بات سے وہ عظیم الشان ہو گیا''۔
اس سے معلوم ہوا کہ نانوتوی صاحب نے جو معنی بیان کئے وہ ان کے خود ساختہ ہیں۔

جواب:

معترض صاحب کچھ تو خدا کا خوف کریں آپ نے ہر حال میں اپنی بات منوانی ہے چاہے اس کیلئے عبارت میں قطع و برید ہی کیوں نہ کرنا پڑے اس لئے کہ

ملاں آں باشد کہ چپ نشود

معترض صاحب نے تحذیر الناس کی عبارت سے جو نتیجہ نکالا ہے اس میں آپ نے سخت بد دیانتی اور خیانت کا مظاہرہ کیا ہے۔ حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ اس عبارت میں سرے سے خاتم النبیین کے معنی کا ذکر ہی نہیں کر رہے ہیں۔ اس عبارت میں تو اثر ابن عباس کی تاویل کا ذکر ہے اور فرمایا کہ اثر ابن عباس کی جو تاویل بعض علماء یا صوفیاء نے کی وہ درست معلوم نہیں ہوتی صحیح شرح وہی ہے جو میں نے لکھی (مگر یہ قطعیات میں سے نہیں اس لئے اس کے ماننے پر کسی کو مجبور بھی نہیں کرتا) لیکن اس سے ان اکابر کی تحقیر ہرگز لازم نہیں آتی ہم آپ کے سامنے حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی پوری عبارت نقل کر دیتے ہیں تا کہ عوام پر آپ کا دجل و فریب خوب

واضح ہو جائے:

نیز یہ بھی واضح ہو گیا کہ یہ اثر اسرائیلیات سے ماخوذ ہے یا انبیاء علیہم السلام اراضی ما تحت سے مبلغان احکام مراد ہیں، ہرگز قابل التفات نہیں وجہ اس کی یہ ہے کہ باعث تاویلات مذکورہ یہی مخالفت خاتمیت تھی۔ جب مخالفت ہی نہیں تو ایسی تاویلیں کیوں کیجئے جن کو مدلول معنی مطابقی سے کچھ علاقہ نہیں باقی رہی یہ بات کہ بڑوں کی تاویل کو نہ مانئے تو ان کی تحقیر نعوذ باللہ لازم آئے گی یہ انہی لوگوں کے خیال میں آسکتی ہے جو بڑوں کی بات از راہ بے ادبی نہیں مانا کرتے، ایسے لوگ اگر ایسا سمجھیں تو بجا ہے المرء یقیس علی نفسه یہ اپنا وطیرہ نہیں، نقصان شان اور چیز ہے اور خطاء ونسیان اور چیز ہے، اگر بوجہ کم التفاتی بڑوں کا فہم کسی مضمون تک نہ پہنچا تو ان کی شان میں کیا نقصان آ گیا اور کسی طفل نادان نے کوئی ٹھکانے کی بات کہہ دی تو کیا اتنی بات سے وہ عظیم الشان ہو گیا؟

گاہ باشد کہ کودکہ نادان بغلط بر ہدف زند تیرے

(تحذیر الناس: ص ۸۵، ۸۶: ادارہ تحقیقات اہل سنت)

اعتراض نمبر ۱۴:

مولانا نانوتوی نے تحذیر الناس لکھ کر مدعیان نبوت کیلئے دروازہ کھول لیا قادیانی تحذیر الناس کی عبارات کو لیکر مرزا قادیانی کی نبوت پر استدلال کرتے ہیں قادیانیوں کو نبوت کا دروازہ تم نے دکھایا۔ ۱۹۷۴ء میں مرزا ناصر نے پارلیمنٹ میں یہی تحذیر الناس پیش کی تھی اس وقت مولانا نورانی نے کہا تھا کہ ہم تمہاری طرح تحذیر الناس کے مصنف کو بھی کافر سمجھتے ہیں۔

جواب:

اگر مرزائیوں کا تحذیر الناس سے اپنے باطل عقیدے پر استدلال کرنے کی وجہ سے صاحب تحذیر مطعون ٹھہرائے جاسکتے ہیں اور مرزائیوں کے اس استدلال سے معاذ اللہ یہ بات سمجھ آتی ہے کہ تحذیر الناس میں ختم نبوت کا انکار ہے العیاذ باللہ تو خدا کے بندے قادیانی تو حضرت نانوتویؒ سے بھی پہلے کے جید اکابرین امت کی عبارات سے استدلال کرتے ہیں ان

کے متعلق کیا فتویٰ ہے۔۔؟

مولوی عمر اچھروی صاحب نے ''مقیاس النبوۃ'' کے نام سے ایک کتاب لکھی اس میں ایک عنوان ہے

ادلہ مرزائیہ کے اجرائے نبوت کے جوابات (مقیاس النبوۃ ص ۴۷۴ ج ۲)

اس عنوان کے تحت قریباً ۱۰ آیات سے مرزائی استدلال پیش کر کے انکا جواب دیا گیا ہے۔ جواب دیجئے آپ کے اصول کے تحت تو قرآن سے بھی معاذ اللہ ختم نبوت کا اجراء ثابت ہوتا ہے۔ ص ۵۶۳ پر یہ عنوان ہے:

بحث امکان نبوت از روئے احادیث کے جوابات

کہئے یہاں پر بھی آپ کا یہ اصول فٹ ہوگا۔؟

ص ۶۴۶ پر مرزائی نے مولانا روم کے اشعار پیش کئے۔ ص ۶۴۷ پر تفسیر قادری کا حوالہ پیش کیا۔ ص ۶۴۸ پر بہار الانوار کا حوالہ پیش کیا۔ ص ۶۷۶ پر یہ عنوان ہے۔ جوابات دلائل امکان نبوت از اقوال بزرگان مرزائی نے پہلا حوالہ فتوحات مکیہ کا دیا دوسرا حوالہ عارف ربانی سید عبدالکریم جیلانی کا دیا۔ تیسر حوالہ ملا علی قاری کا دیا، چوتھا حوالہ شاہ ولی اللہ کا دیا چھٹا حوالہ اماں عائشہ رضی اللہ عنھا کا دیا۔ اسکے کچھ صفحات بعد فتاوی حدیثیہ کا حوالہ دیا۔

کہئے کیا یہ سب حضرات بھی ختم نبوت کے منکر تھے؟ معاذ اللہ کیونکہ مرزائی تو ان اکابر سے بھی استدلال کر رہے ہیں۔

مولوی عمر اچھروی صاحب کا تعصب ملاحظہ فرمائیں کہ جب مرزائی نے مولانا نانوتوی کی عبارت پیش کی تو جواب دیا

باپ کی شہادت بیٹے کے لئے کسی مذہب میں بھی قابل قبول نہیں

(مقیاس النبوۃ ص ۶۴۶)

شرم ۔۔۔ شرم ۔۔۔ شرم

قارئین کرام حقیقت یہ ہے کہ حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ کتاب لکھ کر مدعیان نبوت کیلئے دروازہ کھولا نہیں بلکہ ہمیشہ کیلئے بند کر دیا ہے علم الٰہی میں پہلے سے معلوم تھا کہ مرزا

غلام احمد کس پہلو سے عقیدہ ختم نبوۃ پر حملہ کرے گا اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ حضرت نانوتویؒ کے ذریعہ اس مغالطے کو پہلے سے زائل فرمادیں۔یہ بات یاد رکھیں کہ مرزا غلام احمد قادیانی نے ختم نبوت کے عنوان سے انکار نہیں کیا نہ کہیں یہ کہا کہ وہ اور اس کی جماعت حضور ﷺ کو خاتم النبین نہیں مانتے۔اس نے ختم نبوت کا یہ معنیٰ بیان کیا کہ حضور نبوت کا مرکز ہیں جن سے آگے نبوت پھیلتی ہے اور جو بھی نبوت پائے گا اس پر آپ ﷺ کی نبوت کی مہر ہوگی۔گویا وہ ختم نبوت مرتبی کو تو مان رہا تھا مگر ختم نبوت زمانی کو اس کا متوازی سمجھتے ہوئے اس کا انکار کر رہا تھا۔

حضرت نانوتویؒ نے اپنی اس تصنیف میں ثابت کیا کہ ختم نبوت مرتبی سے تو کسی کو انکار نہیں وہ تو آپ کیلئے ثابت ہے مگر اس سے ختم نبوت زمانی کے منافی قرار دینا جہالت ہے بلکہ یہ دونوں متوازی مفہوم ہیں۔مرتبی کو زمانی لازم ہے۔غرض یوں حضرت نانوتوی نے مرزائی دجل وفریب کا ہمیشہ کیلئے سد باب کر دیا۔

باقی یہ کہنا کہ پارلیمنٹ میں مرزائیوں نے تحذیر الناس پیش کی تھی اور اس پر فتوی لگا سراسر جھوٹ اور بہتان ہے مجھے حیرت ہوتی ہے اس بات پر کہ اتنا بڑا جھوٹ کس طرح بغیر کسی مستند ثبوت کے بول دیا جاتا ہے اور افسوس اس پر ہوتا ہے کہ بعض حضرات بنا کسی ثبو کا مطالبہ کرنے مغالطے کا شکار ہو جاتے ہیں اور آکر مجھ سے سوال کرتے ہیں کہ کیا واقعی ایسا ہوا تھا؟۔پارلیمنٹ کی یہ ساری کاروائی،

''تاریخی قومی دستاویز''

کے نام سے شائع ہو چکی ہے جس میں ایسی کوئی بات مذکور نہیں۔اس رپورٹ کو سرکاری طور پر بھی شائع کیا جا چکا ہے۔الحمد للہ پارلیمنٹ میں یہ اعزاز اسی نانوتوی کے روحانی فرزند مفتی محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو ملا جس کو پوری پاکستان قومی نے اپنا متفقہ نمائندہ سمجھتے ہوئے اس اہم مسئلہ پر مسلمانوں کی نمائندگی کا اعزاز بخشا اور یہ مفتی محمود اسی نانوتوی کا وہ روحانی فرزند ہے جس نے قادیانی محضرنامے کے جواب میں پارلیمنٹ میں مسلمانوں کی طرف سے محضرنامہ پڑھا جسے بعد میں ''ملت اسلامیہ کا موقف'' کے نام سے شائع کیا گیا۔اور یہ بھی اسی نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ ہی کے روحانی فرزندوں کا اعزاز ہے کہ اس موقف کو لکھنے والے حضرت شیخ الاسلام مفتی محمد تقی

عثمانی مدظلہ العالی اور مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ العالی تھے۔

پھر ہم یہ پوچھنا چاہتے ہیں کہ اگر یہ کتاب پارلیمنٹ میں پیش ہوئی تھی تو نورانی میاں کیا کر رہے تھے؟ کیوں پارلیمنٹ سے یہ مطالبہ نہیں کیا کہ اس کتاب کے مصنف کو بھی معاذ اللہ کافر مانا جائے اور اس کتاب پر پابندی لگائی جائے؟ یہ کونسا انصاف ہے کہ بقول تمہارے جس کتاب سے مرزا قادیانی نے نبوت کا سبق سیکھا اس پر تو کوئی پابندی نہ ہو اس کے مصنف کے متعلق تو کوئی فیصلہ نہ ہو اس کو ماننے والوں سے تو تم "محضر نامے" پڑھواؤ اور مرزائیوں پر کفر کے فتوے کا مطالبہ ہو۔؟؟ فیا للعجب!

اگر بریلویوں میں غیرت ایمانی ہے تو ہم انہیں چیلنج کرتے ہیں کہ اس جھوٹ کا کوئی ثبوت کسی غیر مستند حوالے سے ثابت کرے ورنہ

لعنۃ اللہ علی الکاذبین

اور ہم یہاں بریلویوں سے یہ بھی کہیں گے کہ ملک میں آئین کی شق موجود ہے قانون میں 295C موجود ہے تم کیوں عدالتوں کا دروازہ نہیں کھٹکھٹاتے؟ کیوں اس کتاب پر مقدمہ نہیں کرتے؟ تاکہ دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو جائے۔

اعتراض ۱۵: مولانا نانوتوی نے حضور ﷺ کے حسب ونسب سکونت ورنگ شکل وقد کو ان کی فضیلت میں شمار نہیں کیا حالانکہ ان کی فضیلت خود حضور ﷺ نے بیان فرمائی ہے۔

جواب: حضرت نانوتویؒ مطلقاً ان کے فضائل سے انکار نہیں کر رہے ہیں بلکہ ان کا مقصود ہے کہ کسی فضیلت کے حصول کیلئے یہ چیزیں شرط نہیں۔ میاں شیر محمد شرقپوری فرماتے ہیں:

"مجھے تمام نبیوں کے حلیے دکھائے گئے بعض نبی ایسے دیکھے کہ ان کا بدن بھینس کے چمڑے کی طرح تھا اور بال بھی ان کے بھینس کے بالوں کی طرح تھے بندہ نے عرض کیا کہ اگر حبش میں نبی ہوئے ہوتے تو ان کے حلیے اس طرح کے ہوں گے"۔ (خزینہ معرفت، ص ۳۴۶)

مولوی عبد الاحد قادری لکھتا ہے:

"رنگت کا سیاہ ہونا نبوت کے منافی بھی نہیں کیونکہ ایک قول یہ ہے کہ حضرت

لقمان علیہ السلام میں نبوت اور رنگ سیاہ ہونا دونوں باتیں جمع تھیں''۔
(رسائل میلاد مصطفی ﷺ، ص ۱۳۱)

مولوی فضل رسول بدایونی لکھتے ہیں:

''کفر اور اس جیسی باتوں سے سلامتی یہ نبی کے والدین کیلئے شرط نہیں جیسا کہ آزر (ابراہیم علیہ السلام کا باپ) اور اس جیسے دوسرے لوگ''۔ (المعتقد المستند، ص ۱۸۲)

تحذیر الناس پر مزید تفصیل دیکھئے حجۃ الاسلام مولانا قاسم نانوتویؒ کی ''مناظرہ عجیبہ'' اور ''تنویر النبراس'' اور محقق اسلام علامہ ابوایوب قادری صاحب مدظلہ العالی کی کتاب ''دفاع ختم نبوت اور صاحب تحذیر الناس'' مطبوعہ دار النعیم لاہور کا مطالعہ کریں۔

اعتراض ۳۸: خاتم النبیین ہونا حضور ﷺ کی صفت خاصہ نہیں۔ نعوذ باللہ

اس عنوان کے تحت رضا خانی لکھتا ہے:

''ہر زمین میں اس زمین کا خاتم ہے''۔ (تحذیر الناس، ص ۳۱) جیسے ہر اقلیم کا بادشاہ باوجودیکہ بادشاہ ہے مگر بادشاہ ہفت اقلیم کا محکوم ہے ایسے ہی ہر زمین کا خاتم اگرچہ خاتم ہی ہے پر ہمارے خاتم النبیین کا تابع''۔ (تحذیر الناس، ۳۴) اس زمین کے انبیاء علیہم السلام ہمارے خاتم النبیین ﷺ سے اس طرح مستفید و مستفیض ہیں جیسے آفتاب سے قمر و کواکب باقیہ بلکہ اور زمینوں کے خاتم النبیین بھی آپ سے اسی طرح مستفید و مستفیض ہیں''۔ (تحذیر الناس، ص ۳۲)۔
(دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف، ص ۲۷، دیوبندی مذہب، ص ۱۸۴)

الجواب: یہاں پر بھی مکمل عبارات پیش نہیں کی گئیں مکمل عبارت ملاحظہ ہو:

''عرض ہے کہ ہر زمین میں اس زمین کے انبیاء علیہم السلام کا خاتم ہے پر ہمارے رسول مقبول ﷺ ان سب کے خاتم، آپ کو ان کے ساتھ وہ نسبت ہے جو بادشاہ ہفت اقلیم کو خاصہ کے ساتھ نسبت ہوتی ہے جیسے ہر اقلیم کی حکومت اس اقلیم کے بادشاہ پر اختتام پاتی ہے چنانچہ اس وجہ سے اس کو بادشاہ کہا آخر بادشاہ وہی ہوتا ہے ایسے ہی زمین کی حکومت نبوت اس زمین کے خاتم پر ختم

ہو جاتی ہے پر جیسے ہر اقلیم کا بادشاہ باوجودیکہ بادشاہ ہے پھر بادشاہ ہفت اقلیم کا محکوم ہے ایسے ہی ہر زمین کا خاتم اگرچہ خاتم ہے پر ہمارے خاتم النبیین کا تابع ہے جیسے بادشاہ ہفت اقلیم کی عزت اور عظمت اپنی اس اقلیم کی رعیت پر حاکم ہونے سے جس میں خود مقیم ہے اتنی ہی سمجھی جاتی ہے جتنی بادشاہ ان اقلیم باقیہ پر حاکم ہونے سے سمجھی جاتی ہے ایسے ہی رسول ﷺ کی عظمت و عزت اپنی اس رعیت پر حاکم ہونے سے جس میں خود مقیم ہے اتنی نہیں سمجھی جاتی جتنی بادشاہان اقالیم باقیہ پر حاکم ہونے سے سمجھی جاتی ہے ایسے ہی رسول اللہ ﷺ کی عزت اور عظمت فقط اس زمین کے انبیاء علیہم السلام کے خاتم ہونے سے نہیں سمجھی جاسکتی جتنی خاتمین اراضی سافلہ کے خاتم ہونے سے سمجھی جاتی ہے''۔

(تحذیر الناس، ص ۳۱، ۳۲)

قارئین کرام! ملاحظہ فرمائیں کہ شروع کی ڈیڑھ سطر اور آگے کی مثال جو حضرتؒ کے موقف کو بالکل واضح کر رہی تھی جان بوجھ کر اس خائن نے پیش نہیں کی حضرت کا مقصود یہ ہے کہ آپ کی صفت خاصہ جو خاتم النبیین کی ہے وہ ساتوں زمیوں کے اعتبار سے ہے جس میں آپ کی چھ گنا بڑھ کر فضیلت ہے باقی زمینوں میں تو خاتم ہیں پر وہ اپنی زمینوں کے اعتبار سے خاتم ہیں لہذا نبی کریم ﷺ کی صفت خاصہ خاتم النبیین جو تمام زمینوں کے اعتبار سے ہے اس میں کوئی فرق نہ پڑا اور نہ اس صفت خاصہ میں کوئی آپ ﷺ کا شریک ہے۔ لیکن چونکہ رضاخانی اس فضیلت کے منکر ہیں اس لئے اسکا نہ صرف انکار کر دیا بلکہ اس پر ایک گھناؤنا عنوان بھی قائم کر دیا۔

اپنے مولوی کا عقیدہ پڑھ غلام قصور دستگیر جو آپ کے اکابر میں سے ہے وہ صرف اس زمین کے اعتبار سے حضور ﷺ کو خاتم النبیین مانتا تھا باقی زمیوں کے اپنے اپنے خاتم مانتا تھا ۔معاذ اللہ (ملخصا تبیان القرآن، ج ۱۲، ص ۹۴)

اب جواب دو جو اعتراض علمائے دیوبند پر کر رہے تھے وہ عقیدہ تو اپنے گھر میں موجود ہے۔

نوٹ: اثر ابن عباس کے متعلق مزید وضاحت راقم کی کتاب ''ازالۃ الوسواس عن اثر ابن عباس'' میں پڑھیں۔

اعتراض ۳۹: خاتم النبیین کا معنی آخر نبی سمجھنے والا جاہل ہے۔ نعوذ باللہ

اس عنوان کے تحت جو عبارت دی گئی کہ عوام کا خیال بتایا اس کا تفصیلی جواب کاظمی کے شکوہ اور اعتراضات کے ذیل میں گزر چکا ہے۔ البتہ آج کل کے رضا خانیوں نے اس عبارت میں یوں تحریف کر دی:

"عوام کے خیال میں تو رسول اللہ ﷺ کا خاتم ہونا بے ایمانی ہے"۔

(حسام الحرمین مع تمہید ایمان، ص ۷۰، مکتبۃ المدینہ، اکبر بک سیلز، ص ۵۳، مکتبہ غوثیہ، ص ۷۰)

استغفر اللہ لعنت ان بے ایمانوں پر جنہوں نے "بایں معنی" کو محض کفر ثابت کرنے کیلئے "بے ایمانی" کر دیا ہو سکتا ہے کہ کوئی کہے کہ یہ ناشر کی غلطی ہے تو انکے اپنے گھر کا اصول دیکھ لو:

> "کاتب کی غلطی نہیں ہے کیونکہ کاتب کی غلطی اگر ہوتی تو ایک پریس میں ہوتی دو میں ہوتی یہ کیا بات ہے کہ ہر پریس کے کاتب نے یہی غلطی کی کیا کاتبوں کا باہم مشورہ ہو گیا تھا"۔
>
> (دیوبندیوں سے لاجواب سوالات، ص ۳۲۸)

اعتراض ۴۰: انبیاء سے امتی عمل میں بڑھ جاتے ہیں۔ نعوذ باللہ

اس عنوان کے تحت رضا خانی لکھتا ہے:

مولوی قاسم نانوتوی لکھتے ہیں کہ: انبیاء اپنی امت سے اگر ممتاز ہوتے ہیں تو علوم ہی میں ممتاز ہوتے ہیں باقی رہا عمل اس میں بسا اوقات بظاہر امتی مساوی ہو جاتے ہیں بلکہ بڑھ جاتے ہیں (تحذیر الناس، ص ۵)

(دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف، ص ۷۳، دیوبندی مذہب، ص ۱۸۹، الحق المبین ص ۸۰، دیوبند سے بریلی، ص ۴۴)

الجواب: اس سلسلے میں امام نانوتوی رحمہ اللہ کی بعض عبارات ملاحظہ ہوں اولا:

(۱) الغرض کمالات ذوی العقول کل دو کمالوں میں منحصر ہیں ایک کمال علمی دوسرا کمال عملی

اور بناء بر مدح کل انہی دو باتوں پر ہے چنانچہ کلام اللہ میں چار فرقوں کی تعریف کرتے ہیں نبیین اور صدیقین اور شہداء اور صالحین جن میں سے انبیاء اور صدیقین کا کمال تو کمال علمی ہے اور شہداء اور صالحین کا کمال عملی۔ انبیاء کو تو منبع العلوم اور فاعل، اور صدیقین کو مجمع العلوم اور قابل سمجھئے اور شہداء کو منبع العمل اور فاعل اور صالحین کو مجمع العمل اور قابل خیال فرمائے۔ دلیل اس دعوے کی یہ ہے کہ انبیاء اپنی امت سے اگر ممتاز ہوتے ہیں تو علوم ہی میں ممتاز ہوتے ہیں باقی رہا عمل اس میں بسا اوقات بظاہر امتی مساوی ہو جاتے ہیں بلکہ بڑھ جاتے ہیں اور اگر وقت عمل اور ہمت میں انبیاء امتیوں سے زیادہ بھی ہوں تو یہ معنی ہوئے کہ مقام شہادت اور وصف شہادت بھی ان کو حاصل ہے مگر کوئی ملقب ہوتا ہے تو اپنے اوصاف غالبہ کے ساتھ ملقب ہوتا ہے مرزا جان جاناں صاحبؒ اور شاہ غلام علی صاحبؒ اور شاہ ولی اللہ صاحبؒ اور شاہ عبد العزیز صاحبؒ چاروں صاحب جامع الفقر والعلم تھے پر مرزا صاحبؒ اور شاہ غلام علی صاحبؒ تو فقیری میں مشہور ہوئے اور شاہ ولی اللہ صاحبؒ اور شاہ عبد العزیز صاحبؒ علم میں، وجہ اس کی یہی ہوئی کہ ان کے علم پر ان کی فقیری غالب تھی اور ان کی فقیری پر ان کا علم اگرچہ ان کے علم سے ان کا علم یا ان کی فقیری سے ان کی فقیری کم نہ ہو سو انبیاء میں علم عمل سے غالب ہوتا ہے اگرچہ ان کا عمل اور ہمت اور قوت اوروں کے عمل اور ہمت اور قوت سے غالب ہو بہرحال انبیاء علم میں اوروں سے ممتاز ہوتے ہیں"۔ (تحذیر الناس، ص ۴،۵)

(۲) "خود انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام ہی کو دیکھو امتی بسا اوقات مجاہدہ اور ریاضت میں ان سے بڑھے ہوئے نظر آتے ہیں مگر مرتبہ میں انبیاء کے برابر نہیں ہو سکتے وجہ اس کی بجز شرف علم و تعلیم اور کیا ہے؟ الغرض بوجہ علم و تعلیم ہی انبیاء امتیوں سے ممتاز ہوتے ہیں بوجہ عبادت و ریاضت ممتاز نہیں ہوتے مگر جب یہ ہے کہ تو پھر علم عمل سے بالضرور افضل ہوگا اس لئے معجزات علمیہ معجزات عملیہ سے کہیں زیادہ ہوں گے"۔ (حجۃ الاسلام، ص ۲۸)

(۳) "مگر جیسے اعمال میں فیما بین بنی آدم تفاوت زمین و آسمان ہے کسی کا دس گنا اجر کسی کا سات سو گنا کسی کا اس سے بھی زیادہ ایسے ہی اصحاب عمل زمین و آسمان کا فرق ہے کیونکہ اصحاب اعمال کی فضیلت بوجہ اعمال ہے جتنا ان میں تفاوت ہوگا اتنا ان میں"۔

(آب حیات ص ۱۸۲)

اب سمجھیں بات دراصل یہ ہے کہ اعمال کا تفاوت باطنی اخلاص سے پیدا ہوتا ہے جس کا جس قدر اخلاص ہوگا اسی قدر اس کے اعمال کا مرتبہ اونچا ہوگا۔ چنانچہ حضرت ابوسعید الخدریؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی امت کو خطاب فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ تم میرے صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو برا مت کہو کیوں کہ اگر تم میں سے کوئی شخص احد پہاڑ جتنا سونا بھی خرچ کردے تو صحابہ میں سے کسی کے مد (چودہ چھٹانک) کو نہیں پہنچ سکتا (متفق علیہ)

اور اس کی وجہ اس کے سوا اور کیا ہوسکتی ہے کہ جو اخلاص وللہیت اور قلبی کیفیت جس سے اس کا وزن بڑھتا ہے حضرات صحابہ کرامؓ کو حاصل تھی امت میں کسی کو حاصل نہیں۔ جب امتی اور امتی کے اعمال کے درمیان یہ فرق ہے تو انبیاء اور پھر امام الانبیاء کے اعمال کے میں کس قدر تفاوت ہوگا جس کا اندازہ سوائے خالق جل مجدہ اور کسی کو نہیں۔ ہاں یہ ہوسکتا ہے کہ بظاہر کوئی امتی عمل میں کسی نبی کے اعمال کے برابر یا اس سے بڑھ جائے۔ مثلاً:

(۱) فرض نمازیں معراج کی رات فرض ہوئیں اس حساب سے آپ ﷺ نے صرف تیرہ سال ہی فرض نمازیں پڑھیں اور پڑھائیں حالانکہ اس دور میں بھی ایسے لوگ ہیں جو پچاس پچاس ساٹھ ساٹھ سال سے باقاعدگی سے نماز پڑھ رہے ہیں تو بظاہر یہ امتی حضور ﷺ سے اس عمل میں بڑھ گئے لیکن کون کہہ سکتا ہے کہ حضور ﷺ کی نماز کے مقابلے میں ایک امتی تو کیا ساری امت کی ساری نمازیں تقابل اور توازن میں پیش ہوسکتی ہیں؟

(۲) جمعہ کی نماز صحیح قول کے مطابق یکم ہجری کو فرض ہوئی اس حساب سے آنحضرت ﷺ نے تقریباً دس سال جمعہ کی نماز پڑھی حالانکہ اس دور میں بھی ایک دو نہیں لاکھوں مسلمان ایسے ہیں جنہوں نے اگر دیگر نمازیں نہیں تو جمعہ کی نمازیں پچاس پچاس سال سے پڑھی ہوں گی۔

(۴) روزے دو ہجری میں فرض ہوئے اور اسی سال عیدین کی نماز کا حکم نازل ہوا اس حساب سے آپ ﷺ نے صرف نو سال رمضان کے روزے اور عیدین کی نمازیں پڑھیں مگر اب بھی کئی مسلمان مل جائیں گے جو پچاس سالوں سے اس مبارک عمل کو سرانجام دے رہے ہیں غرض اس قسم کی کئی مثالیں پیش کی جاسکتی ہیں۔

الزامی حوالہ جات:

(۱) شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"ان النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مغموما لاجل امتہ فقال اللہ تعالی یا محمد لا تغتم فانی لا اخرج امتک من الدنیا حتی اعطیھم درجات الانبیاء" (غنیۃ الطالبین، ج ۲، ص ۲۳، قدیمی کتب خانہ)

نبی ﷺ اپنی امت کی وجہ سے پریشان تھے اللہ کی طرف سے وحی نازل ہوئی آپ پریشان نہ ہوں میں آپ کی امت کو اس وقت تک دنیا سے نہیں اٹھاؤں گا یہاں تک کہ انہیں انبیاء کے درجات پر فائز نہ کردوں۔

(۲) فلو کان لکل آدمی او جنی عمل اثنین و سبعین نبیا لو اقعوھا (غنیۃ الطالبین، ج ۱، ص ۳۱۱)

پس اگر کسی آدمی یا جن کے اعمال ۷۲ نبیوں کے برابر ہوں تو بھی قیامت کے ہولناک منظر سے دوچار ہوگا۔

(۳) مولوی ابوالحسنات قادری لکھتا ہے:

"داؤد علیہ السلام نے عرض کیا کیا کوئی تیری مخلوق میں مجھ سے زیادہ ذکر کرنے والا ہے تو اللہ تعالی نے مینڈک کے متعلق وحی فرمائی"۔

(تفسیر الحسنات، ج ۵، ص ۴۴۵)

(۶) مفتی احمد یار لکھتا ہے:

"اگر نبوت اعمال پر ملتی تو شیطان کو ملنا چاہئے تھی"۔ (تفسیر نعیمی، ج ۱، ص ۲۷۶)

معاذ اللہ یعنی شیطان انبیاء کے برابر اعمال کر چکا ہے اگر اعمال پر نبوت ملتی ہوتی تو شیطان بریلویوں کا نبی ہوتا۔

اعتراض: مولانا نانوتوی کی عبارت میں "ہی" کا لفظ ہے جو حصر کیلئے ہے۔

جواب: آیت نمبر ۴: یَسْئَلُکَ النَّاسُ عَنِ السَّاعَۃِ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُھَا عِنْدَ اللّٰہِ وَمَا یُدْرِیْکَ

لَعَلَّ السَّاعَةَ تَكُونُ قَرِيباً

(سورۃ الاحزاب، آیت ۶۳، پارہ ۲۲)

ترجمہ: لوگ تم سے قیامت کو پوچھتے ہیں تم فرماؤ! اس کا علم تو اللہ ہی کے پاس ہے اور تم کیا جانو شاید! قیامت پاس ہی ہو۔ (کنز الایمان)

یہاں پر بھی ''ہی'' کا لفظ موجود ہے کیا یہاں بھی حصر مانو گے؟

مولوی غلام مہر علی لکھتا ہے:

''یہی تو اصل مقصد تھا کہ دیوبندیوں کو حضور انور ﷺ سے افضل ثابت کیا جائے جسے بالآخر ظاہر کر ہی دیا گیا کہ دیوبندی علم و عمل ہر چیز میں نبیوں سے بڑھ سکتے ہیں پھر نبوت کیا رہی''۔ (دیوبندی مذہب، ص ۱۹۰)

اب ذرا بریلوی فقیہ ملت کی یہ عبارت بھی رضا خانی دل پر ہاتھ رکھ کر پڑھیں:

''خضر علیہ السلام نبی ہوں یا غیر نبی بہر صورت بعض علوم میں وہ ایک نبی سے بڑھ سکتے ہیں اس لئے کہ جن علوم پر نبوت موقوف نہیں ان علوم میں نبی سے بڑھ کر غیر نبی ہوسکتا ہے جیسا کہ حضرت علامہ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں یجوز ان یکون غیر النبی فوق النبی فی علوم لا تتوقف علیھا نبوتہ (تفسیر کبیر، ج ۵، ص ۵۱۵)''۔

(فتاوی فیض الرسول، جلد اول، ص ۳۹)

مفسر شہیر امام رازیؒ لکھتے ہیں

يَجُوزُ اَنْ يَكُونَ غَيْرُ النَّبِيِّ فَوْقَ النَّبِيِّ فِيْ عُلُوْمٍ لَاتَتَوَقَّفُ عَلَيْهَا نُبُوَّتُهُ (تفسیر کبیر، سورہ کہف، آیت ۶۶)

یہی بات علامہ نظام الدین نیشا پوری متوفی ۸۵۰ھ، ابو حفص دمشقی حنبلی متوفی ۷۷۵ھ نے بھی کی ہے۔

(تفسیر غرائب القرآن، ج ۴، ص ۴۴۷، اللباب فی علوم الکتاب، ج ۱۲، ص ۵۲۹، دار الکتب العلمیہ بیروت)

اب بریلوی غیرت کریں اوران پر بھی فتویٰ لگائیں کہ انہوں نے بھی اپنے اکابر کو نبیوں سے اعمال و عمل میں بڑھا دیا تو اب نبوت کہاں رہی؟۔

اعتراض ۱۴: نبی پاک ﷺ کی حیات بالذات کی طرح دجال بھی حیات بالذات ہے۔نعوذ باللہ

یہ عنوان قائم کر کے رضا خانی لکھتا ہے:

مولوی قاسم نانوتوی لکھتے ہیں کہ: جیسے رسول اللہ ﷺ بوجہ منشائیت ارواح مومنین جس کی تحقیق سے ہم فارغ ہو چکے ہیں متصف بحیات بالذات ہوئے ایسے ہی دجال بھی بوجہ منشائیت ارواح کفار جس کی طرف ہم اشارہ کر چکے ہیں متصف بحیات بالذات ہوگا‘‘۔

(آب حیات، ص ۱۹۵، طبع ملتان)

(دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف، ص ۴۷,۴۷، الحق المبین، ص ۴۷، دیوبند سے بریلی ،ص ۳۵)

الجواب: یہ اعتراض سب سے پہلے بریلوی غزالی احمد سعید کاظمی نے الحق المبین میں کیا تفصیلی جواب ملاحظہ ہو۔ کاظمی نے یہ اعتراض صرف امام نانوتویؒ پر ہی نہیں کیا بلکہ بغض رسول ﷺ کا اظہار کرتے ہوئے حضور ﷺ پر کیا ہے وہ اس طرح کہ مشکوۃ شریف ،ج ۲،ص ۴۷۹ اور ترمذی، ج ۲،ص ۵۰ پر روایت موجود ہے کہ نبی پاک ﷺ کا ارشاد گرامی ہے جس کو سیدنا صدیق اکبرؓ نے نقل کیا کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ دجال کے والدین کا تیس سال تک کوئی لڑکا پیدا نہیں ہوا پھر ایک لڑکا پیدا ہوا جو کہ اعور تھا اور گوشت پوست بھی بہت تھوڑا سا اوپر تھا اور بہت کم نفع والا تھا اس کی آنکھیں سوتی تھیں اور دل جاگتا تھا حدیث کے الفاظ یوں ہیں: ’’تنام عیناہ ولا ینام قلبہ‘‘ اب یہ الفاظ تو خود نبی کریم ﷺ نے دجال کیلئے بولے ہیں تو کیا اس کا فتویٰ نبی کریم ﷺ پر نہیں لگ رہا؟ شیخ عبد الحق محدث دہلویؒ اس حدیث کا ترجمہ کرتے ہیں:

’’خواب می کند و چشمان او خواب نمی کند دل او بجہت کثرت وساوس وتوالی افکار فاسدہ کہ القاء،

میکند آنرا شیطان"۔

(اشعۃ اللمعات، ج ۴، ص ۳۷۲)

یعنی دجال کی آنکھیں سوتی ہیں اور اس کا دل جاگتا ہے اس وجہ سے کہ شیطان کی طرف سے اس کے دل میں وساوس اور غلط قسم کے افکار ڈالے جاتے ہیں۔

ملاعلی قاری حنفیؒ لکھتے ہیں:

قال القاضی رحمہ اللہ ای لا ینقطع افکارہ الفاسدۃ عنہ عند النوم لکثرۃ وساوسہ وتخیلاتہ وتواتر ما یلقی الشیطان الیہ کما لم یکن ینام قلب النبی ﷺ من افکارہ الصالحۃ بسبب ماتواتر علیہ من الوحی والالہام

(مرقاۃ، ج ۹، ص ۴۳۴)

یعنی قاضی عیاضؒ فرماتے ہیں کہ دجال کی نیند کے وقت میں غلط قسم کے افکار منقطع نہیں ہوتے کیونکہ شیطان پے در پے لگاتار اس کی طرف کثرت سے وساوس اور اپنے خیالات ڈالتا رہتا ہے جیسا کہ رسول پاک ﷺ کا قلب مبارک نہیں سوتا کیونکہ وحی اور الہام کے ذریعہ مسلسل آپ ﷺ کی طرف افکار صحیحہ آتے رہتے ہیں۔

علامہ محمد بن طاہر پٹنی لکھتے ہیں:

لا ینام قلبہ فی حق النبی ﷺ وفی حق الدجال (مجمع بحار الانوار، ج ۴، ص ۸۲۸)

یعنی یہ بات کہ دل نہ سوئے نیند میں یہ نبی پاک ﷺ اور دجال دونوں کے حق میں ہے۔

اب جواب دیں کاظمی صاحب اور ان کی پیروی کرنے والے علم سے کورے رضاخانی مناظرین کہ کیا ملاعلی قاری اور طاہر فتنی بھی گستاخان رسول ﷺ ہیں؟

ملاعلی قاری حنفیؒ بریلوی فتوے کی زد میں

مولوی احمد رضا خان ملاعلی قاریؒ کی مندرجہ بالا عبارت نقل کرتے ہوئے لکھتا ہے:

لقد ثقلت ھذہ الکاف علی یہ جیسے مجھ پر گراں گزر رہا ہے۔

(فتاوی رضویہ قدیم، ج ا، ص ۱۰۳، جدید، ج ا، ص ۵۷۶)

تمہارا اپنا امام کہہ رہا ہے کہ ملا علی قاریؒ نے جو نبی کریم ﷺ کی نیند کو دجال کی نیند سے تشبیہ دی یہ مجھ پر گراں گزری اب غیرت ہے تو ملا علی قاری پر بھی کفر کا فتوی لگاؤ یا یہ گستاخی کے فتوے صرف اکابر دیوبند کیلئے بچا کر رکھے ہیں؟

ملا علی قاریؒ کی عبارت کا ترجمہ بھی اپنی کتاب سے پڑھ لو:

"مولانا علی قاری لکھتے ہیں کہ قاضی عیاض رحمہا اللہ تعالی نے فرمایا: یعنی سونے کے وقت بھی اس کے فاسد خیالات کا سلسلہ اس سے منقطع نہ ہوگا کیونکہ اس کیلئے وسوسوں اور خیالات کی کثرت ہوگی متواتر و مسلسل شیطان اسے یہ سب القا کرتا رہے گا جیسے نبی ﷺ کا قلب ان کے صالح و پاکیزہ افکار سے خوابیدہ نہ ہوتا کیونکہ ان پر مسلسل وحی اور الہام ہوتا رہتا"۔

(فتاوی رضویہ، ج ا، ص ۶۷۵، رضاء فاؤنڈیشن لاہور)

اعتراض ۲۴۲: انبیاء کرام معصوم نہیں۔ نعوذ باللہ

یہ عنوان قائم کر کے رضا خانی لکھتا ہے:

مولوی قاسم نانوتوی لکھتے ہیں کہ: بالجملہ علی العموم کذب کو منافی شان نبوت بایں معنی سمجھنا کہ یہ معصیت ہے اور انبیاء علیہم السلام معاصی سے معصوم ہیں خالی غلطی سے نہیں۔ (تصفیۃ العقائد، ص ۲۸)

(دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف، ص ۴۷، دیوبندی مذہب ۲۰۱، دیوبند سے بریلی، ص ۳۴، الحق المبین، ص ۷۹)

الجواب: دراصل تصفیۃ العقائد ان ۱۵ سوالوں کے جوابوں کا مجموعہ ہے جو سر سید احمد خان نے حضرت امام نانوتویؒ کی طرف بھیجے تھے جس میں انہوں نے عقائد کے متعلق اپنے بعض اشکالات پیش کئے تھے انہی میں سے ایک اشکال یہ تھا کہ:

"تمام افعال واقوال رسول خدا ﷺ کے سچائی تھے مصلحت وقت کی نسبت رسول کی

طرف کرنی سخت بے ادبی ہے جس میں خوف کفر ہے۔ مصلحت وقت سے میری مراد وہ ہے جو عام لوگوں نے مصلحت کے معنی سمجھیں ہیں یعنی ایسا قول یا فعل کو کام میں لانا جو درحقیقت بے جا تھا مگر مصلحت وقت کا لحاظ کر کے اس کو کہہ دیا''۔

(تصفیۃ العقائد، ص ۷)

سرسید صاحب کے اس اشکال کا جواب حضرت نانوتویؒ نے کئی صفحات پر دیا جس کا خلاصہ ہم یہاں نقل کر دیتے ہیں:

جھوٹ کی کئی قسمیں ہیں:

(۱) تعریضات :۔ یعنی اشارہ کنایہ توریہ وغیرہ یہ سب ظاہر یا صورت کے اعتبار سے تو جھوٹ معلوم ہوتے ہیں مگر حقیقت کے اعتبار سے سچ ہوتے ہیں۔

(۲) کذب صریح :۔ یعنی صریحا جھوٹ بولنا۔ مگر اس میں بھی تفصیل ہے اگر نقصان سے خالی ہو اور اس میں نفع بھی ہو تو یہ بھی من وجہ حسنات میں داخل ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ وہ آدمی جھوٹا نہیں جو آدمی میں صلح کرانے کی غرض سے کچھ کلام کراتا ہے۔ البتہ اگر کسی کو فریب، دھوکا یا نقصان یا بے فائدہ کیلئے بولا جائے تو حرام ہے۔

اگر بعض جگہ تعریضات سے مسئلہ حل ہو جائے تو وہاں کذب صریح جائز نہیں۔

انبیاء کرام علیہم السلام کذب صریح سے تو بالکل پاک ہیں بلکہ وہ تو اپنے حق میں تعریضات کو بھی پسند نہیں کرتے چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام قیامت کے دن شفاعت سے اس لئے پہلوتہی کریں گے کہ دنیا میں کچھ باتیں مجھ سے بطور توریہ صادر ہوئی ہیں اس لئے آج شفاعت سے شرم محسوس کرتا ہوں۔ اس پر بڑی تفصیل کے ساتھ امام نے گفتگو کی ہے تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو تصفیۃ العقائد، ص ۲۲، ۲۳، ۲۴۔ غرض حضرت امامؒ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ چونکہ تعریضات بھی صورۃ کذب معلوم ہوتے ہیں نیز کذب صریح بھی بعض اوقات حسنات میں داخل ہوتا ہے اس لئے اسے (تعریضات کو) انبیاء کے حق میں کفر جاننا اور علی العموم کذب کو منافی نبوت سمجھنا درست نہیں۔ لیکن یہ گفتگو بھی دیگر انبیاء علیہم السلام کی حد تک ہے نبی کریم ﷺ کے متعلق وہ صاف صریح الفاظ میں فرماتے ہیں جسے یہ رضاخانی

بددیانت نقل نہیں کرتے کہ:

''پھر دروغ صریح بھی کئی طرح پر ہوتا ہے جن میں سے ہر ایک کا حکم یکساں نہیں ہر قسم (چونکہ ایک قسم تعریض بھی ہے۔از ناقل) سے نبی کو معصوم ہونا ضروری نہیں اگرچہ ہمارے پیغمبر ﷺ سب ہی سے محفوظ رہے ہوں''۔

(تصفیۃ العقائد،ص ۲۹)

اب آئے کہ جھوٹ جسے حضرت نانوتویؒ نے کذب کہا علی العموم منافی نبوت نہیں اس پر خود اکابر بریلویہ کے حوالہ جات ملاحظہ ہوں

(۱) مفتی مظہر اللہ لکھتے ہیں:

''صحیح بخاری و مسلم میں حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ اچھے لوگوں کے دل میں اللہ تعالی کا خوف زیادہ ہوجاتا ہے اس لئے ظاہری صورت کے جھوٹ پر بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے تئیں ہمیشہ خطاوار سمجھ کر استغفار میں مشغول رہتے تھے''۔(تفسیر مظہر القرآن،ج ۲،ص ۹۷۵)

(۲) غلام رسول سعیدی صاحب لکھتے ہیں:

''حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے فرمایا مسلمان کو جھوٹ سے بچنے کیلئے معاریض کافی ہیں۔حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالی عنہ نے فرمایا مسلمان کو جھوٹ سے بچنے کیلئے جھوٹ میں بڑی گنجائش ہے----

آگے لکھتا ہے:

حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے صرف تین جھوٹ بولے۔

آگے لکھتا ہے:

اس حدیث میں جھوٹ سے مراد ظاہری جھوٹ اور حقیقت میں معاریض مراد ہیں''۔

(تبیان القرآن،ج ۷،ص ۶۰۵)

پس حضرت امام نانوتویؒ نے جو فرمایا کہ کذب علی العموم منافی نبوت نہیں اس کا مقصد بھی

یہی ہے کہ چونکہ جھوٹ میں توریہ، معاریض وغیرہ بھی شامل ہیں جن کا صدور انبیاء سے ہوا ہے اس لئے یہ بات منافی نبوت نہیں لیجئے انبیاء کیلئے جھوٹ یعنی کذب کا ثبوت تو خود رضا خانیوں کے گھر سے پیش کر دیا گیا ہے امید ہے کہ کچھ فتاوی یہاں بھی لگیں گے۔ آئے خود نبی کریم ﷺ کی زبان مبارک سے ایک جلیل القدر نبی کیلئے ''کذب'' کا لفظ دکھا دیتے ہیں:

''لَمْ یَکْذِبْ اِبْرَاھِیْمُ النَّبِیُّ ﷺ قَطُّ اِلَّا ثَلَاثَ کَذْبَاتٍ ثِنْتَیْنِ فِیْ ذَاتِ اللّٰہِ''۔
(مسلم، ج ۲، ص ۲۶۶)

ہوسکتا ہے کہ کوئی اشکال کرے کہ جب مقصود ''تعریضات'' ہیں تو تعریض کو کذب میں داخل کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ تو امام نووی اس حدیث کی روشنی میں فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے تعریضات وتوریہ پر بھی کذب کا اطلاق کرنا درست ہے۔
(شرح مسلم، ج ۲، ص ۲۶۶)

اعتراض ۴۳: مکروہ تنزیہی کا صدور انبیاء کرام سے

یہ رضا خانی مزید لکھتا ہے:

دیوبندی مولوی رشید احمد گنگوہی لکھتے ہیں کہ: مکروہ تنزیہی کا صدور انبیاء سے بعد نبوت بھی اتفاقا جائز رکھا گیا ہے۔ (فتاوی رشیدیہ، ص ۱۷۸)۔ (دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف، ص ۴۷)

الجواب: حضرت محدث گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی مکمل عبارت ملاحظہ ہو:

''ترک اولی اور مکروہ تنزیہی کا صدور انبیاء سے بعد نبوت بھی اتفاقا جائز رکھا گیا ہے''۔

اب اس جاہل کو کون بتائے کہ ترک اولی اور مکروہ تنزیہی گناہ میں شمار ہی نہیں ہوتے مولوی ابوالخیر زبیر حیدر آبادی علامہ آلوسی حنفیؒ کے حوالے سے لکھتے ہیں:

''اس آیت مبارک میں ذنب کی نسبت جو آنحضرت ﷺ کی طرف کی گئی ہے اس ذنب یعنی (گناہ) سے ترک اولی مراد ہے''۔

(مغفرت ذنب، ص ۱۶)

اپنے گھر کی خبر لو مفتی احمد یار گجراتی لکھتا ہے:

"انبیاء کرام ارادۃ گناہ کبیرہ کرنے سے ہمیشہ معصوم ہیں کہ جان بوجھ کر نہ نبوت سے پہلے گناہ کر سکتے ہیں اور نہ اس کے بعد ہاں نسیانا خطاء صادر ہو سکتے ہیں"۔ (جاء الحق، ص ۴۳۴)

گویا نسیانا خطاء گناہ کبیرہ جیسے زنا، چوری، شراب خوری معاذ اللہ انبیاء سے ہو سکتے ہیں ۔یہ ہے تمہارا مذہب اور الزام دوسروں پر۔ علامہ نسفی رحمۃ اللہ علیہ تو لکھتے ہیں:

واما الصغائر فیجوز عمدا عند الجمهور ... ویجوز سهوا بالاتفاق (شرح العقائد النسفیہ، ص ۱۷۱)

جمہور کے نزدیک عمدا انبیاء سے صغیرہ گناہ صادر ہو سکتے ہیں۔اور سہوا صغیرہ کے صدور میں تو کسی کا بھی اختلاف نہیں۔

جس جاہل کو درس نظامی کی کتب کا بھی علم نہیں وہ آج عقائد پر کتاب لکھ رہا ہے اور دوسروں کو گستاخ کہہ رہا ہے۔شرم۔

اعتراض ۴۴: انبیاء کو واقعہ کی تحقیق میں غلطی ہو سکتی ہے

آگے لکھتا ہے: دیوبندی حکیم الامت اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں کہ: یہ ایک واقعہ کی تحقیقی غلطی ہے جو علم وفضل یا ولایت بلکہ نبوت کے ساتھ بھی جمع ہو سکتی ہے۔(بوادر النوادر ،ص ۱۹۷، امداد الفتاوی، ج ۵، ص ۲۷۰، شرح فیصلہ ہفت مسئلہ، ص ۱۰۲)

(دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف، ص ۴۷، دیوبندی مذہب، ص ۲۰۰)

الجواب: رضاخانی نے اس عبارت میں "رضاخانیت" دکھائی ہے پوری عبارت ملاحظہ ہو:

"یہ ایک واقعہ کی تحقیق کی غلطی ہے جو کہ علم وفضل یا ولایت بلکہ نبوت کے ساتھ بھی جمع ہو سکتی ہے اور اس سے عظمت یا شان یا کمال اور قرب الہی میں کچھ فرق نہیں آتا انتم اعلم بامور دنیاکم خود حدیث میں ہے۔حضرت عمرؓ کا مشورہ درباب بشارت یا حضرت علی کرم

اللہ وجہہ کا باوجود صدور حکم نبوی ﷺ درباب اجراء وحد زناء خود احادیث صحیحہ میں آیا ہے
''۔(امداد الفتاوی، ج ۵،ص ۲۷۷، بوادر النوادر، ص ۱۹۷،۱۹۸)
قارئین کرام! آپ نے ملاحظہ فرمالیا کہ حضرت تھانویؒ نے جو بات کہی کہ کسی واقعے کی تحقیق کے متعلق غلطی ہوسکتی ہے اس میں گستاخی والی کونسی بات ہے؟ حضرت حکیم الامتؒ نے آگے خود اپنی اس بات پر دلائل بھی دیئے اور تین احادیث بطور دلیل نقل کی کیا رضا خانی ان احادیث کو گستاخی پر محمول کریں گے؟ کتنا کھلا دجل وفریب ہے کہ دعوی تو ذکر کردیا مگر اس کی دلیل ذکر نہ کی اور جھٹ سے گستاخی کا فتوی بھی لگادیا۔تف ہے ایسی دیانت پر۔

اعتراض ۴۵: رحمۃ للعالمین ہونا حضور ﷺ کی صفت خاصہ نہیں۔نعوذ باللہ

مولوی رشید احمد گنگوہی لکھتے ہیں کہ: لفظ رحمۃ للعالمین صفت خاصہ رسول اللہ ﷺ کی نہیں ہے۔(فتاوی رشیدیہ،ص ۲۱۸)اس مولوی رشیدہ (اصل کتاب میں یونہی لکھا ہوا ہے اگر اس کے جواب میں ہم احمد رضا خان کو''رضیہ خاتم'' لکھ دیں تو ان کو ناراض نہ ہونا چاہئے۔ازناقل)احمد گنگوہی نے اپنے مرشد حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کو رحمۃ للعالمین قرار دیا''۔
(اضافات الیومیہ،ص ۱۶۱، ج ۱،اشرف السوانح، ج ۳،ص ۱۵۵)۔
(دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف،ص ۴۷، دیوبندی مذہب،ص ۱۸۴، دیوبند سے بریلی،ص ۳۳، الحق المبین،ص ۶۵)

الجواب: چونکہ یہ اعتراض بھی رضا خانیوں کا ایک مایہ ناز اعتراض ہے اس لئے اس کے متعلق کچھ مزید فتاوی جات بھی ہم نقل کردیتے ہیں تاکہ آگے بریلوی اکابر کے حوالہ جات آئیں تو تھوک کے یہ فتوے ان کی قبور پر جا کر لگیں۔مولوی عمر اچھروی لکھتا ہے:

> ''نبی پاک ﷺ کو اللہ پاک نے تمام عالمین کیلئے رحمت بنا کر بھیجا اب اور کون سے عالمین ہیں جن کے یہ بھی رحمت بن سکتے ہیں جیسا کہ رب العالمین کہنے کے بعد تمام عالمین میں کسی دوسرے رب کی ضرورت نہیں اگر کوئی مانے تو اس نے شرک فی التوحید کیا ہے ایسے ہی رحمۃ للعالمین کے

اقرار کے بعد کوئی عالمین کی رحمت نہیں کہلا سکتا اور اگر کوئی تسلیم کرے تو شرک فی الرسالت ہوگا''۔(مقیاس حنفیت،ص ۱۹۹،۱۹۸)

اور مولوی حسن علی رضوی لکھتا ہے:

''حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی عظمت اور رفعت شان کو گھٹا کر حضور پاک ﷺ کے ایک عظیم وجلیل صفت پر ڈاکہ مارنا مقصود تھا''۔(محاسبہ دیوبندیت،ج۱،ص ۱۹۸)

ظفرالدین بہاری لکھتا ہے:

''حضور ﷺ کی اس صفت رحمۃ للعالمین میں سب ملاؤں کو شریک کردیا انا للہ وانا الیہ راجعون پھر سید العالمین کیوں کر مان سکتے ہیں''۔(حیات اعلی حضرت،ج ۲ ص)

مولوی صدیق نقشبندی رضا خانی فتاوی رشیدیہ اور اشرف السوانح کی ان عبارات پر اعتراض کرتے ہوئے لکھتا ہے:

''گویا رشید احمد گنگوہی نے مرزا صاحب کیلئے راستہ ہموار کردیا اور اس نے حضور کے اس وصف خاص پر ڈاکہ زنی کی کوشش کی اور اس کو یہ جسارت صرف گنگوہی کی فتوے سے ہوئی اور کسی کو جرم پر ابھارنے اور برانگیختہ کرنے والا بھی مجرم ہوتا ہے لہذا اگر رشید احمد گنگوہی مصنف اشرف السوانح اور مرزا غلام احمد قادیانی کو عدالت کے ایک ہی کٹہرے میں کھڑا کر کے مجرم ثابت کیا جائے تو کیا دیوبندیوں کے تن بدن کو آگ تو نہیں لگ جائے گی؟ ذرا سنبھل کر جواب دیں بدحواسی میں اکثر غلطیاں ہوجایا کرتی ہیں''۔(باطل اپنے آئینہ میں،ص ۱۷)

الجواب: یہ اہل بدعت کا طریق ہے کہ وہ اہل السنت والجماعت کو بدنام کرنے کیلئے جھوٹے الزامات لگاتے رہتے ہیں۔فتاویٰ رشیدیہ قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کے فتاوٰی جات ہیں۔یہ بات حضرت گنگوہیؒ پر صریح بہتان ہے کہ انہوں نے نبی علیہ الصلوۃ والسلام کو رحمۃ للعالمین ماننے سے انکار کیا ہے۔حقیقت اس کے برعکس ہے۔فتاوی رشیدیہ جلد ۲ ص ۹ پر

سائل نے پوچھا تھا کہ ’’رحمۃ للعالمین ہونا آپ ﷺ کے ساتھ ہی خاص ہے یا کسی اور کو بھی کہہ سکتے ہیں‘‘۔ تو حضرت نے جواب دیا کہ ’’لفظ رحمۃ للعالمین صفت خاصہ رسول اللہ ﷺ کی نہیں ہے بلکہ دیگر اولیاء وانبیاء وعلماء ربانیین بھی موجب رحمت عالم ہوتے ہیں اگرچہ جناب رسول اللہ ﷺ سب میں اعلیٰ ہیں لہٰذا اگر دوسرے پر اس لفظ کو بتاویل بول دیوے تو جائز ہے۔ یعنی دوسرے لوگ بھی رحمت ہو سکتے ہیں گو سب سے اعلیٰ درجہ میں یہ صفت حبیب رب العالمین ﷺ میں ہے‘‘۔ اس جواب کی مزید تشریح سمجھئے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے۔

وما ارسلناک الا رحمۃ اللعالمین۔

قرآن مجید کی اس آیت مبارکہ میں اللہ جل شانہ نے آپ ﷺ کو یہ ارشاد فرمایا ہے کہ اے حبیب! آپ ﷺ کو ہم نے تمام جہاں والوں کیلئے صرف رحمت ہی بنا کر بھیجا ہے یہاں یہ نہیں فرمایا کہ صرف آپ ہی کو رحمۃ اللعالمین بنا کر بھیجا ہے ان دونوں میں کیا فرق ہے؟۔ اس کو سمجھئے۔ کسی شے کو کسی شئے کے ساتھ خاص کرنے کو علم معانی کی اصطلاح میں قصر کہتے ہیں۔

چنانچہ مختصر المعانی میں قصر کی تعریف یوں ہے ’’تخصیص شیء بشیء بطریق مخصوص‘‘ (ص ۱۸۲)۔ پھر اس قصر کی دو قسمیں ہیں۔ ایک ہے قصر صفت علی الموصوف اور دوسری قسم ہے قصر موصوف علی الصفۃ۔

قصر صفت علی الموصوف کہتے ہیں صفت کو بند کرنا موصوف میں۔ ’’ھو ان لایتجاوز تلک الصفۃ عن ذلک الموصوف الی آخر لکن یجوز ان یکون لذلک الموصوف صفات اخر‘‘ قصر صفت علی الموصوف سے مراد ہے کہ وہ صفت اس موصوف سے دوسرے موصوف میں تجاوز نہ کرے لیکن اس موصوف کیلئے دوسری صفات ہو سکتی ہیں۔

مثلاً عربی میں کہا جائے کہ ماقائم الا زید (نہیں ہے کھڑا ہوا مگر زید) یعنی صرف زید ہی کھڑا ہوا ہے کوئی اور نہیں۔ یہاں کھڑے ہونے کی صفت کو زید میں بند کیا گیا ہے۔ اسی طرح کہا جائے کہ لا فارس الا بکر (نہیں ہے کوئی گھڑ سوار مگر بکر) یعنی صرف بکر ہی گھڑ سوار ہے کوئی دوسرا نہیں)۔

دوسری قسم ہوتی ہے قصر موصوف علی الصفۃ ’’وھو ان لایتجاوز الموصوف من تلک الصفۃ

الی صفۃ اخری لکن یجوز ان تکون تلک الصفۃ لموصوف آخر " قصر موصوف علی الصفۃ یہ ہے کہ موصوف اس صفت سے دوسری صفت میں تجاوز نہ کرے لیکن وہ صفت دوسرے موصوف کے لئے ہونا جائز ہو۔ مثلاً مازید الاقائم (نہیں ہے زید مگر کھڑا ہوا یعنی زید صرف کھڑا ہی ہے بیٹھا ہوا نہیں۔ اسی طرح ما بکر الا فارس (نہیں بکر مگر گھڑ سوار یعنی بکر صرف گھڑ سوار ہی ہے۔ آسان لفظوں میں اگر کوئی ماں کہے کہ صرف میرا بیٹا حسین ہے تو اس کو کہتے ہیں قصر صفت علی الموصوف اور اگر وہ کہے کہ میرا بیٹا صرف حسین ہی ہے تو اس کو قصر موصوف علی الصفت کہتے ہیں اس قسم میں یہ صفت دوسروں میں بھی ہوسکتی ہے۔

ایک اور مثال دیکھیں اگر کہا جائے ما محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم الا رسول تو صحیح ترجمہ یہ ہے کہ محمد ﷺ صرف رسول ہی ہیں۔ یعنی محمد ﷺ رسول ہی ہیں خدا نہیں۔ (قصر موصوف علی الصفۃ) اور کہا جائے لا خاتم الا محمد ﷺ تو ترجمہ ہوگا (نہیں ہے کوئی خاتم مگر محمد ﷺ یعنی صرف آپ ہی خاتم ہیں آپ کے علاوہ کوئی اور خاتم النبین نہیں)۔ (قصر صفت علی الموصوف) اب دیکھیں قرآن مجید کی اس آیت مبارکہ میں فرمایا گیا ہے کہ ہم نے آپ ﷺ کو نہیں بھیجا مگر رحمۃ للعالمین یعنی آپ ﷺ کی شان صرف رحمت ہی رحمت ہے سارے جہاں والوں کے لیے۔ یہ نہیں فرمایا (نہیں ہے کوئی رحمۃ للعالمین مگر آپ ﷺ)۔ یوں کہیے کہ اس آیت مبارکہ میں قصر موصوف علی الصفۃ ہے نہ کہ قصر صفت علی الموصوف اور ما قبل میں گزر چکا ہے کہ " قصر موصوف علی الصفۃ" میں وہ صفت دوسرے موصوف میں ہوسکتی ہے۔

یہی بات حضرت گنگوہیؒ نے بیان کی ہے مگر ادباً کہا کہ دوسروں کو براہ راست رحمۃ اللعالمین نہ کہا جائے بلکہ تاویلاً بولا جائے۔ چنانچہ مفتی غلام سرور قادری بریلوی اس آیت کا ترجمہ کرتے ہیں (اور ہم نے تمہیں سارے جہانوں کیلئے سراسر مہربانی ہی بنا کر بھیجا)۔

پیر کرم شاہ لکھتے ہیں (اور نہیں بھیجا ہم نے آپ کو مگر سراپا رحمت بنا کر) اب ہم قرآن وحدیث اور اکابر کے اقوال پیش کرتے ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ رحمۃ للعالمین مختلف لوگوں کے لئے بولا گیا ہے۔ خود اللہ جل شانہ نے قرآن کو رحمۃ للمومنین کہا ہے ارشاد ربانی ہے " وننزل من القرآن ماھو شفاء ورحمۃ للمومنین " مومین صرف اس عالم میں ہی نہیں بلکہ

عالم جنات میں بھی مومن ہیں تو قرآن ہر عالم میں بسنے والے مومنوں کیلئے رحمت ہے یوں کہیے کہ بواسطہ مؤمنین قرآن بھی رحمت ہے ہر ہر عالم کیلئے یعنی رحمۃ للعالمین۔ (سورۃ بنی اسرائیل)

بخاری شریف میں ایک روایت میں طاعون کو رحمۃ للمؤمنین کہا گیا ہے۔ (بخاری جلد ۲)

اسی طرح شیخ سعدیؒ نے بوستان میں حاکم وقت کی تعریف کرتے ہوئے لکھا ہے۔

توئی سایہ لطف حق برزمین

پیمبر صفت رحمۃ للعالمین

(بوستان ص ۱۱۵، فاروقی کتبخانہ ملتان)

حضرت مجدد الف ثانیؒ لکھتے ہیں انبیاء علیهم الصلوات التسلیمات رحمت عالیمانند کہ حضرت حق سبحانہ وتعالیٰ ایشانرا برائے ہدایت خلق مبعوث ساختہ است۔ (دفتر سوم مکتوب ۱۷)

انبیائے علیهم الصلوات والتسلیمات رحمت للعالمین ہوتے ہیں کہ جن کو حق تعالیٰ نے لوگوں کی ہدایت کیلئے بھیجا ہے۔

حضرت خواجہ فرید الدین مسعود گنج شکرؒ راحت القلوب میں صالحین کی صحبت کے بارے میں حدیث مبارکہ نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں " صحبة الصالحين نور ورحمة للعالمين " دیکھئے یہاں پر صالحین کی صحبت کو رحمۃ للعالمین کہا گیا ہے

مولانا رومؒ اپنی مثنوی میں فرماتے ہیں

جملہ دانیان ہمیں گفتہ ہمیں

ہست دانا رحمۃ للعالمین

(تمام سمجھداروں نے یہی کہا ہے کہ عقل مند دونوں جہاں کیلئے رحمت ہے) (مثنوی دفتر اول ص ۱۰۵)

ایک اور جگہ اپنے خلیفہ حسام الدین کی تعریف میں شعر لکھتے ہوئے اس کو سورج سے تشبیہ دیتے ہیں پھر مزید آگے لکھتے ہیں

تا کہ نورش کامل آید در زمین

تاجراں را رحمۃ للعالمین

یہاں تک کہ اس (سورج) کی مکمل روشنی زمین پر آتی ہے تاجروں کیلئے رحمۃ للعالمین بن کر۔

(مثنوی دفتر چہارم ص ۱۹)

حضرت شاہ ابو المعالی اپنی کتاب تحفۃ القادریہ میں پیران پیر کی تعریف میں یہ شعر درج فرماتے ہیں۔

شاہ گیلانی ترا حق در وجود

رحمۃ للعالمین آوردہ است

شاہ گیلانی آپ کو حق تعالیٰ رحمۃ للعالمین کے وجود میں لایا ہے۔ (تحفہ قادریہ ص ۴۹ اردو)

اسی طرح علامہ ابن حزم نے احکام کو رحمۃ للعالمین قرار دیا ہے۔

(الاحکام فی اصول القرآن ص ۳۵۰ جز ۱)

احکام للامدی میں بھی احکامات کو رحمۃ للعالمین کہا گیا ہے۔ان کی اصل عبارت یہ ہے: فان الاحکام مما جاء بھا الرسول فکانت رحمة للعالمین (الاحکام للامدی ص ۳۵۸، جز ۳، الاصل الخامس فی القیاس، الفصل الثامن، دار الصمیعی الریاض)

نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ اور مرید خاص حضرت امیر حسن علی سنجری رحمۃ اللہ علیہ کا ایک قول پیش کر رہے ہیں کہ وہ اپنی کتاب ''فوائد الفواد'' میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات کو جمع کرتے ہیں تو مقدمے میں ان کیلئے رحمۃ للعالمین کا لفظ استعمال کرتے ہیں:

خواجہ راستین المقلب بہ رحمۃ للعالمین ملک الفقراء والمساکین شیخ نظام الحق والشرع۔۔الخ

{ہشت بہشت ص ۶۸۹ فوائد الفواد مجلس ۱}

ہم پوچھنا چاہتے ہیں بریلوی مفتیان کرام سے کہ ان جیسے اولیاء اور محبوبان خدا کے بارے میں ان کا کیا فتوی ہے کیا یہ بھی معاذ اللہ گستاخان رسول ﷺ ہیں۔۔؟؟ جواب دیجئے اب خاموشی کس بات کی۔

ان حوالہ جات سے یہ بات واضح ہوگئی کہ اگر رحمۃ للعالمین صرف آپ ﷺ ہی کی صفت ہوتی تو یہ حضرات دیگر پر اس صفت کا اطلاق نہ کرتے۔اب بریلوی حضرات کے بزرگوں کے حوالے دیکھئے (بشکریہ مولانا ابوایوب صاحب)

۱۔ پیر جماعت علی شاہ صاحب نے خواجہ یعقوبؒ اور خواجہ محمد سرہندیؒ کے متعلق کہا ''یہ

مقبولان بارگاہ ایزدی رحمۃ للعالمینی کی شان میں جلوہ گر تھے۔(سیرۃ امیر ملت ص ٦٠٩)

۲۔ محمد یار گڑھی بریلوی اپنے دیوان محمد میں اپنے پیر کے بارے میں لکھتا ہے کہ

برائے چشم بینا از مدینہ بر سر ملتان

بہ شکل صدر دیں خود رحمۃ للعالمین آمد

دیکھنے والی آنکھوں کیلئے مدینہ سے خود رحمۃ للعالمین صدر دیں کی شکل میں ملتان آیا ہوا ہے۔

(دیوان محمدی ص ۲۲)

۳۔ یہی یار گڑھی والا اپنے بارے میں لکھتا ہے:

فردم از اغیار و یار ہر کسم

زانکہ ہستم رحمۃ للعالمین

(دیوان محمدی، ص ۱۵۵)

یعنی میں غیروں سے علیحدہ بھی رہتا ہوں اور ہر شخص کا یار بھی ہوں کیونکہ میں خود رحمۃ للعالمین ہوں (العیاذ باللہ)

۴۔ غلام جہانیاں صاحب ہفت اقطاب میں خواجہ نظام الحق محمد بن احمد بخاری کو رحمۃ للعالمین لکھتے ہیں ''الٰہی بحرمۃ شیخ المشائخ سلطان العاشقین رحمۃ للعالمین محبوب الٰہی حضرت خواجہ نظام الحق والدین محمد بن احمد بخاری'' (ہفت اقطاب ص ٧٠)

۵۔ ابو العلائی اپنے پیر کیلئے رحمۃ للعالمین کا لفظ استعمال کرتے ہیں'' آپ کا دوسرا کام رحمۃ للعالمینی امت کے لئے پیغام عام بذریعہ پیری مریدی''۔(چراغ ابو العلائی ص ۱۳۱)

٦۔ مفتی غلام سرور قادری بریلوی صاحب نے اپنے ترجمۃ القرآن (عمدۃ البیان) کے مقدمے میں علامہ اقبال کا یہ شعر نقل کیا ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ مفتی صاحب اس شعر سے متفق ہیں۔

نوع انساں را پیام آخریں

حامل او رحمۃ للعالمین

انسانوں کیلئے قرآن آخری پیغام ہے اس کے حامل رحمۃ للعالمین۔(ص ا مقدمہ عمدۃ البیان)

۷۔ ہم اپنی اس گفتگو کے اختتام پر بریلویوں کے امام جناب احمد رضا خان صاحب کے والد مولوی نقی علی کی کتاب انوار جمال مصطفی یعنی الکلام الاوضح سے حوالا پیش کرتے ہیں۔علماء اپنے شاگردوں کے حق میں خصوصاً عوام زمانہ کے حق میں عموماً رحمت ہیں کہ تعلیم وتدریس، وعظ و تذکیر، امر بالمعروف ونہی عن المنکر میں مشغول رہتے ہیں اور پیغمبر اپنی قوم کیلئے رحمت ہیں۔ (انوار جمال مصطفی، ص ۲۱۴)

یہی بات حضرت گنگوہیؒ لکھ رہے ہیں کہ (دیگر اولیاء وانبیاء وعلماء ربانیین بھی موجب رحمت عالم ہوتے ہیں)۔ حضرت گنگوہیؒ اور نقی علی کی عبارت میں کم وبیش ایک ہی بات کہی گئی ہے پھر حضرت گنگوہیؒ پر فتوی لگانا اور کافر لکھنا کہاں کا انصاف ہے حضرت گنگوہیؒ کی عبارت میں بھی موجب رحمت عالم کہا گیا ہے نا کہ موجب رحمت للعالمین۔

ان سب حوالہ جات سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہوگئی ہے کہ اللہ کے حبیب ﷺ سب سے اعلی درجہ میں رحمۃ للعالمین ہی جیسا کہ حضرت گنگوہیؒ نے لکھا اور دیگر انبیاء یا اولیاء اپنے اپنے درجہ میں رحمت ہیں۔ بریلویوں کا یہ اعتراض فقط جہالت وضد پر مبنی ہے۔ ہم دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالی ان حضرات کو حق پہچاننے اور اس کو قبول کرنے کی توفیق دیں۔ وما علینا الا البلاغ المبین۔

آخر میں ہم مولوی صدیق نقشبندی رضا خانی سے اسی کی زبان میں سوال کریں گے:

"گویا شیخ سعدی، مجدد الف ثانی، علامہ اقبال اور مندرجہ بالا بریلوی اکابر نے معاذ اللہ مرزا صاحب کیلئے راستہ ہموار کر دیا اور اس نے حضور کے اس وصف خاص پر ڈاکہ زنی کی کوشش کی اور اس کو یہ جسات صرف ان علماء کی عبارات سے ہوئی اور کسی کو جرم پر ابھارنے اور برانگیختہ کرنے والا بھی مجرم ہوتا ہے لہذا اگر شیخ سعدی، مجدد الف ثانی ودیگر (معاذ اللہ) اور مرزا غلام احمد قادیانی کو عدالت کے ایک ہی کٹہرے میں کھڑا کر کے مجرم ثابت کیا جائے تو کیا رضا خانیوں کے تن بدن کو آگ تو نہیں لگ جائے گی؟ ذرا سنبھل کر جواب دیں بدحواسی میں اکثر غلطیاں ہو جایا کرتی ہیں"۔

اعتراض ۷۶: بشریت میں مماثلت کا دعوی۔ نعوذ باللہ

دیوبندی مولوی خلیل احمد سہارنپوری لکھتے ہیں کہ: ''نفس بشریت میں مماثل آپ ﷺ کے جملہ بنی آدم ہیں''۔ (براہین قاطعہ، ص ۷)۔(دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف، ص ۷۵)

الجواب: کوئی اس جاہل عنید سے پوچھے کہ اس میں گستاخی والی کونسی بات ہے؟ نفس بشریت میں مماثلت تو خود قرآن سے ثابت ہے قرآن کہتا ہے قل انما انا بشر مثلکم تو کیا قرآن معاذ اللہ توہین نبوت کر رہا ہے؟ بریلوی شیخ الحدیث اور امام المناظرین اشرف سیالوی لکھتا ہے:

> ''اے کفار! تمہارا یہ مطالبہ بے جا ہے کہ اللہ تعالی کو ہماری ہدایت اور اصلاح مقصود ہوتی تو کسی فرشتے کو ہمارے پاس نبی اور رسول بنا کر بھیجتا ضروری تھا کہ ایک ہمارے جیسے بشر اور انسان کو ہمارے لئے نبی اور رسول بنایا جاتا کیونکہ نبی اور امت میں مناسبت ضروری ہوتی ہے''۔ (تحقیقات، ص ۹۱)

تمہارا مولوی کہہ رہا ہے کہ نبی کریم ﷺ کفار جیسے بشر اور انسان تھے اب لگاؤ فتوی۔ مجدد الف ثانیؒ اپنے مکتوبات میں لکھتے ہیں جس کا ترجمہ بریلوی مولوی سعید احمد نقشبندی کرتا ہے:

''عام انسان اگرچہ نفس انسانیت میں انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کے ساتھ شریک ہیں''۔ (مکتوبات، دفتر دوم، مکتوب نمبر ۶۷، ج ۳، ص ۶۸)

اعتراض ۷۷: حضور ﷺ کو بھائی کہنا نص کے موافق ہے۔ نعوذ باللہ

مولوی خلیل احمد سہارنپوری لکھتے ہیں کہ: ''اگر کسی نے بوجہ بنی آدم ہونے کے آپ ﷺ کو بھائی کہا تو کیا خلاف نص کے کہہ دیا وہ تو خود نص کے موافق ہی کہتا ہے''۔ (براہین قاطعہ، ص ۷)۔ تو گویا اب ہمیں یہ کہنے کی اجازت ہے کہ بوجہ بنی آدم ہونے کے تمام دیوبندی

عوام اوران کے اکابر ابوجہل فرعون نمرود وغیرہ کے بھائی ہیں یہ کہنا نص کے خلاف نہیں۔

(دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف،ص ۵۷،شمشیر حسینی،ص ۱۱۵)

الجواب: بریلوی حکیم الامت مفتی احمد یار گجراتی لکھتا ہے:

''حضرت آدم علیہ السلام ایک ہیں مگران کی اولاد مومن بھی ہے کافر بھی ہے مشرک بھی منافق بھی، پھر مومنوں میں اولیاء بھی ہیں انبیاء بھی حضور محمد مصطفی بھی (ﷺ) گویا ایک درخت میں ایسے مختلف پھل لگادینا کہ اسی میں فرعون ہے اسی میں موسیٰ علیہ السلام اسی میں ابوجہل ہے اسی میں حضور محمد مصطفی ﷺ یہ کمال قدرت ہے اوراس کی رحمت کی بھی دلیل ہے کہ سارے انسان اس رشتہ سے بھائی بھائی ہیں''۔

(تفسیر نعیمی، ج ۷،ص ۶۰۶)

استغفراللہ! یہ کہہ رہا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام، موسی علیہ السلام، محمد مصطفی ﷺ، فرعون، ابوجہل، مومن، منافق، کافر سب ایک پھل کے درخت ہیں اوراسی نسبت ورشتہ سے سب ایک دوسرے کے بھائی ہیں۔تو رضا خانیوں ہم یوں کہہ سکتے ہیں:

مولانا احمد رضا خان صاحب، مرزا غلام احمد قادیانی، ابوجہل، فرعون، نمرود، عتبہ، شیبہ، ایک ہی درخت کے پھل ہیں اوراس رشتہ سے ایک دوسرے کے بھائی ہیں۔جواب دو رضا خانیوں ہماری اس بات کا کیا جواب ہے تمہارے پاس؟

اعتراض ۴۸: نبی پاک ﷺ مر کر مٹی میں ملنے والے ہیں۔نعوذ باللہ

مولوی اسمٰعیل دہلوی نے رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب کیا کہ گویا آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ میں بھی ایک دن مر کر مٹی میں ملنے والا ہوں (تقویۃ الایمان،ص ۶۱) ہے کوئی دیوبندی مولوی کسی حدیث میں یہ جملہ دکھانے کیلئے تیار۔

(دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف،ص ۵۷،شمشیر حسینی،ص ۲۹)

الجواب: تقویۃ الایمان کی جس عبارت پر اعتراض کیا جاتا کہ اس میں لکھا ہے کہ نبی مٹی میں مل جاتے ہیں اور معاذ اللہ ان کا جسم صحیح سلامت نہیں رہتا۔جواب دینے سے پہلے مناسب

معلوم ہوتا ہے کہ تقویۃ الایمان کی پوری عبارت آپ کے سامنے رکھی جائے اور پھر انشاء اللہ اس پر تبصرہ کیا جائے گا: (حدیث کے صرف ترجمہ پر اکتفاء کیا جارہا ہے)

مشکوۃ کے باب عشرت النساء میں لکھا ہے کہ ابوداؤد نے ذکر کیا کہ قیس ابن سعد نے نقل کیا کہ گیا میں ایک شہر میں جس کا نام حیرہ ہے سو دیکھا میں نے وہاں لوگوں کو سجدہ کرتے تھے اپنے راجا کو سو کہا میں نے البتہ پیغمبر خدا زیادہ لائق ہیں کہ سجدہ کیجئے ان کو پھر آیا میں پیغمبر خدا کے پاس پھر کہا میں نے کہ میں گیا تھا حیرہ میں سو دیکھا میں نے ان لوگوں کو سجدہ کرتے ہیں اپنے راجا کو سو تم تو بہت لائق ہو کہ سجدہ کریں ہم تم کو فرمایا مجھکو بھلا خیال تو کر جو تو گذرے میری قبر پر کیا سجدہ کرے تو اس کو کہا میں نے نہیں فرمایا تو مت کرو۔

(ف): یعنی جب میں بھی ایک دن مر کر مٹی میں ملنے والا ہوں تو کب سجدے کے لائق ہوا سجدہ تو اسی پاک ذات کو ہے کہ نہ کبھی مرے نہ کبھی۔ (تقویۃ الایمان، ص ۹۹، مطبوعہ کلکتہ)

اس عبارت میں حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جو کچھ بیان کیا ہے وہ حدیث شریف کی تشریح و تفصیل ہے اور ان معنی خیز الفاظ کا حدیث کے ساتھ گہرا تعلق ہے اس میں غیر اللہ کو سجدہ نہ کرنے کی علت بیان کی گئی ہے کہ جو مر کر مٹی میں دفن ہونے والا ہے اس کو سجدہ روا نہیں سجدہ صرف اسی کو ہوسکتا ہے جو ہمیشہ زندہ رہے اور اس پر کسی وقت بھی موت طاری نہ ہو اور نہ وہ مر کر مٹی میں دفن ہونے والا ہو۔

افسوس کہ ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ یہاں مخالفین نے اپنی جہالت کی وجہ سے "مٹی میں ملنے والا ہوں" کے جملے سے یہ سمجھ لیا کہ معاذ اللہ حضرت شاہ صاحب کا عقیدہ ہے کہ انبیاء اپنی قبروں میں سلامت نہیں رہتے حالانکہ یہ ان کی جہالت ہے۔ اردو زبان میں یہ لفظ یا جملہ دفن ہونے کیلئے بولا جاتا ہے۔

چنانچہ جامع اللغات، ج ۲، ص ۵۶۵ میں ملنا کے معنی دفن ہونا اور منیر اللغات ص ۹۰

میں ہے خاک میں ملنا یعنی دفن ہونا، ہیں۔نور اللغات میں ہے کہ مٹی میں ملنا یعنی دفن ہونا اور پھر اس معنی کے صحیح ہونے پر شعر سے استدلال کرتے ہیں

میں تو خاک کا پتلا یوں ہی تھا
قضاء نے اور مٹی میں ملا دیا (شاد)

{نور اللغات، ج ۴، ص ۱۱۸۹}

یہاں ''مٹی میں ملا دیا'' کے معنی ''مٹی میں دفن ہونا'' ہیں۔اسی طرح اردو کی مبسوط ترین لغت ''اردو لغت تاریخی اصول پر'' میں ''مٹی میں مل جانا'' کے معنی ''مٹی میں دفن ہو جانا'' کے کئے گئے ہیں اور پھر عبارت نقل کی گئی کہ:

جب پانی رخصت ہو جاتا ہے تو باقی صرف مٹی رہ جاتی ہے جسے قبرستان میں چھوڑ آتے ہیں کہ مٹی مٹی کے ساتھ مل جائے۔

{قصے تیرے افسانے ہیں، ص ۳۱۱}

یہاں مٹی کے ساتھ مل جائے ''مٹی میں دفن ہو جانا'' کے معنی میں لیا گیا ہے۔

اسی طرح ''مٹی میں ملنا'' کو محاورہ کہہ کر اس کے معنی ''میت کو مٹی دینا'' کے لکھے ہیں ،میت کی تجہیز و تکفین ہونا لکھے ہیں۔۔آگے اس معنی کے مناسبت سے شعر لکھتے ہیں کہ:

دنیا میں اعتبار ہے کیا حال وجاہ کا
مٹی گدا کے ہاتھ سے ملی ہے شاہ کو

(دیوان سیر، ج ۲، ص ۳۴۲)

یہاں ''مٹی ملی ہے'' میت کو مٹی دیئے جانے کے معنی میں ہے۔۔اسی طرح ایک معنی دفن کرنے کے لکھے ہیں اور اس معنی کی مناسبت سے شعر لکھتے ہیں کہ:

نسیم اعداء سے شکوہ کیا
ہمیں یاروں نے مٹی میں ملا دیا

(نسیم دہلوی، ص ۸۷)

{اردو لغت تاریخی اصول پر، ج ۱۷، ص ۲۰۷}

الحمدللہ ہم نے اردو لغات سے یہ ثابت کر دیا ہے کہ ''مٹی میں ملنا'' کے معنی ''دفن ہونے کے ہیں اور اردو زبان میں اس محاورے کا استعمال ''نثر'' اور ''اشعار'' دونوں میں ملتا ہے اور اردو لغت کے بلغاء نے اس کو استعمال کیا ہے۔۔لہٰذا اس عبارت پر اعتراض کرنا محض

جہالت اور تعصب ہے۔

بریلویوں کا عقیدہ کہ نبی کے جسم کو کیڑے کھا جاتے ہیں (معاذ اللہ)

بریلوی حضرات دوسروں پر اعتراض کرنے سے پہلے ذرا اپنے گھر کی خبر بھی لے لیں۔ چنانچہ بریلوی مولوی ابوالحسنات قادری حضرت ایوب علیہ السلام کا واقعہ لکھتے ہوئے کہتا ہے کہ:

حدیث میں ہے کہ ''چار ہزار کیڑے'' آپ کے جسد مبارک میں پیدا ہو گئے اور وہ ''اعضاء مبارک کو کھاتے''۔ {اوراق غم، ص ۷۳}۔

یہ بات تو درست ہے کہ حضرت ایوب علیہ السلام پر اللہ کی طرف سے ایک آزمائش آئی تھی مگر یہ بات بریلوی حضرات کے ذمہ ہے کہ وہ کسی صحیح مرفوع حدیث سے ثابت کریں کہ حضرت ایوب علیہ السلام کے بدن مبارک کو ''چار ہزار کیڑے'' کھاتے تھے۔ حیرت ہے کہ حدیث میں تو ہے کہ ان اللہ حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء کہ اللہ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ وہ انبیاء علیھم السلام کے جسموں کو کھائے مگر بریلویوں کا عقیدہ ہے کہ اس اللہ نے کیڑوں کیلئے یہ بات حلال کر دی تھی معاذ اللہ۔ تقویۃ الایمان پر اعتراض کرنے والوں کو کیا اپنے گھر کی یہ گستاخی نظر نہیں آتی۔۔؟؟

سیدنا حسینؓ کی شان میں مولانا نعیم الدین مراد آبادی لکھتے ہیں:

''گلاب کی پتیاں (حضرت امام حسینؓ کے رخسار۔ راقم) خاک میں مل گئیں''۔ (حیات صدر الافاضل، ص ۱۱۸)

مولوی ابوالحسنات قادری نبی کریم ﷺ کی وفات کے متعلق لکھتا ہے:

''تیر ممات نے انہیں فنا کر دیا''۔ (اوراق غم، ص ۱۲۸، ۱۲۹)

اعتراض ۹۴: حضور ﷺ پر بہتان۔ نعوذ باللہ

مولوی رشید احمد گنگوہی نے حضور اقدس ﷺ پر بہتان لگاتے ہوئے یہ ارشاد کے طور پر منسوب کیا کہ مجھ کو بھائی کہو''۔ (فتاوی رشیدیہ، ص ۱۹۸)۔ ہے کوئی دیوبندی یہ قول مرقوم کتب حدیث سے دکھانے کیلئے تیار۔

(دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف، ص ۷۵،۷۶)

الجواب: حضرت گنگوہیؒ کے فتوے کی پوری عبارت اس طرح ہے:

''نفس بشر ہونے میں مساوات ہے اگرچہ آپ کی بشریت ازکی واطیب ہے اور بڑا بھائی کہنا بھی اس نفس بشریت کی وجہ سے ہے نہ یہ کہ بشریت کی افضلیت ایسی ہے چونکہ حدیث میں آپ نے خود ارشاد فرمایا تھا کہ مجھ کو بھائی کہو بایں رعایت تقویۃ الایمان میں اس لفظ کو لکھا ہے نہ بایں وجہ کہ آپ کی بشریت کا فضل بڑے بھائی کے فضل کے قدر ہے اس کلمہ پر نافہموں نے غل مچادیا ورنہ بعد حق تعالیٰ کے فخر عالم کو افضل واکمل خود لکھتے ہیں''۔ (فتاوی رشیدیہ، ص ۷۰ ۲)

اس سلسلے میں گذارش یہ ہے کہ فتاوی رشیدیہ کے نام سے جو متداول فتاوی ہے اس میں اکثر فتاوی حضرت گنگوہیؒ کے آخری دور کے ہیں جس وقت آپ کی ظاہری بصارت زائل ہوچکی تھی اور جواب املاء کروا کر لکھواتے تھے اس لئے اول تو احتمال ہے کہ املاء میں غلطی ہوگئی ہو یا کتابت کی غلطی ہو اور اصل عبارت یوں ہو:

''جیسا کہ خود احادیث میں نبی کریم ﷺ کیلئے بھائی کا لفظ آیا ہے''

یا

''جیسا کہ خود احادیث میں آپ ﷺ نے خود کو صحابہ کا بھائی کہا''

وغیرہ جمل جو کہ سابقہ روایات کے مطابق ہوں۔ بالفرض ایسا نہ ہو تب یہ حضرتؒ کے تسامح پر محمول ہوگا۔ اور رفع عن امتی الخطاء والنسیان کے تحت قابل مواخذہ نہیں۔ اب ذرا اپنے اعلیحضرت کی بھی خبر لے لو:

''داڑھی منڈانے اور کتروانے والا فاسق ملعون ہے اسے امام بنانا گناہ ہے فرض ہو یا تراویح کسی نماز میں اسے امام بنانا جائز نہیں حدیث میں اس پر غضب اور ارادہ قتل وغیرہ کی وعیدیں وارد ہیں قرآن عظیم میں اس پر لعنت ہے نبی ﷺ کے مخالفوں کے ساتھ اس کا حشر ہوگا''۔

(احکام شریعت، ص ۱۸۹)

ہے کوئی رضا خانی جو قرآن کریم میں داڑھی منڈانے والے پر لعنت اور حدیث رسول ﷺ میں اس پر قتل کے ارادہ کے الفاظ دکھا دے؟ کیا یہ قرآن وحدیث پر صریح بہتان نہیں؟

اعتراض ۵۰: حضور ﷺ نے بلا عدت نکاح پڑھ لیا۔ نعوذ باللہ

اس کے بعد بلغۃ الحیر ان کا حوالہ دیا جس کے متعلق ہم وضاحت کر چکے ہیں کہ ہمارے لئے حجت نہیں۔

اعتراض ۵۱: حضور ﷺ بہروپیا تھے۔ نعوذ باللہ

دیوبندی مولوی اشرف علی تھانوی کے خلیفہ مولوی عنایت علی شاہ لکھتے ہیں کہ

بشر نور رب العلی بن کر آیا ــــ نئے رنگ میں جا بجا بن کر آیا
بڑے کھیل کھیلے بڑے روپ بدلے ــــ زمانہ میں بہروپیا بن کر آیا

(باغ جنت، ص ۳۲۴)۔ (دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف، ص ۷۶)

الجواب: رضا خانی نے اشعار نقل کرنے میں انتہائی دھوکا دہی اور فراڈ کا مظاہرہ کیا حضرت حافظ سید عنایت اللہ صاحبؒ یہاں نبی کریم ﷺ کا تذکرہ نہیں کر رہے بلکہ عام انسانوں کا تذکرہ کر رہے ہیں چنانچہ مکمل اشعار اس طرح ہیں:

بشر نور رب العلی بن کر آیا ــــ نئے رنگ میں جا بجا بن کے آیا
کہیں انبیاء بن کے شکلیں دکھائیں ــــ کہیں صورت اولیاء بن کے آیا
کبھی شکل موسیٰ کبھی شکل عیسیٰ ــــ کبھی یوسف مہ لقا بن کے آیا
بڑے کھیل کھیلے بہت روپ بدلے ــــ زمانہ میں بہروپیا بن کے آیا
بنے انبیاء اولیاء سب براتی ــــ جب دولہا حبیب خدا بن کے آیا

(باغ جنت، ص ۲۷۳)

شروع کے دو اشعار اس ظالم نے پیش نہیں کئے جس سے سارا مقصد واضح ہو جاتا ہے جو اشعار رضا خانی نے پیش کئے ان میں بھی کہیں نبی کریم ﷺ کا نام یا تصریح نہیں بات صاف ہے کہ اللہ نے جب بشر کو بنایا تو اسی بشر میں اس کی صفات جمال انوار و کمالات کا اظہار

مختلف انداز میں ہوتا رہا کہیں تو اسی بشر و انسان کو ولی بنایا گیا کہیں اسی جنس بشر میں انبیاء کا ظہور ہوا کبھی اسی میں موسی کبھی عیسی کبھی یوسف علیہم السلام آئے پھر آگے بہروپیا کے الفاظ بھی اسی بشر کیلئے ہیں نہ کہ نبی کریم ﷺ کیلئے مگر اس ظالم نے اسے نبی کریم ﷺ کی طرف منسوب کر دیا اور یہ کسی غلط فہمی کی بنیاد پر نہیں کیا کیونکہ یہ ان کا اپنا عقیدہ ہے کہ نبی کریم ﷺ معاذ اللہ بہروپیا ہیں اسی عقیدے کی بنیاد پر یہاں بھی بہروپیا سے نبی کریم ﷺ سمجھے۔

چنانچہ پیر مہر علی شاہ صاحب مرحوم کے پوتے غلام معین الدین شاہ گولڑوی لکھتے ہیں:

بشر شان رب العلی بن کے آیا — وہ کیا تھا کیا ہے وہ کیا بن کے آیا
بشر کہنے والوں کو دھوکا ہوا — مجسم وہ نور خدا بن کے آیا
کیا رنگ ہستی کو بے رنگ جس نے — وہی اک حقیقت نما بن کے آیا
ہر اک رنگ میں اپنی رنگت دکھا کر — زمانے میں بہروپیا بن کے آیا

(اسرار المشتاق، ص ۲۷)

بلکہ اس ظالم نے تو اللہ تعالی کو بھی ''بہروپیا'' کہا ہے چنانچہ لکھتا ہے:

وجوب و امکان کے پردہ میں چھپ کر — دکھائی ہے کس شان سے اپنی قدرت
اگر ذات مطلق تنزل نہ کرتی — تو پھر آپ فرمائیں کیا ہوتی صورت
یہ کارگری کس بہروپیا کی — خدا کی خدائی ہوئی محو حیرت
اگر کوئی چشم بصیرت سے دیکھے — اسی رنگ کثرت میں پنہاں ہے وحدت

(اسرار المشتاق، ص ۲۱)

اب ہے کسی رضاخانی نام نہاد عاشق میں یہ جرأت کہ اس کتاب والے کو اس کی تائید کرنے والوں اسے چھاپنے والوں کو جہنم واصل کرے؟

یہ لوگ نہ صرف رب تعالی اور اس کے محبوب ﷺ کو بہروپیا کہتے ہیں بلکہ نبی کریم ﷺ کو ''تماشہ'' کہتے ہوئے بھی نہیں شرماتے چنانچہ پیر یار محمد گڑھی والا لکھتا ہے:

محمد مصطفی محشر میں طہٰ بن کے نکلیں گے — اٹھا کر میم کا پردہ ہویدہ بن کے نکلیں گے
حقیقت جن کی مشکل تھی تماشہ بن کے نکلیں گے (دیوان محمدی، ص ۲۱۵)

اعتراض ۵۲: حضو ﷺ کا میلا د منا نا ہندوؤں کے کرشن کے جنم منانے سے بھی بدتر۔نعوذ باللہ

مولوی خلیل احمد سہار نپوری لکھتے ہیں: ”پس یہ روز اعادہ ولادت کا تو مثل ہنود کے کہ سانگ کنہیا کی ولادت کا ہر سال کرتے ہیں یا مثل روافض کے کہ نقل شہادت اہل بیت ہر سال بناتے ہیں معاذ اللہ سانگ آپ ﷺ کی ولادت کا ٹھہرا اور خود یہ حرکت قبیحہ قابل لوم و حرام وفسق بلکہ یہ لوگ اس قوم سے بڑھ کر ہوئے“۔(براہین قاطعہ،ص ۱۵۲)۔
(دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف،ص ۶۷۱، شمشیر حسینی،ص ۱۱۵)

الجواب: اس اعتراض کا جواب خود عمدۃ المحدثین حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمہ اللہ نے اپنی زندگی میں دے دیا تھا ملاحظہ ہو:

”یہ بھی مبتدعین دجالوں کا بہتان ہے جو ہم پر اور ہمارے بڑوں پر باندھا ہے ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ حضرت کا ذکر ولادت محبوب تر اور افضل ترین مستحب ہے پھر کسی مسلمان کی طرف کیونکر گمان ہوسکتا ہے کہ معاذ اللہ یوں کہے کہ ذکر ولادت شریفہ فعل کفار کے مشابہ ہے بس اس بہتان کی بندش مولانا گنگوہی قدس سرہ کی اس عبارت سے کی گئی جس کو ہم نے براہین کے صفحہ ۱۴۱ پر نقل کیا ہے اور حاشا کہ مولانا ایسی واہیات بات فرمادیں آپ کی مراد اس سے کوسوں دور ہے جو آپ کی طرف منسوب ہوا چنانچہ ہمارے بیان سے عنقریب معلوم ہو جائے گا اور حقیقت حال پکار اٹھے گی کہ جس نے اس مضمون کو آپ کی طرف منسوب کیا وہ جھوٹا مفتری ہے۔مولانا نے ذکر ولادت شریفہ کے وقت قیام کی بحث میں جو کچھ بیان کیا ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ جو شخص یہ عقیدہ رکھے کہ حضرت کی روح پر فتوح عالم ارواح سے عالم دنیا کی طرف آتی ہے اور مجلس مولود میں نفس ولادت کے وقوع کا یقین رکھ کر وہ برتاؤ کرے جو واقعی ولادت کی گذشتہ ساعت میں کرنا ضروری تھا تو یہ شخص غلطی پر یا تو مجوس کی مشابہت کرتا ہے اس عقیدہ میں کہ وہ بھی اپنے معبود یعنی کنہیا کی ہر سال ولادت مانتے اور اس دن وہی برتاؤ کرتے ہیں جو کنہیا کی حقیقت ولادت کے

دت کیا جاتا اور یا روافض اہل ہند کی مشابہت کرتا ہے۔ امام حسینؓ اوران کے تابعین شہداء کربلا رضی اللہ عنہم کے ساتھ برتاؤ میں کیونکہ روافض بھی ساری ان باتوں کی نقل اتارتے ہیں جو قولا وفعلا عاشورا کے دن میدان کربلا میں ان حضرات کے ساتھ کیا گیا چنانچہ نعش بناتے، کفناتے اور قبور کھود کر دفناتے ہیں۔ جنگ وقتال کے جھنڈے چڑھاتے کپڑوں کو خون میں رنگتے اوران پر نوحے کرتے ہیں اسی طرح دیگر خرافات ہوتی ہیں جیسا کہ ہر شخص آگاہ ہے جس نے ہمارے ملک میں ان کی حالت دیکھی ہے مولانا کی اردو عبارت کی اصل عربی یہ ہے:

"قیام کی یہ وجہ بیان کرنا کہ روح شریف عالم ارواح سے عالم شہادت کی جانب تشریف لاتی ہے پس حاضرین مجلس اس کی تعظیم کو کھڑے ہو جاتے ہیں پس یہ بھی بے وقوفی ہے کیونکہ یہ وجہ نفس ولادت شریفہ کے وقت کھڑے ہو جانے کو چاہتی ہے اور ظاہر ہے کہ ولادت شریفہ کے وقت کھڑے ہو جانے کو چاہتی ہے اور ظاہر ہے کہ ولادت شریفہ بار بار ہوتی نہیں پس ولادت شریفہ کا اعادہ یا ہندوؤں کے فعل کے مثل ہے کہ وہ اپنے معبود کنہیا کی اصل ولادت کی پوری نقل اتارتے ہیں یا رافضیوں کے مشابہ ہے کہ ہر سال شہادت اہل بیت کی قولا وفعلا تصویر کھینچتے ہیں پس معاذ اللہ بدعتیوں کا یہ فعل واقعی ولادت شریفہ کی نقل بن گیا اور یہ حرکت بے شک وشبہ ملامت کے قابل اور حرمت اور فسق ہے بلکہ ان کا یہ فعل ان کے فعل سے بھی بڑھ گیا کہ وہ تو سال بھر میں ایک ہی بار نقل اتارتے ہیں اور یہ لوگ اس فرض مزخرفات کو جب چاہتے ہیں کر گزرتے ہیں اور شریعت میں اس کی کوئی نظیر موجود نہیں کہ کسی امر کو فرض کر کے اس کے ساتھ حقیقت کا سا برتاؤ کیا جائے بلکہ ایسا فعل شرعا حرام ہے۔ (المہند علی المفند، ص ۶۹، ۷۰)

دیکھا اس آدمی نے کتنا بڑا دھوکا دیا اول تو یہ عبارت مولانا سہارنپوریؒ کی نہیں مولانا گنگوہیؒ کا فتوی ہے اور اس فتوے پر سرخی بھی قائم ہے جو اس اندھے کو نظر نہ آئی ثانیا حضرت گنگوہیؒ نے معاذ اللہ کہیں بھی نفس ذکر ولادت کو کرشن کنہیا کے جنم دن سے بدتر نہیں کہا معاذ اللہ بلکہ اس دن کی جانے والی رضاخانی خرافات کو ان سے تشبیہ دی کہ جس طرح

وہ ہر سال کرشن کنہیا کا دوبارہ جنم مان کر اس کے ساتھ اصل ولادت کا برتاؤ کرتے ہیں یہ بدعتی بھی اسی طرح میلاد میں نبی اکرم ﷺ کی روح کی آمد کا عقیدہ گڑھ کر پھر اس کے ساتھ بالکل اصل پیدائش والا معاملہ کرتے ہیں بلکہ اس سے بھی بڑھ کر کرتے ہیں اور اس میں کوئی بات بھی خلاف واقعہ نہیں بلکہ میں چیلنج کرتا ہوں کہ رضا خانی میلاد کے دن جو خرافات کرتے ہیں وہ عیسائیوں، رافضیوں، مجوسیوں کو بھی نہ سوجھی ہوں گی۔ خود حضرت کی جو عبارت اس نے دی ''بلکہ یہ لوگ اس قوم سے بڑھ کر ہوئے'' اس میں یہ ''لوگ'' کا لفظ صاف بتا رہا ہے کہ نفس ولادت کو برا نہیں کہہ رہے ہیں رضا خانی لوگوں کی خرافات کا یہاں ذکر ہو رہا ہے۔ اس کو ایک مثال سے سمجھیں کوئی رضا خانی عید کے دن میلے تماشے اور خرافات شروع کر دے اور کوئی اللہ کا بندہ کہہ دے کہ یہ ہر سال عید کے دن میلے تماشے کرنا یہ ہندوؤں کا طریقہ ہے بلکہ یہ لوگ ان خرافات میں ہندوؤں سے بھی بڑھ گئے ہیں۔ تو کیا معاذ اللہ یہ آدمی عید کے دن کو ہندوؤں کے میلوں سے بدتر کہہ رہا ہے؟ خدا تم لوگوں کو عقل دے۔

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ لکھتے ہیں:

''یہ کہ نئی نئی مثالوں کو ایک خاص چیز جاننا اور اسی قسم کا وہی کمزور عقل والوں پر غلبہ کرنا یہاں تک کہ دریا کے پانی چراغ کے شعلے اور فوارہ کے پانی کو اکثر اشخاص ایک پانی اور ایک شعلہ خیال کرتے ہیں اور اکثر شیعہ ایسی عادات میں اس خیال میں منہمک ہیں مثلاً عاشورا کا دن جو ہر سال آتا ہے اس کو جناب حسین کی شہادت کا دن خیال کرتے ہیں اور نوحہ و ماتم نالہ و شیون گریہ وزاری سینہ کوبی و بیقرار بالکل ان عورتوں کی طرح شروع کر دیتے ہیں جو ہر سال اپنے مردہ پر کرتی ہیں حالانکہ عقل جانتی ہے اور مانتی ہے کہ زمانہ سیال ہے اور غیر قار ہے اس کے اجزاء کو ہرگز قرار نہیں اور جو معدوم ہو گیا اس کا لوٹنا محال ہے جناب حسینؓ کی شہادت اس دن ہوئی تھی جسکو بارہ سو سال کا عرصہ ہوتا ہے اس دن کو آج کے دن سے کیا اتحاد اور کونسی مناسبت ہے عید الفطر اور عید الاضحیٰ کو اس پر اس لئے قیاس نہیں کیا جا سکتا کہ وہاں سرور و شادمانی کے اسباب ہر سال تازہ اور نئے ہوتے ہیں

یعنی رمضان کے روزوں کی ادائیگی اور خانہ کعبہ کے حج کی ادائیگی جو نئی نعمت کا شکر یہ ہیں جو سال بسال نیا سرور اور نئی فرحت پیدا کرتے ہیں اسی لئے شرعی عیدیں اس وہم فاسد پر مقرر نہیں ہوئیں بلکہ اکثر عقلا نے بھی نوروز اور مہرجان اور اس قسم کے دنوں کو عید منایا ہے کہ ہر سال آسمان تغیرات کے سبب نئی نئی فرحت لاتے ہیں اور نئے نئے احکام کا سبب بنتے ہیں بابا شجاع الدین کی عید عید غدیر سب اسی خیال فاسد پر مبنی ہیں ایک بات یہ بھی معلوم ہوئی کہ الیوم اکملت لکم دینکم کا دن یا نزول وحی کا پہلا دن اور شب معراج کو شرعاً عید کیوں نہیں کہا گیا اسی طرح کسی نبی کے یوم تولد یا یوم وفات کے دن کو عید قرار نہیں دیا اور صوم یوم عاشورا کو کیوں منسوخ فرمایا جسکو آنحضرت ﷺ نے سال اول میں یہود کی موافقت میں ادا فرمایا ان سب میں یہی راز کارفرما ہے کہ وہم کو اسمیں مداخلت کا موقع نہ ملے''۔

(تحفہ اثناء عشریہ، ص ۶۶۶ باب ۱۱ پہلی فصل نوع ۱۵)

جناب جی شاہ عبدالعزیزؒ بھی اس یوم ولادت جو عقل کے خلاف اور شیعوں کی پیروی کہہ رہے ہیں ان پر بھی کوئی فتوی لگے گا؟

اعتراض ۵۳: دیوبندی مولوی بانی اسلام ﷺ کے ثانی ہیں۔ نعوذ باللہ

اس کے بعد مرثیہ گنگوہی کا ایک شعر دیا ہے مرثیہ گنگوہی کے تمام اشعار پر اعتراضات کے جوابات کیلئے آگے مستقل کلام آرہا ہے۔

اعتراض ۵۴: حضور ﷺ کا روضہ مبارک حرام بنا ہوا ہے۔ نعوذ باللہ

یہ عنوان قائم کر کے رضا خانی لکھتا ہے:

مفتی دیوبند عزیز الرحمن کا فتوی ملاحظہ ہو: ''سوال ...... اور بعض تمثیلا کہتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ اور حضرت امام حسین علیہ السلام اور مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے روضے پختہ بنے ہوئے ہیں یہ کیسے درست اور جائز ہوئے بالتشریح والتفصیل جواب تحریر فرمائے ۔جواب...... قبور (انبیاء و اولیاء) پر گنبد اور فرش پختہ ناجائز اور حرام ہے بنانے والے اور جو اس فعل سے راضی ہوں گناہ گار ہیں۔ (فتاوی دارالعلوم دیوبند، ج ۱، ص ۹۲، طبع

کراچی)۔

(دیو بندیت کے بطلان کا انکشاف ،ص ۷۷، دیو بندی مذہب ،ص ۱۸۸)

الجواب : رضا خانی نے سوال پورا نقل نہ کیا اگر یہ پورا نقل کر دیتے تو مزید وضاحت کی ضرورت نہ تھی پوری عبارت مع سوال و جواب ملاحظہ ہو:

''**سوال** : ایک متبع سنت فوت ہوا اس کے مریدین و معتقدین نے اس کی قبر پر گنبد پختہ اور فرش پختہ بنانے پر آمادہ ہیں اور اندر صرف کچی قبر رکھیں اس شخص کی اولاد مانع ہے کیونکہ اس میں مظنہ شرک کا ہے جیسا کہ فی زمانا مقابر اولیاء اللہ پر مشاہدہ کیا جاتا ہے تو بروز حشر اولاد پر عند اللہ مواخذہ ہوگا یا نہیں ؟ اور بعض تمثیلا کہتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ اور حضرت امام حسین علیہ السلام اور مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ کے روضے پختہ بنے ہوئے ہیں یہ کیسے درست اور جائز ہوئے بالتشریح والتفصیل جواب تحریر فرمائے۔

الجواب : قبور پر گنبد اور فرش پختہ بنانا ناجائز و حرام ہے بنانے والا جو اس فعل سے راضی ہوں گناہ گار ہیں اور مخالفت کرنے والے ہیں حکم جناب سرور کائنات ﷺ مسلم شریف میں روایت ہے حضرت جابرؓ سے نھی رسول اللہ ﷺ عن تجصیص القبور ''۔

(عزیز الفتاوی المعروف بفتاوی دارالعلوم دیو بند، ج ۱،ص ۱۱۷، طبع کراچی)

قارئین کرام سوال کا اصل حصہ جس کا جواب دیا گیا تھا ان رضا خانیوں نے انتہائی بد دیانتی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس حصہ کو نقل ہی نہیں کیا سوال میں نبی کریم ﷺ کے گنبد کے متعلق پوچھا ہی نہیں گیا تھا سوال میں تو ایک پیر صاحب کی قبر پر گنبد کے متعلق استفسار تھا جس کا شریعت کے مطابق حضرت مفتی صاحبؒ نے جواب دیا۔مگر اس بد دیانت نے سوال میں سے وہ حصہ کاٹ کر جواب میں اپنی طرف سے بریکٹ میں (انبیاء و اولیاء) کا اضافہ کر دیا شرم شرم شرم۔ یاد رہے کہ فتاوی دارالعلوم دیو بند میں امام حسین رضی اللہ تعالی عنہ کے نام کے ساتھ ''رضی اللہ تعالی عنہ'' لکھا ہوا ہے مگر دیو بندی مذہب میں غلام مہر علی

رضا خانی نے ''علیہ السلام'' لکھ کر تحریف کا مظاہرہ کیا پھر اس مولوی نے اندھے مقلد بن کر اتنا بھی گوارانہ کیا کہ اصل کتاب کی طرف مراجعت کر لیتے دیوبندی مذہب کی مکھی پر مکھی مارتے ہوئے وہی تحریف شدہ عبارت اپنی کتاب میں نقل کر دی۔

رہی بات گنبد خضرآء کے تحفظ کی تو علماء دیوبند نے ہر دور میں اس کا تحفظ کیا چنانچہ ۱۹۲۴ء میں جب ہندوستان یہ خبر آئی کہ ملک بن عبدالعزیز آل سعود نے قبور پر قبوں کو گرادیا ہے اور اب وہ نبی کریم ﷺ کا گنبد بھی گرانا چاہتا ہے (جو کہ ایک جھوتی افواہ تھی) تو ہندوستان سے مولانا شبیر احمد عثمانی دیوبندیؒ کی قیادت میں علماء کا ایک وفد سلطان کے پاس گیا اور آپ نے وہاں ایک ولولہ انگیز تقریر کی سلطان کے کاموں کی تعریف کی اور اسے اس قسم کی حرکتوں سے باز رہنے کی تلقین کی علامہ عثمانیؒ کی یہ ولولہ انگیز تقریر سن کر سلطان مبہوت رہ گیا اور یہ کہا کہ:

> ''میں آپ کا بہت ممنون ہوں اور آپ کے بیانات اور خیالات میں بہت رفعت اور علمی بلندی ہے لہذا میں ان باتوں کا جواب نہیں دے سکتا ان تفاصیل کا بہتر جواب ہمارے علماء ہی دے سکیں گے اور ان ہی سے یہ مسائل طے ہو سکتے ہیں''۔ (معارک الحرمین، ص ٦)

دوسری طرف رضا خانیوں کی گنبد خضرآء سے دشمنی کا اندازہ اس سے لگالیں کہ ہر سال میلاد پر یہ لوگ گنبد خضرآء کے ماڈل بناتے ہیں مگر آپ ۱۳ ربیع الاول کو اپنے علاقے کی مین شاہراہوں کا جا کر نظارہ کریں کہ وہ گنبد ٹوٹے ہوئے سڑکوں پر آپ کو بکھرے ملیں گے معلوم ہوا کہ محمد مصطفی ﷺ کا گنبد گرانا تمہارا مذہبی شعار ہے ہمارا نہیں۔

اعتراض ۵۵: حضور ﷺ کو طاغوت کہہ سکتے ہیں۔نعوذ باللہ

اس کے بعد بلغۃ الحیران کا حوالہ دیا جو ہمارے لئے حجت نہیں۔

اعتراض ۵٦: دیوبندی مولوی حضور ﷺ کے برابر ہیں۔نعوذ باللہ

مطلب یہ کہ بعض صفات میں ہم اور حضور ﷺ مشترک ہیں۔ (اضافات الیومیہ

ج ۱۰،ص ۱۷۲)
(دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف،ص ۸۷،دیوبندی مذہب،ص ۱۸۹)

الجواب: رضاخانی نے یہاں بھی رضاخانیت کا مظاہرہ کیا اور مکمل ملفوظ پیش نہیں کیا ملاحظہ ہو:

’’فرمایا حضرت حاجی صاحب کا ارشاد ہے کہ عامی کو ذکر کی تو تعلیم کرے مگر شغل کی تعلیم نہ کرے کیونکہ شغل سے بعض مرتبہ کشف ہونے لگتا ہے اور کشف کے نہ سمجھنے کی وجہ سے اس کے عقیدے بگڑنے کا اندیشہ ہوتا ہے اور اس کو ضروری علم ہوتا نہیں جیسا کہ ایک شخص نے مولانا محمد یعقوب صاحب سے اپنا کشف بیان کیا تھا کہ مجھ کو یہ مکشوف ہوا ہے کہ میں اور جناب رسول مقبول ﷺ مساوی درجہ میں ہیں حالانکہ یہ ممتنع شرعی ہے کہ غیر نبی درجہ میں نبی کے برابر ہو جائے اس لئے اس نے اپنا یہ کشف مولانا محمد یعقوب صاحب سے عرض کیا تو مولانا نے ارشاد فرمایا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ بعض صفات میں ہم اور حضور ﷺ مشترک ہیں مثلاً مخلوقیت میں کہ حضور بھی مخلوق ہیں اور ہم بھی مخلوق ہیں اور من جمیع الوجوہ مساوات مراد نہیں مگر یہ مفصل کشف میں مجمل ظاہر ہوا۔ پھر مولانا نے اس کی ایک مثال دی وہ یہ کہ جیسے ایک خوشنویس نے ایک جیم لکھا اور اس جیم کے پیٹ میں ایک نقطہ لگا دیا تو جیسے یہ جیم اس خوش نویس کا لکھا ہوا ہے اسی طرح یہ نقطہ بھی اسی کا لگایا ہوا ہے تو اس خوش نویس کی طرف یہ دونوں چیزیں منسوب ہیں تو اس نسبت میں دونوں مشترک ہیں مگر پھر یہ فرق ہے کہ جیم متبوع ہے اور نقطہ تابع ہے اسی طرح حضور کو اور اپنے آپ کو ایک درجہ میں دیکھنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ حضور میں اور اس شخص میں کچھ فرق نہیں مگر ایک عامی شخص یہاں ضرور غلط فہمی میں مبتلا ہو جائے گا‘‘۔

(ملفوظات،ج ۱۰،ص ۳۴۵،۳۴۶،ملفوظ نمبر ۲۵۴)

اللہ اکبر قربان جاؤں ان اکابر کے علوم پر واقعی ان جیسے رضاخانی عامی یہاں غلط فہمی میں مبتلا ہوئے۔ حضرت کا ملفوظ بالکل صاف ہے اس میں کسی قسم کی گستاخی کا شائبہ تک نہیں ۔رضاخانی نے یہ الزام لگایا تھا کہ دیوبندی مولوی حضور ﷺ کے برابر ہیں معاذ اللہ مگر

اپنے دیکھا کہ خود ملفوظ میں دو دفعہ برابری کی تردید موجود ہے صرف ایک کشف کی تاویل ہے اس میں بھی بعض صفات میں برابری کا کہا گیا وہ بھی وہ صفات جس پر فضیلت کا دارومدار نہیں۔ اپنے گھر کا گند دیکھو تمہارے مذہب میں تو شیطان بھی حضور ﷺ کی صفات میں برابر ہے معاذ اللہ چنانچہ مفتی احمد یار گجراتی لکھتا ہے:

''جب رب نے گمراہ کو اتنا علم دیا کہ وہ ہر جگہ حاضر و ناظر ہے تو نبی کریم ﷺ جو سارے عالم کے ہادی ہیں انہیں بھی حاضر و ناظر بنایا تاکہ دوا بیماری سے کمزور نہ ہو''۔

(نور العرفان، ص ۱۸۴، الاعراف، آیت ۲۷)

معاذ اللہ دوا کمزور نہ ہو یعنی حضور کی صفت حاضر و ناظر قوت و طاقت میں شیطان کی صفت حاضر و ناظر کے برابر ہے۔ اور مولانا احمد رضا خان صاحب تو شیخ عبد القادر جیلانیؒ کو تمام صفات میں حضور ﷺ کے برابر مانتے ہیں ان کی عبارت یہ ہے:

''حضور پرنور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور اقدس وانور سید عالم ﷺ کے وارث کامل و نائب تام و آئینہ ذات ہیں کہ حضور پرنور ﷺ مع اپنی جمیع صفات جمال و جلال و کمال و افضال کے ان میں متجلی ہیں''۔

(فتاویٰ افریقہ، ص ۱۱۶، سنی دارالاشاعت فیصل آباد)

اور مولوی احمد رضا خان صاحب فرماتے ہیں کہ میں جب اپنے پیر بھائی برکات احمد کی قبر میں اترا تو:

''دفن کے وقت ان کی قبر میں اترا بلا مبالغہ وہ خوشبو محسوس ہوئی جو پہلی بار روضہ انور کے قریب پائی تھی''۔

(ملفوظات، حصہ دوم، ص ۲۵، مطبوعہ بریلی طبع اول)

لیجئے حضور ﷺ کی قبر کی خوشبو کی صفت میں آپ کا مولوی شریک ہے۔

اعتراض ۷۵: حضور ﷺ سے لوگ علم میں بڑھ سکتے ہیں۔ نعوذ باللہ

دنیوی فنون کے اندر ہوسکتا ہے کہ غیر نبی سے اعلم ہو جائے فن سیاست میں ممکن ہے کہ غیر نبی

سے اعلم ہو جائے۔

(اضافات الیومیہ، ج۹،ص۶۰)۔(دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف،ص۷۸)

الجواب : کوئی عقل کے اس کورے سے پوچھے کہ اس میں گستاخی والی کونسی بات ہے آئیے آپ ہی کے گھر سے ثبوت حاضر ہے: بریلوی فقیہ ملت کی یہ عبارت بھی رضا خانی دل پر ہاتھ رکھ کر پڑھیں:

''خضر علیہ السلام نبی ہوں یا غیر نبی بہر صورت بعض علوم میں وہ ایک نبی سے بڑھ سکتے ہیں اس لئے کہ جن علوم پر نبوت موقوف نہیں ان علوم میں نبی سے بڑھ کر غیر نبی ہو سکتا ہے جیسا کہ حضرت علامہ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں یجوز ان یکون غیر النبی فوق النبی فی علوم لا تتوقف علیھا نبوتہ (تفسیر کبیر، ج۵،ص۵۱۵)''۔

(فتاوی فیض الرسول، جلد اول، ص۳۹)

یَجُوْزُ اَنْ یَکُوْنَ غَیْرُ النَّبِیِّ فَوْقَ النَّبِیِّ فِیْ عُلُوْمٍ لَاتَتَوَقَّفُ عَلَیْھَا نُبُوَّتُہٗ (تفسیر کبیر، سورہ کہف، آیت ۶۶)

یہی بات علامہ نظام الدین نیشا پوری متوفی ۸۵۰ھ، ابو حفص دمشقی حنبلی متوفی ۵۷۷ھ نے بھی کی ہے۔

(تفسیر غرائب القرآن، ج۴،ص۴۴۷، اللباب فی علوم الکتاب، ج۱۲،ص۵۲۹، دار الکتب العلمیہ بیروت)

اور قاضی عیاض رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

فاما ما تعلق منها بامر الدنيا فلا يشترط فى حق الانبياء العصمة من عدم المعرفة الانبياء ببعضها او اعتقادها على خلاف ما هى عليه ولا وصم عليهم فيه اذ همهم متعلقة بالآخرة وانبائها وامر الشريعة وقوانينها وامور الدنيا تضادها بخلاف غيرهم من اهل الدنيا الذين يعلمون ظاهرا من الحيوة الدنيا وهم عن الآخرة هم غافلون۔ (الشفاء، ج۲،ص۷۳)

بہر حال وہ علوم جن کا تعلق دنیاوی امور سے ہے سو ان میں سے بعض کے نہ جاننے سے اور ان کے متعلق خلاف واقعہ اعتقاد قائم کر لینے سے حضرات انبیاء علیہم السلام کا معصوم ہونا ضروری نہیں اور ان امور کے نہ جاننے کی وجہ سے ان پر کوئی دھبہ نہیں آتا کیونکہ ان کی تمام تر ہمت اور توجہ آخرت اور اس کے خبروں اور شریعت اور اس کے قوانین کے ساتھ متعلق ہے اور دنیاوی باتیں ان کے برعکس ہیں بخلاف اور اہل دنیا کے جو اسی دنیاوی زندگی کو جانتے ہیں اور آخرت سے بالکل غافل ہیں۔

اعتراض ۵۸: حضور ﷺ کے گنبد روضہ اطہر گرانا واجب ہے۔ نعوذ باللہ

یہ بدبودار عنوان قائم کر کے محرف رضا خانی لکھتا ہے:

''مولوی اشرف علی تھانوی کہتے ہیں کہ: ہمارے معزز دوست نواب جمشید علی خان نے بھی یہ سوال لکھ کر بھیجا کہ حدیث میں قبر پر عمارت بنانے کی ممانعت تو معلوم ہے تو کیا اس حدیث کی رو سے حضور کے گنبد شریف کو بھی شہید کرنا واجب ہے چنانچہ واقعی بناء علی القبر کی حدیث میں مخالفت ہے اس لئے اول تو میں متحیر ہوا بہت سی ایسی باتیں ہوئی ہیں جو ہوتی تو ہیں واقعی لیکن ان کا تذکرہ بدنما اور بے ادبی و بدتہذیبی ہوتی ہے''۔ (اضافات الیومیہ، ج ۹، ص ۲۸۹)۔

(دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف، ص ۹۷، دیوبندی مذہب، ص ۲۰۰)

الجواب: اس ملفوظ کو نقل کرنے میں جس بددیانتی بے حیائی اور ڈھیٹ پن و بے شرمی کا مظاہرہ کیا گیا ہے اس کو جان کر علماء یہود تو کیا ان رضا خانیوں کا پیر ابلیس بھی جان کر شرم کے مارے پانی پانی ہو جائے گا ملاحظہ ہو مکمل ملفوظ:

> ''پھر فرمایا کہ میں حضور ﷺ کے گنبد شریف کے متعلق بھی ایک سوال اٹھا تھا، جب ابن سعود نے مزارات کو ڈھانا شروع کیا تو لوگوں نے یہ مشہور کیا کہ نعوذ باللہ اس نے حضور کے گنبد شریف کو شہید کر دینے کا بھی عزم کیا ہے اس کی کہیں ابن سعود کو خبر لگی تو اس نے بہت اہتمام کے ساتھ اس خبر

کے بالکل غلط ہونے کا اعلان کیا مگر پھر بھی اس وقت اس کا بہت چرچا ہوا چنانچہ ہمارے معزز دوست نواب جمشید علی خان نے بھی یہ سوال لکھ کر بھیجا کہ حدیث میں قبر پر عمارت بنانے کی ممانعت تو معلوم ہے تو کیا اس حدیث کی رو سے حضور کے گنبد شریف کو بھی شہید کرنا واجب ہے چنانچہ واقعی بناء علی القبر کی حدیث میں مخالفت ہے اس لئے اول تو میں متحیر ہوا یا اللہ کیا جواب دوں کیونکہ اس کے سوچنے سے بھی ذہن اباء (انکار) کرتا تھا کہ نعوذ باللہ حضور ﷺ کے گنبد شریف کو شہید کر دینے کے متعلق فتوی دیا جائے یہ تو کسی صورت میں ذوقاً گنوارا ہی نہیں تھا لیکن اس حدیث کے ہوتے ہوئے تحیر ضرور تھا کہ اس کی کیا توجیہ ہوسکتی ہے اسی پریشانی میں تھا کہ اللہ تعالی نے دست گیری فرمائی فوراً سمجھ میں آیا کہ اس حدیث میں صرف بناء علی القبر کی ممانعت ہے قبر فی البناء کی تو ممانعت نہیں اور حضور ﷺ کی قبر شریف ابتداء ہی سے حضرت عائشہؓ کے حجرے کے اندر ہے جو قبر شریف سے پہلے ہی کا بنا ہوا ہے قبر کے بعد تو اس پر کوئی عمارت نہیں بنائی گئی لہٰذا اس حدیث کا حضور ﷺ کے گنبد شریف سے کوئی تعلق نہیں نہ وہ اس ممانعت میں داخل ہے۔ چنانچہ میں نے نواب صاحب کو لکھا کہ میں آپ کے سوال کا جواب تو دیتا ہوں لیکن میرا قلم کانپتا ہے آئندہ اس کا تذکرہ ہی نہیں کرنا چاہئے اور پھر فرمایا کہ بہت سی ایسی باتیں ہوئی ہیں جو ہوئی تو ہیں واقعی لیکن ان کا تذکرہ بدنما اور بے ادبی و بدتہذیبی ہوتی ہے۔ (ملفوظات، ج۹، ص۳۰۹، ۳۱۰، ملفوظ نمبر ۲۴۹)

اعتراض ۵۹: حضو ﷺ کو کافر سے بھی تھوڑا علم ہے کہ دیوار کے پیچھے کا علم نہیں۔ نعوذ باللہ

یہ غلیظ عنوان قائم کر کے رضا خانی لکھتا ہے:

"مولوی خلیل احمد انبیٹھوی نے حضور اقدس ﷺ کی طرف منسوب کیا کہ شیخ عبدالحق روایت کرتے ہیں کہ مجھ کو دیوار کے پیچھے کا بھی علم نہیں (براہین قاطعہ، ص ۵۵) تو گویا کہ

دیوبندی مذہب میں حضور ﷺ کو دیوار کے پیچھے کا علم نہیں ہے نعوذ باللہ مگر دیوبندی دھرم میں کافر کو دیوار کے پیچھے کا علم ہے تھانوی صاحب لکھتے ہیں کہ: اور کشف سے کہ لوگ اس کو بڑی چیز سمجھتے ہیں کہ جو چیز سب لوگ دیوار کی پرلی طرف جا کر دیکھ سکتے ہیں وہ اس نے یہاں بیٹھے دیکھ لی یہ بات تو کافر کو بھی حاصل ہو سکتی ہے''۔

(اضافات الیومیہ، ج ۱۰، ص ۲۴۸) جو روایت مولوی خلیل احمد نے شیخ عبد الحق علیہ الرحمۃ کی طرف منسوب کی ہے اس کو شیخ موصوف صحیح نہ شد فرماتے ہیں (مدارج النبوۃ ،ج ۱، ص ۷)۔

(دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف، ص ۸۷، دیوبندی مذہب، ص ۱۹۰)

الجواب: اول بات تو یہ ہے کہ مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ نے اس حدیث کو اپنی کتاب میں مدارج النبوۃ کے حوالے سے نقل نہیں کیا بلکہ مطلقاً شیخ کی طرف منسوب کر کے نقل کیا لہذا اب اگر شیخ کی کسی کتاب سے اس روایت کا ثبوت مل جائے تو ہمارے لئے کافی ہے چنانچہ شیخ عبد الحق محدث دہلویؒ لکھتے ہیں:

"بدان کہ ایں دیدن آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم از پس و پیش بطریق خرق عادت بود بوحی یا الہام و گاہ گاہ بود نہ دائم و موئد آن است آنچہ در خبر آمدہ است چوں ناقہ آنحضرت گم شد دور نیافت کہ کجا رفت منافقاں گفتند کہ محمدی گوید کہ خبر آسماں می رسانم و نمی داند کہ ناقہ او کجا است پس فرمودہ آنحضرت واللہ من نمی دانم مگر آنچہ بدانا ند مرا پروردگار من اکنوں بنمود مرا پروردگار کہ من وے در جائے چنیں وچناں است و مہار وے در شاخ درخت بند شد است و نیز فرمودہ کہ "من بشرم نمی دانم کہ در پس ایں دیوار چیست یعنی بے نا نیدن حق سبحانہ"۔

(اشعۃ اللمعات: ج ۱: ص ۳۶۵، مکتبہ نوریہ رضویہ)

ترجمہ: جان لے کہ دیکھنا آنحضرت ﷺ کا آگے سے اور پیچھے سے بطور خرق

عادت تھا وحی اور الہام سے کبھی کبھی تھا نہ ہمیشہ اور اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے کہ جب آنحضرت ﷺ کی ناقہ مبارکہ گم ہوگئی تھی اور یہ معلوم نہ ہوا کہ کہاں گئی تو منافقوں نے کہا کہ محمد ﷺ کہتے ہیں کہ میں آسمان کی خبر دیتا ہوں اور ان کو کچھ خبر نہیں کہ ناقہ کہاں ہے۔ تب آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ قسم اللہ کی کہ میں نہیں جانتا مگر وہ کہ پروردگار مجھ کو بتلادے اب میرے پروردگار نے مجھ کو بتلادیا ہے کہ فلاں جگہ اس کی مہار ایک درخت کی شاخ میں بندھی ہوئی ہے اور ایک یہ بھی کہ ''حضور ﷺ نے فرمایا کہ میں بشر ہوں میں نہیں جانتا کہ اس دیوار کے پیچھے کیا ہے یعنی بے بتلائے حق سبحانہ وتعالیٰ''۔

پس اگر یہ گستاخی ہے تو سب سے پہلے شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ کا گریبان پکڑا جائے جہاں تک رضاخانی نے یہ لکھا کہ شیخ نے ''صحیح نہ شد'' فرمایا تو بھلا اس سے ہمارا کیا نقصان؟ کیونکہ رضاخانی مفتی احمد یار گجراتی لکھتا ہے:

''صحیح نہ ہونے سے ضعیف ہونا لازم نہیں کیونکہ صحیح کے بعد درجہ حسن باقی ہے''۔

(جاء الحق، ص ۴۰۷)

بریلوی ہم پر اعتراض کرتے ہیں کہ تمہارا عقیدہ ہے کہ نبی ﷺ کو دیوار کے پیچھے کا علم نہیں تو اس اعتراض سے پہلے اپنے گریبان میں جھانک کر دیکھو احمد رضا خان کے ملفوظات میں منقول ہے کہ:

''ایک دفعہ جبرئیل کل حاضری کا وعدہ کر کے چلے گئے دوسرے دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو انتظار ہے کافی انتظار کے بعد جب باہر جا کر دیکھا تو جبرئیل باہر تشریف فرما ہیں الخ۔۔۔''۔

(ملخصا ملفوظات ص ۳۵۴)

فاضل بریلی کے اس ملفوظ سے معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ کو اس بات کا علم نہیں تھا کہ ''دیوار کے پیچھے کون ہے'' ورنہ انتظار کرنے کی کیا ضرورت تھی؟۔ اور نہ ہی اس بات کا علم تھا کہ چارپائی کے نیچے کیا ہے تو رضاخانیوں کو چاہیے کہ ہم پر بکواس کرنے سے پہلے اپنی چارپائی کے نیچے جھاڑو پھیریں۔ اب کفر کا فتویٰ احمد رضا خان پر جائیگا اور یہی اہل بدعت کی علامت ان کے بڑوں

نے لکھی ہے۔

اور غلام رسول سعیدی لکھتا ہے کہ:

''اس حدیث میں یہ اشکال ہے کہ جب آپ کی پشت پر نجاست رکھ دی گئی تو پھر آپ کس طرح بدستور نماز پڑھتے رہے؟ صحیح جواب یہ ہے کہ نبی ﷺ کو علم نہیں تھا کہ آپ کی پشت پر کیا چیز رکھی گئی ہے''۔

(شرح مسلم: ج ۵: ص ۵۶۴، فرید بک سٹال جنوری ۲۰۰۲)

لیجئے بقول آپ کے شارح مسلم کہ نبی کریم ﷺ کو تو اپنی پشت کا بھی علم نہیں تھا تو جب دیوار کے پیچھے کا علم نہ ماننا گستاخی ہے تو وہ شخص کتنا بڑا گستاخ ہے جو یہ کہتا ہے کہ نبی ﷺ کو اپنی پشت کی بھی خبر نہیں؟ جواب دو رضا خانیو!!!

اور ذرا اس حدیث پر بھی غور کرنا جس میں آتا ہے کہ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا زکوۃ کا ایک مسئلہ نبی کریم ﷺ سے پوچھنے گئی اور آپ ﷺ کے دروازے پر کھڑی ہوگئی اور بلال کو مسئلہ پوچھنے کیلئے بھیجا اور ان کو یہ تاکید کی کہ ''ولا تخبرہ من نحن'' اور انہیں یہ مت بتلائے گا کہ ہم کون ہیں''۔

(مشکوۃ: ج ۱: ص ۱۷۲)

اب دیکھیں حضرت زینبؓ دروازے کے باہر سے بلالؓ کو کہہ رہی ہیں کہ ان کو بتلانا مت معلوم ہوا کہ صحابہؓ کا بھی یہ عقیدہ تھا کہ بنا رب کے بتلائے نبی کریم ﷺ کو دیوار تو کیا، دروازے کے باہر کیا ہے اس کا بھی علم نہیں ورنہ حضرت بلالؓ ضرور یہ کہتے کہ میں کیسے نہ بتلاؤں اور انہیں نہ بتلانے کا فائدہ کیا ہے؟ جب وہ ساری دنیا کو مثل ہتھیلی کے دیکھ رہے ہیں رضا خانی بتا تیرا صحابہ پر کیا فتویٰ ہے؟۔

پھر معارضہ میں حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی صاحبؒ کا ملفوظ پیش کرنا بھی جہالت ہے اس لئے کہ اگر بالفرض کسی ولی سے کوئی کرامت یا کسی فاسق وفاجر سے کوئی استدراج ظاہر ہوجائے اور بعینہ اس کا ثبوت کسی نبی سے نہ ہو تو اس سے نبی کی شان میں معاذ اللہ کوئی کمی نہیں آتی نہ ہی وہ صاحب کرامت واستدراج اس نبی سے بڑھ جاتا ہے یہ نرالا اور

جاہلانہ اصول صرف بریلویوں کے ہاں ہی تسلیم کیا جا سکتا ہے اب ہم اس اصول کے خلاف چند حوالہ جات پیش کرتے ہیں ملاحظہ ہو:

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم اور توفیق سے میں چند معتبر کرامات اولیاء ذکر کر رہا ہوں جو انبیاء کرام علیہم السلام کے لیے ظاہر نہیں ہوئیں لیکن اس کے باوجود کسی بھی محدث اور امام نے ان پر یہ جاہلانہ اعتراض نہیں کیا جو رضا خانی کو سوجا۔

دیکھیں حضرت مریم ولیہ ہیں نبی نہیں ہیں، ان کو بے موسم پھل مل رہے ہیں مگر حضرت زکریا علیہ السلام جو اللہ کے نبی ہیں ان کو نہیں مل رہے۔

حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا حضور ﷺ کی زوجہ مطہرہ ہیں لیکن ان کے یہاں لڑکی بھی نہیں ہوئی اور بی بی مریم کو بغیر خاوند کے لڑکا عطا فرمایا۔

جو ہوا سلیمان علیہ السلام کا تخت ہوا میں اٹھائے لے جاتی تھی اس ہوا کو یہ حکم نہیں ملا کہ ہجرت کے سفر میں حضور ﷺ کو ایک لمحہ میں مدینہ منورہ میں پہنچا دے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے نبی ہیں لیکن بلقیس کا تخت منٹوں میں حاضر ہونا سلیمان علیہ السلام کے صحابی کی کرامت ہے۔

مشہور سید التابعین ابو مسلم خولانی جو یمن سے مدینہ منورہ حضور ﷺ کی ملاقات کے لیے آرہے تھے تاکہ صحابیت کا مقام حاصل ہو مگر ابھی وہ راستے میں تھے کہ حضور ﷺ کا وصال ہو گیا اور وہ آکر حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما سے ملے اور یہ وہ تابعی ہیں جنہیں اسود العنسی کذاب نے آگ میں ڈالا تھا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرح اللہ تعالیٰ نے ان کو آگ میں محفوظ رکھا۔

اس عظیم شخصیت کی ایک کرامت یہ ہے کہ ابو مسلم خولانی رحمہ اللہ کو ایک روز ان کی اہلیہ نے فرمایا کہ آج گھر پر آٹا نہیں ہے تو ابو مسلم خولانی رحمہ اللہ نے پوچھا کہ آپ کے پاس کوئی درہم وپیسہ وغیرہ ہے؟ تو اہلیہ نے کہاں ہاں ہیں، چنانچہ انہوں نے ان کو دیئے تو حضرت خولانی بازار گئے تو وہاں پر ایک سائل مانگنے والا ملا اور اس نے ابو مسلم خولانی رحمہ اللہ سے پیسے مانگے اور بڑا اصرار کیا کہ آپ مجھے اللہ تعالیٰ کے نام پر خیرات دیں تو حضرت ابو مسلم خولانی رحمہ اللہ نے پیسے

اس کودے اور آٹے کی تھیلی کو برادہ اور مٹی سے بھر کر سیدھے گھر آئے اور گھر کے دروازے سے جلدی اندر پھینک دیا اور کہیں چلے گئے جب رات کو آئے تو گھر والی نے روٹی سامنے رکھی تو حضرت ابو مسلم خولانی رحمہ اللہ نے اپنی بیوی سے دریافت کیا کہ یہ روٹی کہاں سے آئی تو انہوں نے جواب دیا کہ روٹی اسی آٹے کی ہے جو آپ تھیلی میں بھر کر گھر پر لائے تھے تو حضرت ابو مسلم خولانی رحمہ اللہ اس کرامت کو دیکھ کر رونے لگے۔

اس واقعہ کو علامہ ذہبیؒ اور امام نوویؒ جیسی شخصیات نے لکھا ہے، علامہ ذہبیؒ لکھتے ہیں:

"وعن عطاء الخراسانی ان امرأة الی مسلم قالت لیس لنا دقیق فقال هل عندک شیء قالت درهم بعنا به غزلا قال ابغنیه وهاتی الجراب فدخل السوق فاتاه سائل فالح فاعطاه الدرهم وملاء الجراب نشارة مع التراب فاتی وقلبه مرعوب منها وذهب ففتحته فاذا به دقیق حواری فعجنت وخبزت فلما جاء لیلا وضعته فقال من این هذا قالت من الدقیق فاکل وبکی" (سیر اعلام النبلاء ج ۵ ص ۶۳، للذہبی وبستان العارفین للامام النووی ص ۳۶۱)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی ایک اور کرامت ملاحظہ فرمائیں: علامہ ذہبیؒ لکھتے ہیں:

ان اباحنیفة رحمه الله قرأ القرآن کله فی رکعة (سیر اعلام النبلاء ج ۶ ص ۵۳۵)

امام صاحب ایک ہی رکعت میں سارا قرآن کریم پڑھ کر ختم کر لیتے تھے۔

اسی قسم کی کرامت تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے بھی منقول ہے۔ علامہ ابن سیرینؒ فرماتے ہیں:

کان عثمان رضی اللہ عنہ یحیی اللیل برکعة یقرأ فیها القرآن (تہذیب التہذیب ج ۴ ص ۴۲۶)

دیکھئے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور امام اعظم رحمہ اللہ ایک ہی رکعت میں پورا قرآن مجید پڑھ لیتے اور بعینہٖ یہی بات حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں ہے کہ انہوں نے ایک رکعت میں قرآن کریم پورا معجزے کے طور پر پڑھ لیا ہو۔ اگرچہ اللہ تعالیٰ اس پر قادر تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اس قسم کا معجزہ ظاہر فرماتے۔

ایک اور واقعہ حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ کا ہے، حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ صحابی رسول ہیں ان کے پاس حضرت عمر رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور کہا کہ جاؤ مقام حرہ پر آگ لگی ہوئی ہے اس آگ کو ہٹا دو چنانچہ تمیم داری رضی اللہ عنہ وہاں جا کر اس آگ کو دھکے دیتے رہے، بالاخر وہ آگ ایک گھاٹی میں جا گھسی اور حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ اس کے پیچھے لگے رہے۔

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے اس واقعہ کو نقل کرتے ہوئے لکھا ہے: **فجعل تمیم یحوشها بیده حتی دخلت الشعب و دخل تمیم خلفها** (البدایہ والنہایہ ج ٦ ص ١٥٣)

دیکھئے ابو مسلم خولانی رحمہ اللہ والی کرامت اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ والی کرامت اور حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ والی کرامت اور اسی طرح امام اعظم والی کرامت بعینہٖ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بطور معجزہ کے ثابت نہیں۔

تو اب سوال یہ ہے کہ ان تمام حضرات کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر برتری حاصل ہوگی؟ (العیاذ باللہ) ابن خلدون نے تو لکھا ہے کہ کشف مجاہدات سے جادوگروں اور نصاری کو بھی ہو سکتا ہے (مقدمہ ابن خلدون)

اسی طرح کیا حضرت بی بی مریم حضرت زکریا علیہ السلام سے افضل تھیں؟

کیا حضرت بی بی مریم کو حضرت صدیقہؓ پر برتری حاصل ہے؟

کیا حضرت آصف بن برخیا جو امتی تھے حضرت سلیمان علیہ السلام کے ان کو حضرت سلیمان علیہ السلام پر برتری حاصل تھی؟

اور اسی طرح کیا حضرت سلیمان علیہ السلام حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل تھے؟

اگر کم درجے والے کے ہاتھ پر کوئی کرامت ظاہر ہو تو کیا اس کو بڑے درجے والے پر برتری حاصل ہو جاتی ہے؟ ہرگز ہرگز نہیں۔

اتمام حجت کیلئے ہم انہی کے گھر کا ایک حوالہ پیش کر دیتے ہیں مولوی عبد السمیع رامپوری لکھتے ہیں:

''اصحاب محفل میلاد تو زمین کی تمام جگہ پاک ناپاک مجالس مذہبی وغیرہ میں حاضر ہونا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نہیں دعوی کرتے ملک الموت اور ابلیس کا

حاضر ہونا اس سے بھی زیادہ تر مقامات پاک و ناپاک کفر غیر کفر میں پایا جاتا ہے''۔(انوار ساطعہ، ص ۳۵۹، ضیاء القرآن پبلی کیشنز)

اب جواب دو تمہارا مولوی کہتا ہے کہ شیطان تو نبی اکرم ﷺ سے بھی زیادہ مقامات پر حاضر و ناظر ہے اب کیا یہ شیطان کو نبی اکرم ﷺ سے بڑھانا نہیں؟ معاذ اللہ۔

اعتراض ۶۰: حضو ﷺ اپنی جان کے بھی نفع و نقصان کے مالک نہیں۔ نعوذ باللہ

مولوی اسمٰعیل دہلوی لکھتے ہیں کہ: ''سو انہوں نے بیان کر دیا کہ مجھ کو نہ کچھ قدرت ہے نہ کچھ غیب دانی میری قدرت کا حال تو یہ ہے کہ اپنی جان تک کا بھی نفع و نقصان کا مالک نہیں''۔(تقویۃ الایمان، ص ۲۸) مولوی غلام اللہ خان پنڈی لکھتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کو نہ نفع نہ نقصان کی طاقت اور نہ ہی غیب جاننے کی طاقت اللہ کی طرف سے دی گئی ہے''۔(جواہر القرآن، ص ۳۷۳)

(دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف، ص ۷۹)

الجواب: رضا خانی نے اپنی عادت بد سے مجبور ہو کر اس بار بھی عبارت پوری نقل نہیں کی ملاحظہ ہو:

> ''وقال اللہ تعالی قل لا املک لنفسی نفعا و لا ضرا الا ماشاء اللہ و لو کنت اعلم الغیب لاستکثرت من الخیر و ما مسنی السوء ان انا الا نذیر بشیر لقوم یومنون۔
>
> اور کہا اللہ تعالی نے یعنی سورہ اعراف میں کہ میں نہیں اختیار رکھتا میں اپنی جان کے کچھ نفع و نقصان کا مگر جو کچھ کہ چاہے اللہ اور جو جانتا میں غیب تو بے شک بہت سی لے لیتا میں بھلائی اور نہ چھوتی مجھ کو کوئی برائی میں تو فقط ڈرانے والا ہوں اور خوشخبری سنانے والا ان لوگوں کو جو یقین رکھتے ہیں۔
>
> ف: یعنی سب انبیاء و اولیاء کے سردار پیغمبر خدا ﷺ تھے اور لوگوں نے ان کے بڑے بڑے معجزے دیکھے انہیں سے سب اسرار کی باتیں سیکھیں

اور سب بزرگوں کو انہی کی پیروی سے بزرگی حاصل ہوئی تو اسی لئے انہی کو اللہ تعالی نے فرمایا کہ اپنا حال لوگوں کے سامنے صاف بیان کر دیں تا کہ سب لوگوں کا حال معلوم ہو جائے سو انہوں نے بیان کر دیا کہ مجھ کو نہ کچھ قدرت ہے نہ کچھ غیب دانی میری قدرت کا حال تو یہ ہے کہ اپنی جان تک کے بھی نفع ونقصان کا مالک نہیں تو دوسرے کا تو کیا کر سکوں اور اگر غیب دانی میرے قابو میں ہوتی تو پہلے ہر کام کا انجام معلوم کر لیتا اور اگر بھلا معلوم ہوتا تو اس میں ہاتھ ڈالتا اور اگر برا معلوم ہوتا تو کاہے کو اس میں قدم رکھتا"۔

(تقویۃ الایمان، ص ۳۴،۳۵، دارالاشاعت)

دیکھا قارئین کرام! کتنا بڑا فریب کیا اس آدمی نے عبارت کے شروع میں جو نبی کریم ﷺ کی شان بیان کی اسے سارا غائب کر دیا کیونکہ ان گستاخانِ رسول ﷺ کو بھلا نبی کے فضائل ومناقب کب برداشت ہو سکتے ہیں پھر دوسرا فریب یہ دیا کہ شاہ صاحب یہ بات اپنی طرف سے کہہ رہے ہیں حالانکہ وہ تو قرآن کی پیش کردہ آیت کا مطلب ومفہوم بیان کر رہے ہیں فتوی لگانا ہے تو معاذ اللہ قرآن پر لگاؤ۔ مولانا احمد رضا خان اس آیت کا یہ ترجمہ کرتے ہیں:

تم فرماؤ میں اپنی جان کے بھلے برے کا خود مختار نہیں مگر جو اللہ چاہے اور اگر میں غیب جان لیا کرتا تو یوں ہوتا کہ میں نے بہت بھلائی جمع کر لی اور مجھے کوئی برائی نہ پہنچی میں تو یہی ڈر اور خوشی سنانے والا ہوں انہیں جو ایمان رکھتے ہیں

جو بات شاہ صاحبؒ نے کی وہی احمد رضا خان صاحب کر رہے ہیں تو اب لگاؤ فتوی۔

اعتراض ۶۱: حضور ﷺ تہذیب اخلاق سے بے خبر تھے۔ نعوذ باللہ

مشہور دیوبندی مناظر مولوی عبد الشکور لکھتے ہیں کہ: "اخلاق محاسن کے تین جز ہیں تہذیب اخلاق، تدبیر منزل، سیاست مدن ان تینوں سے آپ (ﷺ) قطعاً بے خبر تھے جب آپ یہ بھی نہ جانتے تھے کہ کتاب الٰہی کیا چیز ہے اور ایمان کیا چیز ہے تو اور محاسن سے آپ کو

کیوں کر آ گاہی ہو سکتی تھی''۔ (سیرت نبوی، ص ۴۴، طبع لاہور)

(دیو بندیت کے بطلان کا انکشاف، ص ۷۹، دیو بندی مذہب، ص ۲۰۲)

الجواب: قارئین کرام! یہاں بھی کتاب کی اصل عبارت کو سیاق و سباق سے کاٹ کر پیش کر کے جس ''رضا خانیت'' یعنی دجل، مکر، دھوکا، فراڈ کا مظاہرہ کیا گیا اسے دیکھ کر شیطان بھی کانوں کو ہاتھ لگاتا ہوا نظر آئے گا ہم آپ کے سامنے مکمل عبارت سیاق و سباق کے ساتھ پیش کرتے ہیں۔ ملاحظہ ہو:

''آپ کی اخلاقی حالت: قبل نبوت کے رسول ﷺ کی وہی حالت تھی جو تمام اہل مکہ کی تھی فرق صرف اس قدر تھا کہ آپ اپنی فطرت نظافت و ذکاوت سے ان قبائح سے مجتنب رہتے تھے جن کی قباحت کا ادراک کرنے کیلئے عقل انسانی کافی ہو سکتی تھی مثل شرک، شرب خمر، وکذب و دیگر فواحش اور ان محاسن کے ساتھ بھی آپ موصوف تھے جن کا حسن وادراک کرنے کیلئے عقل انسانی کافی ہے مثل مسکینوں کے ساتھ سلوک کرنے اور اصحاب حاجت کی حاجت براری وغیرہ کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے: **ما کنت بدعا من الرسل** (نہیں ہیں آپ نرالے رسولوں میں) **سنة من قد ارسلنا قبلک من رسلنا** (یہی طریقہ ہے ان لوگوں کا جن کو بھیجا ہم نے آپ سے پہلے پیغمبروں میں سے) معلوم ہوا کہ جن چیزوں سے اور انبیاء علیہم السلام قبل از نبوت مجتنب رہتے تھے ان سے آپ بھی مجتنب رہے اور یہ امر قطعی ہے اخبار متواترہ سے ثابت ہے کہ تمام انبیاء علیہم السلام کذب و شرک و تمام فواحش عقلیہ سے مجتنب اور تمام محاسن عقلیہ سے متصف ہوا کرتے ہیں۔ آنحضرت ﷺ علاوہ صادق اور امین ہونے کے نہایت نرم دل خلق خدا پر شفقت کرنے والے اور شیریں کلام تھے جیسا کہ آئندہ بیان ہوگا لیکن باوجود ان محاسن عقلیہ کے محاسن شرعیہ سے آپ بالکل بے خبر تھے محاسن شرعیہ کی اصل اصول یعنی ایمان باللہ کی حقیقت بھی آپ نہ جانتے تھے خدا تعالیٰ فرماتا ہے **ووجدک ضالا**

فھدی (اور پایا اس پروردگار نے آپ کو راہ سے بے خبر پس ہدایت کی اس نے (آپ کو) ما کنت تدری ما الکتب و الا الایمان (نہیں جانتے تھے آپ کہ کیا چیز ہے کتاب خدا اور نہ (یہ جانتے تھے کہ) ایمان (باللہ کیا چیز ہے) ما کنت تعلمھا و لا قومک (نہیں جانتے تھے اس کو آپ اور نہ آپ کی قوم (کے لوگ) اخلاقی محاسن کی تین جز ہیں تہذیب اخلاق تدبیر منزل سیاست مدن ان تینوں سے آپ قطعا و اصلا بے خبر تھے جب آپ یہ بھی نہ جانتے تھے کہ کتاب الٰہی کیا چیز ہے اور ایمان کیا چیز ہے تو اور محاسن سے آپ کو کیوں کر آگاہی ہو سکتی تھی"۔

(سیرۃ الحبیب الشفیع من الکتاب العزیز الرفیع مختصر سیرت نبوی علیہ الصلوۃ والسلام ،ص ۱۴۳ تا ۱۴۴، المکتبۃ العربیہ اردو بازار لاہور)

ملاحظہ فرمایا آپ نے کتنا بڑا دجل وفریب کیا امام اہلسنت تو یہ فرما رہے ہیں کہ عقلی محاسن تو بوجہ آپ کی نظافت لطافت بوجہ اتم آپ ﷺ میں موجود تھیں اور وہ اخلاقی گراوٹ جسے عقل ممنوع سمجھتی ہیں آپ ﷺ اس سے بالکل پاک وصاف تھے ان کا شائبہ بھی آپ ﷺ کے کردار میں نہیں ملتا۔ ہاں جن افعال و اعمال کو شریعت نے آکر محاسن میں شمار کیا ان سے آپ ﷺ ابتداء بالکل ناواقف تھے اس لئے کہ جب آپ ﷺ کو شریعت ، کتاب اللہ اور ایمان کی حقیقت وتفصیل کا حال معلوم نہ تھا جو ان اخلاق کا مبداء ہے تو اسلامی تہذیب د اخلاق کا علم کیونکر ہوگا؟ مگر رضاخانیوں کے انصاف و دیانت پر صد حیف ہے جو یہ دھوکا دینا چاہتے ہیں کہ معاذ اللہ مولانا ہر طرح کے اخلاق سے نبی کریم ﷺ کو بے خبر مان رہے ہیں۔

اعتراض ۶۲: حضور ﷺ کو میدان کی شکست۔ نعوذ باللہ

دیوبندی تبلیغی جماعت کے فضیلۃ الشیخ مولوی طارق جمیل کا بیان ملاحظہ ہو کہ ہم نے میدان جنگ میں بڑی شکست کھائی شکست کھانا کوئی بری عادت نہیں حضرت محمد ﷺ جیسی ہستی اور صحابہ رضی اللہ تعالی عنہم کی مقدس جماعت جن جیسا دنیا میں پیدا نہ ہوگا ان کی احد کی لڑائی میں شکست ہوئی میدان کی شکست انبیاء نے اٹھائی ہمارے نبی ﷺ نے اٹھائی ہے۔

(حیرت انگیز کارگزاریاں، ص ۱۴۱، طبع لاہور)۔ (دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف، ص ۸۰)

الجواب: بریلوی صدر الافاضل خلیفہ مولانا احمد رضا خان مولانا نعیم الدین مراد آبادی لکھتے ہیں:

> ''بدر میں اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کی برکت سے فتح ہوئی تھی یہاں حضور کے حکم کی مخالفت کا نتیجہ یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے مشرکین کے دلوں سے رعب و ہیبت دور فرمائی اور وہ پلٹ پڑے اور مسلمانوں کو ہزیمت ہوئی''۔ (خزائن العرفان، ص ۷۷)

مولانا غلام رسول سعیدی لکھتے ہیں:

> ''جنگ بدر اور احد کا تذکرہ کیا گیا ہے جنگ احد میں مسلمانوں کی تعداد زیادہ تھی اور جنگ کی تیاری بھی کر گئے تھے لیکن چونکہ بعض مسلمانوں نے رسول اللہ ﷺ کے حکم کی خلاف ورزی کی تو وہ شکست کھا گئے''۔
> (تبیان القرآن، ج ۲، ص ۳۳۵)

شکست کا اعتراف تو یہ حضرات بھی کر رہے ہیں اب ان پر کیا فتویٰ ہے؟

اعتراض ۶۳: حضور ﷺ پر غیر نبی کی برتری۔ نعوذ باللہ

دیوبندی تبلیغی جماعت کے مولوی طارق جمیل کا بیان ملاحظہ ہو:

''ایک دم آپ ﷺ نے آنکھیں کھولیں پسینہ پونچھا کہا خولہ بشارت ہو فیصلہ تیرے حق میں اللہ نے کر دیا اپنے نبی کے خلاف نبی کے فتوے کے خلاف''۔ (بیانات جمیل، ج ۲، ص ۸۱) وہ عورتیں کہاں گئیں جن کے روزے کی وجہ سے اللہ نے نبی کے فیصلے کو منسوخ کر دیا تھا''۔ (خطبات جمیل، ج ۲، ص ۲۴۴، طبع گوجرانوالہ) ''اے اللہ تیرا نبی تو سنا تو سن'' (خطبات جمیل، ج ۲، ص ۳۰۱)۔ اول الذکر دو عبارات میں حضور اکرم ﷺ پر صحابیات کی برتری بیان کی جا رہی ہے تیسری عبارت میں بھی نبی اکرم ﷺ کا توہین آمیز لہجہ میں ذکر کیا گیا ہے''۔ (دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف، ص ۸۰)

الجواب : ہم پہلے واضح کر چکے ہیں کہ بیانات جمیل ،خطبات جمیل کے نام سے جتنی کتب ہیں ہمارے لئے حجت نہیں نہ یہ کتب مولانا طارق جمیل صاحب مدظلہ العالی کی ہیں یہ کتب ''امالی'' کی قبیل سے ہیں جنکے بارے میں خود بریلوی کہتے ہیں کہ خطاء کمی وبیشی کی گنجائش موجود ہے چنانچہ خود رضا خانی خطبات جمیل کی عبارت لکھتا ہے: ''اے اللہ تیرا نبی تو سنتا تو سن'' (خطبات جمیل ،ج ۲،ص ۳۰۱)

حالانکہ اصل عبارت اس طرح ہے: ''اے اللہ تیرا نبی تو سنتا نہیں تو سن'' پس جب یہاں کتاب سے نقل کرنے میں غلطی ہوسکتی ہے تو اصل کیسٹ اور بیان میں سے کیوں نہیں؟ باقی جس واقعہ کو بیان کیا جارہا ہے وہ درست ہے۔

نیز نبی کریم ﷺ کے فتوے اور فیصلے کے خلاف اگر کوئی فیصلہ رب کی طرف سے آگیا تو اسے توہین پر محمول کرنا بھی رضا خانیوں کی جہالت ہے کیا رضا خانیوں نے اساری بدر کی تفصیل نہیں پڑھی جس میں نبی کریم ﷺ اور ابو بکر صدیقؓ کے فتوے اور فیصلے کے خلاف عمر فاروقؓ کا فیصلہ رب کی طرف سے پسند کیا گیا۔

باقی خطباء کی عادت ہوتی ہے کہ عوام کو سمجھانے کیلئے تکلموا الناس بقدر عقولھم کے تحت ایسی باتیں کردیتے ہیں جو اصل واقعہ میں مذکور نہیں ہوتی ہیں انہیں گستاخی پر محمول کرنا پرلے درجے کی حماقت ہے۔ (الا یہ کہ وہ واقعۃ گستاخی ہو) چنانچہ مفتی غلام حسن قادری مفتی دار العلوم حزب الاحناف لاہور اپنے مولوی صاحبزادہ افتخار الحسن فیصل آبادی کی تقریر ''جلالی نکتہ'' کے عنوان سے لکھتا ہے:

> ''صاحبزادہ افتخار الحسن نے مینار پاکستان میں ختم نبوت کانفرنس جو پروفیسر طاہر القادری صاحب کے مرزا طاہر کے مباہلہ چیلنج کے جواب میں بلائی جس میں ہر فرقہ کے جید علماء شریک تھے حضرت سیدنا طاہر علاؤ الدین علیہ الرحمۃ کی صدارت تھی پیر محمد کرم شاہ الازہری علیہ الرحمہ صاحبزادہ غضنفر علی آف کرمانوالہ شریف علیہ الرحمۃ ،مولانا سعید احمد مجددی اور اہل سنت کے دیگر کئی علماء کی موجودگی میں بیان کیا کہ اللہ تعالی

نے عزرائیل علیہ السلام کو حضرت موسیٰ کی روح قبض کرنے بھیجا تو وہ تعمیل ارشاد میں دوڑے دوڑے آئے اور موسیٰ علیہ السلام سے عرض کردیا حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جلال آیا تھپڑ رسید کیا اور آنکھ نکال دی حضرت عزرائیل علیہ السلام بارگاہ خداوندی میں واپس آگئے تو خدا نے پوچھا جان لے آیا ایں؟ عرض کیا میں اپنی جان بچا کے آیاں تو کہنا ایں جان لے آیاں ایں ارسلتنی الی رجل لا یرید الموت (بخاری) تو نے مجھے ایسے بندے کی طرف بھیجا جو مرنا ہی نہیں چاہتا فرمایا اچھا میں آنکھ صحیح کردیتا ہوں پھر جاؤ عرض کیا تو بھاویں کریا نہ کر میں کوئی نہیں جاناں اوہ تے اگوں ماردا اے پھر بیان کیا عزرائیل کسی کے پاس جاتا ہے تو سلام کرتا ہے کسی سے اجازت لیتا ہے کسی سے تھپڑ کھاتا ہے اور کسے نوں ٹیٹوں نہیں نکلن دیندا''۔ (تقریری نکات، ص ۳۹۹)

اتنے بڑے علماء کی موجودگی میں کتنا بڑا جھوٹ بولا اس آدمی نے خدا اور اس کے ایک فرشتے پر اور اس کا یہ جملہ:

''تو بھاویں کریا نہ کر میں کوئی نہیں جاناں اوہ تے اگوں ماردا اے''

کس قدر گستاخانہ اندازِ بیان اور حضرت عزرائیل علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا کھلا نافرمان ثابت کررہا ہے معاذ اللہ جو حاشیہ اس کے جواب میں رضا خانی چڑھائیں وہی خطبات و بیانات جمیل پر چڑھا دیں۔ ما کان جوابکم فھو جوابنا۔

اعتراض ۶۴: انبیاء کرام سے جادوگر زیادہ طاقت رکھتے ہیں۔ نعوذ باللہ

پس بسیار چیز است کہ ظہور آن از مقبولین حق از قبیل خرق عادت شمردن مشود حالانکہ امثال ہماں افعال بلکہ اقوی در کمل ازاں از باب سحر و اصحاب طلسم ممکن الوقوع باشد۔ پس بہت سی چیزیں ہیں کہ اس کا مقبولان حق تعالیٰ سے خرق عادت کی قسم سے سمجھا جاتا ہے حالانکہ اس قسم کے افعال بلکہ اس سے بھی قوی و اکمل صاحبان سحر و طلسم سے ممکن الوقوع ہے ۔(فتاوی رشیدیہ، ص ۱۰۲، منصب امامت، ص ۳۴)۔ (دیوبندیت کے بطلان کا

انکشاف، ص ۸۱، دیوبندی مذہب، ص ۲۰۳)

الجواب: رضا خانی نے عبارت نقل کرنے میں موروثی دجل کا مظاہرہ کیا پوری عبارت ملاحظہ ہو:

''سوال: کرامت کیا ہے؟ جواب: خلاف عادت کا کام اولیاء کے ہاتھ سے ہووے جیسے دور کی راہ تھوڑی مدت میں جاوے یا ہوا پر چلے یا کھانا پانی حاجت کے وقت مل جاوے۔

سوال: کرامت اس کے اختیار میں ہے یا نہیں؟

جواب: اختیار میں نہیں ہے جب اللہ تعالی چاہتا ہے ان کی عزت بڑھانے کو ان کے ہاتھ سے ظاہر کر دیتا ہے مولانا سید اولاد حسن صاحب قنوجی (شاگرد مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب) کہ اجل خلفاء حضرت سید احمد صاحب بریلوی رحمۃ اللہ علیہ سے ہیں اپنے رسالہ میں لکھتے ہیں تحت شرح اس آیت شریف وان کان کبر علیک اعراضھم الخ (فارسی عبارت چھوڑ کر ترجمہ نقل کیا جارہا ہے۔ راقم) خرق عادت کا بیان یہ ہے کہ اللہ تعالی جل شانہ اپنی قدرت کاملہ سے انبیاء علیہم السلام کی تصدیق کیلئے ایسی باتوں کو ظاہر فرماتے ہیں کہ اس کا صادر ہونا ان کی نسبت سے ممتنع ہوتا ہے اگرچہ دوسرے شخص کی نسبت ممتنع نہیں ہوتا اور اس کی تفصیل یہ ہے کہ بعض اشیاء کا وجود حسب عادت الہی موقوف ہوتا ہے اس چیز کے اسباب وسامان کے فراہم ہونے پر پس جو شخص کہ سامان وذرائع رکھتا ہے اسی سے مذکورہ چیز کا صادر ہونا خرق عادت نہیں ہے اور جسکو مذکورہ ذرائع حاصل نہ ہوں اس سے البتہ ان باتوں کا ظاہر ہونا منجملہ خرق عادت کے ہے مثلاً کسی کاتب کیلئے لکھنا خرق عادت نہیں ہے اور اس شخص کیلئے جو لکھنا پڑھنا نہ جانتا ہو لکھا خرق عادت ہے اور تلوار سے کسی کو مار ڈالنا خرق عادت نہیں ہے اور صرف ہمت ودعا سے مار دینا خرق عادت ہے پس اس بیان سے واضح ہو گیا کہ یہ لازم نہیں ہے کہ ہر خرق عادت مطلق طاقت بشر سے خارج ہو بلکہ اس قدر لازم ہے کہ جس شخص سے خرق عادت کا ظہور ہو اس سے اس کا صدور اسباب وذرائع کے فقدان کی وجہ سے خلاف عادت ہو پس بہت سی چیزیں ہیں کہ اس کا مقبولان حق تعالی سے خرق عادت کی قسم سے سمجھا جاتا ہے حالانکہ اس قسم کے افعال بلکہ اس سے قوی اور اکمل

صاحبان سحر و طلسم سے ممکن الوقوع ہے تو اگر کسی وقت حاضرین واقعہ پر یہ ثابت ہو جائے کہ جس شخص سے خرق عادت کا ظہور ہو رہا ہے وہ فن سحر و طلسم میں مہارت نہیں رکھتا ہے تو اس خرق عادت کا اس سے ظاہر ہونا اس کی سچائی کی نشانی ہو سکتی ہے اس بناء پر مائدہ کا آسمان سے نازل ہونا حضرت مسیح علیہ وعلی نبینا الصلوۃ والسلام کا معجزہ سمجھا جاتا ہے برخلاف اس کے اہل سحر بہت کچھ نفیس اشیاء قسم میوہ وشیرینی شیاطین کی مدد سے حاضر کر لیتے ہیں اور اپنے دوستوں اور ہم نشینوں میں اس پر فخر کرتے ہیں''۔

(فتاوی رشیدیہ،ص ۱۴۵,۱۴۶)

اعتراض ۶۵: تاویل سے حضور ﷺ کی توہین کرنے والا کافر نہیں۔ نعوذ باللہ

مولوی اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں کہ اہانت وگستاخی کردن درجناب انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کفر است ...... واگر باتاویلے توجیہے گوید کافر نہ شود (امداد الفتاوی ،ج ۵،ص ۳۹۳ طبع کراچی)۔

(دیو بندیت کے بطلان کا انکشاف،ص ۸۱، دیو بندی مذہب،ص ۲۰۴)

الجواب: رضا خانی نے عبارت نقل کرنے میں رضا خانیت کا مظاہرہ کیا ہے پوری عبارت ملاحظہ ہو:

> ''اہانت وگستاخی کردن درجناب انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کفر است پس اگر کسے نبی ایں الفاظ درشان پاک حضرت سرور کائنات ﷺ اہانۃ و استخفافا وسخریۃ واستہزاء گوید کافر شود وہمچنیں بے باکی وبے ہودگی دربارگاہ ایزد لایزال اقبح کفریات واشنع الحادات پس اگر قائل ایں الفاظ بلا تاویلے وتوجیہے ایں الفاظ گوید کافر شود ومستوجب عقوبت و مواخذہ است واگر بتاویلے وتوجیہے گوید کافر نہ شود لیکن منع کردہ شود کہ دریں ایہام کفر الحاد است یکفر اذا وصف اللہ تعالی بما لا یلیق بہ او تسخر باسم من اسماء عالمگیری ج ۲،ص ۸۸۰ وقال فیما یتعلق بالانبیاء یکفر لانہ شتم لھم واستخفاف بھم ایضا

ص ۸۸۴ ‘‘۔(امداد الفتاوی، ج ۵،ص ۳۹۸،طبع کراچی)

ترجمہ: نبی کریم ﷺ کی شان میں اہانت وگستاخی کرنا کفر ہے پس اگر کسی نے یہ الفاظ نبی کریم ﷺ کی شان پاک میں اہانۃ، استخفافا،تحریۃ، استہزاء کہے تو وہ کافر ہوجائے گا اسی طرح بارگاہ الٰہی میں بے ہودہ وبے باکانہ کلمات کہنا قبیح ترین کفریات وشنیع ترین الحاد میں سے ہے پس اگر یہ الفاظ کہنے والے نے بلا تاویل وتوجیہ کے کہے تو کافر ہوگیا اور سزاو مواخذہ کا سزاوار ہے البتہ اگر تاویل یا توجیہ سے کہا تو کافر نہ ہوگا البتہ ان الفاظ سے اس کو منع کیا جائے گا کہ موہم کفر والحاد ہے تکفیر کی جائے گی ایسے شخص کی جو اللہ کو موصوف کرتا ہے ایسی باتوں سے جو اس کی شان کے لائق نہیں یا اس کے ناموں میں سے کسی نام کے ساتھ تمسخر کرتا ہے۔

دیکھا اس آدمی نے کتنا بڑا دھوکا دیا حکیم الامتؒ تو صاف فرمارہے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کی شان میں گستاخی کرنے والے کی تکفیر کی جائے گی ہاں اگر ایسے الفاظ ہوں کہ جنکا صحیح معنی بھی نکلتا ہو اور ہم کو قائل کی مراد کا علم نہ ہو تو تکفیر نہیں کی جائے گی مگر ایسے الفاظ نبی کریم ﷺ کی شان میں استعمال کرنا پھر بھی جائز نہ ہوگا۔ یہ اصول علماء احناف کا متفق علیہ ہے تفصیل کیلئے علامہ شامیؒ کا رسالہ ’’تنبیہ الولاۃ والحکام علی شاتم خیر الانام‘‘ پڑھو۔ بلکہ ہمارے آئمہ کا تو مذہب یہ ہے کہ اگر گستاخ رسول ﷺ توبہ کرلے تو اسے معاف کردیا جائے گا اور اس کی توبہ قبول کی جائے گی (رسائل شامی، ۳۲۴) ۔اتمام حجت کیلئے رضاخانی گھر کے دوحوالے ملاحظہ ہو ما قبل میں رضاخانی نے دعوی کیا کہ شاہ اسمعیل شہیدؒ نے معاذ اللہ گستاخی کی اب انہی کے بارے میں بریلوی مولوی شریف الحق رضاخانی لکھتا ہے:

’’مولوی اسمعیل دہلوی کے کلمات کفریہ...... جب وہ کلمات مجدد اعظم اعلی حضرت ...... کے علم میں آئے تو بمصداق فوق کل ذی علم علیم ان میں اعلی حضرت ...... کو اسلام کا پہلو سمجھ میں آیا اگرچہ وہ بعید ہو ضعیف ہو اس لئے اعلی حضرت ...... نے کف لسان فرمایا‘‘۔(تحقیقات،ص ۲۰۷)

بریلوی مفتی اعظم ہند مفتی مصطفی رضا خان ابن مولانا احمد رضا خان بریلوی لکھتا ہے:

''اسمعیل دہلوی سے متعلق ایک شبہ کا ازالہ: یہاں وہابیہ سخت دھوکا دیتے ہیں کہ جب تنقیص وتوہین شان رسالت کفر ہے تو اسمعیل دہلوی نے بھی کی ہے وجہ کیا ہے کہ اشرفعلی وغیرہ ایسے کافر ہوں کہ ان کے کفر میں شک کرنے والا بھی کافر ہو اور اسمعیل ایسا نہ ہو مگر مسلمان ہوشیار ہوں یہاں خبثاء کا سخت دھوکا ہے اصل یہ ہے کہ اسمعیل اور حال کے وہابیہ کے اقوال میں فرق ہے ہم اہلسنت متکلمین کا مذہب یہ ہے کہ جب تک کسی قول میں تاویل کی گنجائش ہوگی تکفیر سے زبان روکی جائیگی کہ ممکن ہے اس نے اس قول سے یہی معنی مراد لئے ہوں''۔ (ملفوظات اعلحضرت ،ص ۱۷۲،حصہ اول،مکتبۃ المدینہ)

اب اگر رضا خانیوں کے اندر شرم وحیاء غیرت نام کی کوئی چیز ہے تو اپنے ان دونوں مولویوں کو بھی گستاخان رسول ﷺ کی لسٹ میں شامل کریں۔

اعتراض ٦٦: مثل انبیاء ہونے کا دعویٰ۔ نعوذ باللہ

یہ عنوان قائم کر کے رضا خانی لکھتا ہے: ''دیو بندی مذہب کی تبلیغی جماعت کے بانی مولوی محمد الیاس صاحب کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ کنتم خیر امۃ اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنھون عن المنکر کی تفسیر خواب میں یہ القاء ہوئی کہ تم مثل انبیاء کے لوگوں کے واسطے ظاہر کئے گئے ہو''۔ (ملفوظات شاہ محمد الیاس،ص ۵۴،طبع کراچی)

الجواب: رضا خانی نے عبارت میں اتنی بڑی خیانت کی ہے کہ شیطان بھی شرما جائے اصل عبارت اسطرح ہے:

''......کی تفسیر خواب میں القاء ہوئی کہ تم (یعنی امت مسلمہ) مثل انبیاء علیہم السلام کے لوگوں کے واسطے ظاہر کئے گئے ہو''۔

(ملفوظات،ص ٦۴)

اس میں صاف ''امت مسلمہ'' کے الفاظ موجود تھے مگر ان رضا خانیوں نے ان کو نقل نہ کیا

باقی اس کا مفہوم و مطلب بالکل واضح ہے کہ پچھلے زمانے میں امت کو اللہ کا پیغام پہنچانے کی ذمہ داری انبیاء علیہم السلام کی تھی اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر ان کی ذمہ داری تھی اب چونکہ نبوت کا سلسلہ ختم ہو گیا ہے تو نبیوں کے اس کام کی ذمہ داری اس امت مسلمہ پر لگا دی گئی ہے کہ جس کام کیلئے پہلے امتوں میں انبیاء کو مبعوث کیا جاتا تھا اب اس کام کیلئے اس امت کو منتخب کر لیا گیا ہے۔ رضا خانیوں کو اپنے گھر کی خبر لینی چاہئے جہاں یہ عقیدہ موجود ہے کہ اہل سنت یعنی رضا خانیوں کیلئے نبی معاذ اللہ احمد رضا خان ہے ملاحظہ ہو عبارت:

''ولاهل السنة من الله احمد رضا''۔ (خالص الاعتقاد مع رمح القھار، ص ۶۲)

مولانا احمد رضا خان کے والد مولانا نقی علی خان لکھتے ہیں:

''پیغمبر خدا ﷺ نے اپنی امت کے عالموں کو انبیاء بنی اسرائیل سے تشبیہ دیتے ہیں کہ جس طرح اکثر انبیاء بنی اسرائیل خلق کو اتباع توریت کی طرف ہدایت اور شریعت موسیٰ علیہ السلام کی ترویج میں کوشش کرتے اسی طرح علماء اس امت کے قرآن کی طرف ہدایت اور شریعت محمدی کی ترویج میں کوشش کرتے ہیں اسی جگہ سے کہتے ہیں الشیخ فی قومه كالنبی فی امته شیخ اپنی قوم میں مانند پیغمبر کے ہے اپنی امت میں''۔

(انوار جمال مصطفی، ص ۴۴)

کیوں جی ہاضمہ صحیح ہوا؟ مولانا الیاس صاحبؒ کے ملفوظ میں مثل کا لفظ ہے اگر یہ گستاخی ہے تو خود نبی کریم ﷺ نے علماء کو بنی اسرائیل کے انبیاء کے مثل کہا اور نقی علی خان صاحب نے تو یہاں تک لکھا کہ شیخ اپنی قوم میں نبی کی طرح ہے ہمت کرو فتوی لگاؤ۔

خواجہ محمد احسان مجددی حضرت شیخ احمد سرہندیؒ کے والد لے حوالے سے لکھتے ہیں:

''پھر حضرت مخدوم نے عرض کی کہ یا رسول اللہ! آپ نے امت کی طرف سے اپنے آپ کو کس طرح فارغ کر لیا حضور مکرم ﷺ نے فرمایا کہ اب تک تو ہم مع صحابہ کے امت کی طرف متوجہ تھے ہزار سال کے عرصہ

میں جس قدر اولیاء پیدا ہوئے ان میں سے کسی کو بھی ساری امت کے کارخانے کو برداشت کی طاقت نہ تھی کہ ہم اس کے حوالے کرتے اور بارگاہ حقیقی میں جلوت گزیں ہوتے اب یہ فرزند ایسا ہوا ہے کہ اب ہم ساری امت کا دنیاوی اور اخروی کارخانہ اس کے اور اس کے فرزندوں کے سپرد کر کے فراغ دلی سے اپنے پروردگار کی بارگاہ میں خلوت اختیار کریں گے۔ یہ کلیہ قاعدہ ہے کہ ہر پیغمبر اولوالعزم ہزار سال تک خلقت کی طرف متوجہ رہتا ہے بعد ازاں جب اور پیغمبر آجاتا ہے تو پھر پہلا پیغمبر بارگاہ خداوندی میں خلوت گزیں ہوتا ہے اس امت کیلئے حضور نبی کریم ﷺ کو ایک ہزار سال تک امت کی طرف متوجہ رہنا لازم تھا اور بعد ازاں کوئی ایسا پیغمبر اولوالعزم ہوتا جو آپ کا قائم مقام ہوتا کیونکہ گزشتہ زمانے میں انبیاء کرام کی بعثت اور ہدایت کا یہی دستور چلا آیا ہے کہ بعد نبی پہلے نبی کے دین کی ترجمانی کرتا ہے اور اسے مضبوط بناتا تھا لیکن آنحضرت ﷺ کے بعد نبی کا پیدا ہونا ناممکن ہے اس واسطے اس امت میں علمائے امت کو بنی اسرائیل انبیاء کا سا مرتبہ دیا گیا ہے تا کہ دین محمدی ﷺ کی خدمت کریں اور تقویت دیں''۔

(الروضۃ القیومیہ، ج ۱، ص ۱۱۷، ۱۱۸، مکتبہ نبویہ لاہور)

اس کتاب کو ترتیب دینے والے پیرزادہ اقبال احمد فاروقی صاحب مدیر جہان رضا ہیں۔ کوئی فتوی؟

امام غزالی رحمۃ اللہ لکھتے ہیں کہ کامل اولیاء کے دلوں میں مثل انبیاء بغیر کسی کے تعلم کے حقائق و معارف کا ظہور ہوتا ہے:

والی کامل تنبعث من نفسه حقائق الامور بدون التعليم كما قال تعالى يكاد زيتها يضيء ولو لم تمسه نار نور على نور و ذالك مثل الانبياء عليهم السلام۔

(احیاء علوم الدین، ج ۱، ص ۱۵۰، بیان تفاوت النفوس فی العقل، دار الشعب القاہرہ)

اورعلامہ ابن سیرینؒ لکھتے ہیں :فان صار فی المنام رسولا او داعیا الی اللہ تعالی فان اجابہ احد او قبل منہ دعواہ فان منزلۃ رفیعۃ (تعطیر الانام ج ۲،ص ۳۶۰) اگرخواب میں دیکھا کہ رسول یا داعی الی اللہ بن گیا ہے تو اگر اس کی بات کسی نے مان لی یا اس کی دعوت قبول کرلی تو بڑا بلند مرتبہ پائے گا"۔امام مالک ابو مطیع بلخی کے متعلق کہتے ہیں ابو مطیع قام مقام الانبیاء ابومطیع انبیاء کے قائم مقام ہیں (تاریخ بغداد ج ۸ ص ۲۲۰) اب لگاؤ فتوی الحمدللہ اس خواب کی تعبیر سچی ہوئی اور اللہ نے جو مقام حضرت جی کو دیا آج پوری دنیا اس سے واقف ہے۔

اعتراض ۶۷: انبیاء کرام پر برتری کا دعوی۔نعوذ باللہ

رضاخانی لکھتا ہے: تبلیغی جماعت کے بانی مولوی الیاس صاحب مزید کہتے ہیں کہ اگر حق تعالی کسی کام لینا نہیں چاہتے ہیں تو چاہے انبیاء بھی کتنی کوشش کرلیں تب بھی ذرہ نہیں ہل سکتا اور اگر کرنا چاہیں تو تم جیسے ضعیف سے بھی وہ کام لے لیں جو انبیاء سے بھی نہ ہوسکے"۔(مکاتیب حضرت مولنا محمد الیاس ،ص ۱۰۷،طبع کراچی)

(دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف ،ص ۸۱)

الجواب:اس کا جواب کچھ سال پہلے ایک سیفی مولوی کو دیا تھا ملاحظہ ہو۔سیفی بریلوی نے اولا تو عبارت کو سیاق وسباق سے کاٹ کر پیش کیا ثانیا عبارت کا جو مفہوم ومطلب بیان کیا وہ بھی ان کا خودساختہ ہے حضرت مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کہیں بھی یہ نہیں کہا کہ تبلیغ والوں نے اتنی تبلیغ کی یا اتنی دین کی خدمت کی کہ معاذاللہ انبیاء بھی نہیں کرسکتے نہ اس کا مقصود اس عبارت سے اس بات کا بیان کرنا ہے۔اولا ان کی پوری عبارت ملاحظہ ہو:

"درحقیقت جو کچھ بھی کام کرنے والے ہیں وہ باری تعالی ہیں نہ انبیاء بغیر اس کی مشیت کے کچھ کرسکتے ہیں اگرچہ ہزار کوشش کریں، اور نہ اولیاء اور نہ بڑی سے بڑی قوت والے غرض بغیر اللہ کی مشیت کے کوئی بھی دنیا بھر میں کچھ نہیں کرسکتا اور حق تعالی میں سب قدرت ہے کہ چھوٹے چھوٹے ابابیل پرندوں کو ہاتھیوں پر فتح دلوادی تو جبکہ حق تعالی ہی کام کرتے ہیں اور قوت وزر کو کچھ دخل

نہیں ہے تو اگر چہ تم کتنے ہی ضعیف ہو ممکن ہے کہ حق تعالیٰ تم سے وہ کام لیں جو بڑے بڑے واعظوں سے نہ ہو سکے اور اگر حق تعالیٰ کسی کام کو لینا چاہتے ہیں تو چاہے انبیاء بھی کتنی کوشش کرلیں تب بھی ذرہ نہیں ہل سکتا اور اگر کرنا چاہیں تو تم جیسے ضعیف سے بھی وہ کام لے لیں جو انبیاء سے بھی نہ ہو سکے۔

(مکاتیب حضرت مولانا محمد الیاس، ص ۱۰۷، از ابوالحسن ندویؒ، مطبوعہ ادارہ اشاعت دینیات نظام الدین دہلی)

پہلی بات کہ حضرت مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا یہ جملہ شرطیہ ہے (حرف اگر برائے شرط):

تو اگر چہ تم کتنے ہی ضعیف ہو ممکن ہے کہ حق تعالیٰ تم سے وہ کام لیں جو بڑے بڑے واعظوں سے نہ ہو سکے اور اگر حق تعالیٰ کسی کام کو لینا چاہتے ہیں تو چاہے انبیاء بھی کتنی کوشش کرلیں تب بھی ذرہ نہیں ہل سکتا اور اگر کرنا چاہیں تو تم جیسے ضعیف سے بھی وہ کام لے لیں جو انبیاء سے بھی نہ ہو سکے

بریلوی اصل کے مطابق یہ گستاخی اس وقت ہوتی جب اس کا امکان پایا جاتا حالانکہ یہاں شیخ الیاس صاحبؒ صرف بطور فرض کے بات کر رہے ہیں کیونکہ جملہ شرطیہ ہے اور جملہ شرطیہ کے متعلق احمد رضا خان کہتا ہے:

''یہ شرطیہ ہے جس کیلئے مقدم اور تالی کا امکان ضرور نہیں اللہ عزوجل فرماتا ہے قل ان کان للرحمن ولد فانا اول العابدین اے محبوب تم فرمادو کہ اگر رحمن کے لئے کوئی بچہ ہوتا تو اسے سب سے پہلے میں پوجتا''۔

(ملفوظات، حصہ دوم، ص ۱۶۱، فرید بک سٹال لاہور)

حضرت شیخ کی عبارت میں شرط میں ''اگر'' ہے مولوی احمد رضا خان نے جو آیت کا ترجمہ پیش کیا اس میں بھی ''اگر'' موجود ہے حضرت شیخ کے جملہ میں جو جزاء ہے اس میں ''تو برائے جزا'' موجود ہے مولوی احمد رضا خان بریلوی نے جو آیت کا ترجمہ پیش کیا اس میں جزا میں ''تو'' موجود ہے۔ تو اگر حضرت شیخ کی عبارت گستاخانہ ہے تو یہ آیت بھی تو گستاخی پر معاذ اللہ محمول ہوگی کیونکہ اس کا مطلب تو یہ بنتا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کا معاذ اللہ بچہ ہوتا تو سب سے پہلے نبی کریم ﷺ

اس کو پوجتے۔ یہ تو کھلا ہوا شرک ہے۔ اگر مولوی صاحب جواب دے کہ بھائی یہ بطور فرض ومحال کے ہے، تو شیخ کی بات بھی بطور فرض ومحال ہے۔ چونکہ جملہ میں کوئی گستاخی نہ تھی اس لئے مولوی کو عبارت نقل کرنے سے پہلے یہ جھوٹ بولا ناپڑا کہ انبیاء پر برتری کا دعوی کردیا معاذ اللہ۔ حضرت شیخ کی بات کا سیدھا اور صاف مطلب یہ ہے کہ ہر چیز اللہ کی مشیت وارادہ وحکم پر موقوف ہے اگر اللہ کی مشیت وارادہ نہ ہو تو انبیاء جیسے اولوالعزم بھی وہ کام نہیں کرسکتے اور اگر اس کا ارادہ ومشیت ہو تو کمزور سے کمزور آدمی سے بھی جو کام لینا چاہیں لے لیں۔ آخر اس میں کونسی برائی یا گستاخی ہے؟ ثابت تو کرو۔

اب ذرا ایک نظر گھر پر بھی ڈالیں آپ کے مناظر اعظم جس کو عبدالحکیم شرف قادری نے تذکرہ اکابر اہلسنت میں اپنے اکابر میں شمار کیا ہے اس سے سوال ہوا:

> ”سوال نمبر ۱: مسیح علیہ السلام لوگوں کی ہدایت کے لیے دوبارہ اتریں گے حضرت محمد ﷺ نہیں آئیں گے پس افضل کون ہے؟
>
> جواب: دوبارہ وہی بھیجا جاتا ہے جو پہلی ناکامیاب ہو امتحان میں دوبارہ وہی لوگ بلائے جاتے ہیں جو فیل ہوں حضرت مسیح علیہ السلام پہلی آمد میں ناکامیاب رہے اور یہود کے ڈر کے مارے کام تبلیغ رسالت سرانجام نہ دے سکے اس لیے ان کا دوبارہ آنا تلافی مافات ہے۔
>
> (انوار شریعت، ج۲، ص ۵۵)

معاذ اللہ تمہارے پیروں فقیروں کو تو کسی چیز کا خوف نہ ہو وہ تو کھل کر حق بات کردیں اور حضرت عیسی علیہ السلام نے معاذ اللہ یہودیوں کے خوف سے کار تبلیغ جو ان کی ذمہ داری تھی سرانجام نہ دی۔ بتایئے گستاخی یہ ہوتی ہے یا وہ جو تم نے پیش کی؟

آگے چل میرا آپ سے سوال ہے یقینا آپ نے اپنے بیانات میں یہ کہا ہو گا کہ ہمارے اکابر بڑے ”مرد مجاہد“ تھے انگریز کے خلاف جہاد کیا۔ مگر دوسری طرف آپ کے حکیم الامت احمد یار گجراتی تمام انبیاء علیہم السلام کے بارے میں کہتا ہے:

> ”جو انبیاء کفار کے ہاتھوں شہید ہوئے وہ مجاہد نہ تھے“۔ (نور العرفان

ص ۶۵۴، نعیمی کتب خانہ گجرات)''۔

اب میرا سوال ہے کہ تم اگر انگریز کے مقابلے میں مارے جاؤ (یاد رہے کہ یہ صرف رضاخانی کے اقوال کو سامنے رکھ کر سوال کر رہا ہوں ورنہ راقم کے نزدیک بریلوی فرقہ انگریز کا ایجنٹ ہے نہیں کبھی انگریز تو کیا کسی کافر کے مقابلے میں جہاد کیلئے نکلنے کی توفیق نہ ہوئی) تو مرد مجاہد، جہاد کرنے والے مگر انبیاء علیہم السلام مجاہد نہیں ہیں تو جہاد کا جو کام اللہ تعالی نے بقول آپ کے آپ کے اکابر سے لیا وہ انبیاء سے نہ لیا تو جواب دیں گستاخی ہوئی یا نہیں؟

اعتراض ۶۸: بانی تبلیغی جماعت کے جنازے پر وما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل کی تلاوت۔نعوذ باللہ

یہ عنوان قائم کر کے آگے اس نے مولانا محمد الیاس اور ان کی دینی دعوت اور سوانح مولانا یوسف اور اشرف السوانح کا حوالہ دیا۔

(دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف، ص ۸۱، ۸۲)

الجواب: مکمل عبارت ملاحظہ ہو:

''اس کے بعد غسل شروع ہوا علماء وفقہاء نے اپنے ہاتھوں سے غسل دیا اور تمام سنن و مستحبات کا التزام کیا گیا مساجد (اعضاء سجود) پر خوشبو لگانے لگے تو حاجی عبد الرحمن صاحب نے فرمایا کہ پیشانی پر اچھی طرح خوشبو لگاؤ یہ گھنٹوں سجدے میں ٹکی رہتی تھی شہر میں عام اطلاع ہو گئی تھی اور لوگوں کی آمد صبح سے شروع ہو گئی تھی تھوڑی دیر میں بڑا مجمع ہو گیا وہ مجمع جس کو مولانا کبھی فارغ نہیں دیکھ سکتے تھے شیخ الحدیث صاحب اور مولانا محمد یوسف صاحب کا حکم ہوا کہ لوگوں کو نیچے میدان میں جمع کیا جائے اور ان سے خطاب کیا جائے وما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل کے مضمون سے بڑھ کر اس موقع کیلئے تعزیت اور موعظت کیا ہو سکتی تھی مولانا ظفر احمد صاحب اور مفتی کفایت اللہ صاحب نے بھی لوگوں کو صبر و استقامت کی تلقین کی اور نصائح فرمائے''۔ (حضرت مولانا محمد

الیاس صاحبؒ اور ان کی دینی دعوت، ص ۱۷۳)

مطلب بالکل واضح ہے کہ غم واندوہناک کی اس گھڑی میں وما محمد الا رسول الآیۃ کے مضمون سے بڑھ کر اور کیا واعظ ہوسکتا تھا یعنی لوگوں صبر کرو جب کائنات کی سب سے محبوب ہستی جس کیلئے یہ کائنات بنی اس دنیا میں نہ رہے اور یہاں سے پردہ فرما گئے موت انہیں بھی آئی تو بھلا ان کے بعد کس کو موت سے مفر ہے جو بچ جائے؟ یہ تو خدا کا اٹل فیصلہ ہے اس حقیقت کا سامنا ہر ایک نے کرنا ہے خواہ اس کا اس پر ایمان ہو یا نہ ہو ہاں کرنے کا کام یہ ہے کہ اگر ہمیں ان ہستیوں سے واقعۃ محبت ہے تو اب رونے دھونے اور آہ وفغاں کرنے کے بجائے ان کے مشن کو اپنا مقصد بنائیں اور اس کی تعمیر وترقی اور ترویج کیلئے اپنا کردار ادا کریں۔ اب کوئی ان جاہلوں سے پوچھے کے آخر اس میں گستاخی والی کونسی بات ہے؟

مولوی عبدالحکیم اختر شاہجہاں پوری احمد رضا خان صاحب کی مدح میں لکھتے ہیں:

''درحقیقت اعلیحضرت غوث پاک کے ہاتھ میں چوں قلم در دست کاتب تھے جس طرح غوث پاک سرور دو عالم محمد رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ میں چوں قلم در دست کاتب تھے اور کون نہیں جانتا کہ رسول پاک اپنے رب کی بارگاہ میں ایسے تھے قرآن کریم نے فرمادیا وما ینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحی''۔

(سیرت امام احمد رضا، ص ۲۳، ۲۴، پروگریسو بکس لاہور)

جب شیخ نبی کریم ﷺ کے ہاتھ میں قلم جیسے تو یقینا یہ آیت ان پر بھی فٹ آئے گی اور جب اعلیحضرت شیخ کے ہاتھ میں مانند قلم تو اس آیت کے وہ بھی مصداق ہوں گے اب دیکھو قرآن کی آیتیں تم اپنے مولویوں پر فٹ کرو اور اعتراض ہم پر کرو۔

ایک اور حوالہ ملاحظہ ہو:

''فتاوی مبارکہ حسام الحرمین بے شبہ حق وصواب مطابق سنت وکتاب ہے۔ اس کا ماننا اس کے ارشادات جلیلہ کو عین مطلوب شرع مطہر اور اصول ومقاصد مذہب حق سے جاننا اس کے مطابق عقیدہ رکھنا عمل رکھنا مسلمانوں پر فرض اور

ان کے کامل الایمان صحیح الاعتقاد سچے پکے سنی مسلمان ہونے کی دلیل اور فرمان الٰہی جل وعلا فان تنازعتم فی شیء فردوہ الی اللہ والرسول ان کنتم تومنون باللہ والیوم الاخر ذالک خیر واحسن تاویلا"۔(الصوارم الہندیہ:ص ۵۴)

یہاں پر بریلویوں کا کفر ننگا ناچ رہا ہے بریلوی جواب دیں کہ تمہارے نزدیک احمد رضا خان اللہ تھا معاذ اللہ یا اللہ کا رسول العیاذ باللہ جو اختلاف کی صورت میں تم اسے اس آیت کا مصداق ٹھہرا رہے ہو؟۔

ایک بریلوی ملاں "احمد رضا خان" کی کتاب "حسام الحرمین" کے متعلق لکھتا ہے کہ:

کتاب لاریب فیہ ھدی للمتقین

(الصوارم الہندیہ:ص ۶۴)

ہم عوام کی اسی عدالت سے پوچھنا چاہتے ہیں کہ بتائے کیا "لاریب فیہ ھدی للمتقین" قرآن کی شان نہیں؟

اعتراض ۶۹: انبیاء کرام کا عذاب سے بچ جانا غنیمت ہے۔نعوذ باللہ

یہ عنوان قائم کر کے رضا خانی لکھتا ہے: "مولوی حسین علی لکھتے ہیں کہ اور رسولوں کا کمال سلامت رہنا عذاب الٰہی سے فقط"۔

(بلغۃ الحیران،ص ۲۴۴)۔(دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف،ص ۸۲)

الجواب: قارئین اول بات تو یہ کہ کتاب ہماری معتبر نہیں، ثانیا عبارت میں کہیں بھی یہ نہیں لکھا کہ انبیاء کیلئے یہ غنیمت ہے کہ وہ عذاب سے بچ جائیں بلکہ وہاں تو لکھا ہے کہ یہ ان کا کمال ہے اور یقینا ان کا عذاب الٰہی سے دور رہنا ان کا کمال ہے اس میں بھلا کیا شک ہے؟ ثالثا دھوکا دہی ملاحظہ ہو بلغۃ الحیران کی عبارت میں "فقط" سے مراد یہ تھا کہ سورۃ النمل یہاں مکمل ہوگئی مگر اس بدبخت نے فقط کو ماقبل کی عبارت سے ملا کر عبارت میں حصر پیدا کر کے ایک غلط مفہوم دینا چاہا۔

مولنا عبد القدوس گنگوہی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''چنانچہ خلود انبیاء در دوزخ وخلود کافراں در بہشت وآن اگرچہ بنظر ذات خود ممکن است اما بنظر آن کہ خلاف حکمت حقست ممتنع است''۔ (مکتوبات قدسیہ، ص ۳۴۳)

''واگر عدل کنند مقربانرا برخاک زندو در ہاویہ سپاردکس''۔ (ایضا، ص ۱۷۶)

چنانچہ انبیاء کو جہنم میں داخل کرنا اور کافروں کو بہشت میں اگرچہ فی ذاتہ ممکن ہے مگر حق تعالی کی حکمت کے پیش نظر یہ امر ممتنع ہے اور اگر وہ ذات عدل پر آجائے تو مقربوں کو خاک پر دے مارے اور ہاویہ میں ڈال دے۔

اب لگاؤ اس عبارت پر بھی سرخی کہ معاذ اللہ انبیاء کا جہنم میں جانا ممکن ہے اور حضرت کو بھی گستاخوں کی فہرست میں شامل کرلو، معاذ اللہ۔

اعتراض ۷۰: انبیاء سے محبت ضروری نہیں ہاں دیوبندیوں سے محبت ضروری ہے۔ نعوذ باللہ

یہ عنوان قائم کر کے رضا خانی لکھتا ہے: ''میں کمبخت کیا چیز ہوں کہ میں اس کا انتظار کروں کہ مجھ سے محبت ہو خود حضرات انبیاء علیہم السلام سے بھی طبعی محبت کرنا فرض نہیں''۔ (اضافات الیومیہ، ج ۵، ص ۲۷۵) گویا دیوبندی مذہب میں انبیاء کرام سے محبت ضروری نہیں ہاں اس دیوبندی دھرم میں دیوبندیوں سے محبت ضروری ہے لکھا ہے کہ: ''اپنے پاس اعمال وغیرہ تو کچھ ذخیرہ نہیں صرف بزرگوں کی دعا اور محبت ہی ہے...... اس کا ہر شخص کو اہتمام کرنا چاہئے''۔ (اضافات الیومیہ، ص ۲۵۱, ۲۵۲)۔

(دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف، ص ۸۲, ۸۳، دیوبندی مذہب، ص ۲۰۷, ۲۰۸)

الجواب: یہ بھی اس رضا خانی کا دھوکا ہے کہ معاذ اللہ انبیاء علیہم السلام سے محبت ضروری نہیں ان سے محبت تو ایمان کیلئے شرط ہے حضرت حکیم الامتؒ تو یہ فرمارہے ہیں کہ ان سے طبعی محبت ضروری نہیں کیونکہ یہ امر غیر اختیاری ہے اور یہ بات وہ اپنی طرف سے نہیں فرمارہے ہیں اکابر علماء بھی ان سے پہلے بلکہ خود رضا خانی علماء بھی اس بات کو لکھ چکے ہیں ملاحظہ ہو چند حوالہ جات۔

۱۔　علامہ ابن الجوزیؒ (متوفی ۵۹۷ھ) لکھتے ہیں:

اعلم ان المراد بهذه المحبة الشرعية فانه يجب على المسلمين ان يقوا رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بانفسهم و اولادهم و ليس المراد بهذا المحبة الطبعية فانهم قد فروا عنه في القتال و تركوه و كل ذالك لايثار حب النفس"۔

(کشف المشکل، ج ۳، ص ۲۳۱، دار الوطن الریاض)

۲۔　بریلوی شیخ الحدیث غلام رسول سعیدی لکھتے ہیں:

"ایک سوال یہ ہے کہ محبت ایک غیر اختیاری چیز ہے اور غیر اختیاری چیز کا انسان مکلف نہیں ہوتا تو رسول اللہ ﷺ کی محبت کا مکلف کرنا کس طرح صحیح ہوگا اسکا جواب یہ ہے کہ محبت کی دو قسمیں ہیں ایک محبت طبعی اور دوسری محبت عقلی محبت طبعی غیر اختیاری ہوتی ہے جیسے ماں باپ اولاد اور مال و دولت کی محبت اور محبت عقلی اختیاری ہوتی ہے محبت عقلی سے مراد یہ ہے کہ عقل محبوب چیز کو دوسری چیزوں پر ترجیح دے اور یہ انسان کے اختیار میں ہے اور رسول اللہ ﷺ سے اسی قسم کی محبت کرنا فرض ہے"۔ (شرح مسلم، ج ۱، ص ۴۲۶)

تمہارا اپنا مفتی کہہ رہا ہے کہ نبی کریم ﷺ سے محبت طبعی نہیں بلکہ محبت عقلی کرنا فرض ہے اب ہمت ہے تو لگاؤ اپنے اس شیخ الحدیث پر گستاخی کا فتوی۔ حضرت حکیم الامتؒ کی محبت کا اندازہ لگانے کیلئے ان کا یہ ملفوظ کافی ہے:

"مجھ کو امور تکوینیہ کے مصالح سے مناسبت ہی نہیں قلب کی یہ کیفیت ہے کہ جب تک اللہ و رسول کا ذکر کرتا رہتا ہے طبیعت خوش رہتی ہے اور جہاں دنیوی قصے شروع ہوئے مجھے وحشت شروع ہوئی"۔

(ملفوظات، ج ۱، ص ۲۰۴)

۳۔　علامہ نوویؒ لکھتے ہیں:

"قال الامام ابو سليمن الخطابی لم يرد به جب الطبع بل

اراد به حب الاختيار لان حب الانسان نفسه طبع ولا سبيل الی قلبه"۔(شرح مسلم، ج ۱،ص ۴۹)

۴۔ ملا علی قاری حنفیؒ لکھتے ہیں:

"وليس المراد الحب الطبعي لانه لا يدخل تحت الاختيار ولا يكلف الله نفسا الا وسعها بل المراد الحب العقلی"۔(مرقاۃ المفاتیح، ج ۱،ص ۱۳۹)

یہ سارے علماء وضاحت کے ساتھ اس بات کو لکھ رہے ہیں کہ نبی کریم ﷺ سے محبت طبعی ضروری نہیں بلکہ محبت عقلی ضروری ہے اب اگر ہمت ہے تو ان پر بھی فتویٰ لگاؤ۔ یاد رہے کہ حکیم الامتؒ کا یہ مقصد ہرگز نہیں کہ انبیاء سے معاذ اللہ طبعی محبت بھی نہ رکھے بلکہ کہنے کا مقصد یہ ہے کہ بعض اوقات اگر ناموس رسالت وناموس دین پر ماں باپ اولاد مال ودولت کی قربانی دینی پڑے تو ہوسکتا ہے کہ کسی انسان کا دل نہ مانے اے افسوس ہو اس پر غم ہو تو اس پر تو کوئی مواخذہ نہیں لیکن ایمان کا تقاضہ یہی ہے کہ اس غم دکھ درد کو ایک طرف رکھ کر محبت طبعی پر محبت عقلی کو ترجیح دے اور ان کو قربان کرڈالے۔اب جو ان کو قربان کرنے پر ناگواری ہوئی تو وہ محبت فطری طبعی کی وجہ سے اور باوجود اس ناگواری کے قربان کردیا تو اس واسطے کہ دین اور اس کو لانے والے رسول اکرم ﷺ سے محبت عقلی تھی جو محبت طبعی پر غالب آئی اور یہی شریعت کو مطلوب ومقصود ہے۔

یاد رہے کہ محدث جلیل حضرت علامہ انور شاہ کاشمیریؒ نے یہاں صرف محبت اختیاری وعقلی کے قول کو اختیار نہ کیا بلکہ کہا کہ عقلی کے ساتھ طبعی بھی ضروری ہے کہ اس حدیث میں والدین اور اولاد کا کہا گیا اور ان سے محبت طبعی ہوتی ہے (فیض الباری) بعد میں شاہ صاحبؒ کے اسی نکتے کو سرقہ کرکے احمد یار گجراتی نے بھی اپنی شرح مشکوۃ میں لکھا ہے۔لیکن ظاہر ہے کہ یہ اپنے ذوق کی بات ہے۔ وللناس فيما يعشقون مذاهب۔

اعتراض ۱۷: حضرت یوسف کے ثانی گنگوہی کے کالے بندے؟

تھے۔ نعوذ باللہ

اعتراض ۷۲: گنگوہی کے کمالات وطاقت حضرت عیسیٰؑ سے زیادہ۔ نعوذ باللہ

اس کے بعد مرثیہ گنگوہی کے اشعار پر اعتراضات کئے گئے ان سب اشعار کا جواب آگے مستقل عنوان کے تحت یکجا آرہا ہے۔

اعتراض ۷۳: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رسول اور نبی ہونے کا انکار۔ نعوذ باللہ

دیوبند کے امام الہند مولوی ابوالکلام آزاد لکھتے ہیں کہ:

وثائق وحقائق اور سلسلہ ابراہیمی دراصل دو ہی صاحب شریعت رسول آئے پہلا بنی اسحاق میں خاندان بنی اسرائیل کا اولوالعزم پیغمبر جس نے فراعنہ مصر کی شخصی حکمرانی ومحکومی وغلامی سے اپنی قوم کونجات دلائی دوسرا اس کے مورث اعلیٰ خلیل اللہ کی مقدس دعا کا مقصود و مطلوب اور بنی اسمٰعیل نبی امی جس نے نہ صرف اپنے خاندان اپنی قوم اور اپنے وطن بلکہ تمام عالم انسانیت کو انسانی حکمرانی کی لعنت سے نجات دلائی وما ارسلنک الا کافۃ للناس بشیرا ونذیرا (۳۲، ۳۳) مسیح ناصری کا تذکرہ بے کار ہے وہ شریعت موسوی کا ایک مصلح تھا پر خود کوئی صاحب شریعت نہ تھا اس کی مثال ان مجددین ملت اسلامیہ قدیمہ کی سی تھی جن کا حسب ارشاد صادق ومصدوق تاریخ اسلام میں ہمیشہ ظہور رہتا ہے وہ کوئی شریعت نہیں لایا اس کے پاس کوئی قانون نہ تھا وہ خود بھی قانون عشرہ موسوی کا تابع تھا"۔ (ہفت روزہ الہلال کلکتہ، ج ۳، ش ۱۳، ۲۶ ستمبر ۱۹۱۳، ص ۲۷۷ طبع لاہور)

اس عبارت میں سرکار عیسیٰ کو مجدد ہی بتلا کر اس نے آپ کے رسول ونبی ہونے کا انکار کیا ہے اور سلسلہ ابراہیمی میں دو رسول مان کر باقی رسل سے انکار کیا ہے۔

(دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف، ص ۸۴)

الجواب: رضاخانی نے اول بے ایمانی تو یہ کی کہ اس کو مولانا ابوالکلام آزاد رحمہ اللہ

کی طرف منسوب کر دیا حالانکہ اس پر کسی کالم نگار یا مقالہ نگار یا مضمون نگار کا نام درج نہیں ہفت روزہ اخبار تھا خدا جانے کس کا کالم ہو۔ پھر کالم بھی پورا پیش نہیں کیا مکمل کالم اس طرح ہے:

''سلسلہ ابراہیمی (ع) میں دراصل دو ہی صاحب شریعت رسول آئے پہلا بنی اسحاق میں خاندان بنی اسرائیل کا اولوالعزم پیغمبر جس نے فراعنہ مصر کی شخصی حکمرانی ومحکومی وغلامی سے اپنی قوم کو نجات دلائی دوسرا اس کے مورث اعلیٰ خلیل اللہ کی مقدس دعا کا مقصود ومطلوب۔ اور بنی اسمٰعیل نبی امی جس نے نہ صرف اپنے خاندان اپنی قوم اور اپنے وطن بلکہ تمام عالم انسانیت کو انسانی حکمرانی کی لعنت سے نجات دلائی وما ارسلنک الا کافۃ للناس بشیرا و نذیرا (۳۲،۳۳) مسیح ناصری کا تذکرہ بے کار ہے وہ شریعت موسوی کا ایک مصلح تھا پر خود کوئی صاحب شریعت نہ تھا اس کی مثال ان مجددین ملت اسلامیہ قدیمہ کی سی تھی جن کا حسب ارشاد صادق و مصدوق تاریخ اسلام میں ہمیشہ ظہور رہتا ہے وہ کوئی شریعت نہیں لایا اس کے پاس کوئی قانون نہ تھا وہ خود بھی قانون عشرہ موسوی کا تابع تھا اس نے خود تصریح کر دی کہ میں تورات کو مٹانے نہیں بلکہ پورا کرنے کیلئے آیا ہوں (یوحنا ۱۳، ۲۵) اس نے کہا کہ میرا مقصد صرف اسرائیل کے گھرانے کی گم شدہ بھیڑوں کی تلاش ہے (۱۵، ۱۹) اسی لئے اس نے اپنی اصلاح کو صرف یہودیوں تک محدود رکھا اور غیر قوموں میں وعظ کرنے کی مخالفت کر دی''۔

(ہفت روزہ الہلال کلکتہ، ص، ۱۱، ج ۳، ش ۱۳، ۲۶ ستمبر ۱۹۱۳، مطبوعہ الہلال اکیڈمی شاہ عالم مارکیٹ لاہور، ج ۲، ص ۲۷۷)

اس سے معلوم ہوا کہ کالم نگار عیسائیوں پر جدلی (الزامی) انداز سے رد کر رہا ہے اسی واسطے ''انجیل یوحنا'' کے حوالے دیئے ظاہر ہے کہ اگر اپنا عقیدہ بیان کرتا یا مسلمانوں کے رد میں کچھ کہنا ہوتا تو قرآن وحدیث یا تاریخ اسلام کا سہارا لیا جاتا انجیل سے مسلمانوں کو

کیا سروکار؟۔

بریلوی تو نبی کریم ﷺ کو نبی نہیں مانتے

دوسروں پر اعتراض کرنے والے اپنے گھر کی پہلے خبرلیں بریلوی مناظر عبدالمجید سعیدی رحیم یارخانی مایہ ناز بریلوی عالم مولوی اشرف سیالوی کے بارے میں لکھتا ہے کہ وہ نبی کریم ﷺ کی نبوت کا انکار کرتا ہے اور اس بات کے ثبوت کیلئے اپنی کتاب میں مندرجہ ذیل عنوان قائم کیا: ''سرگودھوی انکار نبوت کی تصریحات''۔ (تنبیہات، ص ۴۳) آگے لکھتا ہے:

> ''خلاصہ یہ ہے کہ سرگودھوی صاحب خود اپنی تحریرات کی روشنی میں ولادت باسعادت تا اعلان نبوت رسول اللہ ﷺ کی نبوت کا انکار کرکے گستاخ اور سوء ادبی کے مرتکب ہوئے ہیں''۔ (تنبیہات، ص ۶۹)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت کا انکار

اسی اشرف سیالوی کے متعلق لکھتا ہے:

> ''عبارت مذکورہ سے خوب واضح ہے کہ صاحب تحقیقات (تحقیقات اشرف سیالوی کی کتاب ہے۔از ناقل) کے نزدیک حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول کے بعد نبی نہ ہونا قطعیات اسلام اور ضروریات دین سے ہے کیونکہ ان کے نبی ہونے کی صورت میں بزعم اس فاضل محقق (اشرف سیالوی) کے حضور سید المرسلین ﷺ کی امتیازی شان خاتم النبیین کا ختم ہونا لازم آتا ہے جبکہ یہ امر قطعی اور یقینی ہے کہ آپ ﷺ کی شان خاتم النبیین کا ختم نہ ہونا قطعیات اسلام اور ضروریات دین سے ہے تو نتیجہ واضح ہے کہ ان کے موقف اور عقیدہ کے مطابق العیاذ باللہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول کے بعد نبی نہ ہونا بھی قطعیات اسلام اور ضروریات دین سے ہے''۔ (تصریحات بجواب تحقیقات، ص ۹۵,۹۶)

معاذ اللہ یہ ہم نہیں کہہ رہے ہیں تمہارا اپنا مولوی کہہ رہا ہے کہ بریلوی مولوی حضرت عیسیٰ

علیہ السلام کو نبی نہیں مانتے اور یہ عقیدہ قطعیات میں سے ہے۔

مولانا ابوالکلام آزاد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت ورسالت کا اقرار کرتے ہیں ان کی اپنی تفسیر سے صراحت

مولانا ابوالکلام آزاد لکھتے ہیں:

''عیسائیوں کی اس گمراہی کا ذکر کہ حضرت مسیح کی الوہیت کا اعتقاد باطل پیدا کر لیا حالانکہ تمام بنی آدم کی طرح وہ بھی ایک انسان تھے اور خدا نے انہیں اپنی رسالت کیلئے چن لیا تھا''۔

(ترجمان القرآن، ج۱ص ۳۵۴، مکتبہ سعید ناظم آباد کراچی)

مزید لکھتے ہیں:

''اور اے مریم! اللہ (اس ہونے والے لڑکے) کو کتاب اور حکمت کا علم عطا فرمائے گا نیز تورات اور انجیل کا اور اسے بنی اسرائیل کی طرف بہ حیثیت رسول کے بھیجے گا''۔ (ترجمان القرآن، ج۱ص ۳۵۲)

مزید ملاحظہ ہو:

''نیز جو کچھ موسیٰ کو اور عیسیٰ کو اور خدا کے تمام نبیوں کو خدا کی طرف سے ملا ہے اس سب پر بھی ہمارا ایمان ہے ہم ان رسولوں میں سے کسی ایک کو بھی دوسرے سے جدا نہیں کرتے (کہ کسی کو مانیں کسی کو نہ مانیں) ہم خدا کے فرمانبردار ہیں اس کی سچائی جہاں کہیں بھی اور جس کی زبانی بھی آئی ہو سچائی ہے اور ہم اس کی اطاعت کرنے والے ہیں''۔ (ترجمان القرآن، ج۱ص ۳۶۰)

اتنی صریح تصریحات کے بعد بھی مولانا پر یہ الزام لگانا کہ وہ معاذ اللہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت ورسالت کے منکر ہیں بے حیائی کی انتہاء ہے دراصل یہ غلیظ وکفریہ عقیدہ تمہارا اپنا ہے جو ہماری طرف لگا رہے ہو ماقبل میں ناقابل تردید دلائل دوبارہ ملاحظہ کرلو۔

اعتراض ۴۷: انبیاء کرام کی بے بسی۔نعوذ باللہ

دیوبندی مولوی عمر پالن پوری لکھتے ہیں کہ: ’’فرعون پر اللہ کی پکڑ آئی تو پورا لشکر جو اس کے ساتھ تھا اس کو بچا نہیں سکا قارون پر اللہ کی پکڑ آئی تو اس کا مال اس کے گھر میں تھا لیکن وہ اسے دھسنے سے بچا نہیں سکا کوئی طاقت بچا نہیں سکتی اللہ کی پکڑ سے بلکہ اس سے بھی آگے ترقی کر کے اگر یہ بات کہی جائے تو غلط نہیں ہوگی کہ جیسے ساری طاقتیں اللہ کی پکڑ سے نہیں بچا سکتی اسی طرح روحانی طاقتیں بھی اللہ کی پکڑ سے نہیں بچا سکتی یہاں تک کہ جب اللہ تعالی کی پکڑ آئی تو نوح علیہ السلام کی روحانی طاقت اپنے بیٹے کو نہیں بچا سکی ابراہیم علیہ السلام کی روحانی طاقت اپنے باپ کو نہیں بچا سکی‘‘۔(ماہنامہ الدعوۃ الی اللہ لاہور شمارہ ۲۰ ماہ دسمبر ۲۰۰۵،ص ۱۷)۔(دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف،ص ۸۴,۸۵)

الجواب: پہلی بات تو یہ کہ ماہنامہ الدعوۃ کو کس نے مسلکی سطح پر ہمارا مستند رسالہ یا کتابچہ تسلیم کروایا ہے؟ پھر یہ جاہل لکھتا ہے کہ عمر پالن پوری لکھتے ہیں گویا مضمون وہ خود لکھ رہے ہیں حالانکہ یہ ان کی تقریر ہے۔ثالثا اسے گستاخی میں شمار کرنا بھی پرلے درجے کی جہالت ہے مولانا نے جو کچھ کہا (رضا خانی کی عبارت کو سامنے رکھتے ہوئے) وہ تو خود قرآن کریم میں موجود ہے

قال رب انی دعوت قومی لیلا و نہارا فلم یزدہم دعائی الا فرارا و انی کلما دعوتہم یستغرلہم جعلوا اصابعہم فی اذانہم واستغشوا ثیابہم و اصروا واستکبروا استکبارا ثم انی دعوتہم جہارا ثم انی اعلنت لہم و اسررت لہم اسرارا

عرض کی میرے رب میں نے اپنی قوم کو دن رات بلایا تو میرے بلانے سے انہیں بھاگنا ہی بڑا اور میں نے جتنی بار انہیں بلایا کہ تو ان کو بخشے انہوں نے اپنے کانوں میں انگلیاں دے لیں اور اپنے کپڑے اوڑھ لئے اور ہٹ کی اور بڑا غرور کیا پھر میں نے انہیں اعلانیہ بلایا پھر میں نے باعلان بھی کہا اور آہستہ خفیہ بھی کہا‘‘۔(ترجمہ کنز الایمان،پ ۲۹،سورہ

نوح، آیت ۵ تا ۹)
گویا صبح و شام انفراداً و اجتماعاً ہر طرح سے انہیں دین حق کی دعوت دی اور ایک دو دن نہیں
ولقد ارسلنا نوحا الی قومه فلبث فیهم الف سنة الا خمسین عاما
اور بے شک ہم نے نوح کو اس کی قوم کی طرف بھیجا تو وہ ان میں پچاس سال کم ہزار برس رہا (کنز الایمان، پ ۲۰، سورۃ العنکبوت، آیت ۱۴)
ساڑھے نو سو سال تک دعوت الی اللہ دیتے رہے مگر ہر طرح کی کوشش بھی انکی قوم کی اصلاح نہ کرسکی اور جب حضرت نوح علیہ السلام کی دعا پر اللہ کا عذاب آیا اور کافر بیٹے کو عذاب میں ہلاکت کے قریب دیکھا تو پدری شفقت نے جوش مارا اور بقول رضا خانیوں کے ساری دنیا کی مشکل کشائیاں کرنے والا، مختار کل، لوگوں کو اولاد دینے والا، انکا نفع و نقصان کرنے والا ان کی بیماریاں مصیبتیں دور کرنے والا جب اپنے بیٹے کو مشکل میں دیکھتا ہے تو عاجزانہ انداز میں حقیقی مشکل کشا کو پکارتا ہے یا اللہ میرا بیٹا بھی عذاب میں جارہا ہے وقت کے اولوالعزم نبی کی یہی خواہش ہے کہ بیٹا اللہ کی پکڑ سے بچ جائے مگر رب نے فوراً وحی کردی:
ونادی نوح ربه فقال رب ان ابنی من اهلی وان وعدک الحق وانت احکم الحاکمین قال ینوح انه لیس من اهلک انه عمل غیر صالح فلا تسئلن مالیس لک به علم انی اعظک ان تکون من الجهلین
اور نوح نے اپنے رب کو پکارا (عرض کی) اے میرے رب میرا بیٹا بھی تو میرے گھر والا ہے اور بے شک تیرا وعدہ سچا ہے اور تو سب سے بڑا حکم والا ہے فرمایا اے نوح وہ تیرے گھر والوں میں نہیں بے شک اس کے کام بڑے نالائق ہیں تو مجھ سے وہ بات نہ مانگ جسکا تجھے علم نہیں میں تجھے نصیحت فرماتا ہوں کہ نادان نہ بن"۔ (کنز الایمان، پ ۱۲، ھود ۴۴، ۴۵)
اب جو بات مولانا کہہ رہے ہیں وہی قرآن میں موجود ہے حضرت ابراہیمؑ کا باوجود خواہش کے ان کے والد کا ایمان نہ لانے کا قصہ بھی قرآن میں موجود ہے جو اہل علم سے مخفی نہیں

اب اگر معاذ اللہ گستاخی کا فتوی لگانا ہے تو قرآن پر لگاؤ اس میں بے چارے دیوبندیوں کا کیا قصور ہے؟ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ لکھتے ہیں:

"لو ادخل واحدا من الانبیاء والصالحین النار کان عدلا: اگر وہ (فرضا) انبیاء کرام وصالحین میں سے کسی کو دوزخ میں داخل کردے تب بھی وہ عادل ہے"۔

(فیض غوث صمدانی، ص ۵۸۴، مترجم محمد ابراہیم بدایونی رضاخانی)

اعتراض ۷۵: مولوی طارق جمیل کا حضور اکرم ﷺ کو سب سے بڑا فقیر ثابت کرنا۔ نعوذ باللہ

طارق جمیل دیوبندی نے اپنے خطاب میں کہا کہ: "مری سے ہماری جماعت آرہی تھی وہاں مزدور اکھٹے ہوئے تھے ہزار ڈیڑھ ہزار مزدوروں میں میں نے بیان کیا مٹی مٹی ان کے جسم چہرے پر مٹی ہاتھوں پر مٹی سارے کپڑے کالے میلے میں نے کہا بھائی کوئی ایسا فقیر ہے جسکے گھر میں تین دن چولہا نہ جلتا ہو؟ کوئی ایسا آپ میں فقیر ہے سب نے کہا نہیں کوئی نہیں میں نے کہا ہمارا تمہارا نبی ایسا فقیر تھا کہ تین دن نہیں دو دو مہینے اس کے گھر میں چولہا نہیں جلتا تھا"۔

(ماہنامہ الدعوۃ الی اللہ شمارہ ۳۳، ماہ جنوری ۲۰۰۷، ص ۲۳)۔(دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف، ص ۸۵)

الجواب: اولا ہم ماہنامہ الدعوۃ کے متعلق وضاحت کرچکے ہیں یہ ہمیں قابل تسلیم نہیں ۔ثانیا یہ بھی رضاخانیوں کا دھوکا ہے پوری عبارت آپ بار بار ملاحظہ فرمائیں کہیں بھی یہ نہیں لکھا کہ نبی کریم ﷺ سب سے بڑے فقیر ہیں۔مگر آئیے ہم آپ کو دکھاتے ہیں کہ امام غزالیؒ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو سب سے بڑا فقیر کہا اگر کسی رضاخانی میں ہمت ہے تو امام غزالیؒ پر گستاخی کا فتوی لگائے:

"گفت حق تعالی واللہ الغنی وانتم الفقراء بینیاز خدای است وشما ہمہ درویشد

وعیسیٰ (ع) فقیر را بدین تفسیر کرد و گفت اصبحت مرتھنا بعملی وللامر بید غیری فلا فقیر افقر منی و گفت من گرو کردار خویشم و کلید کردار من بہ دست یکی دیگر است و کدام درویش است از من درویشتر "۔ (کیمیائے سعادت، ج ۲، ص ۴۲۰، اصل چہارم در فقر)

ترجمہ: یعنی خدا ہی بے نیاز ہے اور تم سب فقیر (محتاج) ہو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فقیر کے یہی معنی بیان کئے ہیں اور فرمایا کہ میں اپنے کردار میں گرد ہوں اور میرے کردار کی کنجی دوسرے کے ہاتھ میں ہے تو مجھ سے زیادہ فقیر (محتاج) کون ہے؟

مزید امام غزالیؒ لکھتے ہیں: رسول مقبول ﷺ نے اماں عائشہؓ سے فرمایا اگر تم

و رسول (ﷺ) بای نشہ گفت اگر خواہی کہ فردا مرا در یابی درویش وار زندگانی کن "۔ (کیمیائے سعادت، ص ۴۲۴، ج ۲)

ترجمہ: اگر تم چاہتی ہو کہ قیامت کے دن میرے ساتھ رہو تو فقیرانہ زندگی بسر کرو۔

مزید لکھتے ہیں:

"و در خبر است درویشان گلہ کردند بہ رسول (ﷺ) کہ توانگران خیر دنیا و آخرت ببردند کہ صدقہ زکوۃ و حج و جہاد من کنند و ما نتوانیم رسول (ﷺ) رسول درویشان را کہ فرستادہ بودند بنواخت و گفت مرحبا بک و بمن جئت من عندھم از نزدیک قومی آمدی کہ من ایشان را دوست دارم ایشان را بگوئی کہ ہر کہ بر درویشی صبر کند برائی خدا تعالیٰ ایشان را سہ خصلت بود کہ ہرگز توانگری را نبود یکی آنکہ در بہشت کوشکھا ست کہ اہل بہشت آن را چناں نبیند کہ اہل دنیا ستارہ را و آن نیست الا جای پیغمبراں و درویشاں و شہیداں "۔

(کیمیائے سعادت، ج ۲، ص ۴۲۷، مطبوعہ ایران)

ترجمہ: حدیث شریف میں آیا ہے کہ فقیروں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں گلہ کر بھیجا کہ یا رسول اللہ دین و دنیا کی نیکی تو امیروں ہی نے لوٹ لی

کہ وہ صدقہ اور زکوۃ اور حج اور جہاد کرتے ہیں اور ہم یہ نہیں کر سکتے رسول اللہ ﷺ نے فقیروں کے ایلچی کو سرفراز فرمایا اور ارشاد فرمایا تو ایسے لوگوں کے پاس سے آیا ہے کہ میں انہیں دوست رکھتا ہوں تو ان سے کہہ دے کہ جس نے خدا کے واسطے فقیری پر صبر کیا اس کے واسطے تین درجے ایسے ہیں کہ امیروں کے واسطے نہیں ہیں ایک یہ کہ اہل بہشت کو وہ ایسے معلوم ہوں گے جیسے اہل دنیا کو ستارے اور وہ کسی اور جگہ نہیں مگر فقیر پیغمبر یا فقیر مسلمان کی یا فقیر شہید کی۔

یہاں تین فقیر خود نبی کریم ﷺ نے ذکر کئے (۱) فقیر پیغمبر (۲) فقیر مسلمان (۳) فقیر شہید۔ اور لامحالہ مسلمان و شہید فقیر سے پیغمبر فقیر کا فقر زیادہ ہوگا تو ان بدبخت رضا خانیوں کا فتوی تو نبی کریم ﷺ پر لگ رہا ہے "فقیری" کو عیب سمجھنے والے یہ "سگان رضا" "کیمیائے سعات" میں چوتھی فصل فقیر اور زہد کے بیان میں کو شروع سے لیکر آخر تک حرف بحرف پڑھیں انشاء اللہ ہوش ٹھکانے لگ جائیں گے۔ جہاں تک چولہا نہ جلنے کی بات ہے تو وہ خود حدیث میں موجود ہے اماں عائشہ صدیقہؓ اپنے بھانجے عروہ بن زبیرؓ سے فرماتی ہیں کہ: یابن اخی انا کنا لننتظر الی الھلال ثم الھلال ثلاثہ اھلۃ فی شھرین وما اوقدت فی ابیات النبی ﷺ نار قال قلت یا خالۃ فما کان یعیشکم قالت الاسودان التمر والماء

(بخاری و مسلم)

اے بھانجے ہم یکے بعد دیگرے تین تین چاند دو مہینے میں دیکھ لیتے تھے اور اس عرصہ میں حضور ﷺ کے گھروں میں آگ بھی نہ جلتی تھی حضرت عروہؓ نے دریافت کیا پھر کس چیز سے آپ لوگوں کی زندگی قائم رہتی تھی؟ فرمایا کہ بس کھجور اور پانی۔

اعتراض ۶۷: انبیاء کرام احکامات خداوندی کی حقیقت سمجھانے سے قاصر تھے۔ نعوذ باللہ

دیوبندی شیخ الحدیث مولوی ادریس کاندھلوی لکھتے ہیں کہ: "نبی اور رسول اللہ کے حکم سے یہ بتلاتا ہے کہ کفر و شرک روح کیلئے مہلک ہے...... مگر اس بات کو سمجھانے سے قاصر ہے کہ

کفر اور شرک اور فواحش اور منکرات کا ارتکاب سے روح کیوں اور کس طرح ہلاک ہوتی ہے''۔ (عقائد اسلام، ص ۶۴ ج ۲، طبع لاہور)۔ (دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف، ص ۸۵)

الجواب: مکمل عبارت ملاحظہ ہو ساری بات سمجھ آ جائے گی:

''غرض یہ کہ کوئی مریض بغیر طبیب کی رہنمائی کے خود اپنا علاج نہیں کر سکتا اسی طرح روحانی مریض بغیر طبیب روحانی کے خود اپنے باطنی امراض کا علاج نہیں کر سکتا جسمانی طبیب مریض کو یہ بتلاتا ہے کہ سم الفار (سنکھیہ) مہلک ہے مگر عقلی طور پر اس کی وجہ نہیں بتا سکتا کہ سم الفار (سنکھیہ) میں ہلاک کرنے کی تاثیر اور خاصیت کیوں رکھی گئی ہے اسی طرح نبی اور رسول اللہ کے حکم سے بتلاتا ہے کہ کفر اور شرک روح کیلئے مہلک ہے اور کفر وشرک روح کو ہلاک کرنے میں سم الفار کا حکم رکھتا ہے اور یہ بتلانا کہ تکبر اور حسد اور حرص وطمع اور بدکاری اور بے حیائی وغیرہ وغیرہ اس قسم کی چیزیں روح کو ہلاک کرنے والی ہیں مگر اس بات کے سمجھانے سے قاصر ہے کہ کفر اور شرک اور فواحش اور منکرات کے ارتکاب سے روح کیوں اور کس طرح ہلاک ہوتی ہے انبیاء کا اصل مقصود سعادت اور شقاوت کو سمجھا دینا ہے اور بتلا دینا ہے کہ منزل مقصود آخرت ہے اور یہ دنیا رہ گزر ہے محض عقل سے تو دنیا کا راستہ بھی نظر نہیں آتا آخرت کا راستہ محض عقل سے کیسے معلوم ہو سکتا ہے''۔

(عقائد اسلام، ص ۶۶ ۳ ادارہ اسلامیات)

اول بات تو یہ کہ اس میں کہیں بھی حضرت شیخ الحدیث مولنا کاندھلویؒ یہ نہیں کہا کہ انبیاء علیہم السلام احکام شریعت کی حقیقت بتلانے سے قاصر ہیں وہ تو یہ فرما رہے ہیں کہ صرف عقل اور اٹکل سے یہ نہیں بتا سکتے کہ کفر وشرک اور گناہ روح کو کس طرح ہلاک کرتی ہے اور یہ حقیقت نہیں بلکہ ان فواحش اور ذنوب کی تاثیر ہے جس جاہل کو حقیقت اور تاثیر میں فرق معلوم نہ ہو اسے علم کلام میں گفتگو کرتے ہوئے حیاء آنی چاہئے۔ انبیاء کا کام صرف اپنی

امت کو یہ بتلا دینا ہے کہ ان فواحش سے دور رہو یہ روح انسانی کیلئے مہلک ہیں اب کیوں مہلک ہیں یہ ان کے منصب نبوت و رسالت میں شامل نہیں۔ اور اس میں بھی صرف عقل سے بتلانے کی نفی کی گئی ہے ہاں اللہ کسی پر راز کھول دے تو اس کی نفی نہیں کی گئی۔ احمد رضا خان کے والد نقی علی خان لکھتے ہیں:

> ''خواجہ جنید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں پروردگار نے علم روح کا کسی پر ظاہر نہ فرمایا پس کسی کو کیا مجال ہے جو اس کی حقیقت سے تعرض کرے ...... بزرگوں سے منقول ہے کہ اگر حقیقت روح کی عقل سے معلوم ہوتی پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جن کے کمال عقل پر موافق و مخالف کا اجماع ہے اس کو ضرور بیان فرماتے ...... علم بالکنہ (حقیقت) روح کا کسی کو حاصل نہیں ہوتا۔''

(انوار جمال مصطفی، ص ۱۷۴)

رضا خانی جی! ہم آپ کے فتوے کے منتظر ہیں لاعلمی اور حقیقت دونوں الفاظ یہاں موجود ہیں؟

علمائے اہل السنۃ والجماعۃ کے خوابوں پر جاہلانہ اعتراضات اور ان کے جوابات

خوابوں کے متعلق شریعت کا اصول

خواب اپنے ظاہر پر نہیں ہوتا

امام اہلسنت مولانا سرفراز خان صفدر صاحب لکھتے ہیں:

خواب کی ایک صورت ہوتی ہے اور اس میں پنہاں ایک حقیقت ہوتی ہے جس کو تعبیر کہتے ہیں۔ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ کبھی خواب بظاہر بڑا خوشنما اور مژدہ افزاء معلوم ہوتا ہے لیکن اس کی حقیقت اس کے بالکل برعکس ہوتی ہے اور بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ بادی النظر میں خواب نہایت تاریک، اندوہناک اور وحشت انگیز دکھائی دیتا ہے مگر اس باطنی پہلو اور تعبیر بہت ہی خوشنما، خوش کن اور خوش آئیند ہوتی ہے اور تعبیر سامنے آجانے کے بعد خواب دیکھنے والی کی خوشی کی کوئی انتہاء نہیں ہوتی اس دوسری مد کے خوابوں کے بارے میں اختصاراً چند حوالے ملاحظہ ہوں:

(۱) آنحضرت ﷺ کی چچی حضرت ام فضل بنت الحارثؓ نے ایک خواب دیکھا کہ اور آنحضرت ﷺ نے کہا کہ (علمنا منکرا) آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیا خواب ہے فرمایا (انہ شدید) بہت ہی سخت آپ ﷺ نے فرمایا بتاؤ تو سہی تو آپؓ نے فرمایا کہ آپ ﷺ کے جسم سے ایک ٹکڑا کاٹ کر میری گود میں ڈال دیا گیا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ تم نے تو بہت اچھا خواب دیکھا ہے اس کی تعبیر یہ ہے کہ میری لخت جگر حضرت فاطمہؓ کے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوگا چنانچہ سیدنا حسینؓ پیدا ہوئے اور ام فضلؓ فرماتی ہیں کہ میری گود میں کھیلے جیسا کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا (مشکوۃ، ج ۲، ص ۵۷۲)

ملاحظہ فرمائیں بظاہر کس قدر برا خواب تھا ام فضل بھی اس کو بیان کرنے سے کترا رہی تھیں مگر اس کی تعبیر کتنی بہترین تھی۔

(۲) کوئی خواب میں دیکھے کہ بیڑیاں پہنی ہوئی ہیں تو یقینا خواب دیکھنے والا گھبرائے گا مگر حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ میں بیڑیوں کو پسند کرتا ہوں البتہ گردن میں طوق کو ناپسند کرتا ہوں بیڑیاں اس کی ثابت قدمی کی دلیل ہیں"۔

(بخاری ج ۲، ص ۱۰۳۹، مسلم، ج ۲، ص ۲۴۱)

(۳) حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے خواب میں دیکھا کہ وہ آنحضرت ﷺ کے مزار اقدس پر پہنچے اور وہاں پہنچ کر مرقد مبارک کو اکھاڑا (العیاذ باللہ) پس اس پریشان کن اور وحشت انگیز خواب کی اطلاع انہوں نے اپنے استاد کو دی اور اس زمانے میں حضرت امام صاحب علیہ الرحمۃ مکتب میں تعلیم حاصل کر رہے تھے۔ ان کے استاد نے فرمایا اگر واقعی یہ خواب تمہارا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ تم جناب نبی اکرم ﷺ کی احادیث کی پیروی کرو گے اور شریعت محمدیہ ﷺ کی پوری کھود کرید کرو گے۔ بس جس طرح استاد نے فرمایا تھا یہ تعبیر حرف بحرف پوری ہوئی۔

{تعبیر الرویا ص ۱۰۸، اکبر بک سیلز}

غور فرمائیں کس قدر وحشت ناک خواب ہے لیکن تعبیر کس قدر خوشنما ہے۔۔ بتائیں بریلوی حضرات حضرت امام ابو حنیفہؒ پر کیا فتویٰ لگائیں گے؟؟ میں حلفیہ یہ بات کہہ سکتا ہوں کہ اگر یہاں میں نے امام ابو حنیفہؒ کی جگہ کسی دیوبندی عالم کا نام لکھا ہوتا تو بریلوی حضرات اب تک یہ فتویٰ لگا چکے ہوتے کہ ”دیوبندیوں نے دشمنی رسول ﷺ میں ان کی قبر مبارک کو بھی اکھاڑ پھینکا“۔ العیاذ باللہ۔ اللہ پاک سمجھ دے۔ مزید تفصیلی حوالہ جات کیلئے امام اہلسنت مولانا سرفراز خان صفدر صاحبؒ کی کتاب ”عبارات اکابر“ کا مطالعہ کریں۔

خواب پر کوئی فتویٰ نہیں

دوسرا اصول یہ ہے کہ خواب نیند کی حالت میں دیکھا جاتا ہے اور نیند کی حالت میں جو کلمات، افعال اعمال صادر ہوتے ہیں شریعت میں اس کا کوئی اعتبار نہیں۔ بالفرض خواب میں اس سے کوئی کلمہ کفر سرزد ہو معاذ اللہ تو اس پر کوئی مواخذہ نہیں کیونکہ اس وقت وہ مرفوع القلم ہے۔ حضرت اماں عائشہؓ سے مروی ہے کہ

رُفِعَ الْقَلَمُ عَنْ ثَلَاثٍ عَنِ النَّائِمِ حَتّٰی یَسْتَیْقِظَ وَعَنِ الْمُبْتَلٰی حَتّٰی یَبْرَأَ وَعَنِ الصَّبِیِّ حَتّٰی یَعْقِلَ

(مسند ابو داود الطیالسی، ج ۳، ص ۷ ارقم الحدیث ۱۴۸۵)

تین شخص مرفوع القلم ہیں (یعنی شرعی قانون کی زد سے محفوظ ہیں) سونے والا جب تک کہ بیدار نہ ہو اور جنون میں مبتلا یہاں تک کہ اس کو افاقہ ہو جائے اور بچہ جب تک بالغ نہ ہو جائے۔

الفاظ کی تبدیلی کے ساتھ یہ حدیث صحیح ابن حبان، ابن ماجہ، مستدرک، مسند امام احمد اور دیگر کئی کتب حدیث میں بھی موجود ہے۔

حضرت قتادہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا

انہ لیس فی النوم تفریط انما التفریط فی الیقظۃ (ترمذی، ج ۱، ص ۲۵)

نیند کی حالت میں کوتاہی نہیں ہاں بیداری کی حالت میں کوتاہی ہو تو اس میں جرم ہے۔

اسی قسم کی احادیث سے علماء نے یہ اصول نکالا کہ خواب کی کوئی حالت معتبر نہیں اس میں نہ تو کفر کا اعتبار ہے نہ اسلام کا نہ نکاح کا نہ طلاق کا چنانچہ علامہ شامی لکھتے ہیں:

وَلِذَا لَا یَتَّصِفُ بِصِدْقٍ وَّلَا کِذْبٍ وَّلَا خَبَرٍ وَلَا اِنْشَاءٍ وَّفِی التَّحْرِیْرِ وَتَبْطُلُ عِبَارَاتُہٗ مِنَ الْاِسْلَامِ وَالرِّدَّۃِ وَالطَّلَاقِ وَلَمْ تُوْصَفُ بِخَبَرٍ وَّلَا اِنْشَاءٍ وَّصِدْقٍ وَّکِذْبٍ کَاَلْحَانِ الطُّیُوْرِ

(شامی، ج ۳، ص ۲۴۵، مطلب فی تعریف السکران وحکمہ)

ترجمہ: اور اسی لئے سونے والا کا کلام صدق کذب انشاء خبر سے متصف نہیں ہوتا اور تحریر الاصول میں ہے کہ سونے والے کا کلام مثلاً اسلام لایا مرتد ہو جانا یا بیوی کو طلاق دینا یہ سب لغو اور بے کار ہیں نہ اس کو خبر کہا جا سکتا ہے نہ انشاء اور نہ یہ سچ اور نہ یہ جھوٹ جیسے پرندوں کی آواز۔

پس جب شریعت میں خواب کی حالت کا کوئی اعتبار ہی نہیں تو خواب کی بنیاد پر کسی پر گستاخی و کفر کا فتوی لگانا کتنا بڑا ظلم و جہالت ہے؟ حضرت مولانا اشرف علی تھانوی صاحبؒ کے مرید کا ایک خواب جس میں وہ لا الہ الا اللہ اشرف رسول اللہ کلمہ پڑھ رہا ہے اس کے متعلق خود رضا خانی غلام نصیر الدین سیالوی کہتا ہے:

"علمائے اہلسنت کا اعتراض خواب پر نہیں بلکہ بیداری میں کلمہ پڑھنے پر ہے"۔

(عبارات اکابر، ص ۳۸۴، ج ۱)

اسکا مطلب ہے کہ بقول رضا خانیوں کے ایک کفر اگر کوئی خواب میں کرے تو بریلوی علماء کو بھی اس پر اعتراض نہیں اعتراض بیداری کی حالت میں ہوگا۔ اسی ایک حوالے سے رضا خانی کے سجائے گئے اس دجل کی تمام کی تمام دوکان کا خاتمہ ہو جاتا ہے لیکن اتمام حجت کیلئے ہم معترضہ خوابوں کے جوابات بھی انشاء اللہ حوالہ قلم کریں گے۔

بریلوی شیخ الاسلام طاہر القادری لکھتا ہے:

''یہ بات خاص طور پر ذہن نشین رہنی چاہئے کہ خواب اور اس کی تعبیر میں فرق ہوتا ہے اس لئے خواب میں جو کچھ دیکھا جاتا ہے وہ تعبیر طلب ہوتا ہے خواہ حضور علیہ السلام کا ارشاد گرامی ہو یا کوئی دوسرا نظارہ اس سے بعینہ وہی مراد نہیں ہوتا بلکہ اس کا معنی مرادی اور ہوتا ہے اس لئے خواب میں نظر آنے والے منظر یا سنے جانے والے الفاظ کی ہمیشہ تاویل کی جاتی ہے جسکو اصطلاح میں تعبیر کہا جاتا ہے اس لئے خواب میں جو کلمات ارشاد ہوں یا نظارہ کیا جائے اہل دیانت وامانت اس کی تعبیر کرتے ہیں ظاہری کلمات اور نظارے کی بناء پر کبھی کسی نے گستاخی و بے ادبی کے فتوے نہیں لگائے''۔

(خوابوں اور بشارات پر اعتراضات کا علمی محاکمہ، ص ۵۹، منہاج القرآن پبلی کیشنز لاہور)

رضا خانیو! اب تو شرم کرو آپ کا اپنا شیخ الاسلام کہہ رہا ہے کہ خواب ایک تعبیر طلب چیز ہوتی ہے اس کی بنیاد پر آج تک کسی نے کفر و گستاخی کا فتوی نہیں لگایا اور یاد رہے کہ طاہر القادری کوئی معمولی آدمی نہیں دعوت اسلامی کے دفاع میں شائع ہونے والی کتاب ''دعوت اسلامی کے خلاف پروپیگنڈے کا جائزہ'' مطبوعہ تنظیم اہلسنت کراچی میں اس شخص کو کافر و گمراہ کہنے والوں پر رضا خانی مفتیوں نے کفر کے فتوے لگائے ہیں۔

بریلوی مولوی ابو کلیم صدیق فانی لکھتا ہے:

''عالم رویا کے حالات وواقعات پر شریعت کے احکام نافذ نہیں ہوتے''۔ (آئینہ اہلسنت

ص ۱۵۸)

مفتی غلام فرید ہزاروی لکھتا ہے:

"محض خوابوں کو خصوصاً مریدین یا خلفاء کے خوابوں اور انہی کی تعبیرات کو بنیاد بنا کر کسی پر کفر کا فتویٰ لگانا یا ضلالت کا فتویٰ لگانا کہاں کی عقلمندی ہے"۔ (انوار رضا کا اخوندزادہ نمبر، ص ۲۴۴)

یعنی ان مولویوں کے بقول کاشف اقبال صاحب عقل ہی سے فارغ ہیں۔ اب آئے رضاخانی مولوی کے پیش کردہ خوابوں میں سے چند کی وضاحت پیش خدمت میں پوری دیگ کا اندازہ اسی سے لگالیں۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

اعتراض ۷۷: توہین ہی توہین الوہیت ورسالت اللہ کی گود میں نانوتوی۔ نعوذ باللہ

یہ جاہلانہ عنوان قائم کر کے رضاخانی لکھتا ہے: بانی دیوبند مولوی قاسم نانوتوی نے ایام طفلی میں خواب دیکھا تھا کہ گویا میں اللہ کی گود میں بیٹھا ہوا ہوں"۔ (سوانح قاسمی ۱۳۲ ج ۱، تذکرہ مشائخ دیوبند، ص ۱۴۳، مبشرات ۶۵ ص، سوانح عمری، ص ۳)

(دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف، ص ۸۶)

الجواب: اب کوئی اس جاہل سے پوچھے کہ اس میں کہاں ہے کہ نبوت والوہیت اللہ کی گود میں ہے؟ ماقبل میں اصول گزر چکا ہے کہ خواب اپنے ظاہر پر نہیں ہوتا یہ ایک تعبیر طلب شے ہے اس کا سیدھا سادھا مطلب وتعبیر ہے:

"تم کو اللہ تعالیٰ علم عطا فرمائے گا اور بہت بڑے عالم ہو گے اور نہایت شہرت ہو گی"۔ (سوانح قاسمی، ج ۱، ص ۱۳۲)

قرآن پاک میں اللہ کیلئے ہاتھ، چہرے، پنڈلی کا ذکر آیا ہے تو اگر ان الفاظ میں تاویل

ہوسکتی ہے تو خواب کی تعبیر کیوں نہیں؟ وہاں الفاظ کو ظاہر پر کیوں رکھا جارہا ہے؟ بریلوی شیخ الاسلام طاہر القادری اس خواب کی تعبیر کرتے ہیں:

''اس سے مراد اللہ تعالی کے فیض و برکت کا نصیب ہونا ہے''۔ (خوابوں پر اعتراضات ،ص ۶۸)

علامہ عبد الغنی نابلسیؒ لکھتے ہیں:

ومن رای انہ یعانقہ ویقبل عضوا من اعضائہ فاز بالاجر الذی یطلبہ (تعطیر الانام، ج ا،ص ۹)

جس نے خواب میں دیکھا کہ اللہ کے ساتھ معانقہ (گلے) کررہا ہے یا اس کے اعضاء میں سے کسی عضو کو بوسہ دے رہا ہے تو خواب والا انشاء اللہ اپنے مطلوبہ اجر کو پائے گا۔

مزید لکھتے ہیں:

ومن رای ان اللہ تعالی مسح علی راسہ وبارکہ فان اللہ تعالی یخصہ بکرامتہ و یرفع قدرہ

(تعطیر الانام،ص ۹)

اگر کسی نے خواب میں اللہ تعالی کو اپنے سر پر دست مبارک رکھے دیکھا تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ اللہ تعالی اس کو اپنے مخصوص بندوں میں شامل کرے گا۔

ومن رای کانہ صار الحق سبحانہ وتعالی اھتدی الی الصراط المستقیم ۔(تعطیر الانام، ج ا،ص ۹)

اگر کوئی شخص خود کو خواب میں خدا بنا دیکھے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ شخص صراط مستقیم پر چلے گا۔

رضاخانیو! گودپر تو تمہیں گستاخی کا فتوی نظر آنے لگا اب لگاؤ علامہ عبد الغنی نابلسیؒ پر بھی کوئی فتوی جو اللہ تعالی سے گلے ملوا رہے ہیں بوسے دلوا رہے ہیں سر پر ہاتھ پھروا رہے ہیں بلکہ خود خدا بن رہے ہیں؟؟؟

اعتراض ۷۸: قرآن مجید پر پیشاب ۔نعوذ باللہ

ایک صاحب نے خواب دیکھا کہ میں نعوذ باللہ قرآن پر پیشاب کررہا ہوں فرمایا بہت اچھا اور مبارک خواب ہے

(اضافات الیومیہ، ج ۹، ص ۲۳۲، مزید المجید، ص ۲۶، قصص الاکابر، ص ۱۸، ملفوظات حکیم الامت، ج ۱۵، ص ۱۷۰)

(دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف، ص ۸۶)

الجواب: پہلے ملفوظات کی پوری عبارت پڑھیں:

''حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحبؒ کے زمانہ میں ایک شخص نے بڑا وحشت ناک خواب دیکھا کہ نعوذ باللہ نعوذ باللہ وہ قرآن شریف پر پیشاب کر رہا ہے آپ نے فرمایا کہ یہ بہت مبارک خواب ہے اس کی تعبیر یہ ہے کہ انشاء اللہ تمہارے لڑکا پیدا ہوگا اور وہ حافظ ہوگا چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ اس کے لڑکے پیدا ہوا اور وہ حافظ ہوگیا اب دیکھئے یہ خواب ظاہر میں تو نامبارک تھا مگر حقیقت میں مبارک تھا''۔ (ملفوظات، ج ۹، ص ۲۵۶، ملفوظ ۲۳۰)

رضاخانی کی بے ایمانی اور بددیانتی ملاحظہ ہو کہ حضرت حکیم الامتؒ خود بھی اس خواب کو ظاہر میں نامبارک کہہ رہے ہیں اور بیان کرتے ہوئے دوبار ''نعوذ باللہ'' پڑھ رہے ہیں مگر یہ بے ایمان اس کو ذکر نہیں کرتا۔

شیخ عبدالغنی نابلسیؒ لکھتے ہیں:

''ومن رای کانہ علی المصحف یحفظ احداو لادہ القرآن الکریم''۔ (تعطیر الانام، باب الباء، البول)

اگر کسی نے دیکھا کہ گویا وہ قرآن مجید پر پیشاب کر رہا ہے تو اس کے بیٹوں میں سے کوئی ایک قرآن کریم حفظ کریگا

اب اگر غیرت ہے تو علامہ عبدالغنی نابلسیؒ پر بھی فتوی لگاؤ یا اپنی جہالت کا ماتم کرو۔

اعتراض ۹۷: حضور اقدس ﷺ اردو میں دیوبندی علماء کے شاگرد۔ نعوذ باللہ ایک صالح فخر عالم ﷺ کی زیارت سے خواب میں مشرف ہوئے تو آپ کو اردو میں کلام کرتے دیکھ کر پوچھا کہ آپ ﷺ کو یہ کلام کہاں سے آ گئی آپ تو عربی ہیں فرمایا کہ جب سے مدرسہ دیوبند سے ہمارا معاملہ ہوا ہم کو یہ زبان آ گئی سبحان اللہ اس سے رتبہ اس مدرسہ کا معلوم ہوا''۔ (براہین قاطعہ، ص ۲۶ دیوبندی، ص ۳۰ طبع کاچی)۔

(دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف، ص ۸۶، ۸۷)

الجواب: اس خواب کی تعبیر یہ ہے کہ آپ کی زبان حدیث کو اردو میں علماء دیوبند و دارالعلوم دیوبند نے متعارف کروایا زمانہ گواہ ہے کہ حدیث رسول ﷺ کی جو خدمت دارالعلوم دیوبند نے کی زمانہ اس کی نظیر پیش کرنے سے عاجز ہے۔

کسی دوسرے سے کوئی زبان سیکھ لینا اگر گستاخی ہے تو بخاری میں کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام نے قبیلہ جرہم سے عربی زبان سیکھی۔ (بخاری، ج ۱، ص ۴۷۵)

مولوی نعیم الدین مرادآبادی لکھتا ہے کہ جب وہ سیموئیل (علیہ السلام) بڑے ہوئے انہیں علم توریت حاصل کرنے کیلئے بیت المقدس میں ایک کبیر السن عالم کے سپرد کیا۔ (خزائن العرفان، ص ۴۹۴)

بلکہ آپ کے حکیم الامت مفتی احمد یار گجراتی کا عقیدہ تو یہ تھا کہ شیطان ابلیس معاذ اللہ حضرت آدم علیہ السلام کا استاد تھا۔

(معلم تقریر، ص ۹۵)

اعتراض ۸۰: حضور اقدس ﷺ تھانوی کی شکل میں۔ نعوذ باللہ

خواب میں حضور علیہ الصلوۃ والسلام کو تھانوی کی شکل میں دیکھا (اصدق الرویا، ص ۲۵، ج ۲)

(دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف، ص ۸۸)

الجواب: علامہ عبدالغنی نابلسیؒ لکھتے ہیں:

”جو حضور ﷺ کی صورت میں متشکل ہوا ہو اور بادشاہت کا طالب بھی ہو تو بادشاہت حاصل ہوگی اور زمین کی اس فرمانبردار ہوگی، اگر ذلت کا شکار ہے تو اللہ تعالی عزت عطا فرمائیں گے اگر علم کا طالب ہے تو اللہ تعالی علم عطا فرمائیں گے فقیر ہے تو مستغنی ہوگا غیر شادی شدہ ہوا تو شادی ہوگی“۔ (تعطیر الانام، ص ۲۲۷)

ملاحظہ فرمائیں اس قسم کے خواب کی کتنی خوشنما تعبیر علماء معبرین بیان فرما رہے ہیں مگر یہ

جاہل اس پر گستاخی کا فتوی لگا رہا ہے۔
تمہارے الیاس قادری نے لکھا ہے کہ حضور ﷺ نے شاہ عالم سے کہا:

"شاہ عالم! تمہیں اپنے اسباق رہ جانے کا بہت افسوس تھا لہذا تمہاری جگہ تمہاری صورت میں تخت پر بیٹھ کر میں روزانہ سبق پڑھا دیا کرتا تھا"۔ (تذکرہ صدر الشریعہ، ص ۳۸،۳۹ مکتبۃ المدینہ)

اگر حضور ﷺ شاہ عالم کی صورت میں عالم خواب میں نہیں عالم بیداری میں آجائے تو یہ شاہ عالم کی عظمت اور خواب میں حضرت تھانویؒ کی شکل میں آجائے تو گستاخی؟ یا للعجب کچھ تو شرم وحیاء کرو۔ اپنے مولوی کے یہ اشعار بھی پڑھو اپنے پیر کے بارے میں:

"تفسیر والضحی ہے تجلی فرید کا
تصویر مصطفی ہے نظارا فرید کا
(دیوان محمدی، ص ۱۷۴)

وہی جلوہ جو فاراں پر ہوا احمد کی صورت میں
اسی جلوے کر پھر عریاں کیا مٹھن کی گلیوں میں
(دیوان محمدی، ص ۱۹۱)

جو محمد میں فنا ہو کے محمد نہ بنے
کیوں اسے دار پر لٹکائیں شریعت والے
(دیوان محمدی، ص ۱۹۶)

اگر رتی برابر شرم وحیاء ہے تو لگاؤ اپنے اس مولوی پر بھی کوئی فتوی۔

اعتراض ۸۱: حضور اقدس ﷺ دیوبندی علماء کے باورچی۔ نعوذ باللہ

ایک دن حاجی صاحب نے خواب دیکھا کہ انکی بھاوج کھانا پکا رہی ہیں اتنے میں حضور ﷺ تشریف لائے اور فرمایا کہ اٹھ تو اس قابل نہیں کہ اس کے مہمانوں کا کھانا پکائے اس کے مہمان علماء ہیں اس کے مہمانوں کا کھانا میں خود پکاؤں گا"۔

(تذکرہ الرشید، ج ۱، ص ۴۶، تذکرہ مشائخ دیوبندی، ص ۱۱۳، امداد المشتاق ،ص ۱۷، شمائم امدادیہ، ص ۱۵)

(دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف، ص ۸۷)

الجواب: فاتح رضاخانیت حضرت مولانا منظور نعمانی صاحبؒ کے سامنے جب بریلی مناظرے میں منظر اسلام بریلی کے شیخ الحدیث سردار احمد گورداسپوری نے یہی اعتراض پیش کیا تو حضرت نے اس کا یہ منہ توڑ جواب دیا جسے سن کر رضاخانی مبہوت ہو گیا:

''گندی ذہنیت پر خدا کی لعنت اس خواب سے یہ ناپاک نتیجہ تو قیامت تک بھی نہیں نکل سکتا اس کی کھلی ہوئی تعبیر یہ ہے کہ حضرت حاجی صاحبؒ کے متوسلین علماء کرام پر رسول اکرم ﷺ کی نظر کرم ہے اور ان پر حضور ﷺ کی بارگاہ سے فیوض و برکات اور علوم و معارف کا فیضان ہوتا ہے اور درحقیقت سارے علماء صالحین رسول اللہ ﷺ ہی کے دستر خوان کرم کے خوشہ چین ہیں۔

حدیث شریف میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے خواب میں دودھ نوش فرمایا اور بچا ہوا حضرت عمرؓ کو پلا دیا اور پھر خود ہی اس کی تعبیر علم سے دی پس جس طرح اس خواب میں دودھ پلانے کی تعبیر علم سے دی گئی اسی طرح حضرت حاجی صاحبؒ کے خواب میں بھی کھانے سے روحانی غذا یعنی علوم و معارف کی تعبیر نکالی جائے گی۔ اور اشارہ اس طرف ہوگا کہ حضرت حاجی صاحبؒ کے یہاں جو طالبان معرفت آتے ہیں ان کو حضور سرور ﷺ کی طرف سے روحانی فیض پہنچتا ہے علاوہ ازیں یہ کہ کسی کو کھانا تیار کرنے کی وجہ سے ''باورچی'' یا ''بھٹیارہ'' کہہ دینا آپ ہی کی گندی ذہنیت ہے آپ نے اگر حدیث کی سب سے پہلی کتاب مشکوۃ شریف پڑھی ہوگی تو اس میں حضرت عائشہ صدیقہؓ کی وہ روایت بھی دیکھی ہوگی جس میں انہوں نے حضور سرور ﷺ کے اوصاف حمیدہ بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ **کان یخصف نعلہ و یحلب شاتہ** یعنی میرے آقا خود ہی اپنی پاپوش مبارک کوٹانک لیا کرتے تھے اور خود ہی اپنی بکری دوہ لیا کرتے تھے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اگر آپ کی یہی ذہنیت ہے تو اس حدیث کی وجہ سے آپ حضور ﷺ کو کیا کیا کہیں گے؟ کیونکہ آپ کے اس

گندے اصول پر ہر جوتے سینے والے کو موچی (چمار) اور ہر دودھ دوہنے گھوسی کہا جاوے گا ایسی گندی ذہنیت پر خدا کی لعنت ، مولوی صاحب اعتراض کرنے کیلئے بھی سلیقہ چاہئے یہ مجلس مناظرہ ہے خالہ جی کا گھر نہیں

ہزار نکتہ باریک تر ز مو اینجاست

نہ ہر کہ سر بتراشد قلندری داند

(فتوحات نعمانیہ، ص ۶۷۳، ۶۷۴)

اعتراض ۸۲: حضرت ابوبکر وعمر شکل میں شیطان۔ نعوذ باللہ

خواب میں حضرت ابوبکر وعمر شکل شیطان میں آسکتا ہے۔ (اضافات الیومیہ ، ج ۸، ص ۱۹۳)

(دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف، ص ۹۰)

الجواب: معاذ اللہ اس ملفوظ میں کہیں بھی یہ نہیں کہا گیا کہ حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما شکل میں ''شیطان'' ہیں یہ اس بدبخت کی اپنی خباثت اور دل کی گندگی ہے۔ آج سے کچھ عرصہ قبل راقم نے جہانیاں کے ایک سعیدی رضا خانی کو اس کا منہ توڑ جواب دیا تھا جو یہاں پیش خدمت ہے۔

اعتراض: مولانا تھانوی نے اپنے ملفوظات حصہ ششم جز اول میں کہا ہے کہ:

''حضور ﷺ کی شکل میں شیطان نہیں آسکتا اور نہ کسی اور نبی کی شکل میں شیطان متشکل ہو سکتا ہے ۔عرض کیا گیا اگر صحابہ میں سے کسی کو خواب میں دیکھے مثلاً سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یا سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو۔ ان حضرات کی صورت میں شیطان آسکتا ہے فرمایا مشہور قول پر سوائے انبیاء علیہم السلام کے سب کی شکل میں آسکتا ہے۔

اس میں حضرت ابوبکر صدیق وعمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی شدید گستاخی ہے۔

جواب: اس کا تحقیقی جواب ملاحظہ فرمانے سے پہلے یہ بات ذہن نشین کر لیں کہ آپ نے جو حوالہ دیا وہ ملفوظات کا ہے اور ملفوظات کے متعلق آپ کے اکابر کا اصول یہ ہے کہ:

''بزرگوں کے ملفوظات میں کچھ باتیں ان سے غلط منسوب ہوجاتی ہیں ۔۔۔یہ بھی ممکن ہے کہ اصل واقعہ اور ہو اور ناقلین کو سہو ہوگیا ہو کیونکہ جس طرح حدیث کے راوی ثقہ ہوتے ہیں لیکن بعض اوقات باوجود صحت سند کے حدیث کو ضعیف قرار دے دیا جاتا ہے''۔{عبارات اکابر کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ، حصہ اول، ص۳۹۱,۳۹۲}

''ملفوظات کے ذریعہ صاحب ملفوظ پر طعن نہیں کیا جاسکتا۔۔۔ملفوظات جبکہ ان کی تاریخی و حقیقی حیثیت بھی مسلم نہیں، کی بناء پر اولیاء اللہ پر کوئی طعن نہیں کیا جاسکتا''۔{روئیداد مناظرہ پنڈی گستاخ کون، ص۵۳۱,۵۳۲}

جب آپ کے اکابر کو یہ بات مسلم ہے کہ ملفوظات میں اکثر بزرگوں کی طرف غلط باتیں منسوب ہوجاتی ہیں اور ان کی کوئی تاریخی حیثیت نہیں لہٰذا ان کی وجہ سے صاحب ملفوظ پر کوئی طعن نہیں کیا جاسکتا تو محض تعصب کی بناء پر آج ملفوظات کی بنیاد پر حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ پر اتنا سنگین فتوی لگاتے ہوئے آپ لوگوں کو ذرا بھی شرم نہیں آتی؟ اور آئے بھی کیوں ان بزرگوں پر طعن و تشنیع کرنے سے ہی تو آپ لوگوں کی روزی روٹی وابستہ ہے شرم کرلی تو کھائیں گے کہاں سے؟

نوٹ: بعض حضرات اس کے جواب میں ہمارے اکابر کے بعض حوالے نقل کرتے ہیں کہ ملفوظات معتبر ہیں تو یہ بریلویوں کی جہالت ہے اس لئے کہ وہ یہ حوالے اس وقت نقل کرتے جب یہ دعوی ہمارا بھی ہوتا ہم یہ باتیں صرف بطور الزامی جواب کے کررہے ہیں اگر بریلویوں کو الزامی اور تسلیمی جواب میں فرق معلوم ہوتا تو اس قسم کی جہالتوں کا مظاہرہ کبھی نہ کرتے۔

دوسری بات حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق آپ کے مسلک کے استاد العلماء مولوی فیض احمد صاحب گولڑوی لکھتے ہیں:

''مولوی اشرف علی صاحب تھانوی جو ہر مسئلہ کو خالص شرعی نقطہ نظر سے دیکھنے کے عادی تھے''{مہر منیر، ص۲۶۸، فصل ۷}

اس حوالے سے معلوم ہوا کہ حضرت نے ملفوظات میں جو کچھ کہا وہ خالص شرعی نقطہ نظر سے کہا اب آپ یا تو اس کی مخالفت کرکے شریعت کے مخالفت کررہے ہیں یا اپنے مولوی جی کو

جھوٹا تسلیم کریں۔

قارئین کرام! مولانا تھانویؒ نے لکھا ہے مشہور قول یہ ہے کہ خواب میں شیطان سوائے انبیاء کے سب کی شکل میں آسکتا ہے۔ حکیم الامت نے مشہور قول لکھا ہے تو اب چاہئے تو یہ تھا کہ بریلوی مستند علماء کرام کے حوالوں سے یہ ثابت کرتے کہ حضرت تھانوی نے جو فرمایا وہ غلط ہے اور مشہور قول یہ مگر معترض ایسا نہ کر سکے اور انشاء اللہ تا قیامت ثابت نہ کر سکیں گے۔ محدثین کرام کی سنئے

۱۔ حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں۔

اگرچہ اللہ تعالیٰ نے شیطان کو طاقت دی ہے کہ وہ جس کی شکل میں آنا چاہے آسکتا ہے لیکن سرکار طیبہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شکل وصورت میں نہیں آسکتا۔

(فتح الباری ج ۱۲ ص ۴۷۷، کتاب التعبیر حدیث نمبر ۶۹۹۴۔۶۹۹۷)

۲۔ ملا علی قاریؒ لکھتے ہیں۔

بعض حضرت فرماتے ہیں سرکار کی اللہ نے خصوصیت رکھی ہے کہ ان کو دیکھنا ٹھیک ہے اور صحیح ہے اور شیطان کو روک دیا ہے کہ وہ سرکار طیبہ صلی اللہ علیہ وسلم شکل میں آئے۔

(حاشیہ مشکوۃ شریف ج ۲ ص ۳۹۴)

۳۔ شیخ عبدالحق محدث دھلویؒ لکھتے ہیں۔

بعض ارباب تحقیق لکھتے ہیں کہ شیطان خواب میں آکر لوگوں کو یہ دھوکا دے سکتا ہے کہ میں خدا ہوں مگر سرکار طیبہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شکل میں ہرگز نہیں آسکتا۔

(اشعۃ اللمعات ج ۳ کتاب الرویاء فصل ۱ ص ۶۸۱)

ان تمام کا مفہوم مخالف یہ نکلتا ہے کہ نبی ﷺ کی شکل میں تو شیطان متمثل نہیں ہوسکتا اس کے علاوہ ہر ایک کی شکل میں آسکتا ہے اور مفہوم مخالف کے متعلق فاضل بریلوی کا اپنا فیصلہ ہے کہ صحابہ اور ان کے بعد کے لوگوں کے کلام میں مفہوم مخالف کا اعتبار کی جائیگا۔

(فہارس فتاوٰی رضویہ ص ۱۰۵)

مولوی فیض احمد اویسی صاحب کا فتوی

بریلوی فیض ملت شیخ الحدیث والتفسیر مولوی فیض احمد اویسی صاحب لکھتے ہیں کہ:

شیطان کسی نبی کی صورت اختیار نہیں کرسکتا مواہب لدنیہ میں میں اس کو حضور کے خصائص میں شمار کیا گیا ہے"۔{زائرین سرکار مدینہ، ص۵}

اور "مناظر صاحب" کے علم میں تو یہ بات ہونی چاہئے کہ الخاصۃ مایوجد فیہ ولا یوجد فی غیرہ

بلکہ فیض احمد اویسی تو اس سے بھی بڑھ کر لکھتے ہیں:

"علماء کرام نے اس چیز کو رسول اللہ ﷺ کی خصوصیات میں شمار کیا ہے۔ چنانچہ لکھا ہے کہ آپ ﷺ کے سوا کسی دوسرے شخص کو یہ خصوصیت حاصل نہیں اور آپ کے سوا بڑے سے بڑے شخص کی صورت شیطان اختیار کرسکتا ہے"۔{زائرین سرکار مدینہ، ص۱۱}

اس عبارت پر بار بار غور فرمائیں اور جواب دیں کہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ کے ملفوظات اور اس عبارت میں مفہوم ومطلب کے اعتبار سے کیا فرق ہے؟ ہم امید کرتے ہیں کہ آپ انصاف ودیانت کے اصولوں پر عمل کرتے ہوئے وہی فتوی فیض احمد اویسی صاحب پر بھی لگائیں گے جس فتوے سے آپ نے مظلوم تھانوی کو نوازا ہے۔

احمد رضا خان کا فتوی:

"حضور اقدس علیہ افضل الصلوت والتسلیمات کے ساتھ شیطان تمثل نہیں کرسکتا حدیث میں ہے۔۔۔ ہاں نیک لوگوں کی شکل بن کر دھوکہ دے سکتا ہے بلکہ اپنے آپ کو الٰہ ظاہر کرسکتا ہے"۔ (فتاوی رضویہ، ج۲۹ ص ۲۵۳)

بریلوی اشکالات اور ان کے جوابات

اشکال نمبر ۱: کنز العمال میں ہے کہ من رانی فی المنام فقد رانی فان الشیطان لا یتمثل بی و من رای ابا بکر الصدیق فقد راہ فان الشیطان لا یتمثل بی۔

اسی طرح ایک حدیث میں ہے کہ "من رانی فی المنام فقد رانی حقا فان الشیطان لا یتمثل بی ولا بالکعبۃ

جواب: آپ نے جو کنز العمال کی حدیث پیش کی اس کی کوئی سند کنز العمال میں موجود نہیں سعیدی صاحب افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ اپنے اکابر کیلئے تو آپ کے یہ اصول ہیں کہ ان کو گستاخ ثابت کرنے کیلئے کوئی قطعی ثبوت پیش کرو اور دوسروں پر گستاخی کے فتوے لگانے کیلئے اس طرح کی بے سند حدیثوں کو دلیل بناتے ہوئے آپ لوگوں کو ذرا بھی خدا کا خوف نہیں؟ کچھ تو شرم کیجئے ایک دن مرنا ہے اللہ کو منہ دکھانا ہے۔ جہاں تک دوسری روایت کا تعلق ہے تو اس میں ولا بالکعبۃ کے بارے میں طبرانی نے اسی حدیث کے متصل لکھا ہے کہ ولا بالکعبۃ کی زیادتی میں عبدالرزاق منفرد ہیں اور یہ زیادتی محفوظ بھی نہیں۔۔

طبرانی کی پوری عبارت اس طرح ہے:

"لم یروہ عن زید بن اسلم الا معمر ولا عن معمر الا عبدالرزاق تفرد بہ ابن السری ولا یروی عن ابن سعید الا بھذا الاسناد ولا یحفظ فی حدیث ولا بالکعبۃ الا فی ھذا الحدیث۔ (المعجم الصغیر، ص ۵۵)

واقعی جب آدمی کے دل سے خدا کا خوف نکل جائے تو وہ اس قسم کے جھوٹ اور خیانت کرنے سے بھی نہیں شرماتا تاہم اس حرکت پر سوائے افسوس کے اور کیا کہہ سکتے ہیں یاد رہے کہ اگر آپ یہ تمام باتیں کسی صحیح حدیث سے بھی ثابت کردیں تب بھی آپ کے بڑوں کا اصول ہے کہ حدیث کی سند صحیح ہونے کے باوجود وہ موضوع ہوسکتی ہے، اس اصول کو اچھی طرح ذہن نشین کر کے کسی حدیث سے ہمارے خلاف استدلال کیا کریں۔

اعتراض: تفسیر حقی میں صدیق وقت کو بھی مستثنی کیا گیا ہے۔

جواب: تفسیر حقی ایک غیر معتبر تفسیر ہے ہمارے نزدیک اس کی کوئی حیثیت نہیں۔

اعتراض: فتاوی رضویہ میں صالحین کی صورت میں تمثل کا ذکر ہے صدیقین کا نہیں اور فتاوی رضویہ میں شیطان کی زبان سے خدا کا ہونے کا دعوی مذکور ہے یہ ہرگز نہیں کہ اللہ کی صورت میں متمثل ہوسکتا ہے یہ دیوبندی جھوٹ ہے۔

جواب: آپ کے اعلیٰ حضرت نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا استثناء کر کے کہا ہے کہ نیک لوگوں کی صورت میں متمثل ہوسکتا ہے جب نیک لوگوں کی صورت میں ہوسکتا ہے تو کیا صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین آپ کے مذہب میں نیک لوگ نہیں ہیں؟ باقی فتاوی رضویہ کی عبارت دیکھ لیں اس میں کہیں بھی دعوے کا ذکر نہیں جھوٹ تو آپ بول رہے ہیں محض فتوے لگانے سے تو کسی بات کا جواب نہیں ہوسکتا وہاں صاف لکھا ہے کہ خود کو الہ ظاہر کرسکتا ہے اور یہ ظہور متمثل ہونے کی صورت میں ہی ہوگا۔

ہم سمجھتے ہیں کہ عقلمند کیلئے اتنی باتیں کافی ہیں لیکن اگر بریلویوں کو آرام نہ آیا تو۔۔۔۔

ان کانت العقرب تعود فالتعل لها حاضرة

یار زندہ صحبت باقی

اعتراض ۸۳: ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو بیوی سے تعبیر کرنا۔ نعوذ باللہ

اس عنوان کے تحت ایک مشہور اعتراض کیا۔ (دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف، ص ۸۹) اس کا جواب بھی راقم ایک مضمون کی صورت میں دے چکا ہے ملاحظہ ہو۔

بعض لوگوں کی طرف سے حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ پر یہ الزام لگایا جاتا ہے کہ انھوں نے اپنے رسالہ میں ایک خواب جس میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تشریف لائی تھیں کی تعبیر نیک صالحہ بیوی سے دی تھی اور یہ ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی کھلی توہین ہے کیا کوئی اپنی ماں کو دیکھ کر جوری کی تعبیر نکالتا ہے۔۔؟؟ مجاہد تحریف مولوی عمر اچھروی ان الفاظ میں لوگوں کو دہائیاں دیتے ہیں:

> فرمائے جناب جو ماں کی رویا کو کمسن بیوی سے تعبیر کرے اس پر آ کا فتوی کیا ہے جس مذہب کے مقتدیان ان خیالات باطلہ کے ہوں کہ باپ کو بھائی کہیں بلکہ اس سے بھی ذلیل اور والدہ کو بیوی سے تعبیر کریں ان کے ایمان کا حال آپ خود سمجھ لیں۔ {مقیاس حنفیت ص ۲۱۹}

حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ پر یہ اعتراض کرنا کہ اس تعبیر سے انھوں نے ام المومنین رضی اللہ تعالی عنہا کی توہین کی ہے العیاذ اللہ باللہ سراسر فن تعبیر سے جہالت اور تعصب و اورہٹ دھرمی ہے۔قارئین کرام یہ بات ہم اپنے مضمون ''حکیم الامتؒ پر مرید کو کلمہ پڑھانے کا الزام کا جواب'' میں تفصیل سے بیان کر چکے ہیں کہ خواب بعض اوقات بہت ہی وحشت ناک ہوتا ہے مگر اسکی تعبیر بہت ہی عمدہ اسی طرح خواب کبھی بہت عمدہ ہوتا ہے مگر تعبیر بہت ہی خراب جس کی متعدد مثالیں دے تھیں۔اسی لئے خواب کو یا اس کی تعبیر کو ظاہری حالت پر قیاس کرنا محض جہالت اور نادانی ہے۔حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے جو اس خواب کی تعبیر دی وہ بالکل ٹھیک اور فن تعبیر کے عین کے مطابق ہے۔چنانچہ شیخ عبد الغنی نابلسی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب جو فن تعبیر کے موضوع پر ہے بنام ''تعطیر الانام فی تعبیر المنام'' میں لکھتے ہیں کہ:

ومن رای رجل احدا من ازواج النبی ﷺ وکان اعزب ،تزوج امراۃ صالحۃ

{تعطیر الانام فی تعبیر المنام،ص ۱۷،طبع بیروت}

اور جس کسی شخص نے خواب میں ازواج مطہرات میں سے کسی کو دیکھا تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ وہ ایک صالحہ عورت سے شادی کرے گا۔

اللہ اکبر!!! بتائے مولوی عمر اچھروی صاحب شیخ عبد الغنی نابلسی رکیا فتوی ہے جو صرف حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا نہیں بلکہ تمام ازواج النبی ﷺ کے متعلق لکھتے ہیں کہ اگر کسی مرد نے ان کو خواب میں دیکھا تو یہ اس کی تعبیر یہ ہے کہ اس کے ہاتھ ایک صالحہ عورت آئے گی۔لیکن ان پر کوئی فتوی لگانے سے پہلے یہ یاد رکھ لیں کہ یہ وہی شیخ عبد الغنی نابلسیؒ ہیں جن کے متعلق آپ کے اعلحضرت مولوی احمد رضا خان فتاوی رضویہ جلد ۲۶ ''امام عارف باللہ سیدی عبد الغنی نابلسیؒ فرماتے ہیں۔۔لکھتے ہیں اور یہی لقب ان کو اپنی کتاب ''بریق المنار'' میں دیتے ہیں اور ان کی تعریف سے پھولے نہیں سماتے کہیں ان کو امام ممدوح اور کہیں شیخ الشیوخ لکھتے ہیں۔پس اگر معاذ اللہ حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ اس تعبیر سے کافر اور گستاخ ٹھرے تو شیخ عبد الغنی نابلسی رحمۃ اللہ علیہ بھی گستاخ اور کافر ہیں معاذ اللہ اور اگر وہ کافر ہیں تو آپ کے اعلحضرت ڈبل کافر ہوئے جو ایسے شخص کو امام، عارف باللہ اور نہ جانے کیا کیا لقب دے رہے

ہیں۔۔۔۔۔ کہئے کیا جواب ہے۔۔

حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ پر الزام لگانے والوں ذرا اپنے گھر کی خبر لو

مولوی عمر اچھروی صاحب آخر کس منہ سے ہم پر اس قسم کا الزام لگاتے ہیں حالانکہ ان کے اعلحضرت نے اپنے شاعری کے مجموعہ ''حدائق بخشش حصہ سوم'' میں حضرت ام المومنین کی جس طرح گستاخی کی ہے اس سے آج بھی ہر مسلمان کا دل خون کے آنسو رو رہا ہے یہی وجہ ہے کہ بریلویوں نے اپنے اعلحضرت کو بچانے کیلئے اس دیوان کو بالکل غائب کروادیا ہے۔۔اشعار ملاحظہ ہو:

تنگ وچست ان کا لباس اور وہ جوبن کا ابھار
مسکی جاتی ہے قبا سر سے کمر تک لے کر
یہ پھٹا پڑتا ہے جوبن مرے دل کی صورت
کہ ہوئے جاتے ہیں جامہ سے بروں سینہ و بر

(حدائق بخشش، ص ۳۴، ج ۳)

یعنی ان (حضرت عائشہؓ) کا لباس ایسا تنگ اور چست ہے اور پھر اس پر متضاد سینے کا ابھار ایسا تھا کہ آپ کا پیراہن سر سے کمر تک پھٹا جارہا تھا قریب ہے کہ ان کی جوانی کا ابھار مرے دل کی مانند پھٹتا جارہا ہے اور سینہ اور جسم کے لباس کی تنگی کی وجہ سے کپڑوں سے باہر ہوتے جارہے ہیں۔العیاذ باللہ۔۔ثم العیاذ باللہ

{نوٹ}: بعض جاہل بریلوی یہ اعتراض بھی کرتے ہیں کہ حکیم الامتؒ نے کمسن عورت سے کیوں تعبیر دی۔۔تو اس کا جواب ہے کہ یہ اعتراض کرنا محض ضد اور میں نہ مانوں ہے۔۔اول تو ان کے اکابر نے کہیں بھی کم سن لڑکی کی قید نہیں لگائی بلکہ مطلقا۔۔گستاخی کا کہا ہے۔۔اور اصل اعتراض نکاح میں آنے کا ہے خواہ وہ کمسن ہو یا بڑی۔

اعتراض ۸۴: دیوبندیوں کا کلمہ لا الہ الا اللہ اشرف علی رسول اللہ دیوبندیوں کا درود اللھم صلی علی سیدنا ونبینا ومولانا اشرف علی۔نعوذ باللہ

دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف، ص ۹۱, ۹۲ پر ایک مشہور اعتراض کیا اس کا جواب بھی ایک مقالے کی صورت میں دے چکا ہوں ملاحظہ ہو۔ البتہ اس کا ایک اصولی جواب خود رضا خانی مولوی سے ملاحظہ ہو جو اسی خواب کے متعلق لکھتے ہیں:

''علمائے اہلسنت کا اعتراض خواب پر نہیں بلکہ بیداری میں کلمہ پڑھنے پر ہے''۔ (عبارات اکابر، ص ۳۸۴، ج ۱)

پس جب بقول آپ کے علمائے اہلسنت کو خواب پر کوئی اعتراض ہی نہیں تو تم اسے خواب کے عنوان ذکر کر کے اپنے بارے میں خود فیصلہ کر لو کہ کون ہو۔

{اعتراض}: بریلوی حضرات کی طرف سے حضرت حکیم الامتؒ پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ ان کے مرید نے ان کے نام کا کلمہ اور درود پڑھا اور حضرت حکیم الامتؒ نے بجائے اس پر سرزنش کرنے کے ان کے متبع سنت ہونے کی گواہی دی۔۔ جس کی وجہ سے یہ کافر ہیں معاذ اللہ۔

(۱) انھوں نے نبوت کا دعوی کیا (العیاذ باللہ)

(۲) صاحب واقعہ کو سرزنش اور تنبیہ نہیں کی حالانکہ وہ اس کا مستحق تھا کہ اس کو تجدید ایمان و نکاح کا کہتے مگر انھوں نے ایسا نہ کیا اور کفر پر راضی رہنا خود کفر ہے لہذا حکیم الامتؒ کافر ہوئے۔ معاذ اللہ

(۳) ایسے شیطانی وسوسہ کو حالت محمود پر کیوں حمل کیا اور اس کی تعبیر کیوں دی؟

،مولوی عمر اچھروی نے اس اعتراض پر یہ سرخی قائم کی ''دیوبندیوں کا کلمہ بھی مسلمانوں سے جدا ہے''۔۔ اور رضا خانی فورم پر بھی اس اعتراض پر یہی عنوان ہے۔

{خاتم النبیین ﷺ کا غلام}: فقیر اس کے دو جوابات دیگا ایک ''تحقیقی'' دوسرا ''الزامی''۔

تحقیقی جواب

اس اعتراض پر تفصیلی جواب دینے سے پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس واقعہ کو خود حضرت تھانویؒ کے اس ارادتمند کے اپنے الفاظ میں بقدر ضرورت نقل کر دیں۔ وہ صاحب کہتے ہیں کہ:

اور سو گیا کچھ عرصہ بعد خواب دیکھتا ہوں کہ کلمہ شریف لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھتا ہوں لیکن محمد رسول اللہ کی جگہ حضور کا نام لیتا ہوں اتنے میں دل کے اندر خیال پیدا ہوا کہ تجھ سے غلطی ہوئی کلمہ شریف کے پڑھنے میں اس کو صحیح پڑھنا چاہئے اس خیال سے دوبارہ کلمہ شریف پڑھتا ہوں دل پر یہ ہے کہ صحیح پڑھا جاوے لیکن زبان سے بے ساختہ بجائے رسول اللہ ﷺ کے نام کے اشرف علی نکل جاتا ہے حالانکہ مجھ کو اس بات کا علم ہے کہ اس طرح درست نہیں ہے لیکن بے اختیار زبان سے یہی نکل جاتا ہے ۔ دو تین بار جب یہی صورت ہوئی تو حضور ﷺ کو اپنے سامنے دیکھتا ہوں اور بھی چند شخص حضور ﷺ کے پاس تھے لیکن اتنے میں میری یہ حالت ہوگئی کہ میں کھڑا کھڑا بوجہ اس کے کہ رقت طاری ہوگئی زمین پر گر گیا اور نہایت زور کے ساتھ چیخ ماری۔ اور مجھ کو معلوم ہوتا تھا کہ میرے اندر کوئی طاقت باقی نہ رہی اتنے میں بندہ خواب سے بیدار ہوگیا لیکن بدن میں بدستور بے حسی تھی اور وہ اثر ناطاقتی بدستور تھا لیکن حالت خواب اور بیداری میں حضور ﷺ کا ہی خیال تھا لیکن حالت بیداری میں جب کلمہ شریف کی غلطی پر جب خیال آیا تو اس بات کا ارادہ ہوا کہ اس خیال کو دل سے دور کیا جاوے اس واسطے کہ پھر کوئی ایسی غلطی نہ ہو جاوے بایں خیال بندہ بیٹھ گیا اور پھر دوسری کروٹ لیٹ کر کلمہ شریف کی غلطی کے تدارک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود پڑھتا ہوں لیکن پھر بھی یہ کہتا ہوں اللھم صلی علی سیدنا و نبینا و مولانا اشرف علی۔ حالانکہ اب بیدار ہوں خواب نہیں لیکن بے اختیار ہوں مجبور ہوں زبان اپنے قابو میں نہیں۔ اس روز ایسا ہی کچھ خیال رہا تو دوسرے روز بیداری میں رقت رہی خوب رویا اور بھی بہت سے (وجوہات ہیں) جو حضور (یعنی حضرت تھانویؒ) کے ساتھ باعث محبت ہیں کہاں تک عرض کروں۔

{الامداد ص ۳۵، ماہ صفر ۱۳۳۶ھ}

قارئین کرام اس عبارت میں اس بات کی تصریح ہے کہ کلمہ طیبہ کی غلطی خواب میں ہوئی تھی اور صاحب خواب اس پر خاصہ پریشان ہوا اور خواب میں بھی اپنی غلطی کا احساس کرتا رہا لیکن بے ساختہ زبان سے غلط کلمہ نکلتا رہا اور جب بیداری میں درود شریف غلط پڑھا تو اس میں بھی وہ کہتا ہے کہ "بے اختیار ہوں، مجبور ہوں، زبان قابو میں نہیں ہے۔ ۔ اور صرف یہی نہیں بلکہ

اپنی اس غلطی پر بھی وہ ''خوب رویا''۔اب اس مقام پر چند باتیں قابل غور ہیں ذرا ٹھنڈے دل سے اس پر غور فرمائیں۔

(۱) پہلی بات خواب کی ایک صورت ہوتی ہے اس میں پنہاں ایک حقیقت ہوتی ہے جس کو تعبیر کہتے ہیں کبھی ایسا ہوتا ہے کہ خواب بڑا خوشنما ہوتا ہے لیکن اس کی تعبیر انتہائی بھیانک اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ خواب بظاہر بڑا خوفناک لیکن اس کی تعبیر خوش آئند ہوتی ہے اور تعبیر سامنے آنے کے بعد خواب دیکھنے والے کی خوشی کی کوئی انتہاء نہیں رہتی۔اس دوسری مد کے خوابوں کے بارے میں بطور اختصار صرف دو حوالے عرض کروں گا۔

☆ حضور اکرم ﷺ کی چچی حضرت ام الفضل بنت الحارثؓ نے ایک خواب دیکھا اور آنحضرت ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا یارسول اللہ آج رات میں نے ایک براخواب دیکھا ہے۔آپ ﷺ نے فرمایا وہ کیا خواب ہے۔انھوں نے فرمایا وہ بہت ہی سخت (اندیشہ) ہے۔آپ ﷺ نے فرمایا کہ بتاؤ یوہی کہ خواب کیا ہے؟ حضرت ام فضلؓ نے فرمایا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ گویا آپ ﷺ کے جسم مبارک سے ایک ٹکڑا کاٹ کر میری گود میں ڈالا گیا ہے۔آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم نے بہت اچھا خواب دیکھا اس کی تعبیر یہ ہے کہ انشاء اللہ میری لخت جگر بیٹی (سیدہ حضرت فاطمہؓ) کے ہاں لڑکا پیدا ہوگا جو تمہاری گود میں کھیلے گا۔چنانچہ حضرت حسینؓ پیدا ہوئے اور میری گود میں کھیلے جیسا کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا تھا۔{مشکوۃ ص ۵۷۲ ج ۲}

ملاحظہ کیجئے بظاہر کس قدر براخواب تھا کہ حضرت ام فضلؓ بتلانے سے بھی گھبرا رہی تھیں مگر اس کی تعبیر کس قدر خوشنما تھی۔ایک اور مثال حضرت امام اعظم امام ابوحنیفہؒ کی ملاحظہ تا کہ بناسپتی حنفیوں کی آنکھیں کھل جائیں جو حضرت حکیم الامتؒ کے مرید کے خواب پر طرح طرح کے اعتراض کرتے ہیں۔

☆ حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے خواب میں دیکھا کہ وہ آنحضرت ﷺ کے مزار اقدس پر پہنچے اور وہاں پہنچ کر مرقد مبارک کو اکھاڑا (العیاذ باللہ) پس اس پریشان کن اور وحشت انگیز خواب کی اطلاع انہوں نے اپنے استاد کو دی اور اس زمانے میں

حضرت امام صاحب علیہ الرحمۃ مکتب میں تعلیم حاصل کر رہے تھے۔ان کے استاد نے فرمایا اگر واقعی یہ خواب تمہارا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ تم جناب نبی اکرم ﷺ کی احادیث کی پیروی کرو گے اور شریعت محمد یہ ﷺ کی پوری کھود کرید کرو گے۔بس جس طرح استاد نے فرمایا تھا یہ تعبیر حرف بحرف پوری ہوئی۔{تعبیر الرویا ص ۱۰۸، اکبر بک سیلز}۔

غور فرمائیں کس قدر وحشت ناک خواب ہے لیکن تعبیر کس قدر خوشنما ہے۔۔بتائیں بریلوی حضرات حضرت امام ابوحنیفہؒ پر کیا فتوی لگائیں گے؟؟ میں حلفیہ یہ بات کہہ سکتا ہوں کہ اگر یہاں میں نے امام ابوحنیفہؒ کی جگہ کسی دیوبندی عالم کا نام لکھا ہوتا تو بریلوی حضرات اب تک یہ فتوی لگا چکے ہوتے کہ ''دیوبندیوں نے دشمنی رسول ﷺ میں ان کی قبر مبارک کو بھی اکھاڑ پھینکا''۔العیاذ باللہ۔اللہ پاک سمجھ دے۔

ان دونوں خوابوں کے بتلانے کا مقصد یہ تھا کہ بظاہر اگر چہ خواب خوفناک ہو لیکن ضروری نہیں کہ اس کی تعبیر بھی کوفناک ہو۔پس جو خواب حضرت حکیم الامتؒ کے مرید نے دیکھا تھا اگر چہ بظاہر خوفناک تھا لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ تعبیر بھی خوفناک ہو۔جیسا کہ آگے ہم خود حضرت حکیم الامتؒ کے اقوال سے اس کو ثابت کریں گے۔

(۲) قارئین کرام یہ ایک خواب تھا اور خواب نیند کی حالت میں دیکھا جاتا ہے اور نیند کی حالت میں جو کلمات زبان سے سرزد ہوتے ہیں شریعت میں ان کا کوئی اعتبار نہیں۔بالفرض اگر کسی سے خواب میں الفاظ کفریہ سرزد ہو جائیں تو اس پر حکم کفر ہرگز نہ لگایا جائے گا۔چنانچہ حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ

رُفِعَ الْقَلَمُ عَنْ ثَلَاثَۃٍ عَنِ النَّائِمِ حَتّٰی یَسْتَیْقِظَ وَعَنِ الْمُبْتَلٰی حَتّٰی یَبْرَأَ وَعَنِ الصَّبِیِّ حَتّٰی یَکْبُرَ

{الجامع الصغیر ج ۲ ص ۲۴}

تین شخص مرفوع القلم ہیں (یعنی شرعی قوانین کی زد سے محفوظ ہیں) سونے والا جب تک کہ بیدار نہ ہو اور جنون میں مبتلا یہاں تک کہ اس کو افاقہ ہو جائے اور بچہ جب تک کہ بالغ نہ ہو جائے

اور حضرت عمرؓ اور سیدنا حضرت علیؓ کی روایت ہے کہ:

رُفِعَ الْقَلَمُ عَنْ ثَلَاثَةٍ عَنِ الْمَجْنُوْنِ الْمَغْلُوْبِ عَلٰی عَقْلِهٖ حَتّٰی يَبْرَأَ وَعَنِ النَّائِمِ حَتّٰی يستيقظ وعن الصبى حتى يَحْتَلِمَ {الجامع الصغیر ج ۲ ص ۲۴}

تین شخص مرفوع القلم ہیں (یعنی شرعی قوانین کی زد سے محفوظ ہیں) مجنوں جس کی عقل پر پردہ پڑا ہو ہے اور سونے والا جب تک کہ بیدار نہ ہو اور بچہ جب تک کہ بالغ نہ ہو جائے

ایک روایت میں آتا ہے کہ سیدنا حضرت قتادہؓ نے فرمایا کہ آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے کہ

اِنَّهٗ لَيْسَ فِي النَّوْمِ تَفْرِيْط" وَاِنَّمَا التَفْرِيْطُ فِي الْيَقْظَةِ {ترمذی ج ۱ ص ۲۵}

یعنی نیند کی حالت میں کوئی کوتاہی اور جرم نہیں ہاں بیداری کی حالت میں کوتاہی ہو تو اس میں جرم ہے۔

اسی قسم کی روایات سے حضرات فقہاء کرامؒ نے یہ قاعدہ اور اصول اخذ کیا ہے کہ نیند کی حالت میں کوئی بھی بات کسی بھی درجہ میں قابل اعتبار نہیں۔ خواہ کوئی اسلام لائے یا خواہ معاذ اللہ کوئی مرتد ہو جائے خواہ کوئی نکاح کر لے یا طلاق دے دے۔ چنانچہ علامہ محمد امین بن عمر الشامی الحنفیؒ لکھتے ہیں

وَلِذَا لَا يَتَّصِفُ بِصِدْقٍ وَّلَا كِذْبٍ وَّلَا خَبَرٍ وَّلَا اِنْشَاءٍ وَفِي التَّحْرِيْرِ وَتَبْطُلُ عِبَارَاتُهٗ مِنَ الْاِسْلَامِ وَالرِّدَّةِ وَالطَّلَاقِ وَلَمْ تُوْصَفْ بِخَبَرٍ وَّلَا اِنْشَاءٍ وَصِدْقٍ وَّكِذْبٍ كَاَلْحَانِ الطُّيُوْرِ

{شامی ج ۲ ص ۵۸۸، طبع مصر فی مطلب طلاق المدھوش}

آگے تحریر فرماتے ہیں کہ:

وَمِثْلُهٗ فِي التَّلْوِيْحِ فَهٰذَا صَرِيْح" فِيْ اَنَّ كَلَامَ النَّائِمِ لَا يُسَمّٰى كَلَامًا لُغَةً وَّلَا شَرْعًا بِمَنْزِلَةِ الْمُهْمَلِ۔

اور اسی لئے سونے والے کا کلام صدق و کذب خبر و انشاء سے متصف نہیں ہوتا اور تحریر الاصول میں ہے کہ سونے والے کا کلام مثلاً اسلام لانا یا مرتد ہو جانا یا بیوی کو طلاق دینا (وغیرہ) یہ سب لغو اور بے کار ہے نہ اس کو خبر کہا جا سکتا ہے اور نہ انشاء اور نہ سچ اور نہ جھوٹ جیسے پرندوں کی

آواز۔اور ایسا ہی تلویح میں ہے پس اس عبارت سے صراحۃ معلوم ہوا کہ نیند کی حالت کا کلام نہ لغۃ کلام ہے اور نہ شرعا جیسے مہمل۔

حدیث اور فقہ کے ان صریح حوالوں سے معلوم ہوا کہ نینداور خواب کی حالت کی بات پر کوئی فتوی صادر نہیں ہوسکتا۔جب مسئلہ کی حقیقت یہ ہے تو حضرت تھانویؒ ایسے شخص پر کس طرح فتوی لگاتے اور کس طرح اس کو کافر اور مرتد کہتے۔۔؟

انصاف۔۔۔انصاف۔۔۔انصاف

{اعتراض}: ٹھیک ہے بھائی آپ کی یہ بات تو ہم مان لیتے ہیں کہ کبھی خواب کی حقیقت کوئی اور ہوتی ہے ظاہر کوئی اور اور نیند میں مواخذہ نہیں مگر آپ لوگوں کو کس طرح دن دھاڑے دھوکہ دے رہے ہیں آپ کو شرم آنی چاہئے کہ وہ مرید آگے خود لکھتا ہے کہ جب نیند سے بیدار ہوا تب بھی یہی حالت تھی۔اب تو نیند والی حالت نہ تھی۔اب کفر کیوں نہ ہوا؟۔جناب میں بریلوی ہوں بریلوی اعلی حضرت کا کتا میرے سامنے سوچ سمجھ کر بات کرنا۔

{خاتم النبیین ﷺ کا غلام}: جناب آپ بریلوی ہیں یہ مجھے اچھی طرح معلوم ہے اور بریلوی کس قسم کی مخلوق ہے بھلا ان کو مجھ سے زیادہ کون جانتا ہوگا۔۔جیسا کہ آپ کے بھی علم میں یہ بات ہے۔۔آپ نے یہ تو تسلیم کیا کہ یہ بات خواب کی تھی اور خواب پر مواخذہ نہیں شکر ہے ورنہ اس سے پہلے تو یہی رٹ کہ کافر کافر خواب میں کلمہ پڑھا کفر۔۔اس بار جو آپ نے حضرت تھانویؒ کو کافر ثابت کرنے کیلئے استدلال کیا اور اعتراض کیا اس کا جواب بھی ملاحظہ فرمالیں۔

یہ بات میں پہلے ثابت کر چکا ہوں کہ اس شخص کی زبان سے یہ کلمات بیداری میں غیر اختیاری طور پر نکلے تھے جس کا اظہار اس نے خود کیا اور اس پر کافی پریشان بھی تھا بلکہ وہ خود کہتا رہا کہ سارا دن روتا رہا اس حرکت پر۔اور جناب والا بیداری میں غیر اختیاری طور پر زبان سے جو بات سرزد ہوجاتی ہے گو وہ بات کفر ہی کیوں نہ ہو شریعت اس پر بھی کفر وارتداد کا کوئی حکم نہیں لگاتی۔قرآن کریم میں مومنوں کی زبان سے یہ دعا اللہ تعالی نے جاری فرمائی ہے ربنا لا تؤاخذنا ان نسینا او اخطأنا یعنی اے ہمارے رب اگر ہم سے کوئی بھول یا خطا سرزد ہو تو ہمارا مواخذہ نہ کرنا۔اور حدیثوں میں آتا ہے کہ اللہ تعالی نے یہ دعا قبول فرمائی ملاحظہ ہو تفسیر ابن کثیر

ج ا ص ۳۴۳ طبع مصر بحوالہ مسلم۔

اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ

اِنَّ اللّٰہَ تَجَاوَزَ عَنْ اُمَّتِیْ اَلْخَطَاءَ وَالنِّسْیَانَ وَمَا اسْتُکْرِھُوْا عَلَیْہِ

{مشکوۃ ج ۲ ص ۵۸۴، ابن ماجہ ص ۱۴۸ وغیرھم}

بے شک اللہ تعالیٰ نے میری امت سے خطا اور نسیان اور جس چیز پر ان کو مجبور کیا گیا ہو کے مواخذہ سے درگزر فرمایا۔

اس سے معلوم ہوا کہ اگر خطا کی صورت میں کوئی کلمہ کفر کہہ دیا تو وہ قابل مواخذہ نہیں ہے۔ حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ گنہگار بندہ کی توبہ پر اس سے بھی زیادہ خوش ہوتا ہے جیسے کوئی مسافر کسی جنگل وغیرہ بے آب وگیاہ میں ہو اور اس کا سامان اور سواری وغیرہ گم ہو جائے اور اس کی تلاش سے مایوس ہو کر مرنے کیلئے کسی درخت کے سایہ میں آکر لیٹ جائے اسی حال میں اس کی آنکھ لگ گئی تھوڑی دیر بعد جب آنکھ کھلی تو دیکھے کہ اس کا اونٹ مع اپنے ساز وسامان کے اس کے پاس کھڑا ہے اور اس کی زبان سے بے اختیار خوشی میں یہ الفاظ نکل جاتے ہیں۔ اَللّٰھُمَّ اَنْتَ عَبْدِیْ وَاَنَا رَبُّکَ اے اللہ تو میرا بندہ اور میں تیرا رب اس کے بعد حضور ﷺ نے فرمایا کہ اَخْطَاءَ مِنْ شِدَّۃِ الْفَرَحِ خوشی کی وجہ سے اس سے خطاء سرزد ہوگئی {مسلم ج ۲ ص ۳۵۵ مشکوۃ ج ا ص ۲۰۳}

یعنی وہ بیچارہ کہنا تو یہ چاہ رہا تھا کہ اے اللہ تو میرا رب میں تیرا بندہ لیکن خطا کر دیا۔ نہ بے ہوشی میں ہے نہ غشی میں نہ سویا ہوا ہے بیدار ہے مگر کلمہ کوئی اور نکل گیا جس پر اس کو اختیار نہ تھا۔ فقہاء احناف نے خطا کی تعریف وتشریح میں کافی تفصیل کی ہے۔ چنانچہ قاضی خان رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں

اَلْخَاطِیُٔ مَنْ یَجْرِیْ عَلٰی لِسَانِہٖ مِنْ غَیْرِ قَصْدٍ کَلِمَۃٌ مَکَانَ کَلِمَۃٍ {فتاوی قاضی خان ج ۴ ص ۸۸۳}

اور خطا کرنے والا وہ ہے جس کی زبان پر بغیر قصد کے ایک کلمہ کی جگہ کوئی دوسرا کلمہ نکل جائے۔

نیز تحریر فرماتے ہیں کہ

اَلْخَاطِي إِذَا جَرٰى عَلٰى لِسَانِهٖ كَلِمَةُ الْكُفْرِ خَطَاءً بِاَنْ كَانَ اَرَادَ اَنْ يَّتَكَلَّمَ بِمَا لَيْسَ بِكُفْرٍ فَجَرٰى عَلٰى لِسَانِهٖ كَلِمَةُ الْكُفْرِ خَطَاءً لَمْ يَكُنْ ذَالِكَ كُفْرًا عِنْدَ الْكُلِّ۔ {ایضا}

اور بہر حال خاطی کی زبان پر جب خطاء کفر کا کلمہ جاری ہو گیا مثلاً وہ ایسا کلمہ بولنا چاہتا تھا جو کفر نہیں ہے لیکن خطاء اس کی زبان سے کفر کا کلمہ نکل گیا تو تمام فقہاء کرام کے نزدیک یہ کفر نہ ہوگا۔

کم و بیش یہی مضمون اور یہی بات کشف الاسرار شرح اصول بزدوی ج ۴ ص ۳۵۵ طبع مصر۔ فتاوی شامی، شرح فقہ اکبر ص ۱۹۸ طبع کانپور مذکور ہے {نوٹ}: عربی کتب کے حوالہ جات حضرت امام اہلسنت مولانا سرفراز خان صفدر صاحب رحمۃ اللہ تعالی علیہ کی کتاب ''عبارات اکابر'' سے لئے گئے ہیں۔ البتہ آسانی کیلئے ان عبارات پر اعراب بھی لگا دئے گئے ہیں۔

اب بجائے کہ ہم اس پر مزید تحقیق کریں خود فریق مخالف کے اعلحضرت کا فتوی نقل کر کے اس بات کو سمیٹتے ہیں:

مولوی احمد رضا خان کا فتوی

شریعت میں احکام اضطرار احکام اختیار سے جدا ہیں {ملفوظات حصہ اول ص ۵۵، فرید بک اسٹال}۔

اب ساری بحث کو ملحوظ رکھ کر خود انصاف سے دیکھنا چاہئے کہ جو شخص خود چلا چلا کر کہتا ہے کہ بے اختیار ہوں، مجبور ہوں، زبان قابو میں نہیں ہے اور اس میں بعد میں روتا بھی ہے ایسے شخص کو حضرت تھانویؒ کیوں کافر کہتے۔۔۔؟؟؟ اور جب وہ خود کافر نہیں تو رضا بالکفر کس طرح ثابت ہوا۔۔۔؟؟؟ اور حضرت تھانویؒ کیوں کافر قرار پائے۔۔۔؟؟ جبکہ خان صاحب بریلوی کا فتوی بھی احکام اضطراریہ میں وہی ہے جو حضرات فقہائے کرام کا ہے کیا خوب ہے:

ہوا ہے مدعی کا فیصلہ اچھا میرے حق میں
زلیخا نے کیا خود پاک دامن ماہ کنعاں کا

﴿اعتراض﴾: یہ جھوٹ ہے وہ یہ کلمہ کفر آپ کے حکیم الامت کی محبت میں بول رہا تھا اچھا بتاؤ اگر

اس سے غلطی ہو رہی تھی تو چپ رہتا خاموش ہو جاتا تاکہ میری زبان صحیح ادا نہیں کر رہی ہے بار بار یہ وظیفہ پڑھنے کا کیا مطلب یہی کہ حکیم الامت کی محبت اس سے یہ اگلوا رہی تھی۔

{خاتم النبیین ﷺ کا غلام}: بریلوی صاحب یہ بات تو طے ہے کہ میں آپ کو کتنا ہی سمجھا دوں آپ نے نہیں ماننا کیونکہ آپ نے ہر حالت میں حضرت حکیم الامتؒ کو کافر کہنا کہ آپ کی روزی روٹی کا مسئلہ ہے۔۔لیکن الحمد للہ انصاف پسند دنیا آج بھی زندہ ہے۔۔وہ خود ہی دیکھ لے ۔جہاں تک آپ نے یہ اعتراض کیا کہ وہ خاموش کیوں نہیں رہا چپ ہو جاتا تو اللہ کے بندے اس کا جواب یہ ہے کہ وہ جو الفاظ ادا کر رہا تھا اس کے بارے میں اس کو علم تھا کہ یہ درست نہیں ہے اور زبان اس کے قابو میں نہیں ہے لیکن اس نے سکوت اختیار کرنے کے بجائے تکلم دو وجہ سے کیا:

(۱) ایک یہ کہ اسے توقع تھی کہ اب اس کی زبان سے صحیح الفاظ نکلیں گے جس سے گزشتہ الفاظ کی تلافی ہو جائے گی

(۲) اور دوسری وجہ یہ تھی کہ اسے غم کھایا جا رہا تھا کہ اگر اسی لمحہ اس کی موت واقعہ ہو گئی تو نعوذ باللہ ایسے الفاظ پر خاتمہ ہو گا اسی لئے اس نے دوبارہ تکلم کیا تا کہ الفاظ بھی صحیح ادا ہو جائیں اور سوء خاتمہ کے اندیشے سے بھی نجات مل جائے۔ جہاں تک آپ نے یہ کہا کہ وہ حضرت حکیم الامتؒ کی محبت میں یہ سب کہہ رہا تھا تو تف ہے آپ کی عقل پر اگر وہ ان کی محبت میں کہتا تو کیا اس کی وضاحت کرتا کہ زبان پر قابو نہیں بے اختیار ہوں؟؟۔۔اور کیا وہ اس پر روتا؟؟ بلکہ وہ تو اس پر خوش ہوتا کہ دیکھیں حضرت جی میں تو آپ کی محبت میں آپ کا کلمہ بھی پڑھنے لگ گیا ہوں۔۔میں آپ کو دکھاتا ہوں کہ جو لوگ کلمہ میں اپنے پیر کا کلمہ محبت کی وجہ سے پڑھتے ہیں ان کی حالت کیسی ہوتی ہے اور وہ کس طرح اس کا اظہار کرتے ہیں:

ذرا اپنے گریبان میں جھانک کر دیکھو

بریلویوں کے معتمد علیہ صوفی بزرگ اور ولی غلام فرید اپنے ملفوظات میں فرماتے ہیں:

> حضرت مولانا فرمایا کرتے تھے کہ ہمارے حضرت شیخ کے تمام مریدین برگزیدہ تھے اور محبت شیخ میں اس قدر محو تھے کہ کلمہ طیبہ میں "محمد رسول

اللہ" حضرت شیخ کے ڈر سے کہتے تھے ورنہ ان کا جی چاہتا تھا کہ شیخ کے نام کا

کلمہ پڑھیں۔ {مقابیس المجالس ص ۱۷۶}

کوئی رضا خانی مجھے بتائے کہ شیخ اور پیر کی محبت میں کلمہ کون پڑھتا ہے کس کا دل چاہتا ہے کہ شیخ کی محبت میں اسلام کے کلمہ کی جگہ پیر کا کلمہ پڑھوں اور کون مظلوم غلطی اور بے اختیاری کی حالت میں بھی کلمہ سرزد ہو جانے پر روتا ہے۔ اَلَیْسَ مِنْکُمْ رَجُل "رَشِید۔

انصاف۔۔انصاف۔۔۔انصاف۔

﴿اعتراض﴾: اچھا مجھے بتاؤ کہ اگر ایک شخص سارا دن کلمہ کفر بکتا رہے اور بعد میں عذر کرے کہ میں بے اختیار تھا زبان قابو میں نہیں تھی تو کیا اس کا عذر مسموع ہوگا۔۔؟؟ مجھے بتاؤ ایک شخص سارا دن آپ کے مولانا تھانوی صاحب کو گالیاں دے اور پھر بعد میں عذر کرے کہ زبان قابو میں نہ تھی غلطی ہو گئی تو کیا آپ اس کو غلطی تسلیم کریں گے۔۔نہیں نہ آپ تو یہی کہیں گے کہ دیکھو دیکھو ہمارے مولانا کی گستاخی کردی۔

{خاتم النبیین ﷺ کا غلام}: جناب من آپ کے اس اعتراض کا زیر بحث واقعہ سے کوئی تعلق نہیں ہے کیونکہ یہاں اس کی کوئی دلیل نہیں ہے کہ یہ غلطی اس شخص سے ایک دفعہ سے زیادہ ہوئی اور وہ سارا دن یہ کلمہ پڑھتا رہا بلکہ بیداری میں غلطی صرف ایک ہی دفعہ ہوئی تھی اور ایک دو دفعہ ایسی غلطی کا خطاء لسانی سے ہو جانا اور وہ بھی کسی وحشت انگیز خواب سے آنکھ کھلنے کے بعد کہ بے خودی اور بے حسی کی حالت میں ہے عادۃ کچھ مستبعد نہیں۔۔لیکن دن بھر کسی کی زبان کا یونہی بہکنا عادۃ مستبعد ہے البتہ اگر اس پر کسی خاص مرض کا حملہ ہوا ہو اور اس کی وجہ سے وہ بہکی بہکی باتیں کرے اور اسی حالت میں اس کی زبان سے کلمات کفر بھی نکلیں تو بے شک وہ کافر نہ ہوگا لیکن اس کو خاطی نہیں کیا جائے گا بلکہ وہ "معتوہ" اور "مجنون" قرار دیا جائے گا۔ شریعت میں ایسے شخص کی عدم تکفیر کے بارے میں بھی اقوال موجود ہیں اگر ضرورت ہو تو پیش کر دیئے جائیں گے۔

آپ نے ایک یہ اعتراض بھی کیا کہ اگر آپ کے مولانا تھانویؒ کو کوئی گالیاں دے پھر زبان کی بے اختیاری کا بہانہ کرے تو کیا تم اس کو معاف کر دو گے؟۔ میں عرض کرتا ہوں کہ بے شک اگر قرائن اس کے عذر کی تکذیب نہ کریں تو ضرور ہم اس کو معاف کر دیں گے مثلاً کوئی شخص

نیند سے اٹھایا جائے اور وہ اسی نیم خوابی کی حالت میں ہم گویا ہمارے کسی عالم کو گالیاں دے اور بعد میں یہ عذر کرے کہ میں خواب میں دیکھ رہا تھا کہ میری آپ سے لڑائی ہو رہی ہے اور میں آپ کو گالیاں دے رہا ہوں اور اسی حالت میں میری آنکھ کھل گئی اور بالکل بلا قصد میری زبان سے گالی نکل گئی اور اب میں بہت پشیمان ہوں۔ تو بے شک ہم اس کا عذر قبول کر لیں گے۔ اور اگر وہ جھوٹا نہیں ہے تو اللہ تعالی کے نزدیک بھی اس کا یہ عذر ضرور قبول ہوگا۔ لیجئے آپ کے تمام اعتراضات کا جواب دے دیا ہے اگر اور کوئی اعتراض ہو تو وہ بھی پیش کر دیجئے میں آج ہر طرح سے حجت تمام کر دوں گا۔

خواب کی تعبیر پر اعتراض

﴿اعتراض﴾: بھائی یہ باتیں تو میری سمجھ میں آگئی ہیں لیکن اس خواب کی تعبیر صحیح نہیں آخر جب وہ غلط الفاظ کہہ رہا تھا تو اس کی تعبیر یہ کیوں دی کہ جس کی طرف تم رجوع کرتے ہو وہ متبع سنت ہے۔۔ معلوم ہوا کہ آپ کے حکیم الامت نبوت کا اعلان کرنے کے موڈ میں تھے۔

{خاتم النبیین ﷺ کا غلام}: جناب معترض صاحب میں اس بات کی وضاحت پہلے کر چکا ہوں کہ خواب کا برا ہونا تعبیر کے برا ہونے کو مستلزم نہیں ہے باقی اس تعبیر کی خواب سے کیا مناسبت ہے تو کاش اعتراض کرنے سے پہلے کم سے کم اس کتاب کو ہی مکمل پڑھ لیتے جس میں یہ واقعہ لکھا ہوا کہ اسی کتاب میں اس کا جواب موجود ہے جو خود حضرت حکیم الامتؒ نے دیا ملاحظہ ہو:

بعض اوقات خواب میں معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ تشریف لائیں ہیں اور دل بھی گواہی دیتا ہے کہ حضور ﷺ ہی ہیں لیکن زیارت کے وقت معلوم ہوتا ہے کہ شکل کسی اور کی ہے تو وہاں اہل تعبیر یہی کہتے ہیں کہ یہ اشارہ ہے اس شخص کے متبع سنت ہونے کی طرف پس جس طرح یہاں بجائے شکل نبوی کے دوسری شکل مرئی ہونے کی (یعنی دکھائی دینے کی) تعبیر اتباع سنت سے دی گئی ہے اسی طرح بجائے اسم نبوی ﷺ دوسرا ملفوظ ہونے کے تعبیر اگر اسی اتباع سے دی جائے تو اس میں کیا محذور شرعی لازم آ گیا۔ {الامداد بابت ماہ جمادی الثانیہ ۱۳۳۶ھ ص ۱۹}

امید کرتا ہوں کہ خود حضرت حکیم الامت علیہ الرحمۃ کی اس وضاحت کے بعد اس کی تعبیر

اور خواب میں مناسبت بھی عقل شریف میں آ گئی ہو گی۔ پھر یہ کہنا کہ اس سے نبوت کا ارادہ ہے کس قدر گھٹیا سوچ ہے ذرا حضرت تھانویؒ کے الفاظ پر غور کریں وہ تو ’’متبع سنت‘‘ کے لفظ استعمال کرتے ہیں دور دور تک اس میں نبوت کی بو بھی نہیں یعنی جس کی طرف تم نے رجوع کیا ہے وہ تو آقا مدنی ﷺ کا غلام ہے ان کی سنتوں کا پیرو ہے۔۔ان کی غلامی اور ان کے طور طریقوں کی پیروی کو اپنے لئے سرمایہ سمجھتا ہے۔۔افسوس۔۔افسوس!!! اس ضد اور ہٹ دھرمی کا۔

قارئین کرام بنظر انصاف غور فرمائیں کہ اگر یہی واقعہ مرزا غلام قادیانی یا کسی دوسرے مدعی نبوت کے ساتھ پیش آتا تو کیا وہ بھی یہی لکھتا جو حضرت تھانویؒ نے لکھا۔؟ مالک عرش کی قسم وہ ہرگز یہ نہ لکھتا بلکہ اس کو اپنے دعوے کی روشن ترین دلیل کہتا۔اور ہزارہا تعداد میں اس مضمون کے اشتہار شائع کرواتا ’’جو لوگ میری نبوت و رسالت کے منکر ہیں خدا ان سے بجبر گردن پکڑے میری رسالت کا اقرار کراتا ہے اور میرا کلمہ پڑھواتا ہے‘‘۔میرا یہ نکتہ خاص کر ان حضرات کیلئے قابل غور ہے جو مرزا قادیانی کی سیرت کا تھوڑا بہت مطالعہ رکھتے ہیں۔لیکن دوسری طرف حضرت تھانویؒ کیا جواب دیتے ہیں کہ جس کی طرف تم رجوع کرتے ہو وہ تو حضور ﷺ کا غلام ہے متبع سنت ہے۔غور کریں کیا اس میں کوئی ایسا لفظ بھی ہے جس سے نبوت کی بو آتی ہے۔کیا حضور ﷺ کی غلامی کا اقرار کرنا کوئی سنگین جرم ہے۔

میرے دل کو دیکھ میری وفا کو دیکھ کر بندہ پرور منصفی کرنا خدا دیکھ کر

حضرت حکیم الامتؒ کی طرف سے اعلان اور وضاحت

قارئین کرام لطف کی بات یہ ہے کہ حضرت حکیم الامتؒ کو اس تعبیر پر کوئی اصرار بھی نہیں ہے چنانچہ وہ خود لکھتے ہیں کہ:

’’باقی مجھ کو اس پر اصرار نہیں اگر یہ خواب وسوسہ شیطانی ہو یا کسی مرض دماغی سے ناشی پیدا ہوا ہو اور اس کی تعبیر یہ نہ ہو یہ بھی ممکن ہے لیکن غلط تعبیر دینا صرف ایک وجدان کی غلطی ہو گی جس پر کوئی الزام نہیں ہو سکتا۔{الامداد ص ۲۰}

قارئین کرام انصاف فرمائیں کہ جب حکیم الامتؒ خود کہہ رہے ہیں کہ مجھے اس تعبیر پر اصرار نہیں یہ غلط بھی ہو سکتی ہے اور ممکن ہے کہ شیطانی وسوسہ ہو پھر بھی یہ کہنا کہ اپنے مریدوں سے

اپنے کلمہ پڑھواتے ہیں۔۔نبوت کا دعوی کردیا۔۔کس قدر ظلم ہے۔الحساب یوم الحساب۔
انصاف۔۔انصاف۔۔انصاف۔

الزامی جواب

اس تمام تر تفصیل کے باوجود بھی اگر بریلوی حضرات کے استدلال کا یہی نہج ہے تو ہم ان کے مشکور ہونگے کہ وہ ذیل کے واقعات میں بھی اسی طرح تکفیری فتوے نافذ کرکے اس کی اسی طرح تبلیغ اور نشرو اشاعت کریں جس طرح وہ حضرت تھانوی اور دیگر اکابر علماءؒ کے خلاف کرتے ہیں، ملحوظ رہے کہ ہم نے جو کچھ لکھا وہ صرف استفسار ہے اس سے ہماری رائے کے متعلق کوئی خیال قائم کرنا شدید ظلم ہوگا یہاں ہم کو بریلوی کے ان مفتیان کرام کی انصاف پسندی کا امتحان کرنا مقصود ہے اور بس۔قارئین کرام آپ بھی ذرا ان مفتیان کا انصاف اور ان کی دیانت ملاحظہ فرمالیں۔

حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ

آپ نے پھر ایک اور واقعہ بیان کیا کہ میں اور بہت سے اہل صفا جناب معین الدینؒ کی خدمت میں حاضر تھے اولیاء اللہ کے متعلق گفتگو ہو رہی تھی اس موقع پر ایک شخص آیا بغرض بیعت آپ کے قدموں پر سر رکھ لیا۔آپ نے بیٹھنے کیلئے کہا وہ بیٹھ گیا آپ اپنی خاص حالت میں تھے آپ نے فرمایا کہ میں جو کچھ کہوں گا وہ کہو گے تو مرید کروں گا اس نے عرض کی حکم بجالاوں گا فرمایا تو کلمہ کس طرح پڑھتا ہے اس نے کہا لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ آپ نے فرمایا کہو لا الہ الا اللہ چشتی رسول اللہ۔اس نے اس طرح کہا تو آپ نے حلقہ بیعت میں داخل کردیا خلعت اور نعمت عطا کی۔{فوائد السالکین، ہشت بہشت مجموعہ ملفوظات مشائخ چشت ص ۱۵۱}

حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ کا ملفوظ

ایک مرتبہ کوئی شخص شیخ شبلیؒ کی خدمت میں مرید ہونے کیلئے آیا آپ نے فرمایا کہ اس شرط پر مرید کرتا ہوں کہ جو کچھ میں کہوں وہی کرے۔عرض کی ویسا ہی کروں گا۔پوچھا کلمہ طیبہ کس طرح پڑھتے ہو عرض کی لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔فرمایا اس طرح پڑھو لا الہ الا اللہ

شبلی رسول اللہ ۔ مرید نے فوراً اسی طرح پڑھا۔ {فوائد الفواد، مجلس ۸ ج ۵، ہشت بہشت ص ۱۰۱۲}

بریلوی اکابر کے حوالے

بریلوی پیر خواجہ فرید کا حوالہ

پیر فرید کوٹ مٹھن والے (المتوفی ۱۹۰۱) کا شمار بریلوی اکابرین اور اولیاء اور معتمد علیہ بزرگوں میں ہوتا ہے۔ ان کے تفصیلی حالات ان کے ملفوظات ''مقابیس المجالس'' میں موجود ہے جس کا اردو ترجمہ ''ارشادات فریدی'' کے نام سے شائع ہوا ہے مقابیس المجالس ان کے خلیفہ خاص ''مولانا رکن الدین'' نے ان کے سامنے حرف حرف پڑھ کر سنائی اور اس کی تصحیح وتوثیق کروائی (ص ۵۰۹)۔ تذکرہ علمائے اہلسنت میں ان کو ان القابات سے یاد کیا گیا ہے کہ:

حضرت خواجہ غلام فرید رحمۃ اللہ علیہ سجادہ نشین چاچڑاں شریف ﴿تذکرہ علمائے اہلسنت والجماعت لاہور ص ۲۰۸}۔

شیخ الشیوخ خواجہ غلام فرید رحمۃ اللہ علیہ {ایضا ص ۲۰۹}

بریلویوں کے پیر ''پیر نصیر الدین'' سجادہ نشین گولڑہ شیرف لکھتے ہیں کہ:

حضرت خواجہ غلام فرید کی زبان حق ترجمان {لطمۃ الغیب ص ۱۵۹}

وابستگان سلسلہ چشتیہ کے نزدیک بالعموم اور بصیر پوری وسیالوی صاحب کے نزدیک بالخصوص مستند وحجت کتاب مقابیس المجالس۔ {لطمۃ الغیب ص ۲۱۰}۔

پیر فرید کوٹ مٹھن والے کہتے ہیں:

ایک شخص خواجہ معین الدین چشتی کے پاس آیا اور فرمایا مجھے اپنا مرید بنالیں فرمایا کہہ لا الہ الا اللہ چشتی رسول اللہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں چشتی اللہ کا رسول ہے۔ ﴿فوائد فریدیہ ص ۸۳}

{خبردار}: فوائد فریدیہ خواجہ غلام فرید ہی کی تصنیف ہے۔ خواجہ غلام فرید کے ملفوظات کے مستند مجموعہ ''مقابیس المجالس'' میں اس کتاب کو غلام فرید کی تصانیف میں شمار کیا گیا ہے۔ اسی طرح

رضا خانی نام نہاد مناظر محمد حسن علی رضوی اپنی کتاب ''برق آسمانی'' میں اس کو خواجہ غلام فرید کی تصنیف تسلیم کیا ہے اصل عبارت ملاحظہ ہو:

بہر حال اتنا ضرور ہے کہ مصنف نے جس ''فوائد فریدیہ کا ناتمام و غیر مکمل حوالہ دیا ہے وہ حضرت خواجہ غلام فرید رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف ہے۔۔۔۔۔۔اب جبکہ یہ ثابت اور مسلم ہے کہ فوائد فریدیہ خواجہ غلام فرید رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف ہے۔

{برق آسمانی ص ۹۸، ناشر البرہان پبلیکیشنز لاہور}

سجادہ نشین بیر بل شریف صاحبزادہ محمد عمر کا کلمہ انگریز اللہ کے رسول ہیں

زاں بعد آپ نے فرمایا کہ کہو لا الہ الا اللہ انگریز رسول اللہ۔ لا الہ الا اللہ لندن کعبۃ اللہ وہ بے چارہ ہیبت سے لرز رہا تھا۔اور مجلس دم بخود تھی اور برابر پڑھ رہا تھا۔ {انقلاب حقیقت فی التصوف والطریقت، ص ۱۳۱}۔

کیا بریلویوں نے کبھی ان کتابوں پر بھی فتوے لگائیں ہیں۔۔؟؟؟ کبھی ان کو بھی کافر کہا ہے۔۔اور اب جب یہ حوالہ ان کے سامنے آگئے تو اب ان کے مصنفین کے بارے میں بریلوی کے ''دارالافتاء'' جس سے کفر کے فتوے ''تھوک ریٹ'' میں دستیاب ہیں کیا فتوی لگائیں گے؟؟۔۔انصاف شرط ہے۔قارئین کرام غور فرمائیں کہ جو لوگ سرعام زبردستی لوگوں سے انگریز کے کلمہ پڑھواتے رہیں لندن کو اللہ کا کعبہ نعوذ باللہ تسلیم کرواتے رہیں وہ تو پکے ٹکے مسلمان ولی سجادہ نشین سنی عاشق رسول ﷺ اور جن سے خواب میں ایسی غلطی واقعہ ہو جائے اس پر وہ شرمندہ بھی ہوں احساس ندامت کی وجہ سے سارا دن رو رہے ہوں۔۔بے اختیار ہوں ۔مجبور ہوں ۔۔وہ کافر۔۔۔ان کو مسلمان کہنے والا یا سمجھنا والا بھی کافر۔۔۔فوا اسفا۔الحساب یوم الحساب۔۔ایک دن سب نے مرنا ہے۔۔اور قیامت کا دن اسی قسم کی ناانصافیوں کا حساب چکانے کیلئے ہے۔

انصاف۔۔۔انصاف۔۔۔انصاف

رضا خانی درود

رضا خانیوں کو اس پر بھی اعتراض ہے کہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید نے ان پر درود پڑھا مگر یہ اعتراض کرنے سے پہلے اپنے گھر کی خبر لیں میں نیچے بریلوی ملاؤں کی جس میں وہ تھوک ریٹ کے حساب سے اپنے مولویوں اور اکابرین پر درود بھیج رہے ہیں اور کوئی معمولی درود بھی نہیں بلکہ درود ابراہیمی۔۔اور کم بختی تو ملاحظہ ہو کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجتے ہوئے ان کیلئے ضمیر غائب کو ذکر کر رہے ہیں اور اپنے ملاؤں پر نام لے لے کر درود پڑھ رہے ہیں۔۔امید ہے کہ بریلوی انصاف کرتے ہوئے اور خدا کا خوف دل میں رکھتے ہوئے ان پر بھی اسی طرح گستاخی رسول ﷺ اور کفر کا فتوی لگائیں گے جس طرح حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ پر لگایا ہے۔

اللھم صل و سلم و بارک علیہ و علیھم و علی المولی السید الشاہ ابی الفضل شمس الملۃ والدین ال احمد اچھے میاں رضی اللہ تعالی عنہ (شجرہ طیبہ، ص ۱۲ از اختر رضا خان قادری)

اللھم صل و سلم و بارک علیہ و علیھم و علی المولی الھمام امام اھل السنۃ مجدد الشریعۃ العاطرۃ موید الملۃ الطاھرۃ حضرت الشیخ احمد رضا خان رضی اللہ تعالی عنہ بالرضا السرمدی

اللھم صل و سلم و بارک علیہ و علیھم جمیعا و علی الشیخ حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خان رضی اللہ تعالی عنہ

اللھم صل و سلم و بارک علیہ و علیھم جمیعا و علی الشیخ زبدۃ الاتقیاء المفتی الاعظم بالھند مولانا محمد مصطفی رضا خان القادری رضی اللہ تعالی عنہ (شجرہ طیبہ، ص ۱۳)

مولوی عمر اچھروی یہ بات بخوبی یاد رکھیں
قیامت کے دن ہمارا اصلی کلمہ اسلام

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

اور درود شریف ابراہیمی تمہارے بہتان عظیم اور سنگین الزام کے خلاف جھگڑتا ہوا آئے گا کہ تم نے دنیا میں چند روز رہ کر علمائے اہلسنت دیوبند پر کیسے کیسے ظلم وستم کے تیر برسائے۔

آخر میں عرض ہے کہ اس اعتراض کے انتہائی محققانہ اور مدلل جوابات اکابر دیوبند خصوصا خود حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی صاحب رحمہ اللہ نے دئے ہیں جیسے یہاں نقل کیا جارہا ہے جسے پڑھ کر اہل علم داد دئے بغیر نہیں رہ سکتے۔

جز واوّل سوال متعلق واقعہ

ایک شخص کہتا ہے کہ میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ کلمہ شریف لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ ﷺ پڑھتا ہوں، لیکن محمد رسول اللہ ﷺ کی جگہ زید کا نام لیتا ہوں، اتنے میں دل کے اندر خیال پیدا ہوا کہ تجھ سے غلطی ہوئی کلمہ شریف پڑھنے میں، اس کو صحیح پڑھنا چاہیے، اس خیال سے دوبارہ کلمہ شریف پڑھتا ہوں، دل پر تو یہ ہے کہ صحیح پڑھا جاوے، لیکن زبان سے بے ساختہ بجائے رسول اللہ ﷺ کے نام زید نکلتا ہے، حالانکہ مجھ کو اس بات کا علم ہے کہ اس طرح درست نہیں، لیکن بے اختیار زبان سے یہی نکلتا ہے، دو بار میں جب یہی صورت ہوئی تو زید کو اپنے سامنے دیکھتا ہوں، اور بھی چند شخص اسکے پاس تھے، لیکن اتنے میں میری یہ حالت ہوگئی کہ کھڑا کھڑا بوجہ اس کے کہ رقت طاری ہوگئی زمین پر گر گیا، اور نہایت زور کے ساتھ ایک چیخ ماری ،اور مجھ کو معلوم ہوتا تھا کہ میرے اندر کوئی طاقت باقی نہیں رہی، اتنے میں بندہ خواب سے بیدار ہوگیا، لیکن بدن میں بدستور بے حسی تھی، اور وہ اثر ناطاقتی بدستور تھا، لیکن حالتِ خواب و بیداری میں زید کا ہی خیال تھا، لیکن حالت بیداری میں کلمہ شریف کی غلطی پر جب آیا تو اس بات کا ارادہ ہوا کہ اس خیال کو دل سے دور کیا جاوے اس واسطے کہ پھر کوئی ایسی غلطی نہ ہوجائے، بایں خیال بندہ بیٹھ گیا، پھر دوسری کروٹ لیٹ کر کلمہ شریف کی غلطی کے تدارک میں رسول اللہ ﷺ پر درود شریف پڑھتا ہوں، لیکن پھر بھی یہ کہتا ہوں کہ **اللّٰھم صل علی سیدنا و نبینا و مولانا زید** ،حالانکہ اب بیدار ہوں، خواب نہیں، لیکن بے اختیار ہوں مجبور ہوں زبان اپنے قابو میں نہیں،

اس روز ایسا ہی کچھ رہا، تو دوسرے روز بیداری میں رقت رہی خوب رویا، انتہی۔

اس واقعہ کے متعلق چند امور دریافت طلب ہیں، ان کے متعلق جو حکم شریعت مصطفویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والتسلیم کا ہو صاف اور مدلل ارشاد فرمایا جاوے۔

نمبر ۱: صاحب واقعہ کے بیان سے بالکل واضح طور پر ظاہر ہے کہ وہ خواب میں قصد صحیح کلمہ پڑھنے کا کرتا تھا مگر اس کی زبان سے بلا قصد واختیار غلط کلمہ نکلتا تھا، نیز اس کے الفاظ ’’اتنے میں خیال پیدا ہوا کہ تجھ سے غلطی ہوئی کلمہ شریف کے پڑھنے میں انتہی‘‘ ظاہر کر رہے ہیں کہ غلط کلمہ پڑھنے کے وقت اسے اس غلطی کا احساس نہ تھا، پھر باوجود یہ کہ یہ حالت خواب تھی اور وہ اس حالت میں اگر باختیار متخیل بھی غلطی کرتا جیسے کہ کوئی خواب میں اپنے اختیار متخیل سے زنا کرے تو وہ بحکم رفع القلم عن ثلثہ الخ معذور تھا، لیکن وہ اپنے حسن اعتقاد کی بنا پر بلا شعور اور بلا اختیار بھی اس غلطی کو اچھا نہیں سمجھتا، اور شعور واحساس غلطی کے بعد خواب ہی میں اس کا تدارک کرنا چاہتا ہے اور صحیح کلمہ پڑھنے کا قصد کرتا ہے، مگر وہ اس کا خیالی شعور واختیار پھر فنا ہو جاتا ہے، اور لا اختیار و شعور اس سے وہی غلطی سابق سرزد ہو جاتی ہے اور جب کہ وہ بیدار ہوتا ہے تو وہ اپنی خوش اعتقادی کی بنا پر اس کو بھی گوارا نہیں کرتا کہ خواب میں بھی اور بلا شعور واختیار بھی میری زبان سے الفاظ خلاف شریعت نکلیں، اور اس لیے پھر اس غلطی کا تدارک کرنا چاہتا ہے، مگر وہ پھر مسلوب الاختیار ہو جاتا ہے اور بلا قصد اور بلا اختیار اس سے اسی غلطی کا صدور ہو جاتا ہے، غرض کہ وہ اپنی صحت اعتقاد کو صاف صاف لفظوں میں ظاہر کرتا ہے، اور اس کے کسی لفظ سے بھی یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ اس کے عقیدہ میں کوئی خلل ہے، بلکہ اس کے بیان سے اس کا کمال خوش عقیدہ ہونا اور اپنی غلطی غیر اختیاری پر بھی سخت متوحش اور نادم ہونا ظاہر ہوتا ہے اور جس غلطی کا وہ اقرار کرتا ہے اس کی نسبت وہ کہتا ہے کہ مجھ سے بلا میرے کسی قصد اور بلا کسی اختیار کے صادر ہوئی، ایسی حالت میں آیا اس کو دعوی بطلان شعور وقصد اختیار میں صادق سمجھا جائے گا یا کاذب، اگر کاذب سمجھا جائے تو کیوں، آیا اس لیے کہ عقلاً یا شرعاً ایسا ہونا ناممکن ہے یا کوئی اور وجہ ہے، جو صورت ہو اس کو موجہ بیان فرمایا جائے، اور اگر صادق سمجھا جاوے تو پھر اس کا سقوط قصد واختیار وسقوط عذر شرعی قرار دیا جاویگا یا نہیں، اگر اس کو عذر شرعی نہ قرار دیا جاوے تو اس کی کیا وجہ ہے

،حالانکہ اصول امام فخر الاسلام بزدوی ص ۳۴۷ رمیں ہے ان السکران اذا تکلم بکلمۃ الکفر لم تبن منہ امرأتہ استحسانا،

(حاشیہ ۱: سقوط شعور کا حکم اصالۃً حالتِ منام کے اعتبار سے ہے اور حالت یقظہ کے اعتبار سے دلالۃً اس طرح سے کہ صاحب واقعہ کہتا ہے کہ خواب میں دیکھتا ہوں کہ کلمہ شریف لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھتا ہوں لیکن محمد رسول اللہ کی جگہ زید کا نام لیتا ہوں، اتنے میں دل کے اندر خیال پیدا ہوتا ہے کہ تجھ سے غلطی ہوئی کلمہ شریف پڑھنے میں، اور اس کے ان الفاظ سے کہ اتنے میں خیال پیدا ہوا کہ تجھ سے غلطی ہوئی ظاہر ہوتا ہے کہ اول مرتبہ غلطی کے وقت اسے اس غلطی کا احساس نہ تھا اور بعد کی غلطیوں کا منشاء بھی حالتِ اولیٰ کے مماثل حالتیں تھیں، اس لیے ظاہر یہی ہے کہ ان میں بھی اُسے اس غلطی کا احساس نہ ہو، اور اس نفی شعور سے اس شعور کی مراد ہے جو معتد بہ ہو، ورنہ فی الجملہ شعور تو سکران اور مجانین اور معتوہین کو بھی ہوتا ہے جو کہ ناقابل اعتبار ہوتا ہے، اصل بات یہ ہے کہ سائل کے بیان کے انداز سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کی یہ حالت جو منشاء غلطی تھی مستمر نہ تھی بلکہ دورہ کے طور پر طاری ہوئی تھی، اس وقت اس کا اختیار وشعور باطل ہو جاتا تھا، اور جب وہ حالت زائل ہو جاتی اس وقت شعور وغیرہ خود کر آتا تھا، لیکن چونکہ حالت طاریہ میں شعور بالکل باطل نہ ہوتا تھا، اس لیے بعد افاقہ اسے خیال ہوتا تھا کہ مجھ سے غلطی ہوئی، جیسا کہ بیداری کے بعد آدمی کو خواب کے واقعات یاد آتے ہیں اور یاد آنے کے بعد وہ پھر اس غلطی کا تدارک کرنا چاہتا تھا، مگر اس پر پھر دورہ پڑتا تھا اور وہ پھر مجبور ہو جاتا تھا، رہی یہ بات کہ اس دورہ کا سبب کیا تھا آیا جسمانی یا خارجی اس کی تعیین نہیں ہو سکتی۔ واللہ اعلم)

اور صاحب کشف نے اس کی شرح میں لکھا ہے :-

وجہ الاستحسان ان الردۃ تبتنی علی القصد والاعتقاد ونحن نعلم ان السکران غیر معتقد لما یقول بدلیل انہ لا یذکرہ بعد الصحو وما کان عن عقد القلب لا تنسی خصوصا المذاہب فانہا تختار عن فکر ورویۃ وعما ہو الاحق من الامور عندہ واذا کان کذلک کان ہذا عمل اللسان دون القلب فلا یکون اللسان معبرا عما فی الضمیر فجعل کانہ لم ینطق بہ کما لو جری علی لسان الصاحی کلمۃ

الکفر خطائ کیف ولا ینجو سکران من التکلم بکلمۃ الکفر عادۃ و ھذا بخلاف ما اذا تکلم بالکفر ھازلا لانہ بنفسہ استخفاف بالدین و ھو کفر وقد صدر عن قصد صحیح فیعتبر و تمسک بعضھم بما روی ان واحدا من کبار الصحابۃ سکر حین کان الشرب حلالاً فقال لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ھل انتم الا عبیدی و عبیدا بائی ولم یجعل ذلک منہ کفراً و قرأ سکران سورۃ قل یٰاَیُّھا الکفرون فی صلوٰۃ المغرب و ترک الاٰیات فنزل قولہ تعالیٰ یٰاَیُّھا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْ لَاتَقْرَبُو الصَّلٰوۃَ ولم یحکم النبی صلی اللہ علیہ وسلم بکفرہ ولا بالتفریق بینہ و بین امرأتہ الخطاء والجنون فلا تبین منہ امرأتہ و لِقائل ان یقول ھذا التمسک غیر مستقیم ھھنا لان کلامنا فی السکر المحظور و کان ذلک السکر مباحا لان الشرب کان حلالاً فصید ورتہ عذراً فی عدم اعتبار الردۃ لایدل علی صیرورۃ المحظور عذرا فیہ، انتھیٰ

اس عبارت سے صراحۃً معلوم ہو گیا کہ اگر کسی کی زبان سے کلمہ کفر نکلے، مگر وہ نہ دل سے اس کا اعتقاد رکھتا ہو اور نہ اُس نے بقصد و اختیار صحیح وہ کلمہ کہا ہو تو ایسے شخص پر ردّت کا حکم نہ کیا جاوے گا، خواہ منشائ اس کا سکر ہو یا خطا یا جنون یا کچھ اور، کیونکہ مناط حکم عدم مواطات قلب باللسان وعدم قصد و اختیار صحیح قرار دیا گیا ہے، نہ کہ خصوص سبب، لیکن بعض کے نزدیک صرف اتنی قید اور ملحوظ ہے کہ سبب مزیل اختیار محظور شرعی نہ ہو، اس تحقیق مناط کے بعد صاحب واقعہ کی معذوری ظاہر ہے کیونکہ وہ خود اس کا اختیاری نہ تھا، پس ایسی حالت میں اس کو معذور نہ کہنے کی کیا وجہ ہے، اور جب کہ سکران کو معذور قرار دیا جاتا ہے حالانکہ اس نے اپنے اختیار کو ایک سبب اختیاری کے ذریعہ سے باطل کیا ہے، تو وہ شخص کیوں نہ معذور ہو گا جس کے اختیار کو زوال اختیار میں بھی داخل نہ تھا، یا جب کہ سکران کے عدم مواطات قلب ثابتہ بدلالۃ الحال کا اعتبار کیا جاتا ہے، تو ایسے شخص کے عدم مواطات قد مب کا کیسے انکار کیا جاویگا، جو ہزار زبان اس کلمہ کرے بیزاری ظاہر کر رہا ہے اور جبکہ خاطی کو معذور قرار دیا جاتا ہے، حالانکہ اگر وہ فعل خطا کا قصد نہیں کرتا تو اس سے بچنے کا بھی اہتمام نہیں کرتا، تو صاحب واقعہ کو کیوں نہ معذور قرار دیا جائے گا، ج بکہ وہ اس سے بچنے کا امکانی اہتمام بھی کر رہا ہے، نیز جبکہ کرہ کو معذور قرار دیا گیا، اگر چہ اس نے

کلمہ کر باختیار جاری کیا، مگر چونکہ وہ اس اختیار میں مقسور بحد معتبر عندالشرع تھا اس لیے اس کے اختیار کو کالعدم قرار دیا گیا، اور اس پر کفر کا حکم نہیں لگایا گیا چنانچہ درمختار جلد خامس ص ۱۳۳ر میں ہے :-

ولا ردۃ بلسانہ و قلبہ مطمئن بالایمان فلا تبین زوجتہ لانہ لا یکفر بہ و القول لہ استحسانا و فی رد المختار تحت قولہ لا یکفر بدتمال فی الھدایۃ لان الردۃ تتعلق بالاعتقاد الا تری لو کان قلبہ مطمئنا بالایمان لا یکفر و فی اعتقاد الکفر شک فلا یثبت البینونۃ بالشک انتھی و قال تحت قولہ استحسانا و وجہ الاستحسان ان ھذہ الفظۃ غیر موضوعۃ للفرقتہ و انما تقع الفرقۃ باعتبار تغیر الاعتقاد و الاکراہ دلیل علیٰ عدم تغیرہ فلا تقع الفرقۃ و لھذا لا یحکم علیہ بالکفر، ذیلعی انتھیٰ

تو جو شخص بالکل مسلوب الاختیار ہو وہ اس امر خاص میں جس میں اختیار ناقص بہ نقصِن معتبر عندالشرع کالعدم سمجھا جاتا ہے کیوں نہ معذور قرار دیا جاویگا اور کیوں نہ اس کو مجنون یا مسحور یا معتوہ کی حد میں داخل کیا جائے گا، اور اگر اس کو عذر شرعی قرار دیا جائے تو اس پر زجر یا ملامت کرنا یا اس کو تجدید ایمان ونکاح کا حکم کرنا شرعاً کیا حکم رکھتا ہے، اگر یہ کہا جاوے کہ احتیاطاً اس کو تجدید ایمان ونکاح کرنا چاہیے تو پھر یہ سوال ہے کہ آیا یہ احتیاط واجب ہے یا مستحب، اگر واجب ہے تو اس کی دلیل کیا ہے، اور اس وقت اس کے معذور ہونے کے کیا معنی ہوں گے؟ نیز اگر اس صورت میں زوجہ قبول نکاحِ جدید پر راضی نہ ہو اور دوسرے سے نکاح کرلے تو اس نکاح کا کیا حکم ہے، اور اگر مستحب ہے تو اس امر کی صّف طور پر تصریح ہونا چاہیے کہ نکاح اول بحالہ باقی ہے اور عورت کو کسی دوسرے سے نکاح جائز نہیں، تا کہ وہ مجمل الفاظ سے مغالطہ میں پڑکر کسی اور سے نکاح کرنے پر جرأت نہ کرسکے۔

نمبر ۲: اگر اس سوال کا جواب اس تفصیل سے دیا جاوے کہ صاحب واقعہ اگر واقعہ میں بے اختیار تھا تب تو معذور ہے اور اس صورت میں تجدید ایمان ونکاح صرف رفع تہمت عوام کے لیے محض مستحب ہے اور اگر وہ واقع میں بے اختیار نہ تھا بلکہ وہ درحقیقت تکلم بکلمہ حقہ پر قادر تھا، مگر اس نے اسے ترک کیا، اور کلمہ کفر زبان پر لایا تو معذور نہیں ہے اور اس صورت میں تجدید

ایمان ونکاح اس پر واجب ہے، اور معیار اس کے صدق وکذب کا اس کے تدین وصلاح کو قرار دیا جاوے تو آیا اس واقعہ کا یہ جواب بروئے قواعد شرعیہ صحیح ہے یا نہیں؟

جُزو دوّم جواب سہارنپور

صورت مسئولہ میں خواب دیکھنے والے کے متعلق مسائل نے سوال میں دو امروں کا ذکر کیا ہے، اول یہ کہ صاحب خواب سے خواب میں کلمۂ شریفہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی جگہ غلطی سے بجائے نام حضور ﷺ کے زید کا نام نکلتا ہے، اگرچہ وہ یہ جانتا ہے کہ میں کلمہ غلط پڑھ رہا ہوں اور صحیح پڑھنے کا ارادہ کرتا ہوں لیکن مجبوراً بے ساختہ بجائے نام مبارک رسول اللہ ﷺ کے زید کا نام بے اختیار زبان سے نکلتا ہے۔

دوسرے یہ کہ بعد بیداری بیداری کی حالت میں بھی کلمہ شریف کی غلطی پر جب خیال آیا تو ارادہ ہوا کہ اس خیال کو دل سے دور کیا جاوے اور پھر ایسی کوئی غلطی نہ ہو جائے کلمہ شریف کی غلطی کے تدارک میں رسول اللہ ﷺ پر درود شریف پڑھتا ہے اللھم صل علی سیدنا ونبینا ومولانا محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں آپ کے نام مبارک کی جگہ زید کا نام لیتا ہے اور کہتا ہے کہ اس بارہ میں بے اختیار ہوں، مجبور ہوں، زبان اپنے قابو میں نہیں، یہ امر تو ظاہر ہے کہ دونوں حالتوں میں جو کلمہ اس کی زبان سے نکلتا ہے وہ کلمہ کفر کا ہے، غیر نبی کو نبی یا رسول کہنا صریح کفر ہے لیکن امر اوّل ایک خواب کی حکایت ہے اور جو کفر کا کلمہ حکایۃً تکلم کیا جائے خواہ وہ حکایت کسی دوسرے کافر کے قول کی ہو یا اپنے ہی اس قول کی حکایت ہو جو ایسی حالت میں سرزد ہو جس میں شرعاً وہ معذور ہو تو وہ تکلم بکلمۃ الکفر پر دال نہ ہوگا، اور نہ موجب ارتداد ہوگا نہ دیانۃً نہ قضاءً لہٰذا جو اس نے اپنے خواب کی حکایت کی ہے اور تکلم بکلمۃ الکفر حکایۃً کیا ہے اس پر شرعی مواخذہ نہیں ہے، البتہ بیداری کے بعد وہ جو یہ کہتا ہے اللھم صل علی سیدنا مولانا ونبینا زید جو امر دوم ہے، یہ کلمہ کفر کا ایسی حالت میں کہتا ہے جو حالت معذوری نہیں، لیکن وہ یہ کہتا ہے کہ بے اختیار ہوں، مجبور ہوں، زبان اپنے قابو میں نہیں، بالجملہ اس کے تمام سوقِ کلام سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ جو کلمہ کفر کا تکلم کرتا ہے اعتقاد سے نہیں کرتا بلکہ اس کو برا جانتا ہے اور اسی کا تدارک کرنا

چاہتا ہے، لیکن چونکہ زبان قابو میں نہیں سمجھتا اس لیے وہ اسی طرح درود شریف غلط پڑھتا ہے لہٰذا اس کو دیانۃً فیما بینہ وبین اللہ تعالیٰ کافر نہ قرار دیا جائے گا، لیکن باعتبار ظاہر جب اس کے عذر میں بغور نظر کی جاتی ہے تو اس کا یہ عذر اُن اعذار شرعیہ میں سے نہیں معلوم ہوتا کہ جن کو فقہاء رحمہم اللہ تعالیٰ نے عذر معتبر فرمایا ہے، درمختار میں ہے:۔

وشرائط صحتها العقل والصحو والطوع فلا تصح ردة مجنون ومعتوه وموسوس وصبي لا يعقل وسكران ومكره عليها،

یہ شخص عاقل اور صاحی اور طائع ہونے کے باوجود متکلم بکلمۃ الکفر ہوتا ہے تو اس کا عذر ان اعذار شرعیہ میں داخل نہیں، اس کا یہ دعویٰ کہ میں بے اختیار و مجبور ہوں اور زبان قابو میں نہیں ہے اس وقت شرعاً معتبر ہو کہ جب اس کی مجبوری و بے اختیاری کا سبب منجملہ ان اسباب عامہ کے ہو کہ جو عامۃً سالب اختیار ہوتے ہیں، مثلاً جنون، سکر، اکراہ، عتہ، اور حالتِ موجودہ میں جو حالت اس شخص کو پیش آئی ہے اس کے لیے کوئی ایسا سبب نہیں ہے جو اسباب عامہ سالب اختیار سے ہو، کیوں کہ اس کی بے اختیاری کا سبب کوئی اس کے کلام میں ایسا نہیں پایا جاتا جس کو سالب اختیار قرار دیا جائے، اگر ہے تو وہ غلبہ محبت زید ہے، اور غلبہ محبت سوالب اختیار میں سے نہیں ہے، غلبہ محبت میں اطراء کا تحقق ہو سکتا ہے جس کو شارع علیہ التحیۃ والتسلیم نے محظور وممنوع فرمایا ہے۔ لا تطرونی کما اطرت الیهود والنصاری ولکن قولوا عبد اللہ ورسولہ اور اگر غلبۂ محبت اور اس کا شغف سالب اختیار ہوتا تو نہی عن الاطراء متوجہ نہ ہوتی بلکہ معذور سمجھا جاتا، نہی عن الاطراء خود دال ہے کہ شغف محبت سالب اختیار نہیں ہے، اسی وجہ سے اطراء سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہی فرما رہے ہیں، لہٰذا شرعاً اس کا یہ دعویٰ معتبر نہ ہوگا، علاوہ ازیں یہ شخص اگر اس کی زبان بوقت تکلم قابو میں نہیں تھی تو یہ تو اس کے اختیار میں تھا کہ وہ جب یہ جانتا تھا کہ میں بے اختیار ہوں اور مجبور ہوں اور صحیح تکلم نہیں کر سکتا تو تکلم بکلمۃ الکفر سے سکوت کرتا، لہٰذا ایسی حالت میں اس کلمہ کے تکلم کا یہ حکم ہوگا کہ اس کو اس میں شرعاً معذور نہیں سمجھا جائے گا، علامہ شامیؒ نے حاشیہ رد المحتار باب المرتد میں لکھا ہے:۔

وقوله (لا يفتى بكفر مسلم امكن حمل كلامه على محل حسن) ظاهره انه لا

یفتی من حیث استحقاقه اللتباعد عن قتل المسلم بان یکون قصد ذلک التاویل و هذا لا ینافی معاملته بظاهر کلامه فیما هو احق العبد و هو طلاق الزوجة بدلیل ما صرحوا به من انه اذا اراد ان تیکلم بکلمة مباحة فجری علی لسانه کلمة الکفر خطاء بلا قصد لا یصدقه القاضی وان کان لا یکفر فیما بینه و بین ربه تعالیٰ فتامل ذلک

اور علامہ شامیؒ دوسری جگہ باب المرتد ہی میں لکھتے ہیں :۔

وفی البحر عن الجامع الصدخیز اذا الطلق الدجل کلمة الکفر عمداً لکنه لم یعتقد الکفر قال بعض اصحابنا لا یکفر لان الکفر تیعلق بالضمیر علی الکفر و قال بعضهم یکفر و هو الصحیح عندی لانه استخف بدینه اه

علیٰ ہذا باعتبار بعض احکام ظاہراً اس قائل کو دعویٰ بطلانِ قصد و اختیار میں طاسراً صادق نہیں سمجھا جائے گا اور بطلان شعور و ادراک کا وہ خود ہی نہیں ہے بلکہ بطلان اختیار کا اور زبان قابو میں نہ ہونے کا مدعی ہے، معلوم نہیں کہ سائل نے بطلانِ شعور اس کے کس لفظ سے سمجھا ہے۔

تقریر بالا سے واضح ہو گیا کہ جو عبارت سائل نے اصول امام فخر الاسلام بزدوی سے نقل کی ہے اس کو مبحث مسئول عنہ سے کوئی تعلق نہیں ہے، محل مسئول عنہ میں نہ سکر ہے نہ اس کو قیاساً سکر میں داخل کیا جا سکتا ہے، نہ یہاں خطا ہے، اور خطا میں بھی پہلے مذکور ہو چکا کہ خاطی کا عذر بھی قاضی نہیں قبول کر سکتا، لہذا عبارت بزدوی میں حقیق ردة کا حکم ذکر کیا گیا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ اگر کسی کی زبان سے کلمہ کفر نکلے مگر وہ دل سے اس کا عتقاد نہ رکھتا ہو تو ایسے شخص پر ردة حقیقیہ کا حکم نہ کیا جائے گا، اور تمام احکام مرتد کے اس پر جاری نہ کیے جاوینگے، کیونکہ جب تک مواطاۃ قلب باللسان نہ ہو اور صدور قصد و اختیار صحیح سے نہ ہو اس وقت تک اس کو دیانۃً و قضائً مرتد نہیں کہا جا سکتا، اور یہ اس کو منافی نہیں ہے کہ باعتبار بعض احکام ظاہراً اس کو احتیاطاً تجدید ایمان اور تجدید نکاح اور استغفار و توبہ کا حکم کیا جاوے اور اسی طرح سوال میں جو عبارت درمختار جلد خامس کتاب الاکراہ سے نقل کی گئی ہے ولا ردة بلسانه و قلبه مطمئن بالایمان فلا تبین زوجته، اس عبارت کا بھی وہی جواب ہے جو عبارت اصول بزدویؒ کا جواب دیا گیا ہے، درمختار باب نکاح الکافر میں ہے۔

مایکون کفرا اتفاقاً یبطل العمل و النکاح و اولادہ اولاد زنا و مافیہ خلاف یومر بالاستغفار و التوبۃ و تجدید النکاح،

اس پر علّامہ شامیؒ فرماتے ہیں :۔

قولہ و تجدید النکاح ای احتیاطاً و قولہ احتیاطاً ای یامرہ المفتی بالتجدید لیکون وطؤہ حلالا بالاتفاق و ظاہرہ انہ لایحکم القاضی بالفرقہ بینہما و تقدم ان المراد بالاختلاف و لو روایۃ ضعیفۃ و لو فی غیر المذاہب اھ

صورۃ موجودہ میں جو کلام کہ صاحب واقعہ نے زبان سے نکالا ہے اس کا کلمہ کفر ہونا باعتبار ظاہر مختلف فیہ نہیں ہے، اور یہ حسب روایات مذکورہ اس کو مقتضی ہے کہ اس کو بالضرورۃ تجدید ایمان و نکاح کا حکم کیا جائے، اور وجہ اس کی وہی ہے جو پہلے مذکور ہو چکی، کہ تکلم بکلمۃ الکفر ہونا مختلف فیہ نہیں ہے، اور سلب اختیار جس کا قائل مدعی ہے اس کا سبب کوئی ایسا نہیں ہے کہ جس کو شرعاً سبب سلب اختیار قرار دیا جاوے، اور اگر بالفرض اس کو مسلوب الاختیار مانا بھی جائے تو اس کا سبب حالت موجودہ میں بجز فرط زید اور کوئی نہیں ہے، اور یہ سبب شرعاً سالب اختیار قرار نہیں دیا جا سکتا شرعاً نوادر...... حکم نہیں قرار دیے گئے ہیں۔

گذشتہ تقریر سے معلوم ہو چکا ہے کہ صاحب واقعہ کا حادثہ ذوجہتین ہے، ایک جہت وہ ہے کہ جس سے فیما بینہ و بین اللہ تعالیٰ اس کو مومن قرار دیا جاتا ہے، دوسری جہت ظاہراً اطلاق کلمۃ الکفر کی ہے، جس پر اس کو مامور بتجدید الایمان و النکاح کیا جاتا ہے، ادھر فقہاء رحمہم اللہ تعالیٰ تصریح کرتے ہیں، چنانچہ علامہ شامیؒ نے لکھا ہے :۔

و فی الخلاصۃ و غیرھا اذا کان فی المسئلۃ وجوہ توجب التکفیر و وجہ واحد یمنعہ فعلے المفتی ان یمیل الی الوجہ الذی یمنع التکفیر تحسینا اللظن بالمسلم زاد فی البزازیۃ الا اذا صرح بارادۃ موجب الکفر فلا ینفعہ التاویل،

یہی وجہ ہے کہ اس کو مامور بتجدید النکاح احتیاطاً کیا جاتا ہے، اس صورت میں فیما بینہ و بین اللہ تعالیٰ نکاح اوّل بحالہ باقی ہے، لہٰذا اس کی زوجہ کو جائز نہیں ہے کہ وہ کسی دوسرے شخص سے نکاح کرے یا تجدید نکاح سے انکار کرے، فقط

کتبہ احقر خلیل احمد (فقہ اللہ تعالیٰ للتزود لغد)

جزو سوّم جواب دیو بند

بسم اللہ الرحمن الرحیم

واقعہ مذکورہ میں یہ امر ظاہر ہے کہ صاحب واقعہ کی زبان سے کلمۂ کفر نکلا، اور اگر وہ باختیار خود بلا کسی جبر و اکراہ کے ایسا کلمہ کہتا تو اس کے کافر ہونے میں کچھ تردد نہ تھا، اور اجراء احکام کفر اس پر یقینی تھا، لیکن خواب میں بحالتِ نوم جو اس نے اپنے کو متکلم اس کلمۂ کفر کے ساتھ دیکھا اور ساتھ میں ندامت اور اپنی غلطی کا احساس بھی ہے تو اس پر کفر کا حکم نہ ہونا ظاہر ہے، کہ اس حالت میں وہ مکلف نہیں ہے اور مرفوع القلم ہے، باقی بعد بیداری ے جو اس نے بتدارک غلطی کلمہ شریف درود شریف پڑھا، اور اس میں بھی بجائے آنحضرت ﷺ کے اسم مبارک کے زید کا نام نکلا، اس کے متعلق صاحب واقعہ کا بیان ہے کہ بلا اختیار و قصد اس کی زبان سے یہ کلمہ نکلا، پس موافق اس کے بیان کے اس پر حکم کفر و بینونۃ وجہ کا نہ کیا جاویگا، کیونکہ ارتداد کے لیے باختیار کلمہ کفر کا زبان سے نکالنا شرط کیا گیا ہے، درمختار میں ہے :۔

وفی الفتح من ھزل بلفظ کفر ارتد الخ قولہ من ھزل بلفظ کفر ای تکلم بہ باختیارہ الخ شامی و شرائط صحتھا العقل والصحو والطوع در مختار قولہ والطوع ای الاختیار، شامی،

اور بلا اختیار و قصد اگر کسی کی زبان سے خطائً کلمہ کفر نکل جائے تو اس کو مرتد و کافر نہیں کہا گیا، قال فی الشامی و من تکلم بھا مخطئا او مکرھًا لا یکفر عند الکل الخ اور جبکہ حسب تصریح فقہاء متحمل میں بھی حکم کفر کا نہیں کیا جاتا، اور تاویل ضعیف کے امکان کی صورت میں بھی حکم کفر منفی کیا گیا ہے تو جس کے بارے میں فقہاء یہ لکھتے ہیں و من تکلم ھا مخطئا او مکرھًا لا یکفر عند الکل، وہاں حکم کفر و بینونۃ زوجہ کیسے ہوسکتا ہے۔

اور جب کہ قائل دعویٰ خطا کا کرتا ہے اور یہ کہتا ہے کہ بالا ارادہ اس نے ایسا نہیں کہا بلکہ ارادہ اس کے خلاف کا کیا تو قول اس کا مصدق ہوگا، جیسا کہ خلاصہ وغیرہا سے علامہ شامیؒ نے نقل

کیا ہے۔

اذا کان فی مسئلۃ وجوہ توجب التکفیر ووجہ واحد یمنعہ فعلی المفتی ان یمیل الی الوجہ الذی یمنع التکفیر تحسینا اللظن بالمسلم، زاد فی البزازیۃ الا اذا صرح بارادۃ موجب الکفر فلا ینفعہ التاویل

پس جب کہ مفتی خود بلا بیان متکلم بکلمۃ الکفر اس کے کلام میں حتی الوسع تاویل کرنے کا اور تحسین الظن بالمسلمین کا مامور ہو تو جب متکلم خود صدور کلمۃ الکفر عن الخطا کا مقر ہے تو بالضرور اس کو اس بارہ میں صادق مانا جاویگا، جیسا کہ الا اذا صرح بارادۃ موجب الکفر بھی اس کو متقضی ہے، بلکہ وہ خلاف ارادہ موجب کفر کی تصریح کررہا ہے، لہٰذا اس کو معذور رکھنے اور حکم کفر وارتداد نہ کرنے میں کچھ تردد نہیں ہے، اور جب کہ حکم کفر وارتداد اس پر صحیح نہیں ہے تو حکم بینونۃ زوجہ بھی متفرع نہ ہوگا، استحباباً تجدید کر لینا مبحث سے خارج ہے، لیکن ضروری کہنا خلافِ ظاہر ہے باقی علامہ شامیؒ کا قول درمختار لایفتی بکفر مسلم الخ کی شرح میں یہ کہنا کہ وقد یقال المراد الاول فقط، اس کو خود علامہ موصوف قابل تامل سمجھ رہے ہیں، اور اس کی تصریح کہیں نہ دیکھنے کا اقرار کرتے ہیں۔ جیسا کہ آخر میں کہا فتامل ذلک وحررہ نقلا فانی لم ار تصریحا بہ اور اس کے بعد جو نعم سیذکر الشارح الخ نقل کیا ہے وہ اس واقعہ سے متعلق نہیں، کیونکہ واقعۂ مذکورہ میں عدم کفر کا حکم اتفاقی ہے اور اس موقعہ پر جہاں درمختار میں یہ تفصیل مذکور ہے مایکون کفراً اتفاقاً الخ خود علامہ موصوف خود صاحب فصول عمادیہ سے ناقل ہیں :۔

قولہ وتجدید النکاح ای احتیاطاً کما فی الفصول العمادیۃ وزاد فیھا قسماً ثالثاً فقال وما کان خطاء من الالفاظ ولا یوجب الکفر فقائلہ یقر علی حالہ ولا یومن بتجدید النکاح ولکن یومر بالا استغفار والرجوع عن ذلک،

اس روایت فصول عمادیہ میں تصریح ہے کہ خطاء جو الفاظ کفر صادر ہوں اور بوجہ صدور عن الخطاء کے وہ موجب کفر نہیں ہیں، تو قائل کو اس کے حال پر رکھا جاویگا، اور امر بتجدید النکاح نہ کیا جاویگا،

پس احقر کے نزدیک سوال میں جس روایت اصول بزدوی اور اس کی شرح سے استدلال

کر کے صاحب واقعہ کو معذور قرار دیا گیا ہے اور حکم کفر و بینونۃ زوجہ نہیں کیا گیا، اور تجدید نکاح کو واجب نہیں کہا گیا وہ حق ہے، اور جو جواب سوال مذکور کا ضمن سوال میں درج کیا گیا ہے بقولہ اگر اس سوال کا جواب اس تفصیل سے دیا جاوے الخ وہ جواب صحیح ہے فقط، واللہ تعالیٰ اعلم،

کتبہ الاحقر، عزیز الرحمن عفی عنہ ۲۶ھ ۳۶۲ھ

شبیر احمد عفی اللہ عنہ

الجواب صواب، حاصل جواب کا یہ ہے کہ یہ کلمہ تو کلمۂ کفر ہے لیکن چونکہ حسب بیان سائل بلا اختیار زبان سے نکلا اور اس کی تکذیب کا مفتی کو کوئی حق نہیں، تو قائل بالاتفاق کافر نہیں، اور نہ اس پر کوئی حکم کفر کا جاری ہوگا، اور فرق ان دونوں صورتوں میں کہ کوئی کلمہ کفر کا کہہ کر بعد میں دعویٰ عدم اختیار کا کرے یا یہ کہ وہی قائل اپنی زبان سے حکایت کرتا ہو کہ مجھ سے کلمہ کفر خطائً بلا قصد صادر ہوا، اور صورت اولیٰ میں قاضی اس کی تصدیق نہ کرے گو دیانۃً مصدق ہو اور صورت ثانیہ میں قاضی کو تکذیب کا حق نہیں، صحیح فرق معلوم ہوتا ہے اور ردالمختار کی عبارت بذیل ماصر جوابہ من انہ اذا اراد ان تیکلم بکلمۃ مباحۃ فجری علی لسانہ کلمۃ الکفر خطائً بلا قصد لا یصدقہ القاضی و ان کان لہ لا یکفر فیما بینہ و بین ربہ تعالی اھ اس کے معارض دوسری عبارت ان کی موجود ہے۔ وما فیہ اختلاف یومر بالاستغفار و التوبۃ و تجدید النکاح اہ در مختار قولہ و تجدید النکاح ای احتیاطاً کما فی الفصول العمادیۃ و قولہ احتیاطاً ای یامرہ المفتی بالتجدید لیکون وطوہ حلالا بالاتفاق و ظاھرہ انہ لا یحکم القاضی بالفرقۃ بینھما اہ ردالمختار، الحاصل عدم تکفیر اس قائل کی بحسب بیان اس کے کہ بلا اختیار اس سے یہ کلمہ صادر ہوا دیانۃً متفق علیہ ہے، البتہ زوجہ اس کی اگر تصدیق نہ کرے تو غایت یہ کہ زوج کو حلف دے، واللہ اعلم .... محمد انور عفا اللہ عنہ

جزو چہارم جواب سوال متعلق اصل جواب از دیوبند

بسم اللہ الرحمن الرحیم والصلوۃ والسلام علی رسولہ الکریم

علمائے دین و مفتیان شرع مبین اس صورت میں کیا ارقام فرماتے ہیں کہ زید نے بحالت

خواب کلمہ طیبہ میں بجائے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک مولوی صاحب کا نام لیا، اور بحالت بیداری اسی طرح درود شریف میں جس کے الفاظ میں ’’اللھم صلی علیٰ سیدنا و نبینا و مولانا‘‘ تک شامل ہیں انہی کا نام پڑھا۔ اور پھر مولوی صاحب کو یہ واقعہ لکھ بھیجا، اُن مولوی صاحب نے اس پر زید کو کوئی تنبیہ نہیں کی اور نہ اس خیال کے بدلنے کی کوئی صورت بتائی، بحالت موجدہ سوال یہ ہے کہ:

(۱) زید کا اس طرح کلمۂ طیبہ اور درود شریف میں تغیر و تبدل کرنا کفر ہے یا نہیں؟

(۲) جن مولوی صاحب کے روبرو زید نے یہ واقعہ پیش کیا ان کا اس پر ناپسندی و ناراضی ظاہر نہ کرنا کفر ہے یا نہیں؟

(۳) زید کا مذکورہ خواب اضغاث احلام (شیطانی وسوے) میں شمار ہوگا یا رویائے صادقہ (سچے خواب) میں سے؟

(۴) زید اور وہ مولوی صاحب جب تک ان کلمات سے گریز نہ کریں ان کو مسلمان سمجھنا یا اُن کے پیچھے نماز پڑھنا یا اُن مولوی صاحب کو پیر بنانا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

جزاکم اللہ خیر الجزاء، خادم العلماء والطلباء، ۲۱ رجمادی الاخریٰ ۳۶ھ

الجواب، اس واقعہ میں زید کا یہ بیان ہے کہ کلمۂ مذکورہ بلا اختیار اور بلا ارادہ زبان سے نکلا اور اس غلطی پر ندامت ہے اور اس کی تصحیح اور تدارک کا ارادہ ہے اور اسی خیال سے غلطی مذکورہ کا تدارک آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود شریف پڑھنے سے کرنا چاہا، مگر بلا اختیار پھر زبان سے بجائے نام مبارک آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وہی دوسرا نام نکلا، اس حالت میں موافق کتاب اللہ وسنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وروایات کتب معتبرہ اس شخص پر حکم کفر کا اتفاقاً نہیں ہے:

قال اللہ تعالیٰ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا اِنْ نَّسِیْنَا اَوْ اَخْطَانَا و قال علیہ الصلوٰۃ و السلام رفع عن امتی الخطاء و النسیان، قال فی الدر المختار فی الفتح باب المرتد ابضا و شرائط صحتھا القعل و الصھو و الطو الخ و قولہ و الطوع الختیار شامی و فرمنانامسن تکلم بھا مخطئاً او مکرھا لا یکفر عند الکل، ص ۲۸۔

الحاصل زید پر بحالتِ مذکورہ جبکہ وہ کہتا ہے کہ بلا اختیار کلمہ کفر زبان سے نکل گیا، حکم کفر

باتفاق فقہاء نہیں ہے کما مر عن الشامی لا یکفر عند الکل، اور جبکہ قائم حامی پر حکم کفر کا نہیں ہے تو اگر اُن مولوی صاحب نے بوجہ اس کے مجبور اور معذور ہونے کے اس کو ملامت اور تنبیہ نہ کی تو موجب ملامت واعتراض نہیں ہے پھر غیر کافر کو جس کو فقہاء نے کافر نہیں کہا، اور جو شخص عند اللہ کافر نہیں ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو مرفوع القلم فرمایا، کافر نہ کہنا موجب کفر کیسے ہوسکتا ہے، احادیث صحیح میں ہے:

وعن انس رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اشد فرحاً بتوبة عبده حين يتوب عليه من احدكم كان راحلة بارض فلاة فانفلتت منه وعليها طاعمه و شرابه فايس منها فاتى شجرة فضطجع فى اظلها وقد ايس من راحلة نبينهما هو كذلك از هو قائمة گنده فاخذ بخطا مهاثه قال من شدة الفرح اللهم انت عبدى و انا ربک اخطامن شدة الفرح رواه مسلم،

کتبہ عزیز الرحمٰن عفی عنہ مفتی مدرسہ دیوبند، ۲۶ ر جمادی الثانی ۳۶ھ

اور یہ خواب [1] اس کا بیش شیطانی اثر اور خیال تھا، اور بیداری میں جو کچھ اس کی زبان سے نکلا وہ بھی شیطانی اثر تھا، لیکن چونکہ بلا اختیار ہوا اس لیے اس پر مواخذہ نہیں، اور نہ اُن مولوی صاحب پر ترک ملامت معذور کی وجہ سے کچھ مواخذہ ہے، فقط واللہ تعالیٰ اعلم،

کتبہ عزیز الرحمٰن عفی عنہ مفتی مدرسہ دیوبند،

([1] حاشیہ : ملاحظہ ہو رسالہ الامداد جمادی الاخریٰ ۳۶ھ ص ۱۹، قولہ دوسرا احتمال، ص ۲۰ قولہ یا یہ کہ شیطانی تصرف ہوا الیٰ قولہ نہ عاصہ ہے۔)

جزو پنجم جواب دہلی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سوال میں صاحب واقعہ کے دو حالتوں کے دو واقعے مذکور ہیں، ایک حالت خواب کا دوسرا حالت بیداری کا، حالت خواب کے واقعہ کو تو اصول شرعیہ کے موافق حکم صاف ہے کہ حسب ارشاد رفع القلم عن ثلاثۃ الخ نائم مرفوع القلم ہے، اور حالت نوم کا کوئی فعل اور کلام شرعاً معتبر نہیں،

بلکہ حالت نوم کا کلام کلام طیور کے مشابہ اور اسی کے حکم میں ہے،

وفی التحریر و تبطل عباراتہ من الاسلام والردۃ والطلاق ولم توصف بخبر ولا انشاء و صدق و کذب کالحان الطیور اہ و مثلہ فی التلویح و ھذا صریح فی ان کلام النائم لایسمی کلاماً لغتہ ولا شرعاً منزلک المھمل الخ (ردالمحتار)

پھر اس خواب کے واقعہ کی حکایت ایک ایسے واقعہ کی حکایت ہے کہ وہ کفرنہیں تھا، اگرچہ الفاظ کفریہ ہیں، لیکن الفاظ کفریہ کہ محض نقل کافرنہیں بناتی، اگر کوئی کہے نصاریٰ کہتے ہیں کہ خدا تین ہیں، تو اس کہنے والے پر کوئی گناہ نہیں ہوگا، کیونکہ الفاظ کفریہ کی نقل تو قرآن مجید میں بھی موجود ہے:

قال اللّٰہ تعالیٰ وقالت الیھود عزیر ابن اللّٰہ وقالت النصریٰ المسیح ابن اللّٰہ،

یہ الفاظ کہ عزیر خدا کے بیٹے ہیں اور مسیح خدا کے بیٹے ہیں یقیناً کفر کے کلمات ہیں، اور مسلمان انھیں رات دن تلاوت قرآن مجید اور نماز میں پڑھتے ہیں اور یہود ونصریٰ کے یہ کلمات نقل کرتے ہیں، تو جب کہ ان کلمات کا نقل کرنا باوجودیکہ منقول عنہم نے ان کا تکلم بحالت اختیار کیا تھا، اور اُن پر انہیں کلمات ے تکلم کی وجہ سے کفر کا حکم کیا گیا، کما قال تعالیٰ و قالو! اتخذ الرحمٰن ولدا لقد جئتم شیئاً الــہ ناقلین کے لیے موجب کفر نہ ہوا تو حالت خواب کے وہ کلمات کہ نہ ان کا قائیل کافر ہوا، اور نہ نوم کی حالت میں اُن کلمات کو کلمات کفر کہا جاسکتا ہے، نقل کرنے سے کفر کا حکم بدرجہ اولیٰ نہیں دیا جاسکتا، رہا دوسرا واقعہ جو حالت بیداری کا ہے اس کے متعلق صاحب واقعہ کا بیان یہ ہے کہ وہ اپنی حالتِ خواب کی غلطی سے نادم اور پریشان ہوکر چاہتا ہے کہ درود شریف پڑھ کر اس کا تدارک کرے، اور وہ درود شریف پڑھتا ہے لیکن اس میں بھی بجائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام مبارک کے زید کا نام اس کی زبان سے نکلتا ہے، اُسے اس غلطی کا احساس تھا، مگر کہتا ہے کہ زبان پر قابو نہ تھا، بے اختیار مجبور تھا۔

اس واقعہ کے متعلق دو باتیں تنقیح طلب ہیں، اول یہ کہ حالت بیداری میں ایسی بے اختیاری اور مجبوری کہ زبان قابو میں نہ رہے، بغیر اس کے کہ نشہ ہو، جنون ہو، اکراہ ہو، عنہ ہو ممکن اور متصور ہے یا نہیں، کیونکہ ان چیزوں میں سے کسی کا موجود ہونا سوال میں ذکر نہیں کیا گیا تو

ظاہر یہ ہے کہ ان اسباب میں سے کوئی سبب بے اختیاری پیدا کرنے والا نہ تھا، دوسرے یہ کہ اگر بے اختیاری اور مجبوری ممکن اور متصور ہو تو صاحب واقعہ کی تصدیق بھی کی جائے گی یا نہیں،

امر اول کا جواب یہ ہے کہ بے اختیاری کے بہت سے اسباب ہیں، صرف سکر (جنون اور اکراہ وعتہ میں منحصر نہیں، کتب اصولِ فقہ وفقہ میں ان اسباب کے ذکر پر اختیار کرنا تحدید وحصر پر مبنی نہیں، بلکہ اکثری اسباب کے طور پر انھیں ذکر کیا گیا ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ متعدد کتب فقہیہ میں اس کی تصریح موجود ہے کہ خواہ کسی وجہ سے عقل مغلوب ہو جاوے اور مغلوبیت موجب رفع قلم ہو جاتی ہے۔ الا فی بعض المواقع حیث یکون الزجر مقصوداً، فتاویٰ عالمگیری میں ہے :

من اصابه برسام او اطعم شيئا فذهب عقله فهذى نار تدلم يكن ذلک ارتداداو كذالو كان معتوهاً او موسوسا او مغلوباً على عقله بوجه من الوجوه فهو على هذا اكذا في السراج الوهاج (ہندیہ مطبوعہ مصر، ج ۲، ص ۳۸۲)

اس عبارت میں لفظ موسوس اور لفظ بوجہ من الوجوہ قابل غور ہے، لیکن واقعہ مسئول عنہا میں نہ تو زوالِ شعور وزوالِ عقل کی تصریح ہے اور نہ میں واقعاتِ مذکورہ کی بناء پر زوال شعور کا ہونا صحیح سمجھتا ہوں، کیونکہ صاحب واقعہ بحالت تکلم اپنی غلطی کا ادراک بیان کرتا ہے اور عذر میں صرف بے اختیاری، مجبوری، زبان کا قابو میں نہ ہونا ذکر کرتا ہے، اس لیے میں صرف اسی بات کو ٹھیک سمجھتا ہوں کہ وہ باوجود شعور ادراک کے کلمۂ کفر یہ کہتا ہے مگر بے اختیاری سے مجبوری ہے، اور عین تکلم کی حالت میں بھی اسے غلط اور خلافِ عقیدہ سمجھتا ہے اور بعد الفراغ من التکلم بھی اس پر نادم ہوتا ہے، پریشان ہوتا ہے، روتا ہے، اسباب معلومہ (سکر، جنون، اکراہ، عتہ) کے علاوہ کبرسنی، مرض، مصیبت، غلبۂ خوشی، غلبۂ حزن، فرطِ محبت وغیرہ بھی زوالِ اختیار کے سبب بن سکتے ہیں اور جہاں زوالِ عقل یا زوالِ اختیار ہو وہاں احکم ردّت ثابت نہیں ہو سکتا، درمختار میں ہے :

وماظهر منه كلمات كفرية يغتفر في حقه و بعامل معاملة موتى المسلمين حملا على انه في حال زوال عقله، انتهى،

یعنی قریب موت ونزع روح اگر محتضر سے کچھ کلمات کفریہ ظاہر ہوں تو انھیں معاف سمجھا جائے اور اس کے ساتھ اموات مسلمین کا سا معاملہ کیا جائے اور ظہور کلمات کفریہ کو زوال عقل و اختیار پر محمول کیا جائے، اس عبارت سے صرف یہ غرض ہے کہ اسباب مذکورہ معلومہ میں سے یہاں کوئی سبب نہیں۔ پھر بھی ایک اور چیز یعنی شدتِ مرض یا کلفتِ نزعِ روح کو زوالِ عقل کے لیے معتبر کیا گیا، اور میت کے ساتھ مرتد کا معاملہ کرنا جائز نہیں رکھا گیا، اگرچہ نزع کی سخت تکلیف کی وجہ سے ایسے وقت زوال عقل متصور ہے لیکن تاہم یقینی نہیں، صرف تحسیناً للظن بالمسلم احتمالِ زوالِ عقل کو قائم مقام زوالِ عقل کی کرلیا گیا،

صحیح مسلم کی روایت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے کہ خدا تعالیٰ اپنے گنہگار بندے کے توبہ کرنے پر اس سے زیادہ خوش ہوتا ہے کہ ایک مسافر کا جنگل میں سامان سے لدا ہوا اونٹ گم ہو جائے اور وہ ڈھونڈھ ڈھونڈھ کر نا امید ہونے کے بعد مرنے پر تیار ہو کر بیٹھ جائے اور اسی حالت میں اس کی آنکھ لگ جائے، تھوڑی دیر کے بعد اس کی آنکھ کھلے تو دیکھے کہ اس کا اونٹ مع سامان اُس کے پاس کھڑا ہے،

اس روایت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ اس شخص کی زبان سے غایت خوشی میں بیساختہ یہ لفظ نکل جاتے ہیں انت عبدی وانا ربک یعنی وہ خدا کی جانب میں یوں بول اٹھا کہ تو میرا بندہ ہے اور میں تیرا خدا ہوں، رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں اخطأ من شدة الفرح یعنی شدت خوشی کی وجہ سے اس سے خطا یہ لفظ نکل گئے، اس حدیث سے صراحۃً ثابت ہو گیا کہ شدۃ فرح بھی زوالِ اختیار کا سبب ہو جاتا ہے اور چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے بعد یہ نہیں فرمایا کہ الفاظ کفریہ تکلم جو خطاً ہوا تھا، موجب کفر اور مزیل ایمان تھا، اس لیے آپ کے سکوت سے معلوم ہو گیا کہ الفاظ کفر کا تلفظ جو خطا کے طور پر ہو مثبت ردّت نہیں۔

صلح حدیبیہ کے قصہ میں جو صحیح بخاری وغیرہ میں مروی ہے ذکر کیا گیا ہے کہ جب صلح مکمل ہو گئی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام کو حکم فرمایا کہ سر منڈا ڈالو اور قربانیاں ذبح کرو، تو صحابہؓ بوجہ فرط حزن وغم کے کہ اپنی تمنا اور آرزو امید کے خلاف خانہ کعبہ تک نہ جاسکے، ایسے بیخود ہوئے کہ باوجود آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مکرر سہ کرر فرمانے کے کسی نے فرمانِ عالی کی تعمیل نہ کی، آپ

غمگین ہو کر خیمہ میں حضرت اُم سلمہؓ کے پاس تشریف لے گئے، انھوں نے پریشانی کا سبب دریافت کر کے عرض کیا کہ آپ باہر تشریف لیجا کر اپنا سر منڈا دیں، اور کسی سے کچھ نہ فرمائیں۔ آپ باہر تشریف لائے اور حالق کو بلا کر اپنا سر منڈا دیا، جب اصحابِ کرام نے دیکھا تو اُن کے ہوش و حواس بجا ہوئے، اور ایک دم ایک دوسرے کا سر مونڈنے لگے۔

اس روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ طرف حزن بھی موجب زوالِ اختیار ہو جاتا ہے، کیونکہ قصد و اختیار سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کی تعمیل نہ کرنے کا اصحاب کرام کی جانب وہم بھی نہیں ہو سکتا۔

امتحان تقریری کے وقت جن طلبہ کی طبیعت زیادہ مرعوب ہو جاتی ہے، وہ خوب جانتے ہیں کہ اُن کی زبان سے باوجود ادراک و شعور کے بے قصد غلط الفاظ نکل جاتے ہیں، حالانکہ صحیح جواب اُن کے ذہن میں ہوتا ہے مگر فرط رعب کی وجہ سے زبان قابو میں نہیں ہوتی۔

رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ازواجِ مطہرات میں عدل کی پوری رعایت کر کے فرماتے، **اللّٰھم ھٰذہ قسمتی فیما املک فلا تاخذنی فیما تملک ولا املک**، یعنی اے خداوند! میں نے اختیاری امور میں برابر کی تقسیم کر دی، اب اگر فرطِ محبتِ عائشہ کی وجہ سے میلانِ قلب بے اختیاری طور پر عائشہ کی طرف زیادہ ہو جائے تو اس میں مواخذہ نہ فرمانا، کیونکہ وہ میرا اختیاری نہیں، اس سے معلوم ہوا کہ اگر فرطِ محبت کی وجہ سے بے اختیاری طور پر کوئی امر صادر ہو جائے وہ قابلِ مواخذہ نہیں۔ رہا اطراء ممنوع جو فرطِ محبت سے پیدا ہوتا ہے وہ اختیاری حد تک ممنوع ہے اگر وہ بھی غیر اختیاری حد تک پہنچ جائے تو یقیناً مرفوع القلم ہوگا، نیز حدیث لاتطرونی الخ میں اطراء کی نہی ضرور ہے، لیکن یہ ضروری نہیں کہ اطراء کا سبب فرط محبت ہی ہو، بلکہ جہالت، تعصب، غلط فہمی وغیرہ اسباب بھی موجب اطراء ہو سکتے ہیں، پس نہی عن الاطراء مستلزم نہی عن غلبۃ المحبت کو نہیں ہو سکتی، اسی طرح غلبۂ محبت منحصر فی الاطراء الاضطراری نہیں۔ اس لیے نہی عن الاطراء کو مستلزم نہی عن غلبۃ المحبت قرار نہیں دیا جا سکتا۔

حدیث مذکور اس امر پر صاف دلالت کرتی ہے کہ غلبۂ محبت بسا اوقات غیر اختیار طور پر محبوب کی طرف میلان پیدا کر دیتا ہے اور یہ میلان قابل مواخذہ نہیں، کیوں؟ اس لیے کہ غیر

اختیاری ہے، اور اس کو غیر اختیاری کس نے بنایا، غلبۂ محبت نے۔

بخاری شریف کی وہ حدیث دیکھیے جس میں امم سابقہ میں سے ایک شخص کا یہ حال مذکور ہے کہ اس نے اپنے بیٹوں سے موت کے وقت کہا تھا کہ مجھے جلا کر میری خاک تیز ہوا میں اڑا دینا، فو اللہ لئن قدر اللہ علیَّ الخ ان الفاظ کے (اس تقدیر پر کہ قَدَرَ قُدرَت سے مشتق مانا جائے) الفاظ کفریہ ہونے میں شبہ نہیں، لیکن اس کا جواب ربّ خشیتک اسے کفر سے بچا کر مغفرت خداوندی کا مستحق ٹھیرا دیتا ہے جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ خوف خداوندی نے اس کی زبان سے بے اختیار یہ الفاظ نکلوا دیے اور بے اختیاری کی وجہ سے وہ مواخذہ سے بچ گیا، بہر حال وجوہ مذکورہ سے صاف ثابت ہو گیا کہ اسباب معلومہ (سکر، جنون، اکراہ، عتہ) کے علاوہ بھی بہت سے اسباب ہیں جن سے شعور و ادراک یا ارادہ اختیار زائل ہو جاتا ہے، پس اگر چہ واقعہ مسئول عنہا میں سکر، جنون، اکراہ، عتہ نہیں ہے لیکن یہ ضروری نہیں کہ محض ان اسباب اربعہ کے عدم کی وجہ سے لازم کر دیا جائے کہ اس نے الفاظ مذکورہ ضرور ارادے اور اختیار سے کہے ہیں۔

اس کے بعد دوسرا امر تنقیح طلب یہ تھا کہ اگر بے اختیاری اور مجبوری ممکن ہو تو صاحب واقعہ کی تصدیق بھی کیجائے گی یا نہیں اس کے متعلق گذارش جو کہ اس سے پہلے کہ اس کی تصدیق یا عدم تصدیق کی بحث کی جائے۔ اول یہ بتا دینا ضروری ہے کہ صاحب واقعہ اپنی بے اختیاری کس قسم کی ظاہر کرتا ہے اور اس کا سبب کیا ہو سکتا ہے، سو واضح ہو کہ صاحب واقعہ کا قول یہ ہے (لیکن حالت بیداری میں کلمہ شریف کی غلطی پر جب خیال آیا تو اس بات کا ارادہ ہوا کہ اس خیال کو دل سے دور کیا جائے اور اس واسطے کہ پھر کوئی ایسی غلطی نہ ہو جائے بایں خیال بندہ بیٹھ گیا اور پھر دوسری کروٹ لے کر کلمہ شریف کی غلطی کے تدارک میں رسول اللہ ﷺ پر درود شریف پڑھتا ہوں لیکن پھر بھی یہ کہتا ہوں اللّٰھم صلی علی سیدنا و نبینا و مولانا زید، حالانکہ اب بیدار ہوں خواب نہیں لیکن بے اختیار ہوں، مجبور ہوں، زبان اپنے قابو میں نہیں) اس کلام سے صاف واضح ہے کہ اُسے اپنی خواب کی حالت میں غلطی کرنے کا افسوس اور پریشانی بیداری میں لاحق تھی، اور اسی غلطی کا تدارک کرنے کے لیے اس نے درود شریف پڑھنا چاہا، اس کا قصد یہ تھا کہ عام طور پر وہ آنحضرت ﷺ پر درود پڑھ کر اپنی منامی غلطی کا تدارک کرے، لیکن اب بھی اس سے بے

اختیاری طور پر ہی غلطی سرزد ہوتی ہے اور اس کی زبان اس کے ارادے اور اعتقاد کے ساتھ موافقت نہیں کرتی، اس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ غلطی اس سے خطأ سرزد ہوئی، یعنی وہ اپنی اس غلطی کو خطأ سرزد ہونا بیان کرتا ہے، کیونکہ خطا کے معنی یہی ہیں کہ انسان کا قصد اور کچھ ہو اور جوراح سے فعل اس کے قصد خلاف صادر ہو جائے، مثلاً کوئی ارادہ کرے کہ اللہ واحد کہوں اس ارادے سے زبان کو حرکت دے لیکن زبان سے بے اختیار اللہ عابد نکل جائے، خطا کے یہ معنی عباراتِ ذیل سے صراحۃً ثابت ہوتی ہیں:

الخاطئی من یجری علی السانہ من غیر قصد کلمۃ مکان کلمۃ (فتاوی قاضی خاں) الخاطئی اذا جریٰ علی لسانہ کلمۃ الکفر خطأً بان کان یرید ان تیکلم بما لیس بکفر فجری علی السانہ کلمۃ الکفر خطأ (قاضیخان) اما اذا اراد ان تیکلم بکلمۃ مباحۃ فجری علے السانہ کلمۃ خطاء بلا قصد (بزازیۃ)

ان عبارتوں سے صاف معلوم ہوگیا کہ خطا کے معنی یہی ہیں کہ بلا قصد شعور وادراک کی حالت میں جو کلمہ زبان سے نکل جائے وہ خطا ہے، تو صاف ظاہر ہے کہ صاحؒ واقعہ کا ان الفاظ کفریہ کے ساتھ تکلم کرنا خطأ ہے، کیونکہ اس کا قصد اس کے رُخ اف الفاظ مباحہ کہنے کا تھا، اور بلا قصد اس کی زبان سے یہ الفاظ نکل گئے۔

اور جب ان الفاظ کا خطأ صادر ہونا ثابت ہو گیا تو اب یہ دیکھنا چاہیے کہ اگر الفاظ کفر خطأ کسی کی زبان سے نکل جائیں تو ان کا حکم کیا ہے، اس کے لیے کتب فقہ میں مختلف عبارتیں ملتی ہیں، اول یہ کہ الفاظ کفریہ کا خطأ سے نکل جانا موجب کفر نہیں :

رجل قال عبدالعزیز عبدالخالق عبدالغفار عبدالرحمٰن بالحاق الکاف فی اخو السم قالو ان قصد ذٰلک یکفر وان جریٰ علی لسانہ من غیر قصد او کان جاھلاً لا یکفر و علیٰ من سمع ذٰلک منہ ان یعلمہ الصواب (قاضی خان) الخاطئی اذا جری علی لسانہ کلمۃ الکفر خطأ بان کان یرید ان تیکلم بما لیس بکفر فجری علی لسانہ کلمۃ الکفر خطایٔ لم یکن ذٰلک کفرًا عند الکل (کذا فی العالمگیریۃ نقلاً عن الخانیۃ)

اگر کہا جائے ممکن ہے کہ قاضی خاں کی دونوں عبارتیں صرف حکم دیانت بتاتی ہوں، کیونکہ بزازیہ اور ردالمختار کی عبارتوں میں بھی حکم دیانت ہی بتایا گیا ہے، کہ کافر نہیں ہوگا، لیکن اس کے بعد حکم قضا یہ بتایا کہ قاضی تصدیق نہ کرے اور حکم قضا کی قاضی خاں کی عبارتوں میں نفی نہیں، بلکہ وہ حکم قضا سے ساکت ہیں۔ اس کے متعلق گذارش ہے کہ ہاں بیشک یہ احتمال ہے، لیکن اول تو مفتی کا منصب صرف یہ ہے کہ وہ حکم دیانت بتائے، اس لیے صورت مسئولہ میں مفتی کو یہی فتویٰ دینا لازم ہے کہ قائل مرتد نہیں ہوا۔

دوم یہ بھی دیکھنا ہے کہ جبکہ شرائط صحت ردۃ میں طوع واختیار بھی داخل ہے، اور بے اختیاری ردۃ معتبر نہیں ہوتی، تو یہ عدم اعتبار صرف مفتی کے اعتبار سے ہوتا ہے، یا قاضی بھی غیر اختیاری ردّت کو معتبر نہیں سمجھتا، اس کا جواب یہ ہے کہ بے اختیاری کے اسباب اگر ظاہر ہوں تو اس میں مفتی اور قاضی دونوں بے اختیاری کو تسلیم کرتے اور ردّت کو غیر معتبر قرار دیتے ہیں جیسا کہ جنون معروف یا سکر ثابت عند القاضی یا طفولیت مشاہدہ وغیرہ۔ پس صورت مسئولہ میں اگر اس کی حالت بے خودی و بے اختیاری کو اور لوگوں نے بھی محسوس کیا ہو جب تو ظاہر ہے کہ قاضی کو بھی اس کا اعتبار کرنا پڑے گا۔ ورنہ زیادہ سے زیادہ قاضی کو صاحب واقعہ سے اس کی اس حالت بیخودی و بے اختیاری کے متعلق قسم لینے کا حق ہوگا۔

سوم یہ کہ اگر قاضی کے سامنے یہ واقعہ اس طرح جاتا کہ اس شخص نے فلاں الفاظ کفریہ کا تکلم کیا ہے اور پھر یہ شخص قاضی کے سامنے عذر بے اختیاری پیش کرتا تو ضرور تھا کہ قاضی اس سے بے اختیاری کا ثبوت مانگتا، اور صرف اس کے کہنے سے حکم ردّت کو اس پر سے مرتفع نہ کرتا، لیکن یہاں یہ واقعہ نہیں ہے، بلکہ قاضی کے سامنے اگر اس قائل کا بیان جائے گا تو اس طرح جائے گا کہ میں بحالت بیخودی و بے اختیاری کہ زبان قابو میں نہ تھی، یہ الفاظ کہے ہیں، اور ظاہر ہے کہ اس صورت میں یہ الفاظ بایں حیثیت کو بیخودی اور بے اختیاری سے سرزد ہوتے ہوں موجب کفر نہیں ہیں۔

چہارم: یہ کہ ردّت حقوق اللہ خالصہ میں سے ہے اور اگرچہ بعد ثبوت ردّت بعض عباد کے حقوق متعلق ہوجاتے ہیں لیکن اُن کو نفس ثبوت واثباتِ ردّت میں دخل نہیں، بلکہ وہ بعد ثبوتِ

ردّت مترتب ہوتے ہیں، جیسا کہ بزازیہ میں اس کی تصریح ہے :

پس کسی متکلم کے دعویٰ خطا کرنے سے کوئی حقِ عبد زائل نہیں ہوتا، اور اس لیے قاضی کو اس کی تصدیق کر لینا ہی راجح ہے، جیسا کی حدیث اخطأ من شدۃ الفرح اور حدیث واللہ قدر اللہ علیَّ اور مختصر کے کلمات کے کفریہ کے اعتبار نہ کرنے سے ثابت ہوتا ہے۔

اس کے بعد یہ بات باقی رہی کہ آیا صاحب واقعہ کے اس قول میں کہ ان الفاظ کا صدور بے اختیاری سے ہوا تصدیق کی جائے گی یا نہیں، اس کا جواب ضمناً تو آ چکا، لیکن زیادہ وضاحت کی غرض سے عرض کیا جاتا ہے۔

اگر کسی کلام میں متعدد وجوہ کفر کے ہوں اور ایک وجہ اسلام کی تو مفتی اسی وجہ کو اختیار کرے جس سے حکم کفر عائد نہ ہو، کیونکہ جہتِ اسلام راجح ہے اور مسلمان کے ساتھ حسنِ ظن لازم ہے۔

یہ دوسری بات ہے کہ مفتی کی تاویل فی الواقع صحیح نہ ہوگی تو اس کا فتویٰ قائل کو حقیقی کفر سے نہیں بچا سکے گا تو اس صورت مسؤلہ میں جب کہ قائل خود اپنا کلمۂ کفر سے ڈرنا، پریشان ہونا اور پھر تدارک کے خیال سے درود شریف پڑھنا اور اس میں بے اختیاری سے غلطی کرنا اور پھر اس پر افسوس کرنا اور رونا بیان کرتا ہے تو پھر اس بدگمانی کی کوئی وجہ نہیں کہ اس نے یہ الفاظ کفریہ اپنے ارادے اور اختیار سے کہے ہیں، یہ خیال کہ جب اُسے معلوم تھا کہ میری زبان قابو میں نہیں، تو سکوت کرنا چاہیے تھا، لیکن اس نے سکوت نہ کیا، اور کلمۂ کفر زبان سے نکالا، تو گویا قصداً کلمۂ کفر کے ساتھ تکلم کیا، صحیح نہیں، کیونکہ اس نے قصد تو درود شریف صحیح پڑھنے کا کیا تھا مگر تلفظ کے وقت زبان سے دوسرے لفظ نکلے، پھر قصد کیا کہ صحیح پڑھوں، پھر لفظ غلط نکلے، تو گویا ہر مرتبہ بقصد اصلاحِ تکلم کیا نہ بقصد الفاظ کفریہ، اور سکوت محض تکلم بقصد الاصلاح والتدارک سے افضل نہیں ہوسکتا، پس ممکن ہے اور اقرب الی القیاس یہی ہے کہ اس کے دل پر کوئی ایسی حالت طاری ہوئی جس کی وجہ سے اس کے جوارح کے افعال مختل ہوگئے خود اس کے بیان میں موجود ہے کہ بیداری کے بعد بھی بدن میں بدستور بے حسی اور اثر ناطاقتی بدستور تھا، اس لیے مفتی کا ذمہ صورت واقعہ میں لازم ہے کہ اس طرح فتویٰ دے کہ جب صاحب واقعہ نے اپنے اختیار اور ارادے سے الفاظ مذکورہ نہیں کہے ہیں، تو وہ بالاتفاق مرتد نہیں ہوا اور چونکہ ان الفاظ کا اس کی زبان سے

صدور خطا ہوا ہے اور اس صورت میں اتفاقاً کفر عائد نہیں ہوتا جیسا قاضی خاں کی عبارت سے معلوم ہو چکا، اس لیے اس کو تجدید نکاح یا تجدید ایمان کا حکم بھی نہیں کیا جائے گا۔ احتیاطاً تجدید کر لینا مبحث سے خارج ہے، اس کی منکوحہ قطعاً اس کے نکاح میں ہے، اور اُسے ہرگز دوسرا نکاح جائز نہیں، ہاں اگر اس کی یہ حالت بیخودی و بے اختیاری معروف ہو جب تو حکم قضا و دیانت میں کوئی فرق ہی نہیں اور اگر یہ حالت معروف نہ ہوتا ہم بوجوہ مذکورہ بالا قضا بھی بلا قسم یا زیادہ سے زیادہ قسم کے ساتھ تصدیق کی جائے گی۔

کتبہ محمد کفایت اللہ عفا عنہ مولاٰ

مدرس مدرسہ امینیہ دہلی، ۳۰ جمادی الاخریٰ ۳۶ھ

ضمیمہ فتویٰ دہلی

جو ایک خط کے ساتھ بعد میں آیا

خط

بعد سلام مسنون عرض ہے کہ مسئلہ معلومہ کے متعلق مضامین ذہن میں تھے جنہیں اس وقت عجلت کی وجہ سے ضبط تحریر میں نہ لا سکا اور بعد میں اس سوال کی عبارت موجود نہ ہونے کی وجہ سے میں نے ایک دوسرے طرز پر سوال قائم کیا، اور اس کا جواب لکھا، میرے خیال میں اس واقعہ کا خطا پر محمول ہونا ہی متعین ہے اس لیے صرف خطا کے متعلق جو مضمون ذہن میں تھا اُسے قلمبند کر کے بذریعہ اس عریضہ کے پیش کرتا ہوں......

محمد کفایت اللہ عفی عنہ مدرس مدرسہ امینیہ دہلی

۷ / رجب ۳۶ھ

سوال: زید نے اپنی زوجہ سے کہا کہ اگر آج میں مغرب کی نماز ادا نہ کروں تو تجھ پر تین طلاق، پھر اُس نے مغرب کی نماز پڑھی لیکن قرأت میں غلطی کی، کہ بجائے عَصٰی اٰدَمُ رَبَّہٗ کے میم پر زبر اور رَبَّہٗ کی با پر پیش پڑھ گیا۔ اس کی زوجہ نے یہ غلطی سن لی تھی، زوجہ نے قاضی کے یہاں دعویٰ کیا کہ میرے خاوند نے میری طلاق کو مغرب کی نماز ادا نہ کرنے پر معلق کیا تھا، اور

اُس نے نماز ادا نہیں کی، کیونکہ مذکورہ بالا غلطی اُس نے کی ہے، جس سے اس کی نماز فاسد ہوگئی، اس لیے وجود شرط کی وجہ سے میں مطلقہ ہوگئی ہوں قاضی نے زید سے دریافت کیا، اس نے غلطی کا اقرار کیا، مگر کہا کہ چونکہ یہ غلطی مجھ سے خطأ ہوئی ہے، قصداً میں نے غلط نہیں پڑھا، اس لیے میری نماز صحیح ہوئی، اور وجود شرط نہیں ہوا،

قاضی نے زوج کے اقرار بالخطاء کو تسلیم کر کے اس کی صحت نماز کا حکم کر دیا اور زوجہ کا دعویٰ طلاق بوجہ اس کے کہ شرط طلاق نہیں پائی گئی، خارج کر دیا، اس کے بعد عورت نے یہ دعویٰ کیا کہ چونکہ کلمۂ مذکورہ ایک کلمۂ کفریہ ہو گیا تھا اور زید نے کلمۂ کفریہ کا تکلم کیا ہے اس لیے وہ مرتد ہو گیا اور ارتداد کی وجہ سے دعویٰ فسخ نکاح کا مجھے حق حاصل ہو گیا ہے، میرا نکاح فسخ کر دیا جائے ،یعنی فسخ نکاح کا حکم کر دیا جائے۔

سوال یہ ہے کہ قاضی کا پہلا حکم دربارۂ صحت نماز صحیح واقعہ ہوا یا نہیں، اور کیا اب قاضی زید پر ارتداد کا حکم کر کے فسخ نکاح کا حکم دے سکتا ہے۔ بینوا توجروا!

الجواب: زید کا دعویٰ دربارۂ صدور غلطی الخطاء وعدم قصد الختیار مقبول ہے کیونکہ نماز اور اس کے ارکان وشرائط حقوق اللہ خالصہ میں سے ہے اور حقوق اللہ خالصہ میں دعویٰ خطا دیانۃً وقضاً مقبول ہے۔

جیسے خطأ غیر عورت سے وطی کر لی، یا شکار سمجھ کر کسی انسان کو مار ڈالا، تو ان صورتوں میں دعویٰ خطا قضاءً بھی مقبول ہے اور حدِ قصاص واجب نہیں ہوتا، کیونکہ حدود حقوق اللہ خالصہ میں سے ہیں، اور ان میں دعویٰ خطا مقبول ہے، پس جب کہ دعویٰ خطا مقبول ہوا، تو اب دیکھنا یہ ہے کہ قرأت میں خطا اعراب غلط پڑھنے کا کیا حکم ہے۔ تو متقدمین اگرچہ ایسی غلطی میں جس سے معنی میں تغیر فاحش ہو جائے، فسادِ صلوٰۃ کے قائل ہیں لیکن متاخرین میں سے بہت سے جلیل القدر فقہاء فرماتے ہیں کہ نماز صحیح ہو جائے گی فاسد نہ ہوگی، اور یہی قول مفتی بہ ہے،

واما المتاخرون کابن متاقل وابن سلام واسمٰعیل الزاھد وابی بکر البلاعی والھندوانی ابر ابفضل والحلوانی فاتفقوا علی ان الخطاءی العراب لایفسد مطلقاو لو اعتقادہ کفرادرد المختار وکذاو عصیٰ ادم ربّہ بنصب الاول ورفع الثانی یفسد عند

العامة و كذا فساء مطر المندری ن بکسر الذال و ایاک نعبد بکسر الکان و المصور بفتح الوائو و فی النوازل لا تفسد فی الکل و به یفتی بزازیة و خلاصة (ردالمختار) و هو الاشبه کذا فی المحیط و به یفتی کذا فی العنایة و هکذا فی الظهیریة (عالمگیری)

پس اس قول مفتیٰ بہ کے موافق قضا اول یعنی صحت نماز کا حکم صحیح ہوگا، اور جب نماز صحیح ہوگئی تو وجودِ شرط نہ ہوا، اور طلاق معلق واقع نہ ہوئی۔

اس کے بعد عورت کا ارتدادِ زوج کی وجہ سے دعویٰ فسخ نکاح کرنا غیر مسموع ہے، کیونکہ قاضی اس صورت میں ارتدادِ زید کا حکم نہیں کر سکتا، جس کے وجوہ حسب ذیل ہیں۔

(۱) اب اگر حکم بالارتداد کیا جائے تو دو حال سے خالی نہیں، اول یہ کہ قضا اول بحالہ باقی ہے، اور قضا بالارتداد بھی کر دی جائے تو اس میں صریح طور پر اجتماع ضدین بلکہ نقیضین ہے کیونکہ قضا اول کا مقتضی صحت نماز ہے اور قضا ثانی کا بطلانِ نماز، قضا اول کا مقتضی بقاء نکاح ہے اور قضاء ثانی کا بطلان نکاح۔ قضا اول کا مقتضیٰ اسلام زید ہے (کیونکہ صحتِ صلوٰۃ کے حکم کے لیے اسلام مصلّی شرط ہے) اور قضا ثانی کا مقتضے کفر زید اور یعنی ان دونوں متناقض حکموں کا وہی کلام واحد ہے۔ دوم یہ کہ قضا اول کو باطل کر دیا جاوے اور قضا ثانی کو واجب النفاذ سمجھا جائے، مگر یہ دونوں صورتیں باطل ہیں، پہلی تو بوجہ لزوم اجتماع نقیضین ہے اور دوسری اس وجہ سے کہ قضا اول جب کہ مسئلہ مجتہد فیہ میں واقع ہو جائے تو پھر وہ واجب العمل والتنفیذ ہو جاتی ہے اور خود اس قاضی کو یا کسی دوسرے قاضی کو اس کے ابطال کا اختیار نہیں رہتا۔

و اذا رفع الیه حکم قاض اٰخر تید اتفاقی اذ حکم نفسه مثل ذٰلک (ای الرفع) کذٰلک تعذة ای الزم الحکم مقتضاه لو مجتهدا فیه (درمختار) قوله نفذه ای یجب علیه تنفیسذه (ردالمحتار) اعلم انهم قسموا الحکم ثلثة اقسام قسم یُرَدُّ بکلِ حال وهو ما خلف النس او الاجماع و قسم بمضی بکل حال و هو الحکم فی محل الاجتهاد الخ (ردالمحتار)

(۲) حکم بالردّت حقوق اللہ خالصہ میں سے ہے اور حقوق اللہ خالصہ میں دعویٰ خطا قضا

مقبول ہے، ورنہ وطی بالشبہ میں دعویٰ خطا مقبول نہ ہوتا اور عدِ زنا لازم آتی، رمی الانسان بالخطا میں دعویٰ خطا مقبول نہ ہوتا اور قصاص لازم آجاتا، حالانکہ لازم باطل ہے، یعنی قضا وجوب حد یا قصاص کا حکم نہیں کیا جاتا کیونکہ حدود حقوق اللہ میں سے ہے اور قضا میں اگرچہ حق عبد بھی ہے لیکن اس کا بدل دیت کی صورت میں ادا کر دیا گیا اور اسکی شکستگی خاطر کا جبر ہوگیا اور اخلاع عالم ....جب موجب قصاص تھا بوجہ دعویٰ خطا اس کا حکم مرتفع ہوگیا، یہ بات کہ حکم بالروت حقوق اللہ میں سے ہے اس عبارت سے ثابت ہے بخلاف الارتد لانہ معنی بتفرد بہ المرتد لاحق فیہ لعبرہ من الادمیین (بزازہ) پس جبکہ صورت مسوئلہ میں زید تکلم بالخطا کا مدعی ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ اس کا قول قضا مقبول نہ ہو۔

(۳) ردۃ کی حقیقت فقہاء نے اس طرح بیان کی ہے اجراء کلمۃ الکفر علی اللسان یعنی کلمہ کفر قصداً زبان پر جاری کرنا، قصداً کی قید لفظ اجراء سے مفہوم ہوتی ہے ورنہ جریان کلمہ الکفر کہا جاتا ، پھر جہاں شرائط صحت ردۃ بیان کیے ہیں وہاں طوع یعنی اختیار کو شرائط صحت میں بھی ذکر کیا ہے پس جب تک کہ قصد اور اختیار نہ متحقق ہو ردۃ کا تحقق ہی نہیں ہوسکتا اور کسی چیز کے تحقق سے قبل اس کا حکم کر دینا بداہۃً باطل ہے، مثلاً وضو شرائط نماز میں سے ہے تو جو نماز بے وضو پڑھی جائے وہ صحیح نماز نہ ہوگی، تو قبل تحقق وضو کے صحت نماز کا حکم کر دینا یقیناً غلط اور باطل ہے اور یہ ظاہر ہے کہ قصد اور اختیار امور قلبیہ میں سے ہیں اس پر سوائے صاحب معاملہ کے کسی دوسرے انسان کو اطلاع نہیں ہوسکتی، جب تک صاحب معاملہ خود اقرار نہ کرے، پس تحقق شرط ردۃ کے لیے صاحب معاملہ کا یہ اقرار کہ اس نے قصداً الفاظ کفریہ کا تلفظ کیا ہے ضروری ہے اور چونکہ اس کے اقرار کے سوا اور کوئی سبیل اس کے علم کی نہیں، اس لیے اس کے اقرار وانکار کی تصدیق ضروری ہوگی۔

ہاں کبھی اس کے عدم انکار قصد کو قائم مقام اقرار قصد کے حکم قضا میں کرلیا جائے تو ممکن ہے لیکن اس کے انکار صریح کی کہ قصد سے صراحۃً منکر ہو تصدیق نہ کرنے کی کوئی وجہ نہیں۔

نیز اقرار صرف تلفظ بالاختیار کا ثبوت ردۃ کے لیے کافی ہے اس کے معنی کا قصد کرنا اور مراد لینا شرط نہیں، کیونکہ ہازل ولاعب کے ارتداد کا حکم فتح القدیر و تجرد غیرہما کتب معتبرہ میں مصرح

ہے اور ان دونوں کے کفر کی وجہ ان کا یہ کلمۂ کفریہ غیر مقصود المعنے نہیں بلکہ استخفاف فی الدین ہے ،پس یہ قول کہ ادعاء خطا کی صورت میں ارتداد کا حکم نہ کرنا چاہیے یقیناً راجح بلکہ صواب ہے۔

قال فی الجو الحاصل ان من تکلم بکلمۃ الکفر ھازلاً و الاعبا کفر عند الکل و لا اعتباد باعتقاد کما صرح بہ فی الخانیۃ و من تکلم بھا مخطأ و مکرھا لا یکفر عند الکلم الخ (در المختار)

اس عبارت کا ظاہر مفہوم یہی ہے کہ خطا اور اکراد کی صورت میں دیانۃً و قضائً بالاتفاق کافر نہ ہوگا۔ کیونکہ خطا اور اکراہ کو ایک مد میں شامل کیا ہے اور اکرہ میں قضا کافر ہونا مسلم ہے فلکذا فی الخطار۔

اگر شبہ کیا جائے کہ ردۃ زوج کے ساتھ زوجہ کا حق فسخ وخرج عن المسلک متعلق ہے تو ممکن ہے کہ خطا ادعا سے اس پر فما بینہ و بین اللہ کفر کا حکم عائد نہ ہو لیکن اگر قاضی ادعاء خطا کی تصدیق کرے تو زوجہ کا حق باطل ہے اور اسی وجہ سے بزاز اور شامی میں لکھا ہے کہ خطا میں اگر دیانۃً کافر نہیں ہوتا مگر قاضی تصدیق نہ کرے، تو اس کا جواب یہ ہے کہ ہم خود...... نمبر ۲ میں نقل کر چکے ہیں کہ ردۃ کا حکم کرنے میں کسی آدمی کا حق متعلق نہیں، پس اس کی یہ عبارت خود اس حکم عدم تصدیق قاضی کے منافی ہے شامی نے اس قول کو صرف بلفظ بدلیل ماصرحوا بیان کیا ہے اور تصریح کرنے والوں کا نام نہیں بتایا، اس لیے یہ نقل چنداں قابل اعتماد نہیں۔

پھر ہم کہتے ہیں کہ زوجہ کا حق نفس تکلم کلمۃ الکفر کے ساتھ متعلق نہیں، بلکہ ردۃ کے آثار مترتب علیہ میں سے ہے اور ترتب آثار بعد وجود حقیقت ہوتا ہے اور جب تک کہ طوع و اختیار ثابت نہ ہو جائے حقیقت ردۃ تو متحقق ہوئی نہیں اس پر آثار کا ترتب کیسا۔

پھر خود شامی نے جامع الفصولین ونور العین وخیریہ وبحریہ سے نقل کیا کہ ایسے الفاظ کفریہ جن میں کوئی بعید تاویل بھی ہوسکتی ہے بولیے پر بھی حکم بکفر نہ کیا جائے۔

اور علامہ شامیؒ فرماتے ہیں و مفعومہ انہ لا یحکم بفسخ النکاح یعنی جامع الفصولین و نورلعین کی عبارتوں کا مفہوم یہ ہے کہ فسخ نکاح کا حکم نہ کیا جائے پس جامع الفصولین ونور العین وخیریہ کی نقول شامی کی بحث سے بدرجہا اولیٰ بالعمل والقبول ہیں۔

اور پھر یہی اس صورت کا حکم ہے کہ قائل نے کلمۂ کفریہ کا یقیناً تکلم کیا اور خود کو صورت بچاؤ کی پیش نہیں کی حالانکہ صورت مسئولہ میں قائل خود ہی اپنی معذوری اور بے اختیار بیان کرتا ہے، پس یہاں بدرجہ اولیٰ حکم ردت نہیں ہوسکتا۔

(۴) تعلیقات طلاق کا (ان و خلت الدار فانت طالق) جس میں عورت کا حق متعلق بالذات ہوتا ہے حکم یہ ہے کہ اگر زوج تعلیق باوجود شرط کا انکار کردے اور زوجہ تعلیق یا وجود شرط کی مدعی ہو تو بینہ زوجہ کے ذمہ ہے، ورنہ قول زوج کا معتبر ہوتا ہے۔

وان اختلفافی وجود الشرط فالقول له الا اذا بہنت و مالا یعلم الا منہا فالقول لہا فی حقہا (عالمگیری) فان اختلفافی وجود الشرط فالقول له مع الیمین لانکار الطلاق (درمختار) قوله فی وجود الشرط ای اصلا او تحققا کما فی شرح المجمع ان خفتلفافی وجود اصل التعلیق بالشرط او فی الشرط بعد التعلیق وفی البرازیة ادعی لاسقتناء او الشرط وجود اصل التعلیقبالشرط او فی الشرط بعد التعلیق وفی البرازیة ادعی لاستثناء او الشرط والقول الخ (درالمختار)

پس دعویٰ فسخ نکاح میں گویا روجہ وجود شرط کی دعی ہے اور وہ تکلم بکلمۃ الکفر طوعاً واختیاراً ہی زوج اس کا منکر ہے، لہٰذا حسب قاعدہ مذکورۃ قول زوج قضا بھی معتبر ہونا چاہیے۔

بلکہ یہاں بدرجہ اولیٰ قول زوج کا اعتبار ہوگا کیونکہ عورت کا حق بالذات ثبوت ردت کے ساتھ متعلق نہیں، بلکہ احکام ردت میں سے ہے وحکم الشی ثمرۃ واثرہ المرتے علیہ (ردالمختار)

الحاصل

جس شخص کی زبان سے کوئی کلمۂ کفریہ نکل جاوے اور وہ خطائً نکلنے کا مدعی ہو جیسا کہ اکثر نماز میں خطأً ایسے الفاظ جن کا تعمد کفر ہے نکل جاتے ہیں، دیانۃً حکم ارتداد کا عائد نہ ہونا تو متفق علیہ ہے قضاً بھی اس کے قول کی مع یمین تصدیق کی جائے گی اور قاضی کو کوئی حق نہیں کہ اس پر ارتداد کا حکم لگائے اور اس کی قسم کا اعتبار نہ کرے، یا اس کی زوجہ کا نکاح فسخ کردے، نیز خطا کسی کلمہ کے زبان سے نکلنے کے لیے یہ ضروری نہیں کہ متکلم بے ہوش ہو یا مجنون ہو بلکہ ہوش و

حواس صحیح ہونے اور ادراک وشعور قائم ہونے کی حالت میں بھی بلا قصد الفاظ زبان سے نکل جاتے ہیں۔ اَنْتِ طَالِقٌ کہنے کے بعد قضاءً یہ تاویل کہ میری مراد طالق عن وثاق تھی اس لیے معتبر نہیں کہ الفاظ طلاق خود موجب حکم ہیں اور ان کے صدور کے ساتھ بالذات حق عورت متعلق ہو جاتا ہے بخلاف کلمۂ کفر کے کہ یہ بالذّات موجب ردّت نہیں، بلکہ طوعاً اختیار شرائط صحت رد سے ہے اور اس کے ساتھ کسی انسان کا حق بالذات متعلق نہیں، پس انکار اختیار در حقیقت انکار سبب ہے نہ انکار حکم مع الاقرار بالسبب، ہذا واللہ اعلم بالصواب۔

محمد کفایت اللہ غفر لہ، مدرس مدرسہ امینیہ دلّی

۷ رجب ۱۳۳۶ھ

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

جزو ششم تحریر صاحبِ علم موصوف بالا

در تمہید

مُلَقَّب بہ

القول المحبُوبُ فی حکم المغلُوب

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

حَامِدًا و مُصَلِّیًا وَ مُسَلِّمًا، امابعد گذارش ہے کہ جس وقت سے واقعہ خواب الامداد میں شائع ہوا ہے اُس وقت سے لوگوں میں ایک شورش پیدا ہوگئی ہے، اس لیے مناسب معلوم ہوا کہ اس واقعہ پر ایک تفصیلی بحث لکھ دی جاوے، پس ہم اس پر ایک تفصیلی بحث کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس واقعہ پر انکار کرنے والے دو قسم کے لوگ ہیں، ایک تو وہ لوگ ہیں جو صرف اپنے اختلاف کو نفس واقعہ تک محدود کرتے ہیں اور حضرت مولانا مدظلہم العالی پر طعن و تشنیع نہیں کرتے، کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ مولانا نے اس واقعہ میں مداہنت سے کام نہیں لیا، بلکہ وہ صاحب واقعہ کو

معذور سمجھتے تھے اور اسی بناء پر انھوں نے اس واقعہ پر کوئی اعتراض نہیں کیا، لہٰذا وہ معذور ہیں اور اُن پر ملامت نہیں کی جاسکتی۔

دوسرے وہ لوگ ہیں جو خود مولانا کو بھی لپیٹتے ہیں، ایسے لوگ بھی دو قسم کے ہیں، ایک وہ جن کے اعتراض کا منشاء خلوص اور محبت ہے اور وہ خیر خواہانہ نکتہ چینی کرتے ہیں، اور دوسرے وہ جن کے اعتراض کا منشاء حسد اور عداوت ہے اور جو کہ طرح طرح سے حضرت مولانا کی دل آزادی پر کمر بستہ ہیں اور انھوں نے یہاں تک ایمان اور انصاف سے آنکھ بند کرلی ہے کہ واقعہ کی صورت بدل کر اور اس میں تحریف کر کے عوام کے سامنے پیش کرتے ہیں، اور جھوٹ اور بہتان سے بھی نہیں بچتے، پس معاندین اور حاسدین سے خطاب کرنا بے کار ہے، اور ان کی نسبت تو ہم صرف اس قدر عرض کرتے ہیں ۔

آنکھ اور باشد حسودِ آفتاب ۔ کور میگرد و زبود آفتاب
اینت درد بے دوا کورست آہ اینت افتاد ابد در قعرِ شاہ
نفی خورشید از بایست او کے بزآید ایں مرادِ ادبگو
تو بخشا بر کسے کاندر جہاں شد حسودِ آفتابِ کامراں
تاندش پوشید ہیچ از دید ہا داز طراوت دادن بوسید ہا
یا زنورِ بیحدش تاند کاست یا بدفع جاہ اوتانند خاست
تا برآرد ایں ہنر را تار دپود چشم در خورشید نتواند کشود
تو حسودی کز فلاح من کمترم می فزاید کمتری در اختری
خود حسد نقصان دستیجے دیگرست بلکہ از جملہ کمیہابد تراست
آن بلیس از ننگ عارِ کمتری خویشتن افگن درصد ابتری
از حسد می خواست تا بالا بود خود چہ بالا بلکہ خوں پالا بود
آن ابوجہل از محمد ننگ داشت وز حسد خود را بالا می فراست
بوالحکم نامش بدو بوجہل شد اے بسا اہل از حسد نا اعر شد
درگذر از فضل درچشتی دفن کارِ خدمت دارد و خلق حسن
صد ازیں ہا گر بگویم تو کری بشنوی و نا شنودہ آوری

رہے وہ لوگ جو کہ بلاعناد وحسد محض خلوص ومحبت سے نفس واقعہ یا حضرت مولانا کے فعل پرنکتہ چینی کرتے ہیں اُن کے سامنے ضرور جی چاہتا ہے کہ واقعہ کی پوری تفصیل پیش کردی جاوے، اور چونکہ انھوں نے ہمدری اور دل سوزی کو کام فرما کر حضرت مولانا کو ان کی ایک ایسی لغزش پر متنبہ کیا ہے جس کو وہ اپنی دانست میں لغزش سمجھتے تھے، تو ہماری دل سوزی کا مقتضا یہ ہے کہ ہم اس واقعہ کے ان تمام پہلوؤں پر بحث کرکے جو کہ ہماری نظر میں منشاء انکار ہوسکتے ہیں (خواہ وہ خود ہمارے غور وخوض کا نتیجہ ہوں یا دیگر حضرات کے افکار کا) اصل حقیقت کو ان کے سامنے خیر خواہانہ پیش کردیں۔ واللہ المستعان وہوالموفق للصواب۔

اس گذارش کے بعد معروض ہے کہ اس واقعہ کے متعلق لوگوں کے جس قدر اعتراضات ہیں ان سب کا حاصل کل تین اعتراض ہیں :۔

(۱) واقعہ قابل اعتراض تھا (۲) مولانا نے اس پر اعتراض نہیں کیا (۳) اسے شائع کردیا جو کہ فتنۂ عوام کا باعث ہوا۔ پس مولانا کا عذر تو یہ ہے کہ نہ واقعہ کے دیکھنے سے ہمارے ذہن میں کوئی اعتراض آیا، اور نہ ہم کو اس کی اشاعت میں کسی مفسدہ کا احتمال ہوا، بلکہ ہم کو اس کی اشاعت میں دینی فائدہ یہ نظر آیا کہ اگر کسی کو ایسا واقعہ پیش آوے تو وہ اس واقعہ سے نہ پریشان ہو اور نہ اپنے عقیدہ کو بگڑنے دے اس لیے ہمنے اسے شائع کردیا، پس مولانا کی معذوری تو ظاہر ہے۔ رہا یہ امر کہ خود واقعہ قابل اعتراض تھا یا نہیں، اس کا فیصلہ ایک بحث طویل کے بعد ہوسکتا ہے، اس لیے ہم اس پر بحث کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جولوگ واقعہ کو قابل اعتراض کہتے ہیں ان کا مقصود یہ ہے کہ صاحب واقعہ کو تجدید ایمان ونکاح کرنی چاہیے، پس اب ہم کو اس واقعہ کا شرعی حکم معلوم کرنا چاہیے، سو اس کی تحقیق حسب ذیل ہے۔

تحقیق حکم واقعہ زیر بحث

تجدید ایمان ونکاح موقوف ہے تحقیق ارتداد پر اور حقیقتِ ردت یہ ہے کہ کوئی مسلمان اپنا عقیدہ بدل دے، اور خلافِ اسلام عقیدہ رکھے، یا وہ بقصد صحیح کوئی ایسا فعل کرے جو موجب کفر ہو، کما قال الامام فخر السلام فی اصولہ الردۃ تنبی علی القصد والاعتقاد۔ پس جبکہ

یہ حقیقت واقع میں بھی متحقق ہوگی اور قاضی کو بھی اس کے تحقیق کا علم معتبر عندالشرع ہوگا۔ تو وہ شخص جس سے اس حقیقت کا تحاقق ہوا ہے دیانۃً بھی مرتد ہوگا اور قضاءً بھی اور اگر واقع میں اس کا تحقق ہوا اور قاضی کو اس کا علم نہ ہوسکا، تو وہ دیانۃً مرتد ہوگا، مگر قضاءً مرتد نہ ہوگا، اور اگر واقع میں اس کا تحقق نہیں ہوا ہے لیکن قاضی کے نزدیک اس حقیقت کے تحقق کا بطریق معتبر عندالشرع ثبوت ہوچکا ہے تو وہ شخص دیانۃً مرتد نہ ہوگا مگر قضاءً مرتد ہوگا۔

جب یہ امر معلوم ہوگیا تو اب واقعہ زیر بحث میں دو امور تنقیح طلب ہیں، اول یہ کہ واقعہ میں حقیقت ردت متحقق ہوئی یا نہیں، دوئم یہ کہ صورت موجودہ میں قاضی کو تحقق حقیقت ردت کا علم معتبر عندالشرع ہوسکتا ہے یا نہیں، اور وہ اس پر ارتداد اور بینونت زوجہ کا حکم لگا سکتا ہے یا نہیں، سو امر اول کے متعلق تو کوئی فیصلہ نہیں کیا جاسکتا، کیونکہ اس کا علم خدا تعالیٰ کو ہے یا صاحب معاملہ کو، کہ آیا وہ الفاظ درحقیقت بالاضطرار اس کی زبان سے نکلے، یا اُس نے قصداً کہے، ہم کو اس کے متعلق کچھ علم نہیں، لہٰذا دیانت کے متعلق تو اس کے معاملہ کو خدا کے سپرد کرتے ہیں۔

رہا امر دوم سو وہ منقح ہوسکتا ہے، پس ہم اس کے متعلق بحث کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ صاحب واقعہ بیان کرتے ہیں کہ میری زبان سے بالاضطرار کلمات معلومہ نکلے، اس میں دو جز ہیں، ایک یہ کہ میری زبان سے کلمات کفر نکلے۔ دوم یہ کہ میں اس وقت مجبور اور بے اختیار تھا، اور میں نے بقصد یہ الفاظ نہیں کہے، جزو ثانی توضیح ہے جزو اول کی، جو کہ اس کے متصل ہی ہے، اور اس کے رد و قبول کا حق اصالۃً دو شخصوں کو ہوسکتا ہے اول قاضی کو جو کہ خلیفۃ اللہ ہے، دوسرے زوجہ کو کیونکہ ردت کا تعلق فی الجملہ بینونت سے بھی ہے۔ اور المراۃ کالقاضی مصرح ہے، سو قاضی کے متعلق تو یہ تفصیل ہے کہ فقہاء میں دو جماعتیں ہیں، ایک وہ لوگ جو نفس معاملہ ارتداد و تکفیر کو اہمیت نہیں دیتے، بلکہ قتل مسلم کو اہمیت دیتے ہیں، اس لیے وہ شبہ کی حالت میں حق قتل میں ارتداد کا حکم نہیں کرتے، ہاں حق بینونت زوجہ میں ارتد کا حکم کرتے ہیں اور اس پر بینونت مرتب کرتے ہیں، دوسری جماعت فقہائے محتاطین کی ہے جو نفس حکم ارتداد کو بھی اہمیت دیتے ہیں اور اس کو حدود و قصاص سے کم نہیں قرار دیتے۔

ایسے لوگ ادنیٰ شبہ کے ہوتے ہوئے بھی ردت کا حکم نہیں کرتے اور جہاں ذرا سا بھی شبہ

ہوتا ہے وہاں نہ قتل کا حکم کرتے ہیں اور نہ بینونت کا، چنانچہ درمختار میں ہے :۔

الکفر لغة الستر و شرعًا تکذیبه صلی اللہ علیه و سلم فی شی مما جاء به من الدین ضرورة و الفاظه تعرن فی الفتاوی بل افردت بالتالیف مع انه لا یفتی بالکفر بشر و منها الا فیما اتفق المشائخ علیه کما سیجی قال فی الجر دقد الزمت نفسی ان لا افتے بشئ منها انتهیٰ

اور ردالمختار میں ہے :۔ سبب ذلک ماذکرہ قبله بقوله و فی جامع الفصوالین روی الطعادی عن اصحابنا لا یخرج الرجل من الایمان الا حجو خله فی تم ماتیقن انه ردة یحکم بها و مایشد انه ردة لا یحکم بها اذ الاسلام الثابت الیز دل بالشک معر ان الاسلام یعلو و ینبغی للعالم اذا رفع الیه هذا ان لا یبادو تبکفیر اهل الاسلام مع انه یقفی بصحة السلام المکرہ اقول قد قدمت هذا ایصیر و میز انا أفیما نقلته فی هذا الفصل من المسائل فانه قد ذکر فی بعضها انه کر مع اند لا یکفر علیٰ قیاس هذه المقدمنه فلیتامل انتی مافی جامع الفصولین و فی الفاوی الصغریٰ الکفر تنی عظیم فلا اجعل المومن کافر امتی و جدت انه لا یکفر انتهی او فی الخلاصه و یرها اذا کان فی المسالة وجوه توجب التکفیر دوجه واحد یمنعه فعلے المفتی ان یمیل الی الوجه الکفر فلا نفعه التاویل حینذونی التتار خانیة لا یکفر بالمحتمل لان الکفر نهایة فی العقوبة فیستدعی نهایته فی الجنایة و مع الاحتمال لا نهایة انتهی و الذی تحرر لایفتی بکر مسلم امکن حمل کلامه علی محمل حسن او کان فی کفره اختلاف و لورویة ضعیفة فعلیٰ هذا اکثر الفاظ التکفیر المذکورة لا یفتی بالتکفیر فیها و قد الزمت نفسی ان لا افتی بشئی منها انتهیٰ کلام البحر باختصار انتهی کلام ردالمختار

ان روایات سے صاف ظاہر ہے کہ فقہا نفس تکفیر ہی کو مہتم بالشان سمجھتے ہیں، اور ان کی احتیاط کا منشا صرف تباعد عن قتل المسلم نہیں ہے بلکہ اس کا منشا خود اہمیت تکفیر ہے اور اس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ محل شبہ پر نہ تکفیر من البینوت کا حکم کیا گیا تو اس میں صرف قتل سے اجتناب ہوگا، نفس تکفیر سے نہ ہوگا، حالانکہ فقہاء تکفیر سے احتیاط کرتے ہیں، نیز اس وقت فقہائے محتاطین فی

التکفیر ومتشددین کے مسلک میں کچھ فرق نہ ہوگا، کیونکہ قتل مسلم میں تو متشددین بھی لامحالہ احتیاط کریں گے، اور محل شبہ میں قتل کا حکم نہ دیں گے، تو پھر دونوں مسلکوں میں فرق کیا ہوا، اس سے ظاہر ہو گیا کہ فقہائے محتاطین فی التکفیر کا مطلب یہی ہے کہ محل شبہ پر نہ تکفیر من حیث القتل کی جائے گی، اور نہ من حیث بطلانِ النکاح، شاید کسی کو اس کے ماننے میں اس لیے تامل ہو کہ علامہ شامیؒ کو اس میں تردد ہے، اس لیے ہم اس مضمون پر مزید بحث کرتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ صاحب درمختار نے لکھا تھا۔ لا یفتی بکفر مسلم امکن حمل کلامہ علی محمل حسن الخ، اور یہ بیان تھا فقہاء محتاطین کے مسلک کا، اس پر علامہ شامیؒ نے حسب ذیل گفتگو کی :۔

قولہ لایفتی بکفر مسلم امکن حمل کلامہ علی محمل حسن الخ ظاھرہ انہ لایفتی دمن حیث استحقاقہ للقتل ولا من حیث الحکم بینونۃ زوجتہ، وقد یمال المراد الاول، فقط لان تاویل کلام للتباعد عن قتل المسلم بان یکون قصد ذلک التاویل وھذا اینافی معاملۃ بظاھر کلامہ فیما ھو حق العبد وھو طلاق الزوجۃ وملکھا النفسھا بدلیل ماصر حوا بہ من انہ اراد ان تیکلم بکلمۃ مباحۃ فجری علی لسانہ کلمۃ الکفر خطائً بلاقصد لایصدقہ القاضی وان کان لایکفر فیما بینہ وبین ربہ تعالٰی فتامل ذلک وحررہ نلافانی لم ارا تصریح بہ نعمہ سیدکر الشارح ان مایکون کفرا اتفاقاً یبطل العمل والنکاح ومافی خلاف یومر بالا استغفار والتوبۃ وتجدید النکاح اہ وظاھرہ انہ امر ا احتیاطاً الٰی آخر ماقال رحمہ اللّٰہ۔

حاصل اس عبارت کا یہ ہے کہ قولہ لا یفتی بکفر مسلم الخ کا ظاہر مطلب تو یہی ہے کہ نہ ایسے موقع پر من حیث استحقاق القتل کفر کا حکم کیا جائے گا، نہ من حیث البینونۃ۔ لیکن یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ ان کی مراد صرف تکفیر من حیث القتل کفر کا حکم کیا جائے گا، نہ من حیث البینونۃ لیکن یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ ان کی مراد صرف تکفیر من حیث القتل کی ممانعت ہے، اور تکفیر من حیث البینونۃ کی ممانعت مقصود نہیں ہے، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ قائل کے کلام کی تاویل کا منشا اس کے قتل سے احتراز کرنا ہے، اور یہ حکم بالبینونۃ کے منافی نہیں ہے، اس لیے بینونۃ کے بارے میں اس کی تاویل نہ کی جاوی ءگی اور دلیل اس کی یہ ہے کہ فقہاء نے تصریح کی ہے کہ اگر کوئی شخص کلمۂ مباحہ

بولنا چاہے اور بلا قصد اس کی زبان سے کلمہ کفر نکل جاوے تو فیما بینہ و بین اللہ کافر نہ ہوگا، لیکن اگر قاضی کے یہاں وہ یہ عذر کرے کہ یہ کلمہ بلا قصد اور خطائً میری زبان سے نکل گیا تھا، تو قاضی اس کو نہ مانے گا، اور بینونۃ کا حکم کردے گا، اس کے بعد علامہؒ نے فتامل الخ میں اس طرف اشارہ فرمایا ہے کہ فقہاء محتاطین کے اس کلام مذکور فی المتن کے یہ دو محمل ہو سکتے ہیں، تم اس میں غور کریو، مجھے ان کے کلام میں کوئی محمل مصرح نہیں ملا ہے، ہاں ان کی بعض دوسری تصریحات سے پتہ چلتا ہے کہ ان کی مراد یہی ہے کہ ایسے موقع پر نہ من حیث القتل کفر کا فتویٰ دیا جائے گا، اور نہ من حیث البینونۃ، چنانچہ شارح کہے گا کہ جو کفر اتفاقی ہو اس سے عمل اور نکاح باطل ہو جاتا ہے، اور جس میں اختلاف ہو اس میں توبہ استغفار اور تجدید نکاح کا مسلم کیا جاوے گا، اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ کفر اختلافی میں بطلان نکاح کا حکم نہ کیا جاویگا، بلکہ احتیاطاً تجدید نکاح توبہ و استغفار کا حکم کیا جاویگا، الی آخر ما قال، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس مقام پر شامی کو شرح صدر نہیں ہوا، اور وہ کوئی محمل متعین نہیں کر سکے۔ اب ہم وجہ تردد کو رفع کرتے ہیں تا کہ محمل اول جس کو علامہ موصوف ان کے کلام کا محمل ظاہر اور تصریحات سے موید فرماتے ہیں متعین ہو جاوے اور اس میں کچھ تامل نہ رہے، پس ہم کہتے ہیں کہ فقہاء محتاطین کی احتیاط کا منشا صرف یہ نہیں ہے کہ مسلمان کو قتل سے بچایا جاوے بلکہ اس کا اصل منشاء یہ ہے کہ اس کو اصل کفر سے بچایا جاوے، کیونکہ کفر ایک ایسا جرم ہے جس سے بڑھ کر کوئی جرم نہیں، کما فی التتارخانیۃ الکفر نھایۃ فی العقوبۃ فیستدعی نھایۃ فی الجنایۃ الی غیر ذلک، پس جس وقت تک واقعہ میں بچاؤ کا پہلو ہو اس وقت تک کسی مسلمان کو اتنے بڑے جرم کا مرتکب قرار دینا جائز نہیں، بالخصوص ایسی حالت میں جب کہ مکفر مسلم کے لیے حدیث میں اس قدر سخت وعید آئی ہو کہ اگر اس میں تاویل نہ کی جاوے تو خود مکفر کافر ہو جاوے، اور اس بنا پر انھوں نے تکفیر میں احتیاط فرمائی ہے

منجملہ اور دلائل کے ایک دلیل نفس تکفیر قطع نظر عن استحقاق القتل کے واجب الاختیار ہونے کی یہ بھی ہے کہ اگر تکفیر میں احتیاط صرف تباعد عن القتل کی وجہ سے ہوتی تو آج کل کسی خاص واقعہ میں احتیاط فی التکفیر لازم نہ ہوتی، کیونکہ اس زمانہ میں قتل کا اندیشہ نہیں ہے، حالانکہ اس کا کوئی قائل نہیں ہو سکتا پس معلوم ہوا کہ نفس تکفیر خود قابل احتیاط ہے اور جب کہ نفس تکفیر سے

احتیاط کی گئی تو حکم بالبینونۃ سے اجتناب لازم ہوگا، کیونکہ بینونۃ متکلم فیہا اثر ہے کفر کا، جب کفر ثابت ہو تب بینونۃ ثابت ہو۔ پس بینونۃ کو ثابت کرنا نفس کفر کو ثابت کرنا ہوگا، اور یہ کہنا کافی نہ ہوگا کہ ہم اُسے کافر نہیں کہتے یا کافر نہیں سمجھتے، پس حکم بالبینونۃ احتیاط فی التکفیر کے ساتھ جمع نہ ہوسکے گا، لہٰذا فقہاء کے کلام میں وہ محمل نہ ہوسکے گا جو عبارت مذکورہ میں معترض نے قرار دیا ہے،

رہا معترض کا ھذا لا ینافی معاملۃ بظاھر کلام کہنا، سو اس کا اگر یہ مطلب ہے کہ ہم اس کے کلام سے کفر ثابت نہ کریں گے اور بینونۃ ثابت کردیں گے، تو اس کا بے معنی ہونا ظاہر ہے، کیونکہ اس کلام کا اثر بالذات بینونۃ نہیں ہے بلکہ کفر ہے، اور اس سے اولاً کفر ثابت ہوتا ہے پھر کفر سے لزوماً بینونۃ ثابت ہوتی ہے، پس اس سے کفر ثابت نہ کرنا اور بینونۃ ثابت کرنا کیا معنے۔

اور اگر یہ مطلب ہے کہ ہم اس سے ابتدائً کفر ثابت کریں گے اور پھر اس سے بینونۃ ثابت کریں گے تو پھر احتیاط کہاں رہی،

پس خلاصہ یہ ہے کہ بینونۃ اثر ہے ارتداد کا اگر بینونۃ ثابت کی جائے تو ارتداد کا ثابت کرنا لازم ہوگا، اور احتیاط فوت ہوگی، اور اگر احتیاط کو کام میں لایا جائے گا تو بینونۃ کا حکم نہیں کیا جاسکتا، اور فقہاء احتیاط سے کام لیتے ہیں، تو عدم حکم بینونۃ لازم ہے، رہا عبارت مذکورہ میں معترض کا استدلال بروایت لایصدقہ القاضی، جس کا حاصل یہ ہے کہ یہ تو مسلمات سے ہے کہ قول مثلاً الفاظ خاصہ اور فعل مثلاً تکلم بالعمد یا بالخطا دونوں کا حکم یکساں ہے، پس اگر قول محتمل الوجوہ قابل تاویل ہوگا تو فعل محتمل الوجوہ بھی قابل تاویل ہوگا، حالانکہ خاطی اپنے فعل کی تاویل محتمل بیان کرتا ہے، مگر فقہاء کہتے ہیں کہ بینونۃ زوجہ کے بارے میں قاضی اس کو نہ مانے گا، اور جب کہ تاویل فعل کو نہ مانے گا تو لازم ہے کہ تاویل قول کو بھی نہ مانے، کیونکہ دونوں کا حکم یکساں ہے، پس ثابت ہوا کہ قول فقہاء کا مطلب یہی ہے کہ صرف دربارۂ استحقاق قتل قول و فعل مسلم کو محمل حسن پر محمول کیا جائے گا اور دربارہ بینونۃ تاویل نہ کی جائے گی انتہی حاصل استدلال،

سو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ استدلال اس وقت صحیح ہوسکتا ہے جب کہ یہ ثابت کردیا جائے کہ یہ انہی فقہاء کا قول ہے جو تکفیر میں اتنی احتیاط کرتے ہیں کہ لا یکفر بالمحتمل کہتے ہیں، اور جب تک یہ ثابت نہ ہو اس وقت تک اس سے استدلال صحیح نہیں، اور ہم کو دلائل سے یہی ثابت ہوتا

ہے کہ یہ جزئیہ مصرحہ فقہاء محتاطین نہیں ہے بلکہ ان کا مصرح ہے جو تکفیر میں تشدد کرتے ہیں، پس اُن کے قول سے فقہاء محتاطین کے قول کے معنی متعین نہیں کیے جا سکتے، اور ایک قرینہ اس کا یہ بھی ہے کہ فقہاء محتاطین کے بعض جزئیات جن کو ہم شامی سے نقل کر چکے ہیں اس کے خلاف ہیں۔

الحاصل بیان بالا سے معلوم ہوا کہ فقہاء محتاطین کا مسلک یہی ہے کہ جس مسلمان کے قول یا فعل میں کوئی ایسا پہلو ہو جو اس کو کفر سے بچا سکتا ہو تو اس کو نہ من حیث استحقاق القتل کافر کہا جائے گا اور نہ من حیث بطلان النکاح، اور جب کہ وہ شخص اپنے قول یا فعل کا کوئی محمل متحمل بیان کرے تو اُسے قبول کیا جائے گا، خواہ وہ خلاف ظاہر ہی کیوں نہ ہو، پس اگر قاضی فقہاء کی اس جماعت میں سے ہے تب تو ظاہر ہے کہ اس کو صاحب واقعہ کے عذر معقول اور محتمل کو رد کرنے کا کوئی حق نہیں ہے، اور اگر قاضی فقہاء کی اس جماعت میں سے ہے جو معاملۂ ردت کو اہمیت نہیں دیتے، تو صرف اس شق پر یہ بات قابل تحقیق رہ گئی کہ آیا وہ اس عذر کو رد کر دے گا یا قبول، اور اس کو کیا کرنا چاہیے، اس کی تفصیل حسب ذیل ہے:۔

قاضی خاں ۲۴۳ ج ۲ میں ہے، قال فی السیر الکبیر اذا اختلف الزوجان فقال الرجل قلت المسیح ابن اللہ فی قول النصریٰ وقالت المرۃ لم تقل قول النصاریٰ کان القول قول الزوج مع یمینہ فان جات المراۃ بشھود فقالوا اسمعنا یقول المسیح ابن اللہ ولم یقل شیئا الخر وقال الزوج قلت قول النصریٰ الا انھم لم یمسعوا فان القاضی یجیز شھادتھم ویفرق بینہ وبین المراۃ وان قال الشعود لا ندری قال ذلک ام لا الا انالم نمع منشیئا غیر قولہ المسیح ابن اللہ لا یقبل القاضی شھادتھم حتے یشھد وانہ لم یقل معھا غیرھا وجملوا دعوی الاستشنا فی الطلاق کذ تک اھ۔

اس سے معلوم ہوا کہ جب خاوند اور بیوی میں تحقق ردت میں نزاع ہو اور زوج کلمہ کفر کے صدور کو تسلیم کرے، لیکن اس کے ساتھ ہی وہ اس کلمہ کے بموجب کفر ہونے کا انکار کرے تو بار ثبوت زوجہ کے ذمہ ہوگا اور اگر زوجہ اس کلمہ کے صدور کو شہادت سے بھی ثابت کر دے، لیکن شہود زوج کے عذر کے انتفاء پر شہادت نہ دیں تب بھی قاضی زوجہ کے دعوے کو خارج کر دیگا اور

زوج کے عذر کو تسلیم کرے گا۔

پس واقعہ زیر بحث میں جب کہ بظاہر زوجہ منازع بھی نہیں ہے اور اگر منازع بھی ہو تو اس نے صدور کلمات کفریہ کو شہادت سے ثابت نہیں کیا بلکہ ان کا صدور صرف زوج کے اقرار سے ثابت ہے اور گروہ شہادت سے بھی ثابت کر دے تو زوج اسکا عذر یعنی عدم قصد واختیار بیان کر رہا ہے جس کے ساتھ کلمات معلومہ موجب کفر نہیں رہتے اور زوجہ اس کے انتفاء کو شہادت سے ثابت بھی نہیں کر سکتی تو پھر قاضی اس کے عذر کو کسی دلیل سے رد کریگا، اور جب کہ قاضی اس روایت قاضی خاں میں زوج سے بینہ نہیں طلب کرتا، حالانکہ اس کا عذر بوجہ قابل سماع ہونے کے ایک ایسا ہی امر ہے جس پر شہادت قائم ہو سکتی ہے تو پھر وہ صاحب واقعہ کے ایسے عذر کو جس پر شہادت بھی نہیں مانگی جا سکتی کیونکہ رو کہ لگا پس ثابت ہوا کہ جو قاضی فقہاء کی اس جماعت میں سے ہو جو کہ معاملہ ردت کو اہمیت نہیں دیتے اس کو بھی گنجائش نہیں ہے کہ وہ اس کے عذر کو قبول نہ کرے کیونکہ اس کے ارتداد کے لیے بجز اس کے بیان کے اور کوئی دلیل نہیں ہے اور وہ اپنے ارتداد کا نہ صراحۃً اقرار کرتا ہے اور نہ دلالۃً اس لیے کہ وہ صدور بالاضطرار کا قرار کرتا ہے اور یہ اقرار نہ صراحۃً اقرار کفر ہے اور نہ دلالۃً لیکن اگر کوئی یہ کہے کہ روایت بالا یصدقہ القاضی سے معلوم ہوتا ہے کہ قاضی صاحب واقعہ سے عذر کو قبول .... تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس روایت سے یہ ثابت نہیں ہوتا کیونکہ اس کے معنی یہ ہیں کہ قاضی خاطی کی اس وقت تصدیق نہ کرے گا، جب کہ اس کو متہم سمجھے، اور واقعہ ہذا میں صاحب واقعہ کو متہم سمجھنے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ لہٰذا قاضی اس کے عذر کو رد نہیں کر سکتا،

اب ہم یہ ثابت کرتے ہیں کہ روایت لا یصدقہ القاضی مطلق نہیں ہے بلکہ مقید بشرط اتہام ہے لہٰذا واقعہ ردت بھی مقید بشرط اتہام ہوتا تفصیل اس کی یہ ہے کہ قاضی خاں میں ہے :۔

لو قال الزوج طلقتک امس وقلت انشاء اللہ فی ظاهر الروایۃ یکرون القول قول الزوج وذکر فی النواد خلافا بین ابی یوسف علیہ الرحمۃ ومحمد علیہ الرحمۃ فقال علی قول ابی یوسف یقبل قول الزوج ولا یقع الطلاق وعلی قول محمد یقع الطلاق ولا یقبل قولہ وعلیہ الاعتماد والفتوی احتیاطاً لامر الفرج فی زمان غلب فساد الناس انتهی جلد

ثانی، ص ۲۴۳

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر زوج طلاق کا اقرار کرے اور اس کے ساتھ ہی یہ بھی کہے کہ میں نے ان شاء اللہ کہہ لیا تھا، تو اصل مذہب تو یہی ہے کہ اس صورت میں زوج کا قول مقبول ہوگا، لیکن نوادر سے معلوم ہوتا ہے کہ امام محمدؒ نے اس مسئلہ میں امام ابو یوسفؒ کے ساتھ اختلاف کیا ہے اور کہا ہے کہ زوج کا قول بدون شہادت کے مقبول نہ ہوگا، پس چونکہ روایت نوادر کی ہے اس لیے اس کو ظاہر روایت کے مقابلہ میں متروک ہونا چاہیے تھا، مگر جب فقہاء نے زمانہ کا رنگ بدلا ہوا دیکھا اور سمجھا کہ بددینی بہت پھیل گئی ہے اس امر فرج میں احتیاط کی ضرورت ہے تو انھوں نے اس روایت نوادر پر اعتماد کیا اور اس پر فتویٰ دیا، یہ تو طلاق کا واقعہ تھا، اس پر غالباً بعض فقہاء نے ردت کے واقعہ کو قیاس کیا ہے اور انھوں سے اس میں بھی لا یصدقہ القاضی کہہ دیا۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ جو فقہاء روایتِ نوادر پر فتویٰ دے رہے ہیں ان کا کیا مطلب ہے سو اُن کا مطلب یہی ہے کہ جب ظاہر حال پر نظر کرنے سے زوج اپنے بیان میں متہم معلوم ہو، اس وقت اس کے قول کو بدون بینہ کے قبول نہ کیا جائے گا، اور بنا بر ظاہر حال متہم نہ معلوم ہو اس وقت اس کے قول کو اصلی مذہب کی بنا پر قبول کیا جائے گا کیونکہ وہ رد قول زوج کا مبنیٰ خلاف ظاہر حال اور فسادِ زمان بتلاتے ہیں، پس اگر ظاہر حال مخالف نہ ہوگا تو اُس وقت اصل مذہب کو نہ چھوڑا جائے گا، کیونکہ عدول عن اصل المذہب بنا بر ضرورت تھا۔ والضروریات تتقدر بقدر الضرورۃ، پس جب کہ مقیس علیہ حقیقت میں مقید ہے تو مقیس لامحالہ مقید ہوگا، اور معنی یہ ہوں گے لا یصدقہ اذا اتہمہ لیکن چونکہ واقعہ زیر بحث میں صاحب واقعہ متہم نہیں ہے کیونکہ اتہام کی کوئی معقول وجہ نہیں ہے، اس لیے اس جزئیہ اس واقعہ سے کوئی تعلق نہ ہوگا اور وہ روایت سیر کبیر کے مقابلہ میں پیش نہ ہو سکے گا یہ گفتگو اس وقت سے جب کہ یہ مان لیا جاوے کہ ردت کا واقعہ طلاق پر قیاس کرنا صحیح ہے لیکن ہم کہتے ہیں کہ ردت کا طلاق پر قیاس ہی صحیح نہیں ہے اور جب کہ قیاس ہی صحیح نہیں ہے جو کہ بنیٔ تھا اس جزئیہ کا تو خود یہ جزئیہ بھی صحیح ہوگا اور جب جزئیہ صحیح نہ ہوگا تو اس سے معارضہ بھی نہیں ہو سکتا۔

اب عدم صحت قیاس کی وجہ سنو اس کی وجہ کئی ہیں۔ اول کہ الفاظ طلاق موضوع ہیں بینونت کے لیے برخلاف الفاظ کفر کے :-

قال در المختار و لا ردة بلسانه و قلبه مطمئن بالایمان فلا تبین زوجته لانه لا یکفر به و القول له استحساناً و فی رد المختار و القیاس ان یکون القول قولها حتی یفرق بینهما لان کلمة الکفر سبب الصول الفرقة فیستوی فیه الطائع و المکره کلفظة الطلاق و وجه الاستحسان ان هذا الفظة غیر موضوعة للفرقة و انما تقع الفرقة باعتبار تغیر الاعتقاد و الاکراه دلیل علی عدم تغیره فلا تقع الفرقة و لهذا لیحکم علیه بالکفر اه

اس سے ثابت ہوا کہ طلاق کا تعلق نفس الفاظ سے ہے نہ کہ قصد و اعتقاد سے اور کفر کا تعلق قصد و اعتقاد سے ہے نہ کہ نفس الفاظ سے پس جبکہ زوج الفاظ طلاق بولنے کا اقرار کرتا ہے لیکن اس کے ساتھ ہی یہ بھی کہتا ہے کہ میں نے ان شاء اللہ کہہ لیا تھا، تو وہ اس وقت بظاہر مدعی ہے اور فی الحقیقت منکر، بظاہر مدعی اس لیے ہے کہ اس کا تکلم بطلقت کا اقرار ہے ایقاع طلاق اور زوال ملک نکاح کا پس جب وہ کہتا ہے کہ میں نے ان شاء اللہ کہا تھا، تو اب وہ اس اقرار کے موجب کو باطل کرتا ہے اور اس طرح وہ گویا کہ مستقلاً زوجہ پر وجود ملک کا دعویٰ کرتا ہے، پس جب کہ زوجہ کہتی ہے کہ تو نے ان شاء اللہ کہا تھا، تو اب وہ اس اقرار کے موجب کو باطل کرتا ہے اور اس طرح وہ گویا کہ مستقلاً زوجہ پر وجود ملک کا دعویٰ کرتا ہے، پس جب کہ زوجہ کہتی ہے کہ تو نے انشاء اللہ نہیں کہا تھا تو وہ اس حق کا انکار کرتی ہے جس کا وہ بعد اقرار زوال کے دعویٰ کرتا ہے پس زوجہ پر لازم ہے کہ وہ اپنے دعوے کو بینہ سے ثابت کرے اور عورت کے لیے انکار کافی ہے اور درحقیقت منکر اس لیے ہے کہ جب وہ یہ کہتا ہے کہ میں طلقت کے ساتھ ان شاء اللہ بھی کہا تھا، تو اس کا حاصل یہ ہے کہ میں نے اس طلقت کا تکلم کیا ہے جو مقید بانشاء اللہ تھا جس سے میری ملک زائل نہیں ہوئی پس اس کے مقابلہ میں زوجہ کا یہ کہنا کہ تو نے ان شاء اللہ نہیں کہا تھا، اس کا یہ مطلب ہوگا کہ تو نے اس طلقت کا تکلم کیا تھا جو مزیل ملک تھا، لہٰذا تیری ملک زائل ہوگی، پس، اس وقت زوجہ مدعیہ زوال ملک ہے اور زوج منکر لہٰذا بارِ ثبوت زوجہ کے ذمہ ہوگا اور شوہر کے

لیے انکار کافی ہوگا، ظاہر روایت میں حقیقت پر نظر کی گئی ہے اور کہا گیا ہے کہ جب زوج استثناء کا دعویٰ کرے اور عورت اس کو تسلیم نہ کرے تو بار ثبوت عورت کے ذمہ ہے اور روایت نوادر میں بضرورت احتیاط فرج وفساد زمان ظاہر پر نظر کی گئی ہے اور کہا گیا ہے کہ بینہ زوج کے ذمہ ہے اور جب کہ زوج تکلم بکلمہ کفر کا اقرار کرتا ہے، اور اس کے ساتھ ہی وہ ایک ایسے امر کا بھی دعویٰ کرتا ہے جو مانع کفر ہے، تو اس وقت وہ صرف منکر ہے اور کسی حیثیت سے بھی مدعی نہیں ہے کیونکہ جس امر کا اس نے اقرار کیا جو یعنی نفس تکلم وبنفسہ موجب کفر نہیں ہے بلکہ موجب کفر وہ قصد ہے جو کلمہ کفر سے متعلق ہو اور قصد کا نہ وہ حقیقتاً اقرار کرتا ہو اور نہ ظاہراً پس وہ کسی حیثیت سے بھی مدعی نہیں ہے، اس حالت میں زوجہ کا اس کے عذر کو قبول نہ کرتا اور ارتداد زوال ملک کا دعویٰ کرنا ایک ایسا دعویٰ ہوگا جس کو زوج نہ صراحۃً تسلیم کرتا ہے نہ دلالۃً لہٰذا بار ثبوت سراسر زوجہ کے ذمہ ہوگا اور شوہر کے لیے انکار کافی ہوگا، فافترقا پس ردت کو طلاق پر قیاس کرنا صحیح نہ ہوگا، ہاں اگر بعض احکام میں طلاق کو ردت پر قیاس کیا جاوے جیسا کہ فقہاء نے تنازع زوجین فی انہ قال فی قول النصریٰ ام لا پر دعویٰ استثناء کو قیاس کیا ہے کما یظہر من روایۃ قاضی خاں السابقۃ تو یہ قیاس قیاس اولویت ہے اور مقبول ہوگا، کیونکہ جب طلاق میں زوج ایک جہت سے مقر بالبینونت ہے کما مر، اور باایں ہمہ اس کا قول بلا بینہ کے مقبول ہوسکتا ہے تو ردت میں جہاں وہ کسی جہت سے بھی بینوت کا قرار نہیں کرتا اس کا قول بالاولیٰ مقبول ہوگا، ہمارے اس بیان کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ امام محمدؒ نے واقعہ طلاق میں تو اختلاف فرمایا اور زوج پر بینہ لازم کیے، مگر واقعہ ردت میں زوج پر بینہ لازم نہیں کیے بلکہ صرف زوجہ سے شہادت طلب کی اور کہا کہ اگر عورت شہادت نہ قائم کرسکے تو دعویٰ خارج کردیا جائے گا، بادی النظر میں شاید کسی کو بیان مذکورہ بالا پر یہ شبہ ہو کہ سیر کبیر میں مذکور ہے کہ اگر زوجہ شہادت سے ثبات کردے کہ زوج نے فی قول النصاریٰ نہیں کہا تو تفریق کردی جائے گی، حالانکہ اس شہادت سے صرف تکلم بکلمۂ کفر ثابت ہوگا، اور صرف تکلم کا ثابت ہوجانا کفر کا ثابت ہونا نہیں ہوتا، جیسا تم نے اوپر کہا ہے پس شہادت سے کفر ثابت نہ ہے۔ تو اس شہادت کی بنا پر تفریق کیوں کی جاوے، اس کا جواب یہ ہے کہ واقعہ مذکورہ میں شہادت سے کفر ثابت نہیں کیا گیا، اور اس کی بنا پر تفریق نہیں کی گئی، بلکہ کفر جس چیز سے ثابت ہوا کرتا

ہے یعنی قصد زوج اس کا اقرار خود کرتا ہے مگر ساتھ ہی اس کے ایک واقعہ کا بھی دعویٰ کرتا ہے یعنی حکایت عن النصاریٰ اور یہ امر متعلق بکلمہ کفر قصداً خود زوج کے اقرار سے ثابت تھا۔ اس طرح کفر ثابت ہو گیا۔ لہٰذا قاضی کے لیے تفریق کا حکم لازم ہو گیا۔ دوسری وجہ عدم صحت قیاس کی یہ ہے کہ واقعہ طلاق میں ظاہر روایت کے خلاف امام محمدؒ کی روایت موجود تھی فقہاء نے بضرورت اس کو اختیار کر لیا، اور واقعہ وحی میں ظاہر روایت کے خلاف ہمارے علم میں اصحاب مذہب کی کوئی روایت نہیں ہے جس پر مبصر حین رفہ القاضی اعتماد کر سکیں، پس اُن کا واقعہ ردت کو واقعہ طلاق پر قیاس کرنا صحیح نہ ہوگا، تیسری وجہ اس عدم صحت کی یہ ہے کہ واقعہ طلاق میں امر فرج اہم تھا اور اس کا کوئی معارض موجود نہ تھا، لہٰذا انھوں نے ابتدائی روایت نوادر پر اعتماد کر لیا اور ظاہر روایت کو چھوڑ دیا، لیکن واقعہ ردت میں امر ایمان فرج سے زیادہ اہم ہے اس لیے اس کو معاملہ فرج پر قیاس نہیں کیا جا سکتا، کیونکہ اگر وہاں فرج قابل حفاظت ہے تو واقعہ ردت میں ایمان اس سے زیادہ قابل حفاظت ہے، اور وہاں اگر حفاظت فرج میں احتیاط ہے تو یہاں حفاظت ایمان میں احتیاط ہے، اس لیے بھی واقعہ ردت کو واقعہ طلاق پر قیاس نہیں کیا جا سکتا، یہ گفتگو تو اس وقت ہے جبکہ روایت لا یصدقہ القاضی کا مبنیٰ قیاس بر طلاق ہو، جیسا کہ قرائن سے معلوم ہوتا ہے لیکن اگر اس کا مبنیٰ کچھ اور ہو تو اُس وقت گفتگو یہ ہے کہ اس وقت وہ یا مطلق ہے یا مقید بشرط اتہام، پس اگر وہ مقید ہے تو واقعہ غیر متعلق ہے، اور اگر مطلق ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ وہ روایت سیر کبیر کا معارضہ و مقابلہ نہیں کر سکتی، کیونکہ روایت سیر کبیر ظاہر الروایت اور اصل مذہب ہے اور اس کا مبنیٰ معلوم نہیں۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ اس روایت لا یصدقہ القاضی کا مبنیٰ بناء بر ظن غالب ایک قیاس غیر صحیح ہے لہٰذا یہ جزئیہ قابل اعتماد نہیں ہو سکتا، اور اس بناء پر اصل مذہب یعنی روایت سیر کبیر کو نہیں چھوڑا جا سکتا اور اگر روایت مذکورہ کو چھوڑا بھی جائے اور اس جزئیہ پر اعتماد بھی کیا جائے تب بھی واقعہ زیر بحث میں اس سے ہمارے مقصود کو کوئی صدمہ نہیں پہنچتا، کیونکہ اس کا حاصل یہ ہے کہ جس وقت قاضی خاطی کو متہم سمجھے جیسا کہ اوپر صفحہ ۴۰۸ میں بقولنا اب دیکھنا یہ ہے الخ بیان کیا گیا، اس وقت اس کی تصدیق نہ کرے اور واقعہ زیر بحث میں صاحب واقعہ زیر بحث میں صاحب

واقعہ کو متہم سمجھنے کی کوئی معقول وجہ نہیں ہے اور محض احتمالات ناشی عن غیر دلیل وجہ اتہام نہیں ہوسکتے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ روایت لایصدقہ القاضی سیر کبیر کے معارضہ میں اس وقت پیش ہوسکتی ہے جبکہ یہ معلوم ہو کہ اس کا مبنی قیاس بر طلاق نہیں ہے بلکہ روایت سیر کبیر کے خلاف اصحاب مذہب میں سے کسی کی روایت ہے، پھر یہ معلوم ہو کہ اس روایت مخالفہ پر اعتماد ہے، پھر یہ معلوم ہو کہ وہ مقید بشرط اتہام نہیں ہے بلکہ مطلق ہے اور جب تک یہ امور طے نہ ہوں اس وقت تک یہ روایت روایت سیر کبیر کے مقابلہ میں نہیں پیش ہوسکتی اور یہ امور ہنوز طے نہیں ہوئے، لہٰذا اس روایت سے معارضہ نہیں ہوسکتا۔

عدم قبولِ قاضی عذر صاحب واقعہ کی بحث تو ختم ہوئی، اور ثابت ہوگیا کہ نہ قاضی محتاط کو اس کے عذر کے رد کرنے کی گنجائش ہے اور نہ قاضی مشدد کو۔

اب ہم کہتے ہیں کہ زوجہ کو بھی حق نہیں ہے کہ وہ اس عذر کو قبول نہ کرے کیونکہ زوجہ کے پاس اس کے انتفاء کا کوئی ثبوت نہیں ہے یعنی نہ اُس کے پاس اُس کے انتفاء کی شہادت ہے اور نہ ذاتی طور پر اس کو اس کا انتفاء معلوم ہے اور نہ زوج کسی درجہ میں اس کے انتفاء کا اقرار کرتا ہے پس وہ زبردستی اس پر رفت کا الزام کیسے لگا سکتی ہے۔

پس حاصل کلام یہ ہے کہ واقعہ زیر بحث میں عذر عدم اختیار عند القاضی بھی مقبول ہے اور عند الزوجہ بھی پس کسی کو گنجائش نہیں ہے کہ وہ اس پر ردت کا الزام قائم کرے اور اس کی زوجہ کو بائن کہے، اس تحقیق کے بعد ہم اُن شبہات کو تفصیل وار نقل کر کے اُن کی حقیقت ظاہر کرتے ہیں جو کہ واقعہ زیر بحث پر ہوسکتے ہیں۔

شبہ اول: ہم نہیں مانتے کہ وہ غیر مختار تھا، کیونکہ اگر اس کو زبان پر قابو نہ تھا تو سکوت پر تو اختیار تھا، انتہی، اس کا جواب یہ ہے کہ اس سے اس کا قصد تکلم بکلمہ کفر ثابت نہیں ہوتا، جو کہ رکن ردت ہے، زیادہ سے زیادہ یہ لازم آتا ہے کہ اس نے احتیاط سے کام نہیں لیا، پس اگر کوئی احتیاط سے کام نہ لے اور اس کی بے احتیاطی کے سبب بلا قصد اس سے کلمہ کفر صادر ہو جائے تو اس کو یہ نہ کہا جائے گا کہ اُس نے بقصد واختیار کلمہ کفر کا تکلم کیا، مثلاً سکران قبل از سکر جانتا تھا کہ سکر کے

بعد میری زبان میرے قابو میں نہ رہے گی، اور ممکن ہے کہ ایسی حالت میں میری زبان سے کلمہ کفر نکل جاوے، تو اگر بحالت سکر اس کے منہ سے کلمہ کفر نکل گیا، تو اس کی نسبت کہا جاسکتا ہے کہ اُس نے قصداً کلمۂ کفر زبان سے نکالا کیونکہ اگر اس کو زبان پر قابو نہ تھا تو ترک سکر پر تو قابو تھا، پھر اس نے اس کو ترک کیوں نہ کیا، اور؟ جب کہ سکران کی نسبت یہ نہیں کہا جاسکتا، اگرچہ اس نے اس سکر کا ارتکاب کیا ہو، جس کی شریعت نے اس کو ممانعت بھی کی تھی، تو صاحب واقعہ کی نسبت کیسے کہا جاسکتا ہے کہ اس نے ترک تکلم کیوں نہ کیا حالانکہ صاحب واقعہ کئی وجہ سے سکران سے زیادہ معذور ہے، اول اس لیے کہ سکران بالقصد سبب مزیل اختیار کا ارتکاب کرتا ہے اور صاحب واقعہ کے قصد و اختیار کو سبب مزیل اختیار میں کچھ دخل نہ تھا۔ دوم اس لیے کہ سکران جس امر کا قصد کرتا ہے اس کے لیے زوال اختیار لازم ہے یعنی شرب سکر اور صاحب واقعہ جس کا قصد کرتا ہے اُس کے لیے زوال اختیار لازم نہیں یعنی تکلم بکلمۂ صحیحہ (وبین الوجہین فرق فلیتنبہ) سوم اس لیے کہ سکران شرب سکر کے وقت اس کا خیال نہیں کرتا کہ اس کے منہ سے کیا نکلے گا، اور صاحب واقعہ تکلم کے وقت حتیٰ الوسع اس کا اہتمام کرتا تھا کہ میرے منہ سے صحیح کلمہ نکلے اور غلط نہ نکلے، پس جب کہ باوجود ان وجوہ فرق کے سکران کو سکر کی بنا پر مختار نہیں کہا جاسکتا ہے، تو صاحب واعہ کو ترک سکوت کی بنا پر کیسے مختار کہا جاسکتا ہے، رہا یہ امر کہ اس نے سکوت نہ کیا، سو اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ جس وقت تکلم کا قصد کرتا تھا اُس وقت سمجھتا تھا کہ میں صحیح تکلم کرسکوں گا، لیکن صدور کلمات کے وقت اس پر سبب مزیل اختیار طاری ہوجاتا تھا اور اس سے غلطی ہوجاتی تھی، رہی یہ بات کہ جب وہ ایک دو دفعہ آزما چکا تھا تو پھر اس کو یہ شبہ کیوں نہ ہوا کہ شاید مجھ سے پھر غلطی ہوجاوے تو اس کا مقتضا تو یہ ہے کہ وہ بیچارہ ہمیشہ کے لیے خاموش ہوجائے، کیونکہ یہ کھٹکا تو اس کو اپنے ہر تکلم کے وقت ہوسکتا ہے:

خلاصہ یہ ہے کہ یہ محض احتمالات عقلیہ ہیں اور اثبات ردت کے لیے احتمالات عقلیہ کافی نہیں ہوسکتے اور جو حالت اس پر طاری تھی اس کا اندازہ دوسرے کو نہیں ہوسکتا، اور وہ نہیں جان سکتا کہ داعی الی التکلم کیا چیز تھی، بلکہ اس کو وہ خود ہی سمجھ سکتا ہے۔

شبہ دوم: ہم نہیں مانتے کہ اُسے اختیار نہ تھا، کیونکہ وہاں کوئی سبب مزیل اختیار نہ تھا،

اس کا جواب یہ ہے کہ آخر اس دعوے کی دلیل کیا ہے، اس پر کہا جا سکتا ہے کہ اگر ہوتا تو وہ لکھتا، حالانکہ اس نے کوئی سبب نہیں لکھا، اس کا جواب یہ ہے کہ اس کا نہ لکھنا تو درکنار خود اس کا نہ جاننا بھی اس کے عدم کی دلیل نہیں ہے، کیونکہ بہت سے آثار آدمی کے اندر ایسے پیدا ہوتے ہیں جن کے اسباب کا اس کو علم نہیں ہوتا۔

شبہ سوم: اگر فی الواقع وہاں کوئی سبب ہو تو وہ محبت زید ہوگی اور محبت آدمی کو درجہ اضطرار وسقوط اختیار تک نہیں پہنچاتی، کیونکہ اگر محبت درجۂ اضطرار تک پہنچا دیتی، تو حدیث میں اطرار سے ممانعت نہ ہوتی، اس کا جواب اولاً یہ ہے کہ احتمال بسبب محبت زید محض ناشی عن غیر دلیل ہے اور صاحب واقعہ کے کلام میں کوئی ایسا لفظ نہیں ہے جس سے یہ امر مفہوم ہو، بلکہ یہ احتمال دو وجہ سے خلاف واقعہ ہے اول اس لیے کہ صاحب واقعہ واقعاتِ مذکورہ فی مکتوبہ کو اپنی محبت کا مبنیٰ بتا رہا ہے اور محبت کو واقعات مذکورہ کا سبب نہیں کہتا، دوسرے اس لیے کہ محبت اولاً بالذات دل پر اثر کرتی ہے نہ کہ زبان پر پس اگر محبت اس کا سبب ہوتی تو خیالات اور عقیدہ پر اس کا اثر پڑنا چاہیے تھا، محبت سے زبان کا بے قابو ہو جانا اور دل پر کچھ اثر نہ ہونا یعنی عقاید کا تغیر سے محفوظ رہنا محض بے معنی ہے، ثانیاً یہ کہنا کہ محبت مرتبہ سقوط اختیارت نہیں پہنچاتی، ایک ایسا دعویٰ ہے جس کو نہ عشاق تسلیم کرتے ہیں نہ اطباء عشاق تو یہ کہتے ہیں

چوں بکوشم تا سرش پنہاں کنم | سر برآرد چوں علم کاینک منم
رغم اللقمن گیر دم تا گہ دو گوش | کائے مدمغ چوں ہمی پوشی بپوش

ایضا کہتے ہیں

عشق آمد عقل او آوارہ مند | صبح آمد شمع اور بیچارہ شد
عقل چوں شحنہ است چوں سلطان رسید | شحنۂ بیچارہ در کنجے خزید

اور اطبار عشق کو جنون کی قسم قرار دیتے ہیں۔ ثانیاً دعویٰ مذکور پر نہی اطرار سے استدلال صحیح نہیں ہو سکتا، کیونکہ محبت کے درجات متفاوت ہوتے ہیں، بعض درجات مزیل اختیار ہیں اور بعض غیر مزیل ہیں، پس اس کے مخاطب ارباب ہوش واختیار ہیں، نہ کہ عشاق مسلوب العقل اور مجانین غیر مکلف،

شبہ چہارم: اگر بالفرض محبت آدمی کو حد اضطرار وسلب اختیار تک پہنچا دیتی ہے تو وہ نادر ہے اور اس اسباب عامہ سے نہیں ہے جن کا فقہاء نے اعتبار کیا ہے، اس کا جواب اولاً یہ ہے کہ ہم ظہر کر چکے ہیں کہ اس کا سبب محبت زید نہیں ہے بلکہ کچھ اور ہے جس کو ہم متعین نہیں کر سکتے، اور نہ ہمارے ذمہ اس کی تعین لازم ہے، ہمارے لیے اتنا جاننا کافی ہے کہ اس کا سبب ایک ایسا سبب ہے جو مزیل اختیار ہے۔

ثانیاً یہ کہ اگر بالفرض محبت ہی اس کا سبب ہو تو اس کو نادر کہنا عجیب ہے اور اس سے زیادہ اس کو اسباب عامہ معتبرہ عند الفقہاء سے خارج کہنا عجیب ہے کیونکہ اسباب معتبرہ عند الفقہاء میں جنون بھی داخل ہے اور عشق جنون کی ایک قسم ہے، کما صرح بہ الاطباء دیعرفہ من جربہ اور عرف احوال العشاق،

شبہ پنجم: اگر محبت اس کا سبب نہ ہو بلکہ کوئی اور سبب ہو تو چونکہ وہ ایک ایسا سبب ہے جس کا فقہاء نے اعتبار نہیں کیا، اس لیے اس کا اعتبار نہ ہوگا، اور وہ سلب اختیار جو سبب مذکور کا نتیجہ ہے اس کو کالعدم سمجھا جائے گا، پس گو صاحب واقعہ حقیقۃً مختار نہ ہو مگر اس کو حکماً مختار کہا جائے گا،

اس کا جواب یہ ہے کہ واقعہ زیر بحث میں حکم عدم ردت کا منشاء یہ نہیں ہے کہ رکن ردت پایا جاتا ہے، لیکن مانع خارجی کی وجہ سے اس کا حکم ثابت نہیں ہو سکتا، تاکہ اس پر یہ سوال ہو سکے کہ اس مانع کو فقہاء نے بھی مانع قرار دیا ہے یا نہیں، بلکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس واقعہ میں نہ قصد فعل موجب کفر متحقق ہے اور نہ تبدل اعتقاد جو کہ رکن ردت ہیں، پس یہاں انعدام رکن کی وجہ سے حقیقت ردت ہی متحقق نہیں ہے اس لیے صاحب واقعہ کو کافر و مرتد نہیں کہا جا سکتا، مثلاً روایت سیر کبیر منقولہ عن قاضی خاں میں زوج نے کلمہ کفر مسیح ابن اللہ کہا ہے، لیکن وہ یہ بھی کہتا ہے کہ میں نے فی قول نصاریٰ بھی کہا تھا اور اس عذر کو قبول کیا جاتا ہے تو اس کی وجہ یہ نہیں ہے کہ وہاں کوئی سبب اسباب عامہ مثل جنون یا سکر مباح یا نوم وغیرہ میں سے متحقق ہے، بلکہ اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ وہاں حقیقت ردت یعنی تغیر اعتقاد یا قصد فعل موجب کر نہیں پایا گیا، یا مثلاً کسی نے مسکر محرم کا رتکاب کیا، اور اس حالت میں اس نے کلمہ کفر زبان سے کہا تو فقہاء کہتے ہیں کہ نہ وہ مرتد ہوگا اور نہ نکاح ٹوٹے گا، حالانکہ سکر محرم عذر شرعی نہیں ہے، لیکن وہ چونکہ وہاں تبدل اعتقاد یا قصد

فعل موجب کفر نہیں پایا گیا، اس لیے اس کو مرتد نہیں کہا جا سکتا، چنانچہ کشف الاسرار شرح اصول بزدوی میں ہے :۔

قولہ لان السکر جعل عذرا الشارۃ الی الجواب عما یقال قد جعل السکر المحظور عذرًا فی الردۃ حتی منع صحتہا فیجوز ان یجعل عذرًا فی غیرہا ایضو فقال عدم صحۃ الردۃ الغوات رکنہا وھو تبدل الاعتقاد لا لان السکر جعل عذر افیہا انجلان مایتبنی علی العبارۃ من الاحکام مثلا الطلاق و العتاق العقود لان رکن التصرف قد تحقق فیہا من الاھل مضافًا الی المحل فوجب القول بصحتہا

پس اس وقت یہ پوچھنا صحیح نہ ہوگا کہ بتلاؤ عذر صاحب واقعہ اعذار معتبرہ عند الفقہاء میں سے کس میں داخل ہے، یہ جوابات تو ان اعتراضات کے تفصیل دار تھے، اب ہم سب کا ایک جواب اجمالی دیتے ہیں، اور وہ یہ ہے کہ ان تمام شبہات کا حاصل یہ ہے کہ صاحب واقعہ مجبور نہ تھا بلکہ مختار تھا اور اس کا نتیجہ ہونا چاہیے کہ وہ دیانۃً بھی مرتید ہو اور قضاءً بھی اور اس پر مرتد کے تمام احکام جاری کیے جائیں، کیونکہ اُس نے بحالت صحت عقل و درستی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ بلکہ محض اپنی خوشی سے ایکایسا فعل کیا جو موجب کفر تھا، اور ایسے ہی شخص کو مرتد حقیقی کہتے ہیں، پس اس پر احکام مرتد حقیقی کیوں جاری نہ کیے جائیں، حالانکہ واقعہ کے تمام پہلوؤں کو پیش نظر رکھ کر کوئی مفتی ایسا فتویٰ دینے کی جرأت نہیں کر سکتا، پس لازم ہے کہ یہ تمام خدشات مخدوش ہوں۔

شبہ ششم : اچھا ہم مانتے ہیں کہ صاحب واقعہ فی الحقیقت مجبور تھا، لیکن قاضی اس کو نہیں مان سکتا، کیونکہ جب وہاں سبب مجبوری ظاہر نہیں تو یہ اُس کا بیان خلاف ظاہر ہونے کے سبب نا مسموع ہوگا اس کا جواب اولاً یہ ہے کہ یہ کہنا ایک حد تک اس وقت صحیح ہو سکتا ہے جب کہ واقعہ صدور کلمات قاضی کے نزدیک کسی اور دلیل سے ثابت ہو یا اولاً وہ اقرار صدور کلمات کرے اور دوسرے وقت وہ عذر کرے، لیکن یہاں نہ واقعہ کسی اور دلیل سے ثابت ہے اور نہ صاحب واقعہ ایک وقت اقرار کر کے دوسرے وقت عذر بیان کرتا ہے بلہ وہ اقرار ہی عذر کے ساتھ کرتا ہے اس لیے یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اس کا عذر نا مقبول ہے۔

ثانیاً اِس کو خلاف ظاہر صرف اتنی ہی بات سے نہیں کہا جا سکتا کہ اس کا سبب ظاہر نہیں، بلکہ

اس کے لیے اور امور کو بھی پیش نظر رکھا جائے گا، مثلاً یہ کہ اصل واقعہ کا ثبوت اُس کے بیان سے ہوا یا کسی اور دلیل سے اور اگر اس کے بیان سے ہوا تو اُس نے کیوں اقرار کیا، اور کن الفاظ سے اقرار کیا، اور جو عذر وہ بیان کرتا ہے اقرار سے کچھ دیر کے بعد کرتا ہے یا اقرار کے ساتھ ہی یا خود اس اقرار ہی میں عذر موجود ہے اور اقرار کرنے والا کیسا شخص ہے، آیا دیندار ہے یا بددین، چالاک ہے یا بھولا وغیرہ جب ان تمام پہلوؤں پر نظر کرلی جاوے، اور اس کے بعد بھی متہم معلوم ہو، اس وقت کہا جاسکتا ہے کہ اس کی تاویل خلاف ظاہر ہے۔

ثالثاً یہ کنجکاؤ کہ خلاف ظاہر ہے یا کیا طلاق و خلع وغیرہ حقوق العباد میں کی جاتی ہے اور ردت میں یہ کاوش نہیں کہ جاسکتی، دیکھیے واقعہ سیر کبیر میں باوجودیکہ گواہ کہتے ہیں کہ ہم نے زوج کو المسیح ابن اللہ کہتے سنا اور یہ بھی کہتے ہیں کہ ہم نے فی قول انصاریٰ نہیں سنا، حالانکہ فی قول انصاریٰ ایک ایسا فقرہ ہے جو مسموع ہوسکتا ہے، لیکن چونکہ زوج کہتا ہے کہ میں نے یہ لفظ کہے تھے، اس لیے صرف اس کے بیان پر قاضی عورت کا دعویٰ خارج کرتا ہے اور ردت یا بینونت کا حکم نہیں کرتا اور یہ نہیں کہتا کہ (زوج کا بیان خلاف ظاہر ہے کیونکہ جن لوگوں نے مسیح ابن اللہ سنا ،انھوں نے فی قول النصاریٰ کیوں نہ سنا، پس معلوم ہوتا ہے کہ فی الحقیقت اُس نے یہ لفظ نہیں کہے، اور اس وقت جو یہ دعویٰ کرتا ہے کہ میں نے یہ الفاظ کہے تھے تو یہ ثبوت بینونت وردت سے گریز کرتا ہے پس ضرور عورت کے دعوے کو قبول کرنا چاہیے) پس جب کہ قاضی اس قائل سے یہ نہیں کہتا تو وہ بیچارہ صاحب واقعہ کے بیان کو کیونکر خلاف ظاہر کہہ سکتا ہے۔

شبہ ہفتم: فقہاء کہتے ہیں کہ جس وقت کوئی شخص ایک کلمہ مباحہ بولنا چاہے اور اس کی زبان سے کلمہ کفر نکل جاوے تو وہ فیما بینہ وبین اللہ کافر نہ ہوگا، لیکن قاضی اس کی تصدیق نہ کرے گا، اس تصریح کی بنا پر صاحب واقعہ کی تصدیق نہ ہونی چاہیے۔

اس کا جواب اولاً یہ ہے کہ یہ روایت فقہاء محتاطین کے مسلک خلاف ہے، کمامر

ثانیاً روایت سیر کبیر اس کے مخالف ہے، اور یہ روایت سیر کبیر کی روایت کا معارضہ بھی نہیں کرسکتی، اس کے مقابلہ میں راجح ہونا تو درکنار۔

ثالثاً اوپر معلوم ہوچکا ہے کہ اس جزئیہ کا مبنیٰ بظن غالب ایک قیاس غیر صحیح ہے، یا کم ازکم اس کا

مبنیٰ معلوم نہیں۔

رابعاً فقہاء تو یہ کہتے ہیں کہ اگر کوئی روایت ضعیف اور غیر مذہب کی بھی مل جاوے تو مسلمان کی تکفیر اور حکم بالبینونۃ نہ کرنا چاہیے۔ کما سبق لیکن یہ نہیں کہتے کہ اگر تکفیر اور بینونۃ کے لیے کوئی روایت ضعیف بھی مل جاوے جس کا مبنیٰ معلوم نہ ہو، یا اس کا مبنیٰ ایک قیاس غیر صحیح ہو، تب بھی اس کی تکفیر کر دینی چاہیے اور بینونۃ کا حکم کر دینا چاہیے، پس ان وجوہ سے یہ جزئیہ قابل التفات ہوگا، اور اگر اس کو مان بھی لیا جاوے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ جب قاضی خاطی کو متہم سمجھے اس وقت اس کی تصدیق نہ کرے، اور واقعہ زیر بحث میں اتہام صاحب واقعہ کی کوئی معقول وجہ نہیں ہے، اور احتمالات ناشی عن غیر دلیل اسے متہم نہیں کر سکتے، پس یہ جزئیہ نا قابل التفات ہے یا واقعہ زیر بحث سے غیر متعلق، اس لیے اس کو اس واقعہ میں پیش نہیں کیا جا سکتا۔

شبہ ہشتم: اچھا اگر ضابطہ سے اس پر تجدید ایمان ونکاح لازم نہیں ہے تو بنا بر احتیاط تو اس کا فتویٰ دیا جا سکتا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ احتیاطاً بھی تجدید ایمان ونکاح کا فتویٰ نہ دیا جاوے، کیونکہ اس فتوے کے معنی یہ ہوں گے کہ گو تم کافر نہیں ہوئے مگر ہم تمہیں احتیاطاً کافر کہتے ہیں، لہٰذا تم تجدید ایمان ونکاح کرو، وھو کما تریٰ، پھر ہم امام محمد رحمہ اللہ سے زیادہ احتیاط کا دعویٰ نہیں کر سکتے، جو کہ سیر کبیر میں معاملۂ ردت کا فیصلہ فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اگر گواہ یہ نہ کہیں کہ زوج نے فی قول النصاری نہیں کہا تو عورت کا دعویٰ خارج کر دیا جاوے گا، اور بینونت کا حکم نہ کیا جاوے گا، اور احتیاطاً بھی تجدید ایمان ونکاح کا حکم نہیں دیتے،

شبہ نہم: فقہاء کہتے ہیں ما یکون کفراً اتفاقاً یبطل العمل والنکاح وما فیہ خلاف یومر بالتوبۃ والاستغفار وتجدید النکاح، اور صاحب واقعہ نے جو کلمات کہے وہ بالاتفاق کلمات کفر ہیں، تو پھر تجدید ایمان ونکاح کا حکم کیوں نہ کیا جاوے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اس کے معنی یہ نہیں ہیں کہ اگر کسی کی زبان سے ایسا کلمہ نکلے جو بالاتفاق کلمہ کفر ہو تب تو اس سے نکاح یقیناً باطل ہو جاوے گا، خواہ اس نے وہ کلمہ بالقصد کہا ہو یا بلا قصد، اور اگر کسی کی زبان سے ایسا کلمہ نکلے جس کا کلمہ کفر ہونا مختلف فیہ ہو تب احتیاطاً اس کو توبہ و استغفار تجدید نکاح کا حکم کیا جاوے گا اور بلکہ اس کے معنی یہ ہیں کہ جب کسی سے قصداً کوئی ایسا

فعل صادر ہو جس کے کفر ہونے میں اختلاف ہو تو وہاں بطلان نکاح کا حکم نہ کیا جاوے گا، بلکہ احتیاطاً اس سے کہا جاویگا کہ تو توبہ استغفار اور تجدید نکاح کر لے تاکہ تیری زوجہ بالاتفاق حلال ہو جاوے، قصداً کی قید ہم نے اس لیے لگائی کہ بدون قصد کے ردت متحقق ہی نہیں ہو سکتی، نہ بالاتفاق نہ بالاختلاف کیونکہ قصد رکن ردت ہے

شبہ دہم: عالمگیری میں ہے رجل قر انہ کان اقر و ھو صبی لفلان بالف درھم وقال الطالب بل قررت بھا لہ بعد البلوغ فالقول قول المقر مع یمینہ و کذلک لو قال اقررت لہ بھا فی حالۃ نومی و کذلک لو قال اقررت بھا قبل ان اخلق و لو قال اقررت لہ و انا ذاھب العقل من برسام او لم فان کان عرف انہ کان اصابہ لم یلزمہ شی و ان کان لا یعرف ان ذلک اصابہ کان صامنا للمال، کذافی المبسوط

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر مقرر کوئی ویسا عذر بیان کرے جس کا وجود معلوم ہو تو وہ عذر مقبول ہوگا اور اگر کوئی ایسا عذر بیان کرے جس کا وجود معلوم نہ ہو تو وہ مقبول نہ ہوگا، گو اقرار کے ساتھ موصول ہی ہو پس چونکہ صاحؒ واقعہ کا عذر بھی ایسا ہے جس کا وجود معلوم نہیں ہے اس لیے اس کا عذر بھی مقبول نہ ہوگا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ قیاس ہے ردت کا اقرار پر، اور جس طرح ردت کا طلاق پر قیاس صحیح نہیں کما مر یونہی اس کا قیاس اقرار پر بھی صحیح نہیں، اس لیے کہ جس طرح الفاظ طلاق بینونت کے لیے موضوع ہیں یوں ہی اقرار ثبوت حق غیر کے لیے موضوع ہے، پس جب کہ وہ اقرار کا اقرار کرتا ہے تو گویا کہ وہ ثبوت حق غیر کا اقرار کرتا ہے، پس جب کہ وہ کہتا ہے کہ میں نے حالت برسام وغیرہ میں اقرار کیا تھا تو اب گویا کہ وہ حق ثابت کو دفع کرتا ہے اس لیے اس کا بیان بدون دلیل کے مقبول نہ ہوگا، برخلاف صاحب واقعہ کے کہ وہ صدور الفاظ کا اقرار کرتا ہے اور نفس صدور الفاظ نہ موجب ردت ہے اور نہ ان کا تعلق بالذات حق غیر یعنی بینوت زوجہ سے ہے کیونکہ ردت کا تعلق تو قصد و ارادہ سے ہے نہ کہ الفاظ سے اور بینوت کا تعلق بطور لزوم کے ردت سے ہے نہ کہ الفاظ کفر سے کیونکہ وہ بینونت کے لیے موضوع نہیں، پس صاحب واقعہ کا الفاظ معلومہ کا اقرار کرنا، نہ اقرار ردت ہوگا، نہ اقرار بینونت، پس اس کا عذر بیان کرنا موجب ارار کا ابطال نہ

ہوگا، فافترقا،

جب یہ معلوم ہوگیا تو اب سمجھو کہ کفر صاحب واقعہ نہ اتفاقی ہے اور نہ اخلاقی، لعدم تحقیق حقیقۃ الردۃ کما سبق تفصلہ، پس اس کو وجوباً یا استحباباً تجدید نکاح کا فتویٰ تو نہیں دیا جاسکتا، لیکن اگر کوئی تنزہاً تجدید نکاح کر لے تو اس کو اختیار ہے۔

حاصل تحقیق وتنقید مذکورہ بالا یہ ہے کہ روداد واقعہ کو پیش نظر رکھ کر نہ صاحب واقعہ پر دیانۃً کفر وارتداد وبطلان نکاح کا حکم دیا جاسکتا ہے نہ قضائی اور نہ بنا بر احتیاط تجدید ایمان ونکاح کا فتویٰ دیا جاسکتا ہے۔ ہاں اتنا کہا جاسکتا ہے کہ صاحب واقعہ نے یہ الفاظ بحالت صحت وعقل ودرستی ہوش وحواس اختیاراً اور بالقصد کہے ہیں تب تو اس پر تجدید ایمان ونکاح لازم ہے اور اگر درحقیقت وہ معذور اور مجبور تھا، اور یہ الفاظ اس سے بلا قصد واختیار صادر ہوئے تو وہ معذور ہے، اور نہ اُسے تجدید ایمان کی ضرورت ہے، اور نہ تجدید نکاح کی، اب وہ خود فیصلہ کر لے کہ کیا صورت تھی۔ ہذا ما عندنا واللہ اعلم بالصواب۔

دوضروری باتوں پر عامہ مسلمین کو تنبیہ

یہ تو واقعہ کی تحقیق فقہی تھی، اب ہم عام مسلمانوں کو دوضروری اور قابل تنبیہ امور پر متنبہ کرتے ہیں۔

اوّل یہ کہ فقہاء جو تکفیر مسلم میں احتیاط بلیغ سے کام لیتے ہیں جس کا تحقیق مذکورہ بالا میں تفصیلی بیان ہوچکا ہے، اس سے مسلمانوں کو جرات نہ ہونی چاہیے کیونکہ جب محتاط فقہاء مسلمان کی طرف کفر کی نسبت کرنے کا اتنا برا سمجھتے ہیں کہ جب تک اُن کو گنجائش ملتی ہے اس وقت تک وہ کسی مسلمان کی طرف اس کو منسوب نہیں کرتے، تو اس سے معلوم ہوسکتا ہے کہ خود کفر کا ارتکاب کس قدر برا ہوگا، پس مسلمانوں کو چاہیے کہ جس قول یا فعل میں کفر کا احتمال بعید اور وہم بھی ہو اس سے بھی نہایت درجہ احتراز کریں، کیونکہ کفر سے بڑھ کر حق سبحانہٗ کے نزدیک کوئی جرم نہیں ہے، چنانچہ نصوص قطعیہ سے ثابت ہے کہ حق سبحانہ تمام جرموں کو معاف کردیں گے مگر کفر کو معاف نہ کریں گے، اس سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ وہ کس قدر شدید جرم ہے اور اس سے بچنا کس

قدر ضروری ہے۔

دوم یہ کہ اہل اللہ سے (خواہ وہ کوئی ہوں) عداوت اور کینہ نہ رکھیں اور خواہ مخواہ ان پر بد گمانی اور طعن و تشنیع نہ کریں، کیونکہ حدیث شریف میں اُنسے دشمنی رکھنے والوں کے لیے سخت وعید آئی ہے، اور فرمایا ہے کہ حق سبحانہ فرماتے ہیں کہ جو میرے کسی دوست سے دشمنی کرے میں اُسے اعلان جنگ کرتا ہوں۔

تذبیب متضمن توضیح بعض اجزائے اصل واقعہ از صاحب واقعہ

احقر سلخ شوال ۱۳۳۶ھ کو کانپور گیا ہوا تھا، ۳/ذیقعدہ کو جو وطن واپس آیا تو ایک نووارد صاحب نے جو مشاہدہ و مکالمت سے صالح الدین و صالح العقل معلوم ہوئے، مجھ کو ذیل کا رقعہ دیا، جس سے معلوم ہوا کہ وہ واقعہ جس کے متعلق رسالہ ہذا میں فتاویٰ مذکور ہیں، انہی صاحب کا ہے، چونکہ اس رقعہ سے ان کی معذوری کی مزید توضیح ہوتی ہے اور خصوص اس شبہ کا کہ جب یہ جانتا تھا کہ میں بے اختیار ہوں اور مجبور ہوں اور صحیح تکلم نہیں کرسکتا تو تکلم بکلمہ الکفر سے سکوت کرتا از ایک دوسرا جواب علاوہ تقریر مذکور قول یہ خیال کہ جب اُسے معلوم تھا الخ وقول شبہ اول الخ کے نکلتا ہے فی قولہ ہذہ الوقعہ جب دیکھا کہ اس کی تصحیح اب اس وقت قدرت خارج ہے لی قولہ سکوت لازمی تھا۔ جو کہ اس وقت یہی اختیاری امر تھا، فقط، اس لیے اس رقعہ کا رسالہ ہذا سے الحاق مناسب معلوم ہوا، وہی ہذہ

(بعد القاب وآداب)

احقر غالباً ۲/ذیقعدہ کو خانقاہ امدادیہ میں حاضر ہوا، حضور کانپور تشریف لے گئے تھے۔ میری خوش قسمتی سے دوسرے ہی روز حضور تشریف لے آئے، جس روز تشریف لائے تھے اُس روز تو عرض حال بیان کرنے کا موقع ہی نہیں ملا، اور دوسرے روز موقعہ تو ملا لیکن چند عارض د رپیش آئے پس سکوت ہی اختیار کیا گیا آخر تا کجے، بغیر عرض کیے نہ میرا مطلب ہی حل ہوتا ہے اور نہ حضور کو میرے حال سے واقفیت ہوسکتی ہے یہ مسکین اس لائق تو ہے نہیں کہ زبانی عرض کر سکے اور نہ تحریری، جس کی وجہ یہ ہے کہ اس ناچیز کی وجہ سے شورش پسندوں نے حضور پر ناجائز

حیلے کیے جو کہ محض بے بنیاد اور نفس پرستی سے ملوث تھے، کاش ایسا خواب اس پر معاصی کو نہ آتا، تو حضور پر ظالموں کو زبان درازی کا موقع ہی نہ ملتا، اس لیے حضور کو منہ نہیں دکھا سکتا، کہ حضور پر جو کلتیں اہل دنیا کی طرف سے زبان درازی کی پڑی ہیں، ان کا سبب یہ عاجز ہے، لیکن کیا کروں خواب کو آتے ہوئے کو رد کرنا میرے اختیار میں نہ تھا، اس لیے معذور ہوں، لیکن ایسے خواب کا صدور اس نالائق سے ہونا موجب ندامت ہے، دراں حالیہ اس مسکین نے حالت بیداری میں اپنی ایسی حالت پر ندامت بھی کی، اور دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ رسول علیہ الصلوٰۃ کی شان میں بڑی سخت گستاخی ہوئی ہے اس واسطے اس غلطی کے تدارک میں ارادۃً رسول علیہ السلام پر درود شریف پڑھا، لیکن وہاں بھی وہی غلطی ہوئی۔ گویا کہ جس معصیت سے توبہ کرتا ہوں اور ارادۃً دور بھاگتا ہوں، وہی صورت مجبوراً درپیش ہوتی ہے، جب دیکھا کہ اس کی تصحیح اب اس وقت قدرت سے خارج ہے تو محض سکون اختیار کیا گیا، دوراں حالیہ صدور معصیت پر توبہ سے ارادۃً توقف خود معصیت ہے لیکن جب کہ توبہ ہی معصیت ہوگئی تو معصیت اور توبہ (معصیت پر معصیت) دونوں سے سکوت لازمی تھا اس لیے سکوت اختیار کیا گیا جو کہ اس وقت یہی اختیاری امر تھا، اس واقعہ پر شورش پسندوں نے غل مچادیا، ان ظالموں کے فہم وادراک پر سخت افسوس ہے کہ جو کچھ اُن کے منہ میں آیا دل کھول کر کہا، حالانکہ میں خود اپنی ایسی حالت کو معیوب اور قابل ندامت تصور کررہا ہوں۔ افسوس کہ نہ تو میں ایسے خواب کا ارادۃً خواہشمند تھا اور نہ خواب آنے پر ہی خوش ہوا اور نہ بطور آزمائش ایسے الفاظ کا تکرار ہی کیا، کہ اب دیکھیں وہی زبان سے نکلتا ہے، یا کچھ اور نہ شوقیہ ہی اس کی طرف رغبت تھی۔ صرف غلطی تو یہ ہوئی کہ میں نے اس خواب کو حضور کی خدمت میں لکھ بھیجا، سو یہ حرکت اس لیے ہوئی کہ نہ تو میری نیت میں کوئی فساد تھا اور نہ ہی علم غیب تھا، کہ اس کو الٹا سمجھنے والے بھی موجود ہیں اپنے مکان پر آج تک ایسے بے بنیاد شورش کا علم ہی نہیں ہوا۔ صرف ایک دوست نے معمولی سی بات سنی تھی کہ کسی پرچہ میں اس خواب پر مولانا صاحب کے برخلاف مضمون شائع ہوا ہے۔ پھر اُسی دوست نے لدھیانہ سے مجھ کو کارڈ کے ذریعہ سے تحریر کیا کہ مولانا صاحب کے برخلاف بڑی شورش ہوئی اور اس کا سبب تم ہو۔ اس لیے مناسب ہے کہ تم کسی پرچہ میں اس شک کو رفع کرو، جو مولانا صاحب کی نسبت لوگوں میں

پیدا ہو گیا ہے۔میں نے اس کے جواب میں بحوالہ آیت جعلنا لکل نبی عدواء یہ لکھا کہ جب ہر نبی کے دشمن ہوئے تو مولانا صاحب وارث الانبیاء ہیں، اس واسطے اگر مولانا صاحب کے ناحق درپے ہو جاویں تو کیا تعجب ہے۔ بلکہ لوگوں کا ناحق درپے آزار ہونا مولانا صاحب کے لیے موجب ترقی درجات ہے۔ یہی تصور کر کے کسی پرچہ میں مخالفین کے برخلاف مضمون شائع کرنے سے باز رہا۔ اور نہ مجھ کو اتنی لیاقت ہی ہے کہ پرچہ میں میرے مضامین شائع ہونے کے قابل ہوں۔ اب حضور کی خدمت میں حاضر ہونے کے لیے گاڑی پر سوار ہوا تو لدھیانہ میں چونکہ والدین ہیں اُن کی خدمت میں حاضر ہونا ضروری تھا اس لیے لدھیانہ چند روز ٹھہرا تو معلوم ہوا کہ شورش پسندوں نے اس واقعہ کو بہت دور تک پہنچایا ہے آخر تھانہ بھون میں حاضر ہوا تو اتفاقیہ الامداد زیر طبع میں وہی مضامین تھے۔ مسجد میں ایک ذاکر صاحؒ کے پاس رسالہ الامداد بابت ماہ جمادی الثانی ۲۶ھ مطالعہ سے گزرا۔ اس میں وہی مضامین تھے، ایک ذاکر صاحؒ سے ملاقات ہوئی جو رامپور ریاست کے باشندے ہیں، اور انہی کی مسجد میں یہ واقعہ مجھ پر گذرا تھا۔ کچھ انہوں نے بھی واقعہ تازہ کر دیا، اس لیے طبیعت پر رنج پر رنج تھا، اور حضور سے بانی عرض معروض کرتے ہوئے شرم آتی تھی، اور نیز حالت بھی میری درست نہیں تھی، اس لیے دست بستہ عرض ہے کہ حضور میری بدلیاقتی سے درگذر فرما کر معافی عطا فرما دیں، واقعہ مجھ سے حضور کو بہت تکلیف پہنچی ہے۔ باقی کچھ حالات پھر بذریعہ پرچہ عرض کروں گا، اور کچھ زبانی، یہ صرف بطور معذرت نامہ کے عرض کر دیا گیا۔ زیادہ حد ادب۔

جواب جو اُن کو زبانی دیا گیا اس کا حاصل یہ ہے" آ رنجیدہ و شرمندہ نہ ہوں۔ لاتزروا زرۃ د زر اُخری آپ کا اس میں کیا جرم ہے، اور اگر میرے رنج سے رنج ہے، تو خود مجھ ہی کو اس لیے زیادہ رنج نہیں ہوا کہ میرا اس سے کوئی ضرر نہیں ہوا، آپ مطمئن رہیے، اور جو حالات آپ کو اپنے کہنا ہوں بے تکلف کہیے، جو خدمت میرے لائق ہو گی اس میں دریغ نہ ہو گا۔

جس سے اُس کی تسلی ہو گئی۔ چنانچہ اس کے جواب میں اُن کے کلام سے ظاہر ہوئی جیسا کہ بالکل ان کے ابتدائی خط کے جواب میں بھی پریشانی میں اُن کی تسلی کی گئی تھی۔

اب میں خاتمہ پر اپنے اور اُن دینی بھائیوں کے لیے موسیٰ علیہ السلام کے الفاظ سے دعا

کرتا ہوں۔

رَبِّ اغْفِرْ لِیْ دَلاَ جِیْ وَ اَدْ خِلْنَا فِیْ رَحْمَتِکَ وَ اَنْتَ اَرْحَمُ الرَّاحِمِیْنَ (ترجیح خامس ص۲۶)

ضمیمہ امداد الفتاویٰ مبوب جلد چہارم

فائدہ ثالثہ دار بعین

از موائد العوئد فی زوائد الفوئد مندرجہ النور، رجب ۱۳۴۷ھ

درتتمہ ترجیح الراجح حصہ ششم فصل دوم

اس کا موقع مضمون متضمن توضیح بعض اجزاء اصل واقعہ از

صاحب واقع کے بالکل ختم پر یعنی انت ارحم الراحیم

کے بعد ہے، یعنی اس کے بعد عبارت ذیل کا اضافہ کیا جائے

وہی ہذا

تذنیب ثانی

نیز تضمین مزید توضیح بعض اجزاء اصل واقعہ از صاحب واقعہ ربیع الاول ۱۳۴۷ھ میں صاحب واقعہ باد دیگر میرے پاس بغرض تربیت باطنہ آئے اور ضروری حالات کی روزانہ اطلاع کے ضمن میں ایک خالص حالت متعلق واقعہ کی تحریر اطلاع حسب ذیل دی۔ جس کے شروع ہی کے سطور سے جو ان کے متاثر من الجذب ہونے پر دال ہیں ان کی مزید معذوری کی صریح توضیح ہوتی ہے نیز احقر کی تعبیر کا ان کی اور اس کی اجابت کے مناسب ہونا بھی مفہوم ہوتا ہے اس تحریر کی بعینہ نقل کرتا ہوں۔ وہو ہذا

علاوہ اس کے ایک اور بات ہے کہ جس کو میں اب تک آپ کی خدمت بابرکت میں عرض نہیں کرسکا۔ میں نے اس کے اخفاء میں دیدہ ودانستہ اغماض نہیں کیا بلکہ اتفاق سے نہیں عرض نہیں کرسکا، وہ یہ کہ خواب کا واقعہ جو ریاست رامپور میں میرے ساتھ ہوا جس میں کلمہ شریف کا ذکر تھا اس کے متعلق بعض نے تو جنون لکھا اور بعض نے فرط محبت وغیرہ، لیکن اس میں جو اصل راز

تھا اس کا علم اللہ تعالیٰ کو ہے یا مجھے۔ راز اس میں یہ تھا کہ ان دنوں میں مجھ پر جذب کے آثار نمایاں تھے اللہ تعالیٰ کی محبت کا غلطہ تھا اس غلبۂ محبت میں مجھے شیخ کی تلاش ہوئی لیکن میں اپنی عقل کو جانتا تھا اور ڈرتا تھا کہ کسی نااہل کی صحبت میں نہ پھنس جاؤں اور پھر جو اہل ہیں ان میں بھی مرتبہ کی حیثیت سے ایک دوسرے پر ایک دوسرے کو فضل ہے اور طبیعت اس امر کی مقتضی تھی کی شیخ وہ انتخاب کروں کہ جس کی نظیر آج تمام دنیا میں موجود نہ ہو تو میری عقل اس کے امتیاز سے عاری تھی۔ یہ امکان تھا کہ میں اپنی عقل سے خود شیخ کا انتخاب کرتا اور عند اللہ اس سے بڑھ کر دنیا میں کوئی اور ہوتا۔ اس لیے میں نے اپنی عقل پر عدم اعتماد کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ ہی کی طرف رجوع کیا۔ میں نے جنگل میں بیٹھ کر رات کے وقت نہایت زاری اور اضطراری سے نہایت پستی اور تذلل سے اللہ تعالیٰ کی درگاہ میں ہاتھ اٹھائے اور عرض کیا کہ اے اللہ میں نہیں جانتا کہ اس وقت دنیا کے اندر سب سے زیادہ مرتبہ والا کا تیرا ولی کون سا ہے اور میری عقل اس بات کے پہچاننے سے عاری ہے۔ اے اللہ! تو میری امداد فرما اور مجھے بتلا دے تا کہ میں اس کی طرف رجوع کروں اور اے اللہ میں صرف واب پر اعتماد نہ کروں گا کیونکہ ممکن ہے کہ شیطان متمثل ہو کر کوئی شکل پیش کر دیوے اور میں دھوکہ میں آجاؤں اور بھی خیال تھا کہ کسی بدعتی پر میرا اعتقاد نہ جمے گا چنانچہ اللہ تعالیٰ نے میری دعا قبول فرمائی اور یہ واقعہ گذرا۔

☆☆☆☆

رضا خانیوں کے بیان کردہ چند خواب

آخر میں ہم رضا خانیوں کے بیان کردہ چند خواب پیش کر رہے ہیں جو انہی کے اصولوں پر کفر و گستاخی بنتے ہیں امید کرتے ہیں کہ رضا خانی دیانت کا ثبوت دیتے ہوئے ان پر بھی فتوی لگائیں گے۔

نبی کریم ﷺ مقتدی مولوی احمد رضا خان حضور ﷺ کے امام

ان کے انتقال کے دن مولوی سید احمد مرحوم خواب میں زیارت اقدس حضور سید عالم ﷺ سے مشرف ہوئے کہ گھوڑے پر تشریف لئے جاتے ہیں عرض کی یا رسول اللہ حضور کہاں تشریف لئے جاتے ہیں فرمایا برکات احمد کے جنازے کی نماز پڑھنے الحمدللہ جنازہ مبارکہ میں نے پڑھایا۔ (ملفوظات، حصہ دوم ،ص ۱۴۲)

اس خواب کے متعلق غلام نصیر الدین سیالوی لکھتا ہے:

”کوئی اس سے پوچھے کیا وہ معاذ اللہ کہتے ان کو پہلے تو پتہ نہیں تھا کہ حضور علیہ السلام جنازہ میں شامل ہیں بعد میں جب پتہ چلا تو اللہ کا شکر ادا کیا کہ سرکار ﷺ نے میرے پیچھے نماز پڑھی اور مجھے اعزاز بخشا تو یہ جائے شکر اور حمد ہی تھی نہ کہ جزع وفزع اور رونے دھونے اور توبہ استغفار کی“۔ (عبارات اکابر کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ ،ص ۳۲۴ ،ج ۱)

معلوم ہوا کہ امام الانبیاء علیہ السلام کو امتی کا مقتدی بنانے پر رضا خانیوں کو فخر ہے مگر کاشف اقبال رضا خانی اس کو گستاخی سمجھتا ہے اور عنوان قائم کرتا ہے ”حضور ﷺ مقتدی اور تھانوی امام نعوذ باللہ (دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف ،ص ۸۸)

مفتی فیض احمد اویسی لکھتا ہے:

”ان خوابوں کی اشاعت کا مقصد اس کے سوا اور کیا ہوسکتا ہے کہ یہ بتایا جائے کہ تھانوی کا اتنا بلند مقام ہے کہ حضور ﷺ بھی ان کی اقتداء کرتے ہیں“۔ (بلی کے خواب میں چھیچھڑے ،ص ۱۹)

حسن علی رضوی میلسی رضا خانی مولوی لکھتا ہے:

"حضور ﷺ اپنی ہر صف و ہر شان میں بے مثل و بے مثال ہیں اور ہر اعتبار سے بے نظیر ہیں نماز قائم ہو چکی ہے اور امام نماز پڑھا رہا ہے دنیا جہاں کا کوئی بھی شخص نماز میں شریک ہونا چاہے گا تو مقتدی بنے گا لیکن حضور ﷺ کی یہ شان اور یہ عظمت ہے کہ آپ اگر شرکت فرما دیں تو حضور خود امام ہوں گے"۔ (برق آسمانی، ص ۶۴)

اب فیصلہ کریں کہ ان مولویوں میں گستاخ کون ہے مسلمان کون سچا کون جھوٹا کون؟

حضور ﷺ کے جسم پر مکھیاں

امام بخاری (علیہ رحمۃ اللہ القوی) کا مبارک خواب

امام بخاری (علیہ رحمۃ اللہ القوی) نے ایک مرتبہ خواب دیکھا کہ میں حضور اقدس ﷺ کی مگس رانی (یعنی جسم اطہر پر بیٹھنے والی مکیاں ہٹاتا ہوں) خواب دیکھ کر پریشان ہوئے کہ مکھی تو جسم اقدس پر بیٹھتی نہ تھی علماء نے تعبیر فرمایا بشارت ہو تمہیں کہ احادیث میں جو خلط (یعنی گڈ مڈ) ہو گیا ہے تم اسے پاک صاف کرو گے"۔ (ملفوظات ج ۲، ص ۲۳۸ مکتبۃ المدینہ)

اب اگر کوئی یہ دعویٰ کرے کہ نبی کریم ﷺ کے جسم اقدس پر مکھیاں بیٹھتی تھیں معاذ اللہ تو رضا خانی اسے گستاخی پر محمول کریں گے مگر چونکہ خواب اپنے مولوی کا تھا اس لئے اس پر مبارک خواب کا عنوان قائم کیا۔

حضور ﷺ بے بس ہیں

بریلوی نباض قوم مولوی ابو داؤد صادق اپنے ہم مسلک پیر سیف الرحمن کا خواب اور اس پر تبصرہ یوں نقل کرتے ہیں:

"پیر سیف الرحمن اپنے معتقد کے خواب کی آڑ میں لکھتے ہیں کہ میں (ملا میر اجان) اور (پیر) مبارک صاحب نبی اکرم ﷺ کے پاس جاتے ہیں...... اور حضور اکرم روتے ہیں اور امتی امتی کہتے ہیں اور مبارک صاحب سے ارشاد فرماتے ہیں کہ میری امت بہت گناہ گار ہے کوشش کرو

''۔(ہدایۃ السالکین،ص ۳۳۲)

کیا کسی سنی کا ایمان وضمیر اس بات کو گوارا کر سکتا ہے کہ معاذ اللہ ایسی بے بسی کے انداز میں روتے ہوئے حضور (ﷺ) اپنی امت کیلئے پیر سیف الرحمن کے حضور سفارش کریں''۔(خطرے کا سائرن،ص ۶۵)

حضور ﷺ پر ایک اور افتراء

(سیف محمدی کی روح) پیر سیف الرحمن کے حوالے سے یہ سیفی نظریہ بھی سنی بریلوی مسلک کے ذمہ لگایا گیا ہے کہ جنگ بدر میں رسول اللہ ﷺ کی تلوار کی روح پر سیف الرحمن تھا''۔(ہدایۃ السالکین،ص ۳۲۸)۔(خطرے کا سائرن،ص ۶۸)

بریلوی پیر امام الانبیاء والصحابہ

پیر سیف الرحمن بریلوی لکھتا ہے:

''صوفی رستم خان نے خواب دیکھا کہا ہے کہ محبت کی حالت میں خواب دیکھتا ہوں کہ حضرت رسول اکرم ﷺ جلوہ افروز ہوا اور اہل الذکر کی بڑی اجتماع کی محضر میں ہمیں ارشاد فرمایا کہ عصر حاضر میں میرا اصلی وارث اور نائب حضرت اخندزادہ سیف الرحمن صاحب ہیں اور اس مبارک محفل میں تمام انبیاء علیہم السلام صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سابقہ اولیائے عظامؒ اور حضرت صاحبؒ کے تمام مریدین موجود ہیں اسی اثناء میں حضرت رسول اکرم ﷺ نے مبارک کو امامت کیلئے آگے کر دیا اور خود حضرت رسول اکرم ﷺ نے تمام حاضرین کے سمیت مبارک صاحب کے پیچھے اقتداء کیا''۔(ہدایۃ السالکین،ص ۳۹۲)

اس خواب پر مولوی ابوداود صادق رضاخانی یوں تبصرہ کرتا ہے:

''پیر سیف الرحمن صاحب کو''امام الانبیاء والصحابۃ والاولیاء'' بنایا اور سب حضرات کے ساتھ خود مقتدی بن کر پیر صاحب کے پیچھے ہاتھ باندھ کر ان کی اقتداء معاذ اللہ استغفر اللہ (خطرے کا سائرن،ص ۷۳)

خواب بریلوی پیر سورج اور شیخ عبدالقادر جیلانیؒ چاند

میں نے خواب دیکھا کہ حضرت غوث الاعظمؒ مشرق کی طرف سے چودھویں کے چاند کی شکل میں نمودار ہوتے ہیں اور حضرت مبارک صاحب مغرب کیطرف سے سورج کی شکل میں جلوہ افروز ہوتے ہیں اور یہی چاند اس سورج میں جذب ہو جاتا ہے''۔

(ہدایۃ السالکین، ص ۳۲۳)

خواب بریلوی پیر شیخ عبدالقادر جیلانیؒ سے افضل

حضرت پیران پیر صاحبؒ عبدیت کے مقام سے مشرف تھے اور سید حضرت مبارک صاحبؒ نے چھ مقامات عبدیت کے مقام سے فوق طے کئے ہیں اور حضرت مبارک صاحبؒ کا مقام پیران پیرؒ کے مقام سے فوق ہے الحمد للہ ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشآء

(ہدایۃ السالکین، ص ۳۲۵)

ٹی وی میں نبی اکرم ﷺ کا سلام

بریلوی فرقہ کے موجودہ سربراہ اختر رضا خان نے ایک پوری کتاب ''ٹی وی موی کا آپریشن'' کے نام سے ٹی وی کی حرمت پر لکھی ہے اور بریلی سے ایک کتاب ''ابلیس کا رقص'' بھی اس ٹی وی کے خلاف شائع ہوئی ہے اب رضا خانیوں کا خواب کی آڑ میں اس حرام چیز کے اندر نبی کریم ﷺ کی توہین ملاحظہ ہو:

''بروز جمعرات میں نے مدنی چینل پر سنہری جالیوں کا روح پرور منظر دیکھا تو یکا یک وہی آواز مجھے پھر سنائی دی الفاظ کچھ یوں تھے میرے الیاس کو تم نے ابھی تک میرا پیغام نہیں پہنچایا''۔(سرکار ﷺ کا پیغام عطار کے نام، ص ۷)

قرآن مجید پاؤں تلے

بریلوی شمس العارفین شمس الدین سیالوی فرماتے ہیں:

''ایک رات خواجہ تونسوی نے خواب دیکھا کہ میرے سر پر پاؤں تلے اور دائیں بائیں قرآن مجید بکھرا پڑا ہے''۔

(مرأت العاشقین، ص ۴۱)

نبی کریم ﷺ کی ہڈیاں قبر مبارک سے چننا

بریلوی شیخ الاسلام طاہر القادری لکھتے ہیں:

کشف المحجوب میں ہے کہ ابتدائے زمانہ میں آپؒ گوشہ نشینی کا ارادہ فرمالیا اور مخلوق سے کنارہ کش ہوگئے تاکہ دل کا تزکیہ کریں اور خالص اللہ جل مجدہ کی اطاعت میں کمربستہ ہوں ایک شب خواب میں دیکھا کہ حضور سید اکرم ﷺ کے جسم اقدس کی ہڈیاں مبارک قبر انور سے چن چن کر جمع کر رہے ہیں اور ان میں سے بعض کو بعض پر ترجیح دے کر پسند کر رہے ہیں"۔

(خوابوں اور بشارات پر اعتراضات کا علمی محاسبہ، ص ۹۴)

☆☆☆☆☆☆☆

قرآنی تراجم پر اعتراضات کا محققانہ جائزہ

نوٹ

تفصیلی اعتراضات اور جوابات کیلئے اور کنز الایمان کی حقیقت جاننے کیلئے ''نور سنت کا کنز الایمان نمبر'' شمارہ مطالعہ فرمائیں

اعتراض ۸۵: اللہ کی طرف ہنسی کی نسبت

اللہ یستہزی بھم (پ ۱، رکوع ۲)

اللہ ان سے ہنسی کرتا ہے (ترجمہ احمد علی لاہوری، ص ۵ طبع لاہور)

اللہ ہنسی کرتا ہے ان سے (محمود الحسن)

اللہ ان سے استہزاء فرماتا ہے جیسا اس کی شان کے لائق ہے (ترجمہ اعلیٰ حضرت)

تمام دیوبندی مترجمین نے اللہ تعالیٰ سے ٹھٹھا ہنسی کرنے کو منسوب کیا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ اس سے پاک و بلند ہے اس لئے ان امور کو خدا تعالیٰ کی طرف منسوب کرنا غلط ہے (دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف، ص ۶۲، ۶۳)

یہ اللہ کی کھلی گستاخی و بازاری الفاظ ہیں (ملخصا سیدنا اعلیٰ حضرت، ص ۱۴، براہین صادق، ص ۳۰۸)

الجواب: عرض ہے کہ اردو زبان میں ''استہزاء'' جو احمد رضا خان نے استعمال کیا اس کا معنی ہے:

''ٹھٹھا کرنا، ہنسی، تمسخر''۔ (نور اللغات، ص ۳۴۴، ج ۱)

تو بات تو وہی آ گئی کان یہاں سے پکڑ و یا وہاں سے استہزاء کا معنی ہنسی، ہنسی کا معنی استہزاء تو ایک اسلام دوسرا کفر کیسے؟ کلب کا معنی کتا کتا کا معنی کلب لیکن ان رضا خانیوں کے نزدیک کلب تو کمال احتیاط ہے مگر کتا بازاری زبان ہے۔

اعتراض ۸۶: اللہ کو ابھی معلوم نہیں ہوا

ولما یعلم اللہ جیسے آیات کے تراجم پر بھی گوہر افشانی کی گئی اور اسے کفر کہا گیا (دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف، ص ۶۴

الجواب: مفتی احمد یار گجراتی لکھتا ہے: تا کہ ہم جان لیں (تفسیر نعیمی، ج ۲، البقرہ آیت ۱۴۳)

حالانکہ اب تک جانا نہیں اللہ نے ان لوگوں کو جو جہاد کریں (نعیمی، ج ۴ ص ۲۰۹)

مولوی عمرا چھروی لکھتا ہے: تا کہ معلوم کرے اللہ تعالی کہ کون ڈرتا ہے اس سے بن دیکھے (مقیاس حنفیت، ص ۲۹۲)

اب غیرت ہے تو یہاں بھی کفر کا فتوی لگاؤ

اعتراض ۸۷: اللہ بھول جاتا ہے

نسو اللہ فنسیھم (پ ۱۰، رکوع ۹)

بھول گئے اللہ کو وہ بھول گیا ان کو (ترجمہ محمود الحسن)

دیو بندی مترجمین نے اللہ تعالی کا بھولنا بیان کیا ہے جو کہ اللہ کیلئے محال ہے دیو بندی تراجم سے واضح ہوا کہ ان کے ہاں خدا کو نسیان ہو سکتا ہے"۔ (دیو بندیت کے بطلان کا انکشاف، ص ۶۵)

الجواب: غلام رسول سعیدی لکھتا ہے: سو اللہ نے بھی ان کو بھلا دیا (تبیان القرآن، ج ۵، ص ۱۸۵)

پیر کرم شاہ بھیروی لکھتا ہے: انہوں نے خدا کو بھلا دیا اور خدا نے ان کو بھلا دیا (ضیاء القرآن، ج ۱، ص ۳۶)

مفتی مظہر اللہ شاہ دہلوی لکھتا ہے: اللہ بھی ان کو بھول گیا (مظہر القرآن، توبہ، ص ۵۶۳)

ابو الحسنات قادری لکھتا ہے: اللہ نے انہیں بھلا دیا (تفسیر الحسنات، توبہ آیت ۶۷)

اب اگر غیرت ہے تو اپنے ان اکابر کو بھی کفر کے گھاٹ اتارو

اعتراض نمبر ۸۸: ووجدک ضالا فھدی (سورۃ الضحی)

اور اللہ تعالی نے آپ ﷺ کو (شریعت سے) بے خبر پایا سو آپ کو شریعت کا راستہ بتلا دیا (حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی صاحبؒ)

اور پایا تجھ کو بھٹکتا پھر راہ سمجھائی (شیخ الہند مولانا محمود حسن دیو بندی رحمۃ اللہ علیہ)

رضا خانی مولوی ان تراجم پر اعتراض کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

"دیو بندی وہابی مترجمین نے ضالا کا ترجمہ بھٹکتا ہوا، بے خبر وغیرہ الفاظ سے کیا جو کہ صریحا غلط ہے اور بے ادبی ہے دیو بندی وہابی مولویوں نے یہ نہ دیکھا کہ کس

کو بھٹکا ہوا اور بے خبر کہہ رہے ہیں رسول کریم ﷺ کی ناموس وعظمت پر دھبہ لگ جائے ان ظالموں کو اس کی کیا پرواہ کاش یہ مترجمین ترجمہ کرنے سے پہلے سابقہ تفاسیر کا بغور مطالعہ کرلیتے تو شائد ایسا نہ ہوتا جو خود بے خبر ہو بھٹکتا پھرتا ہو وہ ہادی اور راہنما کیسے ہوسکتا ہے''

(فیصلہ کیجئے۔از شیر محمد جمشیدی رضا خانی۔ص:۱۷۔۱۸)

(۲) اس کے علاوہ عبدالرزاق بھترالوی نے (تسکین الجنان۔ص۳۷۶)

(۳) رضاء المصطفیٰ اعظمی (کنزالایمان مع خزائن العرفان۔ص:۲)

(۳) ملک شیر محمد اعوان (محاسن کنزالایمان۔ص:۶۶)

(۴) مولوی کاشف اقبال رضاخانی (دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف۔ص:۹۵)

نے بھی ان تراجم پر کم وبیش اسی قسم کا جاہلانہ اعتراض کیا ہے۔

الجواب: رضاخانی مولویوں کا ہمارے اکابر کے کیئے گئے ترجمہ پر اعتراض کرنا محض جہالت کتب تفسیر سے نابلد ہونے اور ضد وتعصب کا نتیجہ ہے۔چونکہ رضاخانیوں نے فیصلہ کرنے کیلئے خود ایک اصول لکھ دیا ہے کہ:

''یہ مترجمین ترجمہ کرنے سے پہلے سابقہ تفاسیر کا مطالعہ کرلیتے تو شائد ایسا نہ ہوتا'' (فیصلہ کیجئے۔ص:۱۷)

لہٰذا اب ہم اسی کسوٹی پر اپنے اکابر کا ترجمہ پرکھتے ہیں۔

حضرت امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر

جمہور کے نزدیک نبی کریم ﷺ نے ایک لحظہ کیلئے بھی کفر نہیں کیا قرآن مجید میں ہے:

ما ضل صاحبکم وما غوی

اور انہوں نے اس آیت کے متعدد محامل بیان کیئے ہیں:

ضال: کا معنی غافل حضرت ابن عباس حسن بصری ضحاک اور شہر بن حوشب نے کہا کہ آپ کو احکام شریعت سے بے خبر پایا تو آپ کو ان کی

ہدایت دی اور اس کی تائید ان آیات میں ہے:

ما کنت تدری ما الکتاب و لا الایمان (الشوریٰ:۵۲) و ان کنت من قبلہ لمن الغافلین (یوسف:۳)

(تفسیر کبیر۔ج:۱۱۔ص:۱۹۷)

قاضی ثناء اللہ پانی پتی حنفی رحمۃ اللہ علیہ

''علامات نبوت اور احکام شریعت سے بے خبر اور ان تمام علوم سے لاعلم جن کو جاننے کا ذریعہ سوائے نقل کے نہیں ہے۔اسی مفہوم کے مثل آیت و ان کنت من قبلہ لمن الغافلین اور آیت ما کنت تدری ما الکتاب والایمان کا مفہوم ہے''۔(تفسیر مظہری۔ج:۲۱۔ص:۲۹۲)

امام عبداللہ احمد النسفی رحمۃ اللہ علیہ

و وجد ضالا ای غیر واقف علی معالم النبوت و احکام الشریعۃ و ما طریقہ السمع (فھدی) فعرفک الشرائع و القرآن'' (تفسیر مدارک۔ج۳۔ص:۶۵۴۔۶۵۵)

بیضاوی شریف

و وجدک ضالا عن علم الحکم و الاحکام فھدی فعلمک بالوحی و الالھام و التوفیق للنظر

زاد المسیر فی علم التفسیر لابن الجوزیؒ

فیہ ستۃ اقوال: احدھا: ضالا عن معالم النبوۃ و احکام الشریعۃ فھداک الیھا قال الجمھور منھم الحسن و الضحاک

تفسیر خازن

ووجدک ضالا ای عما انت علیھا الیوم (فھدی) ای فھداک الی توحیدہ و نبوتہ و قیل ووجدک ضالا عن معالم النبوۃ و احکام الشریعۃ فھداک الیھا

امام ابو منصور ماتریدی رحمۃ اللہ علیہ

غلام رسول سعیدی امام صاحب کے حوالے سے لکھتے ہیں:

"یعنی ہمارے وحی کرنے سے پہلے اور ہمارے علم عطا کرنے سے پہلے از خود اپنی عقل سے دین کا اور شریعت کے احکام کا علم نہ تھا اور جب ہم نے آپ کی طرف وحی کی اور آپ کو علم عطا فرمایا تو آپ کو ایمان کی اور کتاب کی تفصیلات کا علم ہوا"

(تاویلات اہل السنۃ۔ ج ۵ ص: ۴۷۷۔ ۸۔ ۴۷۴ بحوالہ تبیان القرآن ج ۱۲ ص ۸۲۴)

قاضی عیاض مالکی رحمۃ اللہ علیہ

ضالا: عن شریعتک ای لا تعرفھا فھداک الیھا

(شفاء ج ۲ ص ۷۱ مکتبہ حقانیہ)

شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ

یعنی و دریافت ترا راہ گم کردہ پس راہ نمود ترا و بیان ایں ہدایت و ضلال انست کہ آنحضرت ﷺ بعد از رسیدن بحد بلوغ بسبب کمال اینقدر معلوم شد کے عبادت بتاں و رسوم جاہلیت ہمہ ہیچ و پوچ است در پے تفتیش دین حق شدند و از زبان پیران کہنہ سال شنیدند کہ اصل دین با دین حضرت ابراہیم است آنحضرت ﷺ را ایں خیال در سر افتاد کہ عبادت بتاں را گذاشتہ و رسوم

جاہلیت راہ ترک دادہ متوجہ برب ابراہم وادعبادت کنم لیکن چوں ملت ابراہیمی کسے راہ یادنماندہ بودونہ درکتابی مدون بودونہ آنحضرت ﷺ را قدرت خواندن کتاب حاصل ناچار درتلاش احکام ایں ملت بیتاب و بیقرار بودند وبقدر معلوم ازتسبیحات وتہلیلات وتکبیرات واعتکاف وغسل ازجنابت دارے مناسک حج ودیگر اموراز ہمیں جنس اشتغال می ورزیدند تا آنکہ حق تعالی ایشانرابوحی خود براصول ملت حنیفی آگاہ ساخت'' (تفسیر عزیزی۔ج ۲ ص ۲۲۰)

اکابر دیوبند کا ترجمہ ہی جمہور کے مطابق ہے

ان تمام جمہور مفسرین جن میں ضحاک اور حسن بصری جیسے آئمہ ہیں اس آیت کا مطلب یہی بیان کیا کہ آپ ﷺ کو احکام شریعت کی تفصیل کا علم نہ تھا آپ اس سے بے خبر تھے تو اللہ تعالی نے احکام شریعت کا علم آپ کو عطا کیا اور اس کی طرف راہنمائی کی یہی ترجمہ حضرت تھانوی علیہ الرحمۃ کا ہے۔ یہ کتنا کھلا ہوا تضاد ہے کہ احمد رضا خان بریلوی کا ترجمہ جو محض بعض صوفیاء سے منقول ہے اسے تو عشق کی معراج قرار دے دیا جائے اور حضرت تھانوی علیہ الرحمۃ کا ترجمہ جو جمہور کے مطابق ہے اس پر فتوے لگ جائیں۔ اب رضا خانی ہمت کریں اور ان مفسرین کو بھی معاذ اللہ گستاخ کہیں۔

مفسرین نے اس آیت کی ایک تفسیر اور بھی بیان کی ہے کہ آپ اپنے دادا عبد المطلب سے گم ہو گئے تھے تو ابو جہل آپ ﷺ کو ان کے پاس لایا جیسے فرعون سے موسی علیہ السلام کی پرورش کروائی۔ یا آپ ﷺ بی بی خدیجہ ؓ کے غلام میسرہ کے ساتھ جا رہے تھے ایک کافر نے آپ کے اونٹ کی مہار پکڑی اور آپ سے راستہ گم ہو گیا اللہ تعالی نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو آدمی کی شکل میں بھیجا اور آپ ﷺ کو قافلے کے ساتھ ملا دیا۔

(تفسیر کبیر ج ۱۱ ص ۱۹۷، تفسیر عزیزی ج ۲ ص ۲۲۱، تفسیر مدارک ج ۳ ص ۶۵۵، تفسیر ابن کثیر ج ۸ ص ۴۲۶، تفسیر مظہری ج ۱۲ ص ۲۹۲)

اگر اس تفسیر کو سامنے رکھا جائے تو حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کا ترجمہ:

"اور پایا تجھ کو بھٹکتا پھر راہ سمجھائی"

بالکل درست بنتا ہے اور سرے سے کوئی اشکال ہی وارد نہیں ہوتا حضرت شاہ عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اسی ترجمہ کو ملحوظ رکھا۔ یہ کھلا ہوا تعصب ہے کہ رضا خانی بے خبر اور بھٹکتا ہوا کو راہ حق اور اسلام سے معاذ اللہ بے خبری پر محمول کر رہے ہیں۔ غلام رسول سعیدی صاحب لکھتے ہیں کہ:

"ضال کا معنی ہے سیدھے راستے کو ترک کرنا۔ خواہ یہ ترک عمداً ہو یا سہواً۔ کم ہو یا زیادہ تو کسی شخص سے کوئی بھی کسی قسم کی خطا ہو جائے تو اس کیلئے ضال کا لفظ استعمال کرنا صحیح ہے اس لئے لفظ ضلال کی نسبت انبیاء علیہم السلام کی طرف بھی ہوتی ہے اور شیطان کی طرف بھی ہوتی ہے اگرچہ دونوں کے ضلال میں بہت فرق ہے۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی ﷺ کے متعلق فرمایا ووجدک ضالا فھدی (الضحیٰ: ۷) یعنی جب آپ کو نبوت پر فائز کیا تو آپ مکمل شریعت سے آگاہ نہ تھے"

(المفردات ج ۴ ص ۳۸۸۔۳۸۹ ملخصا بحوالہ تبیان القرآن ج ۱۲ ص ۸۲۲)

یہاں بھی نظر کرم ہو

مولوی غلام رسول سعیدی امام ابو منصور ماتریدیؒ کے حوالے سے لکھتے ہیں:

"ضال کا معنی ہے غافل اس آیت کے معنی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو انبیاء متقدمین اور صالحین کی خبروں سے غافل پایا۔ بعض علماء نے کہا آپ کو گمراہ قوم میں پایا تو آپ کو ہدایت دی"۔

(تبیان القرآن ج ۱۲ ص ۸۲۴۔۸۲۵)

تفسیر کبیر کے حوالے سے لکھتے ہیں:

"ضال کا معنی ہے معرفت سے عاری ہونا جب آپ ایام طفولیت میں تھے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو "ضال" پایا یعنی علوم و معارف سے خالی پایا"

(تبیان القرآن ج ۱۲ ص ۸۲۶)

آل رضا کو حضرت تھانوی علیہ الرحمۃ کے ترجمہ میں "بے خبر" سے تو بڑی تکلیف ہوئی یہاں بھی:

غافل۔ہدایت دی،معرفت سے عاری

کے الفاظ پر کچھ نظر کرم فرمائیں گے؟ اگر آپ کی طرح کوئی بے حیائی پر اتر آئے تو کہہ سکتا ہے کہ ان مفسرین کی تفاسیر کو پڑھ کر تو لگتا ہے:

''نبی کریم ﷺ حق سے بے خبر ہدایت ومعرفت سے عاری تھے''

العیاذ باللہ نقل کفر کفر نہ باشد

احمد رضا خان صاحب قارونی کے ترجمہ پر ایک نظر

رضا خانیوں کو بڑا ناز ہے کہ ہمارے اعلیحضرت نے اس آیت کا ترجمہ:

''اور تمہیں اپنی محبت میں خود رفتہ پایا تو اپنی طرف راہ دی''

کر کے گویا کمال کر دیا اس ترجمہ پر کوئی تبصرہ کرنے سے پہلے ایک رضا خانی اصول ملاحظہ فرمائیں:

(۱) پیر کرم شاہ صاحب لکھتے ہیں کہ:

''ہر ایسے لفظ کا استعمال بارگاہ رسالت میں ممنوع ہے جس میں تنقیص اور بے ادبی کا احتمال ہو''۔(ضیاء القرآن:ج۱:ص ۸۳)

(۲) مفتی احمد یار صاحب نعیمی لکھتے ہیں کہ:

''اللہ تعالی اور حضور ﷺ کی شان میں ایسے الفاظ بولنا حرام ہیں جن میں بے ادبی کا ادنی شائبہ بھی ہو''۔(تفسیر نعیمی:ج۱:ص ۵۳۷)

(۳) پیر ابو الحسنات قادری لکھتے ہیں کہ:

''جس کلمہ میں ان کی شان میں ترک ادب کا وہم بھی ہو وہ زبان پر لانا ممنوع ہے''۔(تفسیر الحسنات:ج۱:ص ۲۴۵)

(۴) بریلوی صدر الافاضل مولوی نعیم الدین مراد آبادی صاحب لکھتے ہیں کہ:

''جس کلمہ میں ترک ادب کا شائبہ بھی ہو وہ زبان پر لانا ممنوع ہے''۔

(خزائن العرفان:ص ۲۹۔مطبوعہ ضیاء القرآن لاہور)

(۶) مولوی حسن علی رضوی میلسی لکھتا ہے کہ:

''جن الفاظ کا معنی صحیح اور ایک معنی غلط اور بے ادبی وگستاخی پر مبنی ہو ایسا ذومعنی الفاظ بھی سخت ممنوع ہے۔ للکفرین میں واضح اشارہ ہے۔ انبیاء علیہم السلام کی شان ارفع میں ادنی بے ادبی بھی کفر قطعی ہے''۔

(محاسبہ دیوبندیت: ج ۲ ص ۳۷۵)

ان حوالوں سے معلوم ہوا کہ رضا خانیوں کے نزدیک اگرچہ لفظ بظاہر صحیح ہو مگر اس کا دوسرا معنی گستاخی بے ادبی پر مشتمل ہو یا اس کا شائبہ تک ہو تو ایسا لفظ انبیاء علیہم السلام کی شان میں گستاخی، اور گستاخی کرنا قطعی کفر ہے۔ اب مولوی احمد رضا خان بریلوی نے اللہ کے پیارے رسول اللہ ﷺ کیلئے ترجمہ کیا:

''اور تمہیں اپنی محبت میں خودرفتہ پایا تو اپنی طرف راہ دی''

دوسری طرف زلیخا کیلئے بھی یہی الفاظ استعمال کیے:

انا لنراھا فی ضلال مبین (یوسف: ۳۰)

ہم تو اسے صریح خودرفتہ پاتے ہیں

اب دیکھئے زلیخا کا خودرفتہ ہو کا کسی طور پر بھی اچھی نیت سے نہ تھا اس کی محبت تو شہوت اور غلط مقصد کیلئے تھی اب یہی لفظ جو انتہائی غلط معنی رکھتے ہیں نبی علیہ السلام کی محبت اور تڑپ کیلئے بھی استعمال کیئے تو بتائے ایسا محبت اور تڑپ کیلئے بھی استعمال کیا تو بتائے ایسا ذومعنی لفظ استعمال کرنا عشق ومحبت ہے یا کھلا ہوا کفر؟

رضا خانیوں کو ''بے خبر'' اور ''بھٹکتا'' پر تو بڑا غصہ آیا مگر کیا انہوں نے ''خودرفتہ'' کے معنی بھی لغت میں دیکھے ہیں؟ اگر نہیں تو ملاحظہ ہو:

''خودرفتہ: بے خبر، بے خود، جسے اپنے آپ کی خبر نہ ہو''

(فیروز اللغات ص: ۵۹۹)

لیجئے خودرفتہ کے معنی بھی ''بے خبر'' ہی ہیں اگر حضرت تھانوی علیہ الرحمۃ نے معاذ اللہ کفر کر دیا تو احمد رضا خان بریلوی بھی بچ کر نہیں جا سکتا۔ اسی طرح ایک آیت کا ترجمہ کرتے ہیں:

قل ان ضللت فانما اضل علی نفسی (السبا: ۵۰)

تم فرماؤ اگر میں بہکا تو اپنے ہی برے کو بہکا

جواب دو یہاں تو ''خودرفتہ'' ترجمہ کرنے کا خیال نہیں آیا بلکہ صاف طور پر دومرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو ''بہکا ہوا'' کہا اب ذرا اس کا معنی بھی اپنی محبوب لغت میں ملاحظہ فرمالیں:

بہک جانا: (محاورہ) گمراہ ہوجانا، غلطی کرنا، بدمست ہوجانا، دھوکا کھانا''

(فیروز اللغات۔ ص ۲۲۷)

رضاخانیو!

ان بزرگوں کو برا کہنے سے کیا پھل پاؤ گے
دیکھ لو گے تم بھی اس کی کیا سزا کل پاؤ گے

گھر کی گواہی

حافظ نذر احمد صاحب اس آیت کا لفظی ترجمہ کرتا ہے:

ووجدک ضالا — اور آپ کو پایا

ضالا — بے خبر

فھدی — تو ہدایت دی

(آسان ترجمہ قرآن۔ ص:۱۲۶۹)

اس ترجمہ کی تائید مفتی محمد حسین نعیمی بریلوی مہتمم جامعہ نعیمیہ لاہور اور مولوی سرفراز نعیمی جیسے آپ کے جید اکابر نے کی ہے۔

رضاخان بریلوی کے والد نقی علی خان صاحب اسی آیت کا ترجمہ کرتے ہیں:

''اور پایا تجھے راہ بھولا پھر تجھے راہ بتائی'' (الکلام الاوضح۔ ص:۶۷)

مظہر اعلی حضرت حشمت علی رضوی صاحب لکھتے ہیں:

''اور پایا تجھے راہ بھٹکا ہوا پس ہدایت فرمائی''

(۱۵ تقریریں۔ ص:۳۴۰ نوری کتب خانہ لاہور)

لو جی حضرت محمود حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ترجمہ آپ کے گھر سے برآمد ہو گیا اب اپنی کفر ساز مشین گن سے دو تین گولے اپنے ان اکابر کی قبروں پر بھی برساؤ

ابھی ابتدائے عشق ہے روتا ہے کیا
آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا

سابقہ اکابر کے تراجم

دریافت تراہ گم کردہ یعنی شریعت نمی دانستی پس راہ نمود (شاہ ولی اللہؒ)
یعنی ودریافت ترا راہ گم کردہ پس راہ نمود ترا
(شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ تفسیر عزیزی ج ۲ ص ۲۲۰)
بھٹکتا پر تو بڑا اعتراض ہے یہاں ''راہ گم کردہ'' پر کیا فتوی ہے؟
اور پایا تجھ کو راہ بھولا ہوا پس راہ دکھائی (شاہ رفیع الدین دہلویؒ)
اور پایا تجھ کو بھٹکتا پھر راہ دی (شاہ عبدالقادر دہلویؒ)

شاہ عبدالقادر دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا ترجمہ سامنے رکھو

رضاخان بریلوی کا بریلویوں کو حکم

شاہ صاحب کے اسی ترجمے جس کو حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ نے برقرار رکھا کہ متعلق آل رضا کے پیشوا احمد رضا خان صاحب بریلوی رضاخانی لکھتے ہیں کہ:

''فقیر کی رائے قاصر یہ ہے کہ مولانا شاہ عبدالقادر صاحب کا ترجمہ پیش نظر رکھا جائے''

(فتاوی رضویہ ج ۱۲ ص ۳۴ سنی دالاشاعت فیصل آباد: وج ۲۶ ص ۴۵۷ جدید)

مگر خان صاحب کی ناخلف اولاد آج اسی ترجمہ کو گستاخانہ کہہ رہی ہے۔

اعتراض نمبر ۸۹:

ولقد همت به وهم بها

اس عورت کے دل میں ان کا خیال جم ہی رہا تھا اور ان کو بھی اس عورت کا کچھ خیال ہو چلا تھا (ترجمہ حکیم الامت تھانوی نور اللہ مرقدہ)

اور البتہ عورت نے فکر کیا اس کا اور اس نے فکر کیا عورت کا (ترجمہ شیخ الہند رحمہ اللہ)

اب رضاخانی فکر کی عکاسی یہ ہے کہ دونوں تراجم میں عصمت انبیا مجروح ہوتی ہے۔ (انوار کنز الایمان ص ۱۲)

دیوبندی تراجم سے معلوم ہو رہا ہے کہ سیدنا یوف علیہ السلام نے بھی زنا کا ارادہ کرلیا تھا نعوذ باللہ (دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف، ص ۹۲)

الجواب:

قارئین گرامی قدر صاف اور آسان سی بات ہے کہ حکیم الامت نے جو کچھ لکھا ہے کہ بریلوی مسلک کے بیماروں کے حکیم نے بھی یہی کچھ لکھا ہے کہ همت به میں هم کے معنی ارادہ زنا ہیں اور هم بها میں اس کے معنی قلب کی غیر اختیاری رغبت جس کے ساتھ قصد نہیں ہوتا یعنی زلیخا نے تو یوسف علیہ السلام کا ارادہ کیا اور ان کے دل میں رغبت غیر اختیاری پیدا ہوئی جو کہ نہ گناہ ہے نہ جرم (جاء الحق ص ۴۴۰)

مولوی احمد رضا خان صاحب لکھتے ہیں

> "اللہ تعالی کے ارشاد ولقد همت به و هم بها الخ کے بارے میں کئی فقہاء و محدثین کا مذہب یہ ہے کہ ارادہ نفس پر مواخذہ نہیں اور نہ یہ گناہ ہے کیونکہ حدیث قدسی میں ہے کہ جب بندہ گناہ کا ارادہ کرے لیکن اس کو عملی جامہ نہ پہنائے تو اس کیلئے نیکی لکھی جاتی ہے لہٰذا ارادہ کے ساتھ جب نفس کی آمادگی ہوگی تو گناہ ہے لیکن آمادگی اور تعلق خاطر کے بغیر معاف ہے (یعنی صرف ارادہ معاف ہے) یہی حق ہے اور یوسف علیہ السلام کا ارادہ بھی اسی نوعیت کا تھا الخ"۔
>
> (تعلیقات رضا۔ ص ۲۹۸ مترجم مولوی محمد صدیق ہزاروی مطبوعہ کرمانوالہ بک شاپ لاہور)

ابوالحسنات قادری صاحب لکھتے ہیں جنکی تفسیر بریلوی رازی وغزالی احمد سعید کاظمی کی مصدقہ ہے کہ هم دو قسم ہیں ایک هم ثابت اور وہ وہ ہے جس کے ساتھ ارادہ اور پختگی اور رضا ہو مثل امراۃ عزیز کے کہ اس کی نیت یقینا بدی کی طرف مائل ہو چکی تھی اور دوسرا هم عارض ہے اور وہ خطرہ اور

حدیث نفس ہے جس میں کسی قسم کا اختیار وعزم نہیں ہوتا مثل ھم یوسف علیہ السلام کے۔(تفسیر الحسنات ج ۳ ص ۲۵۸)

لہٰذا معلوم ہوگیا کہ حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کی صفائی بریلوی حضرات کے گھر سے ہوگئی۔باقی رہا حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ کا ترجمہ کہ اس نے فکر کیا عورت کا تو صاف سا مطلب ہے جو کہ شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانی صاحبؒ نے لکھا کہ عورت نے پھانسنے کی فکر کی اور اس نے فکر کی کہ عورت کو داؤ چلنے نہ پائے۔(تفسیر عثمانی)

تو اب بتائے کیا قباحت ہے اس میں؟

مفتی احمد یار خان گجراتی لکھتے ہیں۔دوسری تفسیر یہ ہے کہ بِہٖ پر وقف نہ کرو بلکہ بھاتک ایک ہی جملہ مانو اور آیت کے معنی یہ ہوں کہ بے شک زلیخا نے یوسف علیہ السلام کا اور انہوں نے زلیخا کا ھَمّ کر لیا لیکن اب ان دونوں ھموں میں فرق کرنا ضروری ہے۔

(جاء الحق ص ۴۳۹،۴۴۰)

مولوی مصطفےٰ رضا خان کے خلیفہ مجاز ڈاکٹر محمد علوی مالکی صاحب لکھتے ہیں:

> ”اگر ہم بھا پر وقف کیا جائے تو معنی اس طرح ہوگا عزیز مصر کی عورت نے یوسف کے ساتھ برے فعل کا قصد کیا اور یوسف نے اس عورت سے اجتناب کا قصد کیا“۔(اصول ترجمہ وتفسیر قرآن ص ۹۲)

مولوی غلام رسول سعیدی صاحب لکھتے ہیں

”اس عورت نے ان (سے گناہ) کا قصد کر لیا اور انہوں نے (اس سے بچنے کا) قصد کیا“۔(تبیان القرآن ج ۵ ص ۷۲۴)

آگے لکھتے ہیں

> ”حضرت یوسف کے ھم سے مراد یہ ہے کہ مردوں کے دلوں میں عورتوں کی شہوت سے جو طبعی تحریک ہوتی ہے وہ تحریک ہوئی اگرچہ وہ اپنے آپ کو کنٹرول میں رکھتے ہیں“۔(تبیان القرآن ج ۵ ص ۷۲۳)

آگے لکھتے ہیں

''انہوں نے بدکاری اور گناہ سے بچنے کا قصد کیا اس کی یہ وجہ نہیں تھی کہ وہ بدکاری پر قادر نہیں تھے بلکہ اسکی وجہ یہ تھی کہ وہ اللہ کی شریعت کی برھان سے واقف تھے''۔ (تبیا القرآن ج ۵ ص ۷۳۹)

مفتی احمد یار خان گجراتی لکھتے ہیں:

''ہمارے سلجھے ہوئے مفسرین نے دو باتیں بیان کی ہیں اگرچہ میں ان سے متفق نہیں مگر ان کے نقل کرنے میں مضائقہ نہیں ایک قول یہ ہے کہ ہم بھا اور یوسف بھی اس کے قتل کر ارادہ کر لیتے یعنی زلیخا نے گناہ کا ارادہ کر لیا اور یوسف نے اس کے قتل۔ دوسرا یہ کہ زلیخا نے گناہ کا ارادہ کر لیا تھا اور یوسف نے جسن زلیخا کو دیکھ کر اپنی قوت مردمی میں ھیجان محسوس کیا اگرچہ فعل بد سے متنفر ہی رہے جیسے کہ کوئی جانور کو صحبت کرتا دیکھ کر انسان کی قوت مردمی میں ہیجان پیدا ہوتا ہے حالانکہ اس جانور سے محبت کرنا قطعا گوارا نہیں ہوتا''۔

(تفسیر نعیمی ج ۱۲ ص ۴۳۸)

ہم اس بات کو ختم کرتے ہیں اور بریلویوں کو کہتے ہیں جو تم نے ٹیم بٹھائی ہے تراجم پر کام کرنے کیلئے انہوں نے اس آیت کی تفسیر میں در منثور کے ترجمہ میں جو کچھ لکھا ہے وہی پڑھ لو اگر تم میں شرم وحیا کی رتی بھی ہوئی تو آئندہ اہلسنت پر اعتراض نہ کرو گے۔

اعتراض نمبر ۹۰:

حتی اذا استیئس الرسل وظنوا انھم قد کذبوا۔

یہاں تک کہ جب نا امید ہونے لگے رسول اور خیال کرنے لگے کہ ان سے جھوٹ کہا گیا تھا۔ (ترجمہ شیخ الہند رحمہ اللہ)

بریلوی محقق یوں ناراض ہونے لگے کہ

''یاد رکھیئے انبیاء علیہم السلام کو خدا کی نصرت اس کی رحمت صدق یا ایفائے عہد سے نا امید ہونے والا لکھ دیا اپنی سچائی میں شک کرنے والا یا اللہ کی طرف جھوٹ کا گمان کرنے والا لکھ دیا۔ یہ ایک مستقل کفر ہے''۔

(فیصلہ کیجیے ص ۵۰، آؤ حق تلاش کریں ص ۴۰)

دیوبندی مترجمین کے تراجم سے یہ بات ثابت ہو رہی ہے کہ ایک تو انبیائے کرام تائید ربانی سے ناامید ہو گئے اور دوسرا خدا تعالیٰ نے تائید و نصرت وعدے فرمائے تھے سب جھوٹے تھے نعوذ باللہ (دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف، ص ۹۳، ۹۴)

الجواب: اس لفظی ترجمے پر اعتراض ہے یا اس کے مفہوم پر؟ اگر لفظی ترجمے پر اعتراض ہے تو دیکھئے یہ تو آپ کے گھر کے جید حضرات نے بھی لکھا ہے

ابوالحسنات قادری صاحب لکھتے ہیں:

حتی اذا استیئس۔۔

یہاں تک کہ جب مایوس ہو گئے

وظنوا اور خیال کر چکے

انھم کہ وہ۔

قد یقینا

کذبوا وہ جھٹلائے گئے

(تفسیر الحسنات ج ۳ ص ۳۲۵)

۲۔ شیخ سعدیؒ نے بھی ترجمہ یہی کیا ہے جو فاضل بریلوی کا مصدّقہ ہے۔

۳۔ بریلوی اکابر کا مصدقہ ترجمہ آسان ترجمہ قرآن میں ہے۔ یہاں تک جب مایوس ہونے لگے رسول (جمع) اور انہوں نے گمان کیا کہ وہ ان سے جھوٹ کہا گیا۔ (ص ۵۴۶)

اور اس کا مفہوم یہ بنتا ہے جو اس ترجمہ کے حاشیہ پر شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ نے بیان کر دیا ہے اور وہ یہ ہے کہ عذاب آنے میں اتنی دیر ہوئی کہ منکرین بالکل بے فکر ہو کر بیش از بیش شرارتیں کرنے لگے یہ حالات دیکھ کر پیغمبروں کو ان کے ایمان لانے کی کوئی امید نہ رہی، ادھر خدا کی طرف سے ان کو ڈھیل اس قدر دی گئی کہ مدت دراز تک عذاب کے کچھ آثار نظر نہ آتے تھے غرض دونوں طرف سے حالات و آثار پیغمبروں کیلئے (ظاہری اسباب کے طور پر) یاس انگیز تھے یہ منظر دیکھ کر کفار نے یقینی طور پر خیال کر لیا کہ انبیاء سے جو وعدے ان کی نصرت اور ہماری ہلاکت کے کئے گئے تھے سب جھوٹی باتیں ہیں عذاب وغیرہ کا ڈھکوسلہ

صرف ڈرانے کے واسطے تھا کچھ بعید نہیں کہ ایسی مایوس کن (ظاہر طور پر) اور اضطراب انگیز حالت میں انبیاء کے قلوب میں بھی یہ خیالات آنے لگے ہوں کہ وعدہ عذاب کو جس رنگ میں ہم نے سمجھا وہ صحیح نہ تھا۔ یا دساوس وخطرات کے درجہ میں بے اختیار یہ وہم گزرنے لگے ہوں کہ ہماری نصرت اور منکرین کی ہلاکت کے جو وعدے کئے گئے تھے کیا وہ پورے نہ کئے جائیں گے الخ۔

آگے حضرت تنبیہ ا کے تحت پھر لکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی غیر محدود رحمت ومہربانی سے مایوس ہونا کفر ہے لیکن ظاہری حالات واسباب کے اعتبار سے ناامید کفر نہیں یعنی یوں کہہ سکتے ہیں کہ فلاں چیز کی طرف سے جہاں تک اسباب ظاہری کا تعلق ہے مایوسی ہے لیکن حق تعالیٰ کی رحمت کاملہ سے مایوسی نہیں آیت حتی اذا استیئس الرسل الخ میں یہی مایوسی مراد ہے جو ظاہری حالات وآثار کے اعتبار سے ہو ورنہ پیغمبر خدا کی رحمت سے کب مایوس ہو سکتے ہیں الخ (تفسیر عثمانی ص ۳۲۹)

تقریباً یہی بات تفسیر مظہری والے نے بھی لکھی ہے۔ القصہ اس مفہوم پر دو اشکال ہو سکتے ہیں

۱۔ انبیاء سے کیا فہم میں غلطی ہو سکتی ہے؟

۲۔ کیا انبیاء کو وسوسہ ہو سکتا ہے؟

تو ہم عرض کرتے ہیں کہ پیر مہر علی شاہ صاحب فرماتے ہیں:

> ”خطاء فی التعبیر اولیاء بلکہ انبیاء سے بھی واقع ہوئی ہے چنانچہ سال حدیبیہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے رؤیا میں دیکھا کہ ہم بیت اللہ میں داخل ہوئے بنابریں مدینہ طیبہ سے اسی قصد سے روانہ ہوئے لیکن جب حدیبیہ میں پہنچے تو کفار مکہ مانع ہوئے آخر اس پر صلح ہوئی کہ آپ آئندہ سال مکہ میں داخل ہوں۔ صحابہ کرام نے عرض کیا کہ یارسول اللہ مکہ میں تو داخلہ تو آپ کو بطریق رؤیا معلوم ہوا تھا پس تخلف کیسے واقع ہوا فرمایا مقصود اصلی مکہ میں داخل ہونا ہے خواہ وہ امسال ہو یا آئندہ سال، پس خطاء فی التعبیر ہے نہ اصل واقعہ میں“ (ملفوظات مہریہ ص ۵۴)

امید ہے معمہ حل ہو گیا ہو۔

دوسرے اعتراض کے جواب میں ہم عرض کرتے ہیں کہ

مفتی احمد یار نعیمی گجراتی لکھتے ہیں: انبیاء سے خطاء ہو سکتی ہے (ص ۴۴۰ جاء الحق)

دوسری جگہ لکھتے ہیں: یہ دو پیغمبر شیطانی وسوسہ سے بھی محفوظ ہیں۔ (جاء الحق ص ۴۲۹)

اس کا مطلب ہے باقی محفوظ نہیں۔

ایک جگہ لکھتے ہیں: وسوسہ انبیاء کرام کو بھی ہو سکتا ہے۔ (نور العرفان ص ۱۸۳۱ نعیمی کتب خانہ)

بریلوی مسلک میں تو انبیاء کرام سے گناہ کبیرہ بھی صادر ہو جاتا ہے مفتی احمد یار خان نعیمی گجراتی لکھتے ہیں انبیاء کرام ارادۃً گناہ کبیرہ کرنے سے ہمیشہ معصوم ہیں کہ جان بوجھ کر نہ تو نبوت سے پہلے گناہ کبیرہ کر سکتے ہیں اور نہ اس کے بعد ہاں نسیانا خطاء صادر ہو سکتے ہیں۔ (جاء الحق ص ۴۲۷)

اب آگے بھی سنئے

ابو البرکات قادری صاحب خلیفہ فاضل بریلوی لکھتے ہیں اگر انبیاء وحی سے پہلے جھوٹ اور گناہوں سے معصوم نہ ہوں گے تو ان کے دعوی نبوت میں شبہ ہوگا۔ (ترجمہ تمہید ابو شکور سالمی ص ۱۶۷)

اس کتاب کی تیاری میں کئی بریلوی علماء کی کاوشیں ہیں بالخصوص شرف قادری صاحب وغیرہ آگے لکھتے ہیں:

اگر ہم کبیرہ کو جائز قرار دیں تو ان سے کفر بھی جائز ہوگا۔ (ترجمہ تمہید ابو شکور ص ۱۶۷)

میرے خیال میں اب اس ترجمے پر کوئی اشکال نہیں رہا۔

اعتراض نمبر ۹۱: انا فتحنا لک فتحا مبینا لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک و ما تاخر (الفتح پ ۲۶)

بے شک ہم نے آپ ﷺ کو ایک کھلم کھلا فتح دی تا کہ اللہ تعالی آپ ﷺ کے سبب اگلی پچھلی خطائیں معاف فرمادے۔ (حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ)

ہم نے فیصلہ کر دیا تیرے واسطے صریح فیصلہ تا کہ معاف کرے تجھ کو اللہ جو آگے ہو چکے تیرے گناہ اور جو پیچھے رہے۔ (شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ)

ان تراجم پر رضاخانیوں کو اعتراض ہے کہ:

''مسلمانو! غور فرمائیے! دیوبندیوں اور نجدی وہابی مولویوں کے تراجم سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ رسول کریم ﷺ پہلے بھی گناہ گار تھے اور آئندہ بھی گناہوں کی امید تھی جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کو ایک سند دینا پڑی کہ ہم نے آپ کے اگلے پچھلے تمام گناہ معاف کر دئے۔ معاذ اللہ''۔ (فیصلہ کیجئے۔ ص:۱۹)

اسی طرح حشمت علی کے بھائی مولوی محبوب علی خان نے ان تراجم پر کفر کا فتویٰ لگایا (النجوم الشھابیہ؛ص:۵۸) اس پر ۵۴ رضاخانی اکابر کی تصدیقات ہیں

حنیف قریشی صاحب کہتے ہیں کہ ان تراجم کے ہوتے ہوئے ہم عیسائیوں کے سامنے نبی کریم ﷺ کا دفاع نہیں کر سکتے (ملخصا گستاخ کون؟ص:۱۹۶)

شیر محمد اعوان رضاخانی آف کالا باغ لکھتے ہیں:

حضور سرور کائنات ﷺ کو معاذ اللہ خطاکار اور قصور وار بنا ڈالا۔۔۔ایک عام مسلمان یا ایک غیر مسلم کیا تاثر لے سکتا ہے یہی کہ معاذ اللہ حضور ﷺ کا دامن بھی خطاؤں سے پاک نہ تھا کیا یہ تراجم دشمنان اسلام کے ہاتھ میں اسلام اور اہل اسلام کے خلاف ایک مضبوط ہتھیار تھما دینے کے موجب نہیں ہوں گے؟ کیا ان تراجم سے عصمت انبیاء علیہم السلام کا مسلمہ عقیدہ مجروح نہیں ہوتا؟''۔ (محاسن کنز الایمان ص:۵۶۔۵۷)

الجواب: علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے کئی اقوال نقل کئے ہیں چند ملاحظہ ہو:

واختلف اھل التاویل فی معنی لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک و ما تاخر فقیل (ما تقدم من ذنبک) قبل الرسالۃ (و ما تاخر) بعدھا قالہ مجاھد و نحوہ قال الطبری و سفیان الثوری قال الطبری: ھو راجع الی قولہ تعالی (اذا جاء نصر اللہ و الفتح الی قولہ توابا) لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک و ما تاخر قبل الرسالۃ (و ما تاخر) الی وقت نزول ھذہ الآیۃ و

قال سفیان الثوری (لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک) ما عملتہ فی الجاھلیۃ قبل ان یوحی الیک (وما تاخر) کل شیء لم تعلمہ۔ وقالہ الواحدی قد مضی الکلام فی جریان الصغائر علی الانبیاء فی سورۃ البقرہ فھذا قول وقیل ما تقدم من ذنبک قبل الفتح وما تاخر بعد الفتح ---- وقال عطا الخراسانی من ذنبک ابوک آدم وحوا۔ الخ

(الجامع لاحکام القرآن ج۱۶ ص ۲۶۲)

خلاصہ کلام: سفیان ثوری فرماتے ہیں کہ زمانہ جاہلیت میں جو ذنب ہوگیا اور وما تاخر سے مراد ہر وہ ذنب جسے آپ نہیں جانتے اس کی مغفرت کی نوید ہے۔ اور علامہ واحدی فرماتے ہیں کہ انبیاء سے صغائر کے صدور کے جواز پر بحث گذر چکی ہے اس آیت سے مراد فتح سے پہلے کے ذنوب اور ماتاخر سے مراد فتح کے بعد کے ذنوب عطاء خراسانی فرماتے ہیں ما تقدم من ذنبک سے مراد حضرت آدم وحواء کا ذنب ہے۔

اسی طرح علامہ محی السنۃ علاء الدین علی بن محمد بن ابراہیم البغدادی اس آیت کی تفسیر یوں بیان کرتے ہیں:

لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک وما تاخر قیل اللام فی قولہ تعالی لیغفر لک لام کی والمعنی فتحا لک فتحا مبینا لکی یجتمع لک مع المغفرۃ تمام النعمۃ بالفتح وقیل لما کان ھذا الفتح سببا لدخول مکۃ والطواف بالبیت کان ذالک سببا للمغفرۃ ومعنی الآیۃ لیغفر لک اللہ جمیع ما فرط منک ما تقدم من ذنبک یعنی قبل النبوۃ وما تاخر یعنی بعدھا (تفسیر خازن ج۶ ص ۱۵۷)

(خلاصہ کلام) اس قول میں لام لام کئی ہے اور اس کا معنی ہے کہ ہم نے تیرے واسطے ایک واضح فتح دی تا کہ آپ کیلئے فتح کو مغفرت کے ساتھ جمع کر کے نعمت کو پورا کر دیا جائے اور بعض نے فرمایا کہ یہ فتح سبب ہے مکہ میں داخل ہونے اور بیت اللہ کا طواف کرنے کا تو اصل یہی سبب مغفرت ہے تو اس صورت میں آیت کا معنی یوں ہوگا کہ اللہ تعالی نے آپ کیلئے نبوت ملنے سے پہلے اور نبوت کے بعد آپ کی تمام کوتاہیاں معاف کر دی گئی ہیں۔

معلوم ہوا کہ یہاں لام سبب کیلئے نہیں جیسا کہ رضا خان بریلوی نے سمجھا بلکہ لام کئی ہے۔
علامہ سفیان ثوریؒ سے اس آیت کی تفسیر یوں بیان کرتے ہیں:

ماتقدم من ذنبک مما کان منک قبل النبوۃ و ماتاخر یعنی کل شیء لم تعلمہ ویذکر مثل ھذا علی طریق التاکید کماتقول اعط من تراہ و من لم تراہ و اضرب من لقیت و من لم تلقہ فیکون المعنی ما وقع لک من ذنب و مالم یقع فھو مغفور لک (تفسیر خازن ج٦ ص ١٥٧)

قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ:

”وہ تمام فروگذاشتیں جو رسالت سے پہلے جاہلیت کے زمانے میں آپ سے ہوگئی ہوں اور وہ تمام زلات جو رسالت کے بعد یعنی اس سورت کے نزول کے بعد آپ سے ہوجائیں اور ان پر عتاب ہوسکتا ہو اس سے لازم نہیں آتا کہ رسول اللہ ﷺ نے کسی معصیت کا ارتکاب کیا ہو صلحاء کی نیکیاں بھی اہل قرب کیلئے لغزشیں ہوتی ہیں۔۔

عطا خراسانی نے کہا کہ ماتقدم سے مراد آدم وحواء کی غلطیاں ہیں

(تفسیر مظہری ج ١٠ ص ٣٣٨)

اسی طرح ایک حدیث ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو صحابہ کرامؓ نے فرمایا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ آپ کیلئے خوشخبری ہو آپ کے رب نے تو بیان فرمادیا کہ آپ کے ساتھ آخرت کا کیا معاملہ ہوگا مگر ہمارے ساتھ کیا معاملہ کیا جائے گا؟ آخرت میں تو اس پر یہ آیت نازل ہوئی

لیدخل المومنین والمومنات جنات الی فوزا عظیما

(بخاری رقم الحدیث ۴١٤٨ مسلم رقم الحدیث ١٧٨٦ مسند امام احمد بن حنبل ج٣ ص ١٩٧)

معلوم ہوا کہ صحابہ بھی اس آیت میں ”ذنب“ کی اضافت نبی کریم ﷺ ہی کی طرف مانتے نہ کہ اپنی طرف ورنہ ان کو یہ سوال پوچھنے کی نوبت نہ آتی۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

”انہیں خصائص میں سے ہے کہ حق تعالی نے اپنی کتاب مجید میں چونکہ انبیاء

علیہم السلام کے توبہ وغفران اوران سے واقع شدہ زلۃ وخطا کا ذکر فرمایا ہے تو نبی کریم ﷺ کی شان اقدس میں فرمایا انا فتحنا لک فتحا مبینا لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک وما تاخر فتح کو مقدم رکھا اس کے بعد غفران ذنوبِ گذشتہ وآئیندہ کا ذکر فرمایا

(مدارج النبوۃ ج ا ص ۲۶۴۔مترجم مفتی معین الدین نعیمی بریلوی)

ان تمام مفسرین وعلماء نے آیت میں ''ذنب'' کی اضافت نبی کریم ﷺ ہی کی طرف رکھی اور پھر اپنے ذوق کے مطابق اس کی مختلف توجیہات بیان کی کسی نے خلاف اولی کسی نے صغائر کسی نے خطائیں کسی نے کچھ۔

اگر رضاخانیوں کو حضرت تھانوی علیہ الرحمۃ کے ترجمہ میں ''خطائیں'' پر غصہ ہے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے متعلق خان صاحب کے اس ترجمہ پر بھی نظر کرم کریں:

''والذی اطمع ان یغفر لی خطیئتی۔سورۃ الشعرآء ۸۲/۲۶

اور جس کی مجھے آس لگی ہے کہ میری ''خطائیں'' قیامت کے دن بخشے گا

(کنز الایمان)

اور حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے اس قول کو بھی ملاحظہ فرمالیں:

''والانبیاء علیہم السلام کلھم منزھون عن الصغائر والکبائر و قد کانت منھم زلات وخطیئات

(شرح فقہ اکبر۔ص:۵۷)

انبیاء کرام علیہم السلام صغیرہ اور کبیرہ گناہوں سے منزہ اور پاک ہوتے ہیں ہاں البتہ کبھی کبھار زلات وخطیات کا صدور ہوتا ہے۔

اور اگر شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن علیہ الرحمہ کے ترجمہ میں ''گناہ'' پر اعتراض ہے تو اپنے استاذ المناظرین کی اس عبارت کو بھی سامنے رکھیں:

''ترک اولی کو بھی گناہ سے تعبیر کیا جاتا ہے حالانکہ ترک اولی ہرگز گناہ نہیں''۔(فیصلہ مغفرت ذنب۔ص:۴۸)

مزید تفصیل انشاء اللہ آگے رضاخانی حوالہ جات میں آرہی ہے۔

فاضل بریلوی کے ترجمہ پر ایک نظر

خان صاحب نے اس آیت میں عطا خراسانی مرحوم کی توجیہ کو اختیار کیا ہے۔ جسے رضاخانیوں نے بنیاد بنا کر ان کے ترجمہ کو گویا اردو کا قرآن معاذ اللہ کہہ دیا اور اس بنیاد پر ان سارے اکابر کی بے دھڑک تکفیر کررہے ہیں۔ لیکن اول بات یہ ہے کہ اسی عطا خراسانی نے ذنب اور گناہ کی نسبت حضرت آدم وحوا علیہما السلام کی طرف کی ہے جیسا کہ ماقبل میں تفسیری حوالوں میں گذرا۔ اگر عطا خراسانی ذنب کی نسبت امت کی طرف کرنے پر عاشقان رسول ﷺ کے سردار ہیں اور باقی تمام مترجمین ایک نمبر کے گستاخ معاذ اللہ تو اسی اصول کے تحت ایک نبی اور ان کی زوجہ محترمہ کی طرف گناہ کی نسبت کرنے پر یہ گستاخ کیوں نہیں؟ اگر ایک توجیہ قبول ہے تو دوسری توجیہ بھی مانو۔ نیز عطا خراسانی کی اس توجیہ کا رد علامہ سیوطی علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب القول المحرر میں ان الفاظ کے ساتھ کی:

> ''لاینسب ذنب الغیر الی غیر صدر منه بکاف الخطاب (کسی کا گناہ دوسرے شخص کی طرف کاف خطاب کے ساتھ منسوب نہیں ہوسکتا جس سے کہ وہ گناہ سرزد نہ ہوا ہو) فلان ذنوب الامت لم تغفر کلها بل منهم من یغفر له و منهم لا یغفر له (نیز یہ توجیہ اس لئے بھی درست نہیں کہ امت کے تمام تر گناہ نہیں بخشے گئے بلکہ بعض کیلئے بخشش ہوگی اور بعض کیلئے نہیں ہوگی)
>
> (بحوالہ جواہر البحار ج ۴ ص ۲۱۳)

اب جواب دو کیا علامہ سیوطی علیہ الرحمہ وہابی دیوبندی مودودی نجدی گستاخ تھے جو عشق و رسالت اور عصمت انبیاء کے عین مطابق ترجمہ کو رد کررہے ہیں معاذ اللہ؟ یہ کہاں کا انصاف ہے ایک کے ساتھ جمہور امت ہو وہ تو غلط اور دوسرے کے ساتھ عطا خراسانی ہو وہ بھی مرجوح قول کے ساتھ مگر وہ عاشق رسول اور جو اس کی توجیہ کو نہ مانے وہ دنیا کا سب سے بڑا گستاخ۔ فیا للعجب

علمائے دیوبند عصمت انبیاء علیہم السلام کے قائل ہیں

حضرت تھانوی علیہ الرحمہ کا فتوی ملاحظہ ہو:

سوال: رسول ﷺ کے معصوم ہونے کے متعلق کوئی آیت خیال شریف میں ہوتو اطلاع فرمادیں میں نے شرح العقائد ونشر الطیب میں تلاش کی لیکن کوئی آیت صاف اس مضمون کی نہیں مل رہی البتہ نشر الطیب میں ایک حدیث ملی اگر مادہ عصمت کے ساتھ کوئی آیت ملے تو بہت ہی بہتر ہوگا۔

الجواب: مادہ عصمت کا وارد ہونا ضروری نہیں، اس کے مفہوم کا ثبوت کافی ہے آیات متعدد لوگوں نے ذکر کی ہیں لیکن میرے نزدیک دعائے ابراہیمی قال و من ذریتی کے (جو وعدہ انی جاعلک للناس اماما پر معروض ہے) جواب میں جو قال لا ینال عهد الظالمین ارشاد ہوا ہے کافی حجت ہے کیونکہ امامت سے مراد نبوت ہے کما ھو ظاھر اور اس کا نیل (یعنی ملنا) ظالم کیلئے ممتنع شرعی قرار دیا ہے۔ اور ظلم عام ہے ہر معصیت کو پس اس سے جمیع معاصی سے عصمت ثابت ہوئی اور جو بعض قصص وارد ہیں وہ مأوّل ہیں ضرورت معصیت کے ساتھ اور حقیقت معصیت کی منفی ہے۔ فقط (امداد الفتاوی ج ۵ ص ۲۰۷)

اپنے گھر کی خبر بھی لیں

ان اللہ والوں پر تو آپ نے کفر و گستاخی کے خوب گولے برسائے ہیں مگر اب وقت انتقام آچکا ہے اور آپ کے عشق رسالت کا امتحان بھی ہونے والا ہے۔ مولوی احمد رضا خان کے حاشیہ کے ساتھ شائع ہونے والی اس کے والد مولوی نقی علی خان کی کتاب میں ہے:

خود قرآن عظیم میں ارشاد ہوتا ہے

واستغفر لذنبک وللمومنین والمومنات

مغفرت مانگ اپنے گناہوں کی اور سب مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کے لئے

(فضائل دعا۔ ص: ٦٩ مکتبۃ المدینہ)

ہے کوئی رضا خانی سچا عاشق رسول جو خان صاحب اور ان کے والد کو کفر کے گھاٹ اتارے؟ مگر

صبر کریں مزید حوالے بھی ملاحظہ فرمالیں نقی علی خان صاحب مزید لکھتے ہیں:

تاکہ معاف کرے اللہ تیرے اگلے پچھلے گناہ

(انوار جمال مصطفی۔ص:۱۷ شبیر برادرز)

یہی نقی علی خان صاحب ایک حدیث کا ترجمہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''مغیرہ بن شعبہ کہتے ہیں آپ نے اس قدر عبادت کی کہ پائے مبارک سوج گئے لوگوں نے کہا آپ تکلیف اس قدر کیوں اٹھاتے ہیں کہ خدا نے آپ کی اگلی پچھلی خطا معاف کی فرمایا افلا اکون عبدا شکورا''۔

(سرور القلوب۔ص:۲۳۶ شبیر برادرز)

حضرت تھانوی کے ترجمہ پر اعتراض کرنے والو! کہ ہائے نبی کریم ﷺ کو خطا کار کہہ دیا ہائے گستاخی کر دی ہائے اسلام مٹا دیا یہاں بھی واویلا کرو۔ میں کئی بار نور سنت میں اور دوسری محفلوں میں بھی بیانگ دہل کہہ چکا ہوں کہ اکابر دیوبند کی سب سے بڑی کرامت یہی ہے کہ جو بھی الزام ان پر بدعتیوں نے لگایا ان کی صفائی ان ہی بدعتیوں کے گھر سے نکل آئی آج اکابر علمائے دیوبند کی ایک اور کرامت اور حقانیت کا ظہور اپنی آنکھوں سے ملاحظہ فرمائیں۔

ہوا مدعی کا فیصلہ اچھا میرے حق میں

زلیخا نے کیا خود پاک دامن ماہ کنعاں کا

مظہر اعلی حضرت حشمت علی رضوی صاحب لکھتے ہیں:

''حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ اکثر رات قیام فرماتے۔ نماز میں کھڑے رہتے حتی تورمت قدماہ یہاں تک کہ پائے مبارک ورم فرما گئے پس صحابہ کرام نے عرض کیا کہ اتنی تکلیف اتنی مشقت حضور کس واسطے فرماتے ہیں آپ کے رب عزوجل نے تو آپ کے تمام اگلے پچھلے گناہ معاف فرمادئے قد غفر لک ما تقدم من ذنبک وما تاخر پس آپ نے فرمایا افلا اکون عبدا شکورا۔''

(۱۵ تقریریں۔ص:۱۷۰)

نبی ﷺ کی طرف گناہ کی نسبت کر کے حشمت علی صاحب اپنے ہی بھائی محبوب علی خان رضوی کے

فتوائے کفر تلے دب گئے ہیں (النجوم الشھابیہ کا حوالہ گذر چکا)
مزید لکھتے ہیں:

''آپ معصوم ہیں اللہ نے آپ کے سب اگلے پچھلے گناہ پہلے ہی عفو فرمادئے لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک و ما تاخر''۔

(۱۵ تقریریں۔ص:۲۴۶)

بریلوی اشرف العلماء مناظرہ جھنگ کا شکست خوردہ اشرف سیالوی صاحب لکھتے ہیں کہ:

''نبی کریم ﷺ کو اللہ تعالی نے بشارت دی ہے لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک و ما تاخر۔ یوم لا یخزی اللہ النبی والذین امنو امعہ اے محبوب اللہ تعالی نے وہ تمام امور جنہیں تم مرتبہ قرب اور منصب محبوبیت کے لحاظ سے گناہ سمجھتے ہو وہ تم سے صادر ہوئے یا ابھی سرزد نہیں ہوئے وہ سب بخش دئے''۔ (کوثر الخیرات۔ص:۲۲۵ اہل السنۃ پبلی کیشنز جہلم)

یہ کون اشرف سیالوی ہیں؟ وہی اشرف سیالوی جسے اہلحق کے سامنے مناظرہ کرنے سے مفرور گھر میں بیٹھ کر چیلنج دینے کے بادشاہ حنیف قریشی رضاخانی کے چیلوں نے اس کے مناظرے کی روئیداد گستاخ کون؟ میں استاذ المناظرین لکھا اور وہی اشرف سیالوی جس کے بارے میں بدعتیوں کے مفتی اعظم منیب الرحمان صاحب یہ لکھتے ہیں کہ:

''مصنفاتِ علامہ سعیدی، شرح صحیح مسلم اور تبیان القرآن کو ہمارے عہد کے دو ممتاز اکابر علماء اہلسنت علامہ عبدالحکیم شرف قادری اور علامہ محمد اشرف سیالوی مد اللہ ظلہما نے مسلک اہلسنت و جماعت کیلئے مستند مو متفق علیہا قرار دیا ہے، یہ امر ملحوظ رہے کہ یہ دونوں اکابر ہمارے مسلک کیلئے حجت واستناد کی حیثیت رکھتے ہیں''۔

(تفہیم المسائل۔ج۳۔ص۱۷۔ضیاء القرآن پبلی کیشنز طبع دوم ۲۰۰۹)

معلوم ہوا کہ نہ صرف اشرف سیالوی بلکہ تبیان القرآن و شرح مسلم بھی رضاخانی مسلک میں حجت واستناد کا درجہ رکھتی ہیں۔ اب کہاں ہے عشق رسالت ﷺ کی آڑ میں دنیا بھر کے توحید کے متوالوں کو گستاخ اور کافر کہنے والے؟ لگاؤ اپنے ان اکابر پر کفر کے فتوے، ڈالو انہیں جہنم کی

آگ میں، تاکہ سب کو پتہ چلے کہ یہ عشق صرف دکھاوے کا نہیں مبنی بر حقیقت ہے

بنتے ہو وفادار تو وفا کر کے دکھاؤ
کہنے کی وفا اور ہے کرنے کی وفا اور ہے

رضاخانیو! قوم کو دھوکا مت دو

رضاخانی لوگوں کو دھوکا دینے کیلئے یہ جھوٹ بولتے ہیں کہ دیکھو یہ دیوبندی وہابی تو انبیاء علیہم السلام کو گناہ گار مانتے ہیں معاذ اللہ حالانکہ ہمارے عقیدہ تو ہے کہ نہ ان سے صغائر و نہ کبائر کا صدور ممکن ہے یہ دیکھو جی یہ گستاخ ہیں۔ جھوٹ بولتے ہیں ملاحظہ ہو ان کا اصل عقیدہ جو ان کے حکیم الامت احمد یار گجراتی صاحب کا لکھا ہوا ہے:

”نبیاء کرام ارادۃ گناہ کبیرہ کرنے سے ہمیشہ معصوم ہیں کہ جان بوجھ کر نہ تو نبوت سے پہلے گناہ کبیرہ کر سکتے ہیں اور نہ اس کے بعد ہاں نسیانا خطاءً صادر ہو سکتے ہیں“۔ (جاء الحق۔ص:۴۳۴)

دیکھا ان کے ہاں تو معاذ اللہ انبیاء سے نسیانا اور خطاء گناہ کبیرہ بھی صادر ہو سکتے ہیں رضاخانیوں اب وہ وقت نہیں کہ تم اپنے اس مکروہ چہرے پر جعلی نقاب اوڑھ کر عوام سے چھپے رہ سکو یہ نقاب نوچ لیا گیا ہے۔ تم کسی نے رضاخان بریلوی کی مدح سرائی کرنے سے منع نہیں کیا ہر ایک کا حق ہے کہ وہ اپنے محبوب کے کمالات بیان کرے لیکن تم نے یہ عجیب ڈرامہ بنایا ہوا ہے کہ جب تک احمد رضاخان بدعتی کے مقابلے میں دنیا بھر کے مسلمانوں کو کافر و گستاخ نہ بنادو تمہیں مدح ہضم ہی نہیں ہوتی۔ دوسروں کے اکابر کی پگڑیاں اچھالنے والے یہ مت بھولیں کہ ان کے اکابر کی پگڑیاں بھی بیچ بازار اچھالی جا سکتی ہیں۔ بہت برداشت کرلی اولیاء اللہ پر تمہاری یہ بکواس اب ایک نہیں سنی جائے گی۔

کیوں کر دل جلوں کے لبوں پر فغاں نہ ہو
ممکن نہیں کہ آگ ہو اور دھواں نہ ہو

اس سے بڑا کفر کوئی اور ہو سکتا ہے؟

قارئین کرام مندرجہ بالا عبارت میں مفتی صاحب نے تسلیم کیا کہ انبیاء علیہم السلام سے گناہ ہو سکتے ہیں معاذ اللہ اور بریلوی اصول کے مطابق نبی کریم ﷺ کی طرف رضا خانیوں نے گناہ کی نسبت کر کے نبی کریم ﷺ کو گناہ گار تسلیم کر لیا معاذ اللہ اب انہی رضا خانیوں کی یہ عبارت بھی ملاحظہ ہو:

"اگر پیغمبر ایک آن کیلئے بھی گناہ گار ہوں تو معاذ اللہ حزب الشیطان (شیطانی گروہ) میں داخل ہوں گے"۔ (تفسیر نعیمی ج ۱ ص ۲۶۳)

معاذ اللہ اول تو ملاحظہ فرمائیں کہ کس قدر گستاخانہ پیرائے میں انبیاء علیہم السلام کا ذکر کیا جارہا ہے ۔ثانیاً رضا خانیوں نے انبیاء سے گناہوں کا صدور ممکن مانا اب اس عبارت کی روشنی میں دیکھیں کہ بات کہاں تک پہنچ گئی؟ رضا خانیوں اس طرح کفر اور گستاخی ثابت ہوتی ہے اگر ہے کسی میں جرات تو اپنے اکابر سے اس گستاخی اور کفر کو ہٹا کر دیکھے اور منہ مانگا انعام وصول کرے۔

رضا خانی پیران پیر علیہ الرحمۃ کے باغی

رضا خانیو! تم جس ترجمہ کو کفر کہہ رہے ہو جس ترجمہ کو گناہ و گستاخی کہہ رہے وہی پیران پیر شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا ہے:

"قال تعالی و استغفر لذنبک ای لذنب وجودک"۔

(سر الاسرار۔ ص: ۷۴)

اللہ نے اپنے محبوب سے فرمایا کہ اپنے گناہوں یعنی اپنے وجود کے گناہوں کی معافی مانگ لگا دو فتوی شیخ جیلانی علیہ الرحمۃ پر بھی مگر تم ایسا کبھی نہیں کرو گے کہ کہیں "گیارہویں کی دیگ" کی نذر کالعدم نہ ہو جائے اس لئے کہ تمہارا حضرت سے یہ عشق تو صرف گیارہویں کی کھیر کی رکابی کے گرد گھومتا ہے۔ علمائے دیوبند کا قصور صرف یہ ہے کہ وہ تمہارے شرک و بدعت کے امڈتے ہوئے سیلاب کے آگے بند ھ باندھے ہوئے ہیں ورنہ اندرون خانہ تم بھی سمجھتے ہو کہ یہ لوگ سچے عاشقان رسول ﷺ ہیں:

ہنر بچشم عداوت بزرگ ترعیب است
گل است سعدی ودر چشم دشمناں خار است

آل قارون رضا خان بریلوی کا ترجمہ رضا خانیوں نے رد کر دیا

سورہ فتح کی جس آیت کے ترجمہ پر رضا خانیوں کا ناز ہے اور جس کی بنیاد پر پوری امت مسلمہ کی تکفیر کی جارہی ہے اس کے متعلق علامہ سعیدی کا تبصرہ بھی ملاحظہ ہو:

''ہمارے نزدیک یہ ترجمہ صحیح نہیں ہے کیونکہ یہ ترجمہ لغت اطلاقات قرآن، نظم قرآن اور احادیث صحیحہ کے خلاف ہے اور اس پر عقلی خدشات اور ایرادات ہیں''

(شرح صحیح مسلم ج ۷ ص ۳۲۵ مطبوعہ لاہور)

''یہ تفسیر احادیث صحیحہ کے خلاف ہے اور عقلا مخدوش ہے''۔

(شرح صحیح مسلم۔ص:۹۸)

''اس تفسیر پر عقلی خدشات ہیں''۔(شرح صحیح مسلم ج ۳ ص ۱۰۰)

رسول اللہ ﷺ کی صریح اور صحیح احادیث کے برعکس ہے''۔

(شرح صحیح مسلم ج ۶ ص ۶۹۱)

''اس آیت سے امت کی مغفرت لینا صحیح نہیں''۔

(شرح صحیح مسلم ج ۳ ص ۹۸)

''یہ ترجمہ صحیح نہیں ہے (تاکہ اللہ تعالی تمہارے سبب سے گناہ بخشے تمہارے اگلوں اور پچھلوں کے)''۔(شرح صحیح مسلم ج ۶ ص ۶۹۴)

بحوالہ سالنامہ معارف رضا کا کنزالایمان نمبر ۲۰۰۹۔ص:۱۵۵۔۱۵۶)

اکابر دیوبند کا ترجمہ سابقہ اکابر کے ترجمہ کے عین مطابق ہے

محدث اعظم ہند حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کا ترجمہ کرتے ہیں:

ہرآئینہ ما حکم کردیم برائے تو بفتح ظاہر عاقبت فتح آنست کہ بیامرزترا خدا انچہ کہ سابق گذشتی از

گناہ تو وانچہ پس ماند"۔

شاہ رفیع الدین علیہ الرحمۃ کا ترجمہ

"تحقیق فتح دی ہم نے تجھ کو ظاہر تو کہ بخشے واسطے تیرے خدا جو کچھ ہوا تھا پہلے گناہوں سے تیرے اور جو کچھ پیچھے ہوا"۔

شاہ عبدالقادرؒ جس کا ترجمہ رضا خان بھی پیش نظر رکھنے کی تلقین کرتے ہیں:

"ہم نے فیصلہ کر دیا تیرے واسطے صریح فیصلہ تا معاف کرے تجھ کو اللہ جو آگے ہوئے تیرے گناہ اور جو پیچھے رہے"۔

آثار سحر کے پیدا ہیں اب رات کا کا جادو ٹوٹ چکا
ظلمت کے بھیانک ہاتھوں سے تنویر کا دامن چھوٹ چکا

اعتراض نمبر ۹۲: ومکروا ومکر اللہ واللہ خیر الماکرین

اور مکر کیا ان کافروں نے اور مکر کیا اللہ نے اور اللہ کا داؤ سب سے بہتر ہے (شیخ الہندؒ)

رضا خانی لکھتے ہیں:

"مکر کے لغوی معنی خفیہ تدبیر کرنے کے ہیں مگر اردو میں یہ لفظ دھوکہ اور فریب جیسی مبتذل صفات کے اظہار کیلئے استعمال ہوتا ہے سوچئے کہ خدا کی ذات سے مکر اور داؤ جیسے الفاظ کا استعمال کس قدر سوء ادبی کا متحمل ہے"۔ (محاسن کنز الایمان۔ص:۴۳)

رضاء المصطفی صاحب لکھتے ہیں:

اللہ کی طرف مکر، فریب، بدسگالی کی نسبت اس کی شان میں حرف گیری کی مترادف ہے" (اردو تراجم قرآن کا تقابلی مطالعہ۔ص:۵)

کاشف اقبال رضا خانی لکھتا ہے کہ:

"دیوبندی مترجمین نے بے دھڑک اللہ تعالی کی طرف چالبازی مکر اور داؤ منسوب کیا ہے اس سے ترجمہ کا عام قاری یہی نتیجہ اخذ کریگا کہ اللہ تعالی چالباز اور مکار ہے"۔

(دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف۔ص:۶۳)

جواب: جناب عام قاری تو ترجمہ پڑھتے ہی سمجھ جائے گا کہ یہاں ''مکر'' احمد رضا خان بریلوی کا مکہ و مدینہ میں حسام الحرمین کیلئے کیا گیا ''مکر'' مراد نہیں بلکہ وہ مکر مراد ہے جو اللہ کی شان اور نظم قرآن کا منشاء ہے، البتہ آپ جیسے ''مکار'' وہی مطلب کشید کرو گے جو کیا۔

رضا خان صاف آف بانس بریلی قرآن پاک کی آیت

اللہ یستھزی بھم و یمدھم فی طغیانھم یعمھون (بقرہ۔۱۵)

کا ترجمہ کرتے ہیں

''اللہ تعالی ان سے استہزاء فرماتا ہے (جیسا اس کی شان کے لائق ہے) اور انہیں ڈھیل دیتا ہے کہ اپنی سرکشی میں بھٹکتے رہیں''۔ (کنز الایمان)

یہاں اللہ کی طرف ''استھزاء'' کا لفظ خان صاحب نے منسوب کیا حالانکہ ''استہزاء'' کا معنی اردو لغت میں:

ٹھٹھا کرنا، ہنسی کرنا، تمسخر (نور اللغات ج ا ص ۳۲۴ جنرل پبلشنگ ہاؤس کراچی)

ہے۔اب رضا خانی الٹی سوچ کے مطابق عام قاری ترجمہ قرآن جب اس ترجمہ کو پڑھے گا تو یہی تاثر لے گا کہ معاذ اللہ نقل کفر کفر نہ باشد اللہ مسخرہ پن کرنے والا مسخرہ ٹھٹھا باز ہے العیاذ باللہ۔اگر خان صاحب کا یہ ترجمہ کرتے ہوئے عام قاری یعنی بریلوی رضا خانی جے رضا خان صاحب ''بھولی بھیڑیں'' کہتا ہے سب کو معلوم ہے کہ بھیڑ بے وقوف جانور ہے اور ہو بھی بھولی تو نور علی نور بس اگر اس طرح کی بے وقوف بریلوی بھیڑیں یہاں یہ الٹا ترجمہ نہیں کرتے بلکہ استہزاء کا وہی معنی لیتے ہیں جو اللہ کی شان کے مطابق ہو تو علمائے دیوبند کا ترجمہ پڑھنے والا پڑھے لکھے قاری بھی اس کا ہرگز وہ معنی نہیں لیتے جو آپ سمجھ رہے ہو یہی وجہ ہے کہ سعودی عرب میں دنیا بھر کے لاکھوں عازمین حج خصوصا پاکستانی حاجیوں کو شیخ الہند کا یہ ترجمہ مفت دیا جاتا ہے۔

دوسری بات رضا خانی کہتے ہیں کہ تدبیر ترجمہ کرکے اعلی حضرت نے بہت بڑا کارنامہ انجام دیا حالانکہ یہی ترجمہ حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے بھی کیا:

اور وہ تو اپنی تدبیر کر رہے تھے اور اللہ میاں اپنی تدبیر کر رہے تھے اور سب سے زیادہ مستحکم تدبیر والا اللہ ہے''۔

(بیان القرآن سورہ انفال۔۳)

کتنا کھلا تعصب ہے کہ ایک طرف تو حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کے ترجمہ پر دل کھول کر سب وشتم کیا جائے مگر جہاں تمہارے اصول کے مطابق حضرت تھانوی علیہ الرحمۃ نے صحیح اور اللہ کی شان کے لائق ترجمہ کیا اسے نقل ہی نہیں کیا یہ تعصب نہیں؟ اگر یہ سب کچھ انصاف کی رو سے لکھا جارہا ہوتا تو ہر منصف کا یہ فرض منصبی ہے کہ یہاں کسی کی برائی کو نقل کرے اس کی خوبیوں اور اچھائیوں کو بھی ذکر کرے۔

رضاخانی اپنی چارپائی کے نیچے جھاڑو پھیریں

خان صاحب آف بانسی بریلی لکھتے ہیں:

کوہ فگن تھا انکا مکر   مکر مکر حق تھا بڑا محب رسول (حدائق بخشش ج ۳ ص ۴۱)

رضاخانی حکیم الامت احمد یار گجراتی صاحب لکھتے ہیں:

رب تعالی کے مکر سے بے خوف نہ ہو (تفسیر نعیمی ج ۳ ص ۲۶۳)

رضاخانی شیخ الحدیث والتفسیر فیض احمد اویسی صاحب لکھتے ہیں:

اعلی حضرت نے اللہ تعالی کیلئے مکر کا معنی خفیہ تدبیر لکھا (سیدنا اعلی حضرت۔ص:۲۸)

غلام رسول سعیدی صاحب لکھتے ہیں:

اللہ کے مکر سے مراد (تبیان القرآن ص ۱۸۰)

عبدالرزاق بھتر الوی صاحب لکھتے ہیں:

''اللہ کے مکر سے مراد (تسکین الجنان۔ص:۱۶۵)

ان تمام رضاخانیوں نے ''اللہ کے مکر'' کا جملہ استعمال کیا اور رب تعالی کے گستاخ ہوئے رضاخانی جو تاویل یہاں کریں وہی علماے دیوبند کے ترجمہ میں کرلیں۔ مگر فی الحال تو جلد سے جلد اپنے ان اکابر پر گستاخی کا فتوی لگا کر ان کیلئے ہاویہ میں جگہ بک کروائیں۔

سابقہ اکابر

شیخ عبدالقادر جیلانیؒ

مکرا من اللہ وامتحانا (فتوح الغیب مقالہ نمبر ۸)

شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ

مکر خدا آنست (شرح فتوح الغیب۔ص:

زآنکہ بودانداایمن از مکر خدا (مثنوی دفتر سوم ج ۲ ص ۸۰)

شیخ سعدیؒ

پس ایمن نشوند از مکر خدا مگر گروہ زیاں کاراں (ترجمہ شیخ سعدی اعراف ۹۹)

وایشاں بدسگالی میکردند و خدا بدسگالی میکرد (یعنی بایشاں) وخدا بہترین بدسگالی کنند کافی است (شاہ ولی اللہ علیہ الرحمۃ)

ان اعتراضات کی ضرورت کیوں پیش آئی

قارئین کرام! آپ نے ماقبل میں ملاحظہ فرمالیا کہ اکابر علمائے دیوبند نے جو ترجمہ کیا وہ قرآن و سنت اور بزرگان دین ومفسرین کرام کے ترجمہ وتفسیر کے عین مطابق ہے۔ رضا خانی حضرات چونکہ کھلم کھلا ان اکابر کے نام لیکر دشنام طرازی تو نہیں کر سکتے کیونکہ انہی کے نام پر بعد میں عوام سے روٹیاں لینی ہیں اسی لئے قرآن کے صحیح تراجم سے عوام کو بدظن کرنے کیلئے اہلحق کے تراجم پر دل کھول کر تبرا بازی کی گئی۔ خود خان صاحب آف بریلی نے یہ ترجمہ کس طرح لکھوایا ملاحظہ ہو:

> ”صدر الشریعۃ مولانا امجد علی علیہ الرحمۃ نے قرآن مجید کے صحیح ترجمہ کی ضرورت پیش کرتے ہوئے اعلیٰ حضرت سے ترجمہ کردینے کی گذارش کی آپ نے وعدہ فرمالیا لیکن دوسرے مشاغل کثیرہ کے ہجوم کے باعث تاخیر ہوتی رہی جب صدر الشریعہ کی جانب سے اصرار بڑھا تو اعلیحضرت نے فرمایا چونکہ ترجمہ کیلئے میرے پاس مستقل وقت نہیں ہے اس لئے آپ رات میں سونے کے وقت یا دن میں قیلولہ کے وقت آجایا کریں“۔

(معارف رضا سالنامہ ۲۰۰۹ کنزالایمان نمبر۔ص:۳۵)

ایک طرف آل رضا کہتی ہے کہ آل قارون رضا خان بریلوی پورے ہندوستان میں ناموس رسالت ﷺ کا واحد چیمپئن تھا اگر یہ نہ ہوتا تو آج پورے ہندوستان میں وہابیت ہوتی ساری زندگی ناموس رسالت کیلئے وہابیوں کا رد اور مسلمانوں کو کافر بناتے رہے۔ سوال یہ ہے کہ اگر اکابر دیوبند کے تراجم گستاخانہ تھے تو کیا اس کا رد اور اس کا حل پیش کرنا رضا خان صاحب کی ذمہ داری اور عشق رسالت کا تقاضہ نہ تھا؟ اگر تھا تو قرآن مقدس جیسی عظیم کتاب کی خدمت کیلئے وقت کیوں نہیں؟ اس کی وجہ صرف یہی سمجھ آتی ہے کہ رضا خان صاحب عوامی آدمی نہ تھے انہیں عوام میں بیان کرنے کیلئے نہ کوئی بلاتا نہ خود جانے کا شوق نہ دعوت و تبلیغ سے سروکار نہ عوامی جلسے جلوس میں شرکت کا داعیہ نہ تعلیم و تعلم سے کوئی تعلق اور مناظرے کا نام تو سن کر ویسے ہی ان پر کپکپی طاری ہو جاتی ان سب کاموں کیلئے اس آدمی نے اپنے ان خلفاء کو رکھا ہوا تھا ظاہر ہے کہ عوام نے ان کا گریبان پکڑا ہوگا کہ تم قرآن پاک کے نام پر دھوکہ دیتے ہو جب ہم قرآن کھول کر اسے پڑھتے ہیں تو ہمیں ایسا کوئی عقیدہ اس میں نظر نہیں آتا جس کا تم پرچار کرتے ہو اس لئے مولوی امجد علی صاحب گھوسوی نے ہوشیاری کرتے ہوئے اس وقت کے آل بدعت کے سرخیل سے یہ گذارش کی کہ اپنے لوگوں کو مطمئن کرنے کا یہی طریقہ ہے کہ نظم قرآنی میں تو ہم سے تحریف ممکن نہیں اس لئے ترجمہ کے نام پر اس تحریف کا ارتکاب کر دیا جائے۔ ادھر رضا خان صاحب آف بریلی چونکہ علمائے حق کی مخالفت انگریز کے حکم پر کر رہے تھے اور قرآن سے انگریز کو بغض تھا اس لئے اس کی خدمت کے صلے میں پونڈ ملنے کی امید نہ تھی جس پر امجد علی صاحب کو ٹال دیا مگر جب امجد علی صاحب نے بار بار گذارش کی اور اصل صورتحال سامنے رکھی تو خان صاحب کو بھی بات سمجھ آگئی اور اس کیلئے راضی ہو گئے مگر کس وقت؟ ''نیم غنودگی'' کی حالت میں۔ رب کریم کے اس مقدس کلام سے اس بے اعتنائی ہی کا نتیجہ ہے کہ خان صاحب کو ساری زندگی قرآن و حدیث کی خدمت کی کوئی توفیق نہ ملی۔ اور دوسری طرف جنہیں ساری زندگی کافر کہتے رہے اللہ نے ان سے اپنے کلام اور رسول ﷺ کی حدیث کی وہ خدمت لی کہ آج میرا مضمون پڑھنے والے بریلوی کے گھر میں بھی علمائے دیوبند کا چھپا ہوا قرآن ہوگا اور میرا مضمون پڑھنے والے رضا خانی مولوی نے علمائے دیوبند کی چھاپی ہوئی حدیث کی کتاب ہی سے حدیث رسول پڑھ کر امتحان دیا ہوگا۔ بہر حال اگر اس کی تفصیل میں جایا جائے تو

ایک اور مستقل مضمون ہو جائے گا۔

ایک مطالبہ

آج جب ہم خان صاحب کو آف بریلی کے کفر وایمان پر بات کرنے کیلئے رضا خانیوں کو دعوت دیتے ہیں تو فورا چلا اٹھتے ہیں اور گلو خلاصی کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ آپ کے اکابر نے نہیں کہا تو ہم بھی رضا خانیوں سے سوال ومطالبہ کرتے ہیں کہ یہ تراجم خان آف بریلی کے سامنے بھی تھے کیا آپ ان تراجم پر یہی اعتراضات خان صاحب سے پیش کر سکتے ہیں جو آج آپ حضرات کرتے ہیں؟ دیدہ باید۔

فیصلہ کن بات

مولانا عبدالستار خان نیازی صاحب بریلوی لکھتے ہیں کہ:

''پاکستان کی تمام جماعتیں شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ، شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ کے افکار ونظریات پر اصولاً متفق ہے لہٰذا ہم اپنے تمام متنازعہ فیہ امور ان کے عقاید ونظریات کی روشنی میں حل کریں''۔

(اتحاد بین المسلمین۔ص ۱۱۳ والضحی پبلی کیشنز لاہور)

اسی طرح پنڈی کا رضا خانی حنیف قریشی کہتا ہے کہ:

''حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی ہستی کسی تعارف کی محتاج نہیں آپ سوائے شیعہ کے تمام مسالک کی متفقہ شخصیت ہیں''۔

(روئیداد مناظرہ گستاخ کون؟ ص: ۱۳۸۰ اسلامک بک کارپوریشن راولپنڈی)

اسی طرح مولوی کاشف اقبال رضا خانی لکھتا ہے کہ:

''حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمۃ وغیرہم (دو آدمیوں کیلئے علیہ الرحمۃ اور پھر غیرہم ۔۔۔ سبحان اللہ شیخ الحدیث صاحب کے علم کا زور ہے یہی حرکت اگر کوئی دیوبندی کر لیتا تو حسن علی رضوی آسمان سر پر اٹھا لیتا۔ از ناقل) کے نظریات وہی تھے جو کہ آج اہل سنت وجماعت (بریلوی) کے ہیں جن کی ترجمانی ۔۔۔ احمد رضا خان بریلوی

۔۔۔نے فرمائی ہے''۔

(یوبندیت کے بطلان کا انکشاف۔ص:۳۵ دار الغوثیہ سمندری شریف)

الحمدللہ ماقبل میں ہم نے قریبا تمام تراجم میں محدث اعظم ہند حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے تراجم پیش کئے اور ثابت کیا کہ اکابر دیوبند نے انہی تراجم کی ترجمانی کی جنہیں رضا خانی حضرات متنازعہ فیہ امور میں حکم ماننے کیلئے تیار ہیں۔اب اگر یہ ہاتھی کے دانت دکھانے کیلئے نہیں ہیں تو ترجمہ کنز الایمان کو آگ لگائیں اور اکابر دیوبند کے ترجمہ کو حرز جان بنائیں جو چودہ سو سال کے علماء ومفسرین کے عقائد و نظریات کے عین مطابق ہے۔

مرثیہ گنگوہی رحمہ اللہ پر اعتراضات کا جائزہ

کاشف اقبال رضا خانی اور دیگر رضا خانی مولویوں نے جگہ جگہ اپنی کتابوں میں ''مرثیہ گنگوہی'' کے مختلف اشعار پر بھی اعتراضات کئے ہیں جن کے جوابات کچھ عرصہ پہلے ایک رسالہ کی شکل میں شائع کئے گئے تھے جسے اب ہم یہاں شامل کر رہے ہیں

اعتراض ۹۳: خدا ان کا مربی وہ مربی تھے خلائق کے
میرے مولیٰ میرے ہادی تھے بے شک شیخ ربانی
(مرثیہ ص ۹)

مربی تو رب ہے اس شعر میں مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کو مربی کہا گو یا تم اپنے بڑوں کو رب العالمین سمجھتے ہو (معاذ اللہ)۔

جواب: افسوس کہ رضاخانی حضرات اس شعر پر اعتراض کرنے سے پہلے کسی اچھے سے پرائمری اسکول میں اردو پڑھ کر وہاں پڑھ لیتے کہ اردو محاوروں میں "مربی" کا لفظ کن کن معنوں میں مستعمل ہوتا ہے تو انھیں اس شعر پر اس طرح کے جاہلانہ اعتراض ہرگز نہ سوجھتے۔قریبا تمام اردو لغات میں مربی کا معنیٰ "مہذب بنانا"، پرورش کرنا، کسی سے حسن سلوک کرنا، سرپرست، اس کی روحانی یا جسمانی تربیت کرنا کے لکھے ہوئے ہیں۔یہاں بھی حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کو مربی اس معنیٰ میں کہا جا رہا ہے کہ آپ ہمارے سرپرست تھے اور ہماری باطنی اور روحانی تربیت آپ ہی نے انجام دی گویا آپ ہمارے مربی یعنی تربیت کرنے والے تھے۔قرآن پاک کی آیت وَقُلْ رَبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِي صَغِيرًا (پارہ ۱۵ بنی اسرائیل ۲۴) کا ترجمہ احمد رضا خان یوں کرتا ہے کہ "اے میرے رب تو ان دونوں پر رحم کر جیسا کہ ان دونوں نے مجھے چھٹپن (بچپن) میں پالا۔

یہاں ماں باپ کیلئے "رب" کا لفظ خود قرآن کریم میں استعمال ہوا اور اس کا معنیٰ احمد رضا خان نے پرورش، پالنے کے کئے پس یہی معنیٰ شعر میں مربی کا ہے۔

مخلوق کیلئے مربی کا لفظ استعمال کرنے پر بریلوی اکابرین کے حوالے

پہلا حوالہ: مفتی احمد یار گجراتی سورہ یوسف آیت ۴۱ میں ربک کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ:

اس سے معلوم ہوا کہ بندے کو رب کہہ سکتے ہیں یعنی مربی اور پرورش کرنے والا۔

{نور العرفان، ص ۳۸۹}

دوسرا حوالہ: اِنَّهٗ رَبِّيْٓ اَحْسَنَ مَثْوَايَ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ کی تفسیر میں احمد یار گجراتی لکھتے ہیں:

ظاہر یہ ہے کہ انہ کی ضمیر عزیز مصر کی طرف لوٹتی ہے اور رب بمعنی مربی ہے،
قرآن کریم نے پرورش کرنے والوں کو کئی جگہ رب فرمایا ہے۔

{نور العرفان، ص ۲۸۶}

تیسرا حوالہ: قَالَ مَعَاذَ اللّٰہِ اِنَّہٗ رَبِّیۡۤ اَحۡسَنَ مَثۡوَایَ اِنَّہٗ لَا یُفۡلِحُ الظّٰلِمُوۡنَ۔۔
خدا کی پناہ وہ میرا مربی ہے اس کے مجھ پر احسانات ہیں ایسی حرکت ظلم ہے
اور ظالم کامیاب نہیں۔

{جاء الحق، ص ۴۴۶، ضیاء القرآن پبلیکیشنز}

چوتھا حوالہ: یہی محدث اعظم ہند الحاج الشاہ سید محمد اشرفی الجیلانی کچھوچھوی علیہ الرحمۃ
فرماتے ہیں آج میں آپ کو جگ بیتی نہیں بلکہ آپ بیتی سنا رہا ہوں کہ
جب تکمیل درس نظامی و تکمیل درس حدیث کے بعد میرے مربیوں نے
کار انتہاء۔۔الخ

{تجلیات امام احمد رضا ص ۶۱، برکاتی پبلیکیشنز کراچی}

پانچواں حوالہ: اس وقت حنفیہ کا مربی و معاون میاں فضل الٰہی تھا۔

{ملفوظات مہریہ ص ۲۸، گولڑہ شریف اسلام آباد}

چھٹا حوالہ: لیکن ترتیب اور نتائج دیکھنے کے بعد فوراً مربی پر نظر پڑ جاتی ہے کہ ایسی تربیت
اور ایسے نتائج کا مربی اور پھلتے پھولتے باغ کا مالی کون ہے اس لئے
تیسرے حصہ میں مربی یعنی حضرت قبلہ عالم مرشد علیہ الرحمۃ کے عادات و
اخلاق، اوصاف و کمالات کا تفصیلاً ذکر ہوگا۔

{انقلاب حقیقت، ص ۷، از صاحبزادہ عمر بیربل شریف، ادارہ تصوف بیربل شریف}

ساتواں حوالہ: اس وقت صرف اپنے مربی اور محسن کی یاد نے مجھے بے اختیار کر دیا۔

{انقلاب حقیقت ص ۴}

یہاں مربی سے مصنف کی مراد حضرت میاں شیر محمد شرقپوری صاحب ہیں۔

آٹھواں حوالہ: مربی کے سینے کے انوار مرید کے سینے میں ارادہ سے اور بے ارادہ
آتے ہیں۔ {انقلاب حقیقت ص ۱۹}

نواں حوالہ: جو نصف خام حالت میں اپنے مربی درخت سے الگ ہو کر بازار میں بکنے جاتے ہیں {انقلاب حقیقت ص ۲۴۸}

دسواں حوالہ: بریلویوں کے نام نہاد مناظر مفتی حنیف قریشی صاحب لکھتے ہیں کہ:

مربی پالنے والے کو کہتے ہیں اور حقیقی رب، اللہ تعالی ہے اور مجازی ہر وہ شخص کہ جو روزی وغیرہ کا ذریعہ ہوتا ہے۔۔۔ حضرت یوسف علیہ السلام بولے اللہ کی پناہ وہ عزیز مصر تو میرا رب "پالنے والا" ہے۔

{آزر کون تھا؟ ص ۵۸،۵۹ اسلامک بک کارپوریشن}

تلک عشرۃ کاملۃ

اب ہم رضاخانی حضرات سے صرف یہی درخواست کریں گے کہ اگر آپ کے اندر واقعی انصاف و دیانت کا مادہ ہے تو اپنے اعتراض سے ہرگز رجوع نہ کریں بلکہ جتنی کتابیں آپ نے مرثیہ کے اس شعر پر اعتراض کرنے میں سیاہ کی اتنی نہیں تو کم سے کم ایک کتاب اپنے ان اکابرین کے مندرجہ بالا حوالہ جات پر بھی لکھ دیں اور برملا اس بات کا اعلان کریں کہ ہمارے ان بڑوں نے بھی اپنے پیروں کو رب اور مربی کہا جو کہ صرف رب العالمین کی صفت ہے لہٰذا یہ رب کے گستاخ خدا کے نافرمان ہیں ان سے ہمارا کوئی تعلق نہیں۔

اعتراض ۹۴: پھریں تھے کعبہ میں پوچھتے گنگوہ کا رستہ
جو رکھتے اپنے سینوں میں تھے ذوق و شوق عرفانی

اس شعر میں حضرت گنگوہی کو کعبہ کہا گیا گویا تم حج پر جا کر بھی اپنے پیر کا طواف کرتے ہو اور اس کی طرف منہ کرنے نماز پڑھتے ہو۔ (العیاذ باللہ)

جواب: اس شعر کا مطلب یہ ہے کہ جب ہم فریضہ حج ادا کرنے گئے تو روانگی سے قبل ہمارے شیخ و مرشد کامل حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے خوب تربیت فرمائی تھی کہ حج کے تمام ارکان کو سنت رسول ﷺ کے مطابق ادا کرنا تاکہ حق تعالی شانہ تمہیں حج مبرور کا ثواب عطا فرمائے اور حج مبرور کا ثواب تب ملے گا جب حج کے تمام ارکان سنت نبوی ﷺ کے مطابق ادا کیے گئے ہوں گے۔ تو ہم نے جب وہاں جا کر مقامات مقدسہ کو اپنی آنکھوں سے دیکھا اور ارکان کو ادا کیا تو

ہمیں اپنے مرشد حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی یاد آئی کہ انھوں نے اسی طرح حج کی ادائیگی کی تعلیم فرمائی تھی۔ بریلوی ذرا اپنے گھر کی خبر لیں:

احمد رضا خان کا حوالہ:

”بیعت کے معنی بک جانے کے سبع سنابل شریف میں ہے کہ ایک صاحب کو سزائے موت کا حکم بادشاہ نے دیا جلاد نے تلوار کھینچی یہ اپنے شیخ کے مزار کی طرف رخ کر کے کھڑے ہو گئے جلاد نے کہا اس وقت قبلہ کو منہ کرتے ہیں فرمایا تو اپنا کام کر میں نے قبلہ کی طرف منہ کر لیا ہے اور ہے بھی یہی بات کہ کعبہ قبلہ ہے جسم کا اور شیخ قبلہ ہے روح کا اس کا نام ارادت ہے اگر اس طرح صدق عقیدت کے ساتھ ایک دروازہ پکڑ لے تو اس کو فیض ضرور آئے گا“۔

{ملفوظات، حصہ دوم، ص ۱۸۹، فرید بک سٹال لاہور}

بریلوی حضرات اپنے اعلحضرت کے اس ملفوظ کی روشنی میں مرثیہ کے شعر کو خوب اچھی طرح سمجھ گئے ہونگے کہ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ نے یہی فرمایا کہ کعبہ جو قبلہ اجسام تھا وہاں گئے اور حاضری کا حق ادا کیا اس کے بعد اپنے سینے میں جو عرفانی ذوق اور روحانی شوق کے شعلے بھڑک رہے تھے اس کیلئے حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف توجہ کو مبذول کیا۔

احمد رضا خان کو قبلہ و کعبہ کہنا

حرم والوں نے مانا تم کو اپنا قبلہ و کعبہ
جو قبلہ اہل قبلہ کا ہے وہ قبلہ نما تم ہو
عرب میں جا کے ان آنکھوں نے دیکھا جس کی صورت کو
عجم کے واسطے لاریب وہ قبلہ نما تم ہو

{مدائح اعلحضرت مع نغمۃ الروح، ص ۳۰، رضوی کتب خانہ بریلی شریف، اشاعت اول}

سبع سنابل کا حوالہ:

”ایک مرتبہ حضرت مخدوم جہانیاں کعبہ مبارکہ میں حاضر تھے آدھی رات کا وقت تھا اور کعبہ معظمہ آپ کو نظر نہ آتا تھا۔ عرض کیا یا الٰہی کعبہ نظر نہیں آیا۔ ارشاد ہوا کہ کعبہ شیخ نصیر الدین محمود کے طواف کیلئے دہلی گیا ہوا ہے۔ آپ کے دل

میں یہ خیال آیا کہ سبحان اللہ میں تو کعبہ کے طواف کو آؤں اور کعبہ خود ان کے طواف کو جائے۔لہٰذا بہتر یہی ہے کہ میں بھی انہی کے طواف کو جاؤں چنانچہ آپ اس جگہ سے چل پڑے"۔

{سبع سنابل ص ١٦٤، حامد اینڈ کمپنی لاہور}

بریلویوں کو دوسروں پر اعتراض کرنے سے پہلے اپنے گھر کی خبر لینی چاہئے جہاں حج کو چھوڑ کر اور کعبے کو چھوڑ کر اپنے پیروں کے طواف کئے جاتے ہیں۔

اعتراض ٩٥ : مردوں کو زندہ کیا زندوں کو مرنے نہ دیا

اس مسیحائی کو دیکھیں ذری ابن مریم

(مرثیہ ص ٣٣)

دیکھو یہاں مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی تعریف کرتے ہوئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو چیلنج دیا جارہا ہے کہ وہ بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرح مردوں کو زندہ کرتے تھے۔(العیاذ باللہ)

جواب : افسوس کہ رضاخانی اعتراض کرنے سے پہلے اردو محاورات اور تشبیہات کو ہی اچھی طرح سمجھ لیتے جس شخص کو عربی اردو محاورات کا تھوڑا بھی علم ہو وہ اچھی طرح جانتا ہے کہ موت و حیات کے لفظ ہدایت اور گمراہی ترقی و پستی کیلئے بھی استعمال ہوتے ہیں۔ چنانچہ رب تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

لیھلک من ھلک عن بینۃ و یحی من حی عن بینۃ (سورۃ الانفال آیت ٤٢)

تاکہ جو ہلاک ہو وہ دلیل سے ہلاک ہو اور جو زندہ رہے وہ دلیل سے زندہ رہے۔اس آیت میں موت و حیات سے مراد ہدایت و گمراہی ہے۔ہم اکثر اپنے جملے میں یہ لفظ استعمال کرتے ہیں کہ فلاں قوم مردہ ہے فلاں قوم کے باسی واقعی زندہ ہیں تو اس کا مطلب یہی ہوتا ہے کہ وہ قوم پستی میں ہے اور بالکل مردوں کی طرح ہو چکی ہے اور وہ قوم زندہ ہے اچھی حالت میں ہے۔تو اس شعر کا مطلب بھی یہی ہے کہ بہت سے وہ لوگ جو گناہوں کی وجہ سے اپنی زندگی برباد کر چکے تھے اور ان میں ایمان کا نور مردہ ہو چکا تھا حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو پستی سے نکالا

اور دوبارہ ان کو زندہ کیا اور ان کو گمراہی کی موت سے نکال کر ہدایت کی زندگی کی طرف لائے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا معجزہ مردوں کو زندہ کرنا تھا برحق ہے مگر کاش کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس ادنی امتی کی کرامت (جو اصل نبی ہی کا معجزہ ہوتا ہے) بھی دیکھ لیتے جو گمراہی میں پڑے لوگوں کو ہدایت کی روشنی دکھا کر دوبارہ زندہ کر رہا ہے۔ اس میں تقابل یا توہین ہرگز نہیں۔

بریلوی ذرا اپنے گھر کی خبر بھی لیں

احمد رضا خان بمقابلہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام:

شفا بیمار پاتے ہیں طفیل حضرت عیسیٰ
ہے زندہ کر رہا ہے مردے خرام احمد رضا خان کا
{مدائح اعلحضرت، ص ۲۵}

غور فرمائیں اس شعر میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی کس قدر توہین ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے طفیل تو صرف بیمار شفا پاتے ہیں آؤ دیکھو احمد رضا خان کہ وہ تو پاؤں کی ٹھوکر سے مردوں کو زندہ کر دیتا ہے۔ بلکہ ایک رضا خانی نے تو اپنے پیر کی مدح سرائی میں اس سے بھی بڑھ کر گستاخی کی اور کہتا ہے کہ:

برلا دوائے حضرت عیسیٰ بحمد اللہ
دریں اجمیر یک دار الشفاء کردہ ام پیدا
{دیوان محمدی ص ۹۰، مطبوعہ آستانہ عالیہ گڑھی شریف خانپور}

یعنی معاذ اللہ جو مریض حضرت عیسیٰ علیہ السلام ٹھیک نہ کر سکے اور ان کو لا علاج قرار دے دیا ایسے مریضوں کیلئے ہم نے اجمیر میں ایک شفاء خانہ کھول دیا ہے وہ وہاں ہمارے پیر صاحب کے آستانے پر آئیں اور شفاء پائیں۔

اسی طرح قمر الدین سیالوی صاحب کے ایک مرید ان کی مدح سرائی کرتے ہوئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ان الفاظ میں توہین کرتے ہیں

عیسیٰ کے معجزوں نے مردے جلادئے
میرے آقا کے معجزوں نے کئی عیسیٰ بنادئے

{فوز المقال ج ۳ ص ۳۶۴، انجمن قمر الاسلام سلیمانیہ}

معاذ اللہ! کس قدر صریح گستاخی ہے، ہے کسی بریلوی میں یہ جرات کہ اس شعر کو لکھنے والے اس کو شائع کرنے والے اس پر سکوت کرنے والوں پر بھی کوئی فتوی لگائے؟ ہرگز نہیں اس لئے کہ علمائے دیوبند پر فتوی لگانے سے ہی تو دال روٹی ملے گی اور اپنوں پر زبان درازی کرنے پر جوتے۔

اعتراض ۹۶: قبولیت اسے کہتے ہیں مقبول ایسے ہوتے ہیں

عبید سود کا ان کے لقب ہے یوسف ثانی

(مرثیہ، ص ۹)

اس شعر میں حضرت گنگوہیؒ کے کالے غلام کو حضرت یوسف علیہ السلام کا ثانی کہا گیا ہے جو ان کی توہین ہے۔ (العیاذ باللہ)

جواب: اس شعر پر اعتراض بھی رضا خانیوں کی جہالت ہے اس لئے کہ اردو محاورات میں یوسف ثانی حسین وجمیل کے معنی میں مستعمل ہوتا ہے اور اس شعر کا مطلب یہ ہے کہ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے خدام چونکہ حضرت کے فیض تربیت سے بہریاب ہو کر واصل الی اللہ اور عارف باللہ ہو گئے تھے اور ہر وقت ذکر الہی میں مشغول رہتے تھے اس لئے باوجود یہ کہ ان میں سے بعض کا رنگ ''بلالی'' تھا لیکن پھر بھی ذکر الہی کی برکت سے ان کے چہرے چمکتے تھے اور نورانی آنکھیں رکھنے والوں کو ان میں حسن وجمال ہی نظر آتا تھا۔

بریلوی ذرا اپنے گھر کی خبر لیں

احمد رضا خان کی طرف سے حضرت یوسف علیہ السلام کی توہین

روئے یوسف سے فزوں تر حسن روئے شاہ ہے

پشت آئینہ نہ ہو انباز روئے آئینہ

{حدائق بخشش، حصہ سوم، ص ۶۴}

اس شعر میں کس طرح حضرت یوسف علیہ السلام کی توہین کی گئی کہ حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا حسن حضرت یوسف علیہ السلام سے بھی فزوں تر یعنی زیادہ تھا آئینے کے سامنے وا لے

حصہ کو شیخ رحمۃ اللہ علیہ کا چہرہ کہا گیا اور پشت کو حضرت یوسف علیہ السلام کا تو دونوں کس طرح برابر ہو سکتے ہیں، معاذ اللہ۔

یار گڑھی والے کا خود کو یوسفؑ اور یعقوبؑ کہنا:

یوسفم در چاہ من بدم نیز یعقوبم کہ گریاں من بدم

{دیوان محمدی، ص ۱۵۸}

یعنی حضرت یوسف علیہ السلام جن کو کنویں میں پھینکا گیا تھا وہ میں ہی ہوں اور حضرت یعقوب علیہ السلان جو ان کی جدائی کے غم میں گریاں کرتے تھے وہ بھی میں ہی ہوں معاذ اللہ

اعتراض ۹۷: وہ صدیق تھے وہ فاروق پھر کہے عجب کیا ہے

شہادت نے تہجد میں قدمبوسی کی گر ٹھانی ہے

اس شعر میں حضرت گنگوہی کو ابوبکر صدیقؓ اور عمر فاروقؓ کہا گیا ہے کیونکہ صدیق و فاروق ان کا لقب ہے۔(معاذ اللہ)

جواب: جاہل معترض کو چاہئے کہ وہ لغت اٹھا کر صدیق اور فاروق کے معنی دیکھے صدیق کا معنی سچا اور فاروق کا معنی حق اور باطل میں فرق کرنے والا اور بے شک حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے اندر یہ دونوں صفتیں موجود تھیں۔ ذرا اپنے گھر کی خبر لو:

عیاں شان صدیقی تمہارے صدق و تقوی سے

کہوں اتقی نہ کیوں کہ خیر الاتقیاء تم ہو

(مدائح اعلحضرت، ص ۳۰)

اتقی قرآن پاک میں حضرت صدیق اکبرؓ کی شان میں نازل ہوا سیجنبھا الاتقی یوتی مالہ یتزکی۔ تمام مفسرین کا اس پر اجماع ہے کہ اس آیت میں اتقی سے مراد حضرت صدیق اکبرؓ ہیں مگر یہ رضا خانی کہتا ہے کہ احمد رضا خان تو خیر الاتقیاء تھے اس لئے میں ان کو اتقی کہوں گا۔ ایک اور شعر ملاحظہ ہو

جلال و ہیبت فاروق اعظم آپ سے ظاہر اشدآء علی الکفار کے ہو سر بسر مظہر

{مدائح اعلحضرت، ص ۳۰}

غور فرمائیں مرثیہ کے شعر میں تو صرف فاروق کا لفظ تھا یہاں تو صریح طور پر احمد رضا خان کو حضرت عمر فاروقؓ کے مقابلے میں لا کھڑا کر دیا گیا۔ اور اگلا شعر ملاحظہ فرمائیں قرآن پاک میں اشداء علی الکفار صحابہ کرامؓ کی شان بتلائی گئی مگر رضا خانیوں نے اللہ سے مقابلے کرتے ہوئے یہ آیت احمد رضا خان پر چسپاں کر دی۔

اعتراض ۹۸: زباں پر اہل ہوا کی ہے کیوں اعل ہبل شاید

شائد اٹھا عالم سے کوئی بانی اسلام کا ثانی (مرثیہ، ص ۵)

اس شعر میں حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کو اسلام کا بانی ثانی یعنی دوسرا احمد ﷺ کہا گیا کیونکہ اسلام کے بانی تو رسول خدا ﷺ ہی ہیں جو ان کی کھلی ہوئی توہین ہے۔ (العیاذ باللہ)

جواب: اس شعر میں ثانی کا لفظ بمعنی مانند اور مماثل کے نہیں جو آپ نبی کریم ﷺ سے تقابل کروا رہے ہیں بلکہ دوم اور دوسرے کے معنی میں مستعمل ہے۔ اس شعر میں حضرت محمود حسن دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ ایک خاص واقعہ کی طرف اشارہ کرنا چاہتے ہیں کہ غزوہ احد میں شیطان نے یہ خبر اڑادی تھی کہ ان محمدا اقد قتل اس وقت جو کفار کے لشکر کا سردار تھا اس نے یہ نعرہ بلند کیا اعل ھبل اعل ھبل ہمارے معبود ھبل کا نام اونچا ہو۔ مولانا شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ نے اس شعر میں اسی تخیل کا ادا کرنا چاہا کہ:

"باطل کی طرف سے جس طرح اعل ھبل کے نعرے اس وقت لگے تھے جب شیطان نے بانی اسلام ﷺ کے متعلق وہ جھوٹی اور ناپاک خبر اڑائی تھی آج ان ہبل پرستوں کی ذریت قبر پرستوں اور مزار پرستوں کی زبان پر وہی ناپاک نعرہ ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ اس نوع کا کوئی دوسرا واقعہ پیش آیا ہے کوئی حامی سنت اور ماحی بدعت اس عالم سے اٹھ گیا ہے جو اہل باطل ان کی وفات کی خوشی میں شیطانی نعرے لگا رہے ہیں۔ تو رسول ﷺ اس خاص معاملے میں پہلے تھے اور حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ اس معاملے میں دوسرے نمبر پر"۔

اگر کسی کو نبی کریم ﷺ کا ثانی کہنا نبی کریم ﷺ کی گستاخی ہے تو قرآن پاک پر کیا فتویٰ ہے جس میں صدیق اکبرؓ کو نبی کریم ﷺ کا ثانی کہا گیا:

اذا اخرجه الذين كفروا ثانى اثنين اذهما فى الغار جب آپ کو مکہ سے نکالا

کافروں نے جب آپ دو کے دوسرے تھے (یعنی صدیق اکبر کے دوسرے آپ) جب وہ دونوں غار میں تھے۔امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ:

دل هذه الاية على فضل ابی بکر رضی اللہ عنہ من وجوه۔۔۔الرابع انه تعالى سماه ثانی اثنين فجعل ثانی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حال كونه في الغار والعلماء اثبتوا انه رضی اللہ تعالی كان ثانی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فی اكثر المناصب الدينية۔

{تفسیر کبیر، ج١٦،ص٦٦، بیروت}

یہ آیت حضرت ابوبکر صدیقؓ کی فضیلت پر بچند وجوہ دلالت کرتی ہے۔۔۔ان میں سے چوتھی وجہ یہ ہے کہ حق تعالی نے آپ کو ثانی اثنین کہا پس برفاقت غار آپ رضی اللہ تعالی عنہ کو نبی کریم ﷺ کا ثانی قرار دیا گیا اور علماء کرام نے ثابت کیا ہے کہ بہت سے دینی مراتب میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ نبی کریم ﷺ کے ثانی تھے۔

رضا خانی ہمت کریں اور لگائیں ایک عدد فتوی امام فخر الدین رازیؒ کے ساتھ من جملہ ان بہت سے علماء کرام پر جنہوں نے بہت سے امور میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالی کو نبی کریم ﷺ کا ثانی کہا۔

رضا خانی اپنے گھر کی خبر لیں:

آپ کی کیا کرے کوئی مدحت نائب غوث دریائے رحمت
آپ کی ذات عکس پیمبر سیدی مرشدی اعلحضرت

{تجلیات امام احمد رضا،ص١٦٧}

معاذ اللہ یہاں احمد رضا خان کو نبی کریم ﷺ کا عکس کہا جا رہا ہے کہ جس طرح آئینہ کے سامنے کھڑے ہو کر آدمی کو اپنا عکس نظر آتا ہے اس طرح جب تم نبی کریم ﷺ کو دیکھو گے تو تمہیں وہ احمد رضا خان نظر آئیں گے اور جب احمد رضا خان کو دیکھو گے تو تم کو نبی کریم ﷺ کا چہرہ نظر آئے گا۔العیاذ باللہ۔ایک اور غالی بریلوی مرید اپنے پیر کی مدح سرائی کرتے ہوئے کہتا ہے کہ:

وہی جلوہ جو فاراں پر ہوا احمد کی صورت میں
اسی جلوے کو پھر عیاں کیا متھن کی گلیوں میں

(دیوان محمدی، ص ۱۹۱)

معاذ اللہ یعنی آج سے چودہ سو سال پہلے جو ہستی فاران کی چوٹیوں پر نمودار ہوئی تھی یعنی محمد مصطفی ﷺ وہی ذات اور اسی ذات کے جلوے آج چودہ سو سال بعد کوٹ مٹھن کی گلیوں میں میرے پیر یعنی پیر فرید کی شکل میں جلوہ آراء ہے۔ رضاخانیوں کو اپنے گھر کی یہ گستاخیاں نظر نہیں آتیں جو وہ دوسروں پر بلاوجہ گستاخی گستاخی کے فتوے داغتے ہیں۔

اعتراض ۹۹: تمہاری تربت انور کو دیکر طور سے تشبیہ

کہوں ہوں بار بار ارنی مری دیکھی بھی نادانی (مرثیہ ص ۱۳)

اس شعر میں حضرت گنگوہی کی قبر کو طور سے تشبیہ دی گئی اور ان کو دیکھنے کی خواہش کا اظہار کیا گیا گویا گنگوہی صاحب دیوبندیوں کا خدا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بھی طور پر جا کر اللہ سے یہی خواہش کی تھی کہ ارنی۔

جواب: اس شعر پر اعتراض بھی بریلویوں کی جہالت کا شاخسانہ ہے۔ ہر زبان میں بات سمجھانے کیلئے تشبیہات کا استعمال کیا جاتا ہے مثلاً جب آپ کسی کی بہادری سے متاثر ہوتے ہیں تو کہتے ہیں کہ فلاں شیر جیسا ہے یا کسی کی خوبصورتی بیان کرنے کیلئے کہتے ہیں کہ فلاں چاند جیسا ہے۔ تو اب اس میں صرف اس کی کسی مخصوص صفت کو بیان کرنا مقصود ہوتا ہے تشبیہ من کل الوجوہ مراد نہیں ہوتی کہ فلاں آدمی جس کو شیر یا چاند سے تشبیہ دی گئی ہے اس کے شیر جیسے دانت ہیں ایک دُم ہے، چار ٹانگیں ہیں اور اس کا چہرہ چاند جیسا گول ہے۔ غرض تشبیہ صرف کسی خاص پہلو سے ہوتی ہے نہ کہ من کل الوجوہ۔

(مطول، مختصر المعانی، دروس البلاغۃ وغیرھم)

اسی طرح اس شعر میں جو حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی قبر مبارک کو طور سے تشبیہ دے کر ارنی کا جملہ استعمال کیا گیا اس سے مقصود صرف اس بات کا بیان کرنا ہے کہ جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام طور پر گئے اور خدا سے عرض معروض کی کہ میرا دل چاہتا ہے کہ میں آپ کا دیدار کروں آپ کو دیکھوں مگر حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ کا دیدار نہ کر سکے۔ اسی طرح آپ کی قبر پر آ کر میرا دل چاہتا ہے کہ ایک بار پھر میں آپ کا چہرہ انور دیکھ لوں بار بار بے ساختہ میری زبان سے نکل رہا

ہے کہ ارنی مجھے اپنا دیدار کرائے جس طرح جب آپ زندہ تھے تو میں آپ کے دیدار سے مشرف ہوتا تھا۔ مگر اب آپ کی وفات کے بعد میرا یہ مطالبہ کرنا ایک نادانی ہی ہے کیونکہ اب آپ اس دنیا سے پردہ فرما گئے اور اب آپ سے مثل زندوں کے دیدار کی خواہش کرنا نادانی ہے کہ گئے لوگ واپس نہیں لوٹتے۔

بریلوی اپنے گھر کی خبر لیں

قارئین کرام آئیے ہم آپ کو دکھاتے ہیں کہ اصل میں اپنے پیروں کو اپنا خدا ماننے والے یہ بریلوی بد بخت ہی ہیں۔ یار محمد گڑھی والا اپنے پیر کی مدح سرائی کرتے ہوئے کہتا ہے کہ:

خدا کو ہم نے دیکھا سدا مٹھن کی گلیوں میں
خدا بے پردہ ہے جلوہ نما مٹھن کی گلیوں میں
{دیوان محمدی، ص ۱۹۱}

صورت رحمان ہے تصویر میرے پیر کی
علم القرآن ہے تقریر میرے پیر کی
کیا خدا کی شان ہے یا خود خدا ہے جلوہ گر
ملتی ہے اللہ سے تصویر میرے پیر کی
(دیوان محمدی، ص ۲۰۱)

اعتراض ۱۰۰: مرثیہ گنگوہی کے کئی اشعار میں حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے استعانت طلب کی گئی ہے۔

جواب: ہم شرعی استعانت اور بزرگان دین کے وسیلے کے منکر نہیں۔ اس لئے پہلے ہمارا عقیدہ اچھی طرح سمجھو اس کے بعد اعتراض کرو۔ مزید تفصیل کیلئے امام اہلسنت حضرت مولانا سرفراز خان صفدر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "دل کا سرور"، "گلدستہ توحید" اور "تسکین الصدور" کا مطالعہ کرو۔

اعتراض ۱۰۱: مرثیہ گنگوہی پر علمائے دیوبند نے بھی فتوے لگائے ہیں۔

جواب: پہلی بات تو یہ ہے کہ وہ فتوے ہمیں تسلیم نہیں کیا پتہ آپ نے اپنے گھر سے بنا لئے ہوں جبکہ آپ جعلی فتوے بنانے میں ماہر ہیں اور آپ کے اپنے لوگوں نے اس کو تسلیم بھی کیا ہے ۔بصورت تسلیم جواب یہ ہے کہ رضا خانی حضرات نے استفتاء کا سوال یوں بنایا:

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ چند دن ہوئے یہاں ایک عرس ہوا اس میں ایک نعت خواں نے یہ شعر کہا،

پھریں تھے کعبہ میں بھی پوچھتے اجمیر کا راستہ
جو رکھتے اپنے سینوں میں تھے ذوق شوق عرفانی

(مرثیہ گنگوہی علماء دیوبند کی نظر میں۔ص:۲۰)

اب ظاہر ہے کہ یہاں یہی تاثر دیا گیا کہ یہ شعر کہنے والا کوئی مشرک رضا خانی عام جاہل نعت خواں ہے کیونکہ یہاں واضح طور پر عرس کا لفظ استعمال کیا گیا۔اب رضا خانی حضرات نے یہ دھوکا دیا کہ یہ اشعار عرس پر مزارات پر سجدہ کرنے والے جاہل مشرک رضا خانیوں نے پڑھا ہے اور جب اعراس پر ہونے والے غیر شرعی افعال اور ان میں شرکت کرنے والے مشرک و جاہل لوگوں کو سامنے رکھ کر علماء نے فتوی دیا تو رضا خانیوں نے یہ شور مچا دیا کہ یہ اشعار تو علمائے دیوبند کے ہیں۔یہ ہے رضا خانیوں کی خیانت اور دھوکہ بازی کی مختصر تفصیل۔اب یہاں اس کا مختصر جواب بھی پڑھ لیں۔اگر رضا خانی حضرات نے مختصر المعانی یا تلخیص المفتاح یا مطول وغیرہا کو پڑھا ہوتا تو ان کی عقل میں بات آجاتی مگر علم سے کورا ہونے کی وجہ سے معترض ہوئے۔مختصر المعانی میں اسناد حقیقی ومجازی کی تفصیل میں ایک مثال پیش کی گئی ہے وہ یہ ہے:

انبت الربیع البقل کہ موسم بہار نے فصل اگائی۔اب یہ حقیقی معنی پر بھی محمول ہو سکتا ہے اور مجازی بھی۔اگر کافر کہے گا تو یہ اسناد حقیقی ہے یعنی اس کا عقیدہ ہے کہ موسم بہار نے فصل وغیرہ کو لگایا۔اور اگر مسلمان کہے گا تو یہ اسناد مجازی ہوگی کہ اللہ نے موسم بہار کے ذریعے اگایا۔تو یہ اسناد مجازی ہوگئی کہ یہ اگانا بہار کی طرف جو منسوب ہے وہ محض مجازی طور پر ہے چونکہ موسم بہار کے آنے سے فصل ظاہر ہوئی تو اس کی طرف نسبت کر دی گئی ہے۔مزید تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو: مختصر المعانی مع الحاشیہ۔ص:۵۲۔۵۷۔

بہر حال ثابت ہوا کہ کافر کرے گا تو مطلب کچھ اور ہوگا اگر وہی بات مسلمان کرے گا تو مطلب کچھ اور ہوگا اکابر و اسلاف میں یہ مسلم ہے اور خود رضاخانیوں کو بھی یہ بات مسلم ہے جیسا کہ آگے آئے گا۔ اب دیکھئے اگر ان اشعار کو رضاخانی کہے گا تو مطلب کچھ اور ہوگا کہ ان کے عقائد میں شرک بھرا ہوا ہے اور اگر سنی دیوبندی مسلمان بلکہ مسلمانوں کے شیخ الہندؒ حضرت مولانا محمود حسنؒ کہیں گے تو مطلب اور بات کچھ اور ہوگی۔ چنانچہ پیر مہر علی شاہ صاحب کے خلیفہ مجاز جناب مولانا غلام محمد گھوٹوی مرحوم کے حالات زندگی میں لکھا گیا ہے:

"ایک مرتبہ ایک مولوی صاحب نے حضرت شیخ الجامع علامہ گھوٹوی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک فارسی شعر کی بابت استفسار کیا تو حضرت نے فرمایا غلط ہے ان مولوی صاحب نے عرض کیا کہ یہ شعر فلاں شخصیت کا ہے تو حضرت نے فرمایا کہ موؤل ہے یعنی اس کی تاویل لازم ہے"۔

(شیخ الاسلام محدث گھوٹوی۔ ص:۲۸۱)

تو معلوم ہوا کہ شاعر کو دیکھ کر فیصلہ کیا جائے گا یعنی اگر شاعر بدعقیدہ ہو جیسا کہ بریلوی حضرات ہیں تو پھر فتاوی جات یونہی سخت ہونے چاہئے اور اگر شیخ الہند جیسا متبحر عالم ہو تو پھر معنی و مطلب حسن شعر پر معمول کیا جائے گا اور شعر کی تاویل کی جائے گی۔ ایک اور حوالہ بھی ملاحظہ ہو اشرف سیالوی رضاخانی شکست خوردہ مناظرہ جھنگ لکھتا ہے:

"علامہ طیبی نے حدیث رسول ﷺ تمسک بسنۃ خیر من احداث بدعۃ یعنی سنت نبوی کا لازم پکڑنا بدعت جاری کرنے سے بہتر ہے کے تحت یوں کہہ دیا سنۃ قذرۃ یعنی گھٹیا سنت علامہ ابن حجر مکی نے اس عبارت پر رد و قدح کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر اس شخص کا علم اور صاحب تحقیق ہونا اور نبی اکرم ﷺ سے عقیدت و محبت سے سرشار ہونا ہمیں معلوم نہ ہوتا۔۔۔ تو اس کلمہ کی وجہ سے اس پر بہت بڑا سنگین فتوی اور کلمہ شرعی عائد کیا جاتا"۔ (مناظرہ جھنگ۔ ص:۲۸۲)

قارئین کرام! اس سے معلوم ہوا کہ رضاخانی حضرات کا اصول یہ ہے کہ صاحب تحقیق اور صاحب علم اور عشق و محبت سے سرشار آدمی بات کرے تو تاویل کی جائے گی ورنہ فتوی لگایا جائے

گا۔ تو پھر ہمیں کہنے دیجئے کہ شیخ الہندؒ کا صاحب تحقیق ہونا اور علم سے سرشار و عشق و محبت میں مستغرق ہونا مسلم ہے لہٰذا اگر ایسا شخص کوئی بات کرے تو چونکہ وہ مشرک نہیں اور شرک کے جراثیم میں ڈوبا ہوا نہیں تو اس کے کلام کی توجیہ اس کے مقام کو دیکھ کر کی جائے گی اور اس سے معلوم ہوا کہ اگر بالفرض کوئی بزرگ اور صاحب تحقیق کوئی غیر شرعی بات کر بھی دے تو حتی الامکان اسے اچھے معنی پر محمول کیا جائے گا اشرف سیالوی کے اس ایک حوالے ہی سے الحمد للہ علمائے دیوبند پر رضاخانیوں کی طرف سے کئے جانے والے تمام اعتراضات کا اصولی جواب بھی ہو گیا۔ الحمد للہ۔

باقی خود رضاخانی علماء و اکابر پر رضاخانیوں کے کفر و گمراہی کے فتووں کو پڑھنے کیلئے حضرت علامہ ابوایوب قادری صاحب کی کتاب ''دست و گریبان'' مطبوعہ دار النعیم اردو بازار لاہور کا مطالعہ فرمائیں۔

اعتراض ۱۰۲: حضرت گنگوہی نے فتاوی رشیدیہ میں امام حسین کے مرثیہ کو جلا دینے کا حکم دیا اور خود تم گنگوہی کے مرثیے پڑھ رہے ہو۔

جواب: وہاں صرف امام حسینؓ کے مرثیہ کو جلانے کا حکم نہیں دیا بلکہ خاص ان مرثیوں کے بارے میں حکم ہے جو تعزیوں میں پڑھے جاتے ہیں جو غیر شرعی اشعار اور احادیث موضوعہ و عقائد باطلہ پر مشتمل ہوتے ہیں۔ مولوی احمد رضا خان صاحب لکھتے ہیں:

> ''جو مجلس ذکر شریف حضرت سیدنا امام حسین و اہلبیت کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی ہو جس میں روایات صحیحہ معتبرہ سے ان کے فضائل و مقامات و مدارج بیان کئے جائیں اور ماتم و تجدید غم وغیرہ امور مخالفہ شرع سے یکسر پاک ہو بہ نفسہ حسن و محمود ہے۔ خواہ اس میں نثر پڑھیں یا نظم۔ اگرچہ وہ نظر بوجہ ایک مسدس ہونے کے جس میں ذکر حضرت سید الشہداء آ ہے عرف حال میں بنام مرثیہ مشہور ہو کہ اب یہ وہ مرثیہ نہیں جس کی نسبت ہے نهی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عن المراثی''۔ (رسالہ تعزیہ داری۔ ص ۱۲)

معلوم ہوا کہ مرثیہ وہی ممنوع ہے جو روایات کاذبہ و خرافات پر مشتمل ہو ورنہ جائز۔ حدیث میں اشعار

پڑھنے پر سخت وعید آئی ہے مگر سب نے اسے غیر شرعی اشعار پر محمول کیا اور سلف واکابر اشعار پڑھتے ہوئے آئے ہیں۔ یہاں بھی اسی فرق کو ملحوظ رکھا جائے۔

الحمدللہ ہم نے انتہائی اختصار کے ساتھ رضاخانی حضرات کے مرثیہ گنگوہی پر مشہور اعتراضات کے جوابات دے دیے ہیں۔ اگر کسی کے ذہن میں کوئی اور اشکال یا اعتراض ہو تو وہ بھی پیش کر دیں انشاء اللہ اس کا بھی جواب دے دیا جائے گا۔

بریلوی حضرات کی نبی کریم ﷺ کی شان میں چند لرزہ خیز گستاخیاں

الحمد للہ یہاں تک تو راقم الحروف نے ان رضا خانی عبارات کا جواب جس کو بزعم خویش ان رضاخانی مولویوں نے گستاخی پر محمول کیا (معاذاللہ) ساتھ ہی یہ بھی ثابت کیا کہ جن عبارات کو یہ لوگ گستاخی سمجھ رہے ہیں وہ نہ صرف قرآن وحدیث، سلف صالحین بلکہ اہل بدعت کے اکابر سے بھی ثابت وموید ہیں۔اب ان لوگوں کو مزید ان کے گھر کا آئینہ دکھانے کیلئے ہم یہاں اس مذہب کی چند گستاخانہ عبارات پیش کررہے ہیں تفصیل کیلئے قارئین مولانا ابو محمد کی لاجواب کتاب ''رضا خانیت پر چار حرف'' کا مطالعہ کریں جس میں تین سو سے زائد عبارات کو جمع کیا گیا ہے۔

(۱) انبیاء کی نبوت کا انکار۔معاذاللہ

مایہ ناز بریلوی عالم مولوی اشرف سیالوی سرگودھوی جن کے متعلق بریلوی مفتی اعظم پروفیسر منیب الرحمن لکھتا ہے:

''میں اہلسنت وجماعت کو یہ خوشخبری سنانا بھی اپنی سعادت سمجھتا ہوں کہ مصنفات علامہ سعیدی شرح صحیح مسلم اور تبیان القرآن کو ہمارے عہد کے دو ممتاز اکابر اہلسنت علامہ عبدالحکیم شرف قادری اور علامہ محمد اشرف سیالوی مداللہ ظلھما اللہ العالی نے مسلک اہل سنت وجماعت کیلئے مستند ومتفق علیہا قرار دیا ہے یہ امر ملحوظ رہے کہ یہ دونوں اکابر ہمارے مسلک کیلئے حجت واستناد کی حیثیت رکھتے ہیں''۔

(تفہیم المسائل، ج ۳،ص ۱۷)

معلوم ہوا کہ اشرف سیالوی صاحب کا شمار بریلوی مستند وحجت قسم کے اکابر میں ہوتا ہے اب اسی مولوی کے متعلق بریلوی شیخ الحدیث والتفسیر مفتی نذیر احمد سیالوی لکھتا ہے:

''کیونکہ اس نظریہ سے خوب واضح ہے کہ صاحب تحقیقات ونظریہ کے نزدیک حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے بعد نبی نہ ہونا قطعیات اسلام اور ضروریات دین سے ہے''۔(تصریحات،ص ۱۱۵)

''تحقیقات'' اشرف سیالوی کی کتاب کا نام ہے جو اس شخص نے نبی کریم ﷺ کے خلاف لکھی ہے (معاذ اللہ) اور عبارت میں ''صاحب تحقیقات'' سے مراد یہی مولوی اشرف سیالوی ہیں اور ''تصریحات'' اسی تحقیقات کے جواب میں لکھی گئی ہے اس میں واضح طور پر لکھا ہوا ہے کہ اشرف سیالوی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو معاذ اللہ نبی نہیں مانتے۔ ماقبل میں مولوی عبد المجید سعیدی رضا خانی کا حوالہ بھی گزر چکا ہے کہ مولوی اشرف سیالوی نبی کریم ﷺ سے بھی سلب نبوت کے قائل ہیں العیاذ باللہ۔

دیوبندی مذہب کا مولف غلام مہر علی بریلوی (جس کی کتاب کا چربہ دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف ہے) بریلوی غزالی زماں مولوی احمد سعید کاظمی کو نبی کریم ﷺ کی نبوت کا منکر قرار دیتے ہیں چنانچہ لکھتے ہیں:

> ''آپ کے باپ مولانا احمد سعید کاظمی صاحب کے سچے اور پکے فیصلہ کہ نبی کل امور میں پسندیدہ ہوتے ہیں کہ بعد آپ کا یہ اقرار کہ معاذ اللہ حضور ﷺ بواقعہ صلح حدیبیہ (آپ ۵۹ سال عمر مبارک اور تاوفات اقدس) ساری عمر خلاف اولیٰ ناپسندیدہ کام کرتے رہے آپ شعوری و لاشعوری طور پر حضور اکرم ﷺ کی نبوت ہی کے منکر ہیں''۔ (جوابات رضویہ، ص ۱۶)

یہی مولوی غلام مہر علی لکھتا ہے:

> ''حضور مظہر حسن ذات حق ﷺ معصوم ہیں لہٰذا قرآن مجید کے کسی لفظ کے ترجمہ و معنی یا کسی نجی گفتگو میں اپنی طرف سے آپ کیلئے گناہ یا گناہ گار کا لفظ بولنا آپ کی نبوت کا انکار و کفر ہے''۔ (عصمۃ النبی، ص ۱۲)

اور معصوم صرف نبی اکرم ﷺ نہیں بلکہ سارے انبیاء ہیں اور مندرجہ بالا اصول کے تحت کسی نبی کی طرف گناہ کی نسبت کرنا گویا اس کی نبوت کا انکار کرنا ہے اور کفر کا ارتکاب ہے تو اب ذرا مندرجہ ذیل حوالہ جات بھی ملاحظہ ہوں:

(۱) احمد رضا خان کے والد نقی علی خان حضور ﷺ کی شان میں وارد آیت لیغفر لک اللہ

الآیۃ کا ترجمہ کرتا ہے:

''تاکہ معاف کرے اللہ تیرے اگلے پچھلے گناہ'' (انوار جمال مصطفی، ص۱۷)

(۲) یہی مولانا نقی علی خان لکھتے ہیں:

واستغفر لذنبک وللمومنین والمومنات

مغفرت مانگ اپنے گناہوں کی اور سب مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کے لئے

(فضائل دعا۔ص:۶۹ مکتبۃ المدینہ)

(۳) یہی نقی علی خان صاحب ایک حدیث کا ترجمہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''مغیرہ بن شعبہ کہتے ہیں آپ نے اس قدر عبادت کی کہ پائے مبارک سوج گئے لوگوں نے کہا آپ تکلیف اس قدر کیوں اٹھاتے ہیں کہ خدا نے آپ کی اگلی پچھلی خطا معاف کی فرمایا افلا اکون عبدا شکورا''۔

(سرور القلوب۔ص:۲۳۶ شبیر برادرز)

(۴) مظہر اعلی حضرت حشمت علی رضوی صاحب لکھتے ہیں:

''حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ اکثر رات قیام فرماتے۔نماز میں کھڑے رہتے حتی تورمت قدماہ یہاں تک کہ پائے مبارک ورم فرما گئے پس صحابہ کرام نے عرض کیا کہ اتنی تکلیف اتنی مشقت حضور کس واسطے فرماتے ہیں آپ کے رب عز وجل نے تو آپ کے تمام اگلے پچھلے گناہ معاف فرمادئے قد غفر لک ما تقدم من ذنبک وما تاخر پس آپ نے فرمایا افلا اکون عبدا شکورا۔''

(۱۵ تقریریں۔ص:۱۷۰)

(۵) مزید لکھتے ہیں:

''آپ معصوم ہیں اللہ نے آپ کے سب اگلے پچھلے گناہ پہلے ہی عفو فرمادئے لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک وما تاخر''۔

(۱۵ تقریریں۔ص:۲۴۶)

(۶) بریلوی اشرف العلماء مناظرہ جھنگ کا شکست خوردہ اشرف سیالوی صاحب لکھتے ہیں

کہ:

”نبی کریم ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے بشارت دی ہے لیغفر لک اللہ ماتقدم من ذنبک وما تاخر۔ یوم لا یخزی اللہ النبی والذین امنوا معہ اے محبوب اللہ تعالیٰ نے وہ تمام امور جنہیں تم مرتبہ قرب اور منصب محبوبیت کے لحاظ سے گناہ سمجھتے ہو وہ تم سے صادر ہوئے یا ابھی سرزد نہیں ہوئے وہ سب بخش دیے“۔ (کوثر الخیرات۔ ص: ۲۲۵ اہل السنۃ پبلی کیشنز جہلم)

(۷) ان کے حکیم الامت احمد یار گجراتی صاحب کا لکھا ہوا ہے:

”انبیاء کرام ارادۃً گناہ کبیرہ کرنے سے ہمیشہ معصوم ہیں کہ جان بوجھ کر نہ تو نبوت سے پہلے گناہ کبیرہ کر سکتے ہیں اور نہ اس کے بعد ہاں نسیانا خطاءً صادر ہو سکتے ہیں“۔ (جاء الحق۔ ص: ۴۳۴)

اس سے بڑا کفر کوئی اور ہو سکتا ہے؟

قارئین کرام مندرجہ بالا عبارت میں مفتی صاحب نے تسلیم کیا کہ انبیاء علیہم السلام سے گناہ ہو سکتے ہیں معاذ اللہ اور بریلوی اصول کے مطابق نبی کریم ﷺ کی طرف رضا خانیوں نے گناہ کی نسبت کر کے نبی کریم ﷺ کو گناہ گار تسلیم کر لیا معاذ اللہ اب انہی رضا خانیوں کی یہ عبارت بھی ملاحظہ ہو:

”اگر پیغمبر ایک آن کیلئے بھی گناہ گار ہوں تو معاذ اللہ حزب الشیطان (شیطانی گروہ) میں داخل ہوں گے“۔ (تفسیر نعیمی ج ۱ ص ۲۶۳)

معاذ اللہ اول تو ملاحظہ فرمائیں کہ کس قدر گستاخانہ پیرائے میں انبیاء علیہم السلام کا ذکر کیا جا رہا ہے۔ ثانیا رضا خانیوں نے انبیاء سے گناہوں کا صدور ممکن مانا اب اس عبارت کی روشنی میں دیکھیں کہ بات کہاں تک پہنچ گئی؟ رضا خانیوں اس طرح کفر اور گستاخی ثابت ہوتی ہے اگر ہے کسی میں جرات تو اپنے اکابر سے اس گستاخی اور کفر کو ہٹا کر دیکھے اور منہ مانگا انعام وصول کرے۔

(۸) جمعیت علماء پاکستان کے صدر صاحبزادہ ابو الخیر زبیر حیدر آبادی نے نبی کریم ﷺ کی طرف گناہ کی نسبت کرنے پر پورا رسالہ ”مغفرت ذنب“ لکھا۔

(۹) اسی ابوالخیر کی بات کی تائید میں بریلوی ۲۰۴ علماء کی تقاریظ و تائید کے ساتھ نبی کریم ﷺ کی طرف گناہ کی نسبت کے جواز پر پوری کتاب ''فیصلہ مغفرت'' شائع کی گئی۔

گویا مولوی نقی علی خان، حشمت علی رضوی، احمد یار گجراتی، اشرف سیالوی سمیت یہ ۲۰۴ علماء یعنی سارا کا سارا مسلک نبی کریم ﷺ کی نبوت کا منکر ہے معاذ اللہ۔ دوسروں کو گستاخ رسول ﷺ کہنے والوں کو اتنی شرم و حیاء نہیں کہ ان کا مسلک تو سرے سے نبی کریم ﷺ کی نبوت ہی کا منکر ہے۔

(۲) انبیاء شیطانی گروہ میں داخل ہیں معاذ اللہ

ماقبل میں ہم نے ناقابل تردید دلائل سے یہ ثابت کیا کہ بریلوی انبیاء علیہم السلام خصوصا نبی کریم ﷺ کو گناہ گار مانتے ہیں بلکہ احمد یار گجراتی نے تو یہاں تک لکھ دیا کہ انبیاء سے معاذ اللہ گناہ کبیرہ بھی صادر ہو سکتے ہیں اب ذرا اسی پر مفتی احمد یار کا فتوی ملاحظہ ہو:

''اگر پیغمبر ایک آن کیلئے بھی گناہ گار ہوں تو معاذ اللہ حزب الشیطان (شیطانی گروہ) میں داخل ہوں گے''۔

(تفسیر نعیمی ج ۱ ص ۲۶۳)

اس کا مطلب ہے کہ تمام انبیاء معاذ اللہ بریلوی فتوے کی رو سے شیطانی گروہ میں داخل ہیں کیونکہ گناہ گار ہیں۔

(۳) انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کو ذلیل کہنا۔ معاذ اللہ

مولوی احمد رضا خان نبی کریم ﷺ کے متعلق شعر لکھتا ہے:

کثرت بعد قلت پہ اکثر درود عزت بعد ذلت پہ لاکھوں سلام

(حدائق بخشش، ج ۲، ص ۲۹)

اس عبارت پر تفصیل ماقبل میں گزر چکی ہے۔

مولوی احمد رضا خان کے والد مولوی نقی علی خان لکھتے ہیں:

امام حجۃ الاسلام محمد بن غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں موسیٰ علیہ وعلی نبینا الصلوۃ

والسلام پر وحی ہوئی اے موسیٰ جب تو مجھے یاد کرے اس حال میں یاد کر کہ تو اپنے اعضاء توڑتا ہو اور میری یاد کے وقت خاشع وساکن ہو جا اور جب مجھے یاد کرے اپنی زبان کو دل کے پیچھے کر اور جب میرے روبرو کھڑا ہو تو بندہ ذلیل کی طرح کھڑا ہو"۔ (جواہر البیان، ص ۴۷)

(۴) شیطان حضور ﷺ سے زیادہ علم رکھتا ہے۔ معاذ اللہ

مولانا عبدالسمیع رامپوری لکھتا ہے:

"اصحاب محفل میلاد تو زمین کی تمام جگہ پاک ناپاک مجالس مذہبی وغیرہ میں حاضر ہونا رسول اللہ ﷺ کا نہیں دعوی کرتے بلکہ ملک الموت اور ابلیس کا حاضر ہونا اس سے بھی زیادہ تر مقامات پاک ناپاک کفر غیر کفر میں پایا جاتا ہے"۔ (انوار ساطعہ، ص ۳۵۹)

اس کتاب پر مولوی احمد رضا خان کی تقریظ ہے اور حاضر ناظر بریلوی مذہب میں علم کو مستلزم ہے پس جب شیطان آپ ﷺ سے زیادہ جگہوں پر حاضر و ناظر تو معاذ اللہ علم بھی زیادہ رکھتا ہوگا۔

ماقبل میں کاشف اقبال نے یہ عنوان لگائے تھے: "حضور اکرم ﷺ پر غیر نبی کی برتری" (ص ۸۰)، "انبیاء پر برتری کا دعوی" (ص ۸۱) اب جواب دو کیا یہ نبی کریم ﷺ پر شیطان کی برتری کا دعوی نہیں معاذ اللہ؟ اگر نہیں تو کیوں؟

مولوی احمد رضا خان بریلوی لکھتا ہے:

"رسول اللہ ﷺ کا علم اوروں سے زائد ہے ابلیس کا علم معاذ اللہ علم اقدس سے ہرگز وسیع تر نہیں"۔ (خالص الاعتقاد، ص ۶۰، ۶۱)

بریلوی مذہب میں مفہوم مخالف معتبر ہے تو مطلب ہوا کہ ابلیس کا علم نبی کریم ﷺ سے وسیع تو ہے مگر وسیع تر نہیں معاذ اللہ۔ یہی بات دعوت اسلامی کے الیاس عطاری نے بھی اپنی کتاب "کفریہ کلمات کے بارے میں سوال و جواب، ص ۲۴۵ مطبوعہ طبع اول اکتوبر ۲۰۰۹" میں لکھی مگر محرف نے نئے ایڈیشن میں ہمارے اعتراض پر اس حوالے کو نکال دیا

ہے۔
عرفان قادری بریلوی، اشرف سیالوی کے متعلق لکھتا ہے:
''حضرت محمد ﷺ کیلئے لفظ ''جاہل'' کا استعمال اور مولانا کا بالخصوص اس قول کو پسند کرنا بھی ایک تشویش ناک امر ہے''۔

(نبوت مصطفی ہر آن ہر لحظہ ص ۴۷)

اس مولوی کو کئی بریلوی علماء کی تائید حاصل ہے دلچسپ امر یہ کہ اس کتاب کی تائید کرنے والا خود کاشف اقبال رضا خانی ہے یاد رہے کہ جب تم نے اس لفظ کو گستاخی کہہ دیا تو اب کسی کتاب میں اس کے ہونے سے تمہارا گستاخی کا فتوی ختم نہیں ہوسکتا بلکہ وہ بھی اسی لپیٹ میں آئے گا۔ اسی کتاب کی جلد ثانی کے ص ۵۲, ۵۳, ۵۴ پر کہا گیا کہ اشرف سیالوی نے جانوروں سے بھی بدتر کفار سے حضور ﷺ کو تشبیہ دی۔ معاذ اللہ اور حفظ الایمان کی عبارت پیش کر کے سوال کیا کہ اس کو پھر کس طرح گستاخی ثابت کرو گے؟۔ اب علماء دیوبند پر اپنی زبان گندی کرنے والے کاشف اقبال صاحب سے ہمارا سوال ہے کہ تمہارا مولوی بقول تمہارے حفظ الایمان سے بھی بدتر عبارت لکھے اور تمہارے منہ پر تالے لگے ہوئے ہیں کیا یہ کھلی منافقت نہیں؟ اگر واقعی عشق رسول ﷺ ہے تو اب ایک عدد کتاب ''بریلویت کے بطلان کا انکشاف'' بھی لکھو۔

(۵) عیسیٰ علیہ السلام فیل ہو گئے۔ معاذ اللہ

بریلوی مناظر اعظم نظام الدین ملتانی لکھتا ہے:

''دوبارہ وہی بھیجا جاتا ہے جو پہلی دفعہ ناکامیاب رہے امتحان میں دوبارہ وہی لوگ بلائے جاتے ہیں جو فیل ہوں حضرت مسیح علیہ السلام پہلی آمد میں ناکامیاب رہے اور یہود کے ڈر کے مارے کام تبلیغ رسالت سرانجام نہ دے سکے اس لئے ان کا دوبارہ آنا تلافی مافات ہے''۔

(انوار شریعت، ص ۵۵، ج ۲، فتاوی نظامیہ، ۴۷۷)

(۶) نبی کریم ﷺ کیلئے رضا خانیوں کا انتہائی گندہ وغلیظ عقیدہ

مولوی عمر اچھروی لکھتا ہے:

''حضور ﷺ زوجین (میاں بیوی) کے جفت (ہم بستری) ہونے کے وقت بھی حاضر (موجود) ناظر (دیکھ) ہوتے ہیں''۔ (مقیاس حنفیت ،ص ۲۸۲) استغفر اللہ

مفتی احمد یار گجراتی لکھتا ہے:

''تاریک راتوں میں تنہائی کے اندر جو کام کئے جاویں وہ بھی نگاہ مصطفی ﷺ سے پوشیدہ نہیں''۔ (جاء الحق ،ص ۷۹)

عمر اچھروی کا شاگرد اور رضا خانیوں کے امام المناظرین صوفی اللہ دتہ لکھتا ہے:

''کیا سینماؤں شراب خانوں ناچ گھروں اور چکلوں پر اللہ تعالی اور رسول اکرم علیہ الصلوۃ والسلام اور فرشتوں کا حاضر اور ناظر ہونا اور ہم جیسے بدکار انسانوں کا حاضر و ناظر ہونا دونوں برابر ہیں؟ اور کیا اللہ تعالی اور اس کے رسول علیہ الصلوۃ والسلام کا فلمی کاروائیوں اور اسی جیسی دیگر بے حیائی کا علم رکھنا اور عام انسانوں کا ان گندے علوم کو حاصل کرنا برابر ہے؟'' (تنویر الخواطر ،ص ۱۷)

یہ بدبخت کہتا ہے کہ اللہ تعالی اور رسول اکرم ﷺ کا شراب خانوں ، چکلوں ، فلمی گھروں میں حاضر و ناظر ہونا کوئی گناہ کوئی عیب نہیں عیب تو ہم جیسے انسانوں کیلئے ہے۔ بدبخت انسان فرشتے تو احکام خداوندی کے مکلف ہی نہیں تو ان پر قیاس کیسے؟ میں پوچھتا ہوں احمد رضا خان بھی تمہارے نزدیک معصوم عن الخطاء مبراء عن الذنب تھا تو کیا تم اس کو چکلوں میں حاضر و ناظر کر کے اس طرح فخر کرو گے؟

سید فیض علی شاہ رضا خانی اس سے بھی بڑھ کر کفر لکھتا ہے:

جس جگہ کوئی زنا کر رہا ہے جس جگہ کوئی رشوت حاصل کر رہا ہے جس جگہ کوئی شراب نوشی کر رہا ہے یا جس جگہ کوئی بدکاری کر رہا ہے یا خلوت میں بدفعلی

کر رہا ہے یا چوری کر رہا ہے حضور ﷺ اس کے شاہد ہیں حضور ﷺ مشاہدہ فرمارہے ہیں''۔ (تفسیر اسرار البیان، ص ۲۳)

استغفر اللہ......شرم......شرم......شرم......

اس عبارت کے متعلق رضا خانی تاویل کا رد

بریلوی غزالی ورازی دوراں وفلاں فلاں مولوی عمر اچھروی اپنی بدنام زمانہ کتاب ''مقیاس حنفیت'' میں لکھتا ہے:

''حضور ﷺ زوجین کے جفت ہونے کے وقت بھی حاضر ناظر ہوتے ہیں''۔

(مقیاس حنفیت، ص ۲۸۲)

استغفر اللہ! العیاذ باللہ! وہ حیاء دار نبی! شرم وعفت کا وہ پیکر! جس کی امت کو یہ تعلیم ہو کہ جب چلو تو نگاہیں نیچی کر کے چلو، جس حیاء دار نبی کے بارے میں سیرت کی کتابوں میں ملتا ہے کہ کنواری دلہن سے زیادہ شرم وحیاء والے، اوجن کی بیبیوں کے بارے میں قرآن کہتا ہے کہ جب تم نبی کی بیبیوں سے کچھ پوچھو تو پردے کے پیچھے سے پوچھو، جس نبی کی عفت مآب بی بی ہماری ماں عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی عفت شرم وحیاء کا یہ عالم ہو کہ فرماتی ہیں ''جب میرے گھر میں عمر فاروق کی تدفین ہوئی تو اس کے بعد میں پردہ کر کے قبور مطہرہ کی زیارت کو آتی''۔ جو صدیقہ نبی کی حیاء کو ان الفاظ میں بیان کرے کہ ساری زندگی نہ سرکار نے میرا ستر دیکھا نہ میں نے ان کا ستر دیکھا، ارے وہ مقام جہاں شرم وحیاء کے مارے فرشتے بھی الگ ہو جائیں یہ بدبخت بے حیاء کہتا ہے کہ نبی کریم ﷺ وہاں بھی حاضر ہوتے ہیں موجود ہوتے ہیں سب کچھ دیکھ رہے ہوتے ہیں ملاحظہ فرمارہے ہوتے ہیں

یا اللہ! آسمان پھٹ کیوں نہیں پڑتا۔۔۔؟ زمین شق کیوں نہیں ہو جاتی۔۔۔؟ قلم ٹوٹ کیوں نہیں جاتے۔۔۔؟ ان بدبختوں کے ہاتھوں پر یہ سب بکواس لکھتے ہوئے رعشہ طاری کیوں نہیں ہوتا۔۔۔؟

کیا کوئی بے غیرت بیٹا یہ پسند کرے گا کہ جب وہ اپنی بیوی کے ساتھ مخصوص حالت میں ہو تو اس کا باپ وہاں ''حاضر وناظر'' ہو؟ اگر نہیں اور یقیناً نہیں، تو نبی کے بارے میں اس قسم کی بکواس

کرتے ہوئے تمہیں موت نہیں آتی ؟
ہائے! جس نبی کے دین میں میاں بیوی کو یہ حکم ہو کہ اگر آس پاس کوئی جانور ہو تو اس مخصوص حالت میں نہ آؤ آج اسی دین کے نام لینے والے بدبخت ''مقیاس حنفیت'' کا نام لیکر نبی کو وہاں حاضر ناظر مان رہے ہیں۔۔۔نہیں۔۔۔نہیں۔۔۔خدا کی قسم ہم پیشاب کی بوتل پر لگے ہوئے اس زمزم کے لیبل کو ہرگز فروخت ہونے نہیں دیں گے۔ یہ بکواس ''مقیاس الکفر'' تو ہوسکتی ہے، مقیاس حنفیت نہیں۔

پھر اس بدبخت مولوی نے جس حدیث کو آڑ بنا کر یہ بکواس کی ہے حضرت ابوطلحہؓ کی اس حدیث میں تو اتنا ہے کہ حضرت ابوطلحہؓ کے بیٹے بیمار تھے اس رات وہ فوت ہو گئے حضرت ابوطلحہؓ جب سفر سے رات کو گھر آئے تو بیوی نے اس خبر کو ان سے چھپائے رکھا کانوں کان خبر نہ ہونے دی کہ رات کا وقت ہے پوری رات غمگین و حزین رہیں گے ان کی بیوی نے بالکل عام حالات کی طرح ان سے برتاؤ کیا جیسے کچھ ہوا ہی نہیں۔ حضرت ابوطلحہؓ نے ان سے رات کو جماع فرمایا جب صبح ہوئی تو ام سلیم نے یہ خبر جاگزیں سنائی: ''رات آپ کے بیٹے فوت ہو گئے تھے میں نے آپ کو خبر نہ کی کہ آپ پریشان ہوں گے اب ان کی تجہیز و تکفین کا بندوبست کردیں''۔ صبح حضرت ابو طلحہؓ نے خود سارے واقعہ کی خبر نبی کریم ﷺ کو دی جس پر حضرت ابوطلحہ کی زوجہ کے صبر و استقلال پر بطور تعجب سوالیہ انداز میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

اعرستم اللیلۃ؟

کیا اس اندوہناک واقعہ کے بعد تم نے گھر والی سے جماع بھی کیا اور وہ پھر بھی کچھ نہ بولی؟

حضرت ابوطلحہ نے فرمایا ''جی ہاں''۔

اس میں یہ کہاں ہے کہ نبی کریم ﷺ خود وہاں موجود تھے؟ زید اگر الیاس عطار سے پوچھے کہ حضور رات گھر والی سے جماع کیا؟ اور عطار صاحب بولے جی، تو اس کا مطلب ہے کہ زید وہاں بیٹھا تھا؟ کچھ تو عقل کو ہاتھ لگاؤ۔ چنانچہ علامہ نووی نے ''اعرستم اللیلۃ'' کا یہی معنی بیان کیا جو میں نے ذکر کیا:

''السوال للتعجب من صنیعھا و صبرھا و سرور آ بحسن رضاھا بقضاء اللہ ثم دعا

صلی اللہ علیہ وسلم لھما بالبرکۃ فی لیلتھما فاستجاب اللہ"۔ (شرح مسلم ج۲ ص۲۰۹)

نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان اعرستم اللیلۃ یہ ام سلیم کے اس فعل اوران کے اس عظیم صبر پر بطور تعجب کے تھا اور اللہ تعالی کی قضا پر اس طرح خوش اسلوبی سے راضی رہنے پر بطور خوشی کے تھا پھر نبی کریم ﷺ نے ان دونوں کیلئے اس رات میں برکت کی دعا کی جو اللہ نے قبول کی یعنی اللہ نے انہیں ایک بیٹے سے نوازا۔

بریلوی شیخ الحدیث غلام رسول سعیدی "اعرستم اللیلۃ" کا مطلب بیان کرتے ہیں:

"رسول اللہ ﷺ نے جو حضرت ابوطلحہ سے عمل زوجیت کے متعلق سوال کیا اس کی ان کے اس صبر اور راضی برضائے الٰہی رہنے کے حیرت انگیز جذبے پر تعجب کا اظہار تھا"۔ (شرح مسلم، ج۶ ص۵۰۵، فرید بک سٹال لاہور، دسمبر ۲۰۰۲)

عمرا چھروی نے یہ روایت مسلم ہی کے حوالے سے نقل کی مگر مسلم کے شارح امام نووی شافعیؒ کو یہ شیطانی استدلال نہ سوجھا جو عمرا چھروی کو سوجھا۔ خود مسلم میں اس پر یہ عنوان باندھا گیا:

"استحباب تحنیک المولود عند ولادتہ وحملہ الی صالح یحنکہ وجواز تسمیتہ یوم ولادتہ واستحباب التسمیۃ بعبد اللہ وابراھیم وسائر اسماء الانبیاء علیھم"۔ (الصحیح للمسلم ج۲ ص۲۰۸)

بچہ کی پیدائش کے وقت اس کو گھٹی دینے اور اس کی پیدائش کے دن اس کا نام رکھنے کا استحباب اور عبداللہ، ابراہیم اور دیگر انبیاء علیہم السلام کے اسماء پر نام رکھنے کا استحسان۔

ابن اثیر بھی اس روایت پر یہی باب باندھتے ہیں:

(جامع الاصول فی احادیث الرسول، ج۱ ص۳۶۶)

ریاض الصالحین میں حضرت نووی نے اس روایت پر "باب الصبر" قائم کیا۔ (ریاض الصالحین، ص۵۴)

ابن قیم جوزی رح نے اس روایت پر باب قائم کیا:

"فی استحباب تحنیکہ"۔ (تحفۃ المولود، ص۳۲)

غرض جس جس محدث نے اس روایت کو ذکر کیا انہوں نے اس روایت پر کم وبیش اسی عنوان کے باب قائم کئے جو ہم نے ذکر کئے۔

چیلنج

پوری دنیا کے زندہ مردہ بریلویوں کو چیلنج ہے کہ چودہ سو سال کے مسلم بین الفریقین کسی بھی شارح حدیث سے اس جملے کا وہ شیطانی مطلب بیان کرنا ثابت کردیں جو عمر اچھروی کے فتنہ پرور حیاء سوز دماغ میں آیا۔ اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو جان لو کہ نبی کریم ﷺ کی حدیث پر جھوٹ بول کر تم نے اپنا ٹھکانہ جہنم بنالیا ہے۔

ایک باطل تاویل کا جواب

پنڈی مناظرے میں حنیف قریشی رضاخانی، طالب الرحمن زیدی غیر مقلد کو کہتا ہے کہ تم نے آگے کی عبارت نہیں پڑھی اس میں لکھا ہے: ''یہ الگ بات ہے مثل کراما کاتبین'' ۔۔الخ

الجواب: یہ تاویل بالکل باطل اور خود مصنف کے موقف کے خلاف ہے اس لئے کہ وہ تو نبی کریم ﷺ کو ''حاضر ناظر'' ثابت کرنا چاہ رہا ہے اگر نبی کریم ﷺ آنکھیں بند کرلیں تو پھر ''ناظر'' تو نہ رہے۔ تو عمر اچھروی کی عبارت میں ''حاضر ناظر'' بیک وقت دونوں لفظوں کا مقصد کیا ہوا؟ نیز یہ تاویل کرنا کہ آنکھیں بند کرلیتے ہیں اس بات کی دلیل ہے کہ تم بھی وہاں نبی کریم ﷺ کو ''ناظر'' ماننا گستاخی سمجھتے ہو تو اگر ''ناظر'' ہونا گستاخ اور نبی کریم ﷺ کی شان کے خلاف ہے تو ''حاضر'' ہونا کیوں نہیں؟

ثانیاً: اگر تمہاری اس تاویلِ باطل کو تسلیم کرلیا جائے تو اس سے ثابت ہوتا ہے کہ تمہارے نزدیک اگر نبی کریم ﷺ آنکھ بند کرلیں تو ان کو آنکھ کے پیچھے نظر نہیں آتا تو ایک طرف تو تم مسلمانوں پر اعتراض کرتے ہو کہ ان کا عقیدہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کو دیوار کے پیچھے کا علم نہیں یہ گستاخ ہیں۔ دیوار تو اتنی موٹی یہاں تم آنکھوں کے پتلے پتلے پپوٹوں کے پیچھے کے علم کی نفی کررہے ہو کہ کیا ہو رہا ہے حضور ﷺ کو کچھ علم نہیں، کیا یہ گستاخی نہیں؟

الجھا ہے پاؤں یار کا زلف دراز میں

ثالثاً: آپ کے مذہب کا اصول ہے کہ ایسا ذومعنی لفظ جس میں نبی کریم ﷺ کی توہین کا پہلو نکلتا ہے وہ بھی کفر وگستاخی ہے تو اس میں پہلو نہیں صراحتاً نبی کریم ﷺ کی گستاخی ثابت ہو رہی ہے اس لئے اگر کوئی پہلو اچھا نکال بھی لو تب بھی یہ گستاخی ہی تسلیم کیا جائے گا۔ اگر جواب یہ دو کہ ہم آپ کے پہلو کے ذمہ دار نہیں تو اس پر ہمارا جواب ہے کہ پھر ہماری عبارتوں میں آپ کے خودساختہ احتمالات کے ہم ذمہ دار نہیں۔

رابعاً: نصیر الدین سیالوی بن اشرف سیالوی سرگودھوی لکھتا ہے:

"اس سے پتہ چلا کہ عبارت گستاخی کی موہم ہے کیونکہ سمجھنے سمجھانے کی ضرورت وہیں پیش آتی ہے جہاں الفاظ کسی غلط معنی کے موہوم ہوں"۔

(عبارات اکابر کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ، ج ۱ ص ۱۲۸)

اس کتاب پر بریلوی استاذ المناظرین اشرف سیالوی کی تقریظ ثبت ہے۔

ملتاء تابش قصوری رضاخانی لکھتا ہے:

"صاف اور سیدھی بات ہے کہ توہین آمیز الفاظ یا عبارات کے قائل کو شرعاً اخلاقاً اپنی صفائی کا قطعاً حق نہیں پہنچتا"۔

(دعوت فکر: ص ۱۶ / مکتبہ شرفیہ۔ مرید کے ۱۹۸۳)

"کچھ دیوبندی حضرات ان کفریہ عبارات کی تاویلات کرتے ہیں مگر سچی بات یہ ہے کہ اگر یہ عبارات کفریہ نہیں تو تاویلات کیوں؟ تاویلات دینے سے تو یہ بات ثابت ہو رہی ہے کہ عبارات کفریہ ہیں تو تاویلات کی جا رہی ہے"۔ (معرفت: ص ۱۰۲)

اس کتاب پر ۳۶ "رضاخانی مفتیان" کی تقریظات موجود ہیں۔

تو جناب آپ کا اس عبارت کو سمجھانا اس کی تاویل کرنا ہی اس کی دلیل ہے کہ دال میں کچھ کالا نہیں پوری دال ہی کالی ہے۔

الحمدللہ! رضاخانیوں کے بنائے ہوئے اپنے ہی اس اصول سے اب تک بدنام زمانہ گستاخان رسول ﷺ احمد رضاخان، احمد یار گجراتی، حشمت علی، نعیم الدین، عمر اچھروی وغیرہم کی

جن عبارات کی تاویل رضا خانی کرتے ہیں یا ان کی عبارات کے دفاع میں اب تک جو کچھ لکھا گیا وہ سب کالعدم ہو گیا بلکہ ان کے دفاع میں لکھی جانے والی یہ کتب ان رضا خانیوں کے گستاخان رسول ﷺ ہونے پر رجسٹری ہے۔

۔خامساً: خود مولوی عمر اچھروی لکھتا ہے:

''جیسا کہ اللہ تعالیٰ پاک کی نسبت ان برے مقامات پر باوجود موجودیت کے نسبت کرنا گستاخی و کفر ہے کیونکہ اس کو ان مقامات سے نفرت ہے اسی طرح نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی حاضر ناظر تو ہیں اور اس کو جاننے والے بھی ہیں۔ اور آپ کی شہادت بھی ان مقامات کی ضرور ہوگی۔ لیکن بوجہ آپ کی ذات پاک ہونے کے ان مقامات متنفرہ کی طرف منسوب کرنا عین گستاخی ہے اور ایمان سے بعید ہے''۔ (مقیاس حنفیت: ص ۲۷۹ دار المقیاس، اچھرہ، دسمبر ۱۹۶۶)

تو عمر اچھروی کا نبی کریم ﷺ کی طرف ان مقامات کی نسبت کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ عمر اچھروی گستاخ رسول ﷺ اور یہ عبارت ایمان سے بعید ہے۔

الحمد للہ! انتہائی مختصر انداز میں اس عبارت کے متعلق رضا خانی تاویل کی دھجیاں اڑا دی گئی ہیں اگر بریلوی پٹاری میں مزید کوئی جواب ہو تو اسے بھی سامنے لے آئے کیونکہ،

یار زندہ صحبت باقی

بریلوی حکیم الامت مفتی احمد یار گجراتی لکھتا ہے:

''تاریک راتوں میں تنہائی کے اندر جو کام کئے جاویں وہ بھی نگاہ مصطفیٰ علیہ السلام سے پوشیدہ نہیں''۔ (جاء الحق: ص ۷۹)

تاریک راتوں میں تنہائی میں سوائے حرام کاریوں کے یا بیوی کے ساتھ ہم بستری اور کونسے کام کئے جاتے ہیں؟ رضا خانیوں کا گندہ عقیدہ ملاحظہ ہو۔ عمر اچھروی کا شاگرد اور رضا خانی امام المناظرین اپنے استاد کا سکھایا ہوا گند اس طرح ظاہر کرتا ہے:

''کیا سینماؤں شراب خانوں ناچ گھروں اور چکلوں پر اللہ تعالیٰ اور رسول اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام اور فرشتوں کا حاضر اور ناظر ہونا اور ہم جیسے بدکار انسانوں کا حاضر و ناظر ہونا دونوں

برابر ہیں؟ اور کیا اللہ تعالی اور اس کے رسول اکرم علیہ الصلوۃ والسلام کا فلمی کاروائیوں اور اس جیسی دیگر بے حیائی کا علم رکھنا اور عام انسانوں کا ان گندے علوم کو حاصل کرنا برابر ہے؟“۔

(تنویر الخواطر: ص ۱۷)

یہ بدبخت کہنا چاہ رہا ہے کہ نبی شراب خانوں سینماؤں فلمی گھروں چکلہ خانوں میں حاضر ناظر ہیں فلمی گانوں کا علم رکھتے ہیں اور بدکار انسانوں پر انہیں قیاس مت کرو رضا خانیوں کی طرح بدکار انسانوں کا ان مقامات پر حاضر و ناظر ہونا تو یقیناً ان کی گستاخی ہے مگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیلئے یہ سب جائز ہے اس لئے گستاخی بھی نہیں اس لئے برابر نہیں نبی کا اور بدکار انسانوں کا ان مقامات پر حاضر و ناظر ہونا استغفر اللہ میں کہتا ہوں کہ کیا تو احمد رضا خان بریلوی، احمد یار گجراتی، عمر اچھروی، الیاس عطاری اختر رضا خان کو بھی بدکار انسان مانتا ہے؟ اگر نہیں تو انہیں کبھی چکلے خانے شراب خانے اور انڈین فلمیں دیکھنے اور بنانے کیلئے حاضر ناظر کیا ہے؟

ایک طرف تو رضا خانی کہتے ہیں کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ کے برابر نہیں سمجھتے اور پھر جب نبی کریم کے متعلق ان کے کسی خدائی عقیدے پر اعتراض کیا جاتا ہے تو فوراً معاذ اللہ اللہ پر قیاس کرنے لگ جاتے ہیں مثلاً اگر اللہ کے نبی ہر جگہ حاضر ناظر تھے تو تو اپنے صحابہ کے بیر معونہ میں کیوں بھیج دیا زہر آلود گوشت کیوں کھا لیا تو جھٹ سے جواب دیں گے کہ اللہ بھی تو یہ سب جانتا تھا خدا کے بندے اللہ تو فعال لما یرید۔۔۔۔ لا یسئل عما یفعل وھم یسئلون

اس کی شان ہے کل تو کوئی تمہاری طرح عقل سے پیدل کسی کو قتل کردے کسی کی ٹانگ یا تھ توڑ دے کسی کو آگ میں ڈال دے اور یہی قیاسی شگوفہ چھوڑے کہ جب اللہ یہ سب کچھ کر رہا ہے اور اس پر کوئی اعتراض نہیں تو مجھ پر کیوں

ان سے کہا جاتا ہے کہ جب ہر جگہ حاضر ناظر تو کیا گندے مقامات پر بھی تو جھٹ سے جواب کیا اللہ کو وہاں کا علم نہیں؟

ظالمو! اللہ اللہ ہے اور مخلوق مخلوق میں تم سے پوچھتا ہوں کہ کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتی میں ان کیلئے یہ جائز تھا کہ وہ ان مقامات پر جائے غیر محرم عورتوں کو دیکھے

ایک ساتھی نے کہا کہ میں نے ان رضا خانیوں سے سوال کیا کہ جب حضور حاضر ناظر ہیں ہر جگہ تو ہمیں نظر کیوں نہیں آتے؟

تو کہا اللہ کیوں نظر نہیں آتا؟ پھر اللہ کو مثال میں پیش کر دیا کیا تم نبی کو اللہ مانتے ہو؟ جاہلو! اللہ جسم سے پاک ہے جبکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جسم رکھتے تھے وہ بھی جسم کثیف حیاتی میں ہر ایک کو جب موجود تھے تو نظر بھی آتے تھے خدا تو اس وقت بھی نظر نہیں آتا اب جب حضور موجود نہیں تو نظر بھی نہیں آتے

ایسے جاہلوں کو یوں جواب دو کہ قرآن میں اللہ کے ہاتھ و چہرے کا ذکر ہے اب لازم ہوا کہ اللہ کا معاذ اللہ نبی کریم کی طرح ہاتھ بھی ہے اور چہرہ بھی ہے اس لیے کہ جب تم نبی کو اللہ پر قیاس کر سکتے ہو تو کوئی اور اللہ کو نبی پر قیاس کیوں نہیں کر سکتا؟۔

اب پوچھو منظور ہے یہ سیاسی شگوفہ؟ ان حضرات کی بنیادی غلطی ہی یہی ہے کہ مخلوق کو اللہ۔

۷) حضرت یوسف علیہ السلام کی سخت توہین۔ معاذ اللہ:

مولوی اشرف سیالوی حضرت یوسف علیہ السلام اور زلیخا کے بارے میں لکھتا ہے:

"جب حضرت یوسف علیہ السلام نے ان کے ساتھ زفاف فرمایا تو ان کو باکرہ اور کنواری پایا آپ نے ان کے ساتھ ہمبستری فرمائی اور مہر بکارت کو توڑا اور اس بند ڈبیا کی چابی اپنے تروتازہ یاقوت (رنگ شرمگاہ) کو بنایا اس ڈبیا کا قفل کھولا اور اس میں مادہ تولید والا گوہر داخل کیا"۔

(تحقیق: ص ۲۱، ۲۲)

اگر یہ بازاری انداز زبان گستاخی نہیں تو کیا کسی اور کو یہ کہنے کا حق ہوگا کہ احمد رضا خان بریلوی نے اختری بیگم کے ساتھ زفاف کیا تو ان کو باکرہ پایا مثل بند ڈبیا کے تو ان کے سرخ یاقوت میں مادہ تولید والا گوہر ڈالا...... شرم...... شرم...... شرم......

مولوی احمد رضا خان بریلوی حضرت یوسف علیہ السلام اور شیخ عبد القادر جیلانیؒ کا تقابل کراتے ہوئے کہتا ہے کہ شیخ کا حسن حضرت یوسف علیہ السلام سے زیادہ تھا معاذ اللہ شیخ تو آئینہ

کے سامنے والے رخ تھے اور حضرت یوسف علیہ السلام پیچھے والے

روئے یوسف فزوں تر حسن روئے شاہ ہے
پشت آئینہ نہ ہوا انباز روئے آئینہ

(حدائق بخشش: ص ۶۴ ج ۳)

۸) حضرت آدم علیہ السلام کی توہین۔معاذ اللہ:

مفتی احمد یار گجراتی لکھتا ہے:

''آدم علیہ السلام کو......دیکھنے والی چیزیں دکھائی گئی تھیں......مثلاً......ریڈیو، ٹی وی وغیرہ یہ سب چیزیں ان کو دکھا کر ان کے نام اور بنانے کی ترکیبیں اور ان کے سارے حالات بتائے گئے''۔

(تفسیر نعیمی: ج ۱ ص ۲۴۱)

استغفر اللہ ٹی وی اور اس کے سارے حالات یعنی فلمیں، گانے، ڈرامے یہ سب حضرت آدم علیہ السلام کو دکھایا گیا تھا ملاحظہ ہو علم غیب کی آڑ میں کس قدر گندہ عقیدہ پیش کیا جارہا ہے ایک اور عقیدہ ملاحظہ ہو:

''اس کے بعد اہل ہنود (ہندو) کے مذہب کا ذکر ہونے لگا آپ نے فرمایا کہ ہندو کا مذہب قدیم و کہنہ ہے اور ہر مذہب اس کے بعد وجود میں آیا کیونکہ یہ مذہب حضرت آدم علیہ السلام کا ہے''۔

(مقابیس المجالس: ص ۲۶۳)

استغفر اللہ معاذ اللہ مقابیس المجالس کا مستند ہونا ماقبل میں ذکر کیا جاچکا ہے۔

مفتی احمد یار گجراتی ایک جگہ اور حضرت آدم علیہ السلام کی گستاخی کرتے ہوئے لکھتا ہے:

''جب کبھی حضور علیہ السلام کسی سے بے توجہی فرمالیتے ہیں تو وہ بدبخت بنتا ہے اور گناہ کرتا ہے اور حضرت آدم علیہ السلام سے خطا کا ہونا اس سبب سے ہوا کہ توجہ محبوب علیہ السلام کچھ ہٹ گئی''۔

(شان حبیب الرحمن: ص ۱۴۸)

استغفر اللہ کتنا بڑا کفر ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی سے بے توجہی فرماتے ہیں تو وہ بد بخت اور گناہ گار ہو جاتا ہے اور حضرت آدم علیہ السلام سے بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بے توجہی اختیار کی اسی لئے ان سے یہ خطا (ان کے اصول کے مطابق گناہ و بدبختی) ہو گئی تھی معاذ اللہ۔ استغفر اللہ۔

۹) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بتوں کے نام کا ذبیحہ کھاتے۔ معاذ اللہ:

مفتی احمد یار گجراتی بخاری شریف پر جھوٹ بولتے ہوئے لکھتا ہے:

"بخاری شریف میں ہے کہ حضور نے نبوت سے پہلے بھی بتوں کے نام کا ذبیحہ کھایا"۔

(نور العرفان: ص ۷۹۹)

استغفر اللہ "بھی" کے لفظ سے گویا یہ کہنا چاہ رہے ہیں کہ نبوت کے بعد بھی معاذ اللہ کھاتے تھے جب یہ عبارت انوار العلوم کے مفتی کے پاس بھیجی گئی تو اس نے جواب دیا کہ عبارت بالکل درست ہے ملاحظہ ہو اصل فتوی (دست و گریبان: ج ۲ ص ۱۹۶، ۱۹۷)

مظہر اعلیٰ حضرت حشمت علی رضوی بھی اس کفریہ عقیدہ کا اظہار یوں کرتا ہے:

"حضور جن امور پر قبل نبوت عمل کر چکے تھے اور بعد کو وہ حرام ہوئے غمگین رہا کرتے تھے"۔ (۱۵ تقریریں: ص ۳۵۷)

۱۰) انبیاء کرام قبور مطہرہ میں کیا کرتے ہیں؟ معاذ اللہ:

تمام مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون مگر رضاخانیوں کا عقیدہ ہے کہ:

"انبیاء کرام کی قبور مطہرہ میں ازواج مطہرات پیش کی جاتی ہیں اور ان کے ساتھ شب باشی فرماتے ہیں"۔ (ملفوظات: ج ۳ ص ۲۷۶)

بریلوی شیخ الحدیث عبد الرزاق بھترالوی لکھتا ہے:

"عورتوں سے ملوان سے صحبت کر و یا ان سے شب باشی کرو ایک ہی معنی میں استعمال ہوئے

ہیں یعنی جماع کرنا"۔ (تسکین الجنان: ص۵۹ رمکتبہ امام احمد رضا)

رضاخانی تاویل:

اعلیٰ حضرت نے اپنی طرف سے نہیں کہا زرقانی کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

جواب: جہاں تک علامہ زرقانیؒ کی بات ہے تو انہوں نے تو علی بن عقیل حنبلی کے حوالے سے صرف اتنی بات نقل کی ہے:

"قال ابن عقیل حنبلی ویضاجع ازواجه ویستمتع بهن اکمل من الدنیا ...الخ"۔ (زرقانی علی المواہب: ج۲ ص۱۶۹)

علامہ زرقانی نے اس قول کو جس شخصیت کی طرف منسوب کیا ہے وہ کس قسم کی ذہنیت رکھتا کتب اسماء الرجال میں دیکھیں کہ یہ علی بن عقیل بدعتی تھا معتزلی تھی اکابر کی مخالفت کی (میزان الاعتدال، ج، ص۴۶ اللذہبی) اس نے سنت سے انحراف کیا اس زمانے میں بدعات میں اس کی نظیر نہیں ملتی (سیر اعلام النبلاء، ج۱۹، ص۴۴۵، ۴۵۶) مزید تفصیل کیلئے ابن اثیر، ذیل الطبقات اور اللسان وغیرہ کا مطالعہ کریں۔ ایسے بدعتی اور معتزلی کے قول پر اس طرح عقیدے کی بنیاد قائم کرتے ہوئے کچھ تو حیاء کرنی چاہئے۔ پھر ابن عقیل کی پوری عبارت چھان مارلیں آپ کو کسی عربی عبارت کا یہ ترجمہ نہیں ملے گا "ازواج مطہرات پیش کی جاتی ہیں" بہرحال احمد رضا خان نے جس گستاخی کا ارتکاب کیا ہے وہ ابن عقیل کے نقل سے عین ایمان نہیں بن جائے گا۔

تلک عشرة کاملة

الحمدللہ جلد اول مکمل ہوگئی ان شاء اللہ مزید اعتراضات کے جوابات اب جلد ثانی میں دیے جائیں گے۔

انشاءَ اللہ جلد ثانی میں آپ پڑھیں گے مندرجہ ذیل اعتراضات کے جوابات

علمائے دیوبند پر یزیدیت کا الزام

علمائے دیوبند پر خارجیت کا الزام

علمائے دیوبند پر رافضیت کا الزام

علمائے دیوبند پر قادیانیت کا الزام

علمائے دیوبند پر انگریز نوازی کا الزام

علمائے دیوبند پر مخالفت پاکستان کا الزام

نوٹ: کتابت کی تصحیح میں حتی الامکان کوشش کی گئی ہے مگر بشر ہونے کے ناطے کتاب اغلاط سے مبرا نہیں ہوسکتی اس لئے کوئی غلطی نظر آئے تو مطلع فرمائیں۔ نیز کوئی ایسا اعتراض جس کا جواب اس جلد میں نہیں دیا گیا ہمیں ارسال فرمائیں انشاءاللہ اگلی جلد میں اس اعتراض کا جواب شامل کرلیا جائے گا۔ جزاکم اللہ۔